رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، فضائل، اطاعت، محبت، محبت کے اسباب، تقاضے اور فوائد، معجزات، اہل بیت کی
فضیلت و اہمیت، مقام و مراتب، حکم تعظیم، فضائل و کمالات، کرامات، احکام و مسائل اور آداب جیسے بے شمار موضوعات پر
مشتمل الشیخ جلیل محسن وناس ناصر الزبیدی کی کتاب محبة النبي واهل بيته کی دو جلدوں کا
مکمل اردو ترجمہ

محبتِ رسول واہلِ بیت
اور
اس کے تقاضے

مصنف
الشیخ جلیل محسن وناس ناصر الزبیدی

ترجمہ
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

Marfat.com

محبة النبی و اهل بیته

محبت رسولؐ واہل بیت

اور اس کے تقاضے

(جلد اوّل)

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، فضائل، اطاعت، محبت، محبت کے اسباب، تقاضے اور فوائد، معجزات، اہل بیت کی اہمیت وفضیلت، مقام ومراتب، حکم تعظیم، فضائلِ وکمالات، کرامات، احکام ومسائل اور آداب جیسے بے شمار موضوعات پر مشتمل ''الشیخ جلیل محسن وناس ناصر الزبیدی'' کی کتاب ''محبة النبی و اھل بیته'' کی دو جلدوں کا مکمل اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مصنف

الشیخ جلیل محسن وناس ناصر الزبیدی

ترجمہ وترتیب

مفتی محمد وسیم اکرمُ القادری (ایم اے۔ایم فل)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

297-9.121
18
۱۵۶۳
جلد ۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ...... ☆ ...... محبۃ النبیؐ واھل بیتہ (جلد اوّل)
محبت رسولؐ واہل بیت اور اس کے تقاضے

مصنف ...... ☆ ...... الشیخ جلیل محسن وناس ناصر الزبیدی

ترجمہ وترتیب ...... ☆ ...... مفتی محمد وسیم اکرم القادری

ناشر ...... ☆ ...... مشتاق احمد

بااہتمام ...... ☆ ...... سلمان منیر

کمپوزنگ ...... ☆ ...... گُل گرافکس

پرنٹرز ...... ☆ ...... ناصر شہزاد پرنٹرز لاہور

قیمت ...... ☆ ...... روپے

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کرسکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر قرآن پاک پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمایئے۔ ان شاء اللہ آئندہ طباعت میں درست کردی جائے گی۔ ادارہ

Marfat.com

انتساب

اپنے پیارے بیٹے:

''محمد''

کے نام (جس کا نام میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیارے نام پر رکھا)
اللہ تعالیٰ اسے سچا صاحب ایمان اور محبّ رسول واہل بیت بنائے
اور دینی خدمات کے لیے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

از
محمد وسیم اکرم القادری

Marfat.com

Marfat.com

فہرست (جلداوّل)

الجلد الاول	9
محبت واطاعت رسول	9
الجزء الاول	10
محبت واطاعت رسول اور انسان و دیگر مخلوقات	10
باب نمبر 1	10
انسانی محبت کی اقسام اور اسباب	1.0
باب نمبر 2	15
رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت	15
باب نمبر 3	37
صحابہ کرام اور محبت واطاعت رسول	37
باب نمبر 4	53
خصوصیات مصطفیٰ ﷺ	53
منصبِ ختم المرسلین	64
مقام ورحمت سید المرسلین اور فرائضِ امت	68
باب نمبر 5	68
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کی فرضیت	68
باب نمبر 6	133
آدابِ رسول اور قرآن	133
باب نمبر 7	137
اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی مذمت	137
باب نمبر 8	142
رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا اور آپ کی معصیت سخت ترین جرم	142
باب نمبر 9	187
دیگر مخلوقات اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت	187
فصل نمبر 1	187
حیوانات اور رسول اللہ سے محبت واطاعت	187
فصل نمبر 2	199
شجر وحجر اور محبت واطاعت مصطفیٰ	199
فصل نمبر 3	216
چاند، سورج، بادلوں اور اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ	216
فصل نمبر 4	220
پانی اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ	220
فصل نمبر 5	227
دیگر بے جان چیزیں اور محبت واطاعت مصطفیٰ	227
الجزء الثانی	239
محبت واطاعت رسول کے اسباب وذرائع	239
باب نمبر 1	239
نبی اکرم ﷺ سے محبت کے اسباب	239
باب نمبر 2	257

Marfat.com

محبت رسول کو پیدا کرنے کے دو اہم ذرائع ......رسول اللہ کی زندگی اور معجزات 257
فصل نمبر 1 257
سیرت النبی اور محبت رسول ﷺ 257
فصل نمبر 2 293
معجزاتِ نبی (نسخۂ محبت) 293
باب نمبر 3 430
محبت رسول میں اضافہ کیجیے ......رسول اللہ کا حلیہ اور عادات مبارکہ 430
محبین کی جان ......مہر نبوت 437
عاشقین کی زینت ......رسول اللہ کے مبارک سر کے مبارک بال 440
دلوں کو معطر کرنے والا ذکر ......رسول اللہ کے بال اور ان کو سنوارنے کا انداز 441
آنکھوں کی ٹھنڈک ......رسول اللہ کا سرمہ لگانا 445
محبین کی خوبصورتی ......پیارے نبی کا پیارا لباس 446
محبین کا زیور محبت ......رسول اللہ کے موزے اور نعلین مبارک 450
جان کی ٹھنڈک ......رسول اللہ کی انگوٹھی 453
بیانِ حق، احقاقِ حق، ابطالِ باطل ......رسول اللہ کا سامان حرب 456
محبین کے لیے باعث فخر ......عمامۃ النبی 458
مثل رحمت خدا ......رفتار رسول 459
ہر بات لاجواب ......رسول اللہ کی بیٹھنے کی ہیئت اور تکیہ کا استعمال 460
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام ......رسول اللہ کے کھانا تناول فرمانے کے طریقہ اور کھانے کی صفت 462
قاسم نعمت ......رسول اللہ کا پھل تناول فرمانا 476
عاشقین کے لیے مثل آب کوثر ......رسول اللہ کے مشروبات اور پینے کا طریقہ 477
بھینی بھینی خوشبو ......رسول اللہ کا عطر لگانا 480
تحفۃ المحبین ......رسول اللہ کے کلام کی کیفیت 481
اس تبسم پہ لاکھوں سلام ......رسول اللہ کی مسکراہٹیں 483
آنکھوں کی ٹھنڈک ......رسول اللہ کی نیند 488
شکر گزاری رب ......رسول اللہ کی عبادت 489
عاشقین کے لیے صبر کی تلقین ......رسول اللہ کے روزے 498
چلتے پھرتے قرآن ......رسول اللہ کی تلاوت قرآن مجید 502
محبین کی آنکھوں کی زینت ......رسول اللہ کی گریہ زاری اور خوف الٰہی سے آنسو بہانا 504
مرکز صدق ......رسول اللہ کا بستر 506
رسول اللہ کی انکساری وعاجزی 507
اس خلق کی کرامت پہ لاکھوں سلام ......رسول اللہ کے اخلاق حسنہ 512
نیچی نگاہ پر درود ......رسول اللہ کا حیاء فرمانا 517
رسول اللہ کا پچھنے لگوانا 518

Marfat.com

رسول اللہ کے اسماء	519
رسول اللہ کی گزر بسر	520
رسول اللہ کی عمر مبارک	525
رسول اللہ ﷺ کی وفات	526
رسول اللہ ﷺ کی میراث	532
خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا	534
باب نمبر 4	536
مغربی مفکرین اور عظمت مصطفیٰ کے مختلف پہلو	536
الجزء الثالث	543
محبت واطاعت رسول کے تقاضے	543
باب نمبر 1	543
محبت رسول کا تقاضہ......اطاعت رسول	543
باب نمبر 2	566
محبتِ رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کے وصال کے بعد استمرار محبت	566
باب نمبر 3	567
محبت رسول کا تقاضہ......اللہ تعالیٰ سے محبت، کیونکہ اللہ نے ہی آپ کو مبعوث فرمایا	567
باب نمبر 4	568
محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کی اقتداء اور اخلاق سے اتصاف	568
باب نمبر 5	568
محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کا خیال	568
باب نمبر 6	572
محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کے ذکر کی تعظیم	572
باب نمبر 7	576
محبت رسول کا تقاضہ......اہل بیت سے محبت وتعظیم	576
باب نمبر 8	582
محبت رسول کا تقاضا......ازواج النبی سے محبت اور ان کی تعظیم	582
باب نمبر 9	586
محبت رسول کا تقاضہ......صحابہ کرام سے محبت وتعظیم	586
باب نمبر 10	625
محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کے دیدار کا شوق	625
باب نمبر 11	626
محبت رسول کا تقاضہ......آپ کے زمانہ سے محبت	626
باب نمبر 12	627
محبت رسول کا تقاضہ......محبوب ﷺ کی تعلیمات سے محبت اور ان کو دل و جان سے قبول کرنا	627
باب نمبر 13	629
محبت رسول کا تقاضہ......احادیث سے محبت، ان کی تعظیم، حفاظت، تدوین اور روایت	629
باب نمبر 14	650
محبت رسول کا تقاضہ......کثرت ذکر رسول ﷺ وکثرت درود شریف	650
باب نمبر 15	731
محبت رسول کا تقاضہ......مدینہ منورہ (شہر نبی) سے محبت	731
فصل نمبر 1	732
مدینہ منورہ سے محبت اوراس کے فضائل	732
باب نمبر 16	763

Marfat.com

محبت رسول کا تقاضہ......مسجد نبوی سے محبت اور اس کی فضیلت 763
باب نمبر 17 784
محبت رسول کا تقاضہ......مسجد قبا سے محبت اور اس کی تعظیم 784
باب نمبر 18 787
محبت رسول کا تقاضہ......میلاد النبی 787
باب نمبر 19 793
محبت نبی کا تقاضا......حجرۂ رسول اکرم اور قبر نبی سے محبت اور اس کی تعظیم و زیارت 793
الجزء الرابع 811
محبت و اطاعت رسول کے فوائد و ثمرات اور اجر و ثواب 811
باب نمبر 1 811
محبت نبی کا فائدہ......جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ 811
باب نمبر 2 812
محبت نبی کا فائدہ......دخول جنت 812
باب نمبر 3 813
محبت نبی کا فائدہ......اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جانا 813
باب نمبر 4 815
محبت نبی کا فائدہ......محبّ نبی عرش کے سایہ میں 815
باب نمبر 5 816
محبت نبی کا فائدہ......محبّ کا ایمان محفوظ رہتا ہے 816
باب نمبر 6 820
محبت نبی کا فائدہ......حضور کا محبین سے ملاقات کا شوق 820
باب نمبر 7 821
محبت نبی کا فائدہ......آخرت میں آپ ﷺ کی سنگت 821
باب نمبر 8 823
محبت نبی کا فائدہ......حلاوت ایمانی 823
باب نمبر 9 826
محبت نبی کا فائدہ......سعادت دارین کا حصول 826
باب نمبر 10 828
اطاعت رسول کا اجر و ثواب 828

☆☆☆☆

Marfat.com

الجلد الاول

محبت واطاعت رسول

- الجزء الاول: محبت واطاعت رسول اور انسان و دیگر مخلوقات۔
- الجزء الثانی: محبت واطاعت رسول کے اسباب۔
- الجزء الثالث: محبت واطاعت رسول کے تقاضے۔
- الجزء الرابع: محبت واطاعت رسول کے فوائد وثمرات۔

Marfat.com

الجزء الاول:

محبت و اطاعت رسول اور انسان و دیگر مخلوقات

باب نمبر 1:

انسانی محبت کی اقسام اور اسباب

محبت کی اقسام:

انسانی محبت کے اسباب درج ذیل ہو سکتے ہیں:

1: محبت فطریہ۔
2: محبت شاکلہ۔
3: محبت روحیہ۔
4: محبت جبلیہ۔
5: محبت کامل صفات۔
6: محبت مصلحت۔
7: محبت فردیہ۔
8: محبت شہوانیہ۔

محبت فطریہ:

اس محبت میں عقل غالب ہوتی ہے۔ مثلاً: حسن سے محبت کیونکہ کوئی کم ہی انسان ہوگا جو جمال سے محبت نہ کرے، خواہ وہ جمال حقیقی یا خیالی یا واقعی۔ مثلاً: خوبصورت فطرتی مناظر جیسے آبشاریں، نہریں اور سرسبز پہاڑ حتیٰ کہ ان قدرتی مناظر کی تصویر ہو تو اس کی طرف بھی دل کھنچتا ہے۔ اسی طرح انسان کو حسین شکل و صورت دیکھ کر راحت محسوس ہوتی ہے۔

محبت شاکلہ:

محبت شاکلہ سے مراد ہے کہ اپنے ہم صفات لوگوں سے محبت۔ یہ امر واقع ہے کہ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ کسی صفت میں اشتراک اور یکسانیت رکھتا ہو، اسی لئے شہروں میں بہت سے ادارے، انجمنیں ہیں جن میں ایک صفت کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بہت کم ہوتا ہے کہ مختلف صفات کے لوگ آپس میں جمع ہوں۔ منقول ہے کہ ایک کوا اور کبوتر اکٹھے اڑتے، اکٹھے بیٹھتے، اکٹھے زندگی بسر کرتے آخر آشکار ا یہ ہوا کہ دونوں لنگڑے ہیں۔ تو پرندے بھی اپنے ہم شکلوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بخیل، بخیل سے محبت کرتا ہے۔ صالحین آپس میں، اسی طرح منافقین آپس میں محبت رکھتے ہیں، گونگے بہرے، گونگے بہروں کے ساتھ اور اس طرح کاروبار کرنے والے آپس میں محبت کرتے ہیں، الغرض جنس اپنی جنس سے مانوس ہوتی ہے۔

محبت روحیہ:

کبھی انسان کسی دوسرے انسان کو پہلی دفعہ دیکھتا ہے تو اس کے دل میں محبت موجزن ہو جاتی ہے، اس سے مانوس و جاتا

Marfat.com

ہے، اس کی سنگت میں خوشی ہوتی ہے گویا اسے وہ صدیوں سے جانتا ہے، اپنے نفس سے پوچھتا ہے: یہ محبت کیوں؟ یہ انس کیا؟ یہ خوشی اور یہ سرور کیوں؟ اس کا کوئی سبب بظاہر دکھائی نہیں دیتا۔ پہلے نہ واسطہ نہ رابطہ، بلکہ پہلی ملاقات تھی، بلکہ ہوسکتا ہے ان دونوں کا تعلق ایک شہر سے نہ ہو، ایک قبیلہ سے نہ ہو، ایک علاقہ سے نہ ہو، ہوسکتا ہے جنس مختلف ہو۔ باوجود اس کے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کافی مدت سے جان پہچان ہے۔ اس کے برعکس بھی معاملہ ایسا ہی ہے، کسی شخص کو پہلے نہ دیکھا ہوتا ہے، نہ سنا ہوتا ہے، ان کے درمیان رابطہ، میل جول اور جان پہچان نہیں ہوتی، پہلی نظر دیکھتے ہی اس سے بغض اور کراہت محسوس ہونے لگتی ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟ تو اس کا سبب وہ پہلی ملاقات ہے جو خلقت ارواح کے وقت ہوئی تھی اور وہ تعارف ہے جو اس دن ہوا تھا۔ جو اس دن اکٹھے تھے وہ اس میں آپس میں محبت کرتے ہیں اور جو اس دن اکٹھے نہ تھے وہ اس کائنات میں آپس میں نفرت کریں گے۔ اس پر وہ روایت بخاری شاہد ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف و ماتنا فر منها اختلف))

"روحیں ایک اجتماعی لشکر کی مانند ہیں۔ آپس میں متعارف ارواح کا اجتماع رہا ہوتا ہے اور جو نفرت کرتی ہیں وہ جدا رہی ہوتی ہیں۔"

محبت جبلیہ:

محبت جبلیہ تمام صاحب عقل لوگوں میں موجود ہے۔ مثلاً: والد کی محبت اولاد کے ساتھ یا اولاد کی محبت والدین کے ساتھ، یہ فطرتی محبت ہے جس کی بنا پر والد، اولاد کیلئے کیا کچھ نہیں کرتا، اگر انسان میں یہ فطری محبت نہ ہوتی تو دنیا میں اتنے محلات تعمیر نہ ہوتے اور اتنی طویل دنیا نہ ہوتی، والد تمام زندگی مصیبتیں اور مشقتیں جھیلتا ہے۔ ماں اولاد کی خاطر اپنے آپ کو ہلاکت کے دروازے تک لے جاتی ہے، والدین اولاد کی بہتری چاہتے ہیں خواہ اولاد چھوٹی ہو یا بڑی۔ انسان کو اس طرح، اہل، رشتہ دار اور خاندان سے محبت ہوتی ہے۔

صفات کاملہ (کسی کا کامل الصفات ہونا):

اس کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی کامل انسان نہیں، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور حبیب کے درجہ پر فائز ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر بعد میں آنے والے کو آپ ﷺ کی ہی اتباع کا حکم دیا ہے۔ جیسے جیسے کسی انسان کی صفات رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوتی جائیں گی وہ کمال کے قریب ہوتا جائے گا اور وہ اس لئے کہ معصوم فقط آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد لوگ محفوظ بھی ہوسکتے ہیں اور خاطی یا عاصی بھی ہوسکتے ہیں۔ تو کمال اضافی چیز ہے لوگوں کے اعتبار سے بھی اور آپ ﷺ کے اعتبار سے بھی، جب ہم دیکھیں گے کہ لوگ اس سے ناقص ہیں تو وہ سب سے کامل ہوگا اور جب حضور ﷺ کی نسبت سے دیکھیں گے تو ہر ایک کا کمال اس کے قرب کے مطابق ہوگا۔ تو جیسے جیسے صفات میں قریب ہوتا چلا جائے گا تو وہ انسان کامل ہوتا جائے گا اور ایسے کاملین سے محبت کرنا لوگوں کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ائمہ ہدیٰ، صحابہ کرام، علماء عاملین اور صالحین و مصلحین کے ساتھ ان کے مقام، رتبہ اور ان کے تزکیہ کے مطابق محبت کرتے ہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اپنے بندوں کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دیتا ہے، پھر

Marfat.com

اسے قبولیت عامہ نصیب ہو جاتی ہے۔

محبت مصلحت ومنفعت:

محبت مصلحت کی دواقسام ہے۔

1: انسان کی ذاتی منفعت یہ بھی فطرتی بات ہے کہ انسان اپنے اوپر احسان کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے۔خصوصاً کسی خاص وقت اور تکلیف کے وقت احسان کرنے والے کا انسان قیدی ہو جاتا ہے۔جب کوئی، انسان پر مادی یا معنوی احسان بغیر طلب کے کرتا ہے تو اب اس کا نفس بغیر ارادے کے بھی محسن سے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔اس کا ذکر خیر کرتا رہتا ہے۔اس کے بدلہ میں احسان کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور یہ امر مسلمہ ہے،جس قدر احسان بڑا ہوتا ہے،اعتراف بھی اسی قدر بڑا ہوگا۔

2: غیر کی منفعت: نفوس سلیمہ میں اہل خیر وصلاح اور اہل استقامت کی محبت ودیعت ہوتی ہے۔خواہ وہ کسی اور شہر،علاقہ یا قرون سابقہ کے لوگ ہوں۔جب کسی انسان کو یہ بات پہنچتی ہے کہ ایک عالم فاضل،اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے، طلاب اور مسلمان اس سے نفع پا رہے ہیں اور وہ اہل اصلاح واستقامت میں سے ہے تو انسان کا دل اس عالم کی طرف ضرور متوجہ ہوگا،اس سے محبت کرے گا اور اس کی زیارت کا شوق رکھے گا۔

اسی طرح اگر انسان کو علم ہوتا ہے کہ فلاں حاکم عادل، صالح اور محنتی ہے، اپنی رعایا اور امت مسلمہ کا خیر خواہ ہے، اپنی رعایا کی علمی، دینی اور ثقافتی خدمات سرانجام دے رہا ہے، ان کے لئے امن اور تحفظ فراہم کر رہا ہے، سفر کیلئے سڑکیں، زراعت کیلئے نہریں، گزرگاہوں کیلئے پل بنا رہا ہے۔ رعایا کی تکلیف اسے اپنی تکلیف محسوس ہوتی ہے، لوگوں کی خدمت کیلئے راتوں کو جاگتا ہے، دینی لحاظ سے اچھا ہے، اہل خیر وصلاح اور اہل استقامت وتواضع میں سے ہے۔ وہ اپنے آپ کو رعایا ہی کا ایک فرد تصور کرتا ہے۔ تو انسان ایسے حکمران سے ازخود محبت کرے گا بلکہ آرزو کرے گا۔ کاش! میں اس کی رعایا میں ہوتا حالانکہ منفعت اسے حاصل نہیں ہو رہی۔ یہی وہ ہے کہ ہم زعماء اسلام، قائدین امت، علماء خلفاء مسلمین سے محبت رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہمارے زمانے میں نہیں اور نہ ہم نے ان کے دور سے کوئی منفعت حاصل کی۔

محبت فردیہ (انسان کی اپنی ذات سے محبت):

محبت فردیہ کی وجہ سے ہی انسان اپنے نفس کو قربان نہیں کرتا مگر اس جگہ جو اس کے نفس سے زیادہ قیمتی اور معزز ہو، اس بنا پر جہاد پر ابھارتے وقت نفس کو مال پر تقدیم حاصل ہوتی ہے، کیونکہ وہاں مقصد اس سے کہیں بلند واعلیٰ ہوتا ہے۔ کبھی یہ محبت انحطاط کا شکار ہو کر نفس اپنے آپ کو غیر پر بلند سمجھنے لگ جاتا ہے اور اسے اپنا وجود سب سے معزز، سب سے قیمتی اور ارفع دکھائی دینے لگتا ہے۔

محبت شہوانیہ:

وہ محبت جو خواہش کی وجہ سے ہوتی ہے، مثلاً: خاوند و بیوی کے درمیان محبت خصوصاً جب وہ جوان ہوں اور نکاح کے ابتدائی دن ہوں، جب کچھ مدت گزر جائے تو اکثر طور پر اس میں تبدیلی آجاتی ہے۔ پھر یہ تعلق شہوانی نہیں رہ جاتا بلکہ مروّت

Marfat.com

اور اشتراک میں بدل جاتا ہے۔

مذکورہ محبتوں اور محبت نبوی ﷺ کے درمیان تطبیق:

محبت جبلیہ، محبت فطریہ، محبت مشاکلہ، محبت مصلحت اور محبت صفات کاملہ تمام کی تمام محبت نبوی کے اسباب بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، تفصیل یہ ہے:

1: محبت جبلیہ آپ ﷺ سے اس لئے ہے کہ آپ ﷺ ہر مسلمان کیلئے بمنزل والد کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهتهم))

''نبی کا حق تمام اہل ایمان پر ان کے نفوس سے بھی زیادہ ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انما انا لکم مثل الوالد))

''میں تمہارے والد کی مانند ہوں۔''

اسے امام شافعی، حمیدی، احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، طحاوی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

جب اولاد اپنے والدین سے محبت کرتی ہے کیونکہ اس دنیا (جو مصیبتوں اور پریشانیوں کا گھر ہے) میں وہ اس کے وجود کا سبب ہیں۔ انہوں نے اسے پالا، اس پر احسان کیا تو اس پر محبت نبی ﷺ لازم بلکہ والد سے زیادہ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس کیلئے دنیا و آخرت میں نجات کا سبب ہے۔ اگر صالح ہوا فبھا ورنہ آپ ﷺ کی شفاعت پائے گا۔

2: محبت فطریہ جو محبت جمال ہے تو حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی صاحب جمال نہیں۔ جب کسی مخلوق سے ادنیٰ جمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو اس ذات مصطفیٰ ﷺ سے محبت کا عالم کیا ہوگا؟ جو حسن و جمال صورت میں سب سے بلند اور صفات و اخلاق میں اتنے بڑھ کر کہ کوئی انسان ان کی نظیر و مثل نہیں بن سکتا تو اب اس محبت میں بھی دوسروں سے اولیٰ اور احق ٹھہرے۔

3: محبت مشاکلہ، جیسے جیسے صاحب ایمان کے دل میں ایمان قوت پاتا جاتا ہے تو وہ اصل ایمان میں شکل ہو جاتا ہے اور تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں اور آپ ﷺ تمام اہل ایمان کے سرتاج اور امام ہیں۔ جب دو آدمی آپس میں اللہ کی خاطر محبت کریں، اس کی خاطر جمع ہوں، اس کی خاطر جدا ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں جمع فرمائے گا اور اللہ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے اللہ کے جلال میں نور کے منبروں پر ہوں گے، جب کسی بھی شخص سے اللہ کی خاطر محبت کرنے سے اللہ تعالیٰ اتنی محبت دیتا ہے تو کیا عالم ہوگا اس شخص کا جسے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہوگی۔؟

4: محبت مصلحت: اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات میں کوئی حضور ﷺ جیسا ہے؟ جس کا مخلوق پر احسان، انعام، افضال اور منافع آپ ﷺ کے برابر ہوں۔ پھر یہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام مخلوق کو شامل ہیں، آپ ﷺ کے ہی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ہدایت دی، آپ ﷺ ہی کے سبب سے امت کو گمراہی سے بچایا، آپ ﷺ ہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے تاریکی سے

Marfat.com

نکالا، آپ ﷺ ہی کے سبب سے اسے سب سے بہتر امت بنایا اور پھر یہ آخرت میں تمام کی تمام جنت میں جائے گی ....
ایسی خیر سے بلند خیر کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ کی قسم اس کے بعد کوئی خیر نہیں یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت پر اللہ تعالیٰ کا جو شکر لازم ہوتا ہے، بندہ وہ ادا ہی نہیں کر سکتا، تو آپ ﷺ سے محبت کیوں نہیں کرے گا؟

5: اسی طرح محبت روحیہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اس امت کو نبی اکرم ﷺ کی امت بننے کیلئے منتخب فرمایا، جیسا کہ آپ ﷺ کو اس امت کا رسول منتخب فرمایا۔ جب معاملہ یہ ہے کہ ان کے درمیان تطابق موجود ہے، اسی لئے انسان حریص ہوا کہ وہ اس امت سے پیدا ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان اس پر شاہد ہے:

((انا حظكم من الانبياء وانتم حظی من الامم))

''انبیاء میں سے میں تمہارا اور امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو۔''

اسے بزار اور ابن حبان نے رجال صحیح سے روایت کیا۔

6: صفات کمال، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ثناء فرمائی، صفات و کمالات اور وہ خصائص عطا فرمائے جو سابقہ انبیاء علیہم السلام میں کسی کو عطا نہ ہوئے۔ اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟ آپ ﷺ کے اخلاق سارا قرآن ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے خلق کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرمایا کرتیں: اللہ کے نبی کا اخلاق سارا قرآن ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے:

((كان رسول الله احسن الناس خلقا))(البخاری، کتاب الادب)

''رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تمام لوگوں سے اعلیٰ اور اچھا تھا۔''

طرق کثیرہ سے متعدد صحابہ سے منقول ہے۔ مسلم میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابو المعلی اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر کسی کو اہل زمین میں خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ بھائی اور ساتھی ہیں۔''

((وقد اتخذ الله عزوجل صاحبكم خليلاً))

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے محبت اور خلت دونوں کو جمع فرما دیا ہے۔ یہ شرف عظیم، فضل عمیم اور تکریم عظیم ہے۔ ہر وہ شخص جس کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرما لیا اس کیلئے آپ ﷺ کی ذات کریمہ کو مقتداء اور اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخرو ذكر الله كثيرا))(الاحزاب۔21)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اس کیلئے کہ اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔''

اگر حضور ﷺ کامل الذات اور کامل الصفات نہ ہوتے تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ تمام کیلئے رہنما اور مقتدا نہ بن سکتی، جب اللہ تعالیٰ نے تمام کو آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے تو یہ واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ سب سے کامل ہیں۔

Marfat.com

جن اقسام محبت کا تذکرہ ہم نے کیا ہے یہ محبتیں طبعی ہیں اور یہاں مراد نہیں مراد تو محبت شرعی ہے، کیونکہ محبت طبعی کا کوئی اثر اور وجود نہیں، یہ اکثر لوگوں میں موجود ہے۔ مگر وقت آنے پر وہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ یہ سلوک، اخلاق اور طبائع میں موثر ہے، ایسی محبت والا محبوب کے اشارے کے تابع ہو جاتا ہے اور اس سے سچے اور جھوٹے کا امتیاز ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 2:

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت

مفہوم:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، آپ کی تعظیم وتوقیر اور احترام و وقار کا حکم دیا جیسا کہ ان دونوں نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہر شے سے بڑھ کر ہونی چاہیے، جس نے آپ سے بڑھ کر کسی غیر سے محبت کی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی دھمکی ہے۔ جیسا کہ اس شخص سے ایمان کی نفی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر شے سے بڑھ کر محبت نہیں کرتا۔ آپ سے محبت کے لزوم اور ہر شے سے بڑھ کر محبت کرنے پر بہت سی نصوص ہیں۔ ان پر قرآن کریم اور سنت نبویہ شاہد ہے۔ اس پر صحابہ کرام وائم ودائم رہے۔

متعدد نصوص میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والد، اولاد، مال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر کرنا لازم ہے۔

والد اور اولاد سے بڑھ کر محبت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے

((لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیه من والده و ولده))(بخاری، کتاب الایمان)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

جو شخص والد اور اولاد سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا اس کے کامل ایمان کی نفی پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھائی ہے۔ والد کو اولاد سے اصل ہونے کی وجہ سے پہلے ذکر کیا، دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ماسوائے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے تمام لوگوں کے والد تو ہیں لیکن تمام کی اولاد نہیں، تیسری وجہ زمانے اور بزرگی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

اولاد، والد سے اور والد اولاد سے جو بھی محبت رکھے لیکن ان دونوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسرے سے بڑھ کر محبت لازم ہے۔ والد اور ولد کا تذکرہ اس لئے ہے کہ عاقل کے لیے یہ اہل اور مال سے بلکہ بعض اوقات یہ نفس سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے مذکورہ حدیث کا عنوان بنایا ہے:

((باب حب الرسول ﷺ من الایمان))

Marfat.com

''باب اس بیان میں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان ہے۔''
ماں کا ذکر نہیں ہوا؟ اس لئے کہ لفظ والد میں شامل ہے۔ اگر والد سے مراد صاحب اولاد ہو یا ایک کے ذکر سے دوسرے کا ذکر از خود آ گیا جیسا کہ ضدین میں ہے، ایک کے ذکر سے دوسرے کا از خود ہو جاتا ہے یا یہاں والد اور ولد کا ذکر بطور تمثیل ہے، مراد تمام اعزہ ہیں، گویا مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہر عزیز سے بڑھ کر محبوب ہو۔

والد، ولد، مال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا یومن حد کم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین))

(البخاری، کتاب الایمان)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

مسلم کی روایت میں ہے:

((حتی اکون احب الیه من ولده و والده والناس اجمعین))

''یہاں تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

اس کی دوسری روایت میں ہے:

((لا یومن عبد))

''وہ بندہ مومن نہیں ہو سکتا۔''

ایک روایت الرجل (آدمی) کے ساتھ یہ الفاظ ہیں:

((حتی اکون احب الیه من اهله وماله والناس اجمعین))(المسلم، کتاب الایمان)

''یہاں تک کہ میں اسے اس کے اہل، مال اور تمام لوگوں سے محبوب ہو جاؤں۔''

ان دونوں روایات میں والد، ولد، اہل، مال، الناس کا تذکرہ ہے۔ والد، ولد اور اہل کے بعد الناس کا ذکر عام کا خاص پر عطف ہے۔ یہ تمام انسانوں کو شامل ہے اور جن کا ذکر ہوا مثلاً: والد و ولد تو یہ نفس پر جبلی اور فطری طور پر معزز ہوتے ہیں جیسا کہ مسلم کی دوسری روایت میں ولد کو والد پر مقدم کر دیا، یہ مزید شفقت، احسان اور لطف کی وجہ سے ہے۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ یہاں طبعی محبت نہیں بلکہ اختیاری مراد ہے، کیونکہ انسان کو اپنے نفس سے محبت طبعی ہے نہ کہ اختیاری قلبی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم میری محبت میں اس وقت تک سچے نہیں جب تک تم اپنے نفس کو میری اطاعت میں فنا نہ کر دو اور اپنی خواہش پر میری رضا کو ترجیح نہ دو، اگر چہ اس میں ہلاک ہو جاؤ۔ (شرح مسلم للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 15)

امام ابن بطال اور قاضی عیاض فرماتے ہیں:

محبت کی تین اقسام ہیں:

1: محبت اجلال و اعظام جیسے والد کی محبت۔

Marfat.com

2: محبت ،شفقت ورحمت، جیسے ولد کی محبت۔

3: محبت مشاکلہ جیسے بقیہ لوگوں کی محبت۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت میں ان تمام کو جمع فرمادیا ہے۔(شرح مسلم للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 15)

ابن بطال کہتے ہیں:

''حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا، اس پر یہ واضح ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مجھ پر حق اب، حقِ ابن اور حق الناس (تمام لوگوں کے حق) سے زیادہ ہے، کیونکہ آپ کی وجہ سے ہم نے دوزخ سے نجات اور گمراہی سے ہدایت پائی ہے۔''

قاضی عیاض کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی نصرت، آپ کی شریعت کا دفاع، آپ کے ظاہری حیات میں ہونے اور آپ کی خاطر مال وجان فدا کرنا محبت کے ہی مظاہر ہیں۔''

ہماری گفتگو سے واضح ہوگیا کہ ایمان کی حقیقت اس محبت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، آپ پر ایمان تب صحیح ہوگا جب بندے کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت والد، ولد، ہر محسن اور صاحب فضیلت سے بڑھ کر ہو جو یہ اعتقاد نہیں رکھتا یا برابر تصور کرتا ہے وہ مومن نہیں۔ (شرح مسلم للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 16)

ان مذکورہ احادیث میں والد، ولد، اہل، مال اور الناس کا ذکر آگیا ہے۔ ابھی نفس کا ذکر رہتا ہے اور جب تک نفس سے بھی بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کی جائے ایمان صحیح نہیں ہوتا۔

اپنی جان سے بڑھ کر محبت:

حضرت عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے عرض کیا:

((یا رسول الله !لا نت احب الی من کل شی الامن نفسی))

''یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر شے سے محبوب ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیك من نفسك))

''نہیں قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی محبوب ہو جاؤں۔''

حضرت عمر نے عرض کیا:

یارسول اللہ! اب حالت یہ ہے:

((واللہ لانت احب الی من نفسی))

''اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی محبوب ہیں۔''

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الان یا عمر)) (البخاری، کتاب الایمان والنذور)

''اے عمر! اب (تمہارا شمار کامل واکمل ترین مومنین میں ہو گیا۔)''

اس حدیث کے بعد تمام مخلوق کا ذکر آ گیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

''مذکورہ محبت کی علامت یہ ہے کہ کبھی انسان کو اختیار دیا جائے کہ تیری سامنے دو چیزیں ہیں ایک تیرا ذاتی فائدہ ہے اور ایک زیارت نبوی۔ ان دونوں میں سے جس کو تو چاہے حاصل کرے۔ اگر وہ کہتا ہے مجھے ذاتی فائدہ سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی مجھے اس کے عدم حصول پر کوئی افسوس۔ مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت چاہیے کیونکہ اس کے عدم حصول پہ دکھ اور قلق ہے تو اسے محبت کہا جائے گا ورنہ نہیں۔'' (فتح الباری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 59)

اور یہ صرف زیارت یا عدم زیارت تک معاملہ محدود نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت کی نصرت، شریعت کا دفاع، مخالفین شریعت کا قلع قمع کا حکم بھی یہی ہے اور اس باب میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی شامل ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ گفتگو میں متصور اور متبادل شے کا اہم ہونا ضروری ہے۔ مثلاً والد، ولد اور اہل کی مانند ہو کیونکہ اگر وہ حقیر ہے تو وہ قابل التفات ہی نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور دیگر مخلوق سے بڑھ کر محبت سے کسی مسلمان کا دل بالکل خالی تو نہیں ہوتا ہاں تفاوت ضرور ہوتا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان صحیح لے آیا تو اس کا دل آپ کی محبت سے خالی نہ ہوگا، ہاں اس میں درجات کا تفاوت ہو سکتا ہے، کچھ ایسے ہوں گے جنہوں نے اس سے حصہ وافر پا لیا، کچھ نے بہت کم حصہ پایا۔ مثلاً: جو شخص خواہشات میں مستغرق اور اکثر اوقات غفلت کا شکار رہتا ہے، اکثر اہل ایمان کا حال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ کے دیدار کا شوق ان میں اس قدر پیدا ہوتا ہے کہ اہل، اولاد اور مال پر اسے ترجیح دیتے ہیں، اہم امور میں جان بھی دے دیتے ہیں، نفس کے اندر ایسا وجدان پاتے ہیں جسے رد نہیں کیا جا سکتا مگر یہ حال غفلت کی وجہ بہت جلدی زائل ہو جاتا ہے۔''

(فتح الباری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 60)

رسول اللہ سے محبت...... اللہ کی محبت کی وجہ سے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے آگاہ فرما رکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس سے جبرائیل امین علیہ السلام اور اہل آسمان بھی محبت کرتے ہیں اور زمین میں اس کیلئے قبولیت عطا کر دی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس میں محبت کر تو اس سے جبریل بھی محبت کرتا ہے۔ پھر آسمان پر آواز دے کر کہتا ہے: اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو تو اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین میں اسے قبولیت نصیب ہو جاتی ہے۔'' (البخاری، کتاب الخلق)

Marfat.com

حدیث کے لفظ ''یوضع لہ القبول'' کا معنی یہ ہے کہ اہل زمین بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اس کی نظیر حدیث کا جملہ ''ثم توضع لہ البغضاء فی الارض'' ہے۔ لہٰذا جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرے گا اور آپ سے محبت کو ترجیح نہیں دے گا، وہ اس معاملہ سے خارج ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے: اگر دنیا میں کسی کو خلیل بناتا تو میں ابو بکر کو بناتا۔

((وقد اتخذ الله عزوجل صاحبکم خلیلا))

''تمہارے صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنا رکھا ہے۔''

یہ روایت مسلم و بخاری میں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خلیل اور اللہ کے حبیب ہیں تو جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اسے آپ کے ساتھ بھی محبت لازم ہوگی، ورنہ وہ نہ مومن ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا محب۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے:

((احبوا الله لما یغذو کم به من نعمه واحبونی لحب الله))

''اللہ سے محبت کرو کیونکہ تم اس کی نعمتیں کھاتے ہو اور میرے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرو۔''

اسے ترمذی نے حسن کہا، حاکم نے صحیح اور ذہبی نے ان کا حکم برقرار رکھا، طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا۔

رسول اللہ کی توقیر کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، احترام اور اجلال و اکبار کا حکم دیا ہے اور یہ عمل محبت سے اوپر کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((انا ارسلنك شاهدا ومبشرا و نذیرا ٥ لتومنوا بالله ورسوله و تعزروه و توقروه وتسبحوه بکرة واصیلا٥))(سورة الفتح ، آیت نمبر:8-9)

''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناضر اور خوشی اور ڈر سنانے والا بنا کر تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرو۔''

''تعزروہ'' کے معنی حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہیں:

''تعزروہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔''

ایک روایت کے مطابق اس کا معنی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

''توقروہ'' یہ توقیر سے ہے، اس کا معنی احترام، اجلال و اعظام کے ہیں۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و تعظیم اور احترام کا حکم دیا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا: اے اہل ایمان! تم اپنے رسول کی تعظیم، غایت درجہ کا احترام و اعظام بجالاؤ۔ آپ کی رائے اور حکم کا احترام کرو اور یہ تمام چیزیں آپ سے محبت پر دلیل ہیں۔''

Marfat.com

امام حلیمی فرماتے ہیں:

''یہ درجہ محبت سے بلند ہے کیونکہ ہر محب تعظیم کرنے والا نہیں ہوا کرتا۔کیا تم نہیں دیکھتے والد، اولاد سے محبت کرتا ہے لیکن اولاد پر اس کی تکریم لازم ہے اور یہ محبت تعظیم کی دعوت نہیں دیتی۔اولاد، والد سے محبت کرتی ہے تو یہاں تعظیم وتکریم دونوں جمع ہوتے ہیں۔مولیٰ اپنے غلاموں سے محبت کرتا ہے مگر ان کی تعظیم نہیں کرتا، غلام اپنے مالکوں کی تعظیم ومحبت دونوں کرتے ہیں تو اس سے واضح ہوگیا کہ تعظیم کا درجہ محبت سے بلند ہے۔محبت کا داعی محب کی طرف سے محبوب پر خیرات کی بارش کردیتا ہے اور تعظیم کا داعی، محبوب کیلئے ایسی صفات کاملہ ثابت کرتا ہے کہ تعظیم کرنے والے کی ضروریات اس سے متعلق ہوتی ہیں اور پوری کوشش کے باوجود وہ ان کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔''

جب یہ حالت غلام اور مالک کے اور والد اور اولاد کے درمیان ہے تو یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہم پر مالکوں کے حقوق غلاموں پر اور آباء کے حقوق اولاد پر سے کہیں اعظم، اجل اور لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہنم سے آپ کے وسیلہ سے بچانا ہے اور اس دنیا میں ہمارے ارواح، ابدان، اعراض، اعمال، اہل اور اولاد آپ کی وجہ سے محفوظ ہوئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں تو ہم جنت پائیں تو ان نعمتوں کا مقابلہ کوئی نعمت کرسکتی ہے؟ اور کون سا احسان جو ان احسانات کے ہم پلہ ہوسکتا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپ کی اطاعت کو لازم کیا اور فرمایا:

''اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو جہنم میں جاؤ گے اور اگر اتباع کرلو تو جنت پاگے۔''

تو اس رتبہ کے مشابہ کوئی مرتبہ ہوسکتا ہے؟ کون سا درجہ ہے جو بلندی میں اس درجہ کے برابر بھی ہوسکے؟ تو ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ سے محبت کریں اور آپ کی بے انتہا تعظیم کریں۔اس تعظیم سے کہیں بڑھ کر جو غلام اپنے آقا کی کرتا ہے اور جو اولاد اپنے والدین کی کرتی ہے۔اس پر کتاب اللہ وارد ہے اور اسی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

((والذین امنوا بہ و عزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون))(سورۃ الاعراف، آیت نمبر 157)

''وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے خبردار فرمادیا ہے کہ کامیاب وہی ہوگا جس نے ایمان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو جمع کیا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ لفظ تعزیر سے یہاں تعظیم ہی مراد ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ جل شانہ کا مبارک فرمان ہے:

((انا ارسلناك شاهدا و مبشرا ونذيرا o لتؤمنوا بالله و رسوله وتعزروه و توقروه و تسبحوه بكرة واصيلا))(سورة الفتح، آيت نمبر 8-9)

''اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح شام اللہ کی تقدیس بیان کرو۔''

تو اس سے واضح ہوگیا کہ امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق ہے کہ آپ کی عزت، تعظیم اور ادب واحترام کیا جائے، آپ کے ساتھ بے تکلفی کو اختیار نہ کیا جائے جیسے کہ خاندان ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں یہ داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز سے آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح اونچی گفتگو نہ کی جائے کہیں اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور آواز پست رکھنے والوں کی مدح فرمائی اور اس کے خلاف کرنے والوں کی مذمت فرمائی، وہ غیر عاقل ہیں کیونکہ وہ حجرات کے باہر سے آپ کو آواز دیتے ہیں اور یہ تمام چیزیں سورۃ الحجرات میں ہیں اور یہ باب بڑا وسیع ہے، ان چند سطور میں ان کو کیسے لایا جا سکتا ہے؟

رسول اللہ کی خاطر جان قربان کرنا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح فرمادیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تمام لوگوں کے نفوس سے اشرف، اذکی اور بزرگ تر ہے، اس لئے یہ جائز نہیں کہ تم اپنے نفس کو ان پر فدا کرنے سے اعراض کرو، تم اپنی جان کا دفاع تو کرو مگر آپ کی ذات اقدس کا نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ما كان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه))(سورة التوبه ، آيت نمبر120)

''مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔''

اس میں ''ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ'' واضح طور پر اس پر دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کے ساتھ اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت کرنا لازم وفرض ہے۔ ورنہ انہیں اپنی جان سے پیاری سمجھنے پر اللہ تعالیٰ عتاب نہ فرماتا، کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ فرمایا ہے کہ میرے نبی کی ذات، تمہارے نفوس سے کہیں اکرم واشرف اور ازکی واجمل ہے۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان کی ذات کو اپنے نفوس سے مقدم سمجھو اور اپنے نفوس کو ان سے مقدم نہ بناؤ اور واقعۃً صحابہ کا یہی طریقہ تھا۔ انہوں نے ہر حال میں اپنے نفوس کو آپ پر فدا کر دیا۔

وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سلامتی چاہتے تھے۔ اس محبت وقربانی کا اظہار ان سے کئی مواقع پر ہوا خواہ معرکہ و جہاد ہو یا شہر مدینہ جیسا کہ ان کا تذکرہ متعدد جگہ ملتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اتباع محبوب الٰہی بننے کا سبب ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی وصفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا اور آپ کی اتباع پر اتباع کرنیوالے کو محبت الٰہی اور گناہوں کی مغفرت کا مژدہ سنایا ہے۔ جب آپ کی اتباع، محبت الٰہی اور غفران ذنوب کا مژدہ عطا کر رہی ہے تو آپ سے محبت پر ثمر کا مقام کیا ہوگا؟ کیونکہ اتباع تو محبت کی فرع ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم))(سورة آل عمران ، آيت نمبر31)

''اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا نہ تمہارے گناہ

Marfat.com

بخش دے گااور اللہ بخشنے والے مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے قلوب کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی طرف رہنمائی فرمادی ہے۔ یہی وہ رہنمائی ہے جواس امت کومشکل سے مشکل حالات اوران معاشروں میں چلارہی ہے۔ یہاں یہ علم ہی نہیں کہ کس کی اتباع کرنا چاہیے اورکس کی راہ کواپنانا چاہیے، کیونکہ ہرراستہ اورطریق انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، سوائے اس راستہ کے جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، جواس سے ہٹا وہ گمراہ و ہلاک ہوگیا اور جوآپ کے پیچھے چل پڑا اورآپ کی اتباع کر لی تو وہ سعادت منداورنجات پانے والا ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہمیشہ اس امت اور ہراس شخص کیلئے آوازدے رہا ہے جواللہ سے محبت چاہتا ہے کہ فاتبعونی (میری اتباع کرو) توتم وہ مقام پالوگے''یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم'' (تمہیں اللہ اپنا محبوب بنائے گا اورتمہارے گناہ معاف کرے گا)

محبت الٰہی کے لئے اتباع نبوی کے علاوہ تمام دربندکردیئے گئے ہیں تواتباع کرنے والااس نام (محبّ) کا مستحق صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے بنا، تو جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب اورمحبوب بن جاتا ہے تو خودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا ہے؟ جب آپ کی اتباع، متبع کواللہ تعالیٰ کامحبوب بنادیتی ہے تو آپ سے محبت کا مقام کیا ہوگا؟ حالانکہ آپ اللہ کےمحبوب ہیں۔

اہل علم نے محبت اورخلت کے درمیان فرق کیا ہے، محبت کا مقام خلت سے بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مقام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوحاصل ہے اورآپ کی اتباع کرنے والے محبوب الٰہی ہونے کا درجہ پالیتے ہیں جبکہ مقام خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہےاوراللہ تعالیٰ نے ان کے متبعین کویہ درجہ عطانہیں فرمایا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے جوخلیل بنایا تویہ ان کے دور میں دشمنان خدا کے مقابل تھا نہ کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت سے، اوروہ یہ کہ تمام روئے زمین پرکفرہی کفرتھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی توحیداورمعرفت سے آگاہ فرمادیا، دنیا میں آپ علیہ السلام کے علاوہ کوئی روح ایسا نہ تھا جواللہ تعالیٰ کی معرفت واعتراف رکھتا ہو، آپ علیہ السلام کواللہ نے بایں طورپرخلیل بنایا اولاً ہدایت کا اہل۔ ثانیاً امرونہی عطافرمائے، جس کی انہوں نے اطاعت کی، پھرثالثاً ان پراتبلاء کا دورآیا جس میں صبرکا مظاہرہ کیا تواس دن سے آپ علیہ السلام خلیل اور باقی تمام دشمن قرارپائے، کیونکہ آپ علیہ السلام مطیع اوردوسرے لوگ نافرمان تھے، باقی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ تعالیٰ نے حبیب کا درجہ عطافرمایا ہے۔ اس پریہ قرآنی آیت شاہد ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ))(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 31)

''اے محبوب! تم فرمادوکہ لوگو! اگرتم اللہ کودوست رکھتے ہوتو میرے فرمانبردار ہوجاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، متبع کویہ فائدہ دیتی ہے کہ اللہ کے مقام محبوبیت کوپالیتا ہے توجس کی اتباع کی جا رہی ہے وہ بطریق اولیٰ محبوب ہوگا۔ محبت کا درجہ خلت سے اونچا ہے۔ اہل علم نے حبیب اورخلیل کے درمیان فرق پربھی کثیر گفتگو کی ہے۔

۱۲۵۶۴۳

Marfat.com

شیخ ابو عبدالرحمٰن اسلمی فرماتے ہیں:
حبیب وہ ہوتا ہے جس کی اتباع کرنیوالا اسم محبت (محبوب) کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسم محبت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہوا کیونکہ آپ کا حال و مقام اس محبت سے کہیں بلند ہے۔ اس نام کے مستحق تو آپ کی غلامی کرنے والے بن رہے ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله))(سورة آل عمران، آيت نمبر 31)

"اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔"

رہا خلیل کا معاملہ تو اس کی اتباع کرنے والے کو درجہ خلت نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے تو درجہ محبت، خلت سے بلند ٹھہرا، ہر حبیب خلیل ہوتا ہے، لیکن ہر خلیل، حبیب نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں مقامات (محبت وخلت) حاصل ہیں۔ جب آپ کا متبع، اسم محبت پاتا ہے (اور اتباع لازم ہے) تو آپ محبوب ہیں۔ آپ سے محبت لازم ہوگی کیونکہ جب آپ کی اتباع سے محبت الٰہی حاصل کی جاسکتی ہے تو آپ کی محبت سے کیوں حاصل نہ ہوگی؟ یاد رہے کہ اتباع، محبت کے بعد ہی ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم:

کتاب وسنت میں کثیر نصوص موجود ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوگی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((لقد رضى الله عن المومنين اذيبايعونك تحت الشجرة))(سورة الفتح ، آيت نمبر18)

"بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله))(سورة آل عمران، آيت نمبر 31)

"اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔"

اطاعت کبھی محبت وخوشی سے ہوتی ہے اور کبھی بغیر محبت کے۔ مثلاً: ایک آدمی مجبوراً حکم جاری کر رہا ہے مگر خود اسے ذہنی طور پر تسلیم نہیں کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا صرف اسے نصیب ہوگی جو اطاعت بہ دل و جاں کرے، یہ مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع جب ثواب کبیر حاصل کر رہا ہے (کیونکہ اطاعت لازم ہے) تو محبت کرنے والا ایسا ثواب کیوں نہ پائے گا؟ جب اطاعت لازم ہے (جو کبھی بغیر رضا کے ہوتی ہے) تو محبت کیوں لازم نہ ہوگی؟ جب یہ علم ہے کہ محبت ایمان کا عنوان ہے، بلکہ اس کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحت ایمان کے لئے یہ شرط لگائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو بغیر کسی تنگی دل کے قبول کیا جائے اور اسے کامل طور پر تسلیم کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ بنایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

((لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا))(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 21)

"بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس کیلئے کہ جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اقتداء، آپ کے طریق، اقوال، افعال، احوال اور اخلاق کو اپنانا لازم ہے۔ اس پر یہ آیت شریفہ ضابطہ اور بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی اقتداء کا حکم دیا ہے تو اقتداء محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ گویا اس نص نے وجود محبت کو شرط قرار دیا ہے کیونکہ وجوب اقتداء وجود محبت کا متقضی ہے۔ انسان محبوب ہی کی اقتداء کرتا ہے۔ محبوب ہی کے نقش قدم پر چلتا ہے خصوصاً احوال و اخلاق میں اور آپ کی ذات اقدس تو بے مثل رہنما ہے۔

رسول اللہ کی محبت پر غیر کی محبت کو مقدم کرنے پر عذاب کی دھمکی:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس پر وعید سنائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت پر کسی مخلوق کی محبت کو مقدم نہ بنائیں۔ خواہ وہ شے انسان کو کتنی ہی عزیز کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

((قل ان كان اباؤكم وابناؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها و مسكن ترضونها احب اليكم من الله و رسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفسقين))(سورۃ التوبہ، آیت نمبر 24)

"تم فرما دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے کمال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اے اللہ کے رسول! آپ انہیں وعید سناتے ہوئے آگاہ فرما دیں جو شخص اپنے اہل، رشتہ داروں اور خاندان کو اللہ اور اس کے رسول پر ترجیح دے گا اور ان مذکورہ چیزوں کو ان سے زیادہ محبوب بنا لے گا تو پھر اس عذاب و عقاب کے بارے میں سوچ لو جو تم پر وارد ہونے والا ہے۔ اس آیت میں چند اہم امور ہیں:

1: سابقہ احادیث میں کچھ اشیاء کا ذکر آیا تھا، مثلاً والد، ولد تو اس آیت میں زیادہ اشیاء کا ذکر ہے۔ مثلاً: آباء و ابناء، بھائی، خاوند، بیوی، خاندان، اموال، تجارات، خوبصورت و پسندیدہ گھر۔ آیت میں بھائی، خاوند و بیوی اور خاندان کا تذکرہ ہے۔ حدیث میں اہل اور الناس کا ذکر تھا۔ آیت میں اموال، تجارت اور مساکن ہیں۔ حدیث میں مال کا ذکر تھا، اس آیت اور احادیث میں مجموعی طور پر ان اشیاء کا ذکر ہے:

1: نفس۔ 2: والد۔ 3: ولد۔ 4: بھائی، بہن۔ 5: خاوند و بیوی۔ 6: اہل۔
7: خاندان۔ 8: بقیہ لوگ۔ 9: اموال۔ 10: تجارت۔ 11: رہائش۔

ان کے بعد کوئی شے نہیں رہ جاتی، اگر کوئی انسان ان تمام سے یا ان میں سے کسی سے، اللہ اور رسول سے زیادہ محبت رکھتا

Marfat.com

ہے تو وہ خطرے پر ہے، اسے عنقریب عذاب وعقاب ہوگا، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت وعقیدت رکھے۔

2: اس میں اللہ ورسول سے بڑھ کر کسی سے محبت رکھنے والے کیلئے تہدید شدید ان الفاظ میں بیان ہوئی:

((فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ))

''تو انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔''

3: وعید جن الفاظ پر ختم ہورہی ہے وہ یہ ہیں:

((واللہ لا یھدی القوم الفاسقین))

''اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دکھاتا۔''

فسق کے معنی خروج کے ہیں۔ یہاں اسے کیا مراد ہے؟

اولاً: اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی فسق پر موت آئے۔

ثانیاً: اس سے مراد فاسق قوم ہے جنہیں فسق کی وجہ سے ہدایت نصیب نہ ہوئی۔ اس میں وہ بھی داخل ہوں گے جنہوں نے باقی چیزوں کو اللہ ورسول سے محبت میں مقدم کرلیا تو اب ان کو بھی بہتری کی طرف ہدایت نہیں مل سکتی۔

ثالثاً: اگر اس سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ کی طرف ہجرت پر آباء وابناء کو ترجیح دی تو اس کا فسق اطاعت سے معصیت کی طرف نکلنا ہے اور یہ ان کیلئے شدید وعید ہے۔

4: صاحب التحریر کا قول ہے کہ یہاں فسق سے مراد کفر ہے، کیونکہ مقابل ہدایت ہے اور کفر ضلالت ہے اور ضلالت، ہدایت کی ضد ہے۔

ممکن ہے یہاں فسق سے مراد اللہ کی اطاعت سے معصیت کی طرف نکلنا ہی ہو تو اب تمام اقوال اس میں آجائیں گے۔ وہ اس لئے کہ کبھی خروج کفر تک پہنچا دیتا ہے اور کبھی اس سے کم درجہ پر۔ اس پر قرآن مجید میں بہت سے نظائر ہیں۔ یہاں کفر اور نفاق کو فسق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

((ولقد انزلنا الیک ایت بینت وما یکفر بھا الاالفسقون))(سورۃ البقرہ، آیت 99)

''اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ۔''

((ان المنافقین ھم الفسقون))(سورۃ التوبہ، آیت نمبر 67)

''بے شک منافق وہی پکے بے حکم ہیں۔''

تیسرے مقام پر ہے:

((ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون))(سورۃ النور 55)

''اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔''

چوتھے مقام پر منافقین کے بارے میں فرمایا:

((سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لا یھدی القوم

Marfat.com

الفسقین))(سورۃ المنافقون، آیت نمبر 6)
''ان کے لیے برابر ہے کہ تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔ اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا، بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔''
واضح رہے کہ آیت میں فسق کا فقہی معنی ترک واجب نہیں کیونکہ یہاں اطاعت سے خروج ہے۔ الفاظ یہ ہیں:
((ان اللہ لا یھدی))

ہدایت، ضلالت کی ضد ہے اور ترک واجب اس سے عام ہوگا۔
جو بھی اللہ و رسول سے بڑھ کر ان اشیاء کے ساتھ محبت کرے گا اس کے لئے یہ وعید ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے، اس شدید وعید سے کوئی چھٹکارا نہیں مگر جسے اپنے لطف و فضل سے بچا لے۔
صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہ آیت اتنی شدید ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی آیت شدید نہیں۔ گویا یہ پیغام افسوس ان لوگوں پر جو دین کے معاملہ کو بڑا آسان سمجھتے ہیں اور یقین کی رسی کو کمزور، بڑے بڑے اپنے آپ کو صاحب تقوی اور صاحب ورع سمجھنے والوں کو انصاف کرنا چاہیے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ اور اس کے دین کے بارے میں اس کے مقابل استقامت اور ثابت پاتے ہیں جو انہیں آباء، ابناء، اخوان، خاندان، مال، مساکن اور تمام حصص دنیا میں حاصل ہے؟ کیا دل ان سے اللہ و رسول کی خاطر خالی ہے؟ یا اللہ تعالیٰ کے مقابل کسی حقیر شی کی طرف مصلحت کی خاطر راغب ہے؟ اور نہیں جانتا کون سی طرف اطول ہے اور شیطان نے حصص دنیا میں اغواء کر رکھا ہے اور اسے پرواہ ہی نہیں، گویا اس کے ناک پر مکھی بیٹھ گئی ہے جسے وہ اڑا رہا ہے۔

5: اس تہدید اور وعید کے بعد مسلم مومن اور اہل یقین کا کیا عمل ہونا چاہیے؟ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم کامل طور پر مانے اور اللہ اور اس کے رسول سے ہر شے سے بڑھ کر محبت کرے۔ خود اللہ تعالیٰ نے سچے اہل ایمان اور کافر و مشرکین کا حال بیان فرمایا ہے:

((ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حباللہ))(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 165)
''اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے والے اللہ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔''
تو سچے مومن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے سب سے بڑھ کر محبت کرنیوالے ہوتے ہیں اور وہ ان کی محبت پر کسی کو مقدم نہیں سمجھتے۔ خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ و بلند کیوں نہ ہو۔

6: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم ہے اور اس کا بڑا مقام ہے، اس پر یہ آیت کریمہ اہم دلیل ہے۔
حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں:
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے لزوم، وجوب و فرض، اس کی عظمت اور آپ سے محبت کا استحقاق رکھنے پر یہ آیت مبارکہ بطور دلیل، حجت اور تنبیہ کافی ہے، کیونکہ اس میں اللہ نے خوب متنبہ فرمایا ہے، جو شخص ان سے اللہ و رسول سے بڑھ کر محبت کرے گا اس کیلئے یہ وعید ہے۔

Marfat.com

((فتربصوا حتی یاتی الله بامره))

پھر اختتام آیت پر ایسے لوگوں کو فاسق قرار دیتے ہوئے بتادیا کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور انہیں اللہ ہدایت عطا نہیں فرمائے گا۔"

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو جمیع مخلوقات کی محبت سے مقدم کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ اصلاً محبت کے لزوم پر بھی اہم دلیل ہے، کیونکہ اگر نفس محبت لازم ہی نہیں تو اس کے مقدم ہونے کا وجوب کیسے ہوسکتا ہے؟

رسول اللہ سے محبت، رسول اللہ پر ایمان کی فرع ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ایمان کی نفی فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت نہیں کرتا اور وہ اس لئے کہ ہر انسان، اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((والذی نفسی بیده لا تدخلون الجنة حتی تومنوا ولا تومنوا حتی تحابوا))(مسلم، کتاب الایمان)

"قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم ایمان لائے بغیر جنت میں نہیں جاسکتے اور اللہ کی خاطر محبت کئے بغیر تم مومن نہیں ہوسکتے۔"

تو بغیر ایمان دخول جنت کی نفی اور بغیر محبت کے ایمان کی نفی فرمادی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((المرء علی دین خلیله فلینظر احد کم من یخالل))(مسند احمد 2-303)

"ہر انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہئے کہ کسے دوست بنا رہا ہے۔"

اسے امام احمد، طیالسی، ابوداؤد، ترمذی نے حسن کہا، حاکم نے صحیح، ذہبی نے حکم برقرار رکھا، بیہقی، قضعی اور نووی نے بھی صحیح کہا۔ وہ کیسے مومن ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ سے محبت نہیں رکھتا؟ جن کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی اور پھر آپ ﷺ کے ذریعہ سے ہی نجات ہوگی تو جس طرح آپ ﷺ پر ایمان لازم ہے اس طرح آپ ﷺ سے محبت کرنا بھی الگ لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ سے محبت، آپ ﷺ پر ایمان لانے کی فرع ہے۔

بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی خاطر محبت کرنے والوں کی محبت لازم فرمائی ہے، جیسا کہ امام مالک اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

بلکہ انصار کی محبت کو ایمان کا حصہ اور ان کی محبت کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث انس میں ہے۔ (البخاری، کتاب الایمان)

تو آپ ﷺ سے محبت کا کیا مقام ہوگا؟

بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا جو ان سے محبت کرے اللہ ان سے محبت فرمائے گا جیسا کہ حدیث براء میں ہے۔ (بخاری، مناقب الانصار)

انصار کو یہ مقام کہاں سے ملا؟ آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ سے محبت، آپ ﷺ کی خدمت و نصرت اور اتباع سے تو

Marfat.com

ان کی محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض، نفاق کی علامت اور ان کی محبت امت پر لازم، جو ان سے محبت کرے اس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے تو ان سے محبت کرنیوالوں سے بھی محبت لازم ٹھہری تو جب آپ ﷺ کے توسل وصدقہ سے پانے والوں کی محبت لازم ہے تو خود مصطفےٰ ﷺ سے محبت لازم وفرض کیوں نہ ہوگی؟

محبت رسول..........حلاوت ایمانی:

علماء نے ایمان کے کئی درجات بیان کئے ہیں۔ سب سے کم درجہ عوام کے ایمان کا ہے۔ پھر تقلیدی ایمان، پھر ایمان عقلی، سب سے اعلیٰ ایمان ذوقی ہے اور یہ ایمان صرف اس کو نصیب ہوسکتا ہے جو اپنے اللہ اور رسول ﷺ سے کامل طور پر محبت کرنے والا ہو، آپ ﷺ کا محبّ صادق اس بلند درجہ پر کیوں نہ ہو؟ کیونکہ ایسی محبت، ایمان حقیقی کی علامت ہے جس کی وجہ سے مومن اپنے اندر ایسی حلاوت وذوق پاتا ہے کہ پھر اس کی مستی میں وہ اپنے شب وروز گزارتا ہے، ایمان کی حلاوت بھی ہے اور ذائقہ بھی، اس کا شعور صرف کامل ایمان والا ہی کرسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس میں تین چیزیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پائے گا:

1: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اُسے ہر شے سے محبوب ہوں۔

2: بندہ ہر شے سے اللہ کی خاطر محبت کرے۔

3: اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹنا اس طرح ناپسند ہو جیسے آگ میں جانا۔ (بخاری، کتاب الایمان)

محبت نبی انسان کو اس وقت ہی حلاوت ایمان بخشے گی جب آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کو رضاء تام اور کامل طور پر دلی رغبت سے اس طرح قبول کرلیا جائے کہ آپ ﷺ کی طرف سے اور آپ ﷺ کی نسبت سے جو بھی حکم آئے گا اس پر ظاہر و باطن سے عمل ہوگا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ذاق طعم الایمان من رضی باللہ رباً وبالا سلام دینا و بمحمد رسولاً))

(مسلم، کتاب الایمان)

''جو اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی ہوگیا تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔''

جو آدمی چاہتا ہے کہ وہ ایمان کی حلاوت چکھے اس کی پہلی صفت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہر شے سے بڑھ کر محبت کرے۔ جب ایمان واجب ولازم ہے تو اس تک پہنچانے والی شے بھی لازم ہوگی۔

یہاں قابل توجہ ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں محبتوں کو ضمیر واحد سے بیان فرمایا ہے:

((احب الیه مما سوا هما))

، پھر ''مما سواھما'' فرمایا: ''من سواھما'' نہیں فرمایا حالانکہ ''ما'' عاقل غیر عاقل دونوں کو شامل اور ''من'' صرف عاقل کے لئے آتا ہے تو مقصد دونوں کو شامل کرنا تھا، جن جن محبوب اشیاء کا ذکر گزرا ان میں عاقل بھی ہیں، جیسے: والدین، ابناء، اخوان، ازواج، اہل، خاندان۔ اور غیر عاقل بھی ہیں، جیسے: مال، تجارت، مساکن۔ تو لفظ ''ما'' تمام کو شامل ہے۔

باقی آپ ﷺ نے اسم جلالت اور لفظ رسول ذکر کرنے کے بجائے دونوں کی طرف ضمیر ذکر فرمائی ہے، اس کی متعدد

Marfat.com

حکمتیں بیان کی گئیں ہیں۔ سب سے اچھی یہ ہے کہ تثنیہ کی ضمیر لاکر اس بات کوواضح کردیا گیا ہے کہ ان دونوں محبتوں کا مجموعہ معتبر ہے، ان میں سے ایک کا اعتبار نہیں ہوسکتا۔ جب تک دوسری اس سے نہ ملے۔ مثلا: جو اللہ سے محبت کرتا ہے مگر آپ ﷺ سے محبت نہیں رکھتا تو ایسی محبت اس کیلئے ہرگز نافع نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں اشارہ ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ))(آل عمران: 31)

"اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔"

آپ ﷺ کی اتباع دونوں میں دائر ہے۔ بندوں کی محبت اللہ سے اور اللہ کی محبت بندوں سے۔ رہا معاملہ اس خطیب کا جس نے کہا "ومن یعصھما" (جس نے اللہ ورسول ﷺ دونوں کی نافرمانی کی) تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تو اچھا خطیب نہیں۔ تجھے دونوں کا ذکر الگ الگ کرنا چاہیے تھا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ دونوں کی نافرمانی مستقل اور الگ الگ تھی اور یہ چیز عطف سے حاصل ہوتی ہے۔ معطوف اور معطوف علیہ دونوں حکم میں مستقل ہوتے ہیں۔ اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔

((اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم))(سورۃ النساء :59)

"حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور ان کا جو تم میں حکومت کرنے والے ہیں۔"

رسول کے ساتھ اطیعوا کا اعادہ ہے لیکن اولی الامر کے ساتھ نہیں کیونکہ ان کی اطاعت رسول ﷺ کی اطاعت کی طرح مستقل نہیں۔ (فتح الباری 1-61)

ہم کہتے ہیں کہ جب دونوں محبتوں کا پس منظر ایک ہے تو "مما سواھما" جو رہنمائی کررہا ہے ان دونوں کا حکم واحد ہے اور دونوں لازم ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ ان میں سے ایک تو لازم ہو جبکہ دوسری لازم نہ ہو تو یہ اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ دونوں محبتیں فرض ہیں۔

اللہ اور رسول کی محبت کی دواقسام:

اللہ تعالیٰ کی محبت کی دواقسام ہیں:

1: فرض محبت۔ 2: مستحب محبت۔

فرض محبت: ایسی محبت جو انسان کو اس کے اوامر کو بجالانے اور اس کے نواہی سے رکنے پر ابھارے، اپنے مقدر پر خوش رہے، جو شخص معصیت میں پڑجاتا ہے خواہ حرام کا ارتکاب کرکے یا ترک واجب کردے تو اس میں محبت الٰہی کی کمی ہو چکی ہوتی ہے، کیونکہ اس نے خواہش نفس کو مقدم کرلیا، کبھی اس میں کمی مباحات میں کھلی چھٹی اور ان کی کثرت سے بھی ہوجاتی ہے کیونکہ اس سے غفلت پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے انسان رجا کے پہلو میں وسعت سمجھ لیتا ہے جو اسے معصیت پر ابھارتی ہے یا دائمی غفلت کا شکار ہوکر معصیت میں پڑا رہتا ہے۔

مستحب محبت: نوافل پر دوام، شبہات سے اجتناب، ایسی محبت سے کم ہی لوگ متصف ہوتے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ سے محبت کی دواقسام ہیں:

1: فرض۔ 2: مستحب۔

Marfat.com

ہاں اتنا اضافہ سامنے رہے کہ مامورات اور منہیات وہی ہوں گے جو آپ ﷺ نے عطا فرمائے، صرف آپ ﷺ کا طریقہ ہی اپنایا جائے، آپ ﷺ کی تعلیمات پر ہی اطمینان ہو۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے کسی حکم پر دل میں تنگی پیدا نہ ہو، جود، ایثار، حلم اور تواضع وغیرہ جیسی اعلیٰ صفات میں آپ ﷺ کی اقتداء کی جائے، جو اپنے نفس کو اس راہ کا پابند بنا لے گا وہ حلاوت ایمان پا لے گا اور اس کے مطابق اہل ایمان کے مختلف درجات ہیں، حکم تو یہی ہے۔ رہی حقیقت کیا ہے؟ تو اسے ذوق کے علاوہ کسی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور خود ذوق کی بھی کوئی تعبیر نہیں، اس کی ماہیت کو لفظوں میں واضح نہیں کیا جا سکتا۔ بس وہ ذوق ہی ہے اور کچھ نہیں۔ ہم اسے جتنا بھی واضح کریں وہ رہنمائی تو ہے ذوق نہیں کیونکہ اس کا حصول تو ذوق سے ہی ہوگا تو جو حلاوت ایمان کا ذوق چاہتا ہو وہ محبت نبی ﷺ اپنے اوپر لازم سمجھ لے۔

درود وسلام کا اجر وثواب:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھا کریں اور یہ واضح کیا کہ یہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کا بھی معمول ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

((ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما))(الاحزاب:56)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"

درود وسلام عرض کرنے کے بہت ہی فوائد ہیں:

1: صلوۃ وسلام عرض کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (المسلم، کتاب الصلاۃ)

2: روز قیامت حضور ﷺ کا سب سے زیادہ قرب نصیب ہوگا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔

3: ایسے شخص کے دنیاوی واخروی امور کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے، جیسا کہ حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں ہے۔

جب آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں درود وسلام کا مقام یہ ہے تو آپ ﷺ سے محبت کا مقام کیا ہوگا؟ یہ ثواب واجر جو کچھ پایا جاتا ہے یہ سب آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام عرض کرنے کی برکت ہے تو جب درود وسلام عرض کرنا لازم ہے تو پھر محبت کیوں لازم نہ ہوگی، بلکہ یہ واجب نہیں "اوجب" ہوگی کیونکہ صلوۃ وسلام اور اس میں کثرت محبت کا ہی مظہر ہے۔ جب مظہر واجب ہے تو اصل "اوجب" ہوگا۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے عنوان درود وسلام (جزء: محبت نبی کے تقاضے))

رسول اللہ کے لیے خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کیلئے خیر خواہی امت مسلمہ پر لازم فرما دی ہے۔ جیسا کہ خود اپنی ذات اقدس اور کتاب اللہ کے لئے اسے لازم رکھا ہے۔ معذورین پر جہاد اس شرط پر ساقط فرما دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی

Marfat.com

کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا لله ورسوله ما علی المحسنین من سبیل والله غفور رحیم))(التوبه 91)

''ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ غزوہ میں شرکت کی تلقین فرمائی تو صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی جس میں حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ ہمیں کوئی سواری مل جائے تو ہم بھی شرکت کریں۔''

فرمایا:

((لا اجد ما احملکم علیه))

''میرے پاس نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔''

تو وہ روتے ہوئے واپس ہوئے، ان پر یہ بات گراں گزری کاش! ہمارے پاس بھی سواری اور خرچ ہوتا تو ہم بھی جہاد میں شریک ہوتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اور حضور ﷺ کے ساتھ ان کی محبت دیکھی تو ان کے عذر کو قرآن میں نازل فرمایا:

((لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی..........فهم لا یعلمون))(التوبه 91)

''ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر۔''

حضرت تمیم داری علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا: کس کی خیر خواہی؟ فرمایا:

((لله ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم))(مسلم ، کتاب الایمان)

''اللہ کی، اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، مسلمانوں کے آئمہ اور عام مسلمانوں کی۔''

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ہمارے آئمہ نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ کی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی لازم ہے۔''

(الشفاء:2-582)

امام ابوبکر الاجری کہتے ہیں:

''یہ خیر خواہی دو طرح کی ہے: ایک آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی میں اور دوسری وصال کے بعد۔ ظاہری حیات میں صحابہ کی خیر خواہی، آپ ﷺ کی مدد، حفاظت، آپ ﷺ کے مخالفین سے دشمنی، آپ ﷺ کی سمع و اطاعت اور آپ ﷺ کی خاطر جان و مال کی قربانی تھی۔

جیسا کہ باری تعالیٰ نے واضح فرمایا:

((رجال صدقوا ماعاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا))(الاحزاب 23)

Marfat.com

"کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

((وینصرون اللہ ورسولہ اولئك ھم الصدقون))(الحشر۔ 8)

"اور اللہ ورسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں وہ سچے ہیں۔"

آپ ﷺ کے وصال کے بعد مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم اور ہر شے سے بڑھ کر محبت، آپ ﷺ کے طریقہ کی تعلیم، شریعت کا فہم، اہل بیت وصحابہ سے پیار، آپ ﷺ کے طریقہ سے انحراف کرنے والے سے نفرت و بغض اور پرہیز کرے۔ آپ ﷺ کی امت سے پیار، آپ ﷺ کے اخلاق، سیرت و اعمال کا مطالعہ کرنا اور ان پر زندگی بسر کرنا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں، ہمارے گفتگو سے واضح ہو گیا کہ خیر خواہی ثمرات محبت میں سے ایک ثمر اور اس کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

امام احمد کا قول ہے:

"اعتقادی فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ ہے۔"

امام قرطبی علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق، امر و نہی میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری، آپ ﷺ کے دوستوں سے محبت، دشمنوں سے نفرت، آپ ﷺ کی توقیر و محبت، آپ ﷺ کی آل سے محبت، آپ ﷺ کی تعظیم، سنت کی تعظیم، مردہ سنت کا احیاء، اس کا مطالعہ، اس کا فہم اس کا دفاع اور اشاعت، اس کی دعوت اور آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ سے متصف ہونا ہے۔"

(القرطبی:8-227)

ایمان کی تکمیل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))

"تم میں سے کوئی ہرگز اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کا محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اللہ اور رسول کی محبت......توشہ آخرت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال متی الساعة یا رسول اللہ قال ما اعددت لھا قال ما اعددت لھا من کثیرۃ صلوٰۃ ولا صوم ولا صدقة ولکنی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت))(بخاری، عربی صفحہ نمبر ۹۱۱)

"ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: قیامت کب آئے گی یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

قیامت کے لئے تو نے کیا توشہ تیار کر رکھا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: میں نے قیامت کیلئے نہ بہت نماز کو توشہ بنایا ہے اور نہ بہت روزوں کو اور نہ بہت صدقہ دینے کو لیکن میں توشہ آخرت اس کو سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن تیرا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے۔"

دنیا جہاں سے زیادہ محبت رسول اللہ سے:

اسلام نے آقا دو جہاں ﷺ کی محبت لوگوں پر فرض کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے اسے واجب فرمایا ہے:

((قل ان كان آباؤكم أبناؤكم واخوانكم وأزواجكم و عشيرتكم واموال نِ اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب اليكم من الله رسوله وجهادفي سبيله فتربصوا حتي ياتي الله بامره والله لايهدى القوم الفسقين))

"تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور کنبہ اور کمائی کے مال اور وہ سامان تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہارے پسندیدہ مکانات اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ پیارے ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔"

اس آیت کی تفسیر میں قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ یہ آیت رسول اکرم ﷺ کی محبت اپنے اوپر فرض کر لینے اور لازم پکڑنے، نیز آپ کے عظیم مرتبہ اور آپ کو اس محبت کا حق دار سمجھنے پر رغبت دلانے اور راہنمائی کے کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے اس قول سے اس شخص پر سختی کی ہے اور اسے دھمکی دی ہے جسے اپنے مال، اہل وعیال اور اولاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ پیارے ہوں، پھر آیت کے اختتام پر انہیں فاسق قرار دیا اور انہیں بتایا کہ وہ ایسے گمراہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہیں فرمائے گا۔

((فلا يصدق ايمان المومن ولايذوق حلاوته ويجدبين جوانبه روعته حتى يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما))("كتاب الشفاء" ج۲،ص۲۵)

"پس کسی مومن کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ ایمان کی مٹھاس چکھ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے پہلوؤں میں اس کی ہیبت کو محسوس کر پاتا ہے، جب تک اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔"

اللہ کی محبت کا دعویٰ:

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

((فاتبعوني يحببكم الله))

"تم میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔"

اللہ اور رسول سے بہت زیادہ محبت:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص میں تین باتیں پائی جاتی ہیں اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا:

1: پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

Marfat.com

2: دوسری یہ کہ اگر وہ کسی سے محبت کرے تو وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

3: تیسری یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مرتبہ کفر سے نکالا ہے، اب دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسے ناپسند کرے جیسے کوئی شخص یہ ناپسند کرتا ہے کہ اسے آگ میں دھکیل دیا جائے۔ (''ریاض الصالحین'' ص ۱۷۸)

حضرت عمرو بن العاص اور محبت رسول:

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((ما کان احد احب الی من رسول اللہ ﷺ ولا اجل فی عینی وما کنت اطیق ان املاعینی منه اجلالا له حتی لو قیل لی صفه ما استطعت أن أصفه))

(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

''کوئی شخص بھی مجھے جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا نہیں تھا اور نہ ہی میری نظروں میں کوئی آپ ﷺ سے زیادہ بڑا تھا۔ آپ ﷺ کے وقار کے باعث میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا تھا کہ میں آنکھیں بھر کر آپ کو دیکھ سکوں۔ یہاں تک کہ اگر مجھے کہا جائے کہ ذرا آپ کی صفات تو بیان کیجئے تو میں کما حقہ بیان نہیں کر سکتا۔''

رسول اللہ کو کانٹا چبھ جائے یہ بھی گوارا نہیں:

مسلمانوں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت کے سلسلے میں زید ابن الدشنہ کا واقعہ باقی تمام قصوں میں سے خوبصورت ترین سمجھا جاتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا کہ جب اہل مکہ نے زید بن الدشنہ کو قتل کے ارادہ سے حرم کعبہ سے نکالا (آپ نے جنگ رجیع میں گرفتار ہوئے تھے) تو ابوسفیان بن حرب نے (جو اس وقت تک مشرک تھا) آپ سے یوں کہا:

''اے زید! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس وقت تیرے بجائے محمد ہمارے پاس موجود ہوتے اور ہم (معاذ اللہ) ان کو قتل کر دیتے اور تو اپنے گھر والوں میں خوشیاں منا رہا ہوتا۔''

زید بولے: بخدا! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ اب جس جگہ قیام پذیر ہیں وہاں آپ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میں صحیح سالم اذیتوں سے بچ کر اپنے گھر والوں میں لوٹ جاؤں۔

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا:

''میں نے لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو کسی سے اتنی محبت رکھتا ہو جتنی محبت محمد ﷺ کے اصحاب کو آپ کے ساتھ ہے۔''

رسول اللہ نہیں رہے تو بینائی کی ضرورت نہیں:

اسی قبیل سے حضرت عبداللہ بن زید کا واقعہ ہے کہ جن کے پاس ان کے بیٹے رسول اکرم ﷺ کے وصال کی خبر لے کر آئے وہ گڑگڑاتے ہوئے چلا اُٹھے:

((اللھم اذھب بصری حتی لا اری بعد حبیبی محمد أحداً فاستجاب اللہ لدعوته و کف بصره)) (''المواھب''، ج۶، ص ۲۹۲)

Marfat.com

''اے اللہ! میری بینائی اچک لے تاکہ میں اپنے حبیب محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بینائی جاتی رہی۔''

محبت فرض کرنے میں حکمت:

اسلام نے مسلمانوں پر آقائے دو جہاں ﷺ کی محبت فرض کی ہے تو اس میں ایک عظیم حکمت کارفرما ہے۔ محبت کا معنی ہے فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔ مسلمان کا حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنا اسے ہمیشہ صراط مستقیم پر چلانے کا ضامن ہے اور یہ محبت شریعت اور سنت کو ہی ایک سچے مسلمان کا راستہ قرار دیتی ہے جس پر وہ چلتا ہے اور اسے ہمیشہ چلنا ہے اور اس کو ایک ایسے رنگ میں رنگ دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے محبوب کے نقش پا کی تلاش میں رہتا ہے اور اپنے محبوب کی احسن طریقے سے پیروی کرتا ہے اور اس پیروی کے ذریعے وہ بہترین نمونہ زندگی حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں ارشاد ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا))

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔''

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے اعمال کی بنیاد پر کسی قوم سے محبت کی، قیامت کے دن اس کو ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

((من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ))

''جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس شخص نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

سنت کا مرتبہ:

درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت، قرآن کریم کے بعد آتی ہے اور حدیث وسنت، قرآن کریم کی آیات کی تفسیر، ان کے احکام کے بیان اور ان کے مقاصد کی وضاحت کے لئے وجود میں آئی۔ قرآن کریم کی بعض آیات مجمل صورت میں نازل ہوئیں، بعض عام ہیں، کچھ مطلق ہیں اور یہ احادیث شریفہ ہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مراد سے لوگوں کو آگاہ کیا اور اس کی تعریف وتحدید کی۔

چنانچہ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم)) (نحل: ۴۴)

''اے محبوب! ہم نے تمہارے طرف یہ ذکر اتارا کہ تم لوگوں سے بیان کرو جو ان کی طرف اترا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا اجمالاً حکم دیا ہے۔ اسی طرح کچھ حدود جو زانی، چور، شرابی وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے اور یہ سنت رسول ہی ہے جس نے نماز کے معانی کی شرح، اس کے اوقات اور

Marfat.com

کیفیت کی وضاحت کی ہے۔اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیل اپنے ذمے لی ہے اور یہ سنت ہی ہے جس نے ان اسلامی حدود کی شرح کی ہے، جو مذکورہ بالا جرائم کے لئے خاص ہیں۔ اللہ جل جلالہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے اتباع، آپ کے حکموں کی تعمیل اور ان کی عدم مخالفت کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

((وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا))

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔''

نیز فرمایا:

((وما کان لمومن ولا مومنة اذاقضی اللّٰہ ورسوله أمرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم))

''اور نہ کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول جو کچھ حکم فرمادیں تو انہیں کچھ اپنے معاملے کا اختیار رہے۔''

آپ ﷺ ایک بشر تھے لیکن ایسے بشر جن کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حفاظت کے زیر سایہ آپ کی پرورش کی اور اپنی نگہداشت، مہربانی اور رحمت کے ساتھ آپ کا احاطہ کرلیا اور آپ ﷺ کی ذات میں بلند اخلاق اور دیگر اعلیٰ درجے کی خصلتیں جمع کردیں۔

فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے لوگوں میں سے ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور کھڑا ہوا۔ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگ گیا اور اپنی جگہ سمٹ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے نہ آگے ہوتا اور نہ پیچھے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیوں گھبراتے ہو؟ میں قریش اس عورت کا بیٹا ہوں جو مکہ میں گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھیں۔

ایک دن ایک بداخلاق اور بدمزاج آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ آپ سے اس سے پہلے کبھی نہیں ملا تھا مگر آپ کا سنا ضرور تھا اور یہ بھی سنا تھا کہ آپ قریش کے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور قسم کھائی کہ آج وہ ضرور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اپنا حساب چکادے گا۔ وہ جب پہنچا تو بڑے غصے اور انتقامی انداز میں بات شروع کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ بڑے سکون اور خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ بس چند ہی لمحے گزرے تھے کہ اس کا رویہ بدل گیا اور دل ہی دل میں وہ بہت شرمسار ہوا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اور قدموں پر گر پڑا اور معذرت کرتے ہوئے انہیں بوسے دینے لگ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا:

''اے محمد ﷺ بخدا جب میں آپ کی طرف آیا تو روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہیں تھا اور اب میں آپ کے ہاں سے جارہا ہوں تو روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرا کوئی محبوب نہیں۔''

جناب رسول اللہ ﷺ کی پروقار اور پرسکون انداز میں مسکراہٹ، آپ کی رواداری اور صبر نے اس شخص کے غیظ وغضب اور ناراضگی میں انقلاب برپا کردیا اور اس کو انتہائی غصہ سے انتہائی محبت تک پہنچادیا۔

قریش کے بڑے بڑے جابر اور سرکش سرداروں کے ساتھ آپ کو اس طرح کے کئی واقعات پیش آئے۔

آپ کا وہ طرز عمل بہترین طرز عمل تھا جو آپ نے ان لوگوں کے ساتھ اختیار کیا، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، آپ کے ساتھ لڑائیاں کیں، آپ کو شہید کرنے کی سازشیں کیں، آپ کے صحابہ کے ساتھ وہ بری

Marfat.com

کارستانیاں کیں کہ جن کے ذکر سے جسم لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔اسی لئے ان میں سے ہر ایک کو یہی توقع اور یہی ڈر تھا کہ فتح مکہ مبین کے دن آپ ان سے بدترین انتقام لیں گے۔مگر اس کے برعکس آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں کیا۔
صحن کعبہ میں خطبہ کے بعد آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:
''بتاؤ! تمہاری کیا رائے اور تمہارا کیا اندازہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔''
ان سب کے منہ سے بیک آواز یہ کلمات نکلے:
''بھلائی، کیونکہ آپ معزز بھائی ہیں اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔''
آپ ﷺ نے ان سے اس کے جواب میں فرمایا:
''جاؤ تم سب آزاد ہو'' ۔اس حسن سلوک کا یہ اثر ہوا کہ ان کی اکثریت مشرف بہ اسلام ہوگئی۔

((ومن علامات محبت النبی ﷺ کثرة ذکره له فمن احب شیاء اکثر ذکره قال بعضهم المحبة دوام الذکر للمحبوب))

(شفاء، جلد۲، صفحہ نمبر ۲۵)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی علامات سے یہ ہے کہ آنحضرت کو بہت یاد کرے، اس لئے کہ جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے اس کو بہت یاد کرتا ہے اور بعض بزرگوں نے محبت کا معنی یہ کیا ہے کہ محبوب کی یاد ہمیشہ رہتی ہے۔''
تو اس کا نام محبت اس لئے کہ حمد و ثناء کی غائت مدح کرنیوالے پر ممدوح کے برکات کا انعکاس ہے۔جیسا کہ حضرت حسان نے فرمایا:

ما ان مدحت محمد ابمقالتی

لکن مدحت مقالة بمحمد

''میں نے اپنی کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ستائش نہیں کی، بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف سے اپنی کلام کو زیبائش دی ہے۔''

☆☆☆

باب نمبر 3:

صحابہ کرام اور محبت واطاعت رسول

اوڑھنا بچھونا محبت واطاعت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپ ﷺ سے محبت، توقیر، احترام، اطاعت، حکم کی بجا آوری، خیر خواہی، دوستوں سے محبت، دشمنوں سے نفرت، اگرچہ وہ لوگوں میں کتنا محبوب معزز کیوں نہ ہوتا، آپ ﷺ کی سنت کی تعظیم، اس کا دفاع، آپ ﷺ کے اخلاق اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔اس میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔
یہاں تمام کے احوال کے ذکر کی گنجائش تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی توقیر، احترام اور قربانی میں ان میں سے

Marfat.com

بعض مظاہر کا تذکرہ کررہے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور اظہار محبت:

حضرت عروۃ بن زبیر، حضرت مسود بن مخرمۃ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہم سے بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کیلئے نکلے (اس میں ہے) عروہ بن مسعود نے کہا:

''اے محمد! میں دیکھ رہا ہوں لوگ آپ کو چھوڑ جائیں گے اور بھاگ جائیں گے۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

((امصص بظر اللات انحن نفر عنه و ندعه؟))

''جا کر اپنے بت لات کی شرمگاہ چوم، کیا ہم آپ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگنے والے ہیں؟''

کہنے لگا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا: ابوبکر ہیں۔ کہنے لگا: قسم خدا کی! اگر اُس احسان کا بدلہ میں نے چکا دیا ہوتا جو تیرا مجھ پر ہے تو میں ضرور تجھے جواب دیتا۔

سگے چچا پر رسول اللہ کو ترجیح:

پھر اس نے آپ ﷺ سے گفتگو شروع کی، دوران گفتگو وہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھی پر ہاتھ رکھتا، حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ ﷺ کے پاس تلوار لئے کھڑے تھے اور انہوں نے خود پہنا ہوا تھا، جب عروۃ نے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا اور کہا:

((اخريدك عن لحية رسول الله))

''آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے ہاتھ کو پیچھے رکھ۔''

عروہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہنے لگے: میں مغیرہ بن شعبہ ہوں۔ عروہ نے کہا: اے دھوکہ باز! میں تیرے بارے میں بات نہیں کررہا۔

صحابہ کی محبت کا انداز:

پھر عروہ نے اپنی آنکھوں سے صحابہ کے معاملات کو دیکھا اور کہا:

((فوالله ما تنخم رسول الله نخامة الا وقعت فى كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده))

''خدا کی قسم! آپ ناک چھنکتے تو ان کے ہاتھوں پر ہوتا، ہر کوئی لے کر اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔''

((واذا امرهم ابتدروا امره))

''جب کوئی حکم دیتے تو بجالانے میں بہت جلدی کرتے۔''

((وانا توضا كادوا يقتتلون على وضوله))

''جب وضو فرماتے تو آپ ﷺ کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے میں قریب تھا لڑ پڑتے۔''

((واذا تكلموا خفضوا اصواتهم عنده))

''گفتگو کے وقت آپ ﷺ کے پاس آواز کو پست رکھتے۔''

Marfat.com

عروۃ نے واپس جا کر قوم سے کہا: میں بڑے بڑے بادشاہوں مثلاً قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں۔
((واللہ ان رایت ملیکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد محمدا))(بخاری، کتاب الشروط)

"اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جو محمد کے غلام محمد کی کرتے ہیں۔"

اس واقعہ میں تعظیم صحابہ کے کئی مظاہر ہیں، عروہ کے دعویٰ (صحابہ بھاگ جائیں گے) کا رد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کس انداز سے کیا اور واضح کیا کہ اسلام کی قربت، رشتہ داری سے کہیں قوی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے عروہ کے ہاتھ سے ضرب لگائی حالانکہ وہ ان کا سگا چچا تھا اور پھر گفتگو کے دوران داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھانا عربوں کا معمول بھی تھا لیکن حضرت مغیرہ کو گوارا نہ ہوا۔

پھر عروہ نے صحابہ کی تعظیم کے جو مظاہر دیکھے ان کا تبرک لینا اور آپ ﷺ کی توقیر اور احترام کرنا یہ سب کا سب ایسی محبت و تعظیم ہے جس کی مثال پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً: ناک مبارک سے تبرک لینا، وضو کے پانی کے لئے قتال، خدمت اقدس میں آواز کا پست رکھنا اور تعظیم کی خاطر چہرہ اقدس کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھنا وغیرہ۔

رسول اللہ سے تبرک حاصل کرنا:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو سرخ رنگ کے خیمہ میں دیکھا:
((رایت بلالا اخذ وضو رسول الله ورایت الناس یبتدون ذاك الوضوء فمن اصاب منه شیا تمسح به و من لم یصب منه شیاء اخذ من بلل ید صاحبه))

(بخاری، کتاب الصلاۃ)

"میں نے بلال کو آپ ﷺ کے وضو سے بچا ہوا پانی پکڑے دیکھا، لوگ اس سے پانی حاصل کر رہے تھے، جسے کچھ ملتا وہ اسے جسم پر مل لیتا اور جسے نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ سے اس کی تری حاصل کر رہا تھا۔"

اس کی متعدد سندیں اور متعدد روایات ہیں۔

رسول اللہ سے حیاء و شرم:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا، میرے نزدیک آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بڑا نہ تھا:
((ما کنت اطیق ان املا عینی منه اجلالا له وسئلت ان اصفه ما اطقت لا نی لم اکن املا عینی منه))(مسلم، کتاب الایمان)

"میں آپ ﷺ کے اجلال و اکرام کی وجہ سے آپ ﷺ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا۔ اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کے سراپا کے بارے میں پوچھے تو میں نہیں بتا سکوں گا کیونکہ میں آپ ﷺ کو نظر بھر کر دیکھ ہی نہیں سکا۔"

یہ حال صرف حضرت عمرو العاص کا نہیں بلکہ تمام صحابہ کا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

((لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ ﷺ))(ترمذی ، کتاب الادب)

"صحابہ کو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔"

ترمذی نے روایت کر کے اسے صحیح کہا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے قرض کی ادائیگی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((واللہ ان مجلس بنی سلمة لینظرون الیه هو احب الیهم من عیونهم ما یقربونه مخافة ان یوذوه))(دارمی: 1-28)

"اللہ کی قسم بنوسلمہ کے لوگ آپ ﷺ کو تک رہے تھے، آپ ﷺ کی ذات انہیں ان کی آنکھوں سے بھی محبوب تھی لیکن وہ اس خوف کی وجہ سے قریب نہ آئے کہیں تکلیف نہ ہو۔"

دارمی اور احمد نے اسے رجال صحیح سے روایت کیا، حافظ ابن حجر نے اسے حسن کہا۔(فتح الباری 7-398)

رسول اللہ کی حجامت کے بال اور صحابہ کی عقیدت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((لقد رایت رسول اللہ والحلاق یحلقه و اطاف به اصحابه فما یریدون ان تقع شعرة الا فی یدرجل))(مسلم، کتاب الفضائل)

"میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ حجام آپ ﷺ کی حجامت کر رہا ہے۔ صحابہ حلقہ بنا کر ارد گرد بیٹھے ہیں، کوئی بال زمین پر نہ گرنے دے رہے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے لیتے۔"

ان کے مظاہر محبت میں سے، آپ ﷺ پر فدا ہونا، آپ ﷺ کا دفاع کرنا، آپ ﷺ کی ہر تکلیف کو اپنے اوپر لینا، آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ہر بڑی قربانی دینا ان کیلئے نہایت آسان تھا۔ یہ موضوع بڑا وسیع ہے۔

حضرت ابوطلحہ کی جانثاری:

انہی مظاہر میں سے احد کے دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

((یا نبی اللہ بابی انت وامی لا تشرف لا یصبك سهم من سهام القوم نحری دون نحرك))(بخاری ، کتاب المغازی)

"اے نبی اللہ! میرے والدین آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ آپ ﷺ نہ جھانکیں کہیں دشمن کا تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ ﷺ کے سینہ کے سامنے حاضر ہے۔"

حضرت ابودجانہ کی جانثاری:

حضرت ابودجانہ نے بھی احد کے دن آپ ﷺ کا اس قدر دفاع کیا۔

((حتی صار ظهره کالقنفذمن السهام))

"حتیٰ کہ ان کی پشت تیر لگنے کی وجہ سے چھلنی ہوگئی۔"

اور بہت سے انصاری صحابہ نے دفاع کرتے ہوئے جان دے دی۔

Marfat.com

کھانا پہلے شروع نہ کرنا:

محبت و تعظیم صحابہ کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا، حضرت جابر سے مروی ہے:

((عدم ابتداء بالا کل قبلہ ﷺ))(مسند احمد 3-351)

''صحابہ آپ ﷺ سے پہلے کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔''

اس روایت کو حاکم نے صحیح کہا اور ذہبی نے اس حکم کو ثابت رکھا ہے۔

رسول اللہ کے دست اقدس کی تعظیم:

محبت و تعظیم کا یہ عالم تھا کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک لگ جاتا اس کا بھی احترام کرتے۔

حضرت عثمان بن عفان کا بیان ہے:

((ما تغنیت ولا تمنیت ولامست ذکری بیمینی منذ بایعت بھا رسول اللہ ﷺ))(ابن ماجہ، کتاب الطھارت)

''نہ میں نے گانا گایا اور نہ میں نے زنا کیا، نہ میں نے اس دائیں ہاتھ سے ذکر کو مس کیا۔ جب سے میں نے اس ہاتھ سے رسول ﷺ کی بیعت کی ہے۔''

حضرت عمران بن حصین سے بھی اس طرح منقول ہے، حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس حکم کو ثابت رکھا۔
(المستدرک 4-109)

اپنی جان اور ماں باپ کو فدا کرنا:

ان کی محبت و تعظیم کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا کہ اپنے والدین اور اپنی جان کو حضور ﷺ پر فدا کرتے، مثلاً: کہتے:

((جعلنی اللہ فداک او فداک ابی وامی و بابی انت وامی))

''مجھے اللہ آپ ﷺ پر فدا فرمائے۔ ہمارے والدین آپ ﷺ پر فدا ہوں۔''

سفر سے واپسی پر سلام عرض کرنا:

حضور ﷺ سے ان کی محبت و تعظیم کا ایک مظاہرہ یہ بھی تھا:

((انا قدموا من سفر بدووا بہ فنظروا الیہ وسلموا علیہ قبل ان یذھبوا الی بیوتھم))

''جب کسی سفر سے واپس ہوتے تو اپنے گھر جانے سے پہلے آپ ﷺ کی زیارت کرتے، سلام عرض کرتے، پھر گھر جاتے۔''

جیسا کہ حضرت عمران بن حصین سے ترمذی اور حاکم نے نقل کیا ہے۔

ترمذی نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح کہا۔ (مستدرک 3-111)

چہرہ اقدس کی تعظیم:

آپ ﷺ سے محبت و احترام کا یہ تعلق تھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی تکریم کرتے مثلاً: حضرت سلمہ کا قول ہے:

((والذی کرم وجہ محمد ﷺ)) (المسلم کتاب الجھاد)

Marfat.com

''قسم اس ذات اقدس کی جس نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کو یہ بزرگی بخشی۔''

جس چھت کے نیچے رسول اللہ ہوں وہاں حرکت نہ کرنا:

ان کے مظاہر محبت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ہجرت کے موقع پر جب آپ ﷺ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے تو وہ آپ ﷺ کے نچلی منزل پر ٹھہرنے سے پریشان ہوئے اور ساری رات بیوی کے ساتھ اوپر والی منزل میں ایک کونے میں بسر کی اس خوف سے کہ کہیں ہماری حرکت سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ ہو حتیٰ کہ عرض کیا:

((لا اعلو سبقیفة انت تحتها حتی تحول))(مسلم، کتاب الاشربه)

''جس چھت کے نیچے آپ ﷺ ہوں میں وہاں اوپر نہیں رہ سکتا تو رسول اللہ ﷺ پھر اوپر تشریف فرما ہو گئے۔''

جو بچے بارگاہ رسالت میں حاضری کے لیے دیر کرتے مائیں انہیں ڈانٹتیں:

صحابہ کی محبت یہ بھی تھی اگر بچے زیارت رسول اللہ ﷺ کیلئے چند دن نہ جاتے تو ان کی مائیں ان سے ناراض ہوتیں اور انہیں ڈانٹتیں جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے انہیں ڈانٹا:

((لا نه لم یر رسول ﷺ عدة ایام))(مسلم ، کتاب الجهاد)

''کیونکہ انہوں نے چند دنوں سے آپ ﷺ کی زیارت کا شرف نہیں پایا تھا۔''

ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن کہا، اسے امام احمد اور امام نسائی نے السنن الکبری میں ذکر کیا۔

ازواج النبی اور محبت رسول:

یہ بھی محبت کا ہی مظہر ہے کہ جب ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو ہی پسند کیا۔

حضرت ابوبکر اور رسول اللہ کا باندھا ہوا جھنڈا:

حضرت ابوبکر صدیق نے جیش اسامہ کو روانہ کیا اور اس جھنڈے کو نہ کھولا جسے خود رسول اللہ ﷺ نے باندھا تھا۔

حضرت ام حبیبہ...... باپ کی محبت پر رسول اللہ کی محبت کو ترجیح:

صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی اشیاء کی تعظیم کرتے حتیٰ کہ کسی مشرک کو چھونے نہ دیتے جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ابوسفیان سے کیا، جب فتح مکہ سے پہلے ان کے ہاں آیا تو آپ ﷺ کی بچھی ہوئی چادر لپیٹ لی تاکہ وہ اس پر نہ بیٹھ جائے۔

رسول اللہ کی تلوار کا احترام:

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا یہ احترام کیا کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کو اس سے قتل نہ کیا کہ یہ عورت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے قتل کرنا مناسب نہیں۔

رسول اللہ کے ہاتھوں کا مس:

یہ بھی تعظیم ہی کا مظاہرہ تھا کہ بعض صحابہ کرام نے بال نہ مونڈوائے کیونکہ انہیں رسول ﷺ نے مس فرمایا تھا۔

Marfat.com

تعظیم سے سر جھکائے رکھنا:

صحابہ کی محبت کی ایک صورت یہ بھی تھی جب آپ ﷺ ان کے درمیان تشریف فرما ہوتے:

((لم یرفعوا الیه رؤسهم اعظاما له))

''تو آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف سر نہ اٹھاتے۔''

جیسا کہ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔(متدرک:1-120)

تعظیم کی کیفیت......جیسے سروں پر پرندے:

جب آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں جیسا کہ بخاری میں حضرت ابوسعید خدری سے، امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت براء اور امام احمد، ابوداؤد طیالسی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے۔(البخاری، کتاب الجہاد) (المستدرک 1-120)

آواز پست رکھنا:

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آواز بلند نہ کرتے اور اگر کوئی اور ایسا کرتا تو سختی سے منع کرتے۔ جیسا کہ امام احمد، ترمذی اور ابن حبان نے حضرت صفوان بن عسال سے نقل کیا ہے۔(مسند احمد 14-240)

رسول اللہ کے چچا کے ایمان لانے پر خوشی:

صحابہ کی محبت کا ثبوت ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے اسلام پر ان کو جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی انہیں اپنے آباء کے ایمان لانے پر نہ ہوئی جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

موت کے وقت:

موت کے وقت صحابہ کے یہ الفاظ بھی سامنے رہنے چاہئیں:

((غدا القی الاحبة محمدا ﷺ و حزبه))(الشفاء 2-568)

''کل ہم اپنے محبوب محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں سے ملنے والے ہیں۔''

رسول اللہ کو تکلیف پہنچنا بہت تکلیف دہ:

صحابہ کی محبت اس قدر انتہائی درجہ پر تھی کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ہم دشمن کے ہاتھوں ریزہ ریزہ ہو جائیں مگر ایسا وقت نہ دیکھنا پڑے کہ ہم آرام سے بیوی بچوں میں ہوں اور ہمارے آقا ﷺ کے مبارک پاؤں میں کانٹا چبھ جائے، ابوسفیان نے حضرت زید بن دثنہ کی اسی تمنا کو سن کر کہا تھا:

((واللہ مارایت من الناس احدا یحب احدا کحب اصحاب محمد محمدا ﷺ))(الشفاء 2-570)

''اللہ کی قسم! میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جو محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ سے کرتے ہیں۔''

Marfat.com

تمام محبتوں پر رسول اللہ کی محبت کو ترجیح:

بلکہ ان کی محبت تو ہر تصور سے بالاتر تھی، اگر ان کا کوئی عزیز رشتہ دار مثلاً: والد، بھائی یا خاوند و بیوی اللہ و رسول ﷺ کے دشمن تھے تو انہیں بھی قتل کرنے سے دریغ نہ کیا جیسا کہ حضرت ابو عبیدہ نے کیا، حضرت ابو بکر کی بیٹے سے جو گفتگو ہوئی تھی، حضرت عبداللہ نے خواہش کی مجھے اجازت دی جائے میں اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق کے بیٹے نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابو بکر سے کہا:

''ابا جان! غزوہ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں کئی مرتبہ آئے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔''

حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا:

''اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں تمہارے انکار اسلام کی وجہ سے تمہیں ہرگز نہ چھوڑتا۔''

طواف پر محبت رسول کو ترجیح:

صحابہ کی محبت کا ایک منظر یہ بھی تھا کہ حضرت عثمان کو کفار نے طواف کی اجازت دی مگر انہوں نے یہ کہہ کر طواف کعبہ سے انکار کر دیا:

((ما كنت لا فعل حتى يطوف به رسول الله ﷺ))(مسند احمد 4-324)

''جب تک اس کا طواف رسول ﷺ نہیں فرمائیں گے میں نہیں کر سکتا۔''

انتہائی پست آواز سے گفتگو کرنا:

محبت وتوقیر نبی ﷺ یہ بھی تھی جب ان میں بڑے مثلاً: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر آپ ﷺ سے گفتگو کرتے تو اتنی آہستہ کرتے کہ دوبارہ پوچھنا پڑتا کیا کہہ رہے ہو؟ (البخاری، کتاب التفسیر)

وصال نبی پر غمزدہ ہونا:

جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو محبت والوں کا حال یہ تھا کوئی تو بے ہوش ہو گیا، کوئی بیٹھا ہی رہ گیا، کسی کا دماغ چل بسا بلکہ کوئی فوت ہو گیا حتی کہ حضرت ابو بکر کو خطبہ دینا پڑا۔

تمام لوگوں سے زیادہ محبت:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ایمان کی اصل بلکہ عین ایمان ہے۔ اس وقت تک کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ محبت نہ ہو۔

حضرت ابو بکر کی محبت:

یہ ہیں ابو بکر صدیق دو میں سے دوسرے، مکہ میں آپ لوگوں کا خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ انہیں سلام کی دعوت دے رہے تھے۔ کفار نے ان کی چادر سے پکڑ کر انہیں گھسیٹا اور اسقدر مارا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب قدرے افاقہ ہوا تو فرمایا: مجھے حضرت محمد دکھا دیجئے۔ جب ان کی والدہ انہیں دار ارقم میں لے آئیں تو بولے:

((زال عنی کل ما اجد بروئیتک یا رسول اللہ))

Marfat.com

"اے اللہ کے رسول! آپ کا دیدار کر لینے کے بعد ہر تکلیف جو میں محسوس کر رہا تھا مجھ سے دور ہوگئی۔"

اے رسول اللہ کے خلیفہ! اللہ آپ سے راضی ہو! آپ سب تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتے ہیں مگر آپ کو کچھ فکر لاحق نہیں ہوتی اور یہ مشقتیں آپ کو مضطرب نہیں کرتیں۔ اگر آپ کو فکر ہے تو محض سلامتی رسول کا فکر ہے اور آپ پریشان ہیں تو صرف اسی کے لیے اور جب آپ کا دل سلامتی رسول سے مطمئن ہو جاتا ہے تو بس صرف اسی وقت اور اسی کے واسطے سکون آپ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔

آپ خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں اور آپ کے سارے دکھڑے اور مشقتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حب صادق کے مفہوم کی کتنی ہی پیاری اور دلکش تصویر ہے یہ وہ حب جس نے جناب رسول اللہ کی سلامتی اور آپ کی عافیت کو اپنی سلامتی وعافیت سے بھی زیادہ محبوب بنا دیا۔ بے شک آپ اے ابوبکر! تیرے اس نفس اور تیری اس روح سے جو تیری دو پسلیوں کے درمیان تجھے زیادہ پیارے ہیں۔ اے میرے سردار! تجھے مبارک ہو، یہ ذاتی وشخصی رفعتیں تیرے لیے باعث صد مسرت ہوں ، اور مبارک ہو آپ کے لیے یہ کارنامہ جسے پیش کر کے آپ ہمیں یہ سکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے لیے یہ کارنامہ جسے پیش کر کے آپ ہمیں سکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ کی محبت کیسی ہونی چاہیے۔ اس میں کچھ اچنبھے پن کی بات نہیں۔ آپ ہی تو وہ پہلی شخصیت ہیں جس نے سب سے پہلے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور وہ بہتر ہستی ہیں جس نے آپ ﷺ کی پشت پناہی کی اور ان سب سے سچے ہیں جنھوں نے آپ سے دوستی کا دم بھرا اور آپ کی امت میں سے جو آپ کے جانشین بنے اور آپ کی سنت کی مضبوطی سے تھا، آپ ان سب سے زیادہ بہادر ہیں اور بے شک آپ کی خواہشات اور آپ کے سارے اعمال اس کے تابع تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور پھر اس میں کچھ انوکھا پن نہیں کہ لوگ اسی راستہ پر چلیں جس پر آپ چلے اور بعینہ اس طریقہ کار کو آپ کی محبت کے سلسلہ میں اپنائیں جو آپ نے اپنایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ ہم رسول الہ ﷺ کے ساتھ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے آپ ﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈالا اور سخت کھینچا، حضرت ابوبکر نے اسے کاندھوں سے پکڑ کر دور کرتے ہوئے کہا:

((اتقتلون رجلاً ان یقول ربی الله))(غافر: 28)

"کیا تم اس وجہ سے ان کی جان کے دشمن ہو کہ یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔؟"

حضرت اسماء اور حضرت انس رضی سے مروی روایت میں ہے کہ عقبہ نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر کو پکڑ لیا۔

حضرت اسماء کا بیان ہے:

((فرجع الینا ابو بکر فجعل لا یمس شیئا من غدائرہ الارجع معه))

(مجمع الزوائد:6-15)

"جب حضرت ابوبکر لوٹے تو ان کے سر اقدس کو ہاتھ لگانے سے بال جھڑ جاتے تھے۔"

ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ کی قربانی بھی مثال ہے۔ اپنے آپ کو ہجرت سے روکے رکھا، جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی اطلاع دی تو اس پر خوشی میں رو دیے، پھر ہجرت میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا، اول سے آخر تک،

Marfat.com

جبل ثور کی غار میں بھی، حضرت عبداللہ بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر اور خادم ابوبکر عامر بن فہیرہ کی خدمات قابل توجہ ہیں۔ غار کے دھانے پر مشرکین کو دیکھ کر آپ ﷺ کے بارے میں حضرت ابوبکر پریشان ہو گئے تو آپ ﷺ نے حوصلہ دیا اور فرمایا:

((ما ظنك يا ابا بكر باثنين الله ثالثهما؟))

"اے ابوبکر! تمہاری کیا رائے ہے؟ ان دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔؟"

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں:

((الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثاني اثنين اذهما في الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينته عليه وايده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي العليا، والله عزيز حكيم))(التوبہ:40)

"اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا، جب دو میں سے دوسرا جب کہ وہ غار میں تھے اپنے دوست سے فرماتے تھے: غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کی بات اونچی ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

راستہ میں کس طرح چلے، کبھی آپ ﷺ کے دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے اور کبھی پیچھے حتیٰ کہ سراقہ بن مالک آ کر ملا، بدر کے دن آپ ﷺ کے ساتھ خیمہ میں ان کے سوا کوئی نہ تھا، جب کوئی کافر آپ ﷺ کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو تلوار سے اس پر حملہ آور ہوتے وہاں بہت سے واقعات رونپذیر ہوئے جو آپ کی سچی محبت پہ دلالت کرتے ہیں۔ پیچھے بھی ایسی روایات آئی ہیں جب ان کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہوتا تو رو پڑتے۔ حتیٰ کہ منقول ہے:

((انه مات بالسل))

"ابوبکر کا وصال ہجر میں لاغری کی وجہ سے ہوا۔"

یہ بھی منقول ہے:

((انه مات كمدا او حزنا))

"ابوبکر حضور ﷺ کے وصال کے غم میں فوت ہوئے۔"

رسالت مآب ﷺ نے حضرت ابوبکر کا مقام بیان فرمایا۔ حضور ﷺ کے بارے میں جو کچھ ان کے دل میں تھا انہوں نے وہ بیان کر دیا، حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

"ایک بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے وہ چاہے تو دنیا کو پسند کر لے چاہے تو بارگاہ خداوندی کو قبول کرے۔"

اس پر حضرت ابوبکر رو پڑے اور کہنے لگے:

((فديناك با بائنا وامهاتنا))

"ہمارے آباء و مائیں آپ ﷺ کی ذات پر قربان۔"

Marfat.com

ہمیں تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا: آپ ﷺ نے کسی بندے کا تذکرہ فرمایا ہے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا: ہمارے آباء اور مائیں آپ ﷺ پر قربان، حالانکہ جس ہستی کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور حضرت ابو بکر ہم سے زیادہ علم و معرفت رکھنے والے تھے۔

سب سے عزیز چیز انسان کے ہاں اس کی جان، اولاد اور مال ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر تذکرہ جہاد میں نفس کو مال سے پہلے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ دیگر مقامات پر جہاد بالمال کا ذکر جہاد بالنفس پر مقدم رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة)) (التوبہ: 111)

"بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے اہل اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کیلئے جنت ہے۔"

ایک مقام پر فرمایا:

((لکن الرسول والذین امنوا معہ جھدوا باموالھم وانفسھم)) (التوبہ: 88)

"لیکن رسول اور جوان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔"

سیدنا ابو بکر نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کروا دیا تو وہ تمام اہل ایمان کی والدہ قرار پائیں۔

رہا مال کا معاملہ تو حضرت ابو بکر نے کئی دفعہ سارا مال خرچ کر دیا خواہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت ہو یا مدینہ منورہ میں کوئی ضرورت پیش آئی ہو۔

اس سلسلہ میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مال صدقہ کرنے کا حکم دیا ان دنوں میرے پاس مال کی فراوانی تھی۔ میں نے سوچا اس موقع پر میں ابو بکر سے بازی لے جاؤں گا۔ میں نے آدھا مال حاضر کر دیا، آپ ﷺ نے پوچھا: اہل کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا: اس کے برابر چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابو بکر سارا مال لے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: گھر والوں کیلئے چھوڑا؟ عرض کیا:

((ابیت لھم اللہ ورسولہ))

"میں ان کیلئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔"

تو میں (حضرت عمر فاروق) نے کہا:

"میں کبھی بھی ابو بکر سے بازی نہیں لے جا سکتا۔"

اسے ابوداود، ترمذی، حاکم، دارمی اور بزار نے نقل کیا۔

ابن حبان نے صحیح میں سند صحیح کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

((انفق ابو بکر علی رسول اللہ ﷺ اربعین الفا)) (ابن حبان: 15-274)

"حضرت ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چالیس ہزار درہم خرچ کئے۔"

اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا فائدہ مجھے ابو بکر کے مال نے دیا اس قدر کسی کے مال نے نہیں دیا۔

Marfat.com

((بکی ابو بکر وقال ما انا و مالی الا لك))

''حضرت ابوبکر رو پڑے اور عرض کرنے لگے: میں اور میرا مال آپ ﷺ ہی کا تو ہے۔''

اسے امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن حبان نے اسانید صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ ترمذی نے اسے حسن کہا۔

حضرت ابو درداء سے منقول واقعہ کا آخری حصہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی:

((وواسانی بنفسه وماله))(بخاری ، فضائل الصحابه)

''اور اپنی جان و مال سے میرے ساتھ تعاون کیا۔''

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مرض وصال کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

((انه لیس من الناس احداً من علی فی نفسه و ماله من ابی بکر بن ابی قحافة))

(بخاری، کتاب الصلاۃ)

''لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر جان و مال میں احسان کرنے والے ابوبکر ابن ابی قحافہ ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ پر آپ کا مال و جان فدا کرنا اور ہر جگہ آپ ﷺ کو ہر شے سے مقدم رکھنا کئی مقامات اور جگہوں میں ثابت ہے۔ جب کفار قریش نے آپ ﷺ کو پریشان کیا تو ابو بکر صدیق نے ہی آپ ﷺ کا دفاع کیا، بہت سے صحابہ سے آپ ﷺ کی یہ قربانیاں منقول ہیں۔ بعض میں اس کی تفصیل ہے کہ ان کو بالوں سے کس طرح کھینچا گیا اور ان کو اتنا پیٹا گیا کہ چہرہ مسخ ہو گیا، بے ہوشی طاری ہوئی حتیٰ کہ قوم نے محسوس کیا کہ وصال ہو گیا ہے۔ ہم یہاں ایک روایت پر اکتفا کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے بارے میں فرمایا:

((ان امن الناس علی فی صحبته وماله ابا بکر ولو کنت متخذاً خلیلاً من امتی لا تخذت ابا بکر الاخلة الاسلام، لا یبقین فی المسجد خوتة الا خوتة ابی بکر))(بخاری، مناقب الانصار)

''وقت اور مال کے لحاظ سے جس نے سب سے زیادہ خدمت کی ہے وہ ابوبکر ہے، اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا مگر خلت اسلام ہے۔ مسجد میں ابوبکر کے دروازے کے علاوہ کسی کا دروازہ باقی نہ رہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی الفاظ یہ ہیں:

((ولکنه اخی وصاحبي وقد اتخذ اللّٰه عزوجل صاحبکم خلیلاً))(مسلم، فضائل الصحابه)

''لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں، تمہارے صاحب (رسول اللہ) کو اللہ عزوجل نے اپنا خلیل بنا رکھا ہے۔''

اسی بنا پر صدیق اکبر کا لقب پایا، صاحب ٹھہرے اور حضور نے کئی مقامات اور مجالس میں ان کے درجات کا تذکرہ فرمایا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے آپ خلیفہ بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اور دیگر صحابہ کے درجات مزید بلند فرمائے، ہمیں ان سے محبت عطا فرمائے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔ آمین

جناب عمر فاروق اور عشق محبت مصطفیٰ ﷺ:

ان لوگوں کا شمار عقلمندوں میں سے ہے جو کہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ محبت رسول اللہ ﷺ کا کمال ایمان کے ساتھ بلا واسطہ

Marfat.com

تعلق ہے۔ سنئے یہ ہیں رسول کریم ﷺ جو اپنی محبت اور اس کی حدود و مدارج کی وضاحت فرماتے ہوئے ہمیں آگاہ کرتے ہیں:

((لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))

آپ ہمیں سکھاتے ہیں کہ کیسی آپ کی محبت ہونی چاہیے اور یہ ہیں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق حق و سچ بولنے والے جو رسول اللہ سے عرض کرتے ہیں:

''اے اللہ تعالیٰ کے رسول! آپ یقیناً مجھے ہر چیز سے بڑھ کر پیارے ہیں، سوائے میری اپنی جان کے۔''

مگر رسول اللہ ﷺ انہیں یہ جواب دیتے ہیں:

((لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))

''نہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان جان ہے! جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں اس وقت تک تم کامل الایمان نہیں ہو سکتے۔''

حضرت عمر فاروق نے عرض کی: یارسول اللہ! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں تو رسول اللہ نے فرمایا: ''اب اے عمر! آپ اس درجہ پر پہنچے ہیں جو کمال ایمان کا درجہ ہے اور اب آپ کی محبت کامل محبت کہلانے کی مستحق ہے۔

ایک انصاری صحابیہ:

یہ انصار کی ایک عورت ہے جس کا بھائی، باپ اور خاوند جنگ احد میں شہید کر دیئے گئے۔ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کر رہے تھے۔ جب لوگوں نے اسے ان کی موت کی خبر سنائی تو اس نے کچھ پرواہ نہ کی، کیونکہ سلامتی رسول ہی اس کی تمنا اور اس کا مقصود زندگی تھا، جو ہر چیز سے پہلے بلکہ اس سے بھی پیشتر کہ وہ ان سب کی مصیبت کے بارے میں سوچتی اسے مشغول کیے ہوئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں دیکھتے ہی وہ چلا اٹھی:

''رسول اللہ کے ساتھ کیا کیا گیا۔؟''

وہ جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کی سلامتی کے بارے میں افسوس و اضطراب میں مبتلا تھی، جب لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ بحمداللہ تیری خواہش کے مطابق بخیر و عافیت اور صحیح و سالم ہیں تو اسی وقت آناً فاناً یہ خبر سن کر باوجود اپنی مصیبت کی شدت اور اپنی تکلیف کی زیادتی کے مطمئن ہو جاتی ہے اور کہتی ہے:

''خدارا! مجھے ان کا دیدار کرایئے تاکہ میں ان کی طرف ایک نظر بھر کے دیکھ لوں۔''

جب اس نے آپ کو دیکھا تو اپنا وہ مشہور کلمہ کہا جو ضرب المثل بن چکا ہے، مرورِ ادوار و تاریخ کے ساتھ ساتھ ایک جگمگاتا ہوا نور ہے جو اس انصاری عورت کے ایمان پر گواہ ہے اور وہ یہ ہے:

((کل مصیبة بعدك جلل یارسول اللہ!))

''یارسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت حقیر ہے۔''

اس انصاری عورت کے ایمان کی یہ کتنی دلکش تصویر ہے جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کی حدود، اس کے مراتب و مدارج اور اس کے کمال کے بارے ہمیں ایک دور رس سبق دیا ہے۔ جب ہم اس انصاریہ کا قصہ پڑھ رہے ہوتے ہیں تو ہم آج بھی اس محبت کے مراتب کو اور اس کی چاشنی کو محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

یہ وہ سچی محبت تھی جس کی مہک مرور تاریخ کے ساتھ ساتھ دم بدم تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو ہوتی جا رہی ہے۔

ابن الدشنہ اور عشق رسول:

اب سنئے زید بن الدشنہ کے بارے میں جس وقت انہیں مشرکین مکہ نے قتل کرنے کی غرض سے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابوسفیان نے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے ان سے کہنے لگے:

''اے زید کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ حضرت محمد اس وقت ہمارے پاس ہوتے اور ہم معاذ اللہ ان کی گردن مار دیتے اور تو اپنے گھر والوں میں آرام سے ہوتا۔؟''

زید نے جو جواب دیا وہ ابواب تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ وہ کچھ یوں تھا:

''نہیں نہیں ہرگز نہیں! بخدا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد کو کانٹا چبھے اور وہ تکلیف میں ہوں اور میں اپنے گھر والوں میں آرام سے بیٹھا رہوں۔''

یہ سن کر اس دن ابوسفیان بول اٹھا: میں نے لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو کسی سے اتنی محبت رکھتا ہو جتنی محبت اصحاب محمد کو محمد سے ہے۔

حضرت حبیب کی محبت:

تفحیھم میں سولی چڑھتے وقت بعینہ ایسا ہی قصہ، ایسی ہی ثابت قدمی اور ایسی ہی محبت حضرت حبیب کے بارے میں منقول ہے۔

غزوہ احد اور صحابہ کا عشق رسول:

اسی طریقہ سے صحابہ کرام جناب رسول اللہ کی مدافعت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے اور آپ پر قربان ہونے کے لیے اپنی روحوں وجسموں کا نذرانہ پیش کیا کرتے اور آپ ﷺ کی خوشی اور آپ کی راحت کی خاطر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے اور تکلیف کو آپ سے دور کرنے میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے۔

اور یہ غزوہ ہے جب کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنے جسم کے ساتھ ڈھانپ لیا اور آپ کے اوپر لیٹ گئے وہ کسی جنگ میں آپ کا دفاع کر رہے تھے۔ تیر آپ کی پشت پر آ کر لگتے تھے۔ وہ جناب رسول اللہ کے اوپر جھکے ہوئے تھے اور ابھی تک حضور کے سر مبارک کے اوپر ہی تھے کہ انہیں شہید کر دیا گیا۔

جنگ احد کے موقع پر حضرت طلحہ نے عرض کیا:

((نحري دون نحرك يارسول الله ﷺ))

''یارسول اللہ! آپ کے سینہ مبارک کے بدلے میرا سینہ حاضر ہے۔''

چنانچہ اسی دن ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔

ابو دجانہ نے بھی ایسا ہی کہا تھا تو ان کے سینے میں ایک تیر آ کے لگا اور ایسے ہی حضرت قتادہ کی زبان سے نکلا تھا اور ان کی ایک آنکھ میں تیر آ کے لگا۔ جناب رسول اللہ نے اسی وقت ان کی آنکھ کو درست فرما دیا۔

چنانچہ ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت ہو گئی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

((رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ))

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنے کیے گئے عہد کو اچھی طرح نبھایا اور جناب رسول اللہ کی محبت میں سچے ثابت ہوئے۔ اپنے محبوب رسول کی سلامتی کے لیے بڑی فراخدلی کے ساتھ اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔

یہ ان کی محبت کی صداقت اور ان کی وفا کی انتہا ہے۔ عقیدہ میں پختگی اور ثابت قدمی ہے۔

بلاشبہ انہوں نے ہمارے لیے محبت کی خوبصورت ترین تصویریں نقش کر دی ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین کامل تھا کہ بے شک نبی کریم ﷺ مومنین کی جانوں کی بہ نسبت بھی ان کے زیادہ قریب ہیں۔

اور وہ اس بات پر بڑا حرص رکھتے تھے کہ ان کی ساری خواہشات اور ان کے تمام تصرفات محض اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر لبیک کہنے کے لیے ہوں:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ))

اور زمانہ صلح اور زمانہ امن میں بھی وہ حضرات آپ ﷺ کے اتباع میں ایسے ہی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے جیسے جنگوں میں آپ کی مدافعت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی تمنا رکھتے تھے۔

وضو کا پانی حاصل کرنا:

اصحاب السیر نے ذکر کیا ہے کہ قریش نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک سفارت بھیجی۔ اس وقت آپ ﷺ حدیبیہ میں مقیم تھے۔ ان کے سفیر نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ وضو فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام جناب رسول اللہ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر مل رہے ہیں۔ جب وہ مکہ واپس آیا تو مکہ والوں سے یوں مخاطب ہوا:

"اے اہل مکہ! محمد کا خون کیسے بہایا جا سکتا ہے؟ ان کے اصحاب تو ان کے وضو کے قطروں کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے، وہ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے ہیں، جس کو اس پانی سے کچھ نہ ملے وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے کر اپنے چہرہ پر پھیر لیتا ہے۔"

حضرت علی اور عشق رسالت:

اور یہ حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔ اب ان کی سنیے، فرماتے ہیں:

((کان رسول اللہ احب الینا من اموالنا و اولادنا و ابائنا و امھاتنا من الماء البارد علی الظلماء))

"جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے مالوں، اپنی اولاد، اپنے باپوں، اپنی ماؤں اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیارے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو۔ اے میرے سردار! اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو خلق عظیم پر پیدا فرمایا ہے اور مومنین کے ساتھ بہت نرمی کرنے والا اور رحم کرنے والا بنایا ہے۔

اس حقیقت کو قرآن یوں بیان فرماتا ہے:

Marfat.com

((وانك لعلى خلق عظيم))

''اس میں کچھ انوکھا پن نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے۔''

وہ خود اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں۔اس نے تمام رسالتیں آپ پر ختم کر دیں اور آپ کو اس دن منصب شفاعت سے نوازے گا جس دن اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا اور اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے (یعنی اس کا علم وسیع ولا متناہی ہے)

((ان الله وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما))

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود پڑھو اور خوب سلام کرو۔''

امام مسلم نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو چن لیا اور کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے ہاشم کو بنی ہاشم سے مجھے۔''

تب تو اس بات میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ہی تکمیل ایمان ہے اور یہ وہ محبت تھی جس نے ان صحابہ کرام اور جوان کے راستہ پر چلے ان کے نزدیک اللہ کے دین کی خاطر اور نبی کریم سے مدافعت میں قربانی دینے کو اور اپنی جانیں نچھاور کرنے کو محبوب بنا دیا اور اسی قاعدہ وکلیہ کے مطابق مسلمان کا ہر عمل بجز حب رسول کے ناقص رہتا ہے اور اس کا ایمان نامکمل ہوتا ہے۔

یہاں اس کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان سے مطلوب ہے کہ اس کا ایمان اس کے دل اور اس کے جوارح میں کامل صورت میں موجود ہو۔ناقص ہرگز نہ رہنے پائیں،لیکن ایسا ایک ہی دفعہ فوری طور پر نہیں ہو جاتا۔ہمیشہ اس کی ابتداء قبول اسلام سے ہوتی ہے۔جب کہ ایک فرد اپنی زناب اور اپنے وجود کو دین کے تابع بنا دیتا ہے اور اس کے اعضاء کلمہ توحید اور جو کچھ جناب رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔پھر اس کے بعد ایمان کا نمبر آتا ہے۔مگر اس کے ساتھ ساتھ صحیح تربیت کا ہونا ضروری ہے اور یہی وہ صحیح تربیت ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں حب رسول کو اجاگر کرتی ہے اور اس ایمان کامل کی طرف ان کی راہنمائی کرتی ہے جو محبت رسول پر قائم ہے۔یہ وہ قرآن ہے جو ان اشخاص کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا حقیقت کو واضح کرتا ہے جو پہلی دفعہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔انہوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا مگر تا حال ایمان ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا۔چنانچہ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان فى قلوبكم

(الحجرات:۱۴)

''گنوار بولے: ہم ایمان لائے۔تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔''

بے شک کمالِ ایمان بجز آپ کی محبت اور بجز آپ کی تعظیم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے محقق نہیں ہوتا۔یہ تعظیم وہ تعظیم ہے جس میں نہ تو شرک کی آمیزش ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی ذات شریفہ میں اعتقاد ربوبیت ہوتا ہے۔جیسا کہ حدیث

Marfat.com

میں وارد ہوا ہے:

"میری مدح میں اس طرح غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا کہ وہ (معاذ اللہ) اللہ کے بیٹے اور وہ تین میں تیسرے ہیں اور یہ بہتان اور شرک عظیم ہے۔"

بے شک یہ ایک پاکیزہ اور عمدہ موقع ہے اس میں گھڑی بھر کے لیے ہم اپنے ایمانوں کو جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کی سیرت کی تلاوت اور آپ کے خصائص وخصائل سے آگاہی کے جذبہ وشوق سے بھر دیتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جیسا کہ آپ کا ماہ ولادت ہم پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ یہ مہینہ ہے جس میں آپ کا نور اس کائنات میں جلوہ فگن ہوا اور اس نے ساری کائنات کو روشن ومنور کر دیا۔"

اسے سعادتوں سے بہرہ ور کیا (سبحان اللہ) اسے کفر کی آندھیریوں سے اسلام کی روشنیوں کی طرف نکال لایا۔ کیا خوب ہے یہ یاد! ہمیشہ ہمیشہ اور تابدالاباد مبارک ہو مسلمان کا آپ کا یہ سرمایہ محبت اور پھر یہ یاد اس مہینہ میں سبحان اللہ کیسا شرف عظیم ہے یہ! سوموار کے دن روزے رکھنے کے بارے میں ایک سائل کے سوال کے جواب میں حدیث میں یوں آتا ہے:

((فقال رسول اللّٰه هذا يوم ولدت فيه وانزل على فيه))

"یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر وحی نازل کی گئی۔"

اور اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھاتے ہیں کہ نعمت والے دن (جس دن نعمت ملی ہو) نعمت کو یاد کرنا ایک کار مشروع ہے اور لائق ستائش فعل ہے۔ آپ پر صلوۃ وسلام ہوا ے میرے سردار! اے اللہ کے رسول!۔

☆☆☆

باب نمبر 4:

خصوصیات مصطفیٰ ﷺ

سب سے زیادہ صاحب عزت:

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں رسول اللہ ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند کیا ہے کہ کوئی بھی خطیب، کوئی شہادت دینے والا اور کوئی پیغامبر ایسا نہیں مگر وہ اس کلمہ:

(("اشهدأن لا اِلٰه اِلا اللّٰه وأن محمدًا رسول اللّٰه"))

کا ورد کرتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کون سی عزت افزائی اور تعظیم ہو سکتی ہے؟ قاضی عیاض نے "شفا" میں فرمایا ہے کہ آپ کے خصائص اور آپ کے انعامات خداوندی میں سے جو کچھ ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کا نام لے کر یوں پکارا: یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا داؤد، یا عیسیٰ، یا ذکریا، یا یحییٰ مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو درج ذیل خطابات سے نوازا:

((یاایھاالنبی یا ایھاالرسول، یا ایھاالمزمل یاایھاالمدثر))

عظیم محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے آپ کے کسی کی زندگی کی قسم ارشاد نہیں فرمائی، کیونکہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے نزدیک آپ ساری مخلوق سے بڑھ کر معزز و مکرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((لعمرك)ومعناه وبقائك يا محمدوقيل وعيشك وقيل وحياتك))(الحجر:۷۲)

''اے محبوب! تیری عمر کی قسم، یعنی اے محمد تیری بقاء کی قسم! بعض نے کہا کہ تیری زندگی بسر کرنے اور تیری حیات کی قسم۔''

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے:

((ماخلق الله تبارك وتعالىٰ وماذرأومابرأنفساأكرم عليه من سيدنامحمدصلى الله عليه واله وسلم))

''اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے زیادہ مکرم اور عزت والا کسی جان کو پیدا نہیں فرمایا۔''

انبیاء سے وعدہ:

اس طرح اللہ تعالیٰ کا آپ کے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لینا آپ کی تعظیم کے پیش نظر تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

((واذأخذ الله ميثاق النبيين لماأتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لمامعكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم وأخذتم على ذلكم اصرى قالوا أقررناقال فاشهدواوأنامعكم من الشهدين فمن تولى بعدذلك فاولئك هم الفاسقون))

''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، کیا تم نے قرار کیا اور اس میں میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو اس کے بعد جو اس عہد سے منہ پھیرے گا تو وہی بے حکم لوگ ہیں۔''

پانچ خصوصیات:

اس کے بعد حدیث میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کے فاصلے سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ ساری روئے زمین میرے لئے مسجد بنادی گئی، میرے امتی پر جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہ وہیں نماز ادا کرے۔ میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھیں۔ ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام ساری انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے حق شفاعت عطا کیا گیا ہے۔

(اس حدیث پر ''بخاری'' و''مسلم'' کا اتفاق ہے۔ ''شرح الکرمانی علی صحیح البخاری'' جلد ۴، صفحہ ۷۹، ''تفسیر الطبرانی'')

ختم نبوت:

بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

''مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، نبوت و رسالت مجھ پر ختم کردی گئی ہے اور میں تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہوں۔''

قرآن حکیم میں ہے:

Marfat.com

((ماکان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شی علیما))

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پیچھے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔''

کچھ اور خصوصیات:

محدثین نے بیان کیا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری امت تمام امتوں میں سے بہتر بنائی گئی جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہے۔''

ہوسکتا ہے کہ کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے اس ارشاد:

((انادعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسی)) (''طبقات ابن سعد'' ا تا ۹۲)

کا معنی پوچھے تو ''محفل سیرت کے دن'' جس شخص نے ان سے گفتگو کرنے کا ذمہ لیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کے سامنے اس فرمان کی خوب وضاحت کرے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ انہیں سنائے اور قرآن حکیم کی یہ آیت بھی ان پر تلاوت کرے:

((ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوعلیھم ایاتك ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویذکیھم انك انت العزیز الحکیم)) (البقرۃ ۱۲۹)

''اے ہمارے پروردگار اور بھیج ان میں ایک رسول جو انہی میں سے ہو کہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔''

اس آیت کی تشریح اس روایت سے ہوتی ہے جس کو ابن جریر نے حضرت ابو العالیۃ سے روایت کیا ہے:

((''قیل لہ قد استیجب لك وھو کائن اخر الزمان''))

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تو ان سے فرمایا گیا: تمہاری دعا قبول ہوئی اور وہ نبی آخری زمانے میں تشریف لائیں گے۔''

دعائے ابراہیم و بشارت عیسیٰ:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ کی نبوت کی ابتدا کیسے ہوئی؟''

فرمایا: ''میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی بشارت۔''

(طبقات ابن سعد ا' ۹۶)

ابن سعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت براہیم علیہ السلام کو یہ حکم ہوا کہ حضرت ہاجرہ کو شام سے کسی اور طرف لے جائیں تو آپ کو براق پر سوار کیا گیا، آپ جب بھی کسی خوبصورت، نرم اور ہموار زمین سے گزرتے تو فرماتے: اے جبرائیل! کیا میں اتروں؟ تو جبرائیل جواب دیتے: نہیں۔ حتیٰ کہ آپ مکہ پہنچے تو جبرائیل

Marfat.com

نے کہا:

((انزل هنا یاابراهیم قال حیث لاضرع ولا زرع قال نعم هنا یخرج النبی الذی من ذریته ابنك الذی تتم به الکلمته العلیاء)) (طبقات ابن سعد "۱/۱۰۷")

"اے ابراہیم! یہاں اتریئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ایسی جگہ جہاں نہ کوئی مویشی ہے نہ کھیتی؟ تو جبرائیل نے کہا: ہاں! یہاں سے ہی وہ نبی ﷺ ظاہر ہوں گے جو آپ کے بیٹے کی اولاد سے ہیں، انہی کے ذریعے سے دین اسلام کی تکمیل ہوگی۔"

محمد بن کعب القرظی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر نکلیں تو ایک ملنے والا ان سے ملا اور اس نے کہا: اے ہاجرہ! تیرا یہ بیٹا بہت سے قبائل کا باپ ہوگا اور اس کی قوم اور نسل سے حرم کے رہنے والے نبی ہوں گے۔

شب معراج:

ممکن ہے کہ کوئی یہ بھی سوال کرے کہ رسول اللہ ﷺ نبیوں کے امام کیسے بنے تو ان سے معراج کی شب آپ کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر اور وہاں بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کروانے کا سارا واقعہ بیان کیجئے۔ بیٹوں کو اس حقیقت سے بھی آگاہ ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ وہ بہترین ہستی ہیں جنہوں نے ایمان وامانت کا حق ادا کر دیا، امت کی خیر خواہی کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مسلسل جہاد کیا۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ یہ کیسے ہوا؟ انہیں یہ بتایئے وہ تمہاری طرف پوری توجہ دیں گے۔ تم ان سے عظیم اور رفیع القدر رسول اور عظیم الشان نبی کی بلند پایہ جدوجہد کا واقعہ بیان کرو اور ان کو یہ سارے جلیل القدر واقعات سننے کا موقع فراہم کرو۔

اخلاق وعادات:

اس طرح وہ حضور علیہ السلام کی ان مشکلات اور تکالیف سے آگاہ ہوں گے جو آپ کو اس وقت پیش آئیں جب آپ اپنی دعوت کو ایک ایسی قوم میں پھیلا رہے تھے جن کے دلوں کو جہالت نے زنگ آلود کر دیا تھا، بت پرستی ان کی عقلوں پر غالب آچکی تھی، جن کی بناء پر بصیرت و بصارت دونوں سے محروم ہو چکے تھے۔ انہیں بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز کلمہ پاک اور اچھے وعظ کے ساتھ فرمایا اور بڑے احسن طریقے سے اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کیا۔

آپ ﷺ نہ تو سخت گیر تھے، نہ سنگدل اور نہ ہی سرکش ومتکبر بلکہ آپ میں تو مہربانی، نرمی، بردباری، صبر، تواضع، خودداری اور مردانگی کے اوصاف پائے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی قوم کو سیدھے راستے پر لگانے کے لئے تمام ممکنہ وسائل استعمال کئے۔ تلوار صرف اس وقت اٹھائی جب آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو مبتلائے عذاب کیا گیا اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور مشرکین کے ہاتھوں آپ اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ جنہوں نے ان کے مالوں کو لوٹا تھا، ان کے جسموں کو مبتلائے عذاب کیا گیا تھا، عزتوں کو حلال ٹھہرایا تھا، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تھا، اور آخر کار انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور اپنے اہل وعیال اور اپنے وطنوں کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

Marfat.com

حکم جہاد:

بعدازاں مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنگ کرنے کی اجازت دی، جیسا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا فرمان ہے:

((أذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وأن الله على نصرهم القدير))

''جہاد کی اجازت دیجئے انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں۔ یقیناً ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔''

جنگ کی یہ اجازت اس کے بعد ملی جب کہ قریش اپنی گمراہی میں حد درجہ کو پہنچ گئے اور اپنی مسلمان اور اسلام دشمنی اور کفر میں بہت دور چلے گئے تو آپ ﷺ اپنے دین کو لے کر مکہ معظمہ سے یثرب کی طرف مہاجر فی سبیل اللہ کی حیثیت سے نکلے۔ یہ وہ یثرب ہے جو آپ کے وجود مسعود کی برکت سے مدینہ منورہ کہلانے لگا۔ وہاں جب گمراہ یہودیوں نے آپ سے دھوکا کیا اور اپنے عہدوں میں خیانت کی تو آپ نے بت پرستی کے قلعوں کو مسمار کر دیا، تلوار کے ساتھ ان کی سرزنش کی اور مدینہ منورہ کو ان سے پاک کر دیا۔ بعدازاں وہاں ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی اور اسے ساری روئے زمین پر دین حق کو پھیلانے کا مرکز بنا دیا اور آپ دین اسلام کی اشاعت کے لئے زندگی کے آخری لمحے تک جہاد فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے وصال کا وقت آیا تو اس وقت بھی آپ بلادِ روم کی طرف بھیجے جانے والے لشکر اسامہ کو تیار فرمار ہے تھے۔

رسول اللہ کا مقام مسلمانوں کے ہاں:

اس حقیقت سے بھی آگاہی ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل ارشاد میں بیان فرمایا ہے:

((النبی اولی بالمومنین من انفسهم))

''یہ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہیں۔''

اور ہمارے لئے مذکورہ بالا آیات کے معانی کا جاننا بہت ضروری ہے کہ آپ ﷺ انسانیت کی بھلائی کے لئے کس قدر حریص تھے اور انہیں دنیا وآخرت کے عذاب سے بچانے اور ان کی خیرخواہی کے لیے کتنی قربانی دینے والے تھے۔ لوگوں کو یہ حدیث پڑھ کر سنایئے جس میں آپ کی قوم کے ساتھ آپ کے مبارک طرز عمل کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: ''میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی ہو اور جگنوؤں اور پتنگوں نے اس میں گرنا شروع کر دیا ہو اور وہ انہیں آگ سے دور کر رہا ہو اور میں تمہیں آگ سے بچانے کے لئے تمہاری کمر بند پکڑے ہوئے ہوں درآنحالیکہ تم میرے ہاتھوں سے نکل کر اس میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔ ان کے سامنے وہ تصویر پیش کیجئے جو اس کی مکمل ترجمانی کرتا ہو تاکہ نوعمر بچوں اور بچیوں کے ذہنوں میں گھر کر جائے اور جوانوں اور بوڑھوں کے دل کی دھڑکن بن جائے۔ بے شک یہ ان کے لئے حفاظت ونجات کا ذریعہ ہے۔ ان میں سے اگر کوئی فساد کے گڑھے کے قریب پہنچ جائے یا ایسے گناہ کا ارادہ کرے جس پر عذاب خداوندی کا سزاوار ٹھہرے تو یہ تصویر کشی ان کے لئے مضبوط قلعے کا کام دے گی۔ اپنے بیٹوں اور بیٹیو کے دلوں میں جناب رسول اکرم ﷺ اور آپ کی پاک باز آل کی محبت کا بیج بویئے اور انہیں آپ کا یہ قول مبارک پڑھ کر سنایئے:

((من احبنی فقداحب الله ومن اطاعنی فقداطاع الله))

Marfat.com

''جس نے مجھ سے محبت کی اس نے درحقیقت اللہ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

اورانہیں اس طرف متوجہ کیجئے کہ آج جس پاکیزہ عقیدہ اور شریعت کاملہ عادلہ سے انسانیت مستفید ہورہی ہے اس میں انسان کی امن وسلامتی کا راز مضمر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا باعث ہے اور نیز اس کا سہرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر ہے۔

ایک صوفی بزرگ نے فرمایا:

''میں نے مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارکہ سے نہایت باریک دھاگے نورانی نکلے ہوئے ہیں اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق ہے۔ اور اس تعلق اور رابطہ کی بنا پر وہ اسلام اور ایمان پر ثابت ہے۔ اگر وہ رابطہ منقطع ہوجائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔''

اس کشف کا متعدد اہل عصر نے انکار کیا تو اس بزرگ نے کہا:

''اچھا! مجھ کو اجازت دو کہ میں تم لوگوں کے دھاگے توڑ دوں اور تمہارے اور جناب رسول اللہ کے درمیان حائل ہوجاؤں۔''

انہوں نے کہا:

''آپ ضرور یہ کریں۔''

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہ سکے۔ کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی دہریہ ہوگیا۔ العیاذ باللہ۔''

افضل الرسل ماننا:

رسول اور نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت یقینی اور قطعی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((تلك الرسول فضلنابعضهم على بعض))

''یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔'' (سورۃ البقرۃ)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' (پارہ نمبر ۵، پارہ نمبر ۱۷)

باقی رہا یہ کہ رسل اور انبیاء کے مراتب میں ایک دوسرے پر فضیلت کا امتیاز اور اس کی تفصیل تو یہ امکان بشریت سے خارج ہے۔

ہمارا اعتقاد اجمالی اور مبہم طور پر صرف اس قدر ہے کہ مابین المرسلین والانبیاء تفاضل ثابت ہے۔

اس قدر عقیدہ لازمی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں سے افضل ہیں۔

حضرت حسان فرماتے ہیں:

ویضم الالہ اسم النبی الی اسمہ
اذ قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلیہ
فذو العرش محمود و ھذا محمد

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے نام کو اپنے نام سے ملایا ہے، جبکہ موذن پانچ وقت اذان میں ''اشھد'' کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے ان کا نام مشتق کیا ہے تاکہ اس کو ظاہر کرے۔ پس عرش کا مالک محمود ہے تو اس کے نبی کا نام محمد ہے۔''

Marfat.com

خاتم النبیین ماننا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین و مرسلین ماننا لازم ہے۔ یہ عقیدہ اسلامی عقائد میں اساسی درجہ رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

((ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین))

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

اور فرمایا:

''میرے بعد چالیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

''مجھ پر رسالت اور نبوت ختم ہوگئی۔''

رسولوں پر ایمان سے مراد اس حقیقت کا پختہ یقین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کو بنی نوع انسان تک پہنچانے اور انہیں توحید باری تعالیٰ سے روشناس کرانے کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور ان انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچایا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((لقد ارسلنا رسلنا بالبینت))(سورۃ الحدید: آیت 25)

''تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے احکام دے کر بھیجا۔''

محبت ایک ایسی کیفیت، ایک جذبہ ہے جو کسی کے بارے میں دل میں جاگزیں ہو۔ پھر محبت کرنے والے کا دل خیال محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا بے بس کر دیتا ہے کہ محبوب کی یاد اور اس کے اشتغال کے سوا چارہ ہی نہیں رہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محبّ کی اپنی کوئی پسند و ناپسند نہیں رہتی، بلکہ وہ محبوب کی پسند ہو وہ طبعاً پسند ہو جاتی ہے اور جو شے محبوب کو پسند نہ ہو وہ طبعاً ناپسند ہو جاتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء و رسول مبعوث فرمائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ کو چونکہ خاتم النبیین مبعوث کیا گیا، اس لئے تمام شریعتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اب ہر انسان کیلئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جائے اور آپ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور

Marfat.com

رحیم))(سورۃ آل عمران ، آیت 31)

''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اسلامی احکام پر عمل کرنے کیلئے آنحضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انتہائی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی احکامات الٰہی ماننے کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم صرف زبان سے ہی کہتے رہیں گے کہ ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے، لیکن عملاً آپ کی ااطاعت نہیں کریں گے تو ہم آپ سے محبت کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یتلوا علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین))(سورۃ آل عمران ، آیت 164)

''جو انہیں اس (قرآن) کی آیتیں پڑھ کرسناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

عملی نمونہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کرنا گمراہی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم))(سورۃ محمد :آیت 33)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی ااطاعت کرو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت رسول کتنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ اس کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھی اطاعت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی عمل خواہ کتنا ہی بہتر سے بہتر کیوں نہ ہو اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کے مطابق نہیں ہوگا، وہ عمل رائیگاں اور برباد ہے۔

مزید فرمایا:

((من یعص الله ورسوله فقد ضل ضللاً مبیناً))(سورۃ احزاب ، آیت 36)

''(یاد رکھو) جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله))

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی ااطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اطاعت الٰہی کی واحد عملی صورت ہے۔ رسول اس لئے مطاع ہے کہ وہی ایک

Marfat.com

مستند ذریعہ ہے، جس سے ہم تک اللہ کے احکامات اور فرامین پہنچتے ہیں۔ہم اللہ کی اطاعت صرف اسی طریقے سے کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں،کوئی اطاعت الٰہی اور رسول کی سند کے بغیر معتبر نہیں ہے اور رسول کی پیروی سے منہ موڑنا اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔

محبت واطاعت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ان رسول الله ﷺ قال لا يؤمن احد كم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم میں سے کوئی بھی سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

اس حدیث پاک سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کتنی مقدم اور ضروری ہے۔انسان کو لامحالہ طور پر اپنی اولاد سے، اپنے ماں باپ سے اور دیگر جاننے والوں سے کتنی محبت اور چاہت ہوتی ہے۔وہ اپنی اولاد اور ماں باپ کی ذراسی خوشی کیلئے سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ان میں سے کسی کو ذراسی تکلیف ہوتی ہے تو پریشان ہو جاتا ہے، لیکن ان تمام قسم کی محبتوں سے اعلیٰ وارفع محبت ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ جب تک سورج طلوع نہ ہواس وقت تک نئے دن کا آغاز نہیں ہوتا۔سورج کی روشنی سے ہی دن کا اجالا شروع ہوتا ہے۔اسی طرح جب تک انسان کے اندر اس کی محبوب ترین چیز سے بھی زیادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ سے محبت نہ ہو جائے وہ ایمان کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلث من كن فيه وجد حلاوة الايمان ، ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما ان يحب المرء لا يحبه الا الله ان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار))

''جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔اللہ اور اس کے رسول سے اس کی محبت تمام لوگوں سے زیادہ ہو۔ وہ جس شخص سے محبت کرتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔وہ کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جس طرح دوزخ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب توجہ فرمائی تو حضرت عمر فاروق میں ایک انقلاب رونما ہوگیا۔بارگاہ رسالت میں حضرت عمر نے عرض کیا:

Marfat.com

''اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا۔! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہیں۔''
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی توجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ انقلاب برپا کر دیا اور آپ کہاں سے اٹھے اور ایمان کی کن بلندیوں پر فائز ہوئے، فرمایا:
''اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور انہیں شعور اور عقل عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے انبیاء ورسول کو مبعوث فرمایا۔ انبیائے کرام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود انبیاء کی رہنمائی فرماتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ تمام انبیاء کرام سے اعلیٰ اور منفرد ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری بنی نوع انسان کیلئے اسوۂ کامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما ارسلنك الا رحمة للعالمين))(سورة الانبياء :آیت 107)
''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

مقام رسالت از روئے قرآن:

1: قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر مقام رسالت کو بیان کیا گیا ہے اس سلسلے میں قرآن کریم کی چند آیات پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب))
(سورۃ الحشر: آیت 7)
''اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

2: ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله رسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امر هم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللاً مبيناً))(سورة الاحزاب :آیت 36)
''کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

3: سورۃ النساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً))(سورة النساء :آیت 65)
''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

4: سورۃ آل عمران آیت 81 میں ہے:

Marfat.com

((واذاخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه))(سورة آل عمران ، آيت 81)

''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔''

5: سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم))(سورة آل عمران ، آيت 31)

''کہہ دیجئے! (اے محمد!) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔''

قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ جن کا تفصیلی جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقام رسالت کو واضح طور پر بیان فرمادیا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ مقام رسالت کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں مقام رسالت:

1: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔ اس سلسلے میں مہاجرین اور انصار کے مابین اختلافات شروع ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔''

ارشاد نبوی سنتے ہی فریقین نے تسلیم کرلیا۔ اس طرح خلافت کا مسئلہ فوراً حل ہوگیا۔

2: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ تورات کے چند اوراق لے کر پڑھنے لگے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہونے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق سے فرمانے لگے:

''کیا تم نبی اکرم کے رخ انور کی طرف نہیں دیکھتے۔؟''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر تم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی تابعداری کرو تو تم راہ مستقیم سے بھٹک جاؤ اور بالفرض اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔'' (مشکوۃ المصابیح)

ائمہ کرام کی نظر میں مقام رسالت:

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور صحابہ کرام کی نگاہ میں واضح طور پر مقام رسالت پیش کیا گیا، اب ائمہ کرام کی نظر میں مقام رسالت دیکھتے ہیں۔

1: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرمان سر آنکھوں پر ہے۔''

2: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی باتیں غلط اور صحیح ملی جلی نہ ہوں، پھر اس کی اچھی باتیں قبول اور نا درست باتیں نا قبول نہ کی جاتی ہوں۔ سوائے حضرت محمد کے، کہ آپ کے سب ارشادات برحق ہیں۔''

3: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر تم میری کتاب میں کوئی بات سنت رسول کے خلاف پاؤ تو میری بات کو چھوڑ دو اور سنت نبوی کو پکڑ لو۔''

منصبِ ختم المرسلین

سورۃ احزاب کی آیت 46,45 میں ارشاد ربانی ہے:

((یاایھاالنبی انا ارسلنك شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً))

''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکتا سورج بنا کر بھیجا ہے۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین بہتان تراشیاں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتا ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ آپ کو ہم نے یہ کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں، آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان افتراء کے طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ بگاڑ سکیں، لہٰذا آپ بہتان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں، نہ ہی ان کے پروپیگنڈے کو پر کاہ کے برابر کوئی وقعت دیں، اپنے فرائض منصبی ادا کیے جائیں، اس کے ساتھ ضمناً تمام خلق کو جس میں مومن کافر سب شامل ہیں بتایا گیا ہے کہ ان کا سابقہ کسی معمولی انسان سے نہیں ہے، بلکہ ایک بہت بڑی شخصیت سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔

اس آیت میں نبی اکرم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تا کہ آپ پر بھی واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں۔

اس آیت میں ان پانچ صفات یا پانچ قسم کے فرائض منصبی کا ذکر کیا گیا ہے:

1: شاہد۔ 2: مبشر۔ 3: نذیر۔ 4: داعی الی اللہ۔ 5: سراج منیر۔

شاہد:

شاہد وہ ہوتا ہے جو شہادت دے، جس نے کسی واقعہ کی اطلاع دی ہو اور وہ واقعہ اس طرح بیان کرے کہ گویا اس نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

امام راغب اصفہانی کے بقول:

((الشھادۃ والشھود الحضور مع المشاھدہ انما بالبصر او البصیرۃ))

''شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی، خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بالبصیرت۔''

Marfat.com

اس آیت میں لفظ شاھد سے تین قسم کی شہادت مراد ہے:

1: قولی گواہی۔ 2: انبیاء پر گواہی۔ 3: اس امت پر گواہی۔

قولی گواہی یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دین جن حقائق اور اصولوں پر مبنی ہے، ان کی صداقت کا گواہ بن کر کھڑا ہو اور دنیا سے صاف صاف کہہ دے کہ وہی حق ہے اور ان کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل شہادتیں آسکتی ہیں:

اللہ کی ہستی اور اس کی توحید' ملائکہ کا وجود' وحی کا نزول جس کو لوگوں نے نہیں دیکھا نبی اس پر گواہی دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی دے کر بھیجا گیا کہ احوال آخرت، جنت، دوزخ' حساب کتاب اور پل صراط جن کو ہم نے نہیں دیکھا اس پر شہادت دیں کہ ایسا ہوگا۔

اخلاق، تہذیب اور تمدن کے جو تصورات، اقدار، اصول اور ضابطے اللہ نے ان پر منکشف کیے ہیں انہیں اگر ساری دنیا غلط کہتی رہے اور ان کے خلاف چل رہی ہو تب بھی نبی کا کام یہ ہے کہ انہی کا اعلان پیش کرے۔

جو کچھ اللہ کی شریعت میں حلال ہے نبی اس کو حلال ہی کہیں، خواہ ساری دنیا اس کو حرام سمجھتی ہو اور جو کچھ اللہ کی شریعت میں حرام ہے نبی اس کو حرام ہی کہیں خواہ دنیا اس کو حلال ہی کہے۔

انبیاء کرام پر شہادت یہ کہ نبی اپنی پوری زندگی میں گواہی دیں گے کہ واقعتاً ہر رسول نے اپنا اپنا پیغام پہنچا دیا تھا۔

قرآن پاک میں ہے:

((فکیف اذاجئنا من کل امة بشیھد وجئنا بك علی ھولاء شھیداً))

''پس کیا ہوگا ہر امت پر ایک گواہ ہوگا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔''

ایک اور جگہ قرآن پاک میں آتا ہے:

((یوم نبعث فی کل امت شھیداً علیھم من انفسھم وجئنابك شھیداً علی ھولاء))

''قیامت کے دن ہر امت پر ایک گواہ ہوگا انہی میں سے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔''

قیامت کے روز نوح علیہ السلام پیش ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا:

''کیا آپ نے ہمارا پیغام امت کو پہنچا دیا تھا۔؟''

تو وہ عرض کریں گے:

''میں نے پہنچا دیا تھا۔''

پھر ان کی امت پیش ہوگی تو وہ ان سے انکار کرے گی۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا:

''آپ اپنے دعوے پر شہادت پیش کریں۔''

وہ عرض کریں گے کہ امت محمد یہ اس پر گواہ ہے تو امت نوح علیہ السلام اس پر جرح کرے گی کہ یہ ہمارے معاملے میں کیسے گواہی دے سکتے ہیں، جبکہ یہ تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ امت محمد یہ جواب دے گی:

''بے شک ہم اس وقت موجود نہ تھے، مگر ہم نے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔''

Marfat.com

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کے ذریعے تصدیق وتوثیق کریں گے کہ ہاں یہ بات تھی۔
شاھد کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی تبلیغ کا آپ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔قیامت کے دن جب کہ ان کے زمانہ کے لوگ اپنے بچاؤ کے لیے ان کی تبلیغ سے انکار کریں گے تب آپ اپنی گواہی سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے اپنا فرض تبلیغ کما حقہ ادا کر دیا تھا۔

اپنی امت پر گواہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو اس امت کی شہادت دیں گے کہ جو پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے اوران کے سامنے اپنے قول اور عمل سے حق واضح کردینے میں کوتاہی نہیں کی۔اسی شہادت پر فیصلہ کیا جائے گا کہ ماننے والے کس جزاء کے اور نہ ماننے والے کس سزا کے مستحق ہیں۔
قرآن پاک میں ہے:

((و کذلك جعلنكم امةً وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً))

''اوراسی طرح ہم تم کو درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بنا پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر روز صبح وشام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک بار پیش کیے جاتے ہیں۔

<u>مبشر:</u>

مبشر کے معنی ہیں: خوشخبری دینے والا۔یعنی جو لوگ اللہ کے احکام کو مان لیں گے ان کے لیے خوشخبری دینے والا۔
نذیر: ڈرانے والا خبردار کرنے والا۔اس انداز سے کہ لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ راہِ حق ہے اور یہ راہِ ضلالت۔جو حق ہے اس کا انجام یہ ہے اور جو دوسری راہ ہے اس کا انجام یہ ہے۔
نبی کا کسی کام پر بشارت دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ جس احکم الحاکمین کی طرف سے وہ بھیجا گیا ہے وہ اس کام کے پسندیدہ اور مستحق اجر ہونے کا اعلان کر رہا ہے کہ اس کا کرنے والا ضرور اجر پائے گا اور کسی کام کے برے انجام کی خبر دینا کہ قادر مطلق اس کام سے منع کر رہا ہے لہٰذا وہ ضرور گناہ اور حرام ہے اور یقیناً اس کا مرتکب سزا پائے گا۔
جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یہ آیت سنا کر فرمایا کہ تم لوگ یمن کو بھیجے جاتے ہو، جاؤ لوگوں پر سختی مت کرنا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((و داعياً الى الله باذنه))

داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔
باذنہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت دی ہے وہ آپ کی اپنی خودساختہ نہیں بلکہ دعوت الٰہیہ ہے۔یہاں مستشرقین کے سوال کا جواب بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام آپ کا اپنا قائم کردہ نظام ہے۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین......رؤف ورحیم:

☆: ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں مانگنے آیا۔آپ نے اس کا دامن مراد بھر دیا اور پھر اس سے پوچھا: کیا میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: آپ نے اچھا معاملہ نہیں کیا۔اس وقت جو مسلمان وہاں موجود تھے،اس کی یہ بات سن کر غضبناک ہو گئے اور بدو کی طرف بڑھے مگر آپ ﷺ نے انہیں رک جانے کا حکم دیا۔اس کے بعد آپ ﷺ اٹھے،اپنے کاشانہ مبارک میں داخل ہوئے۔بدو کو بلا بھیجا اور پہلے کی نسبت اسے زیادہ مال عطا کیا۔پھر اس سے پوچھا: کیا میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے؟ بولا: ہاں! بے شک۔اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اہل وعیال اور خاندان والوں کی طرف سے اچھا بدلہ دے،تو آپ نے اعرابی سے فرمایا: تو نے جو کہا ہے سو کہا ہے مگر میرے صحابہ کے دلوں میں اس بارے میں خلش پائی جاتی ہے، اگر تو چاہے تو ان کے سامنے بھی وہی کچھ کہہ دے جو میرے سامنے اب کہہ رہا ہے تاکہ تیرے خلاف جو ان کے دلوں میں ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔

بدو نے عرض کیا: سرکار! میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔جب دوسرے دن حضور علیہ الصلوٰۃ السلام تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا: اس بدو نے جو کہا سو کہا مگر ہم نے اسے زیادہ مال دیا ہے۔اب وہ راضی ہو چکا ہے۔چنانچہ بدو نے وہی کلمات صحابہ کرام کے سامنے دہرادیئے جو انہوں نے آپ علیہ السلام کے سامنے کہے تھے۔اس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اور اس آدمی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی ایک اونٹنی ہو اور وہ اس سے بھاگ گئی ہو۔لوگوں نے اسے پکڑنے کے لئے اس کا پیچھا کیا مگر اس سے وہ اور بدک گئی۔اس منظر کو دیکھ کر اونٹنی کے مالک نے کہا: لوگو مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو میں تمہاری بہ نسبت اس سے زیادہ نرمی کرنے والا ہوں اور اس کو زیادہ جانتا ہوں۔چنانچہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور اونچی جگہ سے اسے پکڑنے اور اپنی طرف لوٹانے کی کوشش کی۔وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔اونٹنی اس کے پاس آگئی،اس نے اسے بٹھالیا اور کجاوا کس کر سوار ہو گیا۔فرمایا: اگر میں تجھے اجازت دے دیتا کہ جو کچھ اس نے مجھ سے کہا ہے اس بناء پر تم اسے قتل کر دیتے تو وہ جہنم میں چلا جاتا۔(''السیرۃ''،جلد ا ص ۴۷)

☆: اسی طرح ایک لڑکی کا واقعہ ہے جو آپ کو اس حال میں ملی کہ رو رہی تھی۔رونے کا سبب یہ تھا کہ اس کے مالک نے اسے آٹا خریدنے کے لئے جو پیسے دیئے تھے وہ انہیں گم کر بیٹھی تھی۔آپ نے آٹا خریدنے کے لئے اسے پیسے بھی دیئے اور اس کے ساتھ اس کے مالک کے پاس گئے اور بڑی نرمی اور مہربانی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی جس سے متاثر ہو کر اس نے لڑکی سے نرم رویہ اختیار کیا اور اسے معاف کر دیا۔اسی قبیل سے چھوٹوں کے ساتھ آپ کا طرز عمل اور ان پر رحمت اور شفقت کے واقعات ہیں۔چنانچہ اسی سلسلہ میں ہم یہ بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ کیسے آپ کی نواسوں میں سے ایک نواسہ جلدی سے آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتا ہے جبکہ آپ سجدہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔آپ اپنے سجدہ کو لمبا کر لیتے ہیں مگر ان کو پریشان نہیں کرتے۔اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوتی تھی جبکہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور کسی بچے کے رونے کی آواز آپ کے کانوں میں آتی تو آپ اپنے نماز کو مختصر کرتے ہوئے،اس آواز کی طرف چل پڑتے تھے تاکہ اس بچے کے پاس بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیے جو اس کے رونے کے عالم میں اس پر رحم کرنے والا ہو۔

Marfat.com

☆: ایک دفعہ ایک شخص یہ کہتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ یا رسول اللہ! میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں مگر اس کی طاقت نہیں ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کرتا ہے: ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا:

((قابل الله فی برهما فاذا فعلت ذلك فانت حاج ومعتمر ومجاهد وفی روایته اخری قال ''ففیهما فجاهد''))

''تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر اس حال میں کہ تو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہو۔ پس اگر تو ایسا کرے گا تو گویا کہ تو حج کرنے والا، اور عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہوگا۔''

دوسری روایت میں ہے: ان دونوں میں ہی جہاد کو یعنی ان کی خدمت کر۔ آپ کی رحمت بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ حیوانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ آپ کے نزدیک حیوان بھی مہربانی اور شفقت کے مستحق ہیں بلکہ اس لحاظ سے تو وہ رحمت شفقت کے تو بہت زیادہ محتاج ہیں کہ وہ نہ تو شکایت کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے دکھ درد کا اظہار ہوتا ہے۔

☆: حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کسی انصاری کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ موجود تھا، جونہی اس نے آپ کو دیکھا تو بڑی دردبھری آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جناب رسول اکرم علیہ التحیہ والثناء اس کے پاس تشریف لائے۔ اس کی گدی پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا: کیا تو اس جانور کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا جس کو اللہ تعالیٰ نے تیری ملکیت میں دیا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے تو اسے بھوکا رکھتا ہے مگر ہمیشہ کام میں لگائے رکھتا ہے۔

یہ سارے واقعات اگر ہمارے حافظہ میں محفوظ رہ جائیں تو یقیناً ہمارے دلوں میں رحمت و محبت کے جذبات پیدا کریں گے اور ہمارا شمار ان رحم کرنے والوں میں سے ہوگا جن پر رحمٰن رحم کرتا ہے اور ایسے ہی ہمارے دلوں میں نبی رحمت کی محبت بھی اجاگر کر دیں گے اور ہم آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کے خصائص، خوبیوں اور کمالات سے واقفیت ہی محبت رسول میں اضافے کا باعث بنے گی اور اس طرح ہم سیرت طیبہ کے مضبوطی سے تھام لیں گے۔

مقام ورحمت سید المرسلین اور فرائضِ امت

جو لوگ اسلام قبول کر لیں اور امت مسلمہ میں داخل ہو جائیں اُن کے لیے رسول کی حیثیت محض پیغام پہنچانے والے کی نہیں ہے بلکہ رسول ان کیلئے معلم اور مربی بھی ہے، اسلامی زندگی کا نمونہ بھی ہے اور ایسا امیر بھی ہے جس کی اطاعت ہر زمانے میں ہے، جو کی جانی چاہیے۔

معلم کی حیثیت سے رسول کا کام یہ ہے کہ پیغام الٰہی کی تعلیمات اور اس کے قوانین کی تشریح و توضیح کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ویعلمهم الکتب والحکمة))

''اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر: 164)

مربی ہونے کی حیثیت سے رسول کا کام یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات اور قوانین کے مطابق مسلمانوں کی تربیت کرے اور

Marfat.com

ان کی زندگیاں اسی سانچے میں ڈالے۔

نمونہ ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ ہے کہ خود قرآنی تعلیم کا عملی مجسمہ بن کر دکھائے اور اس کے ہر قول و فعل کو دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ زبان کو اس طرح استعمال کرنا ہے اور اپنی قوتوں سے یوں کام لینا اور دنیا کی زندگی میں ایسا برتاؤ رکھنا ہے جو کتاب اللہ کے مقصد کے مطابق ہو۔ ہمارے رسول یقیناً اسی طرح کے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))

''بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔'' (سورۃ احزاب، آیت نمبر: 21)

اس کے ساتھ ہی رسول کی حیثیت مسلمانوں کے امیر کی بھی ہے۔ ایسا امیر نہیں جس سے نزاع کی جا سکے، بلکہ ایسا امیر جس کے حکم کو بلا چون و چرا ماننا فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیات کو ماننا فرض ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

((ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ))

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

ایسا امیر نہیں جو صرف اپنی زندگی ہی میں امیر ہوتا ہے بلکہ ایسا امیر جو قیامت تک امت مسلمہ کا امیر ہے۔

قرآن مجید میں بارہا جگہ پر اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مومنین)) (سورۃ الانفال: 1)

''اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم))

''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔''

ایک جگہ فرمایا:

((واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون)) (آل عمران 132)

''اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً)) (سورۃ الاحزاب: 71)

''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 5:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کی فرضیت

اطاعت کا مفہوم:

اطاعت (یا طاعت) کا لغوی معنی نرم ہونا، مطیع ہونا اور فرمانبرداری پر دلالت کرتا ہے، تو اطاعت کسی کا حکم مان لینا، اس کے حکم کو بجالانا اور اسی کی سنگت اختیار کرنا ہے۔

اطاعت کی دو قسمیں:

اطاعت یا تو رضا، خوشی، قناعت اور محبت و دلی رغبت سے ہوگی تو اس وقت وہ مطیع کو بغیر کسی جبر و مجبوری کے فرمانبردار بنائے گی یا وہ کسی مجبوری وامر کے خوف کے باعث ہوگی۔ اب اس کا سبب خارجی ہے اور وہ آمر کی سطوت اور اس کا خوف ہے۔ ان دونوں حالتوں اور ان پر مرتب ہونے والے اثر کے درمیان فرق ہے۔

رضا ورغبت والی اطاعت ختم نہیں ہوتی:

پہلی اطاعت کا چشمہ مطیع کے اندر ہے وہ بطور محبت، رغبت، اختیار اور رضا ہے جب کہ دوسری خوف، عذاب اور گرفت و انتقام کی وجہ سے ہے، یہی وجہ ہے دوسری کبھی ختم ہو جاتی ہے، مثلاً: جب آمر غائب ہو جائے یا کہیں دور ہو لیکن پہلی اطاعت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ وہ مختلف یا منقطع نہیں ہوتی، اس کا سرچشمہ خارج نہیں بلکہ مطیع کی ذات ہے۔ ہاں کبھی اس میں اسباب متعددہ کی وجہ سے ضعف آ سکتا ہے لیکن بالکلیہ اس کا اختتام نہیں ہوتا، سچا مومن مسلم بطور محبت اور ذوق وشوق سے اطاعت کرتا ہے، ہاں وہ خوف و ڈر کی وجہ سے اطاعت کرتا ہے مگر اس وقت جب اس سے کوتاہی ہو جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اولاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نے بھیجا ہے، اسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بجالانے کا حکم دیا ہے۔ تو جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت کی۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اسی لئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایک ہی نص اور ایک ہی پس منظر میں بیان ہوئی ہیں۔

ایمان کی حلاوت اور اطاعت رسول:

اطاعت کے ساتھ محبت، رغبت اور فرمانبرداری کو بھی شامل کر لیا جائے تو سچے مومن کے نفس پر سب سے بڑا اثر یہی اطاعت ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایمان کی حلاوت پانے کیلئے یہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کو دل وجان سے قبول کیا جائے، یہ بات سب سے بڑی دلیل ہے کہ حلاوت اطاعت کا باعث ہے کیونکہ ایمان کو اطاعت لازم ہے۔

قرآن مجید اور اطاعت کی دو قسمیں......زمین وآسمان کا اطاعت کرنا:

قرآن کریم نے اطاعت کی دونوں اقسام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ خوشی سے یا مجبوری سے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

((ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض اتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طاعین))
(حٰم السجدۃ:11)

''پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے، چاہے ناخوشی سے، دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔''

جب یہ جماد (بے جان چیزوں) کا حال ہے تو انسان کا حال کیا ہونا چاہیے؟ اسے کس قدر اطاعت بجالانی چاہیے۔ اس بات کو ذہن نشین رکھیے کہ عبادت بھی یا تو خوشی سے ہوتی یا مجبوراً جیسا کہ اطاعت۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعاً وکرھاً))(آل عمران 83)

''اور اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں، خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح و شام۔''

سجدہ، مظاہر عبادت میں سے اعلیٰ مظہر ہے۔

اطاعت نبی اہم ترین فریضہ:

حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت عبادت بلکہ سب سے اہم عبادت ہے۔ اگر اس کے لزوم اور اس کی مخالفت حرام ہونے پر نصوص وارد نہ بھی ہوتیں تب بھی یہ اطاعت لازم و فرض تھی، کیونکہ یہ شرط ایمان ہے تو اس کا کتنا بلند مقام ہوگا جب اس کے بارے میں کتاب اللہ کے اندر متعدد نصوص وارد ہیں، کسی میں اطاعت کا حکم ہے کسی جگہ آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ملایا گیا ہے۔ کسی جگہ آپ ﷺ کی اتباع کا حکم ہے۔ کسی جگہ آپ ﷺ کی تعلیمات سے تمسک کا حکم ہے۔ ہر معاملہ کو آپ ﷺ کی طرف لوٹانے اور آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کرنے کا حکم ہے۔ کسی جگہ آپ ﷺ کے حکم پر فی الفور حاضر ہونے کا ارشاد ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو حضور ﷺ کی اطاعت و بیعت کو اپنی اطاعت و بیعت قرار دیا ہے۔

اتباع کا مفہوم:

اتباع، تبع سے مشتق ہے۔ اس کا معنی پیچھے آنا اور لاحق ہونا ہے۔ اس کا معنی ڈوب جانا، خالص ہونا اور کلی طور پر متوجہ ہونا بھی ہے۔ (تفسیر ابو السعود 1-223)

ابوحیان کہتے ہیں:

''اتبعوا'' کا معنی انہوں نے اسے فضیلت دی کیونکہ جو کسی کی اتباع کرتا ہے وہ اسے فضیلت دیتا ہے یا انہوں نے اس کا قصد کیا تو اتباع کا معنی، کسی شے کی طرف کلی طور پر متوجہ ہو جانا، مقتدا کو افضل سمجھتے ہوئے اس کی اقتداء اور پیروی میں ڈوب جانا ہے۔''

پس اتباع، مقتدا کے پیچھے پیچھے چلنا ہے، اس کے افعال کو اپنانا، اس کے تمام تصرفات میں اقتداء کرنا، اس کے نقش قدم پر چلنا اور اس کے احوال پر پختگی اختیار کرنا اور اس کے دائرہ سے نہ نکلنا ہے، جب مقتداء چلے تو یہ بھی چلے، جب وہ رک جائے یہ بھی رک جائے، اسی کے فعل کو کرے، اسی کی بولی بولے، اس کے احکام کو پلے باندھ لیں، ذرہ بھر اس کی متعین راہ سے نہ نکلے، اس کی تعلیمات کے ساتھ متصف ہونے سے کبھی جی نہ چرائے، یہ تمام چیزیں شدت التزام، تعلیمات سے اتصاف میں ڈوب

Marfat.com

جانے، اقتداء میں اخلاص اور دلی رضا کو شامل ہیں حتیٰ کہ اتباع کرنے والے کی خواہش متبوع کی تعلیمات کے تابع ہو جائے اور تمام امور میں ہو خواہ وہ چھوٹے ہو یا بڑے، اور جو اس کے خلاف ہو گا وہ اتباع میں ناقص ہو گا۔ اسی حقیقت کو وہ ارشاد نبوی ﷺ واضح کرتا ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتی لو دخلوا فی جحر ضب لسلکتموه))(البخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

''تم اپنے سے پہلے لوگوں کی اتباع کرو گے بالشت اور زراع میں حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی اسی راہ پر چلو گے۔''

اگر وہ کسی تنگ سے تنگ راہ پر چلتے ہیں تو تم بھی اسی کو اختیار کر لو گے، امام نووی نے فرمایا: شبر، (بالشت) ذراع (بازو) اور حجر (سوراخ) شدت موافقت میں تمثیل کے طور پر آئیں گے۔ اس سے اتباع کا معنی واضح ہو جاتا ہے، اگر وہ کسی تنگ، تاریک اور کیڑے کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی اس میں ضرور داخل ہو گئے، اگر ان میں کسی نے بیوی سے راستہ میں نکاح کیا تو تم بھی کرو گے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اس روایت کو امام حاکم وغیرہ نے سند صحیح سے نقل کیا ہے۔

اتباع اور اطاعت میں فرق:

یہی وجہ ہے کہ اتباع اور اطاعت میں فرق ہے۔ اطاعت کا تعلق امر و نہی سے ہوتا ہے۔ کبھی اس پر عمل کا باعث عذاب کا خوف ہوتا ہے اور کبھی اس کا باعث محبت ہوتی ہے۔ رہی اتباع تو اس کا باعث اتباع کرنے والے کی محبت و شوق اور پیروی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ان دونوں میں تفریق باری تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے واضح ہو جاتی ہے:

((وان ربکم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری))(طه:90)

''اور بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔''

یہاں حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو دو چیزوں کا حکم دیا ہے۔ ایک اپنی اتباع کا اور دوسرا اپنے حکم کی اطاعت کا، کیونکہ اطاعت کا اتباع پر عطف ہے جو تغایر چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اتباع کرنے والے کو اپنی محبت کا مژدہ سنایا:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم))
(آل عمران:31)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور اس کے بعد متصلاً اپنی اطاعت اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((قل اطیعوا الله والرسول))(آل عمران:32)

''تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔''

Marfat.com

مومن، مسلم، صاحب ایقان کو 'اتباع'' کا راستہ اپنانا چاہیے جس کا سرچشمہ انسان کی دلی رغبت، محبت اور غلام بن جانا ہوتا ہے۔ باقی اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت بھی اختیار کی جائے خواہ وہ محبت کی بناء پر ہو یا دینوی واخروی عذاب کے خوف سے ہو، لیکن اتباع زیادہ نافع اور قابل تحسین ہے۔

اطاعت کا فرض ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لزوم وفرضیت پر ایک یہ چیز بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول بنایا ہے، آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی، آپ ﷺ کی تائید کی، آپ ﷺ کو معصوم ومحفوظ رکھا اور اپنے تک پہنچنے کیلئے واسطہ بنایا، آپ ﷺ کے لئے یہ جائز رکھا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق شریعت بیان فرمائیں اور لوگوں پر آپ ﷺ کی اطاعت فرض فرمادی، یہ اطاعت ایمان کیلئے شرط ہے اسی لئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا لیکن اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لایا تو وہ مومن نہیں اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزے رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا پھرے، اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی لیکن اس کے رسول ﷺ کی نہ کی تو وہ بھی مومن نہیں اگرچہ بنتا پھرے۔

قرآن کریم کی بہت سی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر بشارت ہے، بلکہ بعض میں تو آپ ﷺ کی ذات اقدس کو سراپا رسالت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ماکان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول الله و خاتم النبين و كان الله بكل شیء عليما))(الاحزاب:40)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل))(آل عمران:144)

''اور محمد ﷺ ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

((ان ارسلنك شاهدا ومبشرا و نذيرا لتومنوا بالله رسوله و تعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة و اصيلا))(الفتح:8-9)

''بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکیزگی بولو۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کریں، یہ تعظیم وتوقیر، آپ ﷺ کی اطاعت، محبت اور احکام کی بجا آوری کے بغیر نہیں ہو سکتی، جو آپ ﷺ کا نافرمان ہے، وہ مطیع نہیں، نہ اس نے آپ ﷺ کی تعظیم کی اور نہ توقیر، نہ اس نے آپ ﷺ کے پیغام کو سنا کیونکہ جو نذیر کی اطاعت کر لیتا ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نافرمانی کیلئے رسول نہیں بلکہ

Marfat.com

اطاعت کیلئے بنایا ورنہ آپ ﷺ کو نذیر کا مقام نہ دیا جاتا۔

فرمان الٰہی......اطاعت رسول لازم ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولانِ کرام کی اطاعت کے لزوم کی علت وحکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور پیغام سنانے والے ہیں، اس کی وجہ ان کا انسان ہونا یا مرد ہونا یا خوبصورت اشکال والا ہونا نہیں، ان کی اطاعت فقط اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کیلئے منتخب فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنے ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، ان پر وحی نازل کی گئی۔ وہ بندوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر دلائل و براہین پیش کرتے ہیں، اس کے عقاب، نار اور ناراضگی سے ڈراتے ہیں، مطیع کو سعادت، جنت، رضا اور رضوان کی بشارت دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی اطاعت اور ان کے احکام کا بجالانا لازم ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھیجے ہوئے ہیں، اگر لوگ ان کی اطاعت نہیں کرتے تو انہوں نے ان کے بھیجنے والے کی اطاعت نہیں کی کیونکہ رسول ﷺ کی اطاعت دراصل بھیجنے والے کی اطاعت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء و ك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لو جدو الله توبا رحيما))(النساء: 64)

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارسال رسل کو اطاعت کے ساتھ منحصر فرما دیا ہے تو جو رسول کی اطاعت نہیں کرتا اس نے اس کے بھیجنے والے کی اطاعت نہیں کی اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ پھر یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ رسول کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کے اذن، امر، تقدیر اور مشیت سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کوئی رسول ایسا بھیجا ہی نہیں جس کی اطاعت اس کی امت پر لازم نہ کی ہو تو ان تمام رسولوں کے سربراہ اور امام ﷺ کی اطاعت کا عالم کیا ہوگا؟ جو ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ان کے خیر خواہ اور ان کے قریب وحقدار ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں اور گنہگاروں کی توبہ کو ایک شرط کے ساتھ معلق کر دیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طلب بخشش (شفاعت) کے ساتھ توبہ اور استغفار کریں، جب وہ توبہ کریں گے اور آپ ﷺ بھی ان کیلئے استغفار چاہیں تو وہ اللہ کو تواب ورحیم پائیں گے یعنی توبہ قبول ہو جائے گی۔ کامیاب وہ ہے جسے اللہ کی توفیق نصیب ہو، سعید وہ جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند بنا دے حالانکہ وہ بطن ام میں تھا، اللہ تعالیٰ ہی خیر کا ہادی اور توفیق دینے والا ہے۔

اطاعت رسول......نعمت الٰہی:

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی کثیر ہیں کہ انہیں گنا اور شمار نہیں کیا جا سکتا، ان میں سے ایک اہم نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صالحین بندوں کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کی توفیق دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام سے آزادی اور مجبوری میں اور تنگی وآسانی میں، سمع واطاعت میں، دین کی مدد ونصرت، غلبہ دین اور اس کے ابلاغ پر بیعت لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر فرمایا (اور یہ نعمت سمع واطاعت پر بیعت تھی) کہ یہ تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کی توفیق تھی۔ ارشاد

Marfat.com

فرمایا:

((واذکروا نعمة الله علیکم ومیثاقه الذی واثقکم به اذ قلتم سمعنا واطعنا واتقوا الله ان الله علیم بذات الصدور))(المائدہ: 7)

''اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم احسان جتلایا اور وہ نعمت عظیم یہ ہے کہ انہیں اسلام کی ہدایت دی، ان کی طرف یہ عظیم رسول مبعوث فرمایا اور بیعت کے وقت جو ان سے وعدے لئے گئے تھے مثلاً اتباع، نصرت اور سمع و اطاعت اور انہوں نے جواباً کہا تھا: ہم ان وعدوں کو قبول کرتے ہیں اور جو آپ ﷺ حکم دیں گے ہم اسے بجالائیں گے اور جس سے روکیں گے ہم رک جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ پر غور کیجئے:

((ومیثقه الذی واثقکم به))

''اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا۔''

حالانکہ بیعت حضور نبی کریم ﷺ لے رہے ہیں، آپ ﷺ ہی عہد باندھ رہے ہیں لیکن وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے بولتے ہی نہیں، آپ ﷺ کے بول تو سراپا وحی ہوتے ہیں اور صحابہ عرض کر رہے ہیں سمعنا و اطعنا (ہم سمع و اطاعت قبول کرتے ہیں) اس وجہ سے اللہ نے اسے تمام کا تمام اللہ کی طرف سے بندوں پر نعمت قرار دیا اور یہ بات واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت بذاتہ لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کا رسول ہونے کی حیثیت سے بیعت لی اور عہد لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اہل ایمان پر اپنی نعمت قرار دیا۔

سمعنا واطعنا:

اہل ایمان کا طریق یہ تھا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ انہیں طلب فرماتے یا آواز دیتے تو وہ کہتے ''سمعنا واطعنا'' اور کافر کہتے ''عصینا'' اس لئے مومن کو آپ ﷺ کی سمع قبول کرنے پر جو اطاعت کا باعث، محبت و وقار کا نتیجہ اور ایمان کا سبب ہے، اجر و ثواب دیا گیا ہے، اس پر بہت سی نصوص ہیں، بعض میں امر ہے اور بعض میں اہل ایمان کی صفت کے طور پر بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیر الانفسکم ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون))(التغابن: 16)

''تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنی بھلائی کے لیے اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

مومن کی شان اطاعت و سمع پر جیسا کہ فرمایا:

((انما کان قول المومنین اذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم ان تقولوا سمعنا واطعنا واولئك هم المفلحون))(النور: 51)

Marfat.com

''مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔''

اس سے پہلے ان منافقین کا تذکرہ ہے، جن کے دل میں مرض اور شک تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے (سمع واطاعت) کو اہل ایمان پر اپنی نعمت قرار دیا:

((واذكروا نعمة الله عليكم وميثاقه الذى واثقكم به اذقلتم سمعنا واطعنا واتقوا الله ان الله عليم بذات الصدور))(المائده:7)

''اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے حق میں یہ گواہی دی کہ انہوں نے ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی کامل طور پر سمع واطاعت کو قبول کیا:

((امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون كل امن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله و قالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير))(البقره:285)

''رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا۔ تیری معافی کے طلبگار ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔''

اور اس امت پر سمع واطاعت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ جب سابقہ امتوں کا حال اور ان کی اپنے نبیوں کی نافرمانی کا مطالعہ کیا جائے تو پھر فرق سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

((واذا قيل لهم امنوا بما انزل الله قالوا نومن بما انزل علينا ويكفرون بما وراء وهو الحق مصدقا لما معهم قل فلم تقتلون انبياء الله من قبل ان كنتم مومنين ο ولقد جاء كم موسى بالبينت ثم اتخذ تم العجل من بعده وانتم ظلمون ο واذ اخذنا ميثاقكم ورفعنا فوقكم الطور خذوا ما اتينكم بقوة واسمعوا قالواسمعنا وعصينا واشربوا فى قلوبهم العجل بكفرهم قل بئسما يا مركم به ايمانكم ان كنتم مومنين))(البقرة:91-81)

''جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا تو فرماؤ کہ پھر پہلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا؟ اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لائے، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا، جو ہم نے تمہیں دیا اسے زور سے پکڑو اور سنو۔ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ بس چکا تھا ان کے کفر کے سبب۔ تم فرماؤ کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

Marfat.com

((من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم واقوم ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا))(النساء:46)

’’کچھ یہودی کلام کواس کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنااور نہ مانااور سننے کے باوجود نہ سنا۔اورراعنا کہتے ہیں زبانیں پھیرکراوردین میں طعنہ کیلئے اوراگروہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنااور مانااور حضورہماری بات سنیں اور حضورہم پرنظرفرمائیں تو ان کیلئے بھلائی اورراستی میں زیادہ ہوتالیکن ان پرتواللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگرتھوڑا۔‘‘

یہ حال کافرہٹ دھرم لوگوں کا ہے، جومستحق لعنت ہیں اوررحمت الٰہی سے محروم کردیئے گئے ہیں، لیکن جومومن ہیں ان کا معاملہ اس کے برعکس ہے، یہاں صحابہ کرام اوران کے بعد کے لوگوں اورامت کوان کے کثرت ایمان اوراللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لانے کی وجہ سے مومن کہا گیا ہے، اگر یہ امردشوار ہوتا تو پھراس کا اظہار نہ ہوتا، پھراللہ تعالیٰ نے ان پرتخفیف بھی فرمادی جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آخری آیت میں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کوحضورﷺ کی اطاعت کوترک کرنے میں کفار اور منافقین کی مشابہت سے منع فرمایا، کیونکہ وہ مخلوق میں سب سے بدتر ہیں اوراہل ایمان پرحضورﷺ کی اطاعت اورآپﷺ کے احکام کابجالانالازم ہے۔اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون ٥ ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون ٥ ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون ٥ ولو علم اللہ فیھم خیرا لا سمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون))(الانفال:20)

’’اے ایمان والو!اللہ اوراس کے رسول کاحکم مانواورسن سناکراسے نہ پھیرواوران جیسے نہ ہوناجنہوں نے کہا:ہم نے سنااوروہ نہیں سنتے۔بے شک سب جانوروں میں بدتراللہ کے نزدیک وہ ہیں جوبہرے گونگے ہیں جن کوعقل نہیں اوراگراللہ ان میں کچھ بھلائی جانتاتوانہیں سنادیتااوراگرسنادیتاتب بھی انجام کارمنہ پھیرکرپلٹ جاتے۔‘‘

اس لئے نبی کریمﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی سمع واطاعت پربیعت لیتے چونکہ آپﷺ کی ذات سراپارحمت اوراہل ایمان پررؤف رحیم ہے، اس لئے انہیں ان کی طاقت کے مطابق تلقین وتعلیم دیتے، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((بایعت النبی ﷺ السمع والطاعہ فلقنی فیما استطعت))(البخاری، کتاب الاحکام)

’’میں نے حضورﷺ کی سمع واطاعت پربیعت کی، آپﷺ نے مجھے میری اطاعت کے مطابق تلقین فرمائی۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((کنا اذا بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعة یقول لنا فیما استطعتم))

(البخاری، کتاب الاحکام)

’’ہم جب رسول اللہﷺ کی بیعت سمع واطاعت پرکرتے توآپﷺ فرماتے جس قدرتمہیں طاقت ہے۔‘‘

سرورعالمﷺ ہرشے میں اورعسیرویسرمیں صحابہ کرام سے سمع واطاعت کی بیعت لیاکرتے حضرت عبادہ بن صامت رضی

Marfat.com

اللہ عنہ سے روایت ہے:

((بایعنا رسول الله ﷺ علی السمع و الطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکره وعلی اثرة علینا))(البخاری، کتاب الاحکام)

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی سمع واطاعت میں، تنگی وآسانی میں اور خوشی واکراہ میں اور جو ہم پر امیر مقرر ہو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((علیك السمع و الطاعة فی عسرك و یسرك و منشطك و مکرهك واثرة علیك))

(مسلم، کتاب الامارۃ)

''تم پر سمع واطاعت لازم ہے، تنگی آسانی، خوشی اور اکراہ میں۔''

صحابہ کرام ہر حال میں آپ ﷺ سے کی ہوئی بیعت نبھاتے، آپ ﷺ کے احکام بجالاتے، اطاعت کرتے، آپ ﷺ کی بات کو قبول کرتے اور نافذ کرتے اگرچہ وہ ان کے سابقہ معمول وعادت کے کتنی خلاف ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جب انصار نے حضور ﷺ سے عرض کیا: کھجوروں کے باغات ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمادیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا۔

صحابہ نے عرض کیا: سمعنا واطعنا (البخاری، کتب مناقب الانصار)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب آپ ﷺ نے طواف اور سعی کے بعد عرفات جانے سے چار یا پانچ دن پہلے احرام کھولنے کا فرمایا تو انہوں نے عرض کیا:

((فحللنا و سمعنا و اطعنا))

''ہم نے احرام کھول دیئے اور ہم نے آپ ﷺ کا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی۔''

اسی لئے مومن مطیع اور متبع اس اطاعت کا ثمر بہت جلد پالیتا ہے اس کی ابتداء موت اور قبر میں فرشتوں کے سوالات کا وقت ہے اور اس کی انتہا جنت میں رفاقت صالحہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ سورج گرہن کی نماز کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ تم قبور میں آزمائے جاؤ گے۔ فرشتہ تم سے پوچھے گا:

((ما علمك بهذا الرجل؟))

''اس شخصیت کے بارے میں تو کیا جانتا ہے؟''

اگر میت مومن ہوئی تو وہ عرض کرے گی:

((هو محمد رسول الله جاء بالبینات و الهدی فاجبنا و اطعنا))

''یہ محمد ہیں اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے، ہم نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا

Marfat.com

اورآپ ﷺ کی اطاعت کی۔"

دو تین مرتبہ کہے گا۔اسے کہا جائے گا:

((نَمْ کنا نعلم انك لتؤمن به فنم صالحا))(مسلم، کتاب الکسوف)

"ہم جانتے تھے تو ان پر ایمان رکھتا ہے،سواب تو آرام سے سو جا۔"

حضور ﷺ کا مطیع دنیا اور آخرت میں نجات، امن اور حفاظت میں ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت اور جنت کی سعادت پائے گا۔

رسول اللہ کے فیصلے کے بعد سب اختیارات ختم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنا رسول اور مبلغ بنانے کے ساتھ ساتھ حکم بنایا تاکہ مسلمانوں کے درمیان متنازعہ امور میں فیصلہ دیں اس روشنی میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔اس شخص سے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نفی فرمادی ہے جو آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم نہیں کرتا اور آپ ﷺ کے فیصلہ پر یقین نہیں کرتا کیونکہ آپ ﷺ کی معصیت کھلی گمراہی اور دین سے بغاوت وخروج ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امر هم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضللاً مبیناً))(الاحزاب:36)

"اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔"

تو کسی کو بھی آپ ﷺ کے حکم کے خلاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں اور یہ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی،رسول،اس کی وحی کا مرکز،اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق شدہ اور آپ ﷺ کی سچائی پر خدا کی ضمانت ہے۔آپ ﷺ اپنی خواہش اور مرضی سے فیصلہ دیتے ہی نہیں،اس لئے اللہ تعالیٰ کسی مومن کو آپ ﷺ کے فیصلے اور حکم کی مخالفت کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ آپ ﷺ کے امر کی مخالفت معصیت ہے جو کھلی گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہرچند کہ اہل علم نے اس آیت کے شان نزول میں اختلاف کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں ہوئی یا حضرت زید بن حارثہ کے حضرت زینب کو طلاق دینے کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے نکاح یا آپ ﷺ نے انصاری عورت و حضرت جلیبیب کے بارے میں پیغام نکاح بھیجا کے بارے میں نازل ہوئی ہے،لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے،خصوصی واقعہ کا نہیں،یہی وجہ ہے کہ اس سے حضرت ابن عباس نے حضرت طاؤس کے خلاف استدلال کیا اور انہیں عصر کے بعد دو رکعتیں ادا کرنے سے منع فرمایا،حضرت طاؤس نے عرض کیا:

((انما کرهت ان تتخذ سلما))

"مجھے یہ ناپسند ہے کہ اسے بہانہ بنایا جائے۔"

تو حضرت ابن عباس نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔پھر فرمایا:

((لا ادری تعذب علیها ام توجر))(الرسالة:443)

Marfat.com

''میں نہیں جانتا ان پر تجھے عذاب ہو گا یا اجر دیا جائے گا۔''
اسے امام شافعی، امام عبدالرزاق، دارمی، بیہقی اور خطیب نے نقل کیا ہے۔
جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ کوئی فیصلہ دے دیں تو اس کی مخالفت ہرگز جائز نہیں، اس کے بعد کسی کی رائے یا قول نہیں چل سکتا بلکہ ہر معاملہ میں فیصلہ کا اختیار فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے اور مسلمان کا کام اسے کامل طور پر تسلیم کرنا اور اس کی اتباع کرنا ہے۔ ورنہ عاصی قرار پائے گا اور عصیان سراپا گمراہی ہے۔

رسول اللہ کے فیصلے کو دل وجان سے قبول کرنا فرض ہے:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مصطفیٰ ﷺ کو فیصل بنایا اور مسلمانوں پر آپ ﷺ کے فیصلے اور فیصلے کی اطاعت لازم قرار دی اور معصیت کو حرام قرار دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حاکم بنایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں لوگوں کے فیصلے فرمائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے ایمان کی نفی فرما دی ہے جو آپ ﷺ کو حاکم نہیں بناتا اور جب حاکم بنالے تو آپ ﷺ کے فیصلے کو اس طرح تسلیم کرنا لازم ہے کہ دل میں کوئی تنگی یا انقباض نہ ہو، بلکہ اسے کامل طور پر تسلیم کر لے اس لئے کہ آپ ﷺ نبی، رسول، وحی کا سرچشمہ اور حکم خدا سے سیدھی راہ پر گامزن اور ہر قسم کی خطا و لغزش سے معصوم ہیں۔ جبکہ دوسرے خطا بھی کر سکتے ہیں اور صحیح بھی، دوسرے مطیع بھی ہو سکتے ہیں اور نافرمان بھی، سرکش یا محفوظ بھی ہو سکتے ہیں، یہ وہ محفوظ و معصوم ﷺ ہیں جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کرے اس کی ضمانت دے اور اس کی تائید فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول ﷺ کے فرمان کی سمع و اطاعت کو علامت ایمان قرار دیا ہے، کسی اور کا یہ مقام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما))(النساء:65)

''تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔''

دیکھا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ایمان ہی کی نفی کر دی جو آپ ﷺ کو حاکم نہیں مانتا اور اس پر تاکید کے علاوہ قسم بھی اٹھائی ''فلا وربک لا یومنون حتی'' پھر صرف فیصلہ ماننا ہی فقط لازم نہیں بلکہ سماع فیصلہ کے بعد دل میں کسی قسم کی تنگی نہ آئے اور کامل طور پر تسلیم کیا جائے ''ویسلموا تسلیما'' اور یہ ماننے کا انتہائی اور آخری درجہ ہے۔

حکم اللہ کا، فیصلہ مصطفیٰ کریم کا:

جب ہم اس آیت کریمہ ''حتی یحکموک'' کو (جس میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے ایمان کی نفی کی ہے۔ جو آپ ﷺ کو تحکیم تسلیم نہیں کرتا) اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات عالیہ کے ساتھ ملاتے ہیں:

((ان الحكم الا لله))(الانعام:57)

''حکم نہیں مگر اللہ کا۔''

((وما اخلتفتم فيه من شى ء فحكمه الى الله))(الشورى:10)

''تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔''

Marfat.com

تو ہم پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں فیصلہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وہ آپ ﷺ کے ہاتھوں جاری کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((انا انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك الله))(النساء:105)

''اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔''

تو حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، لیکن اس نے خود آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی اور آپ ﷺ کے ہاتھوں سے جاری فرمایا، جس کے ذریعے آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا تو جو آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کرے گا تو اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایمان کی نفی فرما دی، عنقریب اس آیت مبارکہ کا پس منظر بھی آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ صفت بیان فرمائی کہ جب انہیں فیصلہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اسے مان لیتے ہیں بخلاف منافقین کے ان کی علامت یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے فیصلے سے اعراض کرتے ہیں۔ فریقین کو دعوت اور اس پر عمل اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے:

((ویقولون امنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتونی فریق منہم من بعد ذالك وما اولئك بالمومنین o واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم اذا فریق منہم معرضون o وان یکن لہم الحق یاتوا الیہ مدعنین o افی قلوبہم مرض ام ارتابوا ا یخافون ان یحیف اللہ علیہم ورسولہ بل اولئك ہم الظالمون o انما کان قولہ المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیکم بینہم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئك ہم المفلحون o ومن یطع اللہ و رسولہ ونخش اللہ ویتقہ فاولئك ہم الفائزون))(النور:47-52)

''اور کہتے ہیں: ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا، پھر کچھ ان میں کہ اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے اور اگر ان کا حق ہو تو اس کی طرف آئیں مانتے ہوئے، کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں یا یہ ڈرتے ہیں کہ اللہ و رسول ان پر ظلم کریں گے بلکہ وہ خود ظالم ہیں۔ مسلمانوں کی بات تو یہی ہے، جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں: ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

تو مومن آپ ﷺ کے فیصلے کو کامل طور پر اور ہر حال میں تسلیم کرتے ہیں اور اعلانیہ آپ ﷺ کی اطاعت بجا لاتے ہیں اور وہ قواعد صحیحہ مسلمہ پر مبنی ہے کہ داعی، اللہ کے رسول اور اللہ کے مبلغ ہیں۔ وحی سے ان کی تائید کی گئی ہے، اللہ کی عصمت سے وہ معصوم ہیں، ان کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے، اس کی رہنمائی پر آپ ﷺ گفتگو کرتے ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کریں اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی:

((واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم))

''جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا تاکہ یہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔''

Marfat.com

یہاں حکم رسول اللہ ﷺ ہی ہیں کیونکہ ضمیر واحد کی ہے، تثنیہ نہیں واللہ اعلم۔ جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے وہ طاغوت کی طرف مقدمات لے جاتے ہیں (حالانکہ ان سے دوری کا حکم ہے) اور رسول اللہ ﷺ کی خدمات میں لانے سے روکتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ گمراہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلی نفاق کو جانتا ہے وہ ان کے نفاق واعراض کی عنقریب سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الم تر الی الذین یزعمون انهم امنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاكموا الی الطاغوت وقد امروا ان یكفروا به ویرید الشیطن ان یضلهم ضللا بعیداo واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول رایت المنفقین یصدون عنك صدوداo فكیف اذا اصابتهم مصیبة بما قدمت ایدیهم ثم جاء و ك یحلفون بالله ان اردنا الا احسانا و توفیقاo اولئك الذین یعلم الله ما فی قلوبهم فاعرض عنهم و عظهم و قل لهم فی انفسهم قولا بلیغا))(النساء:60-62)

''کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا حکم بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکائے اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی اُفتاد پڑے، بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔ پھر اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھا دو اور ان کے معاملہ میں ان سے بلیغ بات کہو۔''

تو جب اہل ایمان کو حضور ﷺ کی طرف فیصلہ کیلئے بلایا جاتا ہے تو آگے سے کہتے ہیں: سمعنا واطعنا (ہم نے سنا اور قبول کیا) اور مطیع فرمانبردار اہل ایمان کی یہی شان ہے اور کچھ متکبرین کی طرح اس سے اعراض کرتے اور روکتے ہیں، ان کا حال مشرکین کے حال کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفینا علیه ابائنا))(لقمان:21، البقرة:170)

''اور جب ان سے کہا جائے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔''

اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کی قسم کھا کر کہا جب تک تمام امور میں آپ ﷺ کا فیصلہ نہ مان لیں مومن نہیں ہو سکتے اور جو فیصلہ آپ ﷺ فرمائیں اور ایسا ہے کہ ظاہر و باطن سے اسے مانا جائے جس کا فیصلہ آپ ﷺ نے فرمایا اس پر لازم ہے کہ اسے باطن سے بھی مانے چہ جائیکہ ظاہر سے، آپ ﷺ کے فیصلہ پر کسی قسم کی تنگی دل میں نہ لائے اور اسے کلی طور پر تسلیم کرے، ظاہر و باطن کو اس کے سامنے جھکا دے، جب اس طرح تسلیم نہیں کرے گا مثلاً نہیں مانتا، نزاع کرتا ہے یا دکرتا ہے تو منازعت و مخالفت کے درجہ کے مطابق ایمان ناقص ہوتا چلا جائے گا حتیٰ کہ کفر تک پہنچ جائے گا۔

Marfat.com

آیت مبارکہ:

((فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك))

’’قسم تیرے رب کی! وہ ایمان دار نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو فیصل نہ مان لیں۔‘‘

کا شان نزول یہ ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر سے ہے۔ ایک انصاری شخص کا حضرت زبیر سے پانی کے معاملہ میں جھگڑا ہوا، انصاری نے کہا: پانی جانے دو، حضرت زبیر نے انکار کیا، دونوں کیس حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ ﷺ نے زبیر سے فرمایا:

’’اپنی کھیتی کو پانی پلانے کے بعد آگے جانے دو۔‘‘

انصاری بگڑا اور کہنے لگا:

’’یہ آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا ہے، اس لیے۔‘‘

آپ ﷺ کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا اور فرمایا:

’’زبیر کھیت کو خوب پلاؤ پھر روک لو حتیٰ کہ دیواروں تک پہنچ جائے۔‘‘

حضرت زبیر کہتے ہیں:

’’میرا خیال ہے یہ آیت مبارکہ اس معاملہ میں نازل ہوئی تھی۔‘‘ (البخاری، کتاب المساقاۃ)

اس انصاری سے جو کچھ صادر ہوا اگر اسی طرح کے الفاظ حضور ﷺ کے بارے میں کسی سے صادر ہوں یا شریعت کے بارے میں تو اسے زندیق کی طرح قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ امام قرطبی نے فرمایا اور ان کی مثل امام نووی نے علماء سے نقل کیا، کیونکہ وہ مرتد ہے اس پر مرتدین والے ہی احکام جاری ہوں گے۔

باقی اسے کیوں چھوڑ دیا گیا، ابتدائے اسلام کی وجہ سے تاکہ لوگوں میں الفت پیدا ہوا، احسن انداز اختیار کیا گیا، منافقین کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے۔ فرمایا:

((لا يتحدث ان محمد ﷺ يقتل اصحابه))

’’لوگ باتیں کریں گے محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتا ہے۔‘‘

اس لئے امام داودی نے فرمایا:

’’وہ شخص منافق تھا یعنی ظاہراً مسلمان مگر باطناً اسلام کا دشمن تھا۔ باقی حدیث میں جو انصاری کا لفظ آیا ہے اس سے مراد انصار کے قبیلہ سے ہونا ہے نہ کہ مسلمانوں کا مددگار، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی پر قسم ارشاد فرمائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو حاکم نہ مانے اور مسلمان وہ ہے جو ظاہر و باطن سے فیصلہ کو مان لے اور دل میں تنگی نہ پاتے ہوئے کامل طور پر اسے تسلیم کر لے تو ساری گفتگو اس پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کے احکام کی بجا آوری اور آپ ﷺ کے فعل کی اقتداء کرنا لازم ہے اور جو نہیں کرے گا وہ گمراہ و کافر ہے۔‘‘

رسول اللہ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے:

رسول اللہ ﷺ کی محبت سے، آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت بھی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ جو شخص آپ کی راہ پر چلا، آپ ﷺ کی پیروی کی، آپ

Marfat.com

ﷺ کے طریقہ کو اپنایا، آپ ﷺ کے طریقہ پر عبادت کی، وہ فلاح و کامیابی پائے گا، اسے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور وہ حضور ﷺ کی سنگت پائے گا کیونکہ اتباع محبت ہی سے پھوٹتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((ورحمتی وسعت کل شیء فساکتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم بایتنا یومنون o الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورۃ والا نجیل یا مرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر و یحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبئث ویضع عنھم اصرھم والا غلل التی کانت علیھم فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ و اتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون o قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحی و یمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ و کلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون))(الاعراف:156-158)

''اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں اسے ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے، اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم لائیں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔ تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا: میری وسیع رحمت کون پائے گا۔ فرمایا: یہ متقین مومنین کیلئے ہے۔ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی اتباع کی جن کی کتب سابقہ میں امی صفت تھی۔ آپ ﷺ معروف کا حکم دیتے ہیں، منکر سے روکتے ہیں، طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام فرماتے ہیں، لوگوں سے شدت اور تنگی ختم کر کے آسانی اور خوشی عطا فرماتے ہیں۔ تو جن لوگوں نے آپ ﷺ کی تعظیم، توقیر، نصرت اور آپ ﷺ کی تعلیمات کی اتباع کرلی، وہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، صفی ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کے رسول ہیں اور آپ ﷺ کی ذات گرامی کو خاتم النبیین جیسی عظمت وعزت سے نوازا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اپنی ذات اور اپنے رسول نبی امی ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی اتباع، نقش قدم کی پیروی اور آپ ﷺ کے طریقہ کو اپنانے کا حکم دیا تاکہ وہ صراط مستقیم کو پاسکیں۔ اتباع، ایمان سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ پھر اقتداء کی صورت میں دائمی عمل بن جاتا ہے، آپ ﷺ کی بات سننا، آپ ﷺ کی فکر ورائے کا غلام بننا، آپ ﷺ کے طریقہ کو اپنانا اور بالکلیہ اس کا ہو جانا اور اقتداء میں خوب غلو سے کام لینا کیونکہ یہی اتباع کا معنی ہے جیسا کہ آرہا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے آگاہ فرمایا ہے کہ میرے نبی مصطفیٰ ﷺ صرف وحی ہی کی اتباع کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

((ان اتبع الا مایوحی الی))(الانعام:50، سورة یونس:15، الاحقاف:9)

''میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((قل لا اتبع اھواء کم))(الانعام:56)

''تم فرماؤ میں تمہاری خواہش پر نہیں چلتا۔''

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دے رکھا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی اتباع میں ہی اللہ تعالیٰ کی اس وحی کی اتباع ہے جو آپ ﷺ کی طرف کی گئی تو جس نے آپ ﷺ کی اتباع کر لی، اس نے اپنے رب عزوجل کی اتباع کر لی یہی وجہ ہے آپ ﷺ کی اتباع کی نصیحت کرتے ہوئے ایسے لوگوں کیلئے ہدایت اور فلاح کو ثابت فرمایا:

((واتبعوه لعلکم تهتدون))

''اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔''

((والذین یتبعون الرسول النبی الامی اولئك هم المفلحون))

''جو لوگ رسول نبی امی کے تابع ہوئے وہ ہی کامیاب ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

((قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیله ولکم وصکم به لعلکم تتقون))(الانعام:151-153)

''آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تلاوت کرتا ہوں وہ چیزیں جو تم پہ تمہارے رب نے حرام کیں ہیں۔ یہ میرا سیدھا راستہ ہے کہ اس کی اتباع کرو مختلف راستوں کی اتباع نہ کرو وہ تمہیں راستہ سے بھٹکا دے گی، یہ نصیحت ہے تا کہ تم تقویٰ والے بن جاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت کی وصیت پڑھنا چاہتا ہے، وہ ان مذکورہ آیات کو پڑھ لے:

((قل تعالوا اتل ماحرم))

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس امت کا ہادی اور رہبر بنایا ہے۔ تا کہ امت آپ ﷺ کی اتباع واطاعت اور آپ ﷺ کی راہ کو اپنا لے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وانك لتهدی الی صراط مستقیم ٥ صراط الله))(الشوری:51,51)

''اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ۔''

تو جو آپ ﷺ کے پیچھے چلا، آپ ﷺ کے راستہ کی پیروی کی، آپ ﷺ کے طریق کو اپنایا وہ سعادت مند اور نجات پا گیا اور جس نے آپ ﷺ سے اعراض کیا، کسی اور کے طریق کو اپنا لیا اور کسی دوسرے کی راہ پر چل پڑا وہ گمراہ و ہلاک ہو گیا۔

((وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله))(الانعام:152)

Marfat.com

''اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گے۔''

صراط، واحد لایا گیا کیونکہ وہ واحد ہے اور طریق حق واحد ہی ہوتا ہے، سبل کو جمع لایا گیا کیونکہ وہ مختلف ہیں مثلاً: ظلمات و نور، نور واحد اور ظلمات کثیر ہیں اور ان کے اسباب متعدد ہیں، اللہ تعالیٰ متعدد ظلمات سے نور واحد کی طرف نکالتا ہے جبکہ طاغوت اپنے اتباع کرنے والوں کو نور واحد سے ظلمات متعددہ کی طرف لے جاتا ہے۔

((اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی انور والذین کفروا اولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمت اولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون))(البقرہ:257)

''اللہ مسلمانوں کا والی ہے، انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں، وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں، یہی لوگ دوزخ والے ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔''

آپ ﷺ کی مبارک آواز ساری کائنات میں ہمیشہ یہ کہہ رہی ہے: فاتبعونی (میری اتباع کرو) تا کہ ''یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم'' کو حاصل کرلو یہ ایسی سعادت ہے جس کا مقابلہ دنیا و آخرت کی کوئی سعادت نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ٥ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین))(آل عمران:31-32)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو پسند نہیں آتے کافر۔''

شرعی ترازو ''فاتبعونی'' ہے، اسی سے مدعی ایمان اور محبت الٰہی کا وزن کیا جائے گا۔ اس میں وہ متبع ہی کامیاب ہوگا جو اقوال، افعال، احوال اور اخلاق میں آپ ﷺ کی کامل اتباع کرنے والا ہوگا۔ ہلاک ہوا جس نے اعراض کیا۔ جس مبارک ترازو کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر عملی طور پر صحابہ پورے اترے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے امام اور وہ آپ ﷺ کے مقتدی، آپ ﷺ ان کے پیشوا اور وہ متبعین، آپ ان کے قائد اور وہ آپ ﷺ کے لشکر، آپ ﷺ ان کے سردار اور وہ معاون، آپ ﷺ ان کے امام اور وہ اقتداء کرنے والے، الغرض ہر شے میں ان کیلئے مقتدا اور اسوۂ آپ ﷺ کی ذات اقدس تھی، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے افعال و اعمال کو جانیں تا کہ اسی طرح ان کو بجا لاسکیں۔

حضرت ابو حازم (سلمہ) بن دینار کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''رسول اللہ ﷺ کا منبر کس سے بنایا گیا تھا؟''

انہوں نے فرمایا:

((مابقی فی الناس اعلم منی))

مجھ سے بہتر جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ جنگل کے جھاؤں سے بنایا گیا، فلاں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے بنوایا تھا۔ جب اپنی جگہ نصب ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس پر قیام فرمایا، قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہی، لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے قیام کیا۔ آپ ﷺ نے قرأت فرمائی، رکوع کیا، لوگوں نے رکوع کیا، پھر سر اقدس اٹھایا، پھر پیچھے ہٹ کر زمین پر سجدہ کیا، پھر منبر پر لوٹ آئے، پھر رکوع کیا، سر اقدس اٹھا کر پیچھے ہٹے، زمین پر سجدہ فرمایا حتیٰ کہ نماز مکمل فرمائی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو!

Marfat.com

((انی صنعت هذا لتا تموا بی ولتعلموا صلاتی))(بخاری ، کتاب الصلاۃ)
"یہ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز سے آگاہ ہو جاؤ۔"
حضرت مالک حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((صلوا کما رایتمونی اصلی))(بخاری، کتاب الاذان)
"اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔"
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے یوم نحر میں آپ ﷺ کو سواری سے رمی کرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا:
((لتا خذوا منا سککم فانی لاادری لعلی لا احج بعد حجتی هذا))(مسلم ، کتاب الحج)
"مناسک سیکھ لو! شاید میں اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔"
اہل سنن اور امام احمد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
((خذوا اعنی مناسککم))
"مجھ سے اچھی طرح مناسک حج سیکھ لو۔" (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابی داؤد، مسند امام احمد بن حنبل)

صحابہ کرام اور اتباع واطاعت رسول:

صحابہ نے جب یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ نبی ﷺ ان کے مقتداء، سربراہ اور مخدوم و متبوع ہیں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی منشاء کو واضح فرمانے والے ہیں تو انہوں نے آپ ﷺ کی اس درجہ اتباع کی اور اتنی کامل واکمل کی کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنیوالوں میں سے کسی کا کوئی فعل ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر آپ ﷺ صراحۃً اپنے مبارک قول کے ذریعے اتباع کا حکم نہ بھی دیتے وہ تب بھی اتباع کرتے بلکہ ان کی اتباع کیلئے آپ ﷺ کا فعل ہی کافی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں کسی اور شے کی ضرورت نہیں، جب وہ دیکھتے آپ ﷺ نے یہ عمل کیا ہے تو وہ کر گزرتے کسی اور وجہ سے نہیں صرف اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے کیا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے اس فعل کی علت وحکمت سے آگاہ نہ ہوتے۔

اس سلسلہ میں احادیث مسلسلہ کی روایت بھی قابل توجہ ہے اور یہ وہ روایات ہیں جنہیں صحابہ نے اس طریق وحالت و کیفیت میں بیان کیا جس میں انہوں نے اپنے محبوب آقا ﷺ سے سنا تھا۔ مثلاً تبسم، حرکت، فعل، قول، حالت یا قرات وغیرہ۔ محدثین کرام نے احادیث مسلسلہ ذکر کیں، بلکہ ان میں مستقل کتب تصنیف کیں، اگرچہ احادیث مسلسل صحیحہ کم ہیں۔

حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
"ہم گھر اور خوف کی نماز قرآن میں پاتے ہیں مگر سفر کی قرآن میں نہیں پاتے۔"
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے!
((ان الله عزوجل بعث الينا محمدا ﷺ ولا نعلم شيئا وانما نفعل كما راينا محمدا ﷺ يفعل))(مسند احمد: 2-65)
"اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا، ہم کوئی شی نہیں جانتے تھے، ہم وہی کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو

Marfat.com

کرتے دیکھتے ہیں۔"

نسائی کے الفاظ ہیں: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: قصر کیسے کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم))(النساء :101)

"تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں خوف ہو۔"

حضرت ابن عمر نے فرمایا: اے بھتیجے!

((ان رسول اللہ ﷺ اتانا ونحن ضلال فعلمنا فکان فیما علمنا ان اللہ عزوجل امرنا ان تصلی رکعتین فی السفر))(نسائی ، کتاب الصلوٰۃ)

"رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف لائے، ہم گمراہ تھے، آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی، اس تعلیم میں یہ بھی تھا کہ سفر میں نماز دو رکعات ہیں۔"

حضرت عمر نے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا:

((اما واللہ انی لاعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت رسول اللہ ﷺ استلمك ما استلمتك فاستلمه))

"اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں تو پتھر ہے، نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اگر تجھے استلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے استلام نہ کرتا، پھر اسے استلام کیا۔"

بخاری ومسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((ولولا انی رایت رسول اللہ ﷺ یقبلك ما قبلتك))

"اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔"

پھر فرمایا:

"ہمارا ان پتھروں سے کیا تعلق؟ ہم تو مشرکین کو ان کے ساتھ دیکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک فرما دیا، پھر فرمایا:

((شی صنعه النبی ﷺ فلا نحب ان نترکه))(نسائی ، کتاب الصلوٰۃ)

"ہمارے نبی ﷺ نے جو کچھ کیا ہے ہم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔"

بلکہ صحابہ تو یہ کہا کرتے: ہم آپ ﷺ کی اتباع میں وہ ضرور کریں گے جو آپ ﷺ نے کیا کیونکہ ہم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سبب ہدایت دی ہے۔ ہم جاہل تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے تعلیم دی یہی وجہ ہے وہ متبع تھے مبتدع نہ تھے، وہ اقتداء کرنے والے تھے اختراع کرنے والے نہ تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ ارشاد اسی حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز پڑھاتے نعلین اتارتے اور بائیں طرف رکھ دیتے۔ صحابہ نے بھی نعلین اتار دیئے، نماز سے فارغ ہو کر پوچھا:

"صحابہ! تم نے جوتے کیوں اتارے؟"

Marfat.com

عرض کیا:

((رائیناك خلعت فخلعنا))(مسند احمد 3-20)

''آپ ﷺ کو اتارتے ہوئے دیکھ کر ہم نے بھی اتار دیئے۔''

جب حضرت عبداللہ بن عمر سے حجر اسود کے استلام کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

((رایت رسول الله یستلمه ویقبله))(بخاری، کتاب الحج)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے استلام اور چومتے ہوئے دیکھا۔''

اس لئے حضرت ابن عمر پہلے حجر اسود کو استلام کرتے پھر اس پر دیر تک دونوں ہونٹ رکھ دیتے (جیسا کہ امام شافعی نے روایت کیا ہے) جب سے حضور ﷺ کو چومتے ہوئے دیکھا اسے چومنا کبھی ترک نہیں کیا حتیٰ کہ اژدھام کے وقت بھی، اگرچہ ان کے ناک سے خون جاری ہو جاتا، گویا حضرت ابن عمر اژدھام کو ترک بوسہ کیلئے عذر نہیں مانتے تھے۔

(فتح الباری، باب تقبیل الحجر)

اختلاف کے وقت رجوع صرف رسول اللہ کی طرف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ، یوم آخرت اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے آپ ﷺ کی طرف لوٹایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول وا ولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم یومنون بالله والیوم الاخر ذلك خیر واحسن تاویلا))(النساء:59)

''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور بہتر ہے انجام کے لحاظ سے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی کتاب کی اور اس کے نبی (جو اس کے مبلغ ہیں) کی اتباع ہے، اس کے رسول کی اطاعت آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں آپ ﷺ کے اوامر ونواہی کی اتباع اور بعد از وصال آپ ﷺ کی سنت کی پیروی ہے اور یہ تمام ایمان کی شرائط ہیں:

((یایها الذین امنوا...... ان کنتم تومنون))

اور اس شرط کا جواب یہی ہے اور اس کے علاوہ کوئی معنی نہیں، تو جب آپس میں اور ان کے اور حکمرانوں کے درمیان نزاع ہو جائے تو کتاب اللہ اور ظاہری حیات میں اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں تاکہ وہ فیصلہ فرمائیں یہ تو اس وقت ہے جب آپ ﷺ کے پاس ہوں اور اگر دور ہوں اور حکم نہیں جانتے تو کسی کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں یا خود حاضری دیں۔

اگر آپ ﷺ کی سنت سے آگاہ ہوں اس سے فیصلہ کر لیں اور یہی حکم وصال کے بعد ہے کیونکہ سنت موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اس کی کتاب قرآن کریم کی طرف ہے۔ یہ وہ فرض ہے جس میں کوئی جھگڑا نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس

Marfat.com

بات کا حکم دے رکھا ہے۔ یہاں اس آیت میں قابل توجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اطاعت کا ذکر فرمایا یا اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا تو اطاعت کا عطف اطاعت پر فرمایا تاکہ واضح رہے کہ اطاعت نبی مشروط نہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو واضح فرماتے ہیں تو آپ ﷺ کا قول دین میں حجت کا درجہ رکھتا ہے، لیکن جب اولوالامر کی اطاعت کی بات کی تو اس کا عطف اطاعت رسول پر ڈالا کیونکہ اس کی اطاعت کا آپ ﷺ کی اطاعت کے تابع ہونا شرط ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تنازع اور اختلاف کا بیان فرمایا کہ اس میں حکم کی طرف رجوع ضروری ہے تو وہاں اولوالامر کی بات نہیں کی صرف اتنا فرمایا:

((فردوہ الی اللہ والرسول))

''پس اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔''

درمیان میں ''واؤ'' عاطفہ کا ذکر کیا ''والی الرسول'' نہیں فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ دیں گے وہ اللہ ہی کا فیصلہ ہو گا جو آپ ﷺ پر وحی کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں صلات اللہ وسلامہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اے اللہ! ہمیں بھی آپ ﷺ کے اتباع اور احباب میں شامل فرمادے۔

رسول اللہ جو عطا کریں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ:

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر حضور ﷺ کے احکام کو بجالانا اور آپ ﷺ کے نواہی سے رک جانا لازم فرمادیا ہے اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب))

(الحشر:7)

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وما اتکم الرسول'' آپ ﷺ کے ہر حکم کو شامل ہے۔ خواہ بصورت قول ہو یا فعل یا آپ ﷺ کی تصویب وتائید ہو اور ''وما نھکم'' ہر منع کو شامل ہے خواہ بصورت فعل ہو یا قول تو مسلمان پر حالت منع میں اجتناب اور حالت حکم میں اتباع واطاعت لازم ہے، ورنہ عاصی ہوگا اور جس نے بھی امر ونہی میں آپ ﷺ کی مخالفت و نافرمانی کی اسے اللہ کے اس شدید عذاب سے ڈرنا چاہیے جس پر آیت کا اختتام ہوا ہے، باقی یہاں یہ شرط کوئی نہیں کہ اس امر ونہی کا قرآن میں ہی ہونا ضروری ہے، بلکہ فرمایا جس کا حکم آپ ﷺ دیں یا جس سے آپ ﷺ منع فرمائیں کیونکہ حکم ''ما'' عام ہے اور سب کو شامل ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف سفر فرمایا، آپ ﷺ نے اور صحابہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ مقام کراع الغمیم پر پہنچے، عرض کیا گیا: لوگوں پر روزہ شاق ہوگیا ہے اور وہ آپ ﷺ کے منتظر ہیں، آپ ﷺ نے عصر کے بعد پانی کا پیالہ طلب فرمایا اور اسے بلند فرمایا تاکہ لوگ دیکھ لیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے پیا، پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کچھ لوگوں نے ابھی روزہ رکھا ہوا ہے۔ تو فرمایا:

((اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ))(مسلم، کتاب الصیام)

Marfat.com

''یہ عاصی ہیں۔ یہ عاصی ہیں۔''
آپ ﷺ نے قولاً افطار کا حکم نہیں دیا، بس آپ ﷺ سے لوگوں کی تکلیف بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے افطار فرما دیا تو آپ ﷺ کا فعل، الفاظ امر سے بھی زیادہ بلیغ ٹھہرا، اس لئے جب انہوں نے افطار نہ کیا تو فرمایا: وہ عاصی ہیں کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے امر بصورت فعل کی مخالفت کی تھی (اور وہ افطار تھا)۔

جس بات کا آپ ﷺ ہمیں حکم دیں اس کا حسب طاقت بجالانا لازم ہے اور جس سے منع فرمائیں اس سے کلی طور پر رک جائیں کیونکہ منہیات وممنوعات تمام کے تمام قدرت میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان میں تقسیم درست نہیں، رہا امر کا معاملہ تو اس میں بقدر طاقت رکھا جا سکتا ہے یعنی اس میں تخفیف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دعوني ماتر كتكم فانما اهلك من قبلكم سوالهم واختلافهم على انبياء وهم فاذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه واذا امرتكم بشيء فاتوا منه ما استطعتم))(بخاري، كتاب الاعتصام)

وہ چھوڑ دو جسے میں چھوڑ دوں۔ تم سے پہلے لوگ انبیاء سے سوال اور اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب میں تمہیں کسی شی سے منع کروں تو اسے سے بچو اور جب کسی شی کے بجالانے کا کہوں تو اسے حتی المقدور بجالانے کی کوشش کرو۔''

صحابہ کرام نے اس آیت مبارکہ سے حجیت حدیث پر استدلال کیا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے بال ملانے والیوں پر۔ بنو اسد کی خاتون کو یہ بات پہنچی (جس کا نام ام یعقوب تھا) وہ قرآن کا مطالعہ کرتیں تھیں۔ حضرت کے پاس آئیں اور کہا کہ مجھے آپ ﷺ کی بات پہنچی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں لعنت کیوں نہ کروں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور یہ کتاب اللہ میں ہے، اس خاتون نے کہا:

((لقد رات ما بين لوحي المصحف فما وجدته))

''میں نے اول تا آخر قرآن پڑھا اس میں اسے میں نے کہیں نہیں پایا۔''

تو آپ نے فرمایا:

((لئن كنت قراتيه لقد وجدتيه وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا))

''اگر تم قرآن کی یہ آیت پڑھ لیتیں تو پالیتی: جو رسول تمہیں دے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔''

کوئی انسان جتنا بھی کمال حاصل کرلے اس کے تمام اوامر ونواہی کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ معصوم نہیں اور نہ ہی اسے وحی آسمانی کی تائید حاصل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے مختار و مصطفیٰ نبی ﷺ کی وحی وعصمت کیلئے مخصوص فرما لیا تو ہم پر آپ ﷺ کی اطاعت تامہ اور تسلیم کامل لازم فرمادی، آپ ﷺ کے اوامر کو بجالانا اور نواہی سے اجتناب ضروری قرار دے دیا۔ آپ ﷺ کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی منشا و مراد کو لوگوں پر واضح فرمائیں اور آپ ﷺ کو مہبط وحی بنایا تو اب تمام لوگوں پر آپ ﷺ کی اتباع اور امتثال لازم وفرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کریم ﷺ کو حکم، فیصل اور کامل ترازو بنایا تو جو آپ ﷺ عطا کریں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ تو اس ترازو پر ہر مسلمان اپنے آپ کو پرکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے صفی نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا تو کسی مقام و وقت یا حال وامر کا تعین نہیں فرمایا کہ فلاں جگہ اور موقع پر آپ ﷺ کی

Marfat.com

اتباع واطاعت کی جائے، بلکہ ان آیات مبارکہ کے سیاق سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ تمام امور، احوال، اوقات اور مقامات میں اطاعت لازم ہے، خواہ امور چھوٹے ہوں یا بڑے خواہ یہ تصرفات ہوں یا خواہشات، خواہ وہ عقیدہ ہو یا عمل، خواہ عبادت ہوں یا معاملات، یہ اخلاق ہوں یا اذواق، صلح ہو یا جنگ، خواہ امر ہو یا نہی، خواہ نیکی ہو یا برائی، یہ اطاعت ہو یا معصیت، یہ امور دنیا یا معیشت کے ہوں یا امر اخروی، ہر شے میں غضب، حلم، غنا وفقر، الغرض دنیا وآخرت کے ہر معاملہ میں آپ ﷺ ہی کی اتباع کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات اقدس کو بے مثال رہنما، بے بدل قائد اور اسوۂ حسنہ بنایا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

رسول اللہ ﷺ کے طلب کرنے پر فی الفور حاضر ہونا:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ جب بھی میرا نبی ﷺ تمہیں بلائے تو فی الفور حاضر ہو جاؤ، سستی نہ کرو کیونکہ اس میں قبول کرنے والی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((یایها الذین امنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعا کم یحییکم واعلموا ان الله یحول بین المرء و قلبه وانه الیه تحشرون))(الانفال:24)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔ جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہارا اسی کی طرف حشر ہوگا۔''

اس آیت میں الفاظ ''اذا دعا کم'' بڑے ہی توجہ کے لائق ہیں، ضمیر تثنیہ نہیں، واحد ہے تا کہ واضح ہو جائے یہ دعوت (بلانا) ایک ہی ہے، جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اس نے حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کے بلانے پر حاضری دی کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی ہی پیغامبر ہے۔ جس نے بھی آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے آپ ﷺ کے بھیجنے والے کی اطاعت کی، جس نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہی اس نے اللہ کی بات کو قبول کیا، جب صحابہ سے آپ ﷺ کے بلانے پر کچھ تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا کہ دیر نہ کیا کرو جلدی کیا کرو حتیٰ کہ وہ نماز میں تھے تب بھی فرمایا: تاخیر نہ کرو کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت اور آواز پر حاضر ہونا فی الفور لازم ہے، لیکن نماز ہے مثلاً: تو اس کیلئے کافی وقت ہوتا ہے تو اسے بھی آپ ﷺ کی اطاعت اور حکم پر چھوڑ دیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابی بن کعب کے پاس تشریف لائے، وہ نماز ادا کر رہے تھے، آپ نے آواز دی: اے ابی! انہوں نے جواب نہ دیا۔ جلدی سے نماز مکمل کر کے حاضر ہو کر عرض کیا:

((السلام علیك یا رسول الله))

''یارسول اللہ! سلام عرض ہے۔''

آپ ﷺ نے جوابِ سلام عنایت کیا اور فرمایا:

((مامنعك یا ابی اذا دعوتك ان تجیبنی؟))

''میں نے بلایا تم نہیں آئے کیا وجہ؟''

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ

Marfat.com

((كنت فى الصلوة))
''میں نماز میں تھا۔''
فرمایا:
((افلست تجد فيما اوحى الله الى ان، يايها الذين امنوا استجيبوا))
''کیا تم نے مجھ پر ہونے والی وحی میں یہ نہیں پایا: اے ایمان والو! فوراً حاضر ہو جاؤ۔''
عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ (مسند احمد 2-412)
حضرت ابوسعید بن معلیٰ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، مجھے بلایا، میں نماز مکمل کر کے حاضر ہوا فرمایا:
((مامنعك ان تاتى؟))
''آنے سے کس نے روکا؟''
عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ
((انى كنت اصلى))
''میں نماز ادا کر رہا تھا۔''
فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے؟
((يايها الذين امنوا استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم))(الانفال: 24)
''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جس سے تمہیں زندگی ملے۔''
پھر فرمایا: میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی عظیم سورت کی تعلیم دیتا ہوں، آپ ﷺ جب باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا تو آپ ﷺ نے مجھے الحمد للہ رب العالمین اور سبع مثانی کی تعلیم دی۔ (بخاری، کتاب التفسیر)
ان نصوص سے یہ احکامات ثابت ہوتے ہیں:
1: جب اس شخص پر حاضر ہونا فی الفور لازم ہے جو نماز (جو کہ مستقبل اور اہم عبادت ہے) میں ہے تو اس شخص پر کس قدر لزوم ہوگا جو نماز میں نہیں، پھر عمومی حالات میں جس سے اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے اس پر کتنا لزوم ہوگا؟ یہ نص خواہ بصورت آیت قرآنی یا بصورت حدیث، آپ ﷺ کی اطاعت کے حتمی وجوب پر دال ہے یعنی آپ ﷺ کی اطاعت پر کسی دوسری طاقت کو مقدم نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ کتنی اہم عبادت ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ آپ ﷺ کی اطاعت مقدم ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے بلاوے پر فی الفور حاضر ہونا مقدم ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کے حکم کو بجالانا ایسی عبادت ہے کہ کوئی عبادت اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی جس طرح آپ ﷺ کی بات نہ ماننا اور بلاوے پر حاضر نہ ہونا اتنی بڑی معصیت ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی معصیت نہیں کر سکتی ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ان صحابہ کرام کو عتاب فرمایا تاکہ آئندہ وہ معصیت میں نہ پڑ جائیں۔

Marfat.com

2: متعدد علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز کی حالت میں آپ ﷺ نے یاد فرمایا تو حاضری دی جائے اس سے نماز باطل نہیں ہوگی اگرچہ یہ حکم انہوں نے دیگر نصوص سے بھی لیا۔

3: اگر آدمی نماز میں ہے تب بھی حاضری فرض ہے، اگر حاضر نہیں ہوتا تو گناہگار ہوگا، اگر ایسی بات نہیں تو آپ ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم پڑھ کر نہ سناتے، ہاں یہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ ہاں نفل نماز میں والدہ کا بلانا بھی اسی کے ساتھ متصل ہے۔ جیسا کہ عابد جریج کے واقعہ میں ہے کہ انہیں تین دفعہ بلایا اتفاقاً وہ نماز میں تھے، انہوں نے ماں پر نماز کو ترجیح دی حتیٰ کہ ماں نے بددعا کی:

((اللهم لا تمته حتى تريه وجوه المومسات))(مسلم)

''یا اللہ! یہ موت سے پہلے زانیہ عورتوں کو دیکھے۔''

4: حضور ﷺ جب بھی طلب فرمائیں فی الفور حاضر ہونا لازم و فرض ہے، اگر فی الفور حاضر ہونا لازم نہ ہوتا تو ان دو صحابہ پر آپ ﷺ عتاب نہ فرماتے۔

اطاعت رسول......خالص ترین عبادت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صفی ﷺ کے بلاوے پر حاضر ہونا، دنیا و آخرت میں حیات ابدی پانے کا ذریعہ بنایا ہے، کیونکہ یہ اس اللہ کا حکم ہے جو بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ ﷺ سے صادر ہوتا ہے اسے وحی قرار دے دیا اور لوگوں پر آپ ﷺ کی اطاعت لازم فرما دی، حلال و حرام میں، صلح و جنگ، عقیدہ و عبادت اور اخلاق و معاملات میں حتیٰ کہ ہجرت بھی آپ ﷺ کی خاطر ہوتی اور جس نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی اللہ نے اس کا اجر اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ومن يخرج من بيته مهاجراً الى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله وكان الله غفورا رحيما))(النساء:100)

''اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اگر آپ ﷺ کی اطاعت ایسی خالص عبادت نہ ہوتی جس پر مہاجر کو اجر دیا جاتا ہے تو آپ ﷺ کی طرف ہجرت جائز نہ ہوتی، جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو دیکھتے ہیں:

((مهاجرا الى الله ورسوله))(النساء:100)

''جو اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہے۔''

اور پھر فرمایا:

((فقد وقع اجره على الله))(النساء:100)

''اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا۔''

Marfat.com

تو اس کے سوا ہمارے اوپر کوئی اور معنی آشکار نہیں ہوتا۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مہاجر کا اجر اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس صورت میں جب وہ مہاجر ابھی مدینہ طیبہ آپ ﷺ تک نہیں پہنچا بلکہ راستہ میں اس کا وصال ہو گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ مانوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله و من كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امراة يتزوجها فهجرته الى ماهاجر اليه))(بخاري، كتاب الايمان)

''اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر آدمی کے لیے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی، جس نے ہجرت کی اللہ و رسول ﷺ کی طرف اس کی ہجرت اللہ و رسول ﷺ کی طرف ہے اور جس نے ہجرت کی دنیا یا کسی خاتون کی خاطر اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے۔''

تو حکم کا ربط نیت سے ہے، جس کی ہجرت خالصۃً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو گی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ہجرت کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دے گا، اسی لئے حضور ﷺ نے ہجرت پر صحابہ سے بیعت لی، جس کی ہجرت دنیا کی خاطر ہوتی دین کے لئے نہ تھی تو اس کیلئے کوئی اجر و ثواب نہیں۔ اگرچہ وہ ہجرت اولیٰ میں شامل ہوا ہو۔

جب آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمرو آ گئے، ان کی قوم میں سے ایک آدمی بھی ساتھ تھا، مدینہ کی فضاء اسے موافق نہ آئی تو بیمار ہو گیا، پریشان ہو کر قینچی لی اور اس کے ساتھ اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیئے، اس کے ہاتھ اس قدر زخمی ہو گئے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا، طفیل بن عمرو نے اسے خواب میں دیکھا حالت اچھی تھی لیکن ہاتھ ڈھانپے ہوئے تھے۔ پوچھا: رب کریم نے کیسا معاملہ فرمایا؟ کہا:

((غفري بهجرتي الى نبيه))

''میں نے اس کے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی اس کے وسیلہ سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔''

پوچھا: کیا وجہ میں تجھے ہاتھ ڈھانپے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا:

''مجھے فرمایا گیا جو تو نے خود فاسد کیا، ہم اس کو درست نہیں کریں گے۔''

یہ قصہ حضرت طفیل نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم وليديه فاغفر))(مسلم، كتاب الايمان)

''اے اللہ اسے اور اس کے ہاتھوں کو معاف فرما دے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی وجہ سے معاف فرما دیا تو ہجرت کا کتنا بلند مقام ہے کہ اس کی وجہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہجرت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ تبھی تو یہ اس آدمی کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنی۔

یہ مسلم ہے کہ فتنوں کے دور میں لوگ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں، حوادثات فتن کی وجہ سے عبادات سے ہٹ کر دنیا کی

Marfat.com

طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، ان کے اذہان اور عقول اپنے مولیٰ سے اور اس کا قرب پانے سے دور ہو جاتے ہیں کیونکہ جنگ، قتل، لوٹ مار، چوری ڈاکے انسانی ذہن کو پریشان کر دیتے ہیں جو شخص اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی ذات کی طرف متوجہ رہا، فتنے اسے پریشان نہ کر سکے، حوادثات اور مصائب اس کے ذہن کو پراگندہ کرانے میں کامیاب نہ ہو سکے، یقیناً ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں مگر ان کا عمل ان کے رب کے ساتھ تعلق مین کتنا مستحکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اجر و ثواب کس قدر نصیب ہوگا، ان کے اس عمل کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا مگر وہ شخص جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((العبادة فی الهرج كهجرة الى))(مسلم، کتاب الفتن)

''حوادثات فتن میں عبادت، میری طرف ہجرت کے برابر ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں دور فتنہ میں عبادت پر ابھارا گیا ہے کہ اس کا فضل اور ثواب ایسے ہے جیسے کسی نے اللہ کے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ اس نص نے تو نہایت اعلیٰ انداز میں ہجرت کی فضیلت واضح کی ہے۔ اور فتنوں کے دور میں عبادت کا مقدم ہونا بھی۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف فتح مکہ سے پہلے ہجرت لازم و فرض تھی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے دیا کہ غیر مہاجر کو دوست نہیں بنایا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان الذين امنوا وهاجروا وجهدوا باموالهم وانفسهم فی سبيل الله والذين اووا ونصروا اولئك بعضهم اولياء بعض والذين امنوا ولم يهاجروا ما لك من ولا يتهم من شی ء حتی يهاجروا وان استنصرو كم فی الدين فعليكم النصر الا علی قوم بينكم وبينهم ميثاق والله بما تعملون بصير))(الانفال:72)

''بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لئے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا، جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔''

ہجرت کا یہ مقام ہے۔ پہلے ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کا مقام بھی جان چکے جس سے واضح ہو گیا کہ ہجرت قربات میں سے اعظم اور عبادات میں سے احسن ہے پھر ہمیں اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ حضور ﷺ کی اطاعت کی عظمت کیا ہے اور یہ فی نفسہ مطلوب ہے۔

اطاعت رسول اور حکم الٰہی:

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ خصوصاً جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے

Marfat.com

رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوا سے آپ ﷺ کی اطاعت کا پابند کر دیا گیا ہے۔ درج ذیل آیات میں مختلف الفاظ میں اطاعت کا حکم ہے:

((انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون ٥ ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاؤلئک ھم الفائزون ٥ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لن امرتھم لیخرجن قل لا تقسموا طاعۃ معروفۃ ان اللہ خبیر بما تعملون))(النور:51-52)

”مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں: ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں اور انہوں نے اللہ کی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کو نکلیں گے۔ تم فرماؤ: قسمیں نہ کھاؤ موافق شرع حکم برادری چاہیے۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔“

ان تمام آیات میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے۔ کسی آیت کے الفاظ یہ ہیں:

((قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول))(النور:54)

”تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔“

کسی جگہ الفاظ یہ ہیں:

((واطیعو اللہ ورسولہ))(الانفال:46)

”حکم مانو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا۔“

اطاعت رسول کا عطف اللہ کی اطاعت پر:

کئی آیات میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا عطف اطاعت اللہ پر ہے، لیکن اس کی دوصورتیں ہیں:

1: اطاعت رسول ﷺ کا اطاعت اللہ پر عطف۔

2: اسم رسول ﷺ کا اسم جلالت پر عطف۔

اطاعت رسول ﷺ کا اطاعت اللہ پر عطف: اس پر متعدد آیات دال ہیں:

((قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ماحمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلغ المبین))(النور:54)

”تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔“

تو آپ ﷺ کی اطاعت، سراپا ہدایت اور آپ ﷺ کی معصیت سراپا گمراہی اور ضلالت ہے:

((انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون ٥ واطیعو اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم

Marfat.com

فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبین))(المائدہ:91-92)

''شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچادینا ہے۔''

((یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیرو احسن تاویلا))

(النساء:159)

''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں اطاعت رسول ﷺ کا عطف اپنی اطاعت پر فرمایا ہے، اولوالامر کی اطاعت کو، اطاعت رسول ﷺ میں ہی شامل کر دیا ہے کیونکہ ان کی مستقبل اطاعت نہیں، ان کی اطاعت اس میں ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تابع ہوگی، اسی لئے تنازع کے وقت معاملہ کو ان کی طرف لوٹانے کا حکم نہیں بلکہ اللہ کی کتاب کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف (آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں) اور وصال کے بعد آپ ﷺ کی سنت کی طرف لوٹانے کا حکم ہے۔

((یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم))(محمد:33)

''اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔''

((واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین))(التغابن 12)

''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچادینا ہے۔''

''واحذروا'' کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید دھمکی ہیں اور ''فان تولیتم'' اور ''فان تولوا'' آپ ﷺ کی اطاعت سے اعراض اور مخالفت کے خطرناک ہونے پر دال ہیں اور واضح کر رہے ہیں کہ کسی کے اعراض و انکار سے نبی اکرم ﷺ کو کوئی نقصان نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی ذمہ داری تو بات دلائل سے واضح کرنا تھی جو آپ ﷺ نے کر دی نقصان تو خود اعراض، مخالفت اور نافرمانی کرنے والے کو ہے، جب عاقل اور صاحب فہم کو اس بات کا علم ہوگیا کہ جو ہستی آپ ﷺ سے اعراض و مخالفت پر عذاب کی وعید سنا رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے تو جو آپ ﷺ کی اطاعت کو قبول کرے گا اور دل و جان سے فدا ہوگا، آپ ﷺ کی مخالفت و نافرمانی سے بچے گا اسے اللہ تعالیٰ کیا مقام عطا فرمائے گا۔ یہی وجہ ہے جب عاصی اور کفار (جنہوں نے دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی) دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی تو آج یہ عذاب الیم نہ دیکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

((ان اللہ لعن الکفرین واعد لھم سعیراً ○ خلدین فیھا ابدا لا یجدون ولیا ولا نصیرا ○ یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا ○ وقالوا ربنا انا اطعنا

Marfat.com

سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا ٥ ربنا اتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا))
(الاحزاب:64-68)

''بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کیلئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔اس میں ہمیشہ رہیں گے،اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے، کہتے ہوں گے:ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا اور کہیں گے:اے ہمارے رب!ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔اے ہمارے رب!انہیں آگ کا دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔''

تو آیات سابقہ میں اطاعت کا عطف اطاعت پر ہے جو واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت مستقل طور پر لازم ہے یعنی وہ عمل جو آپ ﷺ نے جاری فرمایا اور قرآن میں وہ نہیں بلکہ وہ زائد ہے تو اس میں اطاعت لازم ہوگی اور لفظ اطاعت کا اطاعت پر عطف اسی راز اور حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔مثلاً:عورت اور اس کی پھوپھی،عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام، نکاح متعہ، ہر ذی ناب درندے اور ذی مخلب پرندے، وحشی حمار کا کھانا حرام ہیں، اس طرح بہت بیوع حرام ہیں، تلی وجگر اور مچھلی و مکڑی کا کھانا حلال ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت آپس میں متلازم ہیں۔ان میں جدائی نہیں، ان میں سے جس نے کسی کا انکار کیا اس نے دوسری سے انکار اور کفر کیا، ان دونوں کو مانے بغیر ایمان درست نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں ایمان اور اطاعت کے درمیان ربط واتصال بیان فرمایا ہے۔تو اطاعت، ایمان کے لوازمات میں سے ہے۔جیسا کہ محبت، ایمان کا لازم ہے۔اسی لئے جب اطاعت کا باعث محبت ہے تو وہ اولیٰ ہوگی اس بات سے کہ باعث خوف ہو، اگر چہ دونوں کا وجود اجتماعی طور پر ضروری ہے۔

ان آیات نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت مستقل طور پر مطلوب ہے۔اس لئے یہ ثمرات وفوائد مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ آرہا ہے اور اس کے ترک پر عذاب وگرفت ہے۔

پھر تم نے یہ بھی دیکھا کہ ان آیات میں اطاعت صرف امت مسلمہ کو ہی حکم نہیں بلکہ تمام مخلوق کو ہے کہ اگر انہوں نے اطاعت نہ کی تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، دائمی جہنم اور عذاب الیم ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بجائے اپنے لیڈروں اور قائدین کی اتباع کی، ہاں ساتھ امت کو بھی اطاعت کا حکم ہے۔دوسروں کو پہلے ایمان پر اطاعت کا ہے لیکن امت کو آپ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کا حکم ہے۔

اسم رسول ﷺ کا اسم جلالت پر عطف: اس کی بھی متعدد صورت ہیں:

1: صیغہ طلب۔

2: صیغہ مضارع بمعنی امر۔

3: اسم رسول کا اسم جلالت پر عطف اور اطاعت کا حکم بصیغہ امر۔

1: صیغہ طلب: بعض آیات میں صیغہ طلب ہے اور عطف اسم رسول کا اسم جلالت پر ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان

Marfat.com

تطیعوا اللہ ورسولہ لایلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم))(الحجرات: 14)

''دیہاتی بولے: ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم اسلام لائے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ ہوگا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہاں ایمان ہی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کے امر کو قبول کرنا ہے، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرلیں اور آپ ﷺ کے اس حکم کو مان لیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں فرمائے گا بلکہ ان کو فلاح کبیر بصورت گناہوں کی بخشش اور ان پر رحمت عطا فرمائے گا۔ ان تمام مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''رسول اللہ'' کا عطف لفظ ''اللہ'' پر حکم اطاعت میں اشتراک کی وجہ سے فرمایا ہے اور یہ آپ ﷺ کا انتہائی اکرام ہے کیونکہ ہمارے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک اسم کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے نام نامی ﷺ کے سوا کسی نبی کے نام کو متصل نہیں فرمایا تو یہ بات واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ یہ بات بھی آشکار ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل ہے اور اس اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے۔

سنت نبویہ کا تعلق قرآن کریم سے تین طرح کا ہے۔ ان آیات سے متعلقہ دو ہیں:

1۔ ایک حکم قرآن میں ہو اور انہی الفاظ سے وہ سنت میں بھی بیان ہو۔

2۔ قرآن میں الفاظ حکم مجمل تھے۔ مثلاً: واقیموا الصلوۃ، واتوا الزکوۃ، احل اللہ البیع وحرم الربوا'' تو سنت نے اسے واضح کر دیا، یا سنت قرآن کے عام کو خاص اور اس کے مطلق حکم کو مقید کر دیتی ہے، تو سنت کے ساتھ استدلال قرآن کریم کے ساتھ ہی استدلال ہے کیونکہ یہ اس کے تابع اور حکم قرآن سے باہر نہیں۔

2: **صیغہ مضارع بمعنی امر:** کچھ آیات میں مضارع کا صیغہ ہے اور وہ بھی معنی امر پر ہی محمول ہے، لیکن لفظ رسول کا عطف اسم جلالت پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا))(النساء: 69)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما))(الاحزاب: 71)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

Marfat.com

((ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر ومن یتول یعذبہ عذابا الیما)) (الفتح:17)

''اور جو اللہ اوراس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے درد ناک عذاب فرمائے گا۔''

چوتھے مقام پر فرمایا:

((ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا وذلک الفوز العظیم))(النساء:13)

''اور جو حکم مانے اللہ اوراس کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

پانچویں مقام پر ہے:

((والمومنون والمومنت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوٰۃ و یطیعون اللہ و رسولہ اولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم))(التوبہ:71)

''مومن مرد اور عورتیں آپس میں دوست ہیں، نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا۔ بلاشبہ وہ غالب حکمت والا ہے۔''

سچے اور مستحق رحمت اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت اختیار کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع وخبر ہے جو ان صفات کو اپنانے کا حکم بھی ہے۔

3: **صیغہ امر**: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم و اصبروا ان اللہ مع الصبرین))(الانفال:46)

''اور اللہ اوراس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہارا دبدبہ جاتا رہے گا اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون))(الانفال:20)

''اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

((فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین))(الانفال:1)

Marfat.com

''تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل (صلح صفائی) رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو، اگر ایمان رکھتے ہو۔''

چوتھے مقام پر ہے:

((واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون))(آل عمران:132)

''اور اللہ ورسول ﷺ کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ۔''

پانچویں مقام پر ہے:

((قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین))(آل عمران:32)

''تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو پسند نہیں کافر۔''

چھٹے مقام پر ہے:

((اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوکم صدقة فان لم تفعلوا وتاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوة واتوا الزکوة واطیعوا اللہ ورسولہ واللہ خبیر بما تعملون))(المجادلہ:13)

''کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو، پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔''

سورۃ الاحزاب میں خطاب خصوصاً خواتین کو صیغہ امر میں ہے اور لفظ رسول کا عطف اسم جلالت پر ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واقمن الصلوة واتین الزکوة واطعن اللہ ورسولہ۔))(الاحزاب:33)

''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔''

ان آیات میں مختلف امور مثلاً: عبادات، معاملات، صلح، جنگ، خدمت خلق حضور سے عرض و نیاز کا حکم ہے۔

رسول اللہ کی اطاعت جنات کے لیے بھی لازم ہے:

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو عموماً اور اس امت کو خصوصاً آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے جیسا کہ خواتین کیلئے بھی مخصوص حکم آیا:

((واطعن اللہ ورسولہ))

''تم اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی۔''

اسی طرح جنات کیلئے بھی حکم وارد ہے، تاکہ جن وانس دونوں کو حکم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((واذ صرفنا الیك نفرا من الجن یستمعون القران فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین ٥ قالوا یقومنا انا سمعنا کتبا انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیه یھدی الی الحق والی طریق مستقیم ٥ یقومنا اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفرلکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم ٥ ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض

Marfat.com

وليس له من دونه اولياء اولئك في ضلل مبين))(الاحقاف: 29-32)

''اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے، پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے: خاموش رہو، پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے، بولے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔ اے ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانیوالا نہیں اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

ان آیات میں مطیع مومن کا ثواب اور جزاء، گناہوں کی بخشش اور عذاب الیم سے محفوظ ہونا بیان ہوا ہے اور جو اطاعت کو قبول نہیں کرے گا وہ زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور اس کا کوئی مددگار نہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے کیونکہ وہ واضح طور پر گمراہ ہے۔ جنات نے دوسروں کو بھی شوق وخوف سے دعوت دی، ان میں سے بہت نے قبول کرلیا اور وہ وفد در وفد آپ ﷺ کی خدمت میں آتے رہے جیسا کہ متعدد روایات میں موجود ہے۔

تمام انبیاء سے خاتم النبیین کی اطاعت کا عہد:

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی فرضیت پر ایک اہم چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا ہے اور وہ عہد آپ ﷺ پر بصورت ایمان آپ ﷺ کی نصرت وتائید اور آپ ﷺ کی اتباع ہے۔ جیسا کہ ان انبیاء علیہم السلام کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ اپنی اپنی امت (جو آپ ﷺ کو پائیں) کو آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی مدد، آپ ﷺ کی اتباع واطاعت کرنے کا کہیں۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((واذ اخذ الله ميثاق النبين لما اتيتكم من كتب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتومنن به ولتنصرنه قال ء اقرار تم واخذ تم على ذلكم اصرى فالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشهدين))(آل عمران: 81)

''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور یہ حضرت قتادہ، حضرت سعدی اور امام حسن وطاوس سے بھی ہے، جیسا کہ طبری، ابن کثیر اور سیوطی نے اسے تفسیر کے تحت نقل کیا ہے:

((ما بعث الله نبيا من الانبياء الا اخذ ميثاقه ليومنن بمحمد ﷺ و ينصرنه ان خرج وهم احياء))

''اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ ﷺ اس کی زندگی میں تشریف لائیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی

Marfat.com

مدد کریں۔"

اس آیت کریمہ میں "النبیین" کا لفظ اہم ہے۔ یہ ہر نبی اور رسول کو شامل ہے، کیونکہ ہر رسول، نبی ہے لیکن ہر نبی، رسول نہیں ہوتا کیونکہ نبی وہ ہوتا ہے جس پر وحی ہو مگر اسے تبلیغ کا حکم نہ ہو لیکن رسول کو وحی بھی ملتی ہے اور حکم تبلیغ بھی، تو لفظ نبی، رسول سے عام ہے، اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر فرمایا تو "خاتم النبیین" فرمایا تاکہ آپ ﷺ تمام انبیاء اور رسول کے خاتم ہوں، جب آپ ﷺ انبیاء کے خاتم ہوں تو رسولوں کے بھی خاتم ٹھہرے، یہ وہ راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین میں رکھا ہے۔ ارشاد فرمایا:

((ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین))(الاحزاب:40)

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب سے آخری نبی۔"

تو آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تمام انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں، اگر خاتم المرسلین کہا جاتا تو پھر آپ ﷺ کے بعد نبی آنے کا احتمال رہ جاتا، جب خاتم النبیین فرما دیا تو انبیاء اور مرسلین دونوں کیلئے آپ ﷺ خاتم قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا اس بات کا کہ وہ نبی مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے، جب انہوں نے اس بات کا اقرار کر لیا تو انہیں اس پر گواہ بنایا اور خود بھی گواہ بنا جو سب سے بڑی گواہی ہے۔

اور یہ عہد اللہ نے صرف آپ ﷺ کے بارے میں ہی لیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت عام ہے بخلاف دیگر انبیاء و رسل کے، ان کی نبوت و رسالت محدود و مخصوص تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام انبیاء کو آپ ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں، آپ ﷺ کے مقام بعثت، زمانہ، مقام نبوت، آپ ﷺ کی علامات وصفات سے آگاہ فرما رکھا تھا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انی عند اللہ لخاتم النبین وان ادم لمنجدل فی طینته و ساخبر کم باول امری انا دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ ورؤیا امی التی رأت حین والدتنی و قدخرج منھا نور ساطع اضاء ت منه قصور الشام))(مسند احمد:4-127)

"میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے، میں تمہیں ابتدائی معاملہ کی خبر دیتا ہوں، میں ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے ولادت کے وقت دیکھا تھا، ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

اسے امام احمد، ابن حبان، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے حکم ثابت رکھا، بزار، طبرانی، ابن سعد، بیہقی اور بخاری نے تاریخ میں اور بغوی نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ ہے:

((ربنا وابعث فیھم رسولا منھم))(البقرہ:129)

"اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت یہ ہے:

Marfat.com

((ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد))(الصف:6)

''اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ فرمادیا ہے کہ آپ ﷺ کا تذکرہ سابقہ کتب میں موجود تھا اور وہ لوگ آپ ﷺ کے بارے میں علم رکھتے تھے جیسا کہ بہت سے احبار اور رہبان نے اس کے بارے میں بتایا۔

معراج کی رات انبیاء کا سلام اسی عہد کو واضح کرتا ہے۔ ہر نبی نے آپ ﷺ کو مرحبا یا نبی الصالح، الاخ الصالح کہا جبکہ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نے مرحبا یا نبی الصالح وابن الصالح کہا، یہ ان کا اعتراف اور آپ ﷺ کی تعظیم کا اظہار تھا۔ جیسا کہ حدیث حضرت مالک بن صعصعہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما میں ہے۔ اس کا سب سے واضح ثبوت معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام کا بیت المقدس میں امام بننا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہاں انبیاء علیہ السلام جمع تھے۔''

((فحانت الصلاۃ فاممتھم))(مسلم، کتاب الایمان)

''نماز کا وقت ہوا تو میں نے انہیں جماعت کروائی۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثم دخلت بیت المقدس فجمع لی الانبیاء علیھم السلام فقد منی جبریل حتی اممتھم))
(نسائی، کتاب الصلاۃ)

''پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، تمام انبیاء علیہم السلام کو میرے لئے جمع کیا گیا تھا، مجھے جبریل نے آگے کیا، میں نے ان کی امامت کی۔''

ہم امام اور مقتدی کے تعلق سے اچھی طرح آگاہ ہیں، مقتدی، امام کے رکوع سے پہلے رکوع نہیں کرتا، امام کے سجدہ سے پہلے سجدہ نہیں کرتا کیونکہ امام اقتداء کے لیے بنایا جاتا ہے، جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو، جب وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو، تو ہم انبیاء علیہم السلام کی متابعت سے آگاہ ہو چکے، باقی یہ بھی ساتھ ذہن میں ہونا چاہیے کہ امام افضل ہوا کرتا ہے خصوصاً ایسے مقام پر تو وہی امام ہوگا جو تمام سے اخیر، افضل، اکمل اور اعم ہو، یہی وجہ ہے کہ جبریل نے آپ ﷺ کو آگے کیا تھا۔ اگر ان انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی اپنی ظاہری حیات میں ہوتے تو آپ ﷺ کی بعثت کے بعد وہ آپ ﷺ کی ہی اتباع کرتے جیسا کہ آیت مبارکہ میں عہد و میثاق سے واضح ہے، اس لئے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لو کان موسی حیاً ما وسعہ الا ان یتبعنی))(مسند احمد 3-338)

''اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔''

بعض روایات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض میں حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا، اس بناء پر تمام انبیاء نے یہ عہد اپنی اپنی امت سے لیا۔ آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی مدد اور آپ ﷺ کی اتباع کرنا، اس کو اطاعت، فرمانبرداری اور اتباع کہا جاتا ہے، ورنہ آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی مدد کرنے کا کیا معنی؟ قطع نظر اہل کتاب کے انہوں نے ضد، عناد اور حسد کی وجہ سے آپ ﷺ کا

Marfat.com

انکار کیا ورنہ حقیقت کو وہ بھی پہچان چکے تھے اور آپ ﷺ کا یقین تھا کیونکہ آپ ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے، جیسے وہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے خود اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ فرمادیا ہے۔ جب انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کی اتباع واطاعت لازم ہے تو آپ ﷺ کی اتباع واطاعت میں امت آپ ﷺ کے متبعین کا اور ان لوگوں کا جو آپ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں کیا حال ہوگا؟ بلاشبہ ان لوگوں پر آپ ﷺ کی اتباع اور فرمانبرداری واطاعت اور محبت زیادہ ضروری ولازم ہے۔

اللہ پر ایمان رسول پر ایمان لانے پر منحصر:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو یہ مقام نہیں عطا فرمایا جو اس نے اپنے نبی اور صفی حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین، فرض اور کتاب کو بلند مقام عطا فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو اپنے دین کا علم بتایا، آپ ﷺ کی اطاعت فرض فرمائی اور آپ ﷺ کی معصیت کو حرام قرار دیا، آپ ﷺ کی فضیلت کو اس طرح واضح فرمایا کہ اپنی ذات پر ایمان کو، حضور ﷺ کی ذات پر ایمان سے متصل فرمایا، حضور ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا کہ جو آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان نہیں لائے گا وہ کافر اور دائمی دوزخی ہے، یہاں خصوصی توجہ کے لائق یہ بات ہے کہ اکثر آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ہی آپ ﷺ پر ایمان کو متصلاً بیان فرمایا ہے:

((یایھا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلا لا بعیدا))

(النساء:136)

”اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے اس رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔“

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سچے مومن کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے:

((انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ))(النور 62 اور الحجرات:15)

”ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جن کیلئے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔“

تو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے لیکن اس کے رسول ﷺ پر نہ لائے وہ مومن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا تقاضا اس کی طرف رہنمائی کرنے والے کی تعریف وثناء اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حکم کو بجالانا، اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کے حکم کی بجاآوری آپ ﷺ کی اطاعت ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کا حکم دیا ہے، جو آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے گا اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، نہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالایا۔ ایسا شخص تو اس شخص کا نافرمان ہے جو اللہ عزوجل کی طرف رہنمائی کررہی ہے اور وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کررہا ہے۔

اور یہ اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو نفع بخش تجارت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات بھی بتایا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم o تومنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون o یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھر ومسکن طیبۃ فی جنت عدن ذالک الفوز العظیم))(الصف:10-12)

"اے ایمان والو! کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے، ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈر سنایا ہے جو اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتے کہ اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں یہ ان کیلئے بہتر ہے۔ ارشاد فرمایا:

((یایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرا لکم وان تکفروا فان للہ ما فی السموٰت والارض وکان اللہ علیما حکیما))(النساء:170)

"اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کے لیے اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے جنات کا ایک گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قرآن سنا اور اپنی قوم کی طرف انہیں ڈرانے کیلئے گئے تو انہوں نے کہا:

((یقومنا اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم o ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض ولیس لہ من دونہ اولیاء اولئک فی ضلل مبین))

(الاحقاف:31-32)

"اے ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں اور ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ یہ اعلان فرمادیں کہ میری دعوت تمام لوگوں کیلئے ہے اور ان کو اس پر ایمان لانا اور اس کی اتباع لازم و ضروری ہے:

((قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموت والارض لا الہ الاھو یحی ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون))(الاعراف:158)

"تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے، اس کے سوا کوئی معبود

Marfat.com

نہیں، زندہ کرتا اور موت دیتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول امی غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔"

((الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التورة والا نحیل یا مرهم بالمعروف وینهیهم عن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبیث ویضع عنهم اصرهم والا غلل التی کانت علیهم فالذین امنوا به و عزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون))(الاعراف: 157)

"وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔"

وہ کیسے آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے حالانکہ ان سے آپ ﷺ کے بارے میں عہد لیا گیا ہے:

((یایها الذین امنوا اتقوا الله وامنوا برسوله یوتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نورا تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم))(الحدید: 28)

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور کر دے گا جس میں چلو گے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

((امنوا بالله ورسوله وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه فالذین امنوا منکم وانفقوا لهم اجر کبیر ۝ وما لکم لا تومنون بالله والرسول یدعوکم لتومنوا بربکم وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مومنین))(الحدید: 7-8)

"اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں وہ کچھ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کیلئے بڑا ثواب ہے اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں، اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے، اگر تمہیں یقین ہو۔"

ایک مقام پر کفار کا رد اور انہیں آپ ﷺ کی ذات پر ایمان لانے کا حکم یوں دیا:

((زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی و ربی لتبعثن ثم لتنبون بما عملتمو ذالك علی الله یسیر ۝ فامنوا بالله و رسوله والنور الذی انزلنا والله بما تعملون خبیر))(التغابن :7-8)

"کافروں نے بکا کر وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے، تم فرماؤ: کیوں نہیں میرے رب کی قسم! تم ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے، پھر تمہارے کام تمہیں جتا دیئے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس نور پر جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔"

لہٰذا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا ہے جو اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتا۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومن لم یومن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکفرین سعیرا)) (الفتح: 13)

''اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر تو بے شک ہم نے کافروں کیلئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔''

اسی لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان نہیں لائے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جہاد کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا ہے:

((حتی یشھدوان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔)) (البخاری، کتاب الایمان)

''یہاں تک کہ وہ اعلان کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

اس حدیث میں لفظ شہادت آیا ہے اور یہ قول سے کہیں بڑھ کر ہے، کیونکہ توحید اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی سے ہر مخالف و معارض کی نفی ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں شہادتوں کی سب سے پہلے (مسلمان کرتے وقت) دعوت دی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا:

((ادعھم الی شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ)) (البخاری، کتاب الزکاۃ)

''لوگوں کو اس بات کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں۔''

بخاری و مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((فلیکن اول ماتدعوھم الیہ عبادۃ اللہ فاذا عرفوا اللہ فاخبرھم))

''پہلے ان کو عبادت الٰہی کی دعوت دو، جب اللہ کو پہچان لیں تو پھر دیگر باتوں کے بارے میں بتاؤ۔''

اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کا اذعان و یقین ہی مراد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مبلغ تو آپ ﷺ ہی ہیں، اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان من سمع بہ ﷺ ثم لم یومن بہ ﷺ الا ادخلہ اللہ تعالیٰ النار)) (مسلم، کتاب الایمان)

''جس نے میرے بارے میں سن لیا مگر ایمان نہ لایا تو اسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں لے جائے گا۔''

یہ تمام نصوص شریفہ، حضور ﷺ کی اطاعت کے لزوم اور آپ ﷺ کے اقوال مبارکہ کے حجت ہونے پر شاہد ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر ایمان کہ آپ ﷺ رسول ہیں، یہ اس ایمان کی فرع ہے جو اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے پر ہے کیونکہ اس ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی لازم فرمایا ہے تو جس طرح رسول پر ایمان بغیر ایمان باللہ صحیح نہیں، اسی طرح وہ ایمان بغیر اطاعت صحیح نہیں کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایمان لانا لازم فرمایا ہے اس طرح آپ ﷺ کی اطاعت بھی لازم فرمائی ہے۔ پھر جو اللہ کی طرف رہنمائی کر رہا ہے وہی اس کی طرف داعی ہے تو اگر آپ ﷺ کی اطاعت درست نہیں۔ ایمان بھی درست نہ ہوگا اگر ایمان فرض و ضروری ہے تو اطاعت بطریق اولیٰ فرض و لازم ہوگی۔

ثواب و عقاب، بعثت انبیاء پر موقوف ہے:

جب آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے امانت اٹھانے سے معافی مانگ لی تو اسے حضرت آدم علیہ السلام نے اٹھا لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے ان کی اولاد کو پیدا فرما کر ان سے یہ عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور اس کے ساتھ کسی کو

Marfat.com

کبھی بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

((واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهور هم ذريتهم واشهد هم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا)) (الاعراف: 172)

''اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود اُن پر گواہ کیا گیا، میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے: کیوں نہیں، ہم گواہ ہوئے۔''

یہ عالم خلق میں ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں عالم شہادت و وجود کی طرف پیدا فرمایا۔ اس پر حدیث قدسی شاہد ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اہل نار پر روز قیامت عذاب کم کر دیتا ہوں کیا وہ تمام دنیا فدیہ میں دیدے گا؟ بندہ کہے گا: ''ہاں'' اللہ فرمائے گا: میں نے تجھ سے اس سے بہت آسان شے کا ارادہ کیا تھا جب تو صلب آدم تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا تو تُو نے میرے ساتھ شریک نہ بنانے سے انکار کر دیا تھا۔'' (بخاری، کتاب الرقاق)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو زمین پر اُتار دیا اور انسان کے ساتھ اس کا نفس ہے جو اسے برائی کی دعوت دیتا ہے۔ شیطان بھی حضرت آدم اور ان کی اولاد کا دشمن بن گیا۔ پھر انسان کے ساتھ اس کی چاہتیں خواہشات اور شہوات ہیں، پھر اس پر بھول بھی طاری ہوتی ہے۔ ان تمام نے مل کر انسان کو اس عہد قطعی سے غافل کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا تھا کہ میں تجھ پر ایمان لاؤں گا اور شریک نہیں ٹھہراؤں گا، اطاعت کروں گا نافرمانی نہیں کروں گا تو اس سے بھول جانے والے انسان کیلئے کسی یاددہانی کروانے والے کی ضرورت ہے جو اس معاہدہ کو یاد کرواتا رہے، اس پر ایمان کی گواہی دیتا رہے اور توحید کی جس کے بارے میں بات ہوئی تھی۔ جیسا کہ کسی ایسے منذر کی ضرورت ہے جو شرک جیسی لعنت سے بچائے اور اس کفر سے جس سے منع کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ سے دور ہونے سے بچائے جن کا انجام دوزخ کا عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، اس لئے اللہ تعالیٰ رسول بھیجے بغیر کسی پر عذاب نہیں فرماتا تاکہ حجت قائم ہو جائے اسے وعدہ یاد دلا دیا جائے اور عذاب سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا)) (بنی اسرائیل: 15)

''اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث فی امها رسولا يتلوا عليهم ايتنا وما كنا مهلكی القرى الا واهلها ظلمون)) (القصص :59)

''اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔''

یہ تمام اس لئے ہے تاکہ لوگ پھر عذر نہ کر سکیں۔ عہد پر طویل زمانہ گزر جانے کی وجہ سے وہ ہم عہد بھول گئے اس لئے ہر امت اور ہر بستی میں رسول بھیجے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی حجت مخلوق پر قائم تھی، بصورت قدرت کی نشانیاں، آیات بینات اور اس کا

Marfat.com

عدم سے وجود میں لانا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
((قل فلله الحجة البالغة فلو شاء لهد كم اجمعين))(الانعام:149)
''تم فرماؤ: اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو سب کی ہدایت فرماتا۔''
اللہ تعالیٰ نے خود واضح فرما دیا کہ رسولوں کے بعد لوگوں کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا:
((لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل))(النساء:165)
''کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔''
رسولوں کا آنا جیسے انسان پر حجت ہے اسی طرح جنات کیلئے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
((يمعشر الجن والانس الم ياتكم رسل منكم يقصون عليكم ايتي ينذونكم لقاء يومكم هذا قالوا شهدنا على انفسنا وغرهم الحيوة الدنيا و شهدوا على انفسهم انهم كانوا كفرين))
(الانعام:130)
''اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے۔ کہیں گے: ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔''

لیکن وقت فوت ہونے کے بعد اعتراف فائدہ مند نہیں ہوگا۔ جب اللہ نے انسانوں میں سے رسول بنائے اور انہیں لوگوں کی طرف پیغام دے کر بھیجا تو لوگوں پر ان کے ساتھ کفر کو حرام قرار دے دیا، جب اللہ نے رسولوں کو منتخب کر لیا، ان پر وحی نازل فرمائی حتیٰ کہ وہ اس کے پیغامبر اور اس کی شریعت لوگوں تک پہنچانے والے بن گئے، ان کو مخصوص صفات عطا کر دی گئیں، ان کے دعویٰ کے صدق پر دلائل و براہین قائم کر دیئے گئے۔ ان کی تصدیق نہ کرنے والا کافر، ان کے اقوال کی تصدیق کرنے والا مومن، جو ان کے احکام بجالائے گا وہ مطیع، جو ان کی مخالفت کرے گا وہ مخالفت کی نوعیت کے لحاظ سے عاصی ہوگا، یہ مطیع و عاصی، ثواب و عقاب کے اعتبار سے ہے، لیکن جب تعلق کی وجہ محبت و چاہت ہو تو وہ شان کے لحاظ سے اعلیٰ مقام کے لحاظ سے بلند اور قدر کے اعتبار سے عظیم درجہ پر فائز ہوگی، صحابہ کرام کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے یہی محبت والا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے تمام امم سابقہ پر اپنے اپنے رسول کی اطاعت لازم فرمائی ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کا مقام کتنا بلند ہوگا؟ آپ ﷺ پر تو سلسلہ نبوت و رسالت کو اور تمام ادیان کو آپ کے دین پر ختم کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت، اتباع اور نصرت لازم فرما دی، آپ ﷺ تمام مخلوق سے افضل، تمام انبیاء و رسول سے اشرف، تمام رسولوں اور کائنات کے سردار اور ثقلین کے نبی ہیں۔

مخالف نبی کافر ہے.....قرآن مجید کی وضاحت:

کتاب اللہ میں متعدد مقامات پر حضور ﷺ کی نافرمانی، آپ ﷺ سے آگے بڑھنا، آپ ﷺ سے تنازع اور مخالفت کو حرام فرمایا گیا بلکہ اس شخص کے ایمان کی نفی فرما دی جو آپ ﷺ کے حکم و امر کو تسلیم نہیں کرتا اور اس شخص کو کافر کہا گیا جو آپ ﷺ

Marfat.com

سے مخاصمت اور مخالفت کرتا ہو۔

احسان الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر دواہم احسان فرمائے ہیں، ایک تو انہیں ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور دوسرے اپنے نبی صفی اور حبیب ﷺ کو رسول اسلام بنا کر مبعوث فرمایا، ان دونوں چیزوں کا اللہ تعالیٰ احسان جتایا ہے۔ ہر مسلمان صاحب ایمان کیلئے ان دونوں احسانوں کا ہونا لازم وضروری ہے، اگر ان میں ایک نہ ہوتو ایمان صحیح نہیں۔

اپنے نبی ﷺ کو بصورت احسان بیان فرمایا:

((لقد من الله على المومنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليكم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين))(آل عمران: 164)

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو بطور احسان فرمایا:

((يمنون عليك ان اسلموا قل لا تمنوا على اسلامكم بل الله يمن عليكم ان هدكم للايمان ان كنتم صدقين))(الحجرات: 17)

"وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

((هو الذى بعث فى الامين رسولا منهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم و يعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلل مبين))(الجمعه: 2)

"وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔"

لوگ گمراہی میں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سبب انہیں ہدایت عطا فرمائی اور ان کی ہدایت کیا ہے؟ فقط آپ ﷺ کی اتباع، اطاعت، فرمانبرداری اور آپ ﷺ کے احکام کا نفاذ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات اقدس کو اہل ایمان پر احسان فرمایا کیونکہ اس نے انہیں ہدایت آپ ﷺ کے واسطہ سے دی ہے۔

یہ دونوں احسانات آپس میں متلازم ہیں اور کسی بھی مومن مسلم کا دل ان دونوں سے خالی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان ہیں اور پہلی نعمت (توحید) دوسری کے واسطہ اور سبب سے ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے جنہوں نے اس کی دعوت دی:

((وانك لتهدى الى صراط مستقيم ۝ صراط الله))(الشورىٰ 52-53)

"اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ۔"

Marfat.com

صراط مستقیم سے مراد اللہ کا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں میں ہدایت پیدا فرمانے والا ہے۔ اسی لئے اس کی دعوت دینے والے اور اس کی اثر دعوت پر احسان جتلایا۔ صحابہ کرام نے اس احسان کو مانا، جانا اور اس کی خوب قدر کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا:

((ما اجلسكم ؟))

''یہاں کیوں اکٹھے ہو؟''

عرض کیا:

((جلسنا نذكر الله و نحمده على ما هدانا لينه و من علينا بلك))

''ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس پر شکر کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت بخشی اور آپ ﷺ کی صورت میں احسان فرمایا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان الله عزوجل يباهي بكم الملائكة))(النسائي، كتاب ادب القاضى)

''اللہ جل شانہ تم پر فرشتوں میں فخر فرما رہا ہے۔''

ایک موقعہ پر جب آپ ﷺ نے تمام مال غنیمت تالیف قلب کی خاطر کچھ لوگوں کو عنایت فرما دیا تو انصار کو نہ دیا، بعض نئے مسلمانوں نے نہ ملنے پر افسوس کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا، اس میں مختلف چیزوں کا تذکرہ کیا جس کے جواب میں صحابہ نے بار بار یہی کلمات کہے: ہمارا کچھ نہیں۔

((الله و رسوله امن))

''یہ تمام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا احسان ہے۔''

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے مروی روایت میں تفصیل موجود ہے۔ (البخاری، کتاب المغازی)

جب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ احسان بھی جتایا ہے تو آپ ﷺ کی اتباع واطاعت اور فرمانبرداری کا کیا مقام ہوگا؟ حالانکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس تو ایسا سراپا احسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جتایا ہے، اور اسی طرح آپ ﷺ کی نافرمانی، حکم کی مخالفت اور اس سے دوری کتنی بڑی اور قابل مذمت ہوگی حالانکہ آپ ﷺ وہ احسان ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت فرمایا ہے۔

وعدہ رسول کو سچا تسلیم کرنا:

اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں اہل ایمان اور اہل نفاق کی رسول اللہ ﷺ کے وعدہ کی نسبت مثال بیان فرمائی ہے۔ اہل نفاق جس قدر تکذیب کرتے اسی قدر حضور ﷺ کے وعدہ کو محض دھوکہ قرار دیتے اور بزدلی دکھاتے ہوئے فرار کی راہ اپناتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہوتا وہ اس کے خلاف تھا، اہل ایمان کا عمل اس کے برعکس تھا، آپ ﷺ کا وعدہ ان کے ایمان باللہ، تعلیم وانقیاد اور آپ ﷺ کی اطاعت میں اضافہ کا سبب بنتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

((هنا لك ابتلى المومنون وزلزلواز لزالا شديدا o واذ يقول المنفقون والذين فى قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا o واذ قالت طائفه منهم ياهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا ويستاذن فريق منهم النبى يقولون ان بيوتنا عورة وما هى بعورة ان يريدون الا فرارا o ولو دخلت عليهم من اقطارها ثم سئلوا الفتنة لا توها وما تلبثوا بها الا بسيرا o ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الا دبار وكان عهد الله مسؤلا o قل لن ينفعكم الفرار ان فررتم من الموت اوالقتل واذا لا تمتعون الا قليلا o قل من ذالذى يعصمكم من الله ان ارادبكم سوء او ارادبكم رحمة ولا يجدون لهم من دون الله وليا ولا نصيرا o قديعلم الله المعوقين منكم والقائلين لا خوانهم هلم الينا ولا ياتون الباس الا قليلا o اشحة عليكم فاذا جاء الخوف رايتهم ينظرون اليك تدور اعينهم كالذى يغشى عليه من الموت فاذا ذهب الخوف سلقوكم بالسنة حداد اشحة على الخير اولئك لم يؤمنوا فاحبط الله اعمالهم وكان ذالك على الله يسيرا o يحسبون الا حزاب لم يذهبوا ان يات الاحزاب يودوا لو انهم بادون فى الاعراب يسالون عن انبائكم ولو كانوا فيكم ما قاتلوا الا قليلا))

(الاحزاب: 11-20)

''وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے اور جب کہنے لگے منافق جن کے دلوں میں روگ تھا: ہمیں اللہ ورسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا اور جب ان سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو! یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں، تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے، وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کے اطراف سے آتیں، پھر ان سے کفر چاہتیں تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا وعدہ پوچھا جائے گا۔ فرماؤ ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور تب بھی دنیا نہ برتنے دیئے جاؤ گے مگر تھوڑی۔ تم فرماؤ وہ کون ہے جو اللہ کا حکم تم پر سے ٹال دے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر رحم فرمانا چاہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے، نہ مددگار۔ بیشک اللہ جانتا ہے تمہارے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور لڑائی نہیں آتے مگر تھوڑے۔ تمہاری مدد میں کمی کرتے ہیں۔ پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو، پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تمہیں طعنے دیں لگیں تیز زبانوں سے، مال غنیمت کے لالچ میں، یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دیئے اور یہ اللہ کو آسان ہے، وہ سمجھ رہے ہیں کہ کافر ابھی نہ گئے اور اگر لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کسی طرح گاؤں میں نکل کر تمہاری خبریں پوچھتے اور اگر وہ تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے۔''

((لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الاخرو ذكر الله كثيرا o ولما را المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله و رسوله

Marfat.com

وما زادھم الا ایمانا وتسلیما o من المومنین رجال صدقوا ماعاھدو الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاo لیجزی الله الصدقین بصدقهم ویعذب المنفقین ان شاء او یتوب علیهم ان الله کان غفور ا رحیما))(الاحزاب:20-24)

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کیلئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے: یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔ مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنھوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے تا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے یا انہیں توبہ دے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے صادقین کو یہ عزت بخشی کہ انہوں نے اپنا عہد نبھا دیا اور منافقین جنہوں نے عہد توڑا اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے۔

جب آپ ﷺ کے بیان کردہ وعدہ کو تسلیم کرنا اہل ایمان کی صفت ہے اور ان کے ایمان وتسلیم میں اضافہ کا سبب ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کی اطاعت کا آپ ﷺ کیساتھ ایمان ومحبت کا مظاہرہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان سخت حالات میں وعدہ کو وہی مانے گا جو کامل ایمان، کامل اطاعت، کامل محبت اور سچا تسلیم کرنے والا ہوگا۔ یہ شان صحابہ ہے کہ جو بھی آپ ﷺ نے خبر دی انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ ان اخبارات میں سے جو آپ ﷺ نے دیں اور صحابہ نے دل و جاں سے مانیں فارس، شام، عراق اور یمن کی فتح اور غزوہ ہند کی خبریں تھیں، یہ تمام کی تمام صحابہ نے تسلیم کیں اور اس میں انہیں ذرہ بھر شک نہ تھا بلکہ ان پر کامل یقین تھا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک آدمی نے فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا آیا اس نے لوٹ مار کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:

((یاعدی ھل رایت الحیرة؟))

"کیا تو نے حیرہ شہر دیکھا ہے؟"

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں دیکھا تو نہیں سنا ہے۔ فرمایا:

((ان طالت بك حیاة لترین الظعینة ترتحل من الحیرة حتی تطوف بالکعبة لا تخاف الا الله))

"اگر تیری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے خاتون حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔"

میں نے دل میں سوچا قبیلہ طے کے بدکار کہاں ہوں گے جو پورے شہر لوٹ لیتے ہیں۔ فرمایا:

((ولئن طالت بك حیاة لقفتحن کنور کسری))

"اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا کسریٰ کے خزانے فتح ہو جائیں گے۔"

Marfat.com

میں نے کہا: کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ پھر فرمایا: اگر تیری زندگی رہی تو تو دیکھے گا ایک آدمی سونا چاندی لئے پھرے گا کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ہوگا۔

حضرت عدی کا بیان ہے کہ میں نے تنہا عورت کو حیرہ سے سفر کر کے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ تھا، میں ان لوگوں میں شامل تھا جن کے ہاتھوں کسریٰ بن ہرمز کے خزائن فتح ہوئے اور زندگی رہی تو وہ وقت بھی دیکھیں گے جب زکوٰۃ وصول کرنے والے نہ ہوں گے۔ (بخاری، المناقب)

یعنی انہیں تیسری خبر کے بارے میں بھی یقین تھا کہ اسی طرح وقوع ہو کے رہے گی جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

جب آپ ﷺ نے صحابہ کو دخول مکہ کی خبر دی جو خواب کی صورت میں تھی تو انہیں ذرہ بھر شک اس کے دخول میں نہ تھا اور نہ صحت خبر میں کوئی شک تھا۔ جب حدیبیہ کی صلح ہوئی اس معاہدہ میں تھا کہ اس سال آپ ﷺ مکہ نہیں جائیں گے آئندہ سال جائیں گے۔ بعض نے سمجھا دخول اسی سال ہوگا، ان پر وعدہ وخبر کا معاملہ دشوار گزراحتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ تم عنقریب اس سال داخل ہوں گے۔''

انہوں نے عرض کیا: نہیں، پھر سوچا تو واقعتہً آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا:

((انکم ستدخلو نها))

''تم عنقریب داخل ہوں گے۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے خواب کی تصدیق فرمادی اس میں دخول کے وعدہ کے علاوہ دیگر بشارات بھی تھیں:

((لقد صدق الله رسوله الرء يا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء الله امنين محلقين رء وسكم ومقصرين لا تخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذالك فتحا قريبا ۝ هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و كفى بالله شهيدًا))

(الفتح:27-28)

''بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب، بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن وامان سے، اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے، بےخوف۔ اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔''

تو وہ مکہ میں دخل ہوئے حالت امن میں، انہیں خوف نہ تھا، حلق کروا کر یا قصر کروا کر اور اس داخلہ سے پہلے صلح کروائی جو فتح قریب عظیم تھی اس کے بعد دین کے غلبہ کی بشارت کا ظہور ہوا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی تھی، آپ ﷺ نے ہمیں حوض کوثر کے بارے میں آگاہ فرمایا امید ہے ہماری ملاقات آپ ﷺ سے وہاں ہوگی۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی جیسے کوئی زندہ اور اموات کو الوداع کر رہا ہو، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

((انى بين ايديكم فرط وانا عليكم شهيد وان موعد كم الحوض وانى لانظر اليه من مقامى))(بخارى، كتاب المغازى)

Marfat.com

''میں تمہارا پہلے جا کر انتظار وانتظام کرنے والا ہوں، میں تم پر گواہ ہوں، ملاقات کی جگہ حوض ہے اور میں اسے یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔''

جب آپ نے ہمارے ساتھ آگے جا کر انتظام کا وعدہ فرمایا تو آپ ﷺ ہم سے پہلے وصال فرما گئے وعدہ کی جگہ حوض ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ سے ملیں گے اور آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے مبارک مشروب پیئیں گے جس کے بعد ہم پیاس نہیں محسوس کریں گے۔ اے اللہ! ہم سب کو وہ مبارک موقع عطا فرما۔!

اللھم آمین

بہترین نمونہ:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صفی ﷺ کو اتنا کامل بنایا، اتنے خصائص عطا فرمائے جو کسی اور انسان اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائے۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ واکمل تربیت فرمائی۔ اتنا بلند مرتبت بنایا کہ روز قیامت تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے جھنڈا کے نیچے ہوں گے، آپ ﷺ اللہ کی حفاظت سے محفوظ اور اس کی عصمت سے معصوم ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے سب سے اعلیٰ رہنما بنایا اور اسوۂ حسنہ قرار دے دیا اور آپ ﷺ کی اتباع واطاعت ہر ایک پر لازم فرما دی اور تمام پر لازم کر دیا کہ وہ ہر شے میں آپ ﷺ کو رہنما کامل تصور کریں، کیونکہ آپ ﷺ ہر شے میں کامل ہیں، انسان فطرتاً تقلید اور اتباع پر پیدا کیا گیا ہے، اس امت سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس پر اس کی نہایت شفقت ہے کہ اس نے اس کے لئے اعلیٰ رہنما بنایا تا کہ یہ گمراہ نہ ہو اور نہ بھٹکتی پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خوب آسانی عطا فرمائی اور اعلیٰ رہنما کی طرف ان کو متوجہ فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخرو ذکر اللہ کثیرا))(الاحزاب:21)

''بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کیلئے کہ جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔''

یہ آیت مبارکہ حضور ﷺ کی اقتداء میں بنیادی حیثیت اور اصلِ عظیم کا درجہ رکھتی ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور اخلاق میں پیروی کی جائے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اقتداء وپیروی کرنے والے کی صفات بھی بیان فرما دیں کہ یہ انعام اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کا امیدوار ہو، یوم آخرت کو ماننے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھے، یوم آخرت کا اسے کوئی خوف نہ ہو اور صفت منافقین قلت ذکر سے متصف ہو، نہ اس کیلئے آپ ﷺ مقتداء ہیں، نہ اسوہ یہ اسوہ ہر جگہ ہے گھر، مسجد، راستہ، صلح، جنگ، جنگ میں اقدام وادبار فعل، ترک، آزادی مجبوری، خلق، اللہ تعالیٰ سے اتصال، لباس بلکہ ہر شے میں ہے لیکن اسی کیلئے جو مذکورہ صفات کا حامل ہو۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال میں اقتداء پر اصل کبیر ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر صبر، استقامت، جہاد ومجاہدہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی کے انتظار میں آپ ﷺ کی اقتداء کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے اسی طریق کو اپنایا، اسی شاہراہ پر وہ چلے، اسی ترازو کو انہوں نے لازم پکڑا اور جہاں تک ممکن تھا اسی کو نبھایا۔

Marfat.com

جب آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو انہوں نے پہن لیں اور جب آپ ﷺ نے اسے اتارا تو انہوں نے بھی اتار پھینکا، نماز میں آپ ﷺ نے نعلین اتارے، صحابہ نے بھی اتار دیئے، عرض کیا: آپ ﷺ کے اتارنے کی وجہ سے ہم نے اتار دیئے۔

حضور ﷺ نے وصال کے روزے رکھے، انہوں نے بھی رکھنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب رات کو کھلاتا پلاتا ہے لہٰذا یہ میرے ساتھ مخصوص ہیں۔''

آپ ﷺ کی وجہ سے سفر میں روزہ رکھا، آپ ﷺ کے افطار پہ افطار کر لیا، بعض کے بارے میں پتہ چلا کہ انہوں نے افطار نہیں کیا تو فرمایا: وہ عاصی ہیں۔

بعض نے آپ ﷺ کا گریبان کھلا دیکھا تو ساری زندگی گریباں کھلا رکھا، رکنین کو لمس کرتے ہوئے دیکھا تو س کے سوا انہوں نے کسی کو لمس نہ کیا، سبتی نعلین پہنے ہوئے دیکھا تو دوسرے جوتے نہ پہنے، مثالیں تو بہت ہیں، ہم یہاں صرف دو مثالیں بیان کرتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسی میدان میں آپ ﷺ نے قربانی اور حلق کروا کر احرام اتارنے کا حکم دیا، صحابہ نے تاخیر کی، جب آپ ﷺ نے اس شے پر خود عمل فرمایا تو فی الفور انہوں نے عمل کیا اور کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

1: واقعہ حدیبیہ میں جب آپ ﷺ صلح نامہ سے فارغ ہوئے تو صحابہ کو فرمایا:

''اٹھو قربانی کرو اور حلق کرواؤ۔''

تو ان میں سے کوئی آدمی نہ اٹھا حتیٰ کہ تین دفعہ فرمایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہ کے ہاں تشریف لے گئے اور صحابہ کے بارے میں بتایا تو انہوں نے عرض کیا:

''یا نبی اللہ ﷺ! آپ ﷺ تشریف لے جائیں، کچھ نہ فرمائیں، اپنی قربانی ذبح فرما دیں اور حجام کو بلوا کر حجامت بنوا لیں۔''

آپ ﷺ نکلے کسی سے کلام نہ فرمایا حتیٰ کہ قربانی دی اور حجام کو بلوا کر حلق فرمایا۔ جب صحابہ نے دیکھا تو وہ کھڑے ہو گئے، قربانیاں ذبح کیں اور ایک دوسرے کی حجامت کرنے لگ گئے حتیٰ کہ ممکن تھا کہ غم کی وجہ سے جلدی میں کسی کو قتل کر دیتے۔

صحابہ کے فی الفور حکم نہ بجالانے کی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں:

1: انہوں نے محسوس کیا ہو کہ حکم ندب ہے لازم نہیں۔

2: شاید وحی نازل ہو جائے جس سے صلح بالکل ٹھہرے۔

3: اس میں اس کا اضافہ ہو جائے کہ مسلمان اس سال مکہ جائیں گے تاکہ عمرہ کے ارکان ادا کر سکیں۔

4: صورت حال نے انہیں مبہوت کر ڈالا تھا کہ ہم قوت کے باوجود اپنے آپ کو کمزور تصور کر رہے ہیں۔

5: مطلق امر تھا اور یہ فی الفور کا تقاضا نہیں کرتا۔

6: انہوں نے یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ ہمیں رخصت پر عمل کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور آپ ﷺ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے آئندہ سال تک احرام میں رہنا چاہ رہے ہیں۔ جب صحابہ نے دیکھا آپ ﷺ نے احرام کھول دیا ہے تو انہوں نے فی الفور احرام کھول دیئے کیونکہ اس کے بعد انتظار کا کوئی مقصد ہی نہیں قول کے ساتھ فعل قول سے ابلغ ہوتا ہے۔

لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کو بہت بڑا گناہ تصور کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

Marfat.com

(بخاری، کتاب الحج)

حجۃ الوداع آپ ﷺ کا آخری حج تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں تمام جاہلیت کی رسوم پر ضرب کاری لگائی تھی، مثلاً: ننگے ہو کر طواف سے منع فرما دیا، مزدلفہ میں وقوف ختم کر کے عرفات میں وقوف کا حکم دیا، اس طرح آپ ﷺ نے چاہا کہ شیطان نے لوگوں میں جو یہ بات پیدا کر دی ہے کہ ان دنوں عمرہ سخت گناہ ہے اسے ختم کیا جائے۔ صحابہ نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا جس نے طواف اور سعی کر لی ہے اور قربانی ساتھ نہیں لایا وہ احرام کھول دے اور اس عمل کو عمرہ قرار دیدے، لوگ متردد ہوئے جیسا کہ سیدہ عائشہ سے مروی روایت میں ہے۔ (مسلم، کتاب الحج)

عرض کیا: ہمارے لئے اب سب کچھ حلال ہوگا؟

فرمایا: سب کچھ حلال ہے۔

حضرت جابر سے مروی حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: ہم منیٰ اس حال میں جائیں گے کہ منی ٹپک رہی ہوگی۔ آپ ﷺ نے اپنے احرام نہ کھولنے کی وجہ بیان فرمائی کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں بھی احرام کھول دیتا اگر آئندہ سال عمل کا موقعہ ملا تو میں ھدی ساتھ نہیں لاؤں گا۔

مسلم کے الفاظ ہیں: تم جانتے ہو میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہوں، تم سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوں، اگر میرے ساتھ ھدی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا لہٰذا تم احرام کھول دو تو صحابہ نے یہ کہتے ہوئے ''سمعنا واطعنا'' احرام کھول دیئے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((افعلوا ما امرتکم فلو لا انی یسقت الھدی لفعلت مثل الذی امرتکم بہ ولکن لا یحل منی حرام حتی یبلغ الھدی محلہ))

''جو میں کہہ رہا ہوں کرو۔ اگر میں نے ھدی ساتھ نہ لائی ہوتی تو میں بھی احرام کھول دیتا لیکن میرے لئے احرام کھولنا حلال نہیں جب تک ھدی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔''

تو ان سب نے احرام کھول دیئے، جن لوگوں نے ھدی ساتھ لائی تھی انہوں نے بھی آپ ﷺ کے حکم کے مطابق کیا، مثلاً: حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت ابوموسیٰ، حضرت طلحہ ھدی ساتھ لائے تھے یا وہ صحابہ جنہوں نے یہ کہہ کر احرام باندھا ہمارا احرام وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ہے تو جب آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ ھدی نہیں وہ احرام کھول دے تو انہوں نے بھی احرام کھول دیا، الغرض آپ ﷺ نے حکم دیا جس نے ہدی ساتھ نہیں لائی وہ احرام حج کو عمرہ کے ساتھ بدل دے تاکہ جو غلط رسم پیدا ہو چکی ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ غلط عمل ہے ختم کر دی جائے، صحابہ میں تردد ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے احرام نہیں کھولا اور صحابہ کی عادت تھی کہ عمل آپ ﷺ کے بعد کیا کرتے۔ جب آپ ﷺ نے حکمت بیان فرما دی (قربانی کا ساتھ لانا) اور فرمایا:

''اگر ہدی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا۔''

جب انہیں اس حکمت کا علم ہو گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی فی الفور تعمیل کر دی، اس لئے انہوں نے اسے عجیب سمجھتے ہوئے عرض کیا تھا:

''ہمارے لئے سب کچھ حلال ہے، مثلاً: لباس، خوشبو اور بیوی۔''
تو ان کے تعجب میں اور اضافہ ہوگیا تو جب آپ ﷺ نے حکمت بیان فرمادی تو انہوں نے فی الفور اسے قبول کر کے عمل کرلیا۔

آپ ﷺ نے اپنے طریق پر چلنے اور اپنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر ابھارا، سنت اور آپ ﷺ کے طریق کے خلاف چلنے والے کا رد فرمایا خواہ وہ عمل کرنے والا اس فعل کا موجد اور مخترع ہو یا ایجاد تو کسی غیر نے کیا اور وہ اس پر عمل پیرا ہو۔ ام المومنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من احدث في امرنا ما ليس منه فهورد))(بخاری، کتاب الصلح)
''جس نے ہمارے معاملہ میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔''
مسلم کے الفاظ ہیں:

((من عمل عملا ليس عليه امرنا فهورد))(مسلم، کتاب الاقضيه)
''جس نے ایسا کام کیا جو ہمارے امر کے مطابق نہیں وہ مردود ہے۔''

پہلی روایت میں عمل کی بات نہ تھی دوسری میں عمل کو بھی شامل ہے، تمام لوگوں پر یہ لازم ہے کہ ہر آدمی آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر چلے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ مردود اور غیر مقبول ہے۔

اطاعت رسول اطاعت الٰہی ہے:

معاملہ اپنی بلندی کو پہنچ چکا، مقام تو خوب بلند ہوگیا، جب اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہی رسول بنایا، اس نے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا، اس نے آپ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم دیا، اس نے آپ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے احکام کی مخالفت حرام قرار دی، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اس کا پیغام پہنچانے والے ہیں، آپ ﷺ ہی کی ذات اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہے، اللہ تعالیٰ کی شریعت آپ ﷺ نے ہی بیان کی، پھر اس کی شرح اور تفصیل کی، اللہ تعالیٰ کی طرف ہادی آپ ﷺ ہی کی ذات ہے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبشر و نذیر ہیں۔ یہی وجہ ہے جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے آپ ﷺ کو رسول بنانے والے کی اطاعت کی جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے آپ ﷺ کے بھیجنے والے کی نافرمانی کی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((من يطع الرسول فقد اطاع الله ومن تولى فما ارسلنك عليهم حفيظا))(النساء:80)
''جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔''

اس آیت میں ''یطع'' مضارع ہے جو حال و مستقبل پر دال ہے۔ ''اطاع'' ماضی جو وقوع وثبوت پر دال ہے، جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس سے پہلے ثابت ہوگئی، کیونکہ آپ ﷺ کو رسول اللہ نے بنایا اور آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی اس نے دیا لہٰذا جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی فی الحقیقت اس نے آپ ﷺ کی اطاعت سے پہلے آپ ﷺ کے بھیجنے والے کی اطاعت کی اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے فی الحقیقت آپ ﷺ کی

Marfat.com

معصیت سے پہلے آپ ﷺ کے بھیجنے والے کی معصیت کی کیونکہ وہ آپ ﷺ کا بھیجنے والا ہے اور اس نے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ کی معصیت کو حرام قرار دیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اطاعت الٰہی کا حکم نقل کرنے والی بھی آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس ہے اور اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمانے والا ہے۔ اب آپ ﷺ نے اپنی اطاعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا جو حکم نقل فرمایا ہے جو شخص اسے نہیں مانتا تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو آپ ﷺ کے اس حکم کی اطاعت نہیں کرتا جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بارے میں نقل کیا ہے، تو جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی اس نے اللہ تعالیٰ کی بھی اطاعت نہ کی، یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے منشاء و مراد، مخلوق پر واضح کرنے کیلئے آپ ﷺ کو منتخب فرمایا، اور اس نے ہر ہر مخلوق کی طرف الگ الگ رسول نہیں بھیجا (حالانکہ اس پر قادر ہے) اس نے تمام مخلوق کی طرف فقط ایک ہی رسول بھیجا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم فرمایا۔

امام ابن جریر طبری کہتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مخلوق پر حضور ﷺ کو رسول بنانے کی حکمت ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: انہیں بتاؤ اے لوگو! تم میں سے جو حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کرے گا اس نے آپ ﷺ کی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر لی، ان کی بات مانو، ان کے حکم کی اطاعت کرو کیونکہ جب بھی یہ تمہیں کوئی حکم دیں گے تو میرا ہی ہوگا، اگر کسی سے منع کریں گے تو وہ منع میری طرف سے ہوگا، کوئی ہرگز یہ بات نہ کہے:

((انما محمد بشر مثلنا یرید ان یتفضل علینا))

''حضور ﷺ ہماری طرح بشر ہیں اور ہم پر فضیلت جتانے کیلئے کوشاں ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ومن تولی'' اے محمد ﷺ! جس نے آپ ﷺ کی اطاعت سے اعراض کیا تو ہم نے آپ ﷺ کو ان کے اعمال پر محافظ و محاسب بنایا، ہم نے آپ ﷺ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کیلئے بھیجا، ان کے اعمال کی ذمہ داری اور ان کا محاسبہ ہمارا کام ہے، بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں یہی معنی و حقیقت کا بیان ہے۔

1: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صحابہ میں تشریف لائے اور فرمایا:

''کیا تم نہیں جانتے میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

عرض کیا:

''کیوں نہیں! ہم آپ ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں۔''

فرمایا: کیا تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے:

((من اطاعنی فقد اطاع اللہ))

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

عرض کیا:

''کیوں نہیں! ہم اعلان کرتے ہیں جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ کی اطاعت کی، آپ ﷺ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی ہے۔''

Marfat.com

فرمایا:

''اللہ کی اطاعت یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور میری اطاعت یہ ہے کہ تم ائمہ کی اطاعت کرو۔ اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔'' (مسند احمد: 2-93)

حافظ ابن حجر حدیث ابو ہریرہ کے تحت لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کا یہ جملہ ''من اطاعنی فقد اطاع اللہ'' یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے: ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' یعنی میں وہی حکم دیتا ہوں جو اللہ نے دیا تو جس نے بھی میرے حکم پر عمل کیا، اس نے مجھے حکم دینے والے کے حکم کو مان لیا، یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اطاعت کا حکم دیا ہے تو جس نے میری اطاعت کر لی تو اس نے اللہ کے اس حکم کو مان لیا جو اس نے میری اطاعت کا دیا تھا۔ اسی طرح معصیت کا معاملہ ہے، اطاعت، حکم کو بجا لانا جس سے منع کیا اس سے رک جانا ہے اور معصیت اس کے برعکس ہے، جو حضور ﷺ کا مطیع ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے، جو اللہ تعالیٰ کا مطیع بننا چاہتا ہے، اس پر آپ ﷺ کی اطاعت لازم ہے کیونکہ آپ ﷺ اس کے پیغامبر اور اس کے راستہ کے ہادی ہیں۔ جو آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کرے گا تو اس نے اپنے رب کی اطاعت نہیں کی جیسا کہ جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی مگر رب تعالیٰ کی اطاعت نہ کی اس نے آپ ﷺ کی بھی اطاعت نہیں کی۔''

2: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فمن اطاع محمدا فقد اطاع الله و من عصى محمدا فقد عصى الله و محمد فرق بين الناس))(بخاری، کتاب الاعتصام)

''جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں کے درمیان وجہِ امتیاز ہیں۔''

3: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من اطاعنى فقد اطاع الله ومن عصانى فقد عصى الله))(بخاری، کتاب الجهاد)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

رسول اللہ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے:

جیسے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ان الذين يبا يعونك انما يبايعون الله يدالله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عهد عليه الله فسيوتيه اجراً عظيماً))(الفتح: 10)

''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔''

براہِ راست کس کی بیعت ہو رہی تھی اور کون بیعت لے رہا تھا؟ رسول اللہ ﷺ، مگر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ''انما یبایعون اللہ'' انہوں نے اللہ کی بیعت کی، پھر فرمایا: ومن اوفی بما عہد علیہ اللہ۔

Marfat.com

حالانکہ بیعت لینے والے تو رسول اللہ ﷺ ہیں یہ تمام اسرار اور رموز ہیں اور حضور ﷺ کے مقام کی بلندی وعظمت کی رفعتیں ہیں۔ جو ہر عاقل مومن صاحب قلبِ سلیم، فہم ثاقب اور روشن عقل والے پر مخفی نہیں، ان سے اسے آپ ﷺ کے احترام ومقام کا علم ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت کی، اس بیعت کی روایات میں مختلف الفاظ ہیں وہ بیعت، اسلام، عدم شرک باللہ، ایمان، ہجرت، فروغ اسلام، امامت صلاۃ، ادائیگی زکوۃ، ہر مسلمان کی خیر خواہی، عدم زنا وسرقہ، صبر، سمع واطاعت، توحید، جہاد، عدم فرار وغیرہ پر تھی، پھر جس طرح آپ ﷺ نے مردوں سے بیعت لی اسی طرح خواتین سے بھی لی، ان تمام پر وفا اور عدم نقض لازم تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے موقعہ پر بیعت رضوان کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: یہ اہل جنت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((لقد رضی الله عن المومنين اذيبا يعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السكينة عليهم واثابهم فتحا قريبا ومغانم كثيرة ياخذونها وكان الله عزيزا حكيما)) (الفتح: 18-19)

''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں ان کو دیں اور اللہ عزت وحکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضا سے نوازا، ان پر سکینہ کا نزول فرمایا، فتح قریب، مغانم کثیر، عزت، رفعت اور نصرت کی خوشخبری دی اور یہ بھی خبر دی کہ ان کے دلوں میں ایمان، صدق، وفا اور سمع واطاعت موجزن ہے۔ تمام انعامات صحابہ نے پائے صرف اس لئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے بیعت کی اور سمع واطاعت اختیار کی، سمع واطاعت اختیار کرنے والے سچے لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے نوازتا ہے اور مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت مختلف نہیں ہے۔

صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے والے:

راستے اور شاہراہیں بہت ہیں لیکن سب کی سب دوزخ لے جاتی ہیں سوائے ایک راستہ کے جو چلنے والے کو جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا تک لے جاتا ہے۔ اے مسلم! ابتداء اس کی تو ہے اور انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس، سب سے قریبی اور چھوٹا راستہ خط مستقیم ہوا کرتا ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے در کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے تمام دروازے بند فرما دیئے ہیں۔ آپ ﷺ کو ایسا ہادی بنا دیا کہ اتباع کرنے والے کو پکڑ کر مولیٰ کے دروازے تک پہنچا دیں۔ اب ''باب الہدایت'' آپ ﷺ ہی ہیں، جو رہنمائی چاہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، جو اس سے اعراض وغرور کرے گا وہ ہلاک وبرباد ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس صراط مستقیم کی رہنمائی فرمانے والا فقط اپنے نبی ﷺ کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((وكذلك اوحينا اليك روحاً من امرنا ما كنت تدرى ما الكتب ولا الايمان ولكن جعلنه نورا نهدى به من نشاء من عبادنا وانك لتهدى الى صراط مستقيم ○ صراط الله الذى له ما فى السموات وما فى الارض الا الى الله تصير الامور)) (الشورى: 52-53)

Marfat.com

''اور یونہی ہم نے وحی بھیجی ایک جان فزا چیز اپنے حکم سے، اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے، نہ احکام شرع کی تفصیل، ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو، اللہ کی راہ، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ خبردار سب کام اللہ کی طرف پلٹتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی نصیحت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

((وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیله ذلکم وصکم به لعلکم تتقون))(الانعام 153)

''اور یہ ہے میرا سیدھا راستہ، تو اس پر چلو اور رستوں پر نہ چلو کہ تمہیں اس راہ سے جدا کر دیں گی۔ یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کھینچا اور فرمایا:

''یہ اللہ کا راستہ ہے۔''

پھر دائیں بائیں خط کھینچے اور فرمایا: ان تمام راستوں پر شیطان ہے جو ان کی طرف بلا رہا ہے۔ پھر مذکورہ آیت پڑھی۔

(مسند احمد 1-435)

ایک اور مقام پر فرمایا:

((الر o کتب انزلنه الیك لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید o الله الذی له ما فی السموات و ما فی الارض وویل للکفرین من عذاب شدید))

(ابراہیم:1)

''ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لے آؤ ان کے رب کے حکم سے، اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا کہ آپ ﷺ ہی صراط مستقیم کی طرف ہادی ہیں، جو بھی آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہے گا وہی نفع پائے گا اور مقصد میں کامیاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((یس o والقران الحکیم o انك لمن المرسلین o علی صراط مستقیم))(یٰسین :1-4)

''حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔''

ایک جگہ فرمایا:

((وانك لتدعوهم الی صراط مستقیم))(المومنون:73)

''اور بے شک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔''

اسی لئے اللہ نے باقی تمام دروازے بند فرما دیئے صرف باب رسول ﷺ ہی کھلا رکھا ہے۔ آپ ﷺ کو سراپا ''ہدایت'' قرار دے دیا ہے۔ تمام راستے بند کر کے صرف آپ ﷺ کا راستہ کھلا رکھا ہے، اب جو بھی ہدایت چاہتا ہے در مصطفیٰ ﷺ پر

Marfat.com

آئے، اللہ تعالیٰ اس پر ہدایت کی بارش فرمادے گا۔ جو اللہ کی راہ کو پانا چاہتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہے، اسے اللہ تعالیٰ پہلے دین میں پھر جنت میں داخل فرمادے گا، جو کسی اور کی راہ پر چلے گا وہ راستہ ہی غلط ہے، وہاں ہلاکت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول فان تولوا فانما عليه ما حمل وعليكم ما حملتم وان تطيعوه تهتدوا وما على الرسول الا البلغ المبين))(النور: 54)

''تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بیان فرمادیا ہے کہ داعی میں ہوں جو میرے بلاوے پر آئے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے اللہ کی نافرمانی کردی وہ ہلاک ہوگیا۔

1: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری اور تمہاری مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، کیڑے مکوڑے اس میں گرنا شروع ہو گئے اور وہ انہیں آگ سے بچاتا ہے۔''

((وانا اخذ يجحز كم عن النار وانتم تفلتون من يدى))(مسلم، كتاب الفضائل)

''میں تمہیں آگ سے پیچھے دھکیل رہا ہوں اور تم چھڑا کر اس میں گر رہے ہو۔''

یہ تو ہاتھوں سے نکل کر جا رہے ہیں یا تو عاصی ہیں جو ابتداءً جنت میں داخل نہ ہوں گے یا ہلاک ہونے والے ہیں جو ہمیشہ ہلاکت میں رہیں گے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) ہر ایک کا معاملہ اپنی اپنی نافرمانی اور مخالفت کے مطابق ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے والا نجات پا جائے گا۔

2: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا ہر امتی جنت میں جائے گا مگر جس نے انکار کیا۔''

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

((ومن ابى))

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کس نے کیا؟''

فرمایا:

((من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقدابى))(بخاری، كتاب الاعتصام)

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔''

تو جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کی وہ جہنمی ٹھہرے۔

3: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''میری مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کا ارد گرد روشن ہو گیا تو کیڑے مکوڑے اس میں گرنا شروع ہو گئے تو وہ انہیں پکڑ پکڑ کر آگ سے بچاتا ہے۔''

فرمایا: میری اور تمہاری مثال اسی طرح کی ہے،

((انا اخذ بجحز کم عن النار هلم عن النار هلم عن النار فتغلبونی تقحمون فیها))

(بخاری، کتاب الرقاق)

''میں تمہیں پکڑ کر آگ سے پیچھے کھینچنے والا ہوں اور آگے سے بچو! آگ سے بچو! لیکن تم چھڑا چھڑا کر دوزخ میں گرنے کی کوشش میں ہو۔''

4: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اما السید فهو رب العالمین و اما البنیان فهو الا سلام و الطعام الجنة و محمد الداعی فمن اتبعه کان فی الجنة و من لم یتبعه عذب))

''اللہ رب العالمین مالک ہے، عمارت اسلام ہے، کھانا جنت اور حضور ﷺ کی ذات گرامی دعوت دینے والی ہے جو اتباع کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو اتباع نہ کرے گا اسے عذاب دیا جائے گا۔''

اسے امام احمد، ترمذی اور ابن خزیمہ نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔ (مسند احمد 1-399)

5: اسی طرح کی روایات حضرت ربیعہ اجرشی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ (مسند احمد 1-267)

تو جس نے بھی آپ ﷺ کی اطاعت کی اور آپ ﷺ کے بلاوے پر حاضر ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے نافرمانی کی اور اعراض کیا وہ جہنمی ہو گیا، ایسا شخص اس سرکش اونٹ کی طرح ہے جو اپنے مالک کو کاٹ لیتا ہے۔

6: حاکم اور ترمذی میں ہے:

((فالله هو الملك و الدار الاسلام و البیت الجنة و انت یا محمد رسول من اجابك دخل الاسلام و من دخل الاسلام دخل الجنة و من دخل الجنة اکل منها))(ترمذی ، کتاب الامثال)

''مالک اللہ ہے، دار اسلام ہے، بیت، جنت ہے اور اے محمد ﷺ! آپ ﷺ رسول ہیں۔ جس نے آپ ﷺ کی بات مان لی وہ مسلمان ہو گیا اور مسلمان جنت میں اور جو جنت میں جائے گا اس سے لطف اندوز ہوگا۔''

7: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما تھے، فرشتے آئے، ایک نے کہا: آپ ﷺ سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: نہیں صرف آنکھ سوئی ہوئی ہے، دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا: اس شخصیت کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدمی گھر بنائے، اس میں دستر خوان لگوائے اور داعی کو بھیجے (آؤ کھانا کھاؤ) جس نے داعی کے بلاوے کو مان لیا، وہ گھر میں داخل ہو کر کھانا کھائے گا اور جس نے بلاوے کو نہ مانا وہ نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا، پھر انہوں نے کہا: اس کی تطبیق کیا ہے؟ کہنے لگے: دار سے مراد جنت ہے، داعی نبی ﷺ کی ذات ہے، جس نے ان کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی جس نے ان کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور آپ ﷺ کی ذات اقدس لوگوں کے درمیان امتیاز ہے۔ (بخاری، کتاب الاعتصام)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ بشیر و نذیر بن کر آئے:

قرآن کریم کی متعدد آیات میں حضور سرور کائنات ﷺ کا یہ بلند مقام بھی بیان ہوا ہے کہ انسانیت کو متنبہ فرمانے والے ہیں، اگر وہ نافرمان رہی، سیدھے راستہ سے بھٹکی رہی، اپنے رب عز وجل سے بیگانہ ہوئی، اللہ پر ایمان نہ لائی، اپنے رب اور اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کی اور ان کی اطاعت نہ کی، بلکہ ان سے کفر کیا تو وہ عذاب الیم سے نہیں بچ سکتی، اس طرح یہ بھی بیان ہوا کہ آپ ﷺ کس طرح انجام سے متنبہ فرماتے ہیں اور اس کے مراحل کیا ہیں۔ جیسا کہ مومنین، متقین، صادقین، صابرین، صالحین اور عاجزی کرنے والوں کو نعیم مقیم، جنات اور ان کے اجر و ثواب کی بشارت دیتے ہیں اور ایسے ہی منافقین و کافرین کو عذاب الیم و شدید سے آگاہ کرتے ہیں۔ تمام تو نہیں کچھ آیات کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ آپ ﷺ کے اس عظیم مقصد پر کچھ روشنی کا کام دے۔

ایک مقام پر فرمایا:

((یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا o وداعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا o و بشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا o)) (الاحزاب: 45-47)

”اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کیلئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

((قل انما انذر کم بالوحی ولا یسمع الصم الدعاء اذا ما ینذرون)) (الانبیاء: 45)

”تم فرماؤ کہ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں اور بہرے پکارنا نہیں سنتے جب ڈرائے جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وحی سے نوازا تاکہ اس کے ذریعے تمام لوگوں کو متنبہ فرمائیں اور آپ ﷺ کے بعد یا آپ ﷺ کی ظاہری حیات کے مبلغین بھی یہ کام سرانجام دے سکیں۔ ارشاد فرمایا:

((قل ای شیء اکبر شھادۃ قل اللہ شھیدا بینی وبینکم واوحی الی ھذا القران لا نذر کم بہ ومن بلغ)) (الانعام: 19)

”تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی؟ تم فرماؤ کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

((انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا o لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا)) (الفتح: 8-9)

”بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔“

اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ ﷺ نے اپنی یہ عظیم شان بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

((قل لا املك لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء الله ولو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت الخير وما مسنی السوء ان انا الا نذير و بشير لقوم يؤمنون))(الاعراف:188)

''تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خودمختارنہیں مگر جواللہ چاہے اوراگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں بہت بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جوایمان رکھتے ہیں۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو بشارت، نذارت اور شہادت میں آپ ﷺ کی رسالت میں منحصر فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وما ارسلنك الا كآفة للناس بشيرا و نذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون))(سبا :28)

''اوراے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگرایسی رسالت سے جوتمام آدمیوں کوگھیرنے والی ہے،خوشخبری دیتااورڈرسناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

((وما ارسلناك الا مبشرا و نذيرا))(الاسرا:105، الفرقان:56)

''اورہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی اورڈرسناتا۔''

فرمان الٰہی ہے:

((انا ارسلنك بالحق بشيرا و نذيرا ولا تسئل عن اصحب الجحيم))(البقرة:119)

''بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتااورڈرسناتا اورتم سے دوزخ والوں کاسوال نہ ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((انا ارسلنك بالحق بشيرا و نذيرا وان من امة الا خلا فيها نذير))(فاطر:24)

''اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتااورڈرسناتا اور ہرامت میں ایک ڈرسنانے والاگزرچکا۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مدثر میں فرمایا:

((يايها المدثر o قم فانذر o))(المدثر:1-2)

''اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہوجاؤ پھرڈرسناؤ۔''

آپ ﷺ کے نذیر ہونے پر احادیث کثرت کے ساتھ وارد ہیں، یہ بھی بیان ہوا کہ آپ ﷺ نے قوم کی غمخواری کرتے ہوئے انہیں صحیح رہنمائی فرمائی تو جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اور مخالفت سے بچا وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ٹھہرا اور جس نے مخالفت ونافرمانی کی وہ ہلاک ہوگیا۔

حضرت قیصر بن مخارق اور حضرت زبیر بن عمرو سے روایت ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی:

''اے بنوعبد مناف! میں تمہیں متنبہ کررہا ہوں، میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی ہے جو دشمن کو دیکھے وہ جلدی سے اپنے خاندان میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے کہیں دشمن پہلے نہ پہنچ جائے اور وہ پکارتا ہے: خبردار! دشمن آرہا ہے۔''

(مسلم، کتاب الایمان)

Marfat.com

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری مثال اور اس کی مثال جس کی طرف مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا اس شخص کی ہے جو کہے: اے میری قوم! میں نے ان آنکھوں سے دشمن دیکھا ہے۔ میں تمہیں دشمن سے آگاہ کر رہا ہوں۔ پس نجات کا سوچ لو اور اس قوم میں سے ایک گروہ اس کی بات مان لیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے، وہ نجات پا جاتے ہیں، دوسرا طبقہ بات نہیں مانتا وہ وہیں رہتا ہے، دشمن صبح کے وقت حملہ کر کے انہیں برباد کر دیتا ہے۔''

((فذالك مثل من اطاعنی فاتبع ما جئت به ومثل من عصانی و كذب بما جئت به من الحق))(بخاری، کتاب الاعتصام)

''یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے میری اطاعت کر کے میری تعلیمات کی اتباع کی اور مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری نافرمانی کی اور میری لائی ہوئی حق تعلیمات کی تکذیب کی۔''

پہلے طبقے کے عمل کو اطاعت اور دوسرے کے عمل کو تکذیب سے تعبیر کیا ہے، تاکہ واضح ہو جائے کہ اطاعت تصدیق کے بعد اور تکذیب عصیان کا سبب ہے جیسا کہ امام طیبی نے فرمایا اور فرمایا:

''آپ ﷺ نے اپنے آپ کو رجل سے تشبیہ دی، اپنے ڈرانے کو عذاب قریب سے، آدمی کے قوم کو ڈرانے کو صبح کے لشکر سے تشبیہ دی، اپنی امت میں سے اطاعت اور نافرمانی کرنے والوں کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی جو ڈرانے والے کی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے۔''(فتح الباری 317.117)

تو جو شخص دشمن سے ظاہری، باطنی، اعلانیہ اور خفیہ سلامتی اور نجات چاہتا ہے وہ نذیر کی اطاعت کرے، اگر اس کی اطاعت کرے گا تو محفوظ ہو جائے، رسول اللہ ﷺ اپنی امت کیلئے سب سے بڑھ کر سچے نذیر ہیں کیونکہ آپ ﷺ سے بڑھ کر امت پر کوئی زیادہ شفیق نہیں ہو سکتا بلکہ آپ ﷺ کی کوئی نظیر ہی نہیں، اسی لئے آپ ﷺ نے اپنی امت کو ہر معصیت سے ڈرایا اور انہیں ہر اطاعت کی رغبت دلائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

((قوا انفسکم واھلیکم نارا))

''اپنے آپ کو اپنے اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ۔''

حضور ﷺ نے تمام قریش کو جمع فرمایا، خواہ وہ عام تھے یا خاص۔ فرمایا:

''اے بنو کعب بن لوی! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اے بنو مرہ بن کعب! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اے بنو عبد شمس! اپنے آپ کو آگ سے محفوظ کر لو۔ اے بنو عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے کسی طرح نہیں بچا سکتا، اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچالے کیونکہ میں تمہارے بارے میں کسی شے کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے کہ

((ان لکم رحما سابلها ببلالها))(مسلم، کتاب الایمان)

''تمہارا رشتہ ہے اسے میں چھانٹ دوں گا۔''

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

Marfat.com

((وانذر عشير تك الاقربين))(الشعراء:214)

''اوراے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کوڈراؤ۔''

تو آپ ﷺ نے صفا پرتشریف فرما ہوکرآواز دی:

''اے بنی فہر! اے بنی عدی!''

یہ قریش کے خاندان تھے۔حتیٰ کہ تمام جمع ہو گئے جوآدمی خودنہ آسکااس نے نمائندہ بھیج دیا تاکہ بات کا پتہ چل جائے،ابولہب اورقریش بھی آئے،آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگرمیں کہوں اس پہاڑ کی دوسری طرف لشکرتم پرحملہ آورہورہاہے،کیاتم میری تصدیق کروگے۔؟''

انہوں نے کہا:

((مجربنا عليك الاصدقا))

''ہم نے باربارتجربہ کیاآپ ﷺ سچے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((فاني نذير لكم بين يدى عذاب شديد))

''میں تمہیں عذاب سےڈرانے والاہوں۔''

ابولہب کہنے لگا:

((تبالك سائر اليوم الهذا جمعتنا))

''تیرے لئے ہلاکت ہواس لئے ساراد ن جمع کئے رکھا۔''

اس وقت اللہ کا کلام نازل ہوا:

((تبت يدا ابى لهب و تب ٥ ما اغنى عنه ماله وما كسب))

(اللھب:1-20،البخاری،کتاب التفسیر)

''تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اوروہ تباہ ہوہی گیا،اسے کچھ کام نہ آیااس کامال اورنہ جوکمایا۔''

رسول اللہ شارع بن کرتشریف لائے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جوعظیم درجات عطافرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ اشیاء کوحلال وحرام قرار دے سکتے ہیں۔آپ ﷺ کا یہ وصف سابقہ کتب میں بھی تھا۔باقی آپ ﷺ اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اوررہنمائی میں ہی تعلیمات عطافرمائیں گے کیونکہ خواہش نفس سے آپ ﷺ کلام ہی نہیں فرماتے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اجمال کی تفصیل کابیان آپ ﷺ کے سپردفرمارکھاہے۔حالانکہ اس کے بیان کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

ارشادفرمایا:

((لا تحرك به لسانك لتعجل به ٥ ان علينا جمعه وقرانه ٥ فاذا قرانه فاتبع قرانه ٥ ثم ان

Marfat.com

علینا بیانه))(القیمة:16-19)
''تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔''
اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بیان آپ ﷺ کے سپرد فرمایا ہے۔ اس کے لئے یہ آیت پڑھئے:
((وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون))(النحل :44)
''اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''
ایک اور مقام پر فرمایا:
((وما انزلنا علیك الکتب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یومنون))
(النحل:64)
''اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لئے کہ تم لوگوں پر روشن کر دو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔''
اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور وحی کے بغیر نہ کوئی حکم دیتے ہیں اور نہ تفصیل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
((انا انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰك الله ولا تکن للخائنین خصیما))
(النساء:105)
''اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔''
ایک اور مقام پر ہے:
((قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی))(الاعراف:203)
''تم فرماؤ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وحی ہوتی ہے۔''
ایک اور جگہ ہے:
((ان اتبع الا ما یوحی الی))(الانعام:50۔ یونس:15۔ الاحقاف:9)
''میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔''
حالانکہ بیان وتفصیل کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، نبی ﷺ تو اس کے حکم اور رہنمائی میں بیان فرمانے والے ہیں کیونکہ اپنے نفس کی طرف سے آپ ﷺ نطق تک نہیں فرماتے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ طیبات کو حلال، خبائث کو حرام اور سابقہ امتوں پر جو بوجھ تھے ان سے اپنی امت کو تخفیف عطا فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کا دین سراپا آسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی شان کو یوں فرمایا ہے:
((الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التورة والانجیل یامرهم بالمعروف وینههم عن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبٰئث ویضع عنهم اصرهم والاغلل التی کانت علیهم فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور

Marfat.com

الذیٓ انزل معہٗ))(الاعراف:157)

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں اپنے پاس توریت اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا۔''

سنت نبویہ بھی حجت ہے۔امام شافعی نے فرمایا: سنت کی تین اقسام ہیں:

1: قرآن میں ایک حکم ہے۔سنت نے بھی اس کو بیان کر دیا۔

2: قرآن میں حکم، مجمل، عام، مطلق ہے مگر سنت نبویہ نے اس کے اجمال کو دور کر دیا، اسے مخصوص یا مقید کر دیا۔

3: سنت ایسا حکم بیان کرتی ہے جو زائد ہے اور قرآن نے اسے بیان نہیں کیا۔

اسی قسم سے ہے وحشی گدھا کا حرام ہونا، نکاح متعہ کا حرام ہونا، مفتر کا حرام ہونا، بہت کی بیوع کا حرام ہونا، ذی ناب درندے اور ذی مخلب پرندے کا حرام ہونا، عورت اور اس کی پھوپھی، عورت اور اس کی خالہ کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہونا وغیرہ جیسا کہ مچھلی، مکڑی، تلی، جگہ، غیر محرم کا شکار محرم کے لئے جو اس نے اپنے لئے شکار کیا تھا، سمندر کا مردار اور کئی بیوع کی آپ ﷺ نے اجازت دی، نوافل عبادات کی تعلیم دی خواہ وہ نماز ہو یا روزہ، دیگر اخلاق، معاملات اور قومی و بین الاقوامی معاملات پر آپ ﷺ نے ہدایات دیں، ادیان سابقہ کے احکام میں جو سختیاں تھیں سنت کے ذریعے ان میں تخفیف کر دی، مثلاً: کپڑے یا بدن کو نجاست لگ جانے کے بعد دھونا حالانکہ مثلاً یہود میں اس کا کاٹنا ضروری تھا۔

سنت نبوی، قرآن کے مجمل احکام کو بیان کر دیتی ہے۔مثلاً: قرآن نے ''اقیموا الصلاۃ'' کہا تو سنت نے اس کی کیفیت، فرائض، واجبات، اوقات اور رکعتیں بتائیں۔قرآن نے زکوۃ کے بارے میں فرمایا: ''واتوا الزکوۃ'' تو سنت نے اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔اس طرح بقیہ عبادات کا معاملہ ہے۔

اس طرح قرآن نے قطع ید کا حکم دیا:

((والساق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا))(المائدہ:38)

''اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اس کا ہاتھ کاٹو یہ ان کے کئے کا بدلہ ہے۔''

تو سنت نے واضح کیا کہ کہاں سے ہاتھ کاٹا جائے اور کتنی چوری میں کاٹا جائے۔اس طرح زنا کی سزا قرآن نے بیان کی:

((الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة))(النور:2)

''جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

تو سنت نے واضح کیا کہ یہ سزا اس زانی کی ہے جو غیر شادی شدہ ہو لیکن اگر شادی شدہ ہو تو اسے رجم کیا جائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنا شارح بنایا اور اپنی رہنمائی میں دین کا شارع بھی اور آپ ﷺ خواہش نفس سے نہیں بولتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت لازم فرما دی، جو آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا وہ ان قرآنی مجمل احکام پر کس طرح عمل کرے گا؟ وہ نماز کیسے ادا کرے گا، کیسے روزہ رکھے گا، کیسے زکوۃ دے گا، حج کا کیا طریقہ اپنائے گا، اپنے اور

Marfat.com

دیگر لوگوں کے ساتھ معاملات کیسے کرے گا؟ بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے، ہمارا کام اسے تسلیم کرنا، اطاعت کرنا اور حکم کو بجالانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت اعراف میں تین الفاظ ذکر کئے ''یحل (حلال کرتے ہیں)، یحرم (حرام کرتے ہیں)، یضع (دور کر دیتے ہیں)'' یہ تینوں شارع حقیقی کے خصائص ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی طرف وحی فرماتا ہے۔ مثلاً: بنی اسرائیل پر گوشت حرام تھا، الا ماحرم اسرائیل علی نفسہ، لیکن حضور ﷺ نے اسے مباح قرار دیا حالانکہ قرآن مجید میں اس بارے میں کچھ نہیں ملتا سوائے ان کلمات کے 'ویحل لھم الطیبات'، مثلاً: توبہ ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاں قتل کے بعد مقبول ہوتی جبکہ ہمارے دین میں استغفار اور ندامت توبہ ہے۔ اس طرح ان کے ہاں نجاست والی جگہ کو کاٹنا پڑتا مگر ہمیں دھو لینے کی اجازت ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے جو اس نے اپنے نبی ﷺ پر وحی فرمائی اور آپ ﷺ نے انہیں جاری فرمایا، ہم پر سمع و اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 6:

آدابِ رسول اور قرآن

رسول اللہ کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا حرام ہے:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے دیگر آداب سکھائے اسی طرح آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند نہ کرنے کا بھی حکم دیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آواز بلند کرنے والوں اور آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے والوں کو ڈرایا اور ان پر تنبیہ فرمائی جیسے آپ ﷺ کی بارگاہ میں آواز پست رکھنے والوں کی مدح و تعریف کی۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے:

((یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ٥ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم ٥ ان الذین ینا دونک من وراء الحجرات اکثر ھم لا یعقلون ٥ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیراً لھم واللہ غفور رحیم))(الحجرات 5,2)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے، بیشک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

Marfat.com

پہلی آیت میں آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور جس طرح آپس میں بلا تکلف گفتگو کی جاتی ہے، اس سے بھی منع فرمایا، لیکن جو باز نہیں آئے گا اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اسے شعور بھی نہ ہوگا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سراہا جو آپ ﷺ کی بارگاہ میں آواز کو پست رکھتے ہیں، اس کی رغبت دلائی اور اس پر ابھارا اور فرمایا:

''ایسے ہی دل تقویٰ والے اور اس کا محل بننے کے اہل ہیں، ان کیلئے بخشش ہے اور انہیں اجر عظیم ملے گا۔''

تیسری آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو مدینہ طیبہ آتے ہیں، حضور ﷺ گھر تشریف فرما ہوں تو بلند آواز سے بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی اور فرمایا انہیں عقل نہیں۔

چوتھی آیت میں فرمایا: کاش یہ آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کریں اور پھر اپنے مقصد کے بارے میں عرض کریں تو خوب بہتر ہوتا مگر یہ دیہاتی بدو ہیں۔

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں تھا کسی آدمی نے میری طرف سنگریزہ پھینکا، میں نے دیکھا تو حضرت عمر فاروق تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جاؤ ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ۔''

میں لے آیا۔ فرمایا: تم کون ہو؟ کہاں سے ہو؟ کہنے لگے: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لو کنتما من اهل البلد وجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول لله ﷺ))

(بخاری، کتاب الصلاۃ)

''اگر تم شہر مدینہ سے ہوتے میں تمہیں سزا دیتا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔''

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو غیر حاضر پایا۔ ایک صحابی نے عرض کیا:

''میں پتہ کر کے عرض کرتا ہوں۔''

وہ ان کی طرف گئے تو دیکھا اپنے گھر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا: کیا حال ہے؟ کہنے لگے: نہایت ہی بدتر، میری آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہوتی رہی، اعمال ضائع ہو گئے، میں تو دوزخی بن چکا ہوں، صحابی نے آ کر تفصیل عرض کی۔ موسیٰ بن انس کہتے ہیں: وہ صحابی دوبارہ یہ بشارت لے کر گئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

((انك لست من اهل النار ولکن من اهل الجنة))

''تم دوزخی نہیں ہو، بلکہ تم تو جنتی ہو۔''

مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس فرمایا کرتے:

((فکنا نراه یمشی بین اظهرنا رجل من اهل الجنة))

''ہم اپنے درمیان ایک جنتی شخص کو چلتے پھرتے دیکھا کرتے تھے۔''

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے اس آدمی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((بل هو من اهل الجنة))(مسلم ، کتاب الایمان)

''بلکہ وہ تو جنتی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، حضرت ابو بکر نے عرض کیا:

''قعقاع بن معبد کو ان کا امیر بنایا جائے۔''

حضرت عمر کا خیال تھا کہ اقرع بن حابس کو بنایا جائے۔ دونوں میں اختلاف کی وجہ سے آواز بلند ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی:

((یاایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله واتقوا الله ان الله سمیع علیم))(الحجرات:1)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''ان الذین یغضون اصواتهم'' تو حضرت ابو بکر صدیق نے کہا:

''مجھے قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی! یا رسول اللہ ﷺ! میں موت تک اونچی گفتگو نہیں کروں گا، بلکہ راز کے انداز میں بات کیا کروں گا۔''

حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا، ذہبی نے اس حکم کو ثابت رکھا۔

حضرت ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ قریب تھا کہ صحابہ میں سے اخیار صحابہ حضرت ابو بکر سے اور حضرت عمرؓ سے آواز بلند ہو گئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد وہ دونوں رازدانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے حتیٰ کہ دوبارہ پوچھنا پڑتا۔
(بخاری، کتاب الاعتصام)

صحابہ کرام نے آپ ﷺ کا وہ عظیم مقام جان لیا جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے، لہٰذا اپنے اوپر آپ ﷺ کا احترام، اکرام، توقیر و وقار لازم و فرض سمجھتے تھے اور اس میں ایک ادب آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند نہ کرنا بھی ہے، بلکہ آپ ﷺ کی مسجد مبارک میں آواز بلند نہ کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آواز پست رکھتے۔ انہوں نے واقعتہً آپ ﷺ کا حق ادب پہچانا اور نبھایا کیونکہ اتباع کرنیوالا اپنے امام و مقتدا کی آواز پر آواز بلند نہیں کیا کرتا بلکہ وہ آواز کو پست رکھتا ہے۔

دو صحابی اونچا بول رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر سے آگاہ کرنے سے منع فرما دیا تھا جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے۔

تو جب آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنا حرام اور اس کی وجہ سے اعمال ضائع اور ساقط، تو آپ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا مقام کیا ہوگا اور آپ ﷺ کی معصیت اور تکلیف پر سزا کیا ہوگی؟

رسول اللہ سے آگے بڑھنا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے نبی وصفی، رسول ﷺ کے ساتھ معاملات کرنے کا بھی طریقہ بتایا، یہ آداب ربانیہ مختلف نوعیت کے ہیں۔ جو اللہ نے بندوں کو تعلیم دیئے، ان آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ آپ ﷺ سے آگے نہ بڑھا جائے، کسی معاملہ میں آپ ﷺ سے پہلے کچھ نہ کیا جائے اور نہ کہا جائے بلکہ تمام امور میں آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، جب

Marfat.com

تک آپ ﷺ کی زبان پاک سے کوئی حکم صادر نہ ہو اس وقت تک کوئی اقدام نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم))

(الحجرات:1)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس پر خبردار فرمادیا ہے کہ آپ ﷺ کے کلام سے پہلے کلام مت کریں، آپ ﷺ سے پہلے کوئی فتویٰ جاری نہ کیا جائے، کیونکہ یہ تمام ایذا و تکلیف ہے اور آپ ﷺ کو تکلیف دینا حرام ہے۔ اس لئے کہ اتباع کرنیوالا اپنے مقتداء کے ہمیشہ پیچھے ہوتا ہے، آگے نہیں ہوجاتا۔ ہم آپ ﷺ کی اتباع اور طریق پر چلنے پر مامور۔ اتباع چاہتی یہی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلیں، دوڑیں بھی تو پیچھے، آگے بڑھنا تو امام بننا ہے اور یہ اتباع کی ضد ہے تو جب آپ ﷺ پر تقدم حرام ہے تو عدم اطاعت ومخالفت تو بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔

اجازت لے کر واپس جانا:

اللہ تعالیٰ نے لوازم ایمان میں یہ چیز رکھی ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ ہو وہ آپ ﷺ کی اجازت لئے بغیر نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچے ایمان والے کی یہ علامت بیان فرمادی کہ وہ آپ ﷺ سے اجازت کے بغیر نہیں جایا کرتے، جو اٹھ کر کسی کام جانا چاہتا ہے اس کا آپ ﷺ سے اذن لینا واجب اور مطلوب ہے تو آپ ﷺ کی اطاعت کے لوازمات میں بطریق اولیٰ یہ ہونا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اذن کے بغیر آپ ﷺ کے قول کی مخالفت نہ کی جائے اور نہ ہی غیر کی رائے قبول کی جائے اور یہ تو بہت دور کی بات ہے کیونکہ آپ ﷺ کی مبارک رائے، مذہب اور عقیدہ سے بڑھ کر کسی کی رائے اور عقیدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم))(النور:26)

''ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کیلئے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں، وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ابن قیم لکھتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو لوازم ایمان میں سے رکھا ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کے ساتھ ہے تو وہ کہیں بھی آپ ﷺ سے اذن کے بغیر نہیں جاسکتا تو ایمان کے لوازمات میں سے اس چیز کا ہونا بطریق اولیٰ ہوگا کہ آپ ﷺ کے اذن کے بغیر کسی کے قول اور مذہب کو قبول نہیں کیا جائے گا اور آپ ﷺ کی اجازت کا علم آپ ﷺ کی شریعت سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔''

جب مجلس سے کسی کام پر اجازت لے کر جانا لوازم ایمان میں سے ہے تو آپ ﷺ کی اطاعت اور کامل فرمانبرداری،

Marfat.com

لوازم ایمان میں سے کیوں نہ ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کیلئے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ثابت فرمایا ہے، پھر آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق اجازت کا ذکر فرمادیا:

((فاذن لمن شئت منهم))

''اجازت دوان میں سے جسے چاہو۔''

پھر اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ان اذن طلب کرنے والے کیلئے دعا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں۔

ان الله غفور رحيم

☆☆☆

باب نمبر 7:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی مذمت

کسی چیز کے متعلق خلاف حقیقت خبر دینے کو جھوٹ کہتے ہیں، خواہ یہ خبر لاعلمی کی وجہ سے غلط ہو یا جان بوجھ کر غلط دی گئی ہو۔ البتہ لاعلمی کی وجہ سے خبر غلط ہونے پر گناہ نہیں، جبکہ قصداً غلط خبر دینے پر انسان مجرم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ کی وعید...... آیات کی روشنی میں:

1: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ عام لوگوں پر جھوٹ بولنے سے بڑا گناہ اور گھناؤنا جرم ہے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

((''فمن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا ليضل الناس بغير علم ان الله لايهدى القوم الظلمين''))(سورة الانعام، آيت نمبر :144)

''پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی بات کہے، تاکہ علم کے بغیر لوگوں کی غلط راہنمائی کرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔''

2: اللہ سبحانہ نے فرمایا:

''ولاتتبع اهواء الذين كذبوا باياتنا والذين لايومنون بالآخرة وهم بربهم يعدلون''

(سورۃ الانعام، آیت نمبر:10)

''اور ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔''

3: ارشاد الٰہی ہے:

((''یاایها الذین اٰمنوا لم تقولون مالاتفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالاتفعلون''))

(سورۃ الصف، آیت نمبر:2)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم وہ

Marfat.com

بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔‘‘

4: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

((’’ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون‘‘))

(الانعام:21)

’’اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے۔ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔‘‘

5: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((’’فمن اظلم ممن کذب بایت اللہ وصدف عنھا سنجزی الذین عن آیاتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون‘‘))(الانعام:158)

’’اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے۔ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں اس روگردانی کی پاداش میں ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔‘‘

6: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((’’قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون‘‘))(الانعام:144)

’’اے نبی! کہہ دو جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔‘‘

7: اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

((’’انما یفتری الکذب الذین لایومنون بایات اللہ واولئك ھم الکاذبون‘‘))(النحل:105)

’’جھوٹ وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے۔ وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔‘‘

8: حکم الٰہی ہے:

((’’ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم‘‘))(النحل:116،117)

’’اور جو تمہاری زبانیں احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے، آخرکار ان کے لئے دردناک سزا ہے۔‘‘

9: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((’’ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا اوقال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون‘‘))(الانعام:93)

’’اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے دراں حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل

Marfat.com

[illegible]

10: اللہ پر جھوٹ بولنے کی ممانعت:

((قل انما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وان تقولوا على الله ما لا تعلمون)) (الاعراف 33)

[illegible]

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ باندھنے کی وعید ۔۔۔ احادیث کی روشنی میں:

((عن علي قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تكذبوا علي فانه من كذب علي فليلج النار)) (صحیح بخاری 1/35، صحیح مسلم 1/9)

"سیدنا علی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، بے شک جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔"

سیدنا عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے والد زبیر بن عوام سے عرض کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر احادیث بیان نہیں کرتے جس قدر فلاں فلاں صحابہ بیان کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا میں کبھی رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوا لیکن میں نے آپ سے سنا ہے (جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنا لے) ... (صحیح بخاری 1/35)

((قال انس انه ليمنعني ان احدثكم حديثا كثيرا ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من تعمد علي كذبا فليتبوا مقعده من النار)) (صحیح بخاری 1/35، صحیح مسلم [illegible])

"سیدنا انس فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ احادیث بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنا لے۔"

((عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه واله وسلم قال تسموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي ومن راني في المنام فقد راني فان الشيطان لا يتمثل في صورتي ومن كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار)) (صحیح بخاری 1/36)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے نام کے مطابق اپنے نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو

Marfat.com

اور جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا اور جس نے عمداً میری طرف غلط بات منسوب کی تو وہ اپنا مقام جہنم کی آگ میں بنا لے۔"

(("عن سلمة بن الاكوع قال سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار")) (صحیح بخاری:35/1)

(("وفی مسلم من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین")) (مقدمه صحیح مسلم:9/1)

"سیدنا سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اس کا مقام جہنم کی آگ ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص مجھ سے کوئی ایسی بات نقل کرے جسے وہ جھوٹ سمجھتا ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔"

(("عن المغیرة بن شعبة قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: ان کذبا علی لیس ککذب علی احد فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار"))

(صحیح بخاری:81/8) (مقدمہ مسلم:11/1)

"سیدنا مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ بولنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

(("عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال: ان من اعظم الفری ان یدعی الرجل الی غیر ابیه اویری عینه مالم تراویقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مالم یقل")) (صحیح بخاری مع الفتح 540/6)

"سیدنا واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، خواب دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ کا فرمان نہیں۔"

(("عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع")) (مقدمه صحیح مسلم:10/1)

"سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات آگے بیان کر دے۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود کا قول ہے:

"جو بات لوگوں کے فہم سے بالاتر ہو اس کو بیان نہ کرو، ورنہ وہ کچھ لوگوں کے لئے گمراہی کا ذریعہ بن جائے گی۔"

(مقدمہ صحیح مسلم:11/1)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کر دینا کسی شخص کے جھوٹا ہونے کی کافی دلیل ہے۔" (مقدمہ صحیح مسلم:11/1)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

''جو شخص ہر سنی ہوئی بات آگے نقل کر دے وہ بچ نہیں سکتا اور نہ ہی کبھی امام بن سکتا ہے۔''

امام عبدالرحمٰن بن معدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کوئی شخص بھی اپنی سنی ہوئی کچھ باتوں کو بیان کرنے سے باز آئے بغیر امام نہیں بن سکتا۔''

رسول اللہ پر جھوٹ کا حکم اور اس کی سزا:

1: جمہور اہل علم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا عظیم گناہ اور بڑی تباہی کا سبب ہے، لیکن جھوٹ بولنے والا جب تک اس کام کو جائز سمجھ کر نہ کرے دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

2: بعض اہل علم رسول اللہ ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والے کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ کسی حرام چیز کو حلال کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس حرام کو حلال سمجھتا ہے اور کسی حرام کو حلال کرنا کفر کا کام ہے، اس لئے کفر پر آمادہ کرنے والا کام بھی کفر ہے۔ امام نووی اور حافظ حجر نے جمہور اہل علم کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

3: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ اور دوسروں پر جھوٹ بولنا صغیرہ گناہ ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(("ان کذبا علی لیس ککذب علی احد"))

''میری طرف جھوٹ منسوب کرنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے سے مختلف ہے۔''

اس لئے ان دونوں کی سزا ایک نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان:

''جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا مقام جہنم میں بنا لے۔''

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنے والا لمبی مدت یا ہمیشہ کے لئے آگ میں رہے گا، جبکہ قوی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جہنم میں دائمی قیام صرف کفار کے لئے ہے، اس لئے آپ پر جھوٹ بولنے والا ابدی جہنمی نہ ہوگا، بلکہ لمبی مدت تک جہنم میں رہے گا۔ واللہ اعلم۔! (فتح الباری: 302/1)

4: جس شخص نے ایک حدیث میں بھی قصداً آپ ﷺ پر جھوٹ بولا وہ فاسق بن گیا اور اس کی تمام روایات مردود اور ناقابل احتجاج ہو جائیں گی۔

5: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(("ومانیطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی")) (سورۃ النجم، آیت نمبر 3 اور 4)

''اور وہ رسول اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، اس کی ہر بات وحی ہے جو اس پر اتاری جاتی ہے۔''

اس لئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا حکم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہوگا:

(("قل یاایھاالذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون")) (یونس: 79)

''اے نبی! فرما دیجئے جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔''

Marfat.com

باب نمبر 8:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا اور آپ کی معصیت سخت ترین جرم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا حرام ہے:

مطاع کی معصیت، اس کیلئے تکلیف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی ہر ایذا کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ قولاً و فعلاً ہو یا اشارۃً، اس طرح آپ ﷺ کی معصیت کو بھی حرام قرار دیا ہے، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی ایذا کا سبب بنتی ہے۔ تو اہل ایمان کیلئے یہ کہاں جائز ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لیے سبب ایذا بنیں کیونکہ آپ ﷺ کو ایذا دینے والا ملعون اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوتا ہے تو آپ ﷺ کی توقیر، احترام و اکرام لازم و واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق واذا سالتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن وما کان لکم ان توذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابداً ان ذلکم کان عند اللہ عظیما))(الاحزاب:53)

”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ گھسو جب تک اذن نہ پاؤ۔ مثلاً: کھانے کیلئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ، نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بے شک اس میں نبی کو ایذاء ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو، اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔“

تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بغیر اجازت آپ ﷺ کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمایا۔ جب کھانا کھالیں تو پھر اہل بیت نبوی کا خیال رکھتے ہوئے طویل گفتگو کرنے نہ بیٹھ جائیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کے ایذاء کا سبب ہے اور آپ ﷺ کمال حیاء کی وجہ سے منع نہیں فرماتے، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے وصال کے بعد نکاح نہ کریں وہ دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی بیویاں ہیں اور اس پر اجماع ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر زیادہ سختی فرمائی:

((ان ذلکم کان عند اللہ عظیما))(الاحزاب:53)

”بے شک اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس ایذاء سے مطلع فرمایا جو منافقین آپ ﷺ کو دیا کرتے پھر حکم عام کر دیا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ایذاء دے گا اس کیلئے عذاب الیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

((ومنهم الذين يوذون النبي ويقولون هو اذن قل اذن خير لكم يومن بالله ويومن للمومنين ورحمة للذين امنوا منكم والذين يوذون رسول الله لهم عذاب اليم))(التوبه: 61)

''اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں، تم فرماؤ تمہارے بھلے کیلئے کان ہیں، اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کو ایذا دینے والوں کو وعید شدید سنائی خواہ وہ مخالفت آپ ﷺ کے حکم میں ہو یا جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، اس کے ارتکاب کے ذریعے ہو یا آپ ﷺ کی ذات اقدس میں عیب نکالے، نقص نکالے یا آپ ﷺ پر طعن کرے یا کسی بھی ذریعہ سے آپ ﷺ کو تکلیف دے تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایذاء اللہ تعالیٰ کی ایذاء ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی بیعت، اللہ تعالیٰ کی بیعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعدلهم عذابا مهينا))
(الاحزاب: 57)

''بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس لئے حضور ﷺ نے اپنے اہل بیت اور صحابہ میں سے کسی کو بھی ایذاء پہنچانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ ان تمام کی ایذاء آپ ﷺ کی ایذاء ہے اور آپ ﷺ کی ایذا، اللہ تعالیٰ کی ایذاء ہے اور جس نے بھی اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دی وہ ملعون ہے اور روز قیامت اس کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔

آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنی اطاعت اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت لازم فرمائی ہے اور ان پر ان اطاعتوں کو چھوڑنا حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اس سے منہ موڑنا اور اس کو ترک کرنا حرام ہے کیونکہ آپ ﷺ سے منہ موڑنا اہل ایمان کی صفت نہیں بلکہ کفار و ملحدین کی علامت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے منہ موڑنے کو کفر فرمایا ہے۔ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اس منہ موڑنے کا نقصان آپ ﷺ کو نہیں بلکہ ان کی اپنی ذات کو ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فریضہ تو اللہ کا پیغام پہنچانا تھا وہ آپ ﷺ نے پورا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((يايها الذين امنوا اطيعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه وانتم تسمعون ٥ ولا تكونوا كالذين قالوا سمعنا وهم لا يسمعون ٥ ان شر الدوآبّ عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون ٥ ولو علم الله فيهم خيراً لا سمعهم ولو اسمعهم لتولوا وهم معرضون))(الانفال: 20-23)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھیرو اور ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ

Marfat.com

نہیں سنتے۔بے شک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔"

اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل ایمان کو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا اور پھر انہیں آپ ﷺ کی مخالفت اور کفار کی مشابہت سے منع فرمایا۔اسی لئے فرمایا:

((ولا تولوا عنه))

"اس سے نہ پھیرو۔"

یعنی آپ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ ترک کرنا اور ان کفار و منافقین کے مشابہ نہ ہونا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ویقولون امنا بالله وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منهم من بعد ذلك وما اولئك بالمومنین o واذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون))

(النور:47-48)

"اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا، پھر کچھ ان میں سے اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور وہ مسلمان نہیں اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے۔"

یہ منافق کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، لیکن ان کے اعمال ان کے قول کی نفی کرتے، اپنی زبان سے کہتے ہیں: ہم ایماندار ہیں مگر اپنے افعال سے اپنے اقوال کی تردید کرتے اور آپ ﷺ سے منہ موڑتے اور اعراض کرتے، اس لئے ان کے بارے میں فرمایا:

((وما اولئك بالمومنین))

"یہ لوگ مومن نہیں۔"

جب ان نازل شدہ تعلیمات میں اتباع نبوی ﷺ کا کہا جاتا ہے تو یہ اعراض کرتے ہوئے تکبر کرتے ہیں اور یہ فقط ان کے کفر و عناد کی وجہ سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے منہ موڑنے کی سزا بیان کی کہ یہ دنیا دار ہو چکے ہیں اور آپ ﷺ کے احکام کو ترک کر چکے ہیں۔ان کے جہاد سے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ومن یطع الله ورسوله یدخله جنت تجری من تحتها الانهر ومن یتول یعذبه عذابا الیما))(الفتح: 17)

"اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا اور جس نے منہ پھیر لیا اسے دردناک عذاب دے گا۔"

"ومن یطع الله ورسوله یدخله جنت" اور "من یتول یعذبه عذابا الیما"

میں مطابقت بھی ملاحظہ کیجئے۔باقی عذاب دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ایک اور مقام پر فرمایا:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم o قل

Marfat.com

اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین))(آل عمران: 31-32)

''اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ! اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو پسند نہیں آتے کافر۔''

تو جس نے آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب نہیں بناتا، یہ بات اس پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ کے طریقہ اور مذہب میں مخالفت کفر ہے، اللہ تعالیٰ ایسی صفت والے کو پسند نہیں کرتا، اگرچہ وہ محبت اور تقرب کا مدعی ہو۔ ہاں اگر حضور ﷺ کی اتباع کرے تو پھر محبوب بن سکتا ہے، اس کے علاوہ تو گنجائش ہی نہیں۔ باقی جس نے منہ موڑا اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا، حضور ﷺ کو اس کا کیا نقصان؟ کیونکہ آپ ﷺ کی ذمہ داری پیغام الٰہی کا ابلاغ تھا وہ آپ ﷺ نے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، انصاب اور ازلام کی حرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین))(التغابن 12)

''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو! پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔''

رسالت (پیغام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، رسول پر ابلاغ اور ہم پر تسلیم واطاعت لازم ہے۔ جو اطاعت وعمل سے انکار کرے گا، اس کا بوجھ اسے اٹھانا ہوگا۔ بارگاہ خداوندی میں اسے پرسش ہوگی، وہ جو چاہے عذاب دے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیغام کامل طور پر پہنچا دیا۔

آپ ﷺ کی آواز پر بیٹھے رہنے والوں پر وعید

رسول اللہ ﷺ کے بلاوے کو جو بوجھ سمجھیں اور اس پر لبیک نہ کہیں اور بیٹھے رہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا ہے۔ کاش وہ آپ ﷺ کا فرمان سنتے ہی اطاعت واتباع کرتے تو یہ عمل ان کیلئے خیر، نفع بخش اور اجر کا ذریعہ بنتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ذلک بانھم لا یصیبھم ظما ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطؤن موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلاً الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین o ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیاً الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون))(التوبہ: 120-121)

''مدینہ والوں اور اس کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ کے حکم کے باوجود بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلے ان کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا یا بڑا اور جو وادی بھی طے کرتے ہیں ان کے لئے اجر لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انہیں صلہ دے۔''

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ ﷺ سے جو پیچھے رہے اور آپ ﷺ کے اعلان کو بوجھ محسوس کیا، آپ ﷺ کی اطاعت نہ

Marfat.com

کی ،ان پر عتاب فرمایا کہ انہوں نے کس قدر اجر کھو دیا ورنہ انہیں جو پیاس لگتی ، تھکتے ، بھوکے رہتے ، دشمن کا خوف لاحق ہوتا ان سب پر انہیں اجر ملتا ، اسی طرح جو یہ خرچ کرتے خواہ صغیر یا کبیر ، قلیل یا کثیر جو بھی یہ سفر میں خرچ کرتے اللہ تعالیٰ ان کے عمل و جدوجہد پر جزا سے نوازتا ، جیسے جیسے یہ اپنے اہل سے دور ہوئے ، اپنے رب تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ، ان پیچھے رہنے والوں نے حد درجہ اجر و ثواب ضائع کر دیا ، اگر یہ رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ، آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں نکل پڑتے تو انہیں تمام اجر ملتا ، ثواب حاصل ہوتا اور ان کے اعمال کو لکھ لیا جاتا ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثاني اثنين اذهما في الغار اذ يقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا فانزل الله سكينة عليه وايده بجنود لم تروها ......))

(التوبہ:40)

''اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی ، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا ۔ صرف دو جان ، جب وہ دونوں غار میں تھے ، جب اپنے یار سے فرماتے تھے : غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں ۔''

جب تم نے اللہ کے رسول ﷺ کی مدد نہ کی اللہ تو ان کا مددگار اور موید ہے اور وہ حفاظت کیلئے کافی ہے ۔ اس کے بعد غار ثور کا واقعہ جو سیدنا صدیق اکبر کی معیت میں پیش آیا تھا ، اس کا ذکر کیا تو جب آپ ﷺ کی بات کو بوجھ سمجھ کر بیٹھے رہنے والوں پر یہ عتاب ہے تو اعلانیہ اور بطور عناد نافرمانی کرنیوالے اور عملاً اطاعت نہ کرنے والے کا کیا حال ہوگا ؟

رسول اللہ کی مخالفت و معصیت سخت ترین حرام ہے:

اطاعت کا تقاضا عدم مخالفت ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو یہ آپ ﷺ کے عدم مخالفت کا تقاضا کرتی ہے ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مخالفت پر عذاب الیم کی وعید سنائی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((لا تجعلوا دعا الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا قد يعلم الله الذين يتسللون منكم لواذا فليحذر الذين يخالفون عن امرة ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم))(النور:63)

''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے ۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے سے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں ، وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے ۔''

پہلے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا بیان فرمایا کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس کسی معاملہ کیلئے جمع ہوں تو واپس اجازت کے بغیر نہ جائیں ، جب اجازت طلب کریں تو آپ ﷺ جسے چاہیں اجازت دیں اور ان کیلئے بخشش مانگیں پھر تمام کو سمجھایا کہ آپ ﷺ کو اس طرح مخاطب نہ کیا کریں جیسے ایک دوسرے کو کرتے ہو ۔ یا محمد ، یا ابن عبداللہ نہ کہو بلکہ عزت ، تعظیم اور اکرام کرتے ہوئے یوں عرض کرو : یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ ۔

Marfat.com

یہ تمام ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سکھایا۔ اس کے بعد منافقین کا معاملہ چھیڑا جن پر گفتگو بوجھ بنتی ہے، وہ کوشش کرتے ہیں کسی بہانے مجلس رسول اللہ ﷺ سے نکل جائیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں متنبہ فرمایا کہ باز آ جاؤ ورنہ تمہیں کوئی فتنہ یا عذاب الیم گرفت میں لے لے گا یعنی دنیا میں قتل، حد، قہر اور آخرت میں جہنم کی آگ۔

پیچھے گزرا آپ ﷺ نے فرمایا:

((من احدث في امرنا ما ليس منه فهورد))

اسی لئے واضح کیا کہ جو شخص ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کے طریق اور نہج کی مخالفت کرے گا وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہو گا۔ پیچھے حضرت ابو ہریرہ والی حدیث بھی گزری جس میں آپ ﷺ نے مثال دی تھی:

((فذلكم مثلي و مثلكم انا اخذ بحجز كم عن النار هلم عن النار هلم من النار فتغلبوني تقحمونن فيها))

''یہ میری اور تمہاری مثال ہے میں تمہیں پیچھے سے پکڑ کر آگ سے دور کر رہا ہوں، آگ سے بچو تو تم مجھ سے چھڑا کر آگ میں گرنے کی کوشش میں ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے ان مخالفین کو اس لئے ڈرایا ہے، کیونکہ جو کسی طریق پر زندگی بسر کرتا ہے اسے موت بھی اسی طریق پر آتی ہے، پھر اسے اس پر اٹھایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنی اطاعت و عبادت اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت و اتباع کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

اطاعت، مطاع کی بات تسلیم کرنے اور اس کی عدم مخالفت کا تقاضا کرتی ہے۔ اتباع تقاضا کرتی ہے کہ متبع متبوع کے پیچھے ہے، سمع تسلیم کی مقتضی ہوتی ہے، اس طرح مقتدا ہونا عدم تنازع کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ دیں، جو حکم دیں یا منع فرمائیں ان میں آپ ﷺ سے تنازعت حرام ہے، عملاً اور قصداً آپ ﷺ کے طریق کے علاوہ طریق کو اختیار کرنا اور آپ ﷺ کی مخالفت کرنا، آپ ﷺ کے راستہ سے روکنا یہ تمام حرام ہے جس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔!

بنو نضیر یہود کے اخراج کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((ولو لا ان كتب الله عليهم الجلاء لعذبهم في الدنيا ولهم في الاخرة عذاب النار ذلك بانهم شاقوا الله ورسوله و من يشاق الله فان الله شديد العقاب))(الحشر:4,3)

''اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

غزوہ بدر میں حالت کفار بیان کرتے ہوئے اہل ایمان کو ملائکہ کے ذریعے استقامت کا تذکرہ فرمایا:

((اذ يوحي ربك الى الملئكة اني معكم فثبتوا الذين امنوا سالقي في قلوب الذين كفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان ٥ ذلك بانهم شاقوا الله ورسوله و من

Marfat.com

یشاقق الله و رسوله فان الله شدید العقاب o ذلکم فذوقوه و ان للکفرین عذاب النار))
(الانفال:12-14)

”جب اے محبوب! تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور (جوڑ) پر ضرب لگاؤ، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔یہ تو چکھو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ کافروں کو آگ کا عذاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصلی جهنم وساء ت مصیرا))(النساء:115)

”اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے،ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

((ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله وشاقوا الرسول من بعد ماتبین لهم الهدی لن یضروا الله شیئا و سیحبط اعمالهم o یایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولا تبطلوا أعما لکم))(محمد:32-33)

”بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی وہ ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کردے گا۔اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔“

یہ کافر اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے، ہدایت کے بعد وہ ایمان سے پھر گئے، اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں، ان کی اپنی بربادی ہوگی، روز قیامت یہ خسارے والے بن گئے، ان کے اعمال رائیگاں ہو گئے، لہٰذا اے اہل ایمان! تم اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو مضبوطی سے حاصل کرلو اور ڈرو اس سے کہیں تمہارے اعمال بھی اس طرح ضائع نہ ہو جائیں جیسے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کے ہو گئے ہیں۔

ان مخالفت کرنے والوں نے آپ ﷺ کی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ کو اپنا لیا، آپ ﷺ کے اس طریق سے نکل گئے جو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے، ان عام مسلمانوں کی راہ کو چھوڑ دیا جو انہوں نے اختیار کی اور سچے مومنین صادقین کے علاوہ راستے کی پیروی کرنے لگ گئے خواہ اہل ایمان کے اجماع کے خلاف ہو یا نص شریعت کے خلاف ہو تو جدھر یہ اپنی مرضی سے گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ادھر ہی چھوڑ دیا اور یہ جہنم میں پہنچ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے مخالفت کی سزا جہنم ہے، اس میں اسے ذلیل کر کے ڈالا جائے گا، اس کے اعمال رائیگاں، آخرت میں اس کی عذاب الیم، کیونکہ حقیقی مخالفین کافر اور یہود تھے تو انہوں نے دنیا و آخرت میں اس کی سزا پائی۔اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ ان کی تقلید نہ کریں، ان کی مثل نہ بنیں تاکہ ان جیسی سزا ان کو نہ بھگتنا پڑے۔

Marfat.com

آپ ﷺ سے مخالفت اور محاوت بھی حرام ہے کیونکہ یہ اہل ایمان کی صفات ہی نہیں بلکہ یہ کفار و منافقین کی صفات ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان الذين يحادون الله و رسوله كبتوا كما كبت الذين من قبلهم وقد انزلنا ايت بينت وللكفرين عذاب مهين))(المجادله:5)

''بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کیلئے خواری کا عذاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مخالفت کرنیوالوں کو خوب ننگا کر دیا کہ یہ لوگ ذلیل ورسوا، دنیا و آخرت میں تباہ حال اور بد بخت ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عناد و مخالفت والا برتاؤ کیا:

((ان الذين يحادون الله ورسوله اولئك فى الاذلين))(المجادله:20)

''بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔''

پھر ان کی آخرت کی سزا بیان کی کہ وہ دائمی جہنم و آگ ہے، منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((يحلفون بالله لكم ليرضوكم والله ورسوله احق ان يرضوه ان كانوا مومنين الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فيها ذلك الخزى العظيم))(التوبه 63,62)

''تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کرلیں اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا، یہی بڑی رسوائی ہے۔''

یہاں بھی نہایت ہی قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ذکر دو ذاتوں کا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مگر ضمیر واحد ہے پڑھیں:

((والله ورسوله احق ان يرضوه))

''اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ حق دار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔''

''یرضوہما'' نہیں فرمایا۔ اس کے بعد مخالفت کرنے والے کی سزا بیان کی کہ وہ آگ میں دائمی داخلہ ہے جو سب سے بڑی رسوائی ہے، ان آیات کا تعلق منافقین سے ہے ان پر یہ رد کیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جب وہ سچے ہیں تو سب سے زیادہ آپ ﷺ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے، ان کی مخالفت و مخاصمت انہیں جہنم میں لے جائے گی اور وہ سب سے بڑی ذلت ہے، پھر اہل ایمان کو متنبہ کیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں ان کے ساتھ محبت نہ کرو اگر چہ وہ تمہارے کتنے عزیز وا قارب ہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((لا تجد قوما يومنون بالله واليوم الاخر يوآدون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم اولئك كتب فى قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه ويدخلهم جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها رضى الله عنهم و رضوا عنه اولئك حزب

Marfat.com

الله الا ان حزب الله هم المفلحون))(المجادله:22)

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ بے شک اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔''

حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے بدر کے دن اپنے کافر والد کو قتل کیا۔ سیدنا صدیق اکبر نے بدر کے دن اپنے بیٹے کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے بدر کے دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر فاروق نے قریبی رشتہ دار کو بدر کے دن قتل کر دیا۔ جیسا کہ حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا۔

یہ ہے سچے مومنوں کی شان، اللہ تعالیٰ ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور انہیں اکرام و احترام سے جنات میں داخل فرمائے۔ وہ کامیاب ہوئے کیونکہ وہ اللہ کا لشکر تھے جبکہ شیطان کا لشکر کافر قتل ہو گئے تو جب آپ ﷺ کی مخالفت والے کافر و منافق ہیں تو اہل ایمان کو ایسے احوال سے دور رہنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی نبی وصفی ﷺ کی اطاعت، اقتداء اور اتباع کا حکم دیا ہے، اس طرح آپ ﷺ کی معصیت کو حرام قرار دیتے ہوئے واضح اور کھلی گمراہی فرمایا ہے۔ اگر عقیدہ میں معصیت ہو تو ایسے عاصی کیلئے عذاب شدید اور دائمی جہنم ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا اس پر ایسا عذاب مقرر فرمانا عاصی کے گناہ کی عظمت پر دال ہے اور اس لئے اہل ایمان کیلئے اثم، عدوان اور معصیت رسول ﷺ کے بارے میں سرگوشی کرنا حرام کر دیا کیونکہ یہ تمام چیزیں کفار و منافقین کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((الم تر الى الذين نهوا عن النجوى ثم يعودون لما نهوا عنه ويتنجون بالاثم والعدوان ومعصيت الرسول واذا جاء وك حيوك بما لم يحيك به الله و يقولون فى انفسهم لو لا يعذبنا الله بما نقول حسبهم جهنم يصلونها فبئس المصير ٥ يايها الذين امنوا اذا تنا جيتم فلا تتنا جوا بالاثم والعدوان ومعصيت الرسول و تناجوا بالبر والتقوىٰ واتقوا الله الذى اليه تحشرون))(المجادله:8-9)

''کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بری مشاورت سے منع فرمایا گیا تھا۔ پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے تو ان لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر۔ انہیں جہنم کافی ہے، اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی برا انجام۔ اے ایمان والو! تم جب آپس میں مشاورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشاورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیز گاری کی مشاورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہود اور کفار کے بارے میں بتایا کہ وہ اثم، عدوان اور رسول کی معصیت کے بارے میں سرگوشیاں کرتے

Marfat.com

ہیں، ان کیلئے عذاب جہنم کافی ہے۔ اے اہل ایمان! تم ایسی سرگوشیوں سے بچو، تم کفار و منافقین کی طرح نہ بنو بلکہ تم پر نیکی اور تقویٰ کی سرگوشیاں لازم ہیں۔

جب کسی مومن پر ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

((بل الله یمن علیکم ان هدکم للایمان))

''بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی۔''

اور نعمت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

((لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم))(آل عمران:164)

''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔''

اسی لئے اہل ایمان پر آپ ﷺ کی معصیت حرام فرما دی۔ فرعون نے اپنے رسول (حضرت موسیٰ کلیم اللہ) کی معصیت کی تو اسے عذاب شدید کی سزا ہوئی، اسی طرح جو حضور ﷺ کی معصیت اختیار کرے اسے بھی ایسی ہی سزا ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا o فعصی فرعون الرسول فاخذنه اخذا وبیلا o فکیف تتقون ان کفر تم یوما یجعل الولدان شیبا))

(المزمل:15-17)

''بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا، پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔''

اگر تم نے بھی حضور ﷺ کی تکذیب کی تو تمہیں بھی وہی سزا ہو گی جو فرعون کو دی گئی اور اللہ تعالیٰ تمہیں سخت پکڑے گا، رسول اللہ ﷺ کی معصیت صرف مردوں سے مخصوص نہیں خواتین کو بھی شامل ہے۔ جس طرح مردوں سے سرزد ہو سکتی ہے خواتین سے بھی ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا: تم خواتین سے بیعت لو اس میں عدم معصیت رسول ﷺ کی شرط بھی لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((یایها النبی اذا جاءك المومنت یبایعنك علی ان لا یشرکن بالله شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادهن ولا یاتین ببهتان یفترینه بین ایدهن))(الممتحنه:12)

''اے نبی! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

تو آپ ﷺ ہمیشہ انہی شرائط پر بیعت لیا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر مہاجرہ خاتون کے سامنے مذکورہ آیت رکھتے جو ان شرائط کو مان لیتی، فرماتے: میں نے تجھے بیعت کر لیا ہے۔

Marfat.com

((ولا واللہ ما مست ید امراۃ قط فی المبایعۃ ما یبایعن الابقولہ قد بایعتك علی ذلك))

(بخاری، کتاب التفسیر)

''اللہ کی قسم! بیعت کرتے ہوئے آپ ﷺ کے ہاتھ نے عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا صرف زبان سے فرماتے: میں نے تمہیں بیعت کرلیا ہے۔''

حضرت امیمہ بنت رقیقہ کا بیان ہے کہ میں خواتین کے ساتھ آپ ﷺ سے بیعت ہونے کیلئے حاضر ہوئی۔ ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کی اس پر بیعت کرتی ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا اور اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کسی پر بہتان نہیں لگائیں گی اور کسی بھی معروف میں آپ ﷺ کی معصیت نہیں کریں گی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ساتھ کہو: جتنی ہم طاقت رکھتی ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!

((اللہ ورسولہ ارحم لنا من انفسنا ھلم تبایعك یا رسول اللہ))

''اللہ ورسول ﷺ تو ہماری ذاتوں سے بھی بڑھ کر رحیم ہیں، آپ ﷺ ہاتھ دیجئے تاکہ ہم بیعت کریں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی لا اصافح النساء انما قولی لمائۃ امراۃ کقولی لا مراۃ واحدۃ))(الموطا، کتاب السیعۃ)

''میں خواتین سے مصافحہ نہیں کیا کرتا اور ایک سو خواتین کیلئے میرا قول اسی طرح ہے جیسے ایک کے لئے۔''

تو آپ ﷺ نے جب بھی بیعت لی تو مناسبت کے حوالے سے اپنی شرائط پر بیعت لی۔ اب آپ ﷺ کے آخری سالوں میں یہ بیعت کے بارے میں روایت ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ میں نے نماز عید رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ متعدد دفعہ ادا کی ہے۔ نماز پہلے اور خطبہ بعد میں ہوا کرتا، ایک موقعہ پر آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے، میں آج بھی دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ دست اقدس سے لوگوں کو بیٹھنے کا فرما رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ خواتین میں تشریف لے گئے۔ یہ آیت تلاوت فرمائی:

((یایھا النبی اذا جاءك المومنت یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن و ارجلھن))(الممتحنہ:12)

''اے نبی ﷺ! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں۔''

اور پوچھا:

''تم سب کو یہ شرائط منظور ہیں۔؟''

ایک خاتون نے نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ منظور ہیں۔ فرمایا:

''صدقات دو۔''

Marfat.com

حضرت بلال نے کپڑا اچھایا اور خواتین نے سونے کی بالیاں اور انگوٹھیاں اس میں پھینک دیں۔ (بخاری، کتاب التفسیر)
یہ روایت حیات کے آخری زمانے کی ہے، کیونکہ یہ مسلم ہے کہ حضرت ابن عباس مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد آئے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے بعض بدری صحابہ سے بھی اسی طرح کی بیعت لی تھی ان میں بعض نقباء بھی تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی:
''تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے، چوری، زنا، اولاد کو قتل، بہتان بازی نہیں کرو گے اور معروف میں میری نافرمانی نہیں کرو گے، جو ان شرائط کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمے، جس نے کسی کا ارتکاب کیا دنیا میں اس کی سزا ہو گی، وہ اس کا کفارہ ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا وہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ چاہے معاف فرما دے، چاہے عذاب دے۔''
تو ہم نے ان شرائط پر آپ ﷺ کی بیعت کی۔ (بخاری، کتاب الایمان)

صحابہ کرام کا اپنے رسول اور اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت اور عدم معصیت میں عظیم کردار ہے۔ اگر کوئی معاملہ ان پر دشوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور اس امت پر رحمت و شفقت فرماتے ہوئے اس میں تخفیف فرما دی، جب ہم اس امت کو اور سابقہ امتوں کو دیکھتے تو فرق عظیم پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

((واذا قیل لھم امنوا بما انزل الله قالوا نومن بما انزل علینا ویکفرون بما وراء ہ وھو الحق مصدقا لما معھم قل فلم تقتلون انبیاء الله من قبل ان کنتم مومنین۔ o ولقد جاء کمْ موسی بالبینت ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظلمون o واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور خذوا ما اتینکم بقوہ واسمعوا قالوا سمعنا وعصینا واشربوا فی قلوبھم العجل بکفر ھم قل بئسما یا مر کم بہ ایمانکم ان کنتم مومنین))(البقرہ:91-93)

''اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے، ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا۔ تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا اور تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لائے، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا اور فرمایا: لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو۔ بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب۔ تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔''

دوسرے مقام پر انہی کے بارے میں فرمایا:

((من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا و عصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم واقوم ولکن لعنھم الله بکفر ھم فلا یومنون الا قلیلا))(النساء:46)

''کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کیلئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر

Marfat.com

فرمائیں تو ان کیلئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔''

وہ کیسا ایمان تھا جس نے انہیں عدم اطاعت اور نافرمانی کی اجازت دی؟ انہوں نے معصیت اختیار کی بچھڑے کی عبادت کی۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا، اپنی کتاب میں تحریف کردی، تعلیمات حق کا انکار کیا، اپنے رب اور اپنے رسول علیہ السلام کی نافرمانی کی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی اور ان میں سے اکثریت ایمان نہ لائی، حضور ﷺ کا معاملہ بحمد للہ ان کے برعکس ہے، اطاعت وفرمانبرداری، سمع وتسلیم میں یہ ضرب المثل ٹھہرے اور تو اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی دی۔

جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نازل ہوا:

((للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر))(البقرہ 284)

''اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دل میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

صحابہ کرام پر یہ معاملہ گراں گزرا اور اس آیت سے خوف زدہ ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر بڑے اور چھوٹے عمل پر ہمارا محاسبہ ہوگا، یہ ان کے قوی ایمان اور صدق یقین اور حسن خیال کی علامت تھی تو وہ گھٹنوں کے بل رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ فرمادیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی تو صحابہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کرنے لگے:

''ہمیں پہلے ہی کافی احکام دیئے ہوئے ہیں، نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ۔ اب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس کی طاقت ہمارے اندر نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم اہل کتاب کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو؟

((سمعنا و عصینا بل قولوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر))

''ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی؟ بلکہ کہو: ہم نے سنا، اطاعت کی، اپنی بخشش عطا فرما اے ہمارے رب! اور تیری طرف ہی پلٹنا ہے۔''

صحابہ نے عرض کیا: ہم یہی کہیں گے:

((سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر))

''ہم نے سنا اطاعت کی اے ہمارے رب! تیری بخشش اور تیری طرف پلٹنا ہے۔''

تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی:

((امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ و رسلہ لا

Marfat.com

نفرق بين احد من رسله و قالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير))(البقرہ:285)
''رسول ایمان لائے اس پر جو ان کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابیں اور اس کے رسولوں کو۔ یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔''

جب صحابہ کرام نے اس کے مطابق کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرما دی:

((لا يكلف الله نفسا الا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا على القوم الكفرين))

(البقرہ:286)

''اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔ اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔ اے رب ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں برداشت نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔''

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

((وان تبدوا ما فى انفسكم او تخفوه يحاسبكم به الله))

''اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔''

صحابہ کے دل پریشان ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا تم یہ کہو:

((سمعنا واطعنا وسلما))

''ہم نے سنا، قبول کیا اور تسلیم کیا۔''

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

((لا يكلف الله نفسا الا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا))(البقرہ:286)

''اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔ اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔''

((واغفرلنا وارحمنا انت مولنا))(البقرہ:286)

''اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔''

اللہ نے اس امت پر رحمت کرتے ہوئے دل کے تصورات سے درگزر فرما دیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((ان الله تجاوز لامتی ما حدثت به انفسها مالم يتكلموا او يعملوا به))(بخاری، کتاب الطلاق)

''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اس معاملہ میں درگزر کی ہے جوان کے دل سوچتے ہیں جب تک اسے منہ پر نہ لائے یا اس پرعمل نہ کرے۔''

جب انہوں نے تسلیم کرلیا، سمع واطاعت کا اعلان کردیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت وشفقت کرتے ہوئے ان کے دلوں کے تصورات سے درگزر فرمالیا بخلاف سابقہ امتوں کے، انہوں نے تبروانکار کرکے مخالفت کی۔

آپ ﷺ نے ہمیں ان دونوں آیات کی تلاوت کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابومسعود انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من قرا بالا يتين من آخر سورة البقرة فی ليلة كفاته))(بخاری ، فضائل القرآن)

''جس نے رات کو سورہ بقرہ کی آخری دوآیات پڑھ لیں اس کے لئے کافی ہیں۔''

مومن کو چاہیے وہ ان آیات میں بار بار غور کرے کہ تسلیم کرنے والے اور مطیع کو کیا کیا حاصل ہوتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب، عفو اور مغفرت حاصل کرسکے اور وہ تو غفور رحیم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی معصیت کھلی گمراہی ہے کیونکہ مسلمان تو اطاعت وفرمانبرداری کرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله و رسوله فقد ضل ضلا مبينا))(الاحزاب:36)

''اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔''

کبھی معصیت رسول ﷺ کفر ہوتی ہے جس کی سزا دائمی جہنم کا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل انی لن يجيرنی من الله احد ولن اجد من دونه ملتحدا o الا بلغا من الله ورسلته ومن يعص الله ورسوله فان له نار جهنم خلدين فيها ابدا o حتى اذا راوا ما يو عدون فيعلمون من اضعف ناصرا و اقل عددا))(الجن:22-24)

''تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا مگر اللہ کا پیغام پہنچاتا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں، یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اس کس کی گنتی کم۔''

جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے وہاں وعدہ کے مطابق عذاب پائیں گے مگر مددگاروں کو کمزور دیکھیں گے بخلاف مومنین صادقین اور فرمانبرداروں کے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کا حال بیان فرمادیا ہے۔ سچے اہل ایمان مخلص فرمان برداروں کے لئے جنت ہے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ عاصی، مخالف کافروں کے لئے رسوا کن عذاب اور دائمی جہنم کی سزا

Marfat.com

ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((تلك حدود الله و من يطع الله و رسوله يدخله جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها و ذلك الفوز العظيم o و من يعص الله و رسوله و يتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين))(النساء:13-14)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا، اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے خواری کا عذاب ہے۔''

تو مطیع کی جزاء دائمی جنت اور عظیم کامیابی اور عاصی کی سزا دائمی جہنم اور رسوا کن عذاب۔ اگر آپ ﷺ کی اطاعت لازم و فرض نہ ہوتی تو مطیع دائمی جنت اور فوز عظیم کا مستحق کیسے بن گیا، اس طرح اگر آپ ﷺ کی معصیت کبیرہ نہ تھی تو عاصی دائمی جہنمی کیوں بن گیا؟ اس لئے روز قیامت معصیت کا مرتکب جب اپنا عذاب و عقاب دیکھے گا اور اہل اطاعت کیلئے ثواب و انعامات دیکھے گا تو نادم ہوگا مجھ سے غلطی ہوگئی کاش میں معصیت کا مرتکب نہ ہوتا لیکن اب سوائے افسوس کے کچھ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد و جئنابك على هؤلاء شهيدا o يومئذ يود الذين كفروا وعصوا الرسول لو تسوى بهم الارض ولا يكتمون الله حديثا))(النساء:41-42)

''تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! تمہیں ان پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔ اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، کہ انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔''

اس خوفناک منظر میں اللہ تعالیٰ نے کفر اور معصیت رسول کو متصل کر دیا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ اہل ایمان گنہگاروں کو معافی دے گا اور کفار و مخالفین کو ذلیل فرمائے گا تو وہ تمنا کریں گے: کاش! ہم مٹی ہو جائیں، اگر انکار کریں تو ان کے جوارح بول کر گواہی دیں گے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں سکتے، اسی لئے وہ یہ کہیں گے:

((ويوم يعض الظالم على يديه يقول يليتنى اتخذت مع الرسول سبيلا o يويلتى ليتنى لم اتخذ فلانا خليلا o لقد اضلنى عن الذكر بعد اذ جاءنى و كان الشيطن للانسان خزولا))

''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبا لے گا کہ ہائے کسی طرح میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی، ہائے خرابی میری! ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا، بے شک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نعمت سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔''

کیا وہاں ندامت فائدہ دے گی؟ ہرگز نہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ اہل معصیت سے برأت کا اظہار کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وانذر عشيرتك الاقربين o واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين o فان عصوك فقل انى برئ مما تعملون))(الشعراء:214-216)

Marfat.com

''اور اے محبوب! اپنے قریب ترشتہ داروں کو ڈراؤ اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کیلئے تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں۔''

یہاں ''انی بری ءمما تعملون'' کے الفاظ نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔آپ ﷺ اہل معصیت کے اعمال سے برأت کا اعلان فرمارہے ہیں۔ یہی وجہ ہے جس یہودی، نصرانی یا کسی اور نے آپ ﷺ کو پایا مگر آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر ایمان نہ لایا تو وہ کافر ہے اور جہنم کا مستحق ہے۔حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات اقدس کی مجھے اگر کسی یہودی یا نصرانی نے پایا مگر وہ مجھ پر ایمان نہ لایا تو وہ جہنمی ہے۔''

(مسلم، کتاب الایمان)

اسی لئے آپ ﷺ نے اپنی امت کو حسب طاقت اپنے احکام بجالانے اور تمام نواہی سے بچنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے ایسا حکم ہی نہیں دیا جس کی طاقت نہ ہو، معصیت میں یہ شرط نہیں کہ قول ہی کی مخالفت ہو، وہ فعل کی مخالفت کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔کبھی آپ ﷺ کا عمل، نہی میں قول سے بلند و ابلغ ہوسکتا ہے اس کا مخالف، عاصی ہوگا۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں مکہ کی طرف سفر فرمایا، تمام نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب مقام کراع الغمیم میں پہنچے تو روزہ کے شاق ہونے کے بارے میں آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوا کر بلند فرمایا تاکہ لوگ دیکھ لیں، پھر وہ پی لیا، اس کے بعد لوگوں نے افطار کرلیا، بعض نے نہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ عاصی ہیں یہ عاصی ہیں۔ (مسلم، کتاب الصیام)

سفر میں افطار و صوم دونوں جائز ہیں لیکن جب شاق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے افطار فرمادیا اور آپ ﷺ کا افطار (فعل) آپ ﷺ کے امر سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، جب بعض نے افطار نہ کیا تو وہ عاصی ٹھہرے کیونکہ آپ ﷺ ان کی مشقت کی وجہ سے افطار فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نافرمان کے لئے دخول نار کی سزا رکھی ہے، جیسا کہ مطیع کے لئے دخول جنت کا انعام رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا۔''

صحابہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ

((ومن یابی ؟))

''انکاری کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی))(بخاری، کتاب الاعتصام)

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

اس طرح کی روایت ابن حبان اور طبرانی نے اوسط میں ثقہ رجال سے حضرت ابو سعید خدری سے اور امام احمد اور حاکم

Marfat.com

نے حضرت ابوامامہ سے بھی روایت کی ہے۔ (مسند احمد 5-258)
اور یہ اس لئے ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی وہ اللہ کا نافرمان ٹھہرا جس نے آپ ﷺ کو اپنا رسول بنایا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی اطاعت بجالانے والے نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے۔
حضرت جبرائیل سے فرشتوں کی گفتگو گزری ہے۔ جس میں تھا:

((فمن اطاع محمدا ﷺ فقد اطاع الله ومن عصى محمدا ﷺ فقد عصى الله ومحمد ﷺ فرق بين الناس)) (بخاری ، كتاب الاعتصام)

''جس نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی لوگوں کے درمیان وجہ امتیاز ہے۔''

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصى الله)) (بخاری، كتاب الجهاد)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

معصیت کے اسباب:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا کیا، فرشتوں کو حکم سجدہ دیا تو ابلیس کے علاوہ سبھی نے سجدہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور انہیں حقیر جانا تو وہ معصیت کی وجہ سے لعنتی اور دھتکار دیا گیا، اس کا دھوکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا سبب بنا، اس نے درخت کے بارے میں خیر خواہی کرتے ہوئے قسم اٹھائی! اللہ تعالیٰ نے تینوں کو جنت سے نکال دیا (حضرت آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس) ابلیس نے حضرت آدم کی اولاد سے انتقام کی ٹھانتے ہوئے یہ حلف اٹھایا:

''وہ کسی کو مطیع نہیں رہنے دے گا، کہیں وہ جنت میں نہ چلے جائیں اور حضرت آدم کے گروہ میں شامل نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ سے تاقیامت زندگی مانگی تا کہ آپ علیہ السلام کی اولاد کو بھٹکا سکے۔''

اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دے دی، اولاد آدم کو اس خبیث دشمن سے آگاہ کر دیا کہ یہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور انہیں اس کی اتباع سے ڈرایا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنی نبی ﷺ کی زبان سے اس کے طریقے، ہتھکنڈے، وسائل گمراہی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی اور اس کی اتباع کا نتیجہ نار جہنم کی صورت میں بتا دیا، اب جو شخص ابلیس کی اطاعت کرے گا، اس کی راہ کو اپنا لے گا، اس کے پیچھے لگے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا عاصی و نافرمان ہو گا۔

ابلیس کے مخلوق کو گمراہ کرنے کیلئے دو اہم وسائل ہیں:

1: شہوات۔

2: اتباع ہوا وخواہش۔

مرسلان کرام کی اطاعت اور شیطان کی اطاعت کبھی بھی کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتیں بلکہ ان میں سے ایک ہی ہوگی۔

Marfat.com

((فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی))(البقرہ:256)

''تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی۔''

ہم یہاں کچھ آیات قرآنی کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو شیطان سے متنبہ کیا ہے اور اس کا انسان کیلئے اعمال باطلہ کو مزین کر کے پیش کرنا بیان فرمایا ہے، تا کہ وہ اسے گمراہ کر سکے۔

اور ایک مقام پر فرمایا:

((ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحب السعیر))

(فاطر:6)

''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو اسی لئے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اتباع شیطان کو اس کی عبادت فرمایا ہے، انسان اپنے دشمن کی عبادت کیسے کر سکتا ہے؟ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا:

((الم اعھد الیکم یبنی ادم ان لا تعبدوا الشیطن انہ لکم عدو مبین))(یٰسین:50)

''اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

شیطان، انسان پر کئی راستوں سے حملہ آور ہوتا ہے، اسے مختلف رغبتیں دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے شریعت کی مخالفت اور معاصی ومنکرات کا ارتکاب کرواتا ہے تا کہ وہ اس کے لشکر کا سپاہی بن جائے جو جہنمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((استحوذ علیھم الشیطن فانسھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن ھم الخسرون))(المجادلہ:19)

''ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ خبر دار بے شک شیطان ہی کا گروہ خسارے میں ہے۔''

ایک مقام پر فرمایا:

((انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون))(المائدہ:91)

''شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے؟''

صحابہ نے عرض کیا:

''ہاں! ہم باز آ گئے۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((وزین لهم الشیطن اعمالهم))(الانفال: 48) (النمل :63) (النمل: 24) (العنکبوت: 38) (الانعام: 43)

''اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوارے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((واذ قلنا للملئکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس قال اسجد لمن خلقت طینا o قال ارایتك هذا الذی کرمت علی لئن اخرتنی الی یوم القیمة لا حتنکن ذریته الا قلیلا o قال اذهب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاوکم جزاء موفورا o واستفزز من استطعت منهم بصوتك واجلب علیهم بخیلك ورجلك وشارکم فی الاموال والا ولا د وعد هم وما یعدهم الشیطن الا غرورا o ان عبادی لیس لك علیهم سلطن و کفی بربك وکیلا))

(بنی اسرائیل:61-65)

''اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، بولا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا، بولا: دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑے۔ فرمایا: دور ہو تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک سب کا بدلہ جہنم ہے، بھرپور سزا اور وہ ان میں سے جس پر قدرت پاتا ہے اسے بہکاتا ہے اپنی آواز سے اور ان پر فوج چڑھا لا اپنے سواروں اور پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور وعدہ دیتا ہے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔ بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کارساز۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریء منك انی اخاف الله رب العالمین o فکان عاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها وذلك جزاء الظلمین))

(الحشر:16-17)

''شیطان کی مثال جب اس نے آدمی سے کہا کہ کفر کر، پھر جب اس نے کفر کرلیا تو بولا: میں تجھ سے الگ ہوں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

((ان الشیطن لکم عدو فاتخذوه عدوا انما یدعوا حزبه لیکونوا من اصحب السعیر))

(فاطر:6)

''بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے، بے شک وہ اور اس کا گروہ اس لئے بلاتا ہے کہ تا کہ لوگ دوزخیوں میں ہوں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

((یبنیٓ آدم لا یفتننکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنهما لباسهما لیریهما

Marfat.com

سواتهما انه يركم هو و قبيله من حيث لا ترونهم انا جعلنا الشيطن اولياآء للذين لا يؤمنون))(الاعراف:27)

''اے آدم کی اولاد! خبردار! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔ اتروا دی ان کی شرم کی چیزیں تاکہ وہ انہیں دیکھیں۔ بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

شیطان کی تین راہیں: شیطان کے انسان پر حملہ آور ہونے کی تین اہم راہیں ہیں:

1: نفس۔ 2: شہوات۔ 3: ھویٰ۔

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں سے انسان کو متنبہ فرمایا ہے۔

نفس برائی کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ان النفس لا مارة بالسوء الا مارحم ربی))(یوسف:53)

''بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ونفس وما سوها o فالهمها فجورها وتقوها o قد افلح من زكها وقد خاب من دسها))
(الشمس:7-10)

''اور قسم جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی، بے شک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔''

نفس لوامہ وہ ہے جو اپنے صاحب کو خطا، تقصیر وعصیان پر ملامت کرتا ہے:

((ولا اقسم بالنفس اللوامة))(القیمه:2)

''اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے۔''

نفس مطمئنہ، پھر راضیہ، پھر مرضیہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((یایها النفس المطمئنة o ارجعی الی ربك راضية مرضية o فادخلی فی عبادی o وادخلی جنتی))

''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میرے جنت میں آ۔''

جب نفس اس کامل مرتبہ کو پالیتا ہے تو اب وہ اللہ کے بندوں ''عبادی'' میں شامل ہو جاتا ہے۔ اب شیطان اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا، اب اس کا کوئی کنٹرول اس پر نہیں جیسا کہ فرمایا:

((ان عبادی لیس لك عليهم سلطن))(بنی اسرائیل 64، الحجر 62)

''بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

Marfat.com

((انه ليس له سلطن على الذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون))(النحل:99)

''بے شک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

خود ابلیس کی زبانی بتایا:

((فبعزتك لا غوينهم اجمعين o الا عبادك منهم المخلصين))(ص:82-83)

''تیری عزت کی قسم! ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔''

خود باری تعالیٰ نے اس کی زبان سے نقل فرمایا:

((رب فانظرني الى يوم يبعثون o قال فانك من المنظرين o الى يوم الوقت المعلوم o قال رب بما اغويتني لا زينن لهم في الارض ولا غوينهم اجمعين o الا عبادك منهم المخلصين o قال هذا صراط على مستقيم o ان عبادي ليس لك عليهم سلطن الامن اتبعك من الغوين o وان جهنم لموعدهم اجمعين))

''اے میرے رب! تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تو ان میں سے ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔ بولا: اے رب میرے! قسم اس کی کہ تم نے مجھے گمراہ کیا! میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ فرمایا: یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے، بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں، سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔''

جو پہلے تین نفوس والے لوگ ہیں ان پر شیطان کا تسلط اور کنٹرول ہوتا ہے، لیکن جب نفس کامل ہو جاتا ہے تو پھر شیطان حملہ آور نہیں ہو سکتا ہاں جب غفلت ہو جائے۔

((ان الذين اتقوا اذا مسهم طٰئف من الشيطن تذكروا فاذا هم مبصرون))(الاعراف:201)

''بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں، اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

اس لئے ہر نفس کے اعمال کا محاسبہ رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

((ليجزي الله كل نفس ما كسبت))(ابراهيم:51)

''اس لئے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

((ان الساعة اتية اكاد اخفيها لتجزى كل نفس بما تسعى))(طه:15)

''بے شک قیامت آنے والی ہے، قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔''

جب نفس، اطاعت کرنیوالوں کا اجر و ثواب دیکھے گا اور اپنی عقوبت و سزا کو تو پھر پچھتائے گا مگر اب کیا فائدہ؟

((ان تقول نفس يحسرتى على ما فرطت في جنب الله وان كنت من السخرين))(الزمر:56)

''کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس! ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بے شک میں ہنسی بنایا کرتا

Marfat.com

تھا۔"

انسان کو جو پریشانیاں اور سزائیں ملتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نفس کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما اصابك من سيئة فمن نفسك))(النساء:79)

"اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔"

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذى ولا غم حتى الشوكة يتالها الا كفر الله بها من خطايا))(بخاری)

"مسلمان کو جو تکلیف، پریشانی، تنگی، غم اور حزن حتیٰ کہ کانٹا چبتا ہے اس کی جگہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔"

جس نے اپنے نفس کو کنٹرول کر لیا اور اپنے رب سے ڈرتا رہا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

خواهشات: انسان کیلئے مختلف اشیاء دنیوی مزین کی گئیں، اگر وہ انہیں اطاعت الٰہی میں خرچ کرے تو وہ خیر ہوتی ہیں اور اگر تکبر، فخر وغرور، اللہ تعالیٰ سے دوری اور اس کی نافرمانی میں خرچ کرے تو شر بن جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے:

((زين للناس حب الشهوت من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلك متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن الماب ٥ قل او نبكم بخير من ذلكم للذين اتقوا عند ربهم جنت تجرى من تحتها الانهر خالدين فيها وازواج مطهرة و رضوان من الله والله بصير بالعباد))(آل عمران:14-15)

"لوگوں کیلئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور ڈھیر لگے سونے چاندی سے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی سے۔ یہ سب دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔ تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتا دوں؟ پرہیزگاروں کیلئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیویاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

((فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوت فسوف يلقون غيا))(مریم:59)

"تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔"

شہوات کی اتباع، شیطان کا حکم ہوتا ہے کیونکہ برائی کا حکم وہی دیتا ہے وہ اطاعت کا حکم نہیں دیتا، ورنہ وہ بڑی اطاعت کیوں نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

((یایھا الذین امنوا لا تتبعوا خطوت الشیطن و من یتبع خطوت الشیطن فانه یأمر بالفحشاء والمنکر))(النور:21)

''اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ تو بے حیائی اور بری ہی بات بتائے گا۔''

((یایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوت الشیطن انه لکم عدو مبین ٥ انما یامر کم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون))(البقرہ:168-169)

''اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ کی طرف منسوب کرو جس کی تمہیں خبر نہیں۔''

اس بارے میں بہت سی آیات ہیں کہ شیطان فواحش اور منکرات کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا کوئی حکم نہیں دیتا۔

اھواء (خواھشیں): اس پر بھی بہت سی نصوص ہیں مگر بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((افمن کان علی بینة من ربه کمن زین له سوء عمله واتبعوا اھواء ھم))(محمد:14)

''تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اس جیسا ہو گا جس کے برے عمل اسے بھلے دکھائے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔''

آگے فرمایا:

((ومنھم من یستمع الیك حتی اذا خرجوا من عندك قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا اولئك الذین طبع الله علی قلوبھم واتبعوا اھواء ھم))(محمد:16)

''اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جائیں، علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا؟ یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کردی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔''

تو اتباع خواہش وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ اور اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اتباع خواہش سے منع فرمایا ہے، سب سے سخت خواہش کا بندہ وہ ہوتا ہے جو اسے اپنا معبود بنا کر اس کی اتباع کرتا ہے اور کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا، اسی لئے ایسے لوگوں کی اقتداء اور اتباع سے منع کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((واتل علیھم نبأ الذی اتینه ایاتنا فانسلخ منھا فاتبعه الشیطن فکان من الغوین ٥ ولو شئنا لرفعنه بھا ولکنه اخلد الی الارض واتبع ھواه))(الاعراف:175-176)

''اور اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

((بل اتبع الذین ظلموا اھواء ھم بغیر علم فمن یھدی من اضل الله وما لھم من نصرین))

Marfat.com

(الروم:29)

''بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لئے بے جانے، تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

مشرکین کے بارے میں فرمایا:

((ان یتبعون الا الظن و ما تھوی الانفس))(النجم :23)

''وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں۔''

اتباع ھوی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

((یایھا الذین امنوا کونوا قوّٰمین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین و الا قربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا و ان تلوٗا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا))(النساء:135)

''اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کیلئے گواہی دیتے، چاہے اس میں تمہارا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا، جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا کہ اتباع ھوا گمراہ کر دیتی ہے:

((یا داوٗد انا جعلنک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب))(ص:26)

''اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے۔''

سب سے بدتر یہ ہے کہ انسان ھوا کو خدا بنا لے اور اس کی سمع و اطاعت اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ارایت من اتخذ الھة ھواہ افانت تکون علیه و کیلا))(الفرقان:43)

''کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے۔''

((افرایت من اتخذ الھة ھو و اضله اللہ علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصرہ غشوة فمن یھدیه من بعد اللہ افلا تذکرون))(الجاثیه :23)

''بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا اور اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔''

جب انسان خواہش کو خدا بنا لے تو اب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا۔ اس لئے اللہ نے اصحاب ھوا کی اتباع سے منع فرما رکھا ہے، کیونکہ وہ تو راستوں میں متفرق ہو کر ہر وادی میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((و لا تتبعوا اھوا ء قوم قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیرا و ضلوا عن سواء السبیل))(المائدہ:77)

Marfat.com

''اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہت سارے لوگوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔''
اپنے نبی ﷺ کی زبان اقدس سے کہلوایا:
((قل انی نہیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ قل لا اتبع اھواء کم قد ضللت اذا وما انا من المھتدین))(الانعام:56)
''تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تم فرماؤ میں تمہاری خواہش پر نہیں چلتا یوں ہو تو میں بہک جاؤں۔''
پھر فرمایا:
((ولا تتبع اھواء الذین کذبوا بایتنا))(الانعام:150)
''اور ان کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں۔''
ایسی بہت سی آیات ہیں۔
(البقرہ 145,129، المائدہ 49,48، الرعد 37، المومنون 71، الشورہ 15، الجاثیہ 18، القمر 3)
اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے نبی ﷺ کو کفار کی عدم اتباع کا فرمایا کیونکہ وہ اتبع اھواء کے بندے ہیں اور اس کی اتباع کی وجہ سے راہ گم کر چکے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:
((فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواء ھم ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین))(القصص :50)
''پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے؟ اللہ کی ہدایت سے جدا۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔''
دوسری جگہ فرمایا:
((وقالوا ان نتبع الھدی معک نتخطف من ارضنا اولم نمکن لھم حرما امنا یجیء الیہ ثمرت کل شیء رزقا من لدنا ولکن اکثر ھم لا یعلمون))(القصص :57)
''اور کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اچک لے جائیں گے۔ کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں، ہمارے پاس کی روزی لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں۔''
ہم دیکھتے ہیں عدم اطاعت اور ارتکاب معصیت کا سبب شیطان کا نفوس کو خواہشات کی طرف متوجہ کر کے گمراہ کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے نفس، اطاعت سے بھاگتا اور معصیت کا مرتکب ہوتا ہے، انسان سے وہ حسد اور انتقام لیتا ہے کیونکہ ابوالبشر اس کے جنت سے نکلنے کا سبب بنے تھے تو انسان کو اپنے دشمن اول اور اس کی شہوات واھواء کے شر سے بچنے کی ہمیشہ تدبیر کرتے رہنا چاہیے اور اپنے نفوس کو اس سے اس قدر بچایا جائے کہ اس پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

Marfat.com

((ان عبادی لیس لك علیھم سلطن))(الحجر :42)

''بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔''

اور اس سے قلعہ وحفاظت میں چلا جائے۔

((الا عبادك منھم المخلصین))(الحجر :40)

''مگر جوان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔''

تا کہ اس کے شر سے بچا جا سکے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بجالا کر دارین کی سعادتوں کو پایا جا سکے۔ اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اس چیز کو واضح کر دیں کہ معصیت و نافرمانی کی سزا کیا ہے؟ اور اطاعت و فرمانبرداری کا انعام کیا ہے؟

احسن اللہ تعالیٰ ختامنا جمیعا بفضلہ و کرمہ

معصیت کی سزا:

ہم یہاں صرف اخروی سزا پر اکتفاء نہیں کر رہے بلکہ معصیت پر جو بھی دنیوی واخروی نقصانات، سزائیں اور مذمتیں وارد ہوئیں ہیں ان کو بیان کرتے ہیں، ان میں سے کچھ کا تعلق دنیا سے، کچھ کا آخرت سے ہے، کچھ ان میں سے عقائد سے متعلق ہیں اور کچھ مادی ہیں۔

معصیت دو طرح کی ہوتی ہے مکفرہ (کافر بنا دینے والی) اور غیر مکفرہ۔ ہماری گفتگو عمومی ہوگی کیونکہ اس امت کے عاصی کی سزا اور کافر اور مرتد کی سزا کے درمیان فرق کبیر ہے۔ واللہ تعالیٰ ھوالمعین۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... جنت میں پہلے داخل ہونے والوں میں نہ ہو گا: معصیت کی دو اقسام ہیں:

1: مکفرہ۔ 2: غیر مکفرہ۔

معصیت مکفرہ اپنے مرتکب کو دائمی دوزخی بنا دیتی ہے اور معصیت غیر مکفرہ اپنے مرتکب کو پہلے دوزخ میں لے جائے گی، پھر حساب پر یا شفاعت مصطفیٰ ﷺ یا اس امت کے کسی اور شفیع کی شفاعت یا رحمت الٰہی (کہ اس کا گناہ یہودی یا نصرانی پر ڈال کر) سے وہاں سے نکال کر جنت میں لے جایا جائے گا۔

تو دونوں فریق جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ پہلا کفر کی وجہ سے کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا، دوسرا فریق ابتدائی جنتیوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا، بلکہ دوزخ میں داخل ہوگا، وہاں بقدر معصیت عذاب بھگت کر پھر شفاعت اور رحمت الٰہی کی وجہ سے دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے یہی وعدہ فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا۔''

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

Marfat.com

آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے گزرا:

((انا اخذ بحجز کم عن النار هلم عن النار هلم عن النار فتغلبونی تقحمون فیها))

(بخاری ومسلم)

''میں تمہیں پیچھے سے پکڑ کر دوزخ سے یہ کہتے ہوئے دور کرنے کی کوشش کروں گا: اس سے بچو اس سے بچو اور تم مجھ سے چھڑا کر اس میں پڑنے کی کوشش کرو گے۔''

صحیح مسلم میں حضرت جابر سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے:

((وان منکم الا واردها کان علی ربك حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیها جثیا)) (مریم: 71-72)

''اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو! تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے، پھر ہم ڈر والوں کو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔''

پل صراط جہنم کی پشت پر بچھایا گیا ہے، وہاں تمام جنوں اور انسانوں نے گزرنا ہے۔ وہاں سے ہر کوئی اپنے اپنے اعمال صالحہ کے مطابق گزرے گا۔ کوئی بجلی کی چمک کی طرح، کوئی تیز ہوا کی طرح اور کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح گزرے گا۔ اسی طرح جہنم میں بھی لوگ حسب ذنوب واثام گریں گے۔ سب سے اوپر والے طبقہ میں اس امت کے عاصی ہوں گے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے صلحاء، متقین اور شہداء ان عاصیوں کی شفاعت کریں گے۔ یہ عاصی ابتداء جنت میں داخل نہیں، بلکہ دوزخ میں جائیں گے، ان کو گناہوں سے پاک کر کے جنت میں منتقل کیا جائے گا۔ اس لئے کثرت کے ساتھ آپ ﷺ سے منقول ہے کہ والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والا، رحم منقطع کرنے والا اور چغل خور جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انما مدلجون فلا یدلجن مصعب ولا مضعف))

''ہم پانی نکالنے والے ہیں، نہ سرکش اونٹ کے ذریعہ سے نکالو اور نہ کمزور سے۔''

ایک آدمی نے سرکش اونٹنی پر پانی لادھا اور وہ گر پڑا، اس کی ہڈی ٹوٹ گئی اور فوت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس پر جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تین دفعہ اعلان فرمایا:

((ان الجنة لا تحل لعاص))

''عاصی جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

اسے امام احمد، طبرانی اور حاکم نے روایت کیا۔

آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی گزر چکا ہے کہ جس نے انکار کیا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''امت کا حشر تین گروہوں میں ہوگا۔ ایک تو وہ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں داخل کر دیے جائیں گے، دوسرے وہ جن کا

Marfat.com

تھوڑا حساب ہوگا، پھر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے، تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو اپنی پشتوں پر پہاڑوں جیسے گناہ لے کر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ کون ہے؟ حالانکہ وہ انہیں سب سے بہتر جانتا ہے۔ عرض کریں گے: تیرے بندوں میں سے کچھ بندے ہیں۔ فرمائے گا: ان سے یہ بوجھ اتار کر یہود و نصاریٰ پر لا دو۔''

((ادخلو هم برحمتي الجنة))(المستدرك: 1-58)

''اور انہیں میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔''

اسے حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا اور ذہبی نے اس حکم کو ثابت رکھا۔

اور اس صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یجنی یوم القیامة ناس من المسلمین بذنوب امثال الجبال فیغفرها الله لهم و بضعها علی الیهود و النصاری))(مسلم ، کتاب التوبه)

''روز قیامت مسلمانوں میں سے کچھ لوگ پہاڑوں کی طرح گناہ لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے گا اور انہیں یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا۔''

ان پہاڑوں جیسے گناہوں کی مسلمانوں سے بخشش، شفاعت کے ذریعہ ہوگی۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یخرج قوم من النار بعد مامسهم منها سفع لیدخلون الجنة فیسمیهم اهل الجنة الجهنمیین))(بخاری، کتاب الرقاق)

''دوزخ سے کچھ لوگ نکلیں گے، انہیں آگ نے چھوا ہوگا۔ انہیں اہل جنت جہنمی کا نام دیں گے۔''

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جن کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے، اسے دوزخ سے نکال لو۔ انہیں نکال کر نہر حیات میں ڈالا جائے گا۔

((فینبتون کما تنبت الحبة فی حمیل السیل))(بخاری و مسلم)

''وہ اُگیں گے جیسے کہ دانہ سیلاب کے کوڑے میں اگتا ہے۔''

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یخرج قوم من النار بشفاعة محمد ﷺ فید خلون الجنة یسمون الجهنمین))

(بخاری، کتاب الرقاق)

''دوزخ سے کچھ لوگ حضور ﷺ کی شفاعت سے نکلیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔ انہیں جہنمی کہا جائے گا۔''

حدیث شفاعت میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے کہا جائے گا:

((ارفع رأسك وسل تعطه وقل یسمع واشفع تشفیع فارفع رأسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنی ثم اشفع فیحدلی حدا ثم اخر جهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجداً

Marfat.com

مثله فی الثالثة او الرابعة فی ما یبقی فی النار الا من حبسه القرآن))(بخاری ، کتاب الرقاق)
''سر اٹھاؤ اور مانگو عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، میں سر اٹھا کر اپنے رب کی حمد کروں گا جو مجھے سکھائی جائے گی۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کردی جائے گی، پھر میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، پھر حاضر ہو جاؤں گا، سجدہ کروں گا، اسی طرح تیسری یا چوتھی دفعہ ہوگا حتیٰ کہ دوزخ میں وہی رہے گا جسے قرآن روک لے گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی لا علم اخر اهل النار خروجا منها واخر اهل الجنة دخولا رجل یخرج من النار حبوا فیقول الله اذهب فادخل الجنة))(بخاری، کتاب الرقاق، مسلم، کتاب الایمان)

''دوزخ سے آخری نکلنے والے اور جنت میں آخری داخل ہونے والے کو بھی جانتا ہوں، ایک شخص گھٹنوں کے بل دوزخ سے نکلے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں فرماتا:

اللہ تعالیٰ جیسے بندوں سے کفر پسند نہیں فرماتا اسی طرح وہ فسق اور عصیان کو پسند نہیں فرماتا، کیونکہ فسق، ذنوب کبار اور عصیان، تمام معاصی کو شامل ہے۔ کتاب اللہ میں بہت سی آیات ہیں جن میں معاصی سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ان میں کفر اور فسوق اور اللہ کی ناپسندیدگی کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے:

((واعلموا ان فیکم رسول الله لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن الله حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکره الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک هم الرشدون))
(الحجرات:7)

''اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، بہت معاملوں میں اگر تمہاری بات مانیں تو تم ضرور مشقت میں پڑو، لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی، ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

یہاں اللہ کی ناپسندیدگی میں عصیان کو کفر وفسوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اہل ایمان پر لازم قرار دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کریں، آپ ﷺ کا ادب بجالائیں، آپ ﷺ کے حکم کے سامنے سرخم کریں، کیونکہ آپ ﷺ ان کے فوائد، ان سے زیادہ جانتے ہیں، ان پر ان کی ذوات سے بھی بڑھ کر شفیق ہیں، آپ ﷺ کی مبارک رائے، ان کی ذوات کے بارے میں ان کی اپنی رائے سے کہیں بڑھ کر ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کیلئے کفر وفسوق اور عصیان کو مبغوض قرار دیا (عصیان، تمام معاصی کو شامل ہے) ہاں ان کے دلوں کو ایمان سے مزین، ایمان کو محبوب اور حسین بنا دیا۔

جب اللہ تعالیٰ معاصی کو پسند نہیں فرماتا تو اسے اہل ایمان کیلئے مبغوض اور ناپسند بنا دیا، اللہ تعالیٰ معاصی کے مرتکب کو محبوب نہیں بناتا، اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں مختلف معاصی پر اپنی عدم محبت کا ذکر فرمایا ہے:

((ان الله لا یحب المفسدین))(القصص :77)

''بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔''

((والله لا یحب المفسدین))(المائده:64)

Marfat.com

''اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔''

((لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول))(النساء:148)

''اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا۔''

((ان اللہ لا یحب الخائنین))(الانفال:58)

''بے شک دھوکہ دینے والے اللہ کو پسند نہیں۔''

((انہ لا یحب المستکبرین))(النحل 23)

''بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔''

((ان اللہ لا یحب کل خوان کفور))(الحج 38)

''اللہ دوست نہیں رکھتا ہر بڑے دغاباز ناشکرے کو۔''

((ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما))(النساء:107)

''اللہ پسند نہیں کرتا کسی بڑے دغاباز گنہگار کو۔''

((ان اللہ لا یحب الفرحین))(القصص:76)

''اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔''

((فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین))(التوبہ:96)

''تو بے شک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔''

((ولا یرضی لعبادہ الکفر))(الزمر 7)

اوراپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔

((فان اللہ لا یحب الکفرین))(آل عمران:32)

''اللہ کو پسند نہیں کافر۔''

((واللہ لا یحب الظلمین))(آل عمران:57)

''اللہ ظالم کو پسند نہیں کرتا۔''

((ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً))(النساء:36)

''اللہ کو پسند نہیں کوئی اترانے والا، بڑائی کرنے والا۔''

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا......روز قیامت افسوس: جب قیامت قائم ہوگی کفار اپنے اعمال کے مطابق آئیں گے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اوامر کی مخالفت کی ہوگی، انہوں نے اطاعت نہ کی ہوگی، اب اپنی معصیت پر شرمندہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ان اللہ لعن الکفرین واعدلھم سعیرا o خلدین فیھا ابدا لا یجدون ولیا ولا نصیرا o یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا o وقالوا ربنا انا اطعنا

Marfat.com

سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلاo ربنا انھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا))
(الاحزاب:68,64)

''بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کیلئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے، اس میں ہمیشہ رہیں گے، اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔ جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے۔ کہتے ہوں گے: ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں آگ کا دونا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔''

جب کفار دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ اس تمنا کا اظہار کریں گے:

''کاش! ہم نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی تو آج دوزخ میں داخل نہ ہوتے۔''

انہوں نے نافرمانی کی ہوئی تھی، اس لئے جہنم میں داخل ہوں گے۔ اب افسوس اور حسرت کوئی نفع نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاo یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلاo لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاء نی و کان الشیطن للانسان خذولا))
(الفرقان:29,27)

''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا کہ ہائے کسی طرح سے میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی۔ وائے خرابی میری! ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بے شک اس نے مجھے بہکا دیا میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے اور شیطان آدمی کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں ان ظالموں کی پریشانی کی خبر دی ہے جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی حق تعلیمات کو چھوڑ دیا تھا اور انہوں نے غیر رسول ﷺ کا راستہ اپنایا، روز قیامت انہیں ندامت، حسرت اور افسوس کچھ نفع نہیں دے گا، اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کا یہی افسوس یہاں ذکر کیا کہ وہ کہے گا: کاش! میں رسول ﷺ کی راہ کو اپنا لیتا اور اس کی راہ پر نہ چلتا جس نے مجھے اس سے گمراہ و منحرف کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

((فکیف اذا جئنا من کل امة بشھید وجئنا بك علی ھولاء شھیدا o یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض ولا یکتمون الله حدیثا))(النساء: 41-42)

''تو کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں، اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش! انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔''

یعنی جب ان احوال کا ظہور ہوگا، کفار و نافرمانوں کی ذلت، رسوائی اور عذاب دیکھیں گے تو وہ کفار جنہوں نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی، اتباع واطاعت کو قبول نہ کیا تھا، وہ آج تمنا کریں گے: کاش! زمین پھٹ جائے اور ہمیں نگل جائے لیکن ایسا کہاں ہوگا؟ غیر صالح انسان موت کے بعد ہی افسوس وحسرت کا اظہار شروع کر دے گا۔ چہ جائیکہ وقوع قیامت کے

Marfat.com

بعد۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب میت کو لوگ اٹھاتے ہیں اگر صالح ہو تو کہتی ہے: مجھے جلدی لے چلو اور اگر بد ہو تو کہتی ہے: افسوس! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ انسان کے علاوہ اس کی آواز ہر کوئی سن رہا ہوتا ہے، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔''

(بخاری، کتاب الجنائز)

فاسق، فاجر، کافر کو ندامت اصل کے علاوہ ندامت ہوگی۔ آپ ﷺ سے مروی ہے، فرمایا:

''جو بھی فوت ہوتا ہے پریشان و نادم ہوتا ہے۔''

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ!

((وما ندامته؟))

''اس کی ندامت کیسی؟''

فرمایا:

((ان کان محسنا ندم ان لا یکون اذداد وان کان مسیا ندم ان یکون مزع))

(ترمذی، کتاب الزہد)

''اگر اچھا ہوا تو اس پر نادم ہوگا کاش! اس میں اضافہ کرتا اور اگر برا ہوا تو اس پر نادم ہوگا کاش! میں یہ کام نہ کرتا۔''

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ''یوم الحسرت'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وانذر هم یوم الحسرة اذقضی الامر وهم فی غفلة وهم لا یومنون))(مریم: 39)

''اور انہیں ڈرسناؤ پچھتاوے کے دن کا، جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے۔''

یعنی دوزخ میں کفار حسرت کریں گے لیکن ان کی حسرت کسی قسم کا انہیں نفع نہیں دے گی۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''روز قیامت موت کو مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا، پھر اہل جنت کو آواز دی جائے گی، وہ دیکھیں گے، پوچھا جائے گا: اسے پہچانتے ہو۔ عرض کریں گے: ہاں یہ موت ہے۔ تمام نے اسے دیکھ لیا ہے، پھر اہل دوزخ کو آگاہ کا جائے گا۔ وہ کہیں گے: یہ موت ہے، اسے سب نے دیکھ لیا ہے، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جائے گا:

((یااهل الجنة خلود فلا موت و یا اهل النار خلود فلا موت))

''اے اہل جنت! اب یہاں ہمیشہ رہو! اب موت نہیں! اے اہل جہنم! یہاں ہمیشہ رہو! اب موت نہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت فرمائی:

((وانذرهم..........)) (بخاری، کتاب التفسیر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

((فیزداد فرحا ال فرحهم ویزداد ابل النار حزنا الی حزنهم))

''اہل جنت کی خوشی میں مزید اضافہ اور اہل نار کے غم میں مزید غم کا اضافہ ہوگا۔''

Marfat.com

باقی یہ حدیث ان کفار کے بارے میں ہے جو دائمی جہنمی ہوں گے، اس امت کے عاصیوں کا یہ معاملہ نہیں کیونکہ اس امت کے عاصی عذاب نار کے بعد وہاں سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جو ہمیشہ نار میں رہیں گے وہ کفار و مشرک ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ ان کے غم میں مزید اضافہ ہوگا، یہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات کے کافر اور بعد کے کافر ہیں جو آپ ﷺ پر نہ ایمان لائے اور نہ آپ ﷺ کی اطاعت کی وہ دائماً جہنم میں رہیں گے۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... نیک اعمال کی توفیق چھن جاتی ہے:

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے صحیح راہ کی رہنمائی فرماتا ہے، اطاعت کی اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے، اسے اپنے صالحین بندوں میں شامل فرمالیتا ہے اور جب بھلائی کا ارادہ نہ ہو تو اسے اطاعت کی توفیق نہیں دیتا اور نہ ہی عمل صالح کی طرف اس کی توجہ دلاتا ہے، مومن مطیع جان رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔

((وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب))(ہود:88)

''اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے! میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

تو عاصی سے توفیق چھین لی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عاصی سے اپنی مدد دور فرمالیتا ہے، لہٰذا وہ حق تک نہیں پہنچ پاتا اور مطیع کا معاملہ اس کے برعکس ہے، عاصی کیلئے اتنی سزا، ذلت اور اہانت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی مدد اور توفیق دور کر دی ہے۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... لعنت کا مستحق: لعنت، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جانا ہے تو جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ایسی سخت نافرمانی کی جس پر عتاب مرتب ہوگا تو ایسا شخص رحمت الٰہی سے دور اور دھتکار دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا))

(الاحزاب:57)

''بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

جس نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی اس کے نواہی کا ارتکاب کیا، اس کے اوامر کو ترک کیا، اس کے رسول ﷺ کو کسی عیب یا نقص یا کسی اور ذریعہ سے اذیت دی۔ (اور یہ تمام کبائر ہیں) تو ایسا شخص دنیا و آخرت میں لعنت کا اور روز قیامت عذاب کا مستحق ہوگا۔

اسی لئے حضور ﷺ نے نافرمانوں پر لعنت کی تھی، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

(بخاری، کتاب المغازی)

انہوں نے عہد کر کے بے وفائی کی، عقد کر کے خلاف کیا اس طرح آپ ﷺ نے رعل، ذکوان اور بنولحیان پر بھی لعنت فرمائی۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... وہ شیطان کا سپاہی ہے:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں دو لشکروں کا ذکر فرمایا ہے:

(1): حزب اللہ، اور وہ اہل ایمان وتقویٰ اور اطاعت کرنے والوں کا گروہ ہے۔

(2): حزب الشیطان، یہ کفار، منافقین اور فاسقین کا گروہ ہے۔ ہر عاصی، شیطان کا سپاہی ہے، ہر عاصی کی نسبت اس سے گناہ کی مقدار رہے، مثلاً: فاسق کا درجہ کافر ومنافق جیسا نہیں، شیطان کا تمام گروہ خائب وخاسر اور جہنمی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حزب اللہ کے بارے میں فرمایا:

((انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم رکعون ο ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون))(المائدہ:55-65)

''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔''

حزب الشیطان کے بارے میں فرمایا:

((استحوذ علیھم الشیطن فانسھم ذکر اللہ اولئك حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن ھم الخسرون))(المجادلہ:19)

''ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ خبردار! بے شک شیطان ہی کا گروہ خسارے میں ہے۔''

حزب شیطان کے عذاب اور ٹھکانے کے بارے میں فرمایا:

((ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحب السعیر))

(فاطر:6)

''بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لئے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں۔''

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... اعمال ضائع: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا عاصی، اللہ کے غضب کی جگہ ہوتا ہے۔ دنیا وآخرت میں اس کی سزا ہے۔ ایک سزا یہ ہے کہ اس کے تمام اعمال ضائع ہیں۔ اس کا کوئی عمل مقبول نہیں خصوصاً جب وہ معصیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کبیر معصیت ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدی لن یضروا اللہ شیئا وسیحبط اعما لھم ο یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعما لکم))(محمد:32-33)

''بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور بہت جلد اللہ ان کا کیا دھرا اکارت کرے گا، اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔''

Marfat.com

یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا، تا کہ ان کے اعمال کہیں باطل نہ ہو جائیں جیسے کہ وہ شخص جو مرتد ہو گیا، وہ شخص جس نے اللہ کی راہ سے کسی کو روکا، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام اعمال باطل فرما دے گا اور اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرمائے گا اور اس مخالفت اور ارتداد میں فقط اسی کا نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون))

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانیوالے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کہ نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے نبی ﷺ کی آوز سے اپنی آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے یا آپ ﷺ کی آواز پر بلند آواز معصیت کبیرہ ہے۔ اس طرح بلا تکلف کلام سے بھی منع فرمایا کیونکہ یہ معصیت کبیرہ ہے اور دونوں انسان کے اعمال باطل ہونے کا ذریعہ ہیں حالانکہ اسے شعور ہی نہ ہو۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے:

حضور ﷺ کا نافرمان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے۔ جیسے کہ مصطفیٰ ﷺ کا مطیع اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ ﷺ کی معصیت کو حرام فرمایا ہے تو جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے آپ ﷺ کے بھیجنے والے کی نافرمانی کی جیسے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کرنے والے نے آپ ﷺ کے بھیجنے والے کی اطاعت کی۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پیچھے گزری ہے۔

((من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله))(بخاری و مسلم)

''جس نے میری اطاعت کر لی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''

حضرت جابر سے روایت ہے:

((فمن اطاع محمدا ﷺ فقد اطاع الله ومن عصی محمد ﷺ فقد عصی الله محمد فرق بین الناس))(بخاری)

''جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ حضرت محمد ﷺ لوگوں کے درمیان وجہ امتیاز ہیں۔''

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... عاصی سے جہاد: جب معصیت، شعائر اسلام میں سے کسی کی ہو مثلاً: اہل شہر ترک اذان پر یا زکوٰۃ نہ دینے پر اتحاد کر لیتے ہیں تو ان کے خلاف قتال کیا جائے گا، اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ سیدنا صدیق اکبر کے دور میں جیسے مرتدین کے خلاف جنگ کی گئی، اس طرح مانعین زکوٰۃ کے خلاف بھی۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا وصال ہوا، حضرت ابو بکر خلیفہ بنے، عربوں میں سے کچھ لوگوں نے کفر اختیار کیا، حضرت عمر فاروق نے حضرت ابو بکر سے کہا: جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے، اس کے خلاف ہم جنگ کیسے کریں؟ تو

Marfat.com

انہوں نے فرمایا:

''جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اس کے خلاف میں جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے اونٹ کی نکیل کی مقدار بھی زکوٰۃ روکی جو رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے تو ان سے قتال کروں گا۔''

حضرت عمر کہتے ہیں:

''مجھ پر اس سے شرح صدر ہو گیا۔''

تو زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے، یہ ہر صاحب نصاب خواہ مرد ہو یا خاتون اس پر لازم ہے، جو اسے ادا نہ کرے اس کے خلاف سیدنا ابو بکر نے جہاد جاری رکھا۔ بعض صحابہ نے ایک ارشاد نبوی کی وجہ اس پر اعتراض اٹھایا مگر حضرت ابو بکر نے انہیں اس کا صحیح مفہوم سمجھایا تو وہ بھی مطمئن ہو گئے تو ترک زکوٰۃ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی معصیت ہے، کیونکہ اس کا انہوں نے حکم دے رکھا ہے۔

امام خطاب فرماتے ہیں:

''اذان اسلام کا شعار ہے، اس کا ترک ناجائز ہے۔ اگر اہل شہر اس کے ترک پر اتحاد کر لیں تو حاکم پر ان کے خلاف جہاد لازم ہے۔''

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... کفر کا ثبوت: معاملہ اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا: جس نے اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی، جس نے آپ ﷺ کے طریق، مذہب، نہج اور سلوک میں مخالفت کی وہ کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم o قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکفرین))(آل عمران: 31-32)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا، تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو پسند نہیں کافر۔''

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کرنے والے اور جو اپنے اندر یہ برائی رکھتا ہو اسے اللہ تعالیٰ پسند ہی نہیں کرتا، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے محب ہونے اور قریبی ہونے کا دعویٰ کرتا پھرے۔ ہاں آپ ﷺ کی اتباع کرے، آپ ﷺ نبی امی اور خاتم الرسل ہیں، آپ ثقلین جن وانس کے رسول ہیں، انبیاء ورسول ہی نہیں اولوالعزم پیغمبر بھی ہوتے اور آپ ﷺ کی بعثت ہوتی تو انہیں بھی آپ ﷺ ہی کی اتباع کرنا ہوتی، آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع میں داخل ہونا پڑتا تو جو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا محب ہوں اس پر اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ومتابعت لازم ہے، اگر اس نے آپ ﷺ کی اتباع چھوڑی اور اس پر ڈٹا رہا تو وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کافر سے محبت نہیں کرتا۔''

پیچھے حدیث حضرت ابو ہریرہ گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا۔''

Marfat.com

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! انکار کرنیوالا کون ہے۔؟
آپ ﷺ نے فرمایا:
((من اطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد ابى))(بخاری)
''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''
حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((فمن اتبعه كان في الجنة ومن لم يتبعه عذب))
''جس نے اتباع کرلی وہ جنتی ہے اور جس نے اتباع نہ کی اسے عذاب دیا جائے گا۔''
اسے امام احمد، ابن خزیمہ، ترمذی نے (صحیح کہا اور) روایت کیا۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوتا ہے:

جو معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی سزا دنیوی (مادی یا جسمانی) ہوگی یا پھر وہ خصوصی توجہ کی محتاج ہوگی یا عام توبہ اور فعل خیرات کے تحت آئے گی، کیونکہ:
((ان الحسنت يذهبن السيات))
''نیکیاں، برائیوں کوختم کردیتی ہیں۔''
تو جس نے بھی معاصی کا ارتکاب کیا وہ دنیوی سزا کا محتاج ہوگا تا کہ وہ اس گناہ کا کفارہ بن سکے اور جب اسے سزا نہیں ہوئی تو اب اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگیا، چاہے روز قیامت اسے عذاب دے یا اسے معاف فرمادے، اسی طرح معاملہ ہے اس گناہ کا جس کیلئے خصوصی توبہ ضروری ہوتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، چاہے اسے معاف فرمادے یا عذاب دے، اگرچہ ہم یہ حسن ظن رکھنے کے پابند ہیں کہ تمام گناہ معاف فرمادینے والا ہے۔
سود کھانے والے کے بارے میں فرمایا:
((فمن جاء ه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وامره الى الله))(البقرہ:275)
''تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔''
تو سود کھانے والے کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے وہ اسے عذاب دے یا معاف فرمادے۔ پیچھے حضرت عبادہ بن صامت سے گزرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:
((من اصاب من ذلك شيئا فعوقب فى الدنيا فهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيئاثم ستره الله فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه))(بخاری و مسلم)
''جس نے بھی کسی معاصی کا ارتکاب کیا اور دنیا میں اسے سزا دے دی گئی وہ اس کے لئے کفارہ بن گئی اور جس نے ارتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے چھپادیا اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے اسے معاف فرمادے اور چاہے اسے عذاب دے۔''

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... عاصی گمراہ ہے: جب سرور عالم ﷺ کی سنت کا (عملاً) ترک گمراہی ہے تو آپ ﷺ کی نافرمانی گمراہی کیوں نہ ہوگی؟ بلکہ یہ تو کھلی گمراہی اور بھٹک جانا ہے، اس پر متعدد

Marfat.com

نصوص ہیں کہ ترک سنت سراپا گمراہی ہے اور گمراہی سے نجات، سنت کا تمسک ہے، آپ ﷺ کی معصیت گمراہی اور بھٹک جانا ہے، اس پر یہ آیت گواہ ہے:

((ومن یعص الله و رسوله فقد ضل ضللا مبینا))(الاحزاب:36)

''اور جو حکم نہ مانا اللہ اوراس کے رسول کا بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔''

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے سامنے خطبہ دیا اور کہا جس نے اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی۔

((ومن یعصمهما فقد غوی))

''اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((بئس الخطیب انت قل من یعص الله و رسوله))(مسلم، کتاب الجمعه)

''تواچھا خطیب نہیں یوں کہو: جس نے اللہ کی اوراس کے رسول کی نافرمانی کی۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت ہی گمراہی کیلئے کافی ہے، اس طرح رسول اللہ ﷺ کی معصیت بھی گمراہی کیلئے کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے:

((من سره ان یلقی الله غدا مسلما فلیحافظ علی هؤلاء الصلوات حیث ینادی بهن فان الله شرع لنبیکم سنن الهدی وانهن من سنن الهدی ولوانکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المنافق فی بیته لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم))(مسلم ، کتاب المساجد)

''جو کل اپنے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا آرزومند ہے وہ ان نمازوں کی اذان کے وقت حفاظت کرے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لئے سنن ھدی جاری فرمائی ہیں، یہ نمازی ان میں سے ہیں، اگر تم نے گھروں میں پڑھ لیں تو تم نے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کیا اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت ترک کردی تو تم گمراہ ہوجاؤ گے۔''

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فمن رغب عن سنتی فلیس منی))(بخاری، کتاب النکاح)

''جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا اس کا مجھ سے تعلق نہیں۔''

حضرت جابر نے آپ ﷺ کا خطبہ منقول ہے، جس میں فرمایا حمد وصلوۃ کے بعد سب سے بہتر کلام، کتاب اللہ ہے:

((خیر الهدی هدی محمد ﷺ و شر الامور محدثاتها و کل بدعة ضلالة))

(بخاری، کتاب الجمعہ)

''سب سے اچھا راستہ حضور ﷺ کا ہے اور تمہارے اپنے پیدا کردہ امور بدتر ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

((الا فلا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض الا یبلغ الشاهد الغائب))

Marfat.com

''سنو! میرے بعد گمراہ نہ ہونا ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا، سنو، حاضر غائب کو میرے ارشادات پہنچا دے۔''

آپ ﷺ نے امت کو گمراہی سے بچنے کیلئے کتاب وسنت سے تمسک کی تعلیم دی، حضرت عبد اللہ بن عبس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا کتاب الله و سنة نبیه ﷺ))

(متدرک: 1-93)

''میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے ان کے ساتھ تمسک کیا تو تم گمراہ نہیں ہو سکتے، وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔''

کتاب وسنت اس امت کو گمراہی سے کیوں نہیں بچائیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطہ سے ہی اس امت کو گمراہی سے نکالا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم حنین کو انصار سے فرمایا:

((الم اجد کم ضلالا فهدا کم الله بی))(بخاری ، کتاب المغازی)

''کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تمہیں ہدایت دی۔''

جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو ابتداء آپ ﷺ کے سبب سے گمراہی سے ہدایت بخشی تو اب اور بعد میں آپ ﷺ کے طریقہ وسنت سے تمسک اسے گمراہی سے کیوں نہیں نکال سکے گا، آپ ﷺ کی راہ کو چھوڑنا، اطاعت نہ کرنا اور آپ ﷺ کی سنت سے اعراض یقیناً گمراہی بلکہ کھلی گمراہی ہے۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... پکا منافق: اللہ تعالیٰ نے جس طرح لوگوں کو اپنی مقدس کتاب قرآن کی طرف بلایا ہے۔ اسی طرح اپنے نبی ﷺ کی طرف بھی بلایا ہے، لیکن اہل نفاق اعراض کرتے ہیں اور آنے سے روکتے ہیں، ہاں جب اس کے نتیجہ میں انہیں مصیبت پہنچتی ہے تو پھر جھوٹی قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے ہیں: ہم صالح اور نیک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الم تر الی الذین یزعمون انهم امنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحا کموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به ویرید الشیطن ان یضلهم ضلالا بعیدا ٥ واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول رایت المنفقین یصدون عنك صدودا))

(النساء: 60-61)

''کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا حاکم بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی عظمت بیان کی ہے جو اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

((یایها الذین اٰمنوا اطیعوا الله و الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله و الرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاخر ذلك خیر واحسن تاویلا))

(النساء:59)

''اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں، پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔''

تو اہل ایمان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مطیع و فرمانبرداری ہوتے ہیں اور اگر ان کے درمیان کوئی اختلاف و جھگڑا پیدا ہو جائے تو اسے اللہ کی طرف (اس کی کتاب کی طرف) اور اس کے رسول ﷺ (ظاہری حیات میں) کی طرف اور بعد از وصال آپ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ رہے منافقین تو وہ مطیع نہیں ہوتے اور اگر انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے تو وہ اعراض کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی آپ ﷺ کی طرف آنے سے منع کرتے ہیں، یہی حال کفار کا ہے۔ ارشاد فرمایا:

((واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیه اباء نا اولو کان اباؤ هم لا یعلمون شیئا ولا یهتدون))(المائده: 104)

''جب ان سے کہا جائے: آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا رسول کی طرف تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔''

تو منافق اور کفار اعراض میں اور اس پر اکتفاء میں جو ان کے پاس ہے اگر چہ وہ باطل ہے، مشترک ہی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپ ﷺ کی معصیت سے اور آپ ﷺ کے حکم سے اعراض سے ڈرایا ہے تاکہ کہیں ان کا حال بھی اہل نفاق جیسا نہ ہو جائے۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا......شفاعت مصطفی سے محروم:

حضور ﷺ کو بہت سی شفاعتیں عطا کی گئی ہیں اور ان کا تذکرہ احادیث میں ہے۔ کچھ کا تذکرہ ملاحظہ کر لیجئے۔

1: مخلوق کو سختی محشر سے بچانے کیلئے شفاعت۔

2: کچھ امتیوں کو جنت میں بلا حساب داخل کروانے کیلئے شفاعت۔

3: امت کے کچھ لوگ جن کا حساب ہوگا اور وہ عذاب کے مستحق ٹھہریں گے ان کو عذاب سے بچانے کیلئے شفاعت۔

4: اپنی امت کے عاصی لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کیلئے شفاعت۔

5: جنت میں بلندی درجات کیلئے شفاعت۔

6: اہل مدینہ منورہ کیلئے خصوصی شفاعت۔

7: امت کے اہل کبائر کیلئے شفاعت۔

8: ان لوگوں کیلئے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، دخول جنت کی شفاعت اور راجح قول کے مطابق انہیں اہل اعراف کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

9: تمام لوگوں سے پہلے اپنی امت کے لیے دخول جنت کی شفاعت۔
10: اپنے چچا ابو طالب کیلئے شفاعت۔
11: اس شخص کیلئے شفاعت جس نے کلمہ توحید پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لیکن کارِ خیر کوئی نہ کیا۔
12: ان قبور والوں کی شفاعت جن پر آپ ﷺ نے کھجور کی شاخیں گاڑی تھیں۔
13: آپ ﷺ کی امت کی بعض کی بعض کے حوالے سے شفاعت۔

حدیث انس میں جو الفاظ گزرے: ''الا من حبسه القرآن'' (مگر جسے قرآن روک لے) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا دوزخی ہونا دائمی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی **''فیحد لی حدا''** (میرے لئے حد مقرر کی جائے گی) اس کی تفسیر دوسری روایات میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کہا جائے گا جاؤ:

((فمن کان فی قلبه مثقال حبة من برا و شعیرة من ایمان فاخرجه منها))

''جس کے دل میں گندم یا جو کے برابر ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال دو۔''

مجھے کہا جائے گا:

((فمن کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فاخرجه منها))

''جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال لو۔''

پھر مجھے کہا جائے گا:

((فمن کان فی قلبه ادنی ادنی ادنی من مثقال حبة من خردل من ایمان فاخرجه من النار فانطلق فا فعل)) (بخاری، کتاب التوحید، مسلم، کتاب الایمان)

''جس کے دل میں رائی سے کم اس سے بھی کم اس سے بھی کم مقدار ایمان ہے، اسے بھی دوزخ سے نکال لو۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔''

نبی اکرم ﷺ ہی صرف اپنی امت کیلئے شفاعت نہیں فرمائیں گے، بلکہ آپ ﷺ کی امت کے صلحاء و متقی بھی اپنی نجات کے بعد اپنے دوزخی بھائیوں کی شفاعت کریں گے۔ اس پر بھی متعدد احادیث شاہد ہیں، ہم صرف دو کا تذکرہ کرتے ہیں:

1: حضرت ابو سعید خدری سے دیدار الٰہی اور حساب و کتاب میں جو روایت مروی ہے اس کا آخری حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثم یضرب الجسر علی جهنم و تحل الشفاعة ویقولون اللهم سلم سلم))

''پھر جہنم پر پل بچھایا جائے گا اور شفاعت حلال کردی جائے گی، وہ کہیں گے: اے اللہ! سلامتی سلامتی۔''

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! جسر کیا ہے؟ فرمایا:

((دحض مزلة فیه خطاطیف وکلالیب وحسك فیمر المومنون کطرف العین و کالبرق و کالریح و کالطیر و کاجاوید الخیل والرکاب))

''وہ وحشت کرنا، اس میں کڑک ہے، کتے اور کانٹے۔ اہل ایمان آنکھ جھپکنے کی طرح یا بجلی، ہوا، پرندے یا گھوڑے یا سوار کی

Marfat.com

طرح گزریں گے۔"

جس کی حفاظت کی گئی وہ نجات پا جائے گا، جس کو چھوڑ دیا گیا وہ جہنم میں گر جائے گا۔ حتیٰ کہ اہل ایمان جہنم سے خلاصی پا لیں گے۔ قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں روز قیامت اپنے دوزخی بھائیوں کیلئے التجائیں کر رہا ہوگا، کچھ کہیں گے:

((ربنا كانوا يصومون معنا ويصلون ويحجون))

"اے ہمارے رب! انہوں نے ہمارے ساتھ روزے رکھے، نمازیں پڑھیں اور حج کیے۔"

تو ان سے کہا جائے گا:

((اخرجوا من عرفتم فتحرم صورهم على النار))

"جنہیں تم پہچانتے ہو انہیں نکال لو ان کے اجسام پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔"

اسی طرح دوزخ سے کثیر مخلوق کو نکال لیا جائے گا۔ اب دوزخ نصف ساق اور گھٹنوں تک رہ جائے گی، پھر وہ عرض کریں گے:

((ربنا ما بقى فيها احد ممن امر تنا به))

"اے ہمارے رب! جس کا تم نے حکم دیا تھا اب ان میں سے یہاں کوئی نہیں رہا۔"

حکم ہوگا: تم پھر جاؤ:

((فمن وجدتم فى قلبه مثقال دينار من ايمان فاخر جوه))

"جس کے دل میں مثقال دینار کے برابر ایمان پاؤ اسے دوزخ سے نکال لو۔"

اب دوبارہ کثیر مخلوق نکال لی جائے گی۔ عرض کریں گے:

"یا اللہ! جن کے بارے میں آپ نے حکم دیا تھا ہم نے وہ تمام نکال لئے۔"

حکم ہوگا پھر جاؤ:

((فمن وجدتم فى قلبه مثقال نصف دينار من خير فاخر جوه))

"جس کے دل میں مثقال نصف دینار کے برابر ایمان پاؤ اسے نکال لو۔"

پھر خلق کثیر جہنم سے نکال لی جائے گی اور عرض کریں گے:

"اے ہمارے رب! جس جس کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا انہیں نکال لیا گیا ہے۔"

حکم ہوگا، پھر جاؤ:

((فمن وجد تم فى مثقال ذرة من خير فاخر جوه))

"جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے، اسے نکال لو۔"

پھر خلق کثیر باہر لائی جائے گی اور عرض کریں گے:

"ہمارے پروردگار! آپ نے جس جس کے بارے میں فرمایا تھا ہم نے کسی کو وہاں نہیں چھوڑا۔"

(مسلم، کتاب الایمان، بخاری، کتاب التوحید)

Marfat.com

یہ حدیث اس امت کا حال بیان کر رہی ہے کہ اس کی تین اقسام ہوں گی:

1: محفوظ وسالم جسے کوئی تکلیف عارض نہ ہوگی۔

2: مخدوش، خدشہ کے بعد عذاب وغیرہ سے نجات پائے گی۔

3: نار جہنم میں گر جائے گی، پہلے نجات کے بعد ان کی شفاعت کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

پھر ارحم الراحمین ذات کی رحمت کا اظہار ہوگا، جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ ہیں:

((حيث يقبض قبضة من النار فيخرج من قال لا اله الا الله ولم يعمل خيرا قط فی حياته و يلقيهم في نهر الحياة فاذا خرجوا وختم في ركابهم، يعرفون بعتقاء الله تعالیٰ))

''پھر اللہ تعالیٰ مٹھی بھرے گا اور نکال لے گا، ہر اس شخص کو جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور پوری زندگی میں ایک نیکی بھی نہ کی ہوگی، انہیں نہر حیات میں ڈال دے گا، ان کی گردنوں پر یہ مہر ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔''

2: حضرت عبداللہ ابی الجدعا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((يدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تميم))

''میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے بنوتمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔''

ہم نے عرض کیا:

((سواك يا رسول الله ﷺ))

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی شفاعت کے علاوہ؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم سوای))

''ہاں! یہ میری شفاعت کے علاوہ ہے۔''

اسے امام احمد، حاکم، ابن حبان نے صحیح کہا، ابن ماجہ، ابویعلی اور دارمی نے نقل کیا ہے۔ (مسند احمد 3-469)

- ان نصوص میں دو اہم امور ہیں:

1: حضور ﷺ کی امت سے لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے، کیونکہ ان کا نمازی ہونا اور روزہ دار ہونا وغیرہ بتا رہا ہے کہ وہ اہل ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ مشرک کے علاوہ جس کو چاہے معاف فرمادے۔

2: یہ لوگ جنت میں ابتداً داخل نہ ہوں گے، بلکہ پہلے دوزخ میں جائیں گے، وہاں عذاب ہوگا، پھر شفاعت وغیرہ کے ذریعہ سے جنت آئیں گے۔

اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ انہوں نے اعمال صالح کیے، مثلاً: نماز، روزہ اور حج ادا کئے ایمان بھی تھا، پھر دوزخ کیسے چلے گئے؟ اس کا جواب حدیث مفلس ہے۔

چنانچہ سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: مفلس کون ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ

((المفلس فينا من لا درهم لا ولا متاع))

Marfat.com

''ہمارے ہاں مفلس وہ ہے جس کے پاس رقم اور سامان نہ ہو۔''
آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں:

((المفلس من امتي ياتي يوم القيامة بصلاة وصيام و زكاة))
''روز قیامت میرا وہ امتی مفلس ہوگا جو نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا۔''
لیکن اس کے ساتھ ساتھ:

((قد شتم هذا وقذف هذا واكل مال هذا و سفك دم هذا و ضرب هذا فيعطي من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضي ما عليه اخذ من خطايا هم فطرحت عليه ثم طرح في النار))(مسلم، كتاب البر)
''اس نے کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا، کسی کو مارا ہوگا تو اس کی نیکیاں دوسرے کو دے دی جائیں گی۔ اگر حقوق ادا ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو دوسرے لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

تو یہ اس امت سے دوزخ میں جانے والے ہیں یا تو انہوں نے نیک عمل نہیں کئے کہ وہ جنت میں جائیں، یا انہوں نے عمل کئے مگر وہ فاسد تھے، ان سے نیکیاں لے لی گئیں اور ان کے پاس سوائے گناہوں کے کچھ نہ رہ گیا۔ تو وہ دوزخ میں چلے گئے، پھر اللہ کی رحمت سے شفاعت نصیب ہوئی۔

جو بھی حال ہو یہ عاصی لوگ پہلے دوزخ میں پھر وہاں سے حضور ﷺ کی شفاعت، آپ ﷺ کے کسی امتی کی شفاعت سے جنت میں آئیں گے۔ تو ابتداً جنت میں داخل تو نہ ہوئے بلکہ شفاعت موخر ہوگی، باقی کتنی دیر عذاب میں رہیں گے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسال اللہ السلامۃ والتوفیق۔

رسول اللہ کے نافرمان کی سزا...... دائمی دوزخ میں: ہم نے ذکر کیا معصیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک مکفرہ اور ایک غیر مکفرہ۔ غیر مکفرہ یعنی وہ جس کا مرتکب پہلے دوزخ میں داخل ہوگا، پھر وہاں سے عذاب بھگت کر جنت میں آئے گا۔ دوسری قسم ہے مکفرہ (کافر بنانے والی) اس کی انواع ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام وایمان لائے ہی نہیں، ساری زندگی کفر و گمراہی پر رہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور یہ دائمی جہنم کے مستحق قرار پائے۔ دوسرے یہ کہ اسلام تو لائے مگر مرتد ہو گئے تو یہ بھی دائمی جہنمی ٹھہرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ومن يعص الله ورسوله و يتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين))

(النساء:14)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے خواری کا عذاب ہے۔''
دوسرے مقام پر فرمایا:

Marfat.com

((الم یعلموا انه من یحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فیها ذلك الخزی العظیم))
(التوبہ:63)

''کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کے تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا، یہی بڑی رسوائی ہے۔''

تو جس نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت کی ان کی حدود سے تجاوز کیا، آپ ﷺ کی مخالفت کی تو اس کیلئے رسوائی اور عظیم ذلت کے ساتھ دائمی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ومن یعص الله و رسوله فان له نار جهنم خلدین فیها ابداo حتی اذا رأوا ما یودون فسیعلمون من اضعف ناصرا و اقل عددا))(الجن:24,23)

''آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں، یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مدد گار کمزور اور کس کی گنتی کم۔''

تو کافر معاند جب روز قیامت دیکھیں گے ان کا ہرگز کوئی مددگار نہیں اور اللہ تعالیٰ کے لشکر (جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا) کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہیں اور اس کے علاوہ دیگر سزائیں، عقوبات اور ذلتیں اٹھائیں گے۔ خواہ وہ معصیت غیر مکفرہ ہو یا مکفرہ، غیر مکفرہ معصیت پر سزا مکفرہ معصیت جیسی نہ ہوگی، پہلی مسلمان مومن سے بھی سرزد ہو سکتی ہے۔ جبکہ دوسری صرف کافر، معاند یا مرتد سے ہو سکتی ہے۔ مومن کو دونوں سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ غیب نہیں جانتا، کیا علم کیا لکھ دیا جائے اس لئے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کسی عمل و اعتقاد پر کوئی بھروسہ نہیں تاکہ دھوکہ نہ ہو جائے۔

☆☆☆

باب نمبر 9:

دیگر مخلوقات اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت

یہاں ہم حضور ﷺ سے دیگر مخلوقات جیسے، درختوں، پتھروں، جانوروں اور پرندوں کی محبت، ان کی محبت کے مظاہر بصورت خوشی و سرور، سجود و رقت، محبوب کی بے ادبی کا ڈر اور ان کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اطاعت کا تذکرہ کریں گے۔

فصل نمبر 1:

حیوانات اور رسول اللہ سے محبت و اطاعت

محبّ، محبوب کا احترام چاہتا ہے اور ایسا عمل کرتا ہے جس سے اس کا محبوب خوش ہو۔ جب انسان عاقل مکلّف ہو کر اپنے محبوب سے ایسا کرتا ہے تو حیوانات سے بھی اس کا صدور ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جمادات، حیوانات اور نباتات کو آپ ﷺ کے بارے میں آگاہ فرما رکھا ہے اور وہ آپ ﷺ کے مقام سے آگاہ ہیں، آپ ﷺ کا احترام و وقار اور آپ ﷺ کی

Marfat.com

خوشی اور آرام کا خیال کرنا انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ اس عمل میں حیوانات انسان کے ساتھ شریک ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ اور ان کے متبعین کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت، اطاعت، اعزاز، احترام اور آپ ﷺ کی راحت کا خیال رکھنا جما دیا ہے جس کے مظاہر سے محبت کی تاریخ رقم ہے۔ تو اسی کا مظاہرہ حیوانات سے بھی ان کے حسب حال وقوع پذیر ہوا۔

وحشی گدھے کا احترام کرنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر ایک وحشی حمار تھا:

((اذا خرج رسول اللہ لعب و اشتد و اقبل وادبر فاذا احس برسول اللہ قد دخل ربض فلم یترمرم مادام رسول اللہ فی البیت کراھیۃ ان یوذیہ))

''جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو وہ کھیلتا کودتا، آگے پیچھے ہوتا، جب وہ محسوس کرتا کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو وہ بے حرکت ہو جاتا۔ جب تک تشریف فرما رہتے وہ بدکتا تک نہ تھا تا کہ کہیں آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔''

اسے امام احمد نے دو طریق سے روایت کیا۔ ابو یعلی، بزار، طبرانی نے اوسط میں ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں اور دار قطنی نے رجال صحیح سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر سند امام احمد کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہ سند صحیح کی شرائط پر ہے مگر انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور یہ حدیث مشہور ہے۔ (شمائل الرسول، لابن کثیر، ۲۸۳)

دیکھئے حیوان حضور ﷺ کی کس قدر عزت، احترام اور تعظیم بجا لا رہا ہے۔ حرکت اور بدکنے کے ذریعے سے آپ ﷺ کو تکلیف نہیں دیتا جب آپ ﷺ کی تشریف آوری جان لیتا تو حرکت تک نہ کرتا حالانکہ حیوان ہے۔

کیا کہا جائے ان مسلمانوں کے بارے میں جن سے حجرہ شریف کے پاس اور سحری کے وقت حرم نبوی کھلنے کے وقت، ریاض الجنۃ اور تقریبات و محافل میں آوازیں، دوڑنا، شور اور کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا اور اپنے نبی ﷺ کا ادب و احترام عطا فرمائے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔

شیر اور صحابی کی احترام:

اب ہم ایک نہایت ہی پر لطف واقعہ کا تذکرہ کرنا چاہ رہے ہیں جو آپ ﷺ کے وصال کے بعد کا ہے، مگر اس میں حیوان کا ادب و احترام نبوی اپنے کمال پر ہے۔

خادم رسولؐ حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ میں سمندری سفر میں تھا، کشتی ٹوٹ گئی، میں اس کے ایک تختے پر تھا، اس نے مجھے شیروں کے جنگل میں جا پھینکا۔ ایک شیر میری طرف حملہ کیلئے بڑھا تو میں نے کہا: اے ابو الحارث!

((انا مولی رسول اللہ))(النساء: ۶۴)

''میں رسول اللہ ﷺ کا خادم و غلام ہوں۔''

اور اس طرح یہاں پہنچا ہوں۔

((فطا طا راسہ واقبل الی فدفعنی، بمنکبہ حتی اخرجنی من الاجمہ ووقفنی علی الطریق ثم ھجھم فظننت انہ یو دعنی))

''اس نے سر جھکا دیا اور میرے پاس آ کر مجھے سوار کر لیا اور جنگل سے نکل کر راستہ پر لے آیا۔ یوں آہستہ آہستہ بولنے لگا کہ مجھے

Marfat.com

الوداع کہہ رہا ہے۔"
اسے حاکم نے شرط مسلم پر صحیح قرار دیا۔ ذہبی نے اس حکم کو ثابت رکھا۔ طبرانی نے کبیر میں، بزار، عبدالرزاق نے مصنف میں، ابونعیم نے حلیہ اور دلائل میں، بیہقی اور تیمی نے دلائل میں، ابویعلی نے، سیوطی نے اس کی نسبت خصائص میں ابن سعد اور ابن مندہ کی طرف کی ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، اکثر نے اسے محمد بن منکدر سے نقل کیا ہے، لیکن ان سے ابوریحانہ کے طریق پر بھی مروی ہے۔ ابن سیدالناس کہتے ہیں:

واللیث انوی فی سفینہ مفرتا — بالروم فی فیفاء قفر بلقع
مازال یکلوہ الی ان دلہ — عند الامان علی سواء المشرع

"یہ شیر ہے شیر، اور حملہ آور ہونا واضح کر رہا ہے کہ وہ بھوکا تھا، لیکن جب اس نے سنا کہ وہ خادم رسول اللہ ﷺ ہیں تو اب اس نے سر جھکا دیا، ادب کرنے لگا، پھر اسی پر اکتفاء نہ کیا، بلکہ انہیں اٹھا کر لے چلا اور اس لشکر تک پہنچایا جو کافی دور جا چکا تھا۔ یہ اس حیوان کا فعل ہے جو وحشی اور پھاڑنے والا ہے۔ کوتاہی برتنے والے مسلمانو! سوچو تو سہی تمہارا کیا حال ہے؟"
شیر کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، اس نے اس کے دل میں ادب واحترام نبوی ودیعت کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

((وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ))
"اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔"

اونٹ کا سجدہ:

حضور ﷺ کی خدمت میں اونٹ کا جھکنا، مطیع ہونا اور آپ ﷺ کے حکم کو بجالانا تواتر سے ثابت ہے ایسی روایات بہت سے صحابہ سے مروی ہیں۔ ان میں حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت یعلی بن مرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں، لیکن ہم بعض پر اکتفا کر رہے ہیں۔
حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انصار کے پاس اونٹ تھا جو سرکش ہو گیا، اپنے اوپر کسی کو سواری نہ کرنے دیتا، انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی، آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا: وہاں چلو! جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ

((قد صار مثل اکلب الکلب نخاف علیک صولتہ))
"یہ ہلکائے کتے کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ ﷺ پر حملہ نہ کر دے۔"
فرمایا: فکر مت کرو کچھ نہیں ہوگا۔
((فلما نظر الجمل الی رسول اللہ اقبل نحوہ حتی خر ساجدا بین یدیہ))
"جب اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف سجدہ ریزی کی حالت میں آ گیا۔"

Marfat.com

آپ ﷺ نے اسے پیشانی سے پکڑ لیا، اس کے بعد اس میں کبھی سرکشی نہ آئی۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ چوپایہ ہے عقلمند نہیں یہ آپ ﷺ کو سجدہ کرتا ہے۔

((ونحن نعقل فنحن احق ان نسجدلك))

''ہم صاحب عقل ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

فرمایا:

''کسی بشر کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی بشر کو سجدہ کرے، اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو میں خاوند کے حق کی وجہ سے بیوی کو حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے۔''

اسے امام احمد اور بزار نے رجال صحیح سے روایت کیا ہے۔ ماسوائے حفص بن اخی انس کے، کہ وہ بھی ثقہ ہیں۔ بزار نے اس طرح روایت کیا۔ نسائی نے دوسرے طریق سے۔ حافظ منذری کہتے ہیں:

''اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔''

ابن کثیر کہتے ہیں:

''سند جید ہے۔''

سیوطی نے تخریج حدیث شفاء میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (مسند احمد 3=158)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کی حویلی میں داخل ہوئے، وہاں دو اونٹ آپس میں لڑ رہے تھے۔

((ماقترب رسول الله منهما فوضعا جرانهما على الارض))

''جب رسول ﷺ کو انہوں نے دیکھا تو دونوں نے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیئے۔''

صحابہ نے عرض کیا:

''ہم بھی آپ ﷺ کو سجدہ کرنا چاہتے ہیں۔''

فرمایا: کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز نہیں، اگر جائز ہوتا تو میں خاوند کے عظیم حق کی بنا پر بیوی کو سجدہ کا حکم دیتا۔

اسے ابن حبان نے روایت کیا۔ اسی کی مثل بزار نے اور ترمذی نے نقل کیا اور حسن کہا، ان تمام کی سند حسن ہے۔

(صحیح ابن حبان، 3=158)

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ میں سفر میں تھا، اچانک بلبلاتا ہوا اونٹ آ گیا۔

((فلما كان بين السما طين خر ساجدا))

''جب وہ سامنے راستہ کے درمیان پہنچا تو سجدہ ریز ہو گیا۔''

آپ ﷺ نے پوچھا: اس کا مالک کون ہے؟ انصاری لوگوں نے کہا: حضور ﷺ! یہ اونٹ ہمارا ہے۔ فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا: یہ بیس سال سے ہمارے پاس ہے، اب اس کی عمر زیادہ ہو گئی ہے، ہم اسے ذبح کر کے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

فرمایا: کیا مجھے بیچتے ہو؟ عرض کیا:

((یا رسول الله هو لك))

Marfat.com

''حضور ﷺ! یہ آپ کا ہی ہے۔''

فرمایا:

((فاحسنوا اليه حتى ياتيه اجله))

''موت تک اس سے حسن سلوک کرو۔''

صحابہ نے عرض کیا:

((نحن احق ان نسجدلك من البهائم))

''چوپائے سجدہ کرتے ہیں، حالانکہ ہم آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

فرمایا: کسی انسان کا کسی انسان کو سجدہ جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو خواتین، خاوندوں کو سجدہ کرتیں۔''

اسے ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل میں اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

''اس کی سند جید اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (الدارمی 27=18)

جیسا کہ پیچھے گزرا یہاں سجود سے مراد سجدۂ تعظیمی ہے نہ کہ سجدۂ عبادت، کیونکہ سجدۂ عبادت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے لئے جائز نہیں، جب صحابہ نے بطور تعظیم و توقیر اجازت سجدہ چاہی تو منع فرماتے ہوئے واضح کر دیا کہ اب کسی انسان کو سجدہ تعظیمی بھی جائز نہیں۔ الغرض آپ ﷺ نے انسانوں کیلئے سجدہ کا دروازہ ہی بند فرما دیا۔

اونٹوں کی تیز رفتاری:

1: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے پاس اونٹ تھا، اس نے مجھے نہایت ہی پریشان کیا۔ میں نے چاہا اسے یہیں چھوڑ دوں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔

((فدعا لی و جربه فسار سیرالم یسر مثله)) (بخاری، کتاب الشروط)

''آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اسے ضرب لگائی پھر اس کی مثل کوئی چل نہ سکتا تھا۔''

مسلم میں ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک تھا، آپ ﷺ سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ مجھے سواری نے پریشان کر دیا تھا، اتنی عاجز آ چکی تھی کہ اس کے چلنے کی امید نہ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

''تیرے اونٹ کو کیا ہے؟''

عرض کیا: بیمار ہے۔ آپ ﷺ نے اسے پچھلی طرف سے ٹھوکر لگائی اور دعا کی:

((ماز ال بین ایدی الابل قدامها یسیر))

''اس کے بعد تمام اونٹوں سے آگے چلا کرتا۔''

اور پوچھا: اب اونٹ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: اب تو بہتر ہے۔ (مسلم کتاب الساقاۃ)

مسلم کی اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے چھڑی لگائی تو وہ دوڑ پڑا۔

((فكنت بعد ذلك اجس خطامه لا سمع حديثه فما اقدر عليه)) (مسلم، كتاب المساقاة)

Marfat.com

''پھر میں بات سننے کیلئے اس کی نکیل کھینچتا ہی رہ گیا مگر میں اسے کنٹرول نہ کر سکا۔''

آپ ﷺ نے اس اونٹ کو جھڑکا اور اس کیلئے دعا کی تو اب اس کو نکیل سے روکنا دشوار ہو گیا کیونکہ اس کے بعد وہ دیگر اونٹوں سے آگے چلتا تھا، یہ واقعہ حاطب کی اونٹنی کی مانند ہے۔

2: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں نے نکاح کیا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ بنو عمیس کی طرف ایک وفد بھیجا، ان میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری اونٹنی چلنے سے عاجز آچکی ہے۔ آپ ﷺ نے اس اونٹنی کے پاس تشریف لا کر اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی تو حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: اس کے بعد

((والذی نفسی بیدی لقد رایتھا تسبق القائد)) (مسلم، کتاب النکاح)

''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے اسے ہمیشہ ہر قافلہ سے آگے چلنے والی سواری کے بھی آگے ہی دیکھا۔''

3: حضرت حکم بن حارث السلمی سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا۔ آپ ﷺ میرے پاس سے گزرے، میری اونٹنی چل نہیں رہی تھی اور میں اسے مار رہا تھا۔ فرمایا: اسے نہ مارو۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

((حل فقامت فسارت مع الناس))

''چل! وہ لوگوں کے ساتھ چلنا شروع ہو گئی۔''

اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

بکری کا اطاعت کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نوجوانی میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا، ہجرت کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر تشریف لائے اور فرمایا:

''اے نوجوان! کیا تو ہمیں کچھ دودھ پلائے گا؟''

میں نے عرض کیا: میں تو امین ہوں، اس لئے دودھ نہیں پلا سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس ایسی کوئی بکری ہے جو ابھی حاملہ نہ ہوئی ہو؟ عرض کیا: ہاں ہے۔ میں نے پیش کی۔

((مسح الضرع و دعا فحفل الضرع))

''آپ ﷺ نے تھن کو مس فرما کر دعا کی تو وہ دودھ سے بھر گیا۔''

حضرت ابو بکر کونوں والا پتھر لائے اور اس میں دودھ دوہا، حضور ﷺ نے، ابو بکر نے، پھر میں نے دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے پھر تھن کو حکم دیا: خالی ہو جا! تو وہ فی الفور دودھ سے خالی ہ گیا، میں نے عرض کیا: مجھے تعلیم دیجئے۔ فرمایا:

((انک غلام معلم))

''تو معلم نوجوان ہے۔''

میں نے آپ ﷺ کے مقدس منہ سے ستر سورتیں سیکھی ہیں۔

اسے امام احمد، طیالسی، ابن ابی شیبہ، ابو یعلی، ابو نعیم، بیہقی تیمی نے دلائل میں، طبرانی نے کبیر و صغیر میں، ابن سعد، فسوی،

Marfat.com

ابن حبان اور حسن بن عرفہ نے ذکر کیا ہے۔ ذہبی اور احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے اور یہ حسن حدیث ہے۔
(مسند احمد 1-389)

اس حدیث میں دو اہم امور کا ذکر ہے۔

1: دودھ کا اترنا حالانکہ وہ حاملہ نہ تھی خلاف عادت ہے۔

2: آپ ﷺ کا تھن کو فرمانا دودھ سے خالی ہوجا اور اس کا پہلی حالت پر ہوجا۔

حضرت ام معبد کی بکری:

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہے کہ جب ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر اور عامر بن فہیرۃ اپنے راستے کی نشاندہی کرنے والے ابن اریسقط کے ساتھ ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے تو ان سے گوشت یا کھجور کے بارے میں پوچھا تاکہ خرید کر استعمال کریں، لیکن وہاں کوئی ایسی شے نہ تھی کیونکہ علاقہ قحط زدہ تھا، آپ ﷺ نے وہاں بکری دیکھی تو فرمایا:

''ام معبد! اس بکری کا کیا حال ہے؟''

عرض کیا:

''کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔''

فرمایا: یہ دودھ دیتی ہے؟ عرض کیا: یہ اس عمر سے گزر چکی ہے۔ فرمایا: کیا تم مجھے دھونے کی اجازت دیتی ہو۔ عرض کیا:

((بابی انت وامی ان رایت بها حلبا فاحلبها))

''میرے ماں باپ قربان اگر آپ ﷺ دودھ محسوس فرماتے ہیں تو دھولیں۔''

آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لیا اور بکری کیلئے دعا فرمائی:

((فتفاحت عليه ودرت واجترت و دعا باناء يربض الرهط فحلب فيه ثجا حتى علاه البهاء ثم سقاها حتى رويت و سقى اصحابه حتى رووا))

''تو بکری کے تھنوں میں دودھ بھر آیا۔ آپ ﷺ نے برتن منگوا کر اسے دوہا حتیٰ کہ برتن بھر گیا، وہ دودھ اس خاتون کو پلایا پھر اپنے ساتھیوں کو دیا۔ انہوں نے بھی سیر ہو کر پیا۔''

پھر دوبارہ دوہا حتیٰ کہ برتن بھر گیا۔

اسے طبرانی، ابن سعد، ابونعیم، بیہقی نے دلائل میں، حاکم نے کئی طرق سے روایت کیا، بعض کو صحیح کہا، ذہبی نے اس حکم کو برقرار رکھا، ھیثمی نے اسے صحیح کہا، ابن حجر نے حضرت قیس بن لقمان سے بیان کیا ہے۔ (المعجم الکبیر 4-55)

ابن اثیر کہتے ہیں:

''حدیث ام معبد علماء کے درمیان مشہور ہے اور کتب میں مروی ہے اور دلائل نبوت میں سے ہے۔ اسے حفاظ حدیث کی پوری جماعت نے روایت کیا ہے، یہ واقعہ مشہور ہے اور ایسے طرق سے مروی جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔''

ہم کہتے ہیں اس حدیث میں بھی دو امور قابل توجہ ہیں:

Marfat.com

1: یہ واقعہ ہجرت کے موقع کا ہے اور واقعہ ابن مسعود بعثت کے ابتدائی دنوں کا ہے۔ جیسا کہ حدیث جابر، حدیث بریدہ اور دیگر احادیث کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔

2: حدیث ابن مسعود میں تھا کہ آپ ﷺ نے تھن کو دودھ سے خالی ہونے کا حکم دیا اور وہ حکم بجالاتے ہوئے خالی ہو گیا لیکن قصہ ام معبد میں ہے کہ وہ بکری پھر ہمیشہ دودھ دیتی رہی اور یہ برکت تاحیات (حضرت عمر کے دور تک) حاصل رہی۔ حتیٰ کہ بہت سی روایات ہیں کہ قحط کے دنوں میں بھی وہ بکری دودھ دیا کرتی تھی۔

شاید واقعہ ابن مسعود میں دودھ واپس کر دینے کی وجہ مالک کا کافر ہونا ہو اور وہ ابن ابی معیط تھا۔ رہا معاملہ حضرت ام معبد کی بکری کا تو وہ اہل اسلام کیلئے تھی۔

ذبح شدہ بکری:

محبت جس طرح یہ چاہتا ہے کہ میرا محبوب صاحب تقویٰ، ورع اور زہد رہے اس طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ محبوب کوئی ایسی شے استعمال نہ کرے جس سے اسے تکلیف ہو، وہ یہ ہی نہیں چاہتا کہ اسے تکلیف نہ ہو بلکہ اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب کا خیال رکھتا ہے۔ اس طرح کا معاملہ ایک بکری کا ہے۔ جسے بغیر اجازت مالک کے ذبح کر کے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی خدمت میں لایا گیا تھا تو اس ذبح شدہ بکری نے آپ ﷺ کو اس پر مطلع کر دیا۔

ایک انصاری صحابی سے مروی ہے کہ ہم ایک جنازہ کے لئے رسول ﷺ کے ساتھ نکلے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کھودنے والے کو ہدایات دے رہے ہیں:

''اسے پاؤں اور سر کی طرف سے کشادہ کرو۔''

جب واپس ہوئے تو ایک خاتون نے کھانے کیلئے عرض کیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے، پہلے آپ ﷺ نے شروع فرمایا، پھر صحابہ نے۔ آپ ﷺ نے منہ میں لقمہ رکھا ہی تھا تو فرمایا:

((اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها))

''میں نے محسوس کرلیا اس بکری کو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے۔''

آپ ﷺ نے خاتون سے پوچھا تو اس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ میں نے بکری خریدنے کیلئے آدمی بھیجا تھا مگر نہ ملی، پھر پڑوسی کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنی بکری ہمیں بیچ دو، مگر وہ بھی وہاں موجود نہ تھا، پھر میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے بکری بھیج دی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کا گوشت قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔''

اسے امام داؤد، امام احمد، بیہقی اور دار قطنی نے اسناد صحیحہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ ایک خاتون کے ہاں تشریف لے گئے، اس نے بکری ذبح کر کے کھانا پیش کیا:

((و كانوا لا يبدؤن حتى يبتدیء النبی ﷺ))

Marfat.com

''صحابہ کی عادت تھی آپ ﷺ سے پہلے وہ ابتداء نہ کرتے تھے۔''
آپ ﷺ نے لقمہ لیا مگر تناول نہ فرمایا اور فرمایا:
((هذه شاة ذبحت بغير اذن اهلها))
''اس بکری کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے۔''
خاتون سے پوچھا تو عرض کرنے لگیں:
''یا نبی اللہ ﷺ! ہمارے اور سعد بن معاذ کے خاندان کے درمیان اس قدر باہمی اعتماد ہے کہ اشیاء کی قیمتیں پوچھے بغیر:
((ناخذ منهم ويأخذون منا))
''ہم ان کی اور وہ ہماری اشیاء استعمال کرتے ہیں۔''
اسے امام احمد نے رجال صحیح سے بیان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور حبیب ﷺ کو مال حرام سے محفوظ رکھا اور اس لقمہ سے آگاہ کرایا جسے آپ ﷺ نے منہ میں ڈالا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر خصوصی عنایت ہے۔

زہر آلود گوشت کی گزارش:

1: محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محب ہر اس شے سے ڈرتا ہے جس سے اس کے محبوب کو خطرہ ہو چہ جائیکہ اسے تکلیف پہنچے، اور جب معاملہ محبوب کی ہلاکت تک پہنچ جائے تو محب کیلئے خاموش رہنا ہرگز ممکن نہیں رہتا۔ اس لئے وہ حتی الوسع ہر وہ طریقہ اختیار کرے گا جس کی وجہ سے محبوب ہلاکت سے محفوظ ہو جائے۔
جب غزوہ خیبر اپنے اختتام کو پہنچا تو ایک یہودی عورت نے صحابہ سے پوچھا:
''حضور ﷺ بکری کے گوشت کا کون سا حصہ پسند کرتے ہیں؟''
اسے بتا دیا گیا، اس نے بکری ذبح کر کے پکائی اور اس کی دستی کو زہر آلود کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کھانا تناول کرنے کیلئے جلوہ افروز ہوئے، ابھی لقمہ کو اٹھا کر منہ میں رکھا ہی تھا تو:
((اخبر ته الزراع بانها مسمومة وان الشاة كلها مسمومة))
''اس دستی نے اطلاع دی میں بلکہ تمام بکری زہر آلود ہے۔''
آپ ﷺ نے صحابہ کو کھانے سے منع فرما دیا، آپ ﷺ نے یہود سے پوچھا تو انہوں نے اس بات کا اعتراف کر لیا، یہ واقعہ بخاری و مسلم میں متعدد صحابہ سے مروی ہے جیسا کہ دیگر اہل مغازی و سیر نے اسے غزوہ خیبر کی تفصیل میں ذکر کیا ہے لیکن ہم ان میں سے بعض کے تذکرہ پر اکتفاء کر رہے ہیں۔
2: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نے زہر آلود گوشت آپ ﷺ کو پیش کیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا، پھر اس خاتون کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا:
''میں آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔''
آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((لاما كان الله ليسلطك على ذلك))(بخاری ، کتاب الھبہ)

''اللہ تعالیٰ نے تجھے ناکام فرما دیا ہے۔''

روایت بزار میں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں نے تناول کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا:

((ان عضوا من اعضائها يخبرني انها مسمومة))(کشف الستار 3=140)

''تو اس کے حصہ نے مجھے اطلاع دی کہ گوشت زہر آلود ہے۔''

3: حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں زہر آلود بکری کا گوشت لایا گیا۔ابوداود اور بیہقی میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو یہ کہتے ہوئے کھانے سے منع فرما دیا:

((اخبرتني انها مسمومة))

''اس دستی نے مجھے زہر آلود ہونے کی اطلاع دی ہے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو جو یہودی یہاں ہیں ان کو میرے پاس لاؤ۔''

جب ان کو اکٹھا کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، تم سچ کہو گے۔؟''

انہوں نے کہا: ہاں! ضرور! فرمایا: تمہارا والد کون ہے؟ کہنے لگے: فلاں ہے۔فرمایا: تم نے جھوٹ بولا۔تمہارا والد تو فلاں ہے۔ کہنے لگے: آپ ﷺ نے سچ کہا۔فرمایا: ایک اور بات پوچھتا ہوں تم سچ کہو گے؟ کہنے لگے: ہاں! فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ کہنے لگے: ہاں! فرمایا: کیوں ایسا کیا؟ کہنے لگے:

((اردنا ان كنت كاذبا نستريح منك وان كنت نبيا لم يضرك))(بخاری، کتاب الطب)

''ہم نے چاہا تھا اگر آپ ﷺ کاذب ہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی اور اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو نقصان ہی نہ دے گا۔''

3: ابوداؤد میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو کھانے سے منع فرما کر اس یہودی عورت کو طلب فرمایا اور پوچھا:

''کیا تو نے اس میں زہر ڈالا ہے؟''

کہنے لگی: آپ ﷺ کو کس نے بتایا؟ فرمایا:

((اخبرتني هذه في يدي للذراع))(ابو داؤد ، کتاب الدیات)

''مجھے اس دستی نے اطلاع دی ہے۔''

مسند بزار میں ثقہ رجال سے حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صحابہ رک جاؤ:

((فان عضوا من اعضائها يخبرني انها مسمومة))(کشف الاستار 3=141)

''اس کے ایک عضو نے مجھے زہر آلود ہونے کی اطلاع دی ہے۔''

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

Marfat.com

((فی الحدیث اخبارہ عن الغیب وتکلیم الجمادله))(فتح الباری ، 10=246)

''اس حدیث سے آپ ﷺ کا غیبی خبر دینا اور جماد کا آپ ﷺ سے گفتگو کرنا ثابت ہو رہا ہے۔''

واقعتہً محب اپنے محبوب کی اسی طرح حفاظت کرتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کی ہر تکلیف سے دفاع کرتا ہے، کیا عالم ہوگا جب محبوب کو بڑا خطرہ لاحق ہو؟

گھوڑے کی تیزی:

1: حضرت جعیل اشجعی سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک تھا۔ میرے پاس جو گھوڑا تھا وہ نہایت ہی کمزور اور لاغر تھا، رسول اللہ ﷺ پیچھے سے تشریف لے آئے، فرمایا:

''اے صاحب فرس! جلدی چلو!''

میں نے عرض کیا یا: رسول اللہ ﷺ یہ سست اور کمزور ہے:

((فرفع رسول الله مخفقة كانت معه فضر بها وقال اللهم بارك لة فيها))

''آپ ﷺ نے اپنے کوڑے سے اسے ضرب لگائی اور دعا کی: اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما۔''

اس کے بعد اس کی کیفیت یہ تھی:

((ما املك راسها ان تقدم الناس ولقد بعت من بطنها باثنی عشر الفا))

''میں اب اسے لوگوں سے آگے بڑھنے سے روک نہیں سکتا تھا۔ میں نے اس کی اولاد کو بارہ ہزار میں بیچا۔''

اسے نسائی نے کبریٰ میں اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا۔ حافظ نے اصابہ میں اسے صحیح کہا۔

2: بخاری کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگ خوفزدہ ہوئے تو آپ ﷺ ابوطلحہ کے کمزور وست رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، لوگ بھی بعد میں نکلے واپسی پر فرمایا: نہ گھبراؤ اور

((انه لبحر فما سبق بعد ذلك اليوم))(بخاری، کتاب الجهاد)

''یہ گھوڑا سمندر کی طرح تیز رفتار ہے۔ اس دن کے بعد اس کا کوئی گھوڑا مقابلہ نہ کر پاتا۔''

یہ گھوڑا نہایت ہی سست رفتار تھا مگر جب آپ ﷺ نے اس پر سواری فرمائی تو وہ اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ اس دن کے بعد اس سے آگے کوئی گھوڑا نہ گزر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوں اللہ کے نبی اور اس کے منتخب بندے پر۔ اس گھوڑے کو آپ ﷺ کے سوار ہونے سے برکت حاصل ہوگئی کہ اس سے آگے نہیں گزرا جا سکتا تھا اور نہ ہی مقابلہ کیا جا سکتا جیسا کہ حضرت جعیل اشجعی کے گھوڑے کو آپ ﷺ کے ٹھوکر لگانے اور دعا دینے سے برکت حاصل ہوگئی تھی۔

3: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے خوبصورت، سب سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ بہادر تھے، ایک رات اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے اور کچھ لوگ جانب آواز (جس کی وجہ سے خوف لاحق ہوا تھا) نکلے تو دیکھا کہ آپ ﷺ ادھر سے واپس تشریف لا رہے ہیں:

((وهو على فرس لابى طلحة عربى في عنقه السيف وهو يقول لم تراعوا لم تراعوا))

''آپ ﷺ ابوطلحہ کے گھوڑے پر تھے، تلوار بھی ساتھ تھی اور فرمایا: فکر نہ کرو۔''

Marfat.com

اور گھوڑے کے بارے میں فرمایا:

((وجدناہ بحرا))

''اسے ہم نے سمندر سا تیز رفتار پایا ہے۔''

حالانکہ وہ گھوڑا پہلے تیز رفتار نہ تھا۔ (مسلم، کتاب الفضائل) (الاصابہ 1-39)

4: صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے، حضور ﷺ ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلے اور وہ گھوڑا سست رفتار تھا۔ جب آپ ﷺ واپس لوٹے تو فرمایا:

((وجدنا فرسکم هذا بحرا))

''ہم نے اسے سمندر سے بھی (تیز رفتار) پایا ہے۔''

اس کے بعد اس کا مقابلہ نہ کیا جا سکتا۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

کھانے کا تسبیح پڑھنا:

محبت کا ایک منظر یہ بھی ہوتا ہے کہ محب، محبوب کے سامنے اظہار سرور کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھانے نے آپ ﷺ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی، اگرچہ یہ خلاف عادت ہے مگر ہے محبت کا ہی ایک منظر، یاد رہے جو پہلے ذکر ہو یا آگے ذکر ہوگا یہ تمام کے تمام معاملات خارق عادت ہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آیات کو برکت تصور کرتے تھے اور تم انہیں خوف کا ذریعہ سمجھتے ہو۔ ایک مرتبہ ہم سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے پانی میں کمی واقع ہوگئی، فرمایا:

''بچا ہوا پانی لے آؤ۔''

ہم نے ایک برتن میں تھوڑا سا پانی پیش کیا، آپ ﷺ نے اس میں اپنی مبارک انگلیاں داخل فرما دیں اور فرمایا:

((حی علی الطهور المبارك والبركة من الله))

''مبارک پانی کی طرف آؤ اور برکت اللہ کی طرف سے ہے۔''

میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔

((لقد کنا نسمع تسبیح الطعام وهو یوکل))(بخاری، کتاب المناقب)

''ہم کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی تسبیح سنا کرتے۔''

امام اسماعیلی، ترمذی اور بیہقی کے الفاظ ہیں:

((کنا ناکل مع النبی الطعام و نحن نسمع تسبیح الطعام))(فتح الباری 6=592)

''ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے اور کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔''

''کنا نسمع''، ہم سنا کرتے تھے، کے الفاظ بتا رہے ہیں، ایسا متعدد مرتبہ ہوا۔

ابن حبان نے سند مرفوع کے ساتھ انہی سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

((کنا مع رسول الله فی سفر فدعا بالطعام وکان الطعام یسبح۔))(ابن حبان 8=144)

Marfat.com

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، آپ ﷺ نے کھانا طلب فرمایا تو وہ کھانا تسبیح پڑھ رہا تھا۔''

☆☆☆

فصل نمبر2:

شجر وحجر اور محبت واطاعت مصطفیٰ

درخت کا اطلاع دینا:

آپ نے پڑھا محبّ، محبوب کی تکلیف پر پریشان ہوتا ہے، اور اسے یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں محبوب کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جنات کا جہان انسانوں سے الگ ہے، جنات میں سے کچھ ایک رات درخت کے پیچھے سے حضور ﷺ کا قرآن سن رہے تھے اور یہ طائف کے واقعہ کے بعد کی رات تھی، تو اس درخت نے آپ ﷺ کو ان کی موجودگی کی اطلاع دی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے مسروق سے پوچھا:

''اس رات آپ ﷺ کو کس نے اطلاع دی تھی کہ آپ کا قرآن جنات بھی سن رہے ہیں۔؟''

فرمایا:

''تیرے والد (عبداللہ بن مسعود) نے مجھے بتایا تھا کہ

((اذنته بهم شجرة))(بخاری، مناقب الانصار)

''درخت نے ان کے بارے میں اطلاع دی تھی۔''

ببول کے درخت کی گواہی:

محبّ اپنے محبوب کی بہتری ہی چاہتا ہے، اس لئے اس کے ساتھ تعاون ومدد کرنا اپنا فریضہ تصور کرتا ہے اور اپنے محبوب کے بارے میں اپنی معلومات دوسروں کو فراہم کرتا رہتا ہے۔ جماد اور درخت چونکہ آپ ﷺ کی رسالت سے آگاہ تھے۔ جب بھی رسالت پر گواہی کی ضرورت پیش آتی تو اس کا اعلان کرتے ہوئے کلام کرتے تاکہ امانت کا ابلاغ، رسالت کی تصدیق اور شہادت کی ادائیگی ہو جائے، ایسا ہی واقعہ ایک ببول کے درخت کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک بدو سامنے آیا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگا: جا رہا ہوں۔ فرمایا: کیا تیرے پاس خیر ہے؟ پوچھنے لگا: اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:

''یہ کہ تو اس بات کی گواہی دے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے ہیں۔''

کہنے لگا: اس پر کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: یہ ببول کا درخت۔ پھر آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا اور وہ وادی کے کنارے پر تھا:

((فاقبلت تخد الارض خدا حتى كانت بين يديه))

''تو وہ زمین پھاڑتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔''

Marfat.com

آپ ﷺ نے تین دفعہ گواہی دینے کا فرمایا تو حسب حکم گواہی دی، پھر اپنی جگہ لوٹ گیا، وہ بدو اپنے دیہات کی طرف یہ کہتے ہوئے لوٹا:

''اگر میری قوم نے میری بات مان لی تو میں انہیں لے کر آؤں گا اور اگر وہ نہ مانے تو میں آپ ﷺ کی غلامی میں آجاؤں گا۔''

اسے ابن حبان، دارمی، ابو یعلی، طبرانی نے کبیر میں، بزار، بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے طریق حاکم سے نقل کر کے کہا: یہ سند جید ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی اور نہ اسے امام احمد نے روایت کیا۔

بیہقی کہتے ہیں:

''اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔ اسے ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا۔''

بوصیری نے کہا:

''شیخ حبیب الرحمٰن نے حاشیہ مطالب میں لکھا کہ اسے ابو یعلی نے سند صحیح اور بزار، طبرانی اور ابن حبان نے صحیح میں ذکر کیا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ مسلم میں حضرت جابر سے ہے، حضرت انس، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت یعلی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہم سے بھی ہے۔

اس روایت میں دو اہم امور کی نشاندہی ہے:

1: حضور ﷺ کے بلانے پر درخت کا آنا اور واپسی کے حکم پر لوٹ جانا آپ ﷺ کی نبوت اطاعت ہے اور یہ خارق عادت ہے۔

2: درخت نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے نبی کی نبوت ورسالت پر بول کر گواہی دی، یہاں تک کہ اعرابی نے کانوں سے سنا اور یہ بھی خلاف عادت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک جس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کی مدد و تائید اس سے بڑے دلائل سے فرمائی ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے۔

کھجور کا تنا اور محبت رسول:

مسجد نبوی میں منبر شریف تیار ہونے سے پہلے آپ ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے، جب قیام طویل ہو جاتا یا کچھ تھکاوٹ محسوس فرماتے تو اس تنے پر دست اقدس بھی رکھتے، نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جمعہ میں دور بیٹھنے والے آپ ﷺ کی زیارت نہ کر پاتے۔ آپ ﷺ کی عمر شریف بھی زیادہ ہو گئی تھی، صحابہ کیلئے آپ ﷺ کا اتنا طویل قیام دشوار گزرنے لگا، انہوں نے منبر تیار کرنے کا سوچا، عرض کرنے پر آپ ﷺ نے بھی اس رائے کو پسند فرمایا۔ لہٰذا منبر تیار کر لیا گیا، جب منبر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا، آپ ﷺ جمعہ کے خطبہ کے لئے حجرہ انور سے نکل کر منبر کی طرف بڑھے، آپ ﷺ کا گزر جب اس تنے کے پاس سے ہوا، آپ ﷺ وہاں نہ رکے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

((اذا بالجزع یصرخ صراخا شدیدا ویحن حنینا مولما حتی ارتج المسجد و تساقط البناء و تشقق الجذع ولم یهدا))

''تو تنا نے چیخ وپکار شروع کر دی وہ اس قدر دردناک انداز میں رویا کہ پوری مسجد آواز سے گونج اٹھی۔ تنا پھٹ گیا۔''

اس کا صحابہ پر یہ اثر ہوا:

((ویکوابکاء شدیدا الحنین هذا الجزع))

Marfat.com

''انہوں نے بھی اس تنے کے ساتھ خوب رونا شروع کر دیا۔''

یہ بے جان تنا رویا اور چیخا۔ حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے، اس پہ دست اقدس رکھتے ہوئے دلاسہ دیا، اسے گلے لگایا، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے بے جان تنے سے گفتگو کی اور اسے اختیار دیا، چاہے تو تجھے جنتی درخت بنا دیا جائے، تیری جڑیں جنت کی نہروں اور چشموں سے فیض یاب ہوں اور اہل ایمان تیرا پھل کھائیں یا تجھے دنیا کا پھل دار درخت بنا دیا جائے۔ بایں طور کہ تجھے باغ میں لوٹا دیا جائے تو پھل دے اور مومن تیرا پھل کھائیں؟ شوق میں رونے والے تنے نے جنتی ہونا پسند کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((افعل ان شاء الله افعل ان شاء الله))

''اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں ایسا کرتا ہوں۔''

اس پر وہ تنا خاموش ہو گیا، اس کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیده لو لم التزمه لبقی یحن الی قیام الساعة شوقا الی رسول الله ﷺ))

''مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یہ اللہ کے رسول کے شوق میں قیامت تک روتا رہتا۔''

اس بے جان تنے سے چار پانچ ہاتھ رسول اللہ ﷺ دور ہوتے ہیں، لیکن وہ یہ دوری برداشت نہ کر سکا، وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگا، آپ ﷺ کے فراق میں نہایت غمزدہ ہو گیا اور اس وقت تک خاموش نہ ہوا جب تک آپ ﷺ نے وصل کی صورت میں اسے گلے نہ لگا لیا اور اختیار عطا نہ فرمایا۔ حالانکہ اس کے پاس عقل کہاں؟ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس نے دوبارہ باغ میں پھلدار ہونا قبول اس لئے نہیں کیا کہ اگر وہ یہ قبول کر لیتا تو سینکڑوں میٹر حضور ﷺ سے دور ہو جاتا، جب وہ چند ہاتھ دوری کو برداشت نہیں کر سکا تو اتنی طویل مسافت کی دوری کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ تو اس نے دوبارہ پھلدار درخت ہونا قبول نہ کیا کیونکہ اگر وہ یہ قبول کر لیتا تو اسے دوبارہ فراق مل جاتا یا تو اس کی اپنی موت کی صورت میں یا اس کائنات سے حضور ﷺ کے وصال کی صورت میں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی موت آپ ﷺ کے وصال سے پہلے ہو جاتی تو وہ آپ ﷺ کے چند میٹر دور ہونے پر رویا اور چلایا۔

اب تو ہر حال میں دوری تھی، طویل فراق تھا تو جب اس نے چند ہاتھ پر فراق برداشت نہ کیا تو وہ باغ میں درخت بن کر اتنی دوری کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ اس لئے اس نے جنتی ہونے کو اختیار کر لیا، وہاں موت نہیں بلکہ بقاء اور زندگی ہے۔ اگر موت یا دفن کی وجہ سے کچھ جدائی بھی ہو گی تو یہ عارضی و وقتی ہو گی اور پھر وصال دائمی ہو گا، کیونکہ جنت دارِ حیات ہے، وہاں موت نہیں۔

اس تنے کے رونے اور شوق سے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر حجت قائم فرما دی ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی اور سستی برتیں، کیونکہ مسلمان اس جماد اور بے جان تنے سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زیادہ شوق و رونے کے حقدار ہیں۔

امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے:

((یا معشر المسلمیں الخشبه تحن الی رسول الله ﷺ شوقا الی لقائه فانتم احق ان

Marfat.com

تشتاقوا الیه ﷺ))(صحیح ابن حبان 151,8)

''اے مسلمانو! ایک لکڑی اللہ کے رسول ﷺ کی ملاقات کے شوق میں روتی ہے تو تم آپ ﷺ کے شوق کے زیادہ حقدار ہو۔''

حضرت امام شافعی نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حضور ﷺ کو عطا فرمایا وہ کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں فرمایا۔''

اس پر حضرت عمرو بن سواد نے عرض کیا:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کی طاقت عطا فرمائی۔''

امام شافعی نے فرمایا:

((اعطی محمدا ﷺ حنین الجزع حتی سمع صوته هذا اکبر من ذلك))

(آداب الشافعی ومناقبہ، 83)

''حضور ﷺ کیلئے تنا رویا اور اس کی آواز سنی گئی تو یہ اس سے کہیں بلند معجزہ ہے۔''

میت کو زندہ کرنا اسے اس کے سابقہ حال کی طرف لوٹانا ہے، تنے کا رونا اس سے نہایت ہی عظیم ہے کیونکہ کھجور کا تنا پودا تھا اگر اصل حالت کی طرف لوٹایا جاتا تو پودا ہی رہتا، نہ بولتا نہ کلام کرتا، نہ صاحب عقل کی طرح احساس رکھتا، لیکن یہاں تو جماد کو ادراک و احساس، محبت اور غم والا بنا دیا گیا۔ جیسا کہ اشرف الخلوق صاحب عقل و ادراک میں ہوتا ہے تو واقعتہً یہ مردہ کو زندہ کرنے سے عظیم معجزہ ہے۔ جزع جماد ہونے کے باوجود، نباتات سے اٹھ کر اشرف الخلوقات میں شامل ہو گیا۔ میت جماد، عاقل، مدرک اور کامل الصفات بن گیا اور قدرت الٰہیہ کیلئے یہ ہرگز دشوار نہیں، آپ ﷺ کے فراق میں تنے کا رونا تواتر سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں متعدد صحابہ سے یہ مروی ہے۔ کثیر ائمہ نے اسے بیان کیا ہے۔

درخت کا سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہونا:

ہم یہاں صرف ایک روایت ذکر کر رہے ہیں۔

حضرت یعلی بن مرۃ ثقفی سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا، حضور آرام فرما ہوئے۔

((فجاء ت شجرة تشق الارض حتی غشیته ثم رجعت الی مکانها))

''تو ایک درخت نے زمین پھاڑتے ہوئے حاضر ہو کر سایہ کیا، پھر اپنی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔''

جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہم نے عرض کیا تو فرمایا:

((هی شجرة استاذنت ربها عزوجل فی ان تسلم علی فاذن لها))(مسند احمد، 4-173)

''اس درخت نے رب العزت سے مجھے سلام عرض کرنے کی اجازت مانگی جو اسے مل گئی۔''

اسے امام احمد، طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی نے روایت کیا، احمد، ابو نعیم اور بیہقی کے رجال، صحیح کے ہیں اور حدیث کے دیگر شواہد بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

درخت کی طرف پیغام اور اس کا اطاعت کرنا:

بارگاہ نبوی میں پہاڑ غلامی کر رہے ہیں، پتھر حکم مان رہے ہیں، بادل اطاعت کر رہے ہیں، مٹی حکم بجالا رہی ہے۔ بت سجدہ ریز ہو رہے ہیں، پانی قربان ہو رہا ہے، درخت فرمانبرداری کر رہے ہیں اور کھانا اطاعت گزاری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ان کے بارے میں اتنے صحابہ سے مروی ہے کہ یہ معاملہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

حضرت یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین چیزیں ایسی دیکھیں جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیکھیں اور نہ میرے بعد کوئی دیکھے گا۔ میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی ایسی شے ہے جو ستر کا کام دے؟''

عرض کیا گیا:

''ایک درخت ہے لیکن وہ ستر کیلئے کافی نہیں۔''

فرمایا: اس کے قریب کچھ ہے؟ عرض کیا: اس کے قریب ایک اور درخت ہے۔ فرمایا: ان دونوں کے پاس جاؤ اور کہو:

((ان رسول الله يامر كما ان تجتمعا باذن الله))

''رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: اللہ کے حکم سے دونوں جمع ہو جاؤ۔''

وہ دونوں جمع ہو گئے۔ رفع حاجت کے بعد مجھے فرمایا: انہیں واپسی کا کہہ دو۔ میں نے کہا تو وہ اپنی جگہ واپس لوٹ گئے۔

بعض محدثین نے اسے یعلی کے والد حضرت مرۃ سے نقل کیا ہے، اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ نے رجال صحیح سے نقل کیا ہے، ابن ماجہ، حاکم نے صحیح کہا، ذہبی نے اس حکم کو برقرار رکھا، ابونعیم بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

''یہ متعدد طرق جیدہ ماہرین حدیث کے ہاں غلبہ ظن وقطعیت تک پہنچاتے ہیں کہ حضرت یعلی بن مرۃ سے یہ واقعہ منقول ہے۔''

(مسند احمد: 4-170)

اس سلسلے میں اور بھی روایات ہیں، بعض میں خود حکم دینے کا ذکر ہے اور بعض میں صحابہ کے ذریعے، ایسے واقعات دس صحابہ سے مروی ہیں ان میں حضرت عمر، حضرت انس، حضرت جابر، ابن عمر، حضرت بریدہ، ابن مسعود، حضرت غیلان بن سلمہ، حضرت یعلی بن امیہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم ہیں۔

درخت کے گچھے کا حکم ماننا:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا:

((بم اعراف انك رسول الله))

''میں کیسے جان لوں، آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔؟''

فرمایا: اگر میں اس کھجور کے گچھے کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو پھر کیا خیال ہے؟ کہنے لگا: پھر مان لوں گا۔ آپ ﷺ نے گچھے کو بلایا:

((فجعل العذق ينزل من النخلة حتى سقط فى الارض فجعل ينقز حتى اتى النبى))

Marfat.com

''گچھا کھجور سے نیچے آگرا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔''
اس کے بعد فرمایا: اب واپس لوٹ جا تو وہ اپنے مقام پر واپس لوٹ گیا۔ وہ اعرابی آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔
اُسے امام احمد، بخاری نے تاریخ میں، ترمذی، حاکم، ابن حبان نے صحیح کہا، ذہبی نے حکم برا قرار رکھا، دارمی، ابویعلی، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی، ابونعیم نے دلائل میں ذکر کیا۔ ان میں سے اکثر کی سند صحیح ہے۔

درختوں کا پیچھے چلنا:

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ دوران سفر ایک وسیع وادی میں اترے تو رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کیلئے تشریف لے گئے۔ میں پانی کا برتن لے کر ساتھ ہولیا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ کوئی مقام ستر نہ تھا تو وادی کے کنارے پر درخت نظر آئے، آپ ﷺ نے ایک کے پاس جا کر اس کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا:

((انقادی علی باذن الله))

''اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر۔''

وہ درخت غلام بن کر آپ ﷺ کے ساتھ اس طرح چل پڑا جیسے نکیل شدہ اونٹ اپنے مالک کے ساتھ چلتا ہے۔ حتیٰ کہ دوسرے درخت کے پاس آپ ﷺ پہنچ گئے۔ اس سے بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا تو وہ بھی غلامی کرنے لگا، ان دونوں کو آپ ﷺ نے فرمایا:

((التما علی باذن الله))

''اللہ کے حکم سے تم دونوں میرے لئے پردہ بنا دو۔''

میں پریشان ہوا۔ شاید میرے قریب آنے کی وجہ سے آپ ﷺ دور تشریف لے گئے ہیں۔ میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس لوٹ گئے۔ (مسلم، کتاب الزہد)

درختوں اور پتھروں کا سجدہ ریز ہونا:

1: آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پتھر اور درختوں کے سجدہ کے واقعات نہایت کثرت سے موجود ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ جناب ابوطالب، قریش کے شیوخ کے ساتھ شام کی طرف نکلے، حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب راہب کے پاس پہنچے تو راہب ان کو ملنے کیلئے خود آ گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ملنے نہیں آتا تھا، بلکہ توجہ ہی نہ دیتا تھا۔ قافلہ میں سے ہر ایک کو دیکھتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آ گیا۔ آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر کہنے لگا:

((هذا سيد العالمين، هذا رسول رب العالمين، هذا يبعثه الله رحمة للعالمين))

''یہ تمام کائنات کے سردار، یہ رب العالمین کے رسول اور انہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

قریشی شیوخ نے کہا:

''تجھے اس کا کیسے علم ہو گیا ہے؟''

کہنے لگا:

میں دیکھ رہا تھا جب تم سامنے کی گھاٹی چڑھے ہو:

Marfat.com

((لم یبق شجر ولا حجر الا خر ساجدا ولا یسجدا الا لنبی))

''کوئی درست اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ نہ کر رہا ہو اور یہ نبی کے لئے ہی سجدہ کرتے ہیں۔''

یہ ابن شیبہ کے الفاظ ہیں، ترمذی نے اسے حسن کہا، ابو نعیم اور حاکم نے صحیح کہا، تیمی اور بیہقی نے بھی نقل کیا۔ تمام نے قراد (عبدالرحمٰن بن غزوان الضبی) سے جو ثقہ ہے اور یونس بن ابی اسحاق جو صداق اور رجال مسلم میں سے ہیں، ابو بکر بن ابی موسیٰ سے جو ثقہ ہے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حدیث سیدہ عائشہ فی بدء الوحی کے تحت کہا:

''سب سے پہلے آپ ﷺ نے جو بات اس سلسلہ میں سنی تھی وہ بحیرا راہب سے ہی تھی۔''

اور ترمذی کے نزدیک یہ روایت حضرت ابو موسیٰ سے سند قوی کے ساتھ ثابت ہے اور الاصابہ میں بحیرا کے حالات میں فرمایا:

''یہ واقعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا لیکن راہب کا نام نہ لیا، اس میں ان الفاظ منکر و کا بھی اضافہ ہے۔''

''واتبعہ ابو بکر بلالا'' ان کے منکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکر نہ تھے اور نہ انہوں نے ان دنوں بلال کو خریدا تھا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ کسی اور روایت کا ہو لیکن مذکورہ روایت میں شامل کر دیا گیا ہو۔ الغرض یہ کسی راوی کا وہم ہے۔

ہم کہتے ہیں جو روایت ہم نے ذکر کی ہے وہ ابن ابی شیبہ کی ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں، یہ سنن ترمذی اور بعد کے لوگوں کی روایت میں ہیں، حافظ ابن حجر نے جو کچھ فرمایا، یہ حافظ ذہبی کے اسے تلخیص المستدرک میں منکر سمجھنے کا جواب بن سکتا ہے۔

2: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بنو عامر کا ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا وہ طبیب تھا۔ کہنے لگا:

''اے محمد ﷺ! آپ عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں! کیا میں تمہارا علاج نہ کروں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تجھے کوئی نشانی نہ دکھاؤں؟''

آپ ﷺ نے سامنے موجود کھجور کے درخت کو بلایا۔

((فاقبل الیه وهو یسجد ویرفع و یسجد و یرفع رأسه حتی انتهی الیه فقام بین یدیه))

''وہ اس طرح حاضر ہوا کبھی سجدہ ریز ہوتا، کبھی سر اٹھاتا حتیٰ کہ آ کر آپ ﷺ کی خدمت میں کھڑا ہو گیا۔''

پھر آپ ﷺ نے اسے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ اپنے مقام پر لوٹ گیا، اس پر وہ معالج کہنے لگا:

((واللہ لا اکذبك شیء تقوله بعدها ابدا))

''اللہ کی قسم! اس کے بعد آپ ﷺ کی کسی بات کو کبھی بھی نہیں جھٹلاؤں گا۔''

اسے ابو یعلیٰ نے رجال صحیح سے روایت کیا ہے۔ ماسوائے ابراہیم بن حجاج کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے، طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم نے

Marfat.com

صحیح قرار دیا ہے۔امام بخاری نے تاریخ میں،طبرانی نے کبیر میں اور دارمی وبیہقی نے بھی لفظ سجود کے علاوہ یہ روایت ذکر کی ہے۔(مسندابویعلی 4-236)

سجدہ کی اقسام

سجدہ کی دوقسمیں ہیں:

(1) سجدۂ عبادت۔

(2) سجدۂ تعظیمی۔

سجدۂ عبادت : یہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی جائز ہے کسی اور کیلئے ہرگز جائز نہیں، نہ ہماری شریعت میں اور نہ سابقہ شریعتوں میں۔

سجدۂ تعظیمی : انسانی تخلیق سے لے کر حضور ﷺ کی تشریف آوری تک یہ سجدہ سماوی ادیان میں جائز تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے جو سجدہ کیا تھا اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق وہ سجدہ تعظیمی ہی تھا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((واذ قلنا للملئكة اسجدوا لا دم فسجدوا الا ابليس ابى واستكبر وكان من الكافرين))

(البقرہ:34)

''اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔''

حضرت یوسف اوران کے والدین علیہم السلام کے واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

((ورفع ابويه على العرش وخروا له سجدا وقال يابت هذا تاويل رءيائى))

(سورت یوسف:100)

''اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔''

یہ بھی سجدہ تعظیمی ہی تھا اور یہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری تک جائز رہا۔

حضرت عبداللہ بن اوفی سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل شام سے آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں سجدہ کیا۔آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا؟ عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں شام گیا، وہاں لوگ اپنے سربراہوں کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے چاہا کیوں نہ آپ ﷺ کو میں سجدہ کروں۔''

فرمایا: آئندہ ہرگز ایسا نہ کرو، اگر کسی کیلئے سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔

اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان نے روایت کیا، اس کے راوی، رجال صحیح ہیں۔امام ابن ماجہ اور بزار نے رجال صحیح کے ساتھ روایت کیا، حاکم نے صحیح کہا، ذھبی نے ان کے حکم کو ثابت رکھا اور اس حدیث کے کثیر شواہد ہیں۔

(مسنداحمد،4-381)

یہ سجدہ فقط تعظیمی اور بطور احترام واکرام تھا نہ کہ سجدہ عبادت، لیکن حضور ﷺ نے اسے بھی حرام فرمادیا اور اعلان فرمادیا

Marfat.com

کہ یہ کبھی کسی کیلئے جائز نہیں۔ پتھروں، درختوں اور جانوروں کا یہ سجدہ بطور تعظیم تھا بطور عبادت نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں پتھروں کا تسبیح پڑھنا:

صحابہ کرام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے طعام تسبیح پڑھا کرتا اور آپ ﷺ کے سامنے سنگریزے بھی تسبیح کرتے۔ سنگریزوں نے صرف آپ ﷺ کے مقدس ہاتھوں میں ہی تسبیح نہیں پڑھی بلکہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھوں میں بھی پڑھی۔ ہاں یہ آپ ﷺ کی عطا سے ہی ہوا، نبی اکرم ﷺ نے ان کو بظاہر تسبیح کا حکم نہیں دیا لیکن عمل، قول سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا:

((وفي يده حصيات فسبحن في يده))

''آپ ﷺ کے دست اقدس میں سنگریزے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے۔''

ان کی تسبیح کو حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بھی سنا۔ پھر وہ سنگریزے آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کو عطا فرمائے، وہاں بھی ان کی تسبیح لوگوں نے سنی، اس کے بعد ہمیں عطا فرمائے مگر کسی کے ہاتھ میں انہوں نے تسبیح نہ پڑھی۔

اسے امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں دو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ایک سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ محدث بزار نے دو اسناد سے اسے ذکر کیا، ان میں سے ایک کے راوی ثقہ ہیں۔

اسے امام ابن عاصم نے سند جید کے ساتھ نقل کیا، بیہقی اور طبرانی نے اوسط میں ایک اور سند سے ذکر کیا ہے۔ ہیثمی نے امام بزار کی پہلی سند کے بارے میں فرمایا:

''اس کی سند صحیح ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

''بزار نے اسے دو سندوں سے ذکر کیا ہے، ایک کے راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے بعض میں ضعف ہے۔''

شیخ تیمی نے اسے دلائل میں مختصر اور طویل طریقہ سے بیان کیا۔ (دلائل النبوۃ 2=555)

ہم کہتے ہیں کہ ابو نعیم کی پہلی سند اور بزار کی دوسری سند صحت حدیث کیلئے کافی ہیں۔

جبل احد اور محبت و اطاعت:

یہ تو مسلم ہے کہ انسان کسی حسین منظور کی وجہ سے جماد سے محبت کرتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے نفس کو راحت، سکون، اطمینان اور حسب موقع انسانی حواس کو اس سے تاثیر حاصل ہوتی ہے، لیکن جماد، انسان سے محبت کرے یہ عجیب بات ہے اور بظاہر معروف بھی نہیں کیونکہ جماد نطق و زبان نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے جمادات میں بھی ادراک پیدا فرما رکھا ہے۔ ادراک کے مظاہر میں محبت کرنا، ناراض ہونا، رونا، خوشی و سرور، غضب، اطاعت، خشوع، ڈرنا، شوق، یاد اور خشیت وغیرہ ہیں۔ جبل احد کے ادراک کا حصہ یہ بھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی محبت رکھ دی ہے۔ جیسا کہ اس کی محبت حضور ﷺ کے قلب انور میں تھی، حضور ﷺ نے اس بات کا اظہار فرمایا اور یہ آپ ﷺ سے تواتر سے منقول ہے۔

Marfat.com

(النظم المتناثر،128،الازھار المتناثرہ136)

ہم یہاں صرف دو احادیث کا تذکرہ کرر ہے ہیں:

1: حضرت انس بن مالک کا بیان ہے میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ خیبر کی طرف سفر کیا۔ جب آپ ﷺ واپس لوٹے اور احد دکھائی دیا تو فرمایا:

((ھذا جبل یحبنا ونحبه)) (بخاری، کتاب الجھاد)

''یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

بخاری ومسلم میں روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں:

((نظر رسول الله ﷺ الی احد فقال ان احدا جبل یحبنا و نحبه))(مسلم ، کتاب الحج)

''آپ ﷺ نے احد کو دیکھ کر فرمایا: احد پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

2: حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لئے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تیز چلنا چار ہا ہوں۔ تم میں سے جو چاہتا ہے چلے، ورنہ آہستہ رہے۔''

ہم جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ھذه طابة وھذا احد وھو جبل یحبنا ونحبه)) (بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

''یہ شہر طابہ ہے اور یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

انسان طبعی طور پر خوبصورت مقامات، مثلاً: سرسبز پہاڑوں اور پھلوں و پھولوں سے لدے باغات کو پسند کرتا ہے۔ ان میں بیٹھنا اور انہیں بار بار دیکھنا چاہتا ہے کیونکہ اسے راحت، طمانیت، سکون، آرام اور لذت وخوشی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ انسان ہر خوبصورت شے حتی کہ جماد کو بھی پسند کرتا ہے، لیکن کسی سخت پتھر کا انسان سے محبت کرنا نہ عادت ہے اور نہ معمول بلکہ نادر و غیر معروف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مقام پر آپ ﷺ نے پہاڑ کی محبت کا ذکر پہلے اور اپنی محبت کا بعد میں ذکر فرمایا۔ جس نے بھی جبل احد کی زیارت کی ہے وہ جانتا ہے کہ بظاہر اس پہاڑ میں دوسرے پہاڑوں سے کوئی امتیاز نہیں بلکہ کئی دوسروں کے اعتبار سے کم درجہ کا ہے۔ اس پر نہ کوئی درخت ہے نہ چشمہ اور نہ سبزہ۔

جب اللہ سبحانہ نے اس میں حضور ﷺ کی محبت کا پودا لگا دیا تو حضور ﷺ نے بھی اس سے محبت فرمائی۔

اس حدیث میں مقام نبی ﷺ کا بھی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات میں آپ ﷺ کا شوق ومحبت پیدا فرما دیا حالانکہ پہاڑ میں سوائے خشکی، سختی، قوت اور کثافت کے کچھ نہیں ہوتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان جمادات مثلاً: مذکورہ پہاڑ میں اپنے منتخب اور محبوب نبی ﷺ کی محبت پیدا فرما دی جو بظاہر نہ شعور و عقل رکھتے ہیں اور نہ ادراک، اب اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کی محبوبیت اور بلندی شان و مقام پر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟

جب جمادات جو بظاہر عدم عقل وادراک کی وجہ سے مکلف نہیں۔ آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو خود غور کریں اس انسان کو آپ ﷺ سے کس قدر محبت کرنی چاہیے جو عاقل، صاحب ادراک، مکلف اور مامور ہے؟

Marfat.com

3: محبّ سے اگر محبوب کی ملاقات ہو جائے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، وہ خوب فرحت و سرور کا اظہار کرتا ہے، لیکن اس میں یہ خیال رکھتا ہے کہ کہیں اس کے محبوب کو ایذا نہ ہو، کچھ اسی طرح کا معاملہ جبل احد، جبل حراء اور جبل ثبیر سے وقوع پذیر ہوا، جب آپ ﷺ اپنے بعض کبار صحابہ کے ساتھ ان پر جلوہ افروز ہوئے تو یہ جھوم اٹھے جو خوشی و سرور کا اظہار تھا، آپ ﷺ نے انہیں ساکن ہو جانے کا حکم دیا تو یہ فی الفور بے حرکت ہو گئے۔

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ آپ ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پر تشریف فرما ہوئے تو احد نے حرکت کی، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اثبت احد فما عليك الانبى و صديق و شهيدان))

''احد ساکن ہو جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔''

اسے امام احمد، ابو یعلی، ابن حبان نے رجال صحیح سے روایت کیا ہے۔ (مسند احمد 5=331)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم احد پر چڑھے، وہ کانپ اٹھا، آپ ﷺ نے ایڑی ماری اور فرمایا:

((اثبت احد فما عليك الانبى او صديق او شهيدان))(بخارى، كتاب الفضائل الصحابه)

''احد! ٹھہر جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔''

بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((فانما عليك نبى و صديق و شهيدان))

''بلاشبہ تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔''

جبل ثبیر کی اطاعت:

مکہ میں جبل ثبیر کا واقعہ بھی اس طرح ہے۔ جب آپ ﷺ کے وہاں مبارک قدم لگے تو اس نے حرکت کی، آپ ﷺ نے ٹھہر جانے کا حکم دیا تو وہ ٹھہر گیا۔

حضرت ثمامہ بن حزن القشیری کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی پر حملہ ہوا تو میں وہیں تھا، آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے رسول اللہ ﷺ ثبیر پر تھے، ان کے ساتھ ابو بکر، عمر اور میں تھا، پہاڑ نے حرکت کی۔

((فركز رسول الله ﷺ برجله وقال اسكن ثبير فانما عليك نبى و صديق و شهيدان))

''آپ ﷺ نے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: رک جا تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔''

کہنے لگے: ہاں ہم جانتے ہیں۔ فرمایا: اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! تم میری شہادت کے گواہ ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا۔ نسائی اور دار قطنی نے بھی اسے روایت کیا۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

جبل حرا کی اطاعت:

اطاعت جبل حرا کے بارے میں متعدد روایات ہیں، بعض یہ ہیں:

Marfat.com

1: حضرت سعید بن زید فرمایا کرتے ہیں:
''نو افراد کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور دسویں کی دوں تو گنہگار نہیں۔''
پوچھا گیا: یہ کیسے؟ فرمایا: ہم حراء پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے (تو حرا نے حرکت کی) تو آپ ﷺ نے فرمایا:
((اثبت حراء فانه ليس عليك الا نبی او صديق او شهيد))
''حرا ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔''
رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پوچھا گیا: دسویں کون؟ فرمایا: بندہ۔
اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا، ابن ماجہ اور ابو یعلی نے روایت کیا۔ (مسند احمد 1-188)
حدیث عثمان، حدیث عبداللہ بن ابی جرح، حدیث بریدہ، حدیث ابن عباس میں بھی جبل حراء کی حرکت کا تذکرہ ہے۔

2: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حرا پر تھے، پتھر نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:
((اهدا فما عليك الانبی او صديق او شهيد))(مسلم، فضائل الصحابه)
''ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔''
اس کی دوسری روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر بھی ہے۔

1: حضور ﷺ اور صحابہ کبار کی جلوہ افروزی کی بنا پر گونگے، بہرے اور سخت پہاڑوں کا حرکت کرنا خوشی اور ان کے قرب کی بنا پر تھا، یہ حرکت بطور زلزلہ نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے حکم پر انہوں نے سکون اختیار کر لیا، حجاز میں یہ پہاڑ سب سے بڑے ہیں۔ احد، مدینہ میں اور حرا، شہر مکہ میں باوجود اس کے وہ جھوم اٹھے۔
قاضی ابو بکر بن العربی لکھتے ہیں:
((انما اضطربت الفخرة ورجف الجبل استعظاما لما كان عليه من الشرف ويمن كان عليه من الاشراف))(عارضة الاحوذی، 13-151)
''پتھر اور پہاڑوں نے بطور فخر وجد کیا کہ اسے شرف ملا اور اتنی عظیم ہستیاں تشریف فرما ہوئیں۔''

2: یہ فائدہ عظیم بھی حاصل ہوا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر تمام شہداء ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ، عظیم نبی ہیں، بحمد اللہ ان سبھی کو شہادت نصیب ہوئی اگرچہ اسباب مختلف تھے۔

3: حضور ﷺ کا انہیں ساکن رہنے کا حکم دینا، ان پر تشریف فرما ہونے والوں کے شرف کی وجہ سے تھا۔

4: یہ پہاڑوں کی حرکت مکہ میں بھی ہوئی اور مدینہ میں بھی گویا اللہ تعالیٰ ان اشخاص کے فضل وشرف کو بار بار واضح فرمانا چاہتا تھا۔

5: یہ حرکت کسی زلزلہ یا غضب کی وجہ سے نہ تھی العیاذ باللہ، یہ تو ان اشراف کی خوشی میں تھی جن کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے۔
امام قسطلانی نے ابن منیر سے نقل کیا کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ جب پہاڑ نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے یہ واضح کرنے کا

Marfat.com

ارادہ فرمایا کہ یہ حرکت اس طرح کی نہیں جو قوم موسیٰ علیہ السلام پر پہاڑ نے اس وقت کی تھی جب انہوں نے کلام الٰہی میں تحریف سے کام لیا۔

((فتلك رحفة الغضب وهذه هزة الطرب وهذا نص على مقام انبوة والصديقة والشهادة التي وجب سرور ما اتصلت به فاقر الجبل بذلك فاستقر))(ارشاد الساری، 6-97)

''وہ غضب کی کڑک تھی اور یہ خوشی کا وجد تھا، یہی وجہ ہے کہ یہاں مقام نبوت وصدیقیت اور شہادت کا ذکر ہوا جس کی وجہ سے سرور میں اضافہ ہوا، اسے ٹھنڈک ملی اور وہ سکون پا گیا۔''

یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ آپ ﷺ نے معاملہ بھی عاقل والا فرمایا۔ قول کے ساتھ آپ ﷺ نے مخاطب ہو کر فرمایا:

((اثبت احد، اسکن ثبیر، اثبت حرا))

اس طرح فعل کے ساتھ بھی کہ ان پر پاؤں سے ٹھوکر لگائی تو وہ ساکن ہو گئے۔

سوال: جب ان اشراف و ابرار کی مذکورہ صفات ان کے خوشی کے ساتھ جھومنے کا سبب تھیں تو پھر انہیں سکون کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: جواب یہ ہے کہ واقعتہً خوشی کا ہی سبب تھا اور انہوں نے اس کا اظہار کیا، اب ان کیلئے بہتر یہ تھا کہ جب ان پر یہ مبارک ہستیاں جلوہ افروز ہو چکیں تو ساکن ہو جاتے۔ تاکہ کہیں محبوب کو تکلیف نہ ہو اور انہیں علم ہو ان کا مقام کیا ہے؟ اسی طرح آپ ﷺ نے انہیں اس پر تنبیہ فرمائی کہ خوشی کا اظہار ضرور کرو مگر محب کی طرح ادب بجالاؤ لہٰذا پہاڑ اسی وقت ساکن ہو گئے۔ (مرقاۃ المفاتیح، 11-472)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں خبر دی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اسرائیلی سرداروں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز اٹھا، کیا اس پہاڑ کی حرکت اور جبل احد، ثبیر اور حرا کی حضور ﷺ کے مبارک قدموں کے نیچے ایک جیسی تھی؟

جواب: ہرگز ایک جیسی نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ جبل احد، حرا اور ثبیر کی حرکت تو اس خوشی و فرحت میں تھی کہ ہم پر اللہ کے حبیب ﷺ اور ان کے برگزیدہ صحابہ کرام (صدیق و شہید) تشریف فرما ہوئے ہیں، جب حضور ﷺ نے ان کے ان اوصاف سے آگاہ فرمایا تو وہ فی الفور ساکن ہو گئے تاکہ کہیں انہیں گزند نہ پہنچ جائے، یہی وجہ ہے کہ انہیں ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف بھی نہ ہوئی۔ الحمد للہ تعالیٰ!

رہا معاملہ قوم موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ اس کے بالکل برعکس ہے، انہوں نے تو بچھڑے کو معبود بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے ناراض ہوئے، توبہ کا مطالبہ کیا تو وہ تیار ہو گئے۔ ان کی شریعت میں توبہ بصورت قتل تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر افراد ساتھ لیے تاکہ اللہ تعالیٰ سے قوم کے بارے میں معافی مانگیں اور وہ اپنے نبی کے مقام سے بھی آگاہ ہو جائیں، لیکن جب مقام مقررہ پر پہنچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا تو یہ معافی کے بجائے بگڑ کر کہنے لگے: ہمیں بھی باری تعالیٰ کا دیدار کراؤ، یہ ظلم اور سرکشی میں جب آگے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر پہاڑ کو حکم دیا۔ اس پر زلزلہ طاری ہو گیا، کڑک نے انہیں پکڑ لیا اور تمام کے تمام وہیں ڈھیر ہو گئے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہتے ہوئے زندہ کرنے کی درخواست کی کہ میں بنی اسرائیل کو ان کے سرداروں کے بارے میں کیا جواب دوں

Marfat.com

گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ فرما دیا، جب ان کے کبار کا یہ حال ہے تو نیچے والوں کا کیا ہوگا؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واختار موسی قومی سبعین رجلا لمیقاتنا فلما اخذتهم الرجفة قال رب لوشئت اهلكتهم من قبل وایای اتهلكنا بما فعل السفهاء منا ان هی الا فتنتك تضل بها من تشاء وتهدی من تشاء انت ولینا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغفرین))(الاعراف:155)

''اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لئے چنے، پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا، موسیٰ نے عرض کی: اے رب میرے! تو چاہتا تو پہلے انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا۔ تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا؟ وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے۔ تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔''

((واذ قال موسیٰ لقومه یقوم انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل فتوبوا الی بارئكم فاقتلوا انفسكم ذالكم خیر لكم عند بارئكم فتاب علیكم انه هو التواب الرحیم ٥ واذقلتم یموسی لن نؤمن لك حتی نری الله جهرة فاخذ تكم الصعقة وانتم تنظرون ٥ ثم بعثنكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون))(البقره:54-56)

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے، جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے، پھر موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔''

لہٰذا ان دونوں احوال کے درمیان نمایاں اور واضح فرق ہے، پہلی حالت میں حرکت، خوشی، سرور اور محبت کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کبار و اخیار میں سے کسی کو ادنیٰ سے ادنیٰ اذیت بھی نہ ہوئی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ تو بہتر سے بہتر تھے، جبکہ دوسری حرکت غضب اور انتقام کی تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مر گئے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان کو زندہ فرما دیا۔ یاد رہے ان دونوں جماعتوں کے ساتھ اولوالعزم نبی اور رسول تھے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کے ساتھ اللہ کے حبیب اور صفی سیدنا رسول اللہ ﷺ، لیکن دونوں رسولان کرام میں فرق معروف ہے۔ رہا دونوں جماعتوں میں فرق وہ بہت ہی زیادہ ہے۔ جو مصطفیٰ مختار ﷺ کے ساتھ تھے وہ صدیق اور شہدا تھے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ بلند درجات پر فائز ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((من النبین والصدیقین والشهداء والصلحین وحسن اولئك رفیقا))(النساء:69)

''انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

Marfat.com

یہ فرمانبردار، تابع، محسن، صالح اور اللہ ورسول کے حقوق ادا کرنے والے تھے، یہ اطاعت، حکم کی بجا آوری، تصدیق و یقین کے آخری درجہ پر فائز تھے، حضور ﷺ نے انہی کے بارے میں فرمایا:

''انہوں نے نہ تجاوز کیا، نہ آگے بڑھے اور نہ ناجائز کا مطالبہ کیا۔''

حتیٰ آپ ﷺ نے انہیں ان کی زندگی میں جنت کی بشارت عطا فرمادی، وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت انسانوں پر انبیاء کے بعد فضیلت رکھنے والے ہیں۔ تو کیوں نہ پہاڑ ایسی ہستیوں کی تشریف آوری پہ خوشی سے جھومیں، کیوں نہ ایسی سعادت مندی پر فخر کریں۔

لیکن جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ ان کا حال یہ نہ تھا، وہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب نہ تھے۔ ان کا ان سے کوئی تھوڑا سا تعلق بھی نہ تھا، کیونکہ انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا اور جب ان کو جہاد کا کہا تو کہنے لگے:

((فاذهب انت و ربك فقاتلا انا ههنا فعدون))(المائده:24)

''تو آپ جایئے اور آپ کا رب، تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔''

جب ناراض ہوتے تو ندامت کا اظہار کرنے لگے اور رب کے حضور معافی طلب کرنے کیلئے کہا، وہ سراسر بے ادب اور عدم تصدیق و یقین کا شکار تھے۔ جب معافی کیلئے حاضر ہوئے تو دیدار کا مطالبہ کردیا تو وہ بغاوت و سرکشی اور اپنے نبی کی عدم تصدیق میں بہت آگے جاچکے تھے۔ اس وجہ سے وہ اللہ کے عذاب کے مستحق بن گئے۔ پہاڑ پر زلزلہ طاری ہوگیا، کڑک نے پکڑ لیا اور تمام مارے گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی عزت و تکریم کی وجہ سے انہیں دوبارہ زندہ کردیا تاکہ ان پر اتمام حجت اور ان کو انکار و تکذیب کا سبب نہ بنائیں تو جیسا دو قوموں اور جماعتوں میں فرق تھا اسی طرح کی دونوں حالتوں میں بھی فرق ہے۔ جب پہاڑ اپنے اوپر مبارک ہستیوں کی وجہ سے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جھومے تو آپ ﷺ نے ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ فی الفور خاموش اور پرسکون ہوگئے۔

پتھروں اور درختوں کا اطاعت کرنا:

رسول اللہ ﷺ کی عظمت میں سے پتھر اور چٹانوں کی غلامی بھی ہے اور یہ واقعات کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر حج میں نکلے۔ طویل حدیث ہے، اس میں بچے والی خاتون کا اور زراع کا واقعہ ہے۔ اس کا آخری حصہ یہ ہے کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں نے کھجوروں کے باغات اور پتھروں کی چٹان دیکھی ہے۔''

فرمایا: ان باغات کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

((ان رسول الله يامر كن ان تدانين لمخرج رسول وقل للحجارة مثل ذلك))

''تمہیں اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، تم رفع حاجت کیلئے پردہ بنو اور اسی طرح پتھروں سے کہو۔''

میں ان کے پاس گیا اور آپ ﷺ کا حکم سنایا:

((فوالذى بعثه بالحق نبيا لقد جعلت انظر الى النخلات يخدذن الارض خدا حتى اجتمعن وانظر الى الحجارة يتقافزن حتى صرف رجما خلف النخلات))

Marfat.com

"اس اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا۔ میں نے دیکھا کہ درخت اپنی اپنی جڑوں سے اکھڑ کر اکٹھے ہو گئے اور پتھروں نے جمع ہو کر درختوں کے ساتھ مل کر دیوار بنالی۔"

میں نے واپس آ کر عرض کیا، فرمایا: پانی کا برتن لے کر چلو۔ جب آپ ﷺ نے رفع حاجت فرمالیا تو فرمایا: اے اسامہ! باغات اور پتھروں سے کہو اپنی جگہ واپس ہو جاؤ، لہٰذا میں نے انہیں آپ ﷺ کا پیغام دیا تو وہ اپنی جگہ لوٹ گئے۔

اسے ابو یعلی، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا، ان تمام کی سند میں معاویہ بن یحییٰ الصدفی ہے جو ضعیف ہے۔ اس کے باوجود حافظ نے مطالب میں فرمایا: اس کی سند حسن ہے اور اس میں ضعیف راوی ہے، لیکن امام احمد کے ہاں طریق یعلی سے اس کا شاہد ہے۔ اس کے محقق نے بوصیری سے نقل کیا، اسے ابو یعلی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور باب میں اس کے شواہد کا تذکرہ آچکا ہے۔

بیہقی کہتے ہیں:

"باب میں اس حدیث سے شواہد آچکے ہیں۔ اس کی مثل حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہم سے درختوں کے بارے میں روایت ہے جس میں زراع کا اضافہ ہے۔"

ہم کہتے ہیں اس حدیث کے متعدد شواہد ہیں، ہم آئندہ گفتگو میں اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

چٹان کا ٹوٹنا:

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ ایک چٹان ایسی آ گئی جس میں ہماری کدالیں عاجز آ گئیں۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، آپ ﷺ تشریف لائے۔

((فاخذ المعول فقال باسم الله فضرب ضربة فكسر ثلث الحجر))

"کدال لے کر اللہ کا نام لے کر اسے ماری اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔"

اور فرمایا:

((الله اكبر اعطيت مفاتيح الشام والله انى لابصر قصور ها الحمر من مكانى هذا))

"اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں عنایت کر دی گئیں ہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہاں کھڑے اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔"

پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو اس کا ایک اور تہائی حصہ ٹوٹ گیا، تو فرمایا:

((الله اكبر اعطيت مفاتيح فارس والله انى لا بصر المدائن وابصر قصرها الابيض من مكانى هذا))

"اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں ہیں۔ اللہ کی قسم! میں مدائن شہر اور اس کے سفید محل یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔"

پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو باقی چٹان بھی اکھڑ گئی تو فرمایا:

((الله اكبر اعطيت مفاتيح اليمن والله انى لا بصر ابواب صنعاء من مكانى هذا))

"اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں عطا کر دی گئیں ہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہاں سے صنعاء کے ابواب ملاحظہ کر رہا ہوں۔"

Marfat.com

اسے امام احمد، نسائی نے کبری میں اور بیہقی نے روایت کیا، حافظ نے فتح میں اسے حسن کہا۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے بھی اس کی مثل نقل کیا، بیہقی نے حضرت عمرو بن عوف اور نسائی نے طویل حدیث سند حسن سے ایک صحابی سے نقل کی، اس کا کچھ حصہ ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے رجال صحیح سے روایت کیا، ماسوائے عبداللہ ابن احمد بن حنبل اور نعیم العبدی کے یہ دونوں ثقہ ہیں۔ (مسند احمد 4-303)

3: حضرت ایمن مخزومی کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر کی خدمت میں گیا تو انہوں نے بتایا: یوم خندق میں ہم خندق کھودر ہے تھے، ایک سخت چٹان سامنے آگئی، ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، فرمایا: میں آرہا ہوں۔ آپ ﷺ تشریف لائے بطن مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے کیونکہ ہم نے وہاں تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔

((فاخذ رسول الله المعول فضرب في الكدية فعاد كثيبا اهيل))(بخاری، کتاب المغازی)

''آپ ﷺ نے کدال پکڑ کر ماری تو وہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔''

دیکھئے جس چٹان سے صحابہ کے کدال عاجز آگئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پریشانی کا اظہار کیا لیکن آپ ﷺ نے اسے ایک ہی ضرب لگائی تو وہ ذرہ ذرہ ہوگئی۔

شجر و حجر کا سلام پیش کرنا:

1: مظاہر محبت میں سے ایک سلام بھی ہے، انسان اکثر طور پر اسے ہی سلام کہتا ہے جو اسے محبوب ہو اور وہ اسے پہچانتا ہو، اگر چہ شریعت نے یہ تلقین کی ہے کہ تم ہر ایک کو سلام کہو: خواہ اسے تم جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان لا عرف حجرة بمكة كان يسلم على قبل ان ابعث انى لا عرفه الآن))

(مسلم، کتاب الفضائل)

''میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھے اعلان نبوت سے پہلے سلام عرض کرتا تھا۔ میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔''

2: امام احمد، ترمذی اور بیہقی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

((كان يسلم على ليالى بعثت))(مسند احمد 5-105)

''اعلان نبوت کی راتوں میں وہ مجھے سلام عرض کرتا تھا۔''

پتھر کا یہ سلام سیدنا علی کے اس مبارک قول کو بھی واضح کر رہا ہے۔ اگر چہ آپ ﷺ کو سلام عرض کرنے میں پتھر ہی مخصوص نہیں بلکہ اس میں پہاڑ، درخت اور ریت کے ذرات بھی شامل ہیں۔

3: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کے بعض علاقوں سے گزرے۔

((فمررنا بين الجبال والشجر فلم يمر بشجرة ولا جبل الا قال السلام عليك يا رسول الله))

''تو جن پہاڑوں اور درختوں کے پاس سے گزرتے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے: السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔''

4: روایات میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں:

Marfat.com

((فجعل لا يمر علي شجر ولا حجر الا سلم عليه))

''ہر درخت اور پتھر آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتا۔''

5: بیہقی کے الفاظ ہیں:

((فما استقبله شجر ولا مدر الا قال له السلام عليك يا رسول الله))

''ہر درخت اور سنگریزہ آپ ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے عرض کرتا: السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ!۔''

6: دوسرے مقام پر انہی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

((ولا يمر بحجر ولا شجر الاقال السلام عليك يا رسول الله وانا اسمعه))

''آپ ﷺ جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتے وہ عرض کرتا: السلام علیک یا رسول اللہ اور میں اسے سنتا۔''

اسے ترمذی نے حسن، حاکم نے صحیح قرار دیا، ذہبی نے حاکم کے حکم کو ثابت رکھا۔ دارمی، ابونعیم اور بیہقی نے بھی اسے روایت کیا۔ (مستدرک، 620,2)

ان تمام روایات میں یہ تصریح ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حجر، شجر، جبل اور ذرات نے سلام عرض کیا۔

7: حدیث جابر میں یہ تھا کہ پتھر کا سلام آپ ﷺ نے سنا کیونکہ اس وقت آپ ﷺ تنہا تھے، حدیث علی میں ہے کہ سلام حضرت علی اور دیگر ساتھیوں نے بھی سنا تو یہ حضور ﷺ کی خدمت عالی ہمیں جبال، اشجار اور احجار کا بصورت سلام نطق صریح تھا۔ جیسا کہ اہل سیر نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اعلانِ نبوت فرمانے کا حکم فرمایا:

((جعل لا يمر في شعاب مكة وبطون اوديتها فيمر لحجر او شجر الا قال السلام عليك يا رسول الله))(دلائل النبوة،از بيهقي، 143,2)

''تو آپ ﷺ مکہ کے جس علاقے اور وادی سے گزرتے ہر پتھر اور درخت عرض کرتا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ!۔''

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ الفاظِ سلام (السلام علیک یارسول اللہ) عہد جاہلیت میں معروف نہ تھے۔ جب انہیں آپ ﷺ کے رسول ہونے کا علم ہوا تو ان الفاظ سے سلام عرض کیا تو اب فاسق جنات اور انسانوں کا حال کیا ہوگا؟ اس کا فیصلہ خود کر لیجئے۔!

☆☆☆

فصل نمبر 3:

چاند، سورج، بادلوں اور اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ

چاند کا پھٹ جانا:

جب ضدی کفار نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ ﷺ چاند کے دو ٹکڑے کر دو تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی کر دکھایا۔ اس پر بھی وہ کہنے لگے: اس نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ مسافروں سے پوچھتے تو وہ کہتے: ہم نے چاند دو ٹکڑے ہوتے

Marfat.com

دیکھا ہے۔حتیٰ کہ اس وقت موجود صحابہ نے اس کا مشاہدہ کیا اور اس پر گواہی دی، چاند کا دوٹکڑے ہونا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔(نظم المتناثر، 135)

قرآن کریم میں بھی اس پر نص ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا اية یعرضوا یقولوا سحر مستمر وکذبوا واتبعوا اهوا هم وکل امر مستقر ولقد جاء هم من الانباء مافیه مزد جر حکمة بالغة فما تغن النذر))

(سورۃ القمر۔5.1)

''پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشان تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں: یہ تو جادو ہے چلا آتا اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی، انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت، پھر کیا کام دیں سنانے والے۔''

ہم تمام روایات کا تذکرہ کرنے کی طاقت تو نہیں رکھتے صرف ایک کا تذکرہ اور بعض کی طرف اشارہ بھی کریں گے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے آپ ﷺ سے چاند دوٹکڑے کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے ایسا کر دکھادیا۔(بخاری، کتاب المناقب)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم اس پر گواہ ہو جاؤ۔''

صحیح بخاری کی روایت میں دو دفعہ ہے:

((اشهدو ، اشهدوا))

مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے اس طرح الفاظ منقول ہیں۔مسلم میں حضرت ابن مسعود سے مروی الفاظ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم اشهد))

''اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔''

جب ہم اللہ کے اس ارشاد مبارک کو پڑھتے ہیں:

((وما ارسلنا من رسول الا یطاع باذن الله))(سورة النساء۔ 64)

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

تو ہم جمادات، نباتات اور حیوانات کی حضور ﷺ کی اطاعت کا راز پالیتے ہیں کہ یہ فقط حکم خداوندی سے ہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اذن دینے والا اور وہی حکم دینے والا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے چاند شق فرما کر انہیں دکھادیا اور اپنے رب کو اس پر گواہ بناتے ہوئے کہا:

''اے اللہ! آپ بھی اس پر گواہ ہیں۔''

حاضر صحابہ کو گواہ بنایا لیکن مشرکین، اسلام نہ لائے بلکہ اس کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا اور انہوں کہا: ہماری طرح اس نے چاند پر بھی جادو کر دیا حتیٰ کہ مسافروں سے پوچھتے تو وہ انہیں شق ہونے کا بتانے، انشقاق کے وقت چاند آسمان سے زائل ہو گیا تھا،

Marfat.com

بلکہ اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک حرا کی ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف اور پہاڑ درمیان میں آ گیا اور رہے دونوں ٹکڑے آسمان پر، مطالبہ کرنے والے اہل مکہ نے یہ عجیب منظر آنکھوں سے دیکھا۔

بعض اہل قصہ نے جو کہا: چاند آپ ﷺ کے گریبان سے داخل ہو کر آستین سے نکلا یا ہر ٹکڑا آپ ﷺ کی آستین میں آ گیا اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں۔

سورج کا پلٹنا:

((روی عن اسماء بنت عمیس انها قالت :بینما رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم نائم ذات یوم وراسه فی حجر علی رضی الله عنه ففاتته العصر حتی غابت الشمس فقال :اللهم ان علیاً فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت اسماء :فرایتها و الله غربت ثم طلعت بعد ماغربت ولم یبق جبل والارض الا طلعت علیه حتی قام علی رضی الله عنه و توضا وصلی ثم غربت))

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن میں رکھا ہوا تھا، اس وقت انہیں نیند آ گئی اور علی رضی اللہ عنہ سے نماز عصر قضاء ہو گئی، چونکہ سورج غروب ہو چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! علی ہمیشہ تیری اور تیرے پیغمبر کی اطاعت میں رہا ہے، سورج کو اس کیلئے واپس پلٹا دے۔ سیدہ اسماء کہتی ہیں: اللہ کی قسم! سورج غروب ہو چکا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دوبارہ طلوع ہوا اور کوئی ایسا پہاڑ اور زمین نہیں تھی جس پر اس کی روشنی نہ پڑی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے، وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس وقت پھر سورج غروب ہو گیا۔''

((بالاسناد، عن ابی عبد الله رضی الله عنه قال: صلی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم العصر فجاء علی رضی الله عنه ولم یکن صلاها، فاوحی الله الی رسول الله عند ذلك فوضع رأسه فی حجر علی رضی الله عنه: فقام رسول الله صلی الله علیه وله وسلم عن حجره وقد غربت الشمس فقال یا علی اما صلیت العصر؟ فقال: لا یا رسول الله فقال اللهم ان علیا کان فی طاعتك فاردد علیه الشمس، فردت علیه الشمس عند ذلك))

''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے، اس وقت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن میں رکھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن سے اٹھایا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ عرض کیا: نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! علی ہمیشہ تیری اطاعت میں رہا ہے، سورج کو اس کیلئے واپس پلٹا دے۔ اس وقت سورج واپس لوٹ آیا۔''

Marfat.com

بادل کا اطاعت کرنا:

آپ نے پڑھا احد، حرا اور ثبیر اکو آپ ﷺ نے قول اور فعل (پاؤں کی ٹھوکر) کے ذریعے حکم دیا تھا، اشارہ بھی حکم پر دال ہوتا ہے اور مامور سے اطاعت مطلوب ہوتی ہے خواہ کسی لفظ کے ذریعے حکم ہو یا اشارہ کے ذریعے، مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے بادل کو منتشر ہونے کا حکم دیا تو وہ حکم بجالاتے ہوئے فی الفور منتشر ہوگیا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں قحط پڑ گیا، جمعہ کے دن آپ ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!

((هلك المال و جاع العيال فادع الله مالنا ان يسقينا))

''مال ہلاک ہوگیا، لوگ بھوکے مر گئے، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمایئے۔''

رسول اللہ ﷺ نے مبارک ہاتھ دعا کیلئے اٹھا دیئے حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا:

((فثار سحاب امثال الجبال ثم ينزل عن منبره حتى رأيت المطر يتحا در على لحيته))

''تو پہاڑوں کی طرح بادل آگئے اور برسے۔ ابھی آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مقدس داڑھی تر ہوگئی۔''

پھر بارش جاری رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آگیا، پھر وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا:

((تهدم البناء وغرق المال فادع الله لنا))

''مکانات تباہ ہوگئے، اموال ڈوب گئے، ہمارے لئے دعا فرمایئے۔''

آپ ﷺ نے مبارک ہاتھ اٹھا دیئے اور دعا کی:

((اللهم حوالينا ولا علينا))

''اے ہمارے اللہ! اردگرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔''

آپ ﷺ کے ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی کہ آسمان صاف ہوگیا اور مدینہ دائرہ کی طرح صاف ہوگیا۔ اور وادی قناہ (نالہ) ایک مہینہ تک بہتا رہا، جو شخص بھی کسی علاقہ سے آتا وہ بارش کی اطلاع دیتا۔ (بخاری، کتاب الاستسقاء)

اس واقعہ پر مختلف طریق سے متعدد روایات ہیں، روایت مسلم میں یہ اضافہ ہے:

((فرايت السحاب يتمزق كانه الملاء حين تطوى حيث شبه تقطع الغيم و طيه على بعضه بالملحفه التي تلتف بها المراة اذا كانت منشورة ثم تطوى))(مسلم ، كتاب استسقاء)

''میں نے بادلوں کو اس طرح پھٹتے ہوئے دیکھا، گویا بھری ہوئی فضا لپیٹ دی گئی ہو اور بادل آپس میں اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ہوگئے جیسے کوئی خاتون پھٹی ہوئی روئی کو دھاگے کی صورت میں جمع کردے۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

((وفيه علم من اعلام النبوة في اجابة الله تعالىٰ دعا نبيه عليه واله الصلاة والسلام عقبه اومعه ابتداء في الاستسقاء وانتهاء في الاستصحاء وامتثال السحاب امره بمجرد

Marfat.com

الاشارة)) (فتح الباری، 2-5.7)

''اس حدیث میں شان نبوت کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی دعا قبول فرمائی، پہلے نزول بارش میں اور پھر بارش ختم فرمانے میں اور اس میں محض آپ ﷺ کے اشارہ سے بادلوں کا حکم بجالانا بھی ہے۔''

حدیث کے یہ الفاظ:

((''فما جعل يشير بيده الى ناحية من السماء الاتفرجت''))

اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کے اشارہ پر بادل متفرق ہو گئے، بلکہ مسلم کے الفاظ میں ہے: بادل پھٹ گئے اور وہ ایک دوسرے میں گھستے ہوئے مدینہ سے چلے گئے۔ اہل مدینہ پر دائرہ کی طرح ہو گئے، سورج نکل آیا اور لوگ دھوپ میں چلنے پھرنے لگے، حالانکہ مدینہ طیبہ کے اردگرد پہاڑوں، نالوں، وادیوں اور کھیتوں پر بارش ہوتی رہی۔ جب بادل حکم مان رہے ہیں، بادل اشارہ سے پھٹ رہے ہیں تو سوچئے عاقل مکلف انسان کو ان کی فرمانبرداری کس درجہ کرنی چاہیے جسے اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟

☆☆☆

فصل نمبر 4:

پانی اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ

متعدد واقعات:

اس طرح متعدد جگہ پر پانی کا بڑھ جانا بھی آپ ﷺ کی شان اقدس کا اظہار ہے، کسی جگہ آپ ﷺ نے وضو کا پانی کنویں میں ڈالا، کسی جگہ ہاتھ رکھ دیئے، کسی جگہ کلی کا پانی ڈالا، کسی کنویں میں کلی فرمائی، کسی جگہ مشکیزہ کو مبارک ہاتھوں سے پکڑا، کسی جگہ کنویں میں کنکریاں ڈالنے کیلئے رکھوائیں، بعض اوقات یہ واقعات سفر میں پیش آئے اور بعض اوقات گھر میں، کچھ کا تذکرہ آپ بھی ملاحظہ کریں۔

وہ صحابہ جن سے ایسے واقعات مروی ہیں:

بخاری ومسلم میں حضرت عمران بن حصین سے طویل حدیث میں منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں بہت پیاس لگی۔ ہم نے ایک خاتون دیکھی جو پانی کا مشکیزہ لئے جا رہی آئی تھی۔ ہم نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگی: یہاں پانی نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا: تیرے خاندان اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ کہنے لگی: ایک دن اور ایک رات کی مسافت ہے۔ ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں جانے کیلئے کہا۔ کہنے لگی: رسول اللہ کون ہیں؟ ہم اسے آپ ﷺ کے پاس لے گئے اور اس نے وہ ساری بات بتائی جو میں نے بتائی تھی۔

آپ ﷺ نے ان دونوں مشکیزوں کو مس فرمایا یا ان میں کلی فرمائی۔

((فشربنا عطاشا اربعون رجلا حتى روينا فملانا كل ربة معنا واداوة غير انهٗ لم نسق بعيراً))

''ہم چالیس افراد نے خوب سیر ہو کر پانی پیا تمام برتن بھی بھر لئے۔''

Marfat.com

اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات ہیں۔

یہاں آپ ﷺ نے دیکھا ہر جگہ پانی کے اضافہ کیلئے آپ ﷺ نے مختلف تصرف فرمایا: مثلاً قصہ حدیبیہ میں حضرت جابر نے بتایا کہ آپ ﷺ نے کلی کر کے اس میں پانی ڈالا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مبارک ڈول میں رکھ کر کچھ پڑھا۔ حدیث مسلم میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی اور اس میں لعاب دہن ڈالا۔

حدیث حضرت معاذ میں غزوہ تبوک کے چشمہ کے بارے میں آیا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اور چہرہ اقدس دھو کر پانی اس میں لوٹایا۔ حضرت مسور سے منقول ہوا کہ آپ ﷺ نے کنویں میں نیزہ گاڑنے کا حکم دیا، حضرت ابوقتادہ نے بتایا آپ ﷺ نے قدح صغیر اٹھائے رکھا اور میں مشکیزہ سے ڈالتا رہا اور آپ ﷺ پلاتے رہے۔ حضرت عمران بن حصین سے آیا کہ آپ ﷺ نے دونوں مشکیزوں پر ہاتھ پھیرا یا ان میں کلی فرمائی، ان تمام روایات کے مطابق پانی زیادہ ہوگیا اور کثیر تعداد نے پانی استعمال کیا اور یہ امر غیر عادی تھا، کیونکہ اسے عقل قبول نہیں کرتی حالانکہ زندگی بھر جنہوں نے اس کا بار بار، مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر مشاہدہ کیا انہوں نے اس کا ایک لحہ بھی انکار نہیں کیا۔

((بل كانو، ايلجوون اليه عند العطش الشديد لعلمهم بان الله تعالىٰ يجرى على يديه الكثير وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله))

”بلکہ وہ شدید پیاس میں آپ ﷺ کی طرف یہ جانتے ہوئے رجوع کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دست اقدس سے پانی زیادہ فرمادیتا ہے وما رمیت اذ رمیت اور وما ارسلنا اس پر شاہد ہیں۔“

اگر ہم اس کیساتھ وہ روایات بھی سامنے لے آئیں جن میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ سنگریزے کنویں میں ڈالنے کیلئے بھجوائے، وہ اس میں جب ڈالے گئے تو اس کے بعد اس کنویں کی تہ کا پتہ ہی نہ چلتا تھا جیسا کہ حضرت زیاد بن حارث الصدائی اور دیگر صحابہ سے مروی ہے تو کس قدر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کے اذن سے جمادات کس طرح رسول اللہ ﷺ کے حکم بجالاتے ہیں۔

حضرت ابوقتادہ کا مشکیزہ:

حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم سے صلح حدیبیہ کے واقعہ میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں تھوڑے سے پانی کے چشمہ پر تشریف فرما ہوئے، تھوڑی دیر میں اس کا پانی ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ کی خدمت پیاس لگنے کی شکایت کی گئی، آپ ﷺ نے ترکش سے تیر نکال کر دیا اور فرمایا: اسے اس میں رکھ دو۔

((فوالله مازال يجيش لهم بالرى حتى صداعنه))(بخاری ، کتاب الشروط)

”اللہ کی قسم! واپسی تک تمام لشکر اس سے سیراب ہوتا رہا۔“

اس میں اختلاف ہے کہ کنویں میں نیزہ گاڑنے والے کون تھے۔ حضرت سلمہ یا حضرت براء یا حضرت ناجیہ بن جندب یا حضرت خالد بن عبادہ الغفاری۔ مختلف روایات میں ان سب کے نام منقول ہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا؛

((انكم ان لا تدركو الماء غدا تعطشوا))(مسلم، کتاب الفضائل)

Marfat.com

''کل تمہیں پانی نہیں ملے گا اور تمہیں پیاس لگے گی۔''

اسی روایت میں ہے کہ ہم سو گئے اور گرمی آفتاب کی وجہ سے اٹھے، ہم حضور ﷺ کے ساتھ وہاں سے آگے چلے، پھر اترے تو فرمایا: تمہارے پاس پانی ہے۔؟ عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس مشکیزہ تھا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ فرمایا: لاؤ۔ میں نے حاضر کیا۔ فرمایا: اس سے تھوڑا تھوڑا لے لو لوگوں نے وضو کیا، اس میں سے تھوڑا سا پانی بچ گیا۔ فرمایا:

((اذدهر بهايا ابا قتاده فانه سيكون لهانبا))

''اے ابو قتادہ اسے محفوظ کر لو عنقریب اس کی عظیم شان ہوگی۔''

جب دو پہر کا وقت ہوا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ

((هلكنا عطشا تقطعت الاعناق))

''ہم پیاس سے ہلاک ہو گئے، برباد ہو گئے۔''

فرمایا: تم ہلاک نہیں ہوئے! اے ابو قتادہ! مشکیزہ لاؤ۔

میں نے حاضر کیا: فرمایا:

((احلل لی غمری))

''اس کا منہ کھول دو۔''

میں نے کھول دیا۔

((فجعل يصب فيه وسقى الناس فازدحم الناس عليه))

''آپ ﷺ نے اس سے انڈیلنا شروع فرمایا اور لوگوں نے پینا شروع کیا حتیٰ کہ بھیڑ ہو گئی۔''

فرمایا:

((یاایها الناس احفوا الملاء فكلكم سيصدر عن رى))

''برتن بھر لو جو تمہیں بعد کی پیاس میں سیراب کریں۔''

تمام لوگوں نے پانی پیا حتیٰ کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہ گیا تو فرمایا: اے ابو قتادہ تم بھی پیو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ پہلے آپ پئیں، فرمایا: قوم کا ساقی آخر میں پیتا ہے۔ میں نے پیا اس کے بعد آپ ﷺ نے پیا۔

((وبقى فى الميضاة نحو مما كان فيها وهم يومئذ ثلاثمائة))

''اس مشکیزہ میں پانی اسی طرح باقی رہا حالانکہ اس دن پانی استعمال کرنے والے تین سو افراد تھے۔''

اسے امام احمد اور امام مسلم نے روایت کیا۔ (مسند احمد، 5-298)

تھوڑے سے پانی سے تین سو آدمیوں کا سیر ہو کر پینا اور پھر مشکیزہ کا اسی طرح بھرا رہنا بلاشبہ تعجب والی بات ہے۔ مگر جب ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک پڑھتے ہیں:

((وما ارسلنا من رسول الله الا ليطاع باذن الله))(النساء۔64)

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

Marfat.com

اور

((وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی))(انفال۔17)

''اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔''

تو ہم آگاہ ہو جاتے ہیں کہ اصلاً تصرف تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔

تبوک کا چشمہ:

حضرت معاذ بن جبل سے غزوہ تبوک کے حوالے سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا:

''ان شاء اللہ کل تم تبوک کے چشمے پر پہنچو گے۔ اس وقت دن روشن ہو چکا ہو گا۔ تم میں سے جو کوئی بھی پہلے پہنچ جائے میرے آنے تک اسے ہاتھ نہ لگائے۔''

ہم نے چلو کے ذریعے وہاں سے پانی جمع کیا۔

((غسل رسول اللہ ﷺ فیہ یدیہ و جھہ ثم اعادہ فیھا فجرت العین بماء منھم))

''آپ ﷺ نے اس میں اپنے مبارک ہاتھ اور چہرہ اقدس دھو کر پانی ڈالا جس کی برکت سے پانی بصورت نہر جاری ہو گیا۔''

تمام لوگوں نے پانی استعمال کیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((یوشك یا معاذ اذ طالت بك حیاۃ ان تریی ماھھنا قد ملئی جنانا))(مسلم، کتاب الفضائل)

''معاذ! تیری زندگی طویل ہوگی تو اس مقام پر ہرے بھرے باغ پائے گا۔''

لعاب دہن اور پانی میں برکت:

مسلم میں حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قلیل پانی کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے اور دعا فرمائی۔

((وبصق فیھا فجاشت فسقینا واستقینا))

''اور اس میں لعاب دہن ڈالا جس کی برکت سے وہ ابل پڑھا۔ ہم خوب سیراب ہوئے اور دوسروں کو بھی سیراب کیا۔''

حدیبیہ کا کنواں:

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو صحابہ تھے۔ وہاں کنواں تھا جس سے ہم نے پانی استعمال کیا اب اس میں قطرہ پانی نہ رہا۔ آپ ﷺ کنویں کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے۔

((فدعا بماء فمضمض ومج فی البئر فمکثنا غیر بعید ثم استقینا حتی روینا))

(بخاری، کتاب المناقب)

''آپ ﷺ نے پانی منگوا کر منہ میں رکھا اور پھر کنویں میں کلی فرمائی تھوڑی دیر کے بعد ہم نے خوب سیراب ہو کر پانی پیا۔''

پانی کا نہر کی صورت اختیار کرنا:

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، ہم ایک جگہ ٹھہرے یہاں پانی بہت کم تھا، ہم میں سے چھ (چھٹا میں تھا) آدمی پانی پینے کیلئے گئے، میرے برتن میں اتنا پانی بھی نہ آیا کہ حلق تر ہو جائے۔ میں ڈول اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔

Marfat.com

((فغمس یدہ فیھا فقال ماشاء اللہ ان یقول))
''آپ ﷺ نے اس میں دست مبارک داخل فرما دیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ پڑھا۔''
پھر آپ ﷺ نے ڈول میں لوٹا دیا۔
((لقد رایت اخذنا اخرج بثوب خشیة الغرق ثم ساحت نھرا))
''خطرہ غرق کے پیش نظر کپڑے سنبھالنے لگا اور پانی نہر کی صورت اختیار کر گیا۔''
اسے امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے، حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:
''یہ واقعہ یوم حدیبیہ کے علاوہ کا ہے۔'' (مسند احمد، 4-297)

مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے:

اس موضوع سے مناسب آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا بھی ہے۔ ان کثیر احادیث میں سے کچھ ہم بیان کرتے ہیں۔

حضرت جابر سے مروی طویل حدیث میں ہے کہ ہم ایک غزوہ میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جابر! وضو کیلئے آواز لگاؤ۔''

میں نے اونچی اونچی کہا: وضو، وضو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ پانی کا قطرہ تک نہیں ہے۔ ایک انصاری صحابی حضور ﷺ کیلئے مشکیزہ میں ٹھنڈا پانی رکھا کرتے تھے۔ فرمایا: فلاں انصاری کے مشکیزہ میں پانی دیکھو۔ میں نے مشکیزہ جا کر دیکھا تو وہاں صرف چند قطرے پانی تھا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اسے کسی خشک برتن میں ڈالتا ہوں تو پانی کے قطرے جذب ہو جائیں گے۔ فرمایا: جاؤ! اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں لایا، آپ ﷺ نے اسے ہاتھ میں پکڑا، کچھ پڑھا جو مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ پھر اس پر ہاتھ پھیرا، مجھے عطا فرمایا اور فرمایا: ٹب لے آؤ۔ ٹب لا کر آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا گیا، مشکیزہ کی طرح ہی اس میں بھی کیا۔ اپنا دست مبارک پھیلا کر اس کے اندر رکھ دیا اور مجھے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر پانی کو میرے ہاتھ پر ڈالو۔ میں نے حکم کے مطابق کیا۔

((فرأیت الماء یفور من بین اصابع رسول اللہ ﷺ ثم فارت الجفنة ودات حتی امتلات))
''میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ پڑا، ٹب نے جوش مارا اور پانی سے بھر گیا۔''
فرمایا: جاؤ اعلان کر دو جسے بھی پانی کی ضرورت ہے وہ حاصل کر لے۔

تمام لوگوں نے اپنی اپنی حاجت اور ضرورت کے مطابق پانی حاصل کر لیا حتیٰ کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اب ہر ایک کی ضرورت پوری ہو گئی ہے۔

((فرفع رسول اللہ ﷺ یدہ من الجفنة وھی ملائی)) (مسلم کتاب الزھد)
''آپ ﷺ نے ٹب سے ہاتھ اٹھایا تو وہ ابھی تک بھرا ہوا تھا۔''

حد تواتر کو پہنچنے والے واقعات:

آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے چشموں کے جاری ہونے کے بارے میں تواتر معنوی ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اس واقعہ کو کثیر ثقہ راویوں نے جم غفیر اور متصل سند سے روایت کیا ہے اور یہ واقعہ متعدد مقامات پر پیش آیا، کبھی مجالس میں، کبھی غزوات میں، کبھی شہر مدینہ کے اندر اور کبھی باہر اور کسی نے بھی اس کے راویوں پر انکار نہیں کیا، لہٰذا یہ واقعہ آپ ﷺ کے قطعی معجزات میں سے ہے۔''

امام قرطبی رقم طراز ہیں:

''آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا متعدد بار متعدد مقامات پر ظہور پذیر ہوا۔''

((وودرت من طرق كثيرة يفيد مجموعها العلم القطعي المستفاد من المتواتر المعنوى))

''یہ واقعہ اتنے کثیر طرق سے مروی ہے جن کا مجموعہ اس علم قطعی کا فائدہ دیتا ہے جو تواتر معنوی سے حاصل ہوتا ہے۔''

آگے کہتے ہیں:

''ایسے معجزہ کا ظہور ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی سے نہیں ہوا، صرف آپ ﷺ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔'' (فتح الباری:6-585)

حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم آیات الٰہیہ کو برکت تصور کرتے تم ان سے ڈرتے ہو، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے اور پانی میں کمی آ جاتی تو آپ ﷺ فرماتے: پانی تلاش کرو۔ صحابہ تھوڑا سا پانی لے آتے، آپ ﷺ دست مبارک اس میں رکھتے اور فرماتے:

((حی علی الطهور المبارك والبركة من الله فلقد رايت الماء ينبع من بين اصابع رسول الله ﷺ))(بخاری، كتاب المناقب)

''مبارک پانی کی طرف آؤ، برکت اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔''

اگر لاکھ صحابہ بھی ہوتے تو انگشتان مبارک سے نکلنے والا پانی کافی ہوتا:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن صحابہ کو سخت پیاس لگی، رسول اللہ ﷺ کے پاس کٹورا تھا جس سے آپ ﷺ وضو فرماتے تھے۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہونے لگے، فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا: پیاس لگی ہے! پانی نہیں، اس لئے اس کی طرف رجوع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے دست مبارک کٹورا میں رکھ دیا۔

((فجعل الماء يتور بين اصابعه كا مثال العيون فشربنا وتوضانا))

''آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی پھوٹنے لگا، ہم نے اس سے پیا بھی اور وضو بھی کیا۔''

کسی نے پوچھا: اس وقت صحابہ کی تعداد کیا تھی؟ فرمایا: اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔

((لو كنا مائة الف لكفانا))(بخاری، كتاب المناقب)

''اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پھر بھی پانی کافی ہو جاتا۔''

Marfat.com

حضرت انس کی روایت:

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ مقام زوراپر تھے (یہ جگہ مدینہ کے بازار میں ہے اور وہاں اب مسجد ہے) آپ ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا، آپ ﷺ نے اس میں دست اقدس رکھا۔

((فجعل الماء ينبع من بين اصابعه فتوضا جميع اصحابه))

''آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے اور تمام صحابہ نے وضو کیا۔''

حضرت قتادہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: اس وقت صحابہ کی تعداد کیا تھی؟ فرمایا:

((كانوا زهاء الثلاث مائة))(المسلم، كتاب الفضائل)

''اس وقت تین سو صحابہ تھے۔''

اس روایت کی متعدد اسنادیں ہیں اور یہ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

چشموں کی کیفیت میں اقوال:

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی جاری ہوا اور یہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے سے کہیں بڑھ کر معجزہ ہے۔ اس کی تائید حضرت جابر کے یہ الفاظ بھی کرتے ہیں:

((فرايت الماء ينبع من بين اصابعه))

''میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ پڑا۔''

امام مزنی کہتے ہیں:

''حضور ﷺ کی مقدس انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا، پتھر سے جاری ہونے والے چشمے سے کہیں بڑھ کر معجزہ ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عصا سے ضرب لگائی تو پانی جاری ہوگیا کیونکہ پتھروں سے پانی کا جاری ہونا معروف ہے لیکن گوشت اور خون سے پانی کا جاری ہونا معروف نہیں۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''حدیث ابن عباس تو اس معاملہ کو خوب واضح کردیتی ہے، کیونکہ اس میں یہ ہے کہ صحابہ مشکیزہ لے آئے، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھا، پھر انگلیاں الگ الگ کیں تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا۔''

ہم کہتے ہیں:

اگر اس روایت کے وہ الفاظ سامنے رہیں جنہیں امام احمد اور بیہقی نے نقل کیا تو بات اور کھل جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں تھوڑا سا پانی لایا گیا۔

((فجعل رسول الله ﷺ على فم الاناء وفتح اصابعه قال فانفجرت من بين اصابعه عيون))

''آپ ﷺ نے برتن کے منہ پر دست مبارک رکھا اور اپنی انگلیاں کشادہ فرمائیں تو ان کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔''

ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے پانی میں ہی کثرت پیدا فرمادی ہو اور آپ ﷺ کی انگلیوں سے نہیں بلکہ ان کے درمیان سے

Marfat.com

پھوٹ رہا ہو، اگر یوں بھی ہو تو پھر بھی یہ عظیم اور اعلیٰ معجزہ ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

”پہلی صورت میں معجزہ نہایت ہی بلیغ ہے اور احادیث سے اس کی تردید نہیں ہوتی لہٰذا پہلا قول ہی بہتر ہے۔“

(فتح الباری:6-585)

ہم کہتے ہیں کہ پہلا قول نہایت ہی واضح ہے، رہا دوسرا قول تو خواہ موجود پانی کے اجزاء کو اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا ہو یا اور پانی کا اضافہ کر دیا ہو دونوں اعجاز کی صورت ہیں حضور ﷺ نے تھوڑا سا پانی لے کرامت پر رحمت وشفقت فرمائی۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

دیگر بے جان چیزیں اور محبت واطاعت مصطفیٰ

بکری کی دستی:

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے کھانے میں اضافہ ہونا تواتر معنوی سے ثابت ہے، کیونکہ یہ مختلف اوقات، مختلف مقامات اور مختلف احوال میں وقوع پذیر ہوا۔ کبھی شہر مدینہ کے اندر اور کبھی اس سے باہر۔ خواہ اس میں آپ ﷺ نے لعاب دہن ڈالا یا دست اقدس اس پر رکھا یا اس پر ہاتھ پھیرا، تمام کا تذکرہ کرنا تو ہمارے بس میں نہیں، البتہ بعض کا ذکر کرتے ہیں اور بعض کی طرف اشارہ کریں گے۔

حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بکری کا گوشت تیار کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ابورافع اس کی دستی لاؤ۔“

میں نے پیش کیا۔ دوبارہ فرمانے پر دستی پیش کی۔ تیسری دفعہ فرمایا: ابورافع دستی لاؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!

((وهل للشاة الا ذراعان))

”ہر بکری کی دو ہی دستیاں ہوتی ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لو سكت لنا و لتني منها دعوت به))

”تم اگر خاموش رہتے، میرے کہنے پر دیتے رہتے تو یہ ختم نہ ہوتیں۔“

اسے امام احمد اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں نقل کیا۔ امام احمد کی ایک سند حسن ہے۔ اسے امام احمد، ابن حبان اور ابونعیم نے بھی سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اسے امام احمد، دارمی، ابن سعد، ترمذی نے شمائل میں، طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوعبیدہ خادم رسول سے روایت کی اور اس کے راوی صحیح کے ہیں، ماسوائے شہر بن حوشب کے، انہیں بھی متعدد لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

اسے طبرانی نے کبیر میں ثقہ راویوں سے روایت کیا۔ ابن کثیر نے ابویعلی سے حضرت ابورافع کی اہلیہ حضرت سلمٰی سے

Marfat.com

اسے بیان کیا۔ اسے ابو یعلی، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا۔ حافظ ابن حجر نے مطالب میں حضرت اسامہ بن زید سے نقل کر کے حسن کہا۔ اس میں کچھ ضعف ہے، مگر اس کا شاہد ہے، محشی اور محقق نے بوصیری سے اس کا حسن ہونا نقل کیا ہے۔

اسے امام احمد نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں مجہول راوی ہے یعنی ایک صحابی سے ہے تو یہ حدیث مختلف طرق سے صحیح ہے۔

چند کھجوریں پورے لشکر کی خوراک:

اس کے علاوہ متعدد نصوص ہیں جن میں خوارق اور معجزات عظیم کا تذکرہ ہے۔ مثلاً: مسلم میں حضرت سلمہ سے مروی ہے کہ خیبر کے دن لشکر کا کھانا صرف اس قدر کھجور تھی جو بکری کے کھر کے برابر ہوں۔

کثیر روایات:

اس طرح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ قلیل زادراہ سے پورے لشکر کو کھانا کھلایا گیا، مسلم میں حضرت جابر سے جو کا واقعہ اور ام مالک کے گھی کے برتن کا واقعہ بھی منقول ہے۔ بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو کا واقعہ اسی طرح حضرت جابر کے والد کے تمام قرض خواہوں کے قرض کی کھجوروں سے ادائیگی کا واقعہ بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی تھیلی، حضرت سمرہ سے منقول پیالہ کا واقعہ، حضرت نعمان بن مقرن سے مروی واقعہ کہ کھجوروں کا ڈھیر چار سو آدمیوں کو دیا گیا۔ حضرت دکین بن سعید سے مروی ہے کہ تھوڑی سی کھجوروں کو چار سو چالیس افراد میں تقسیم کیا گیا اور ان کے لئے کافی ہوگئیں، یہ تمام کی تمام روایات صحیح ہیں اور ان کے علاوہ بھی کثیر روایات ہیں۔

دودھ کے پیالے میں برکت:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ قسم اس ذات اقدس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں بھوک کی وجہ سے اپنے سینے کو زمین پر رکھ دیتا، کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک دن ایک راستہ پر بیٹھ گیا جدھر سے صحابہ کا گزر ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ تشریف لائے، مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے حال کو محسوس بھی فرما لیا۔ فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: ''حاضر ہوں۔'' فرمایا: میرے ساتھ چلو! میں پیچھے ہولیا۔ آپ ﷺ گھر داخل ہوئے، مجھے بھی داخل فرما لیا، گھر میں ایک پیالہ دودھ تھا فرمایا:

''اصحاب صفہ کو بلا کر لاؤ۔''

میں نے دل میں سوچا یہ صرف میرے لئے کافی تھا۔ اصحاب صفہ کیلئے کہاں پورا آئے گا۔؟ انہیں بلا کر لایا تو فرمایا:

''تم ہی انہیں پلاؤ۔''

ذہن میں آیا اب تیرے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

((ولم یکن من طاعة الله وطاعة رسوله بد))

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔''

میں نے دودھ پلانا شروع کیا، ہر صحابی نے پیا مگر دودھ کا پیالہ اسی طرح بھرا رہا، جب ہر صحابی نے سیر ہو کر پی لیا تو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

Marfat.com

((فاخذ القدح فوضعه علی یده فنظر الی فتبسم))

''آپ ﷺ نے پیالہ لیا ہاتھ میں رکھ کر میرے طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔''

پھر فرمایا:

''اے ابو ہریرہ! اب میں اور تم ہی رہ گئے ہیں۔''

میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں نے پیا، فرمایا: دوبارہ پیو۔ آپ ﷺ مجھے پینے کا حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ میں نے عرض کیا:

((لا والذی بعثك بالحق ما اجدله مسلکا))

''قسم اس ذات اقدس کی جس نے آپ ﷺ کو بھیجا اب کوئی گنجائش نہیں۔''

فرمایا: پیالہ مجھے دو۔ میں نے پیش کیا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، بسم اللہ پڑھی اور دودھ پیا تو وہ ختم ہوا۔

(بخاری، الرقاق)

بے مثل برکت:

ہمارے نبی کا یہ بھی معجزہ ہے کہ بکری کا جگر ایک سوتیس آدمیوں نے کھایا، ایک صاع جو اور بکری کو اتنے ہی آدمیوں نے کھایا پھر بقیہ حضرت عبد الرحمٰن نے اونٹ پر لادا، مذکورہ حدیث میں آیا کہ ایک پیالہ دودھ سے تمام اہل صفہ سیر ہو گئے۔ حالانکہ معمول کے مطابق تو ایک شخص کیلئے کافی نہیں ہوتا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اصحاب صفہ کی تعداد اس وقت سو سے زائد یا اس کے قریب تھی تو اس معجزہ کا عظیم ہونا اور برکت نبوی ﷺ کا نہایت ہی آشکار ہونا سامنے آتا ہے۔

بکری کے جگر کے سالن میں برکت:

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق سے مروی ہے کہ ہم ایک سوتیس آدمی حضور ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے پوچھا:

''تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے؟''

تو ایک آدمی کے پاس صاع جو نکلے۔ انہیں گوندھ لیا گیا، پھر ایک مشرک بکریاں چراتا ہوا آ گیا۔ اس سے فرمایا: بکری بطور بیع یا عطیہ دے دو۔ اس نے کہا: عطیہ نہیں! ہاں! خرید لو۔ آپ ﷺ نے بکری خرید لی اور اسے بھی ذبح کر کے تیار کر لیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے جگر کو الگ بھوننے کا حکم دیا:

((وایم الله ما من الثلاثین ومائة الاحزله رسول الله حزة حزة من سواد بطنها ان کان شهدا اعطا وان کان غائبا خباء له و جعل قصعتین فاکلنا منها اجمعون وشبعنا وفضل فی القصعتین فحملته علی البعیر))(بخاری، کتاب المناقب)

''اللہ کی قسم! ہم ایک سوتین آدمی تھے۔ آپ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے فرما کر تقسیم فرمایا، جو حاضر تھے انہیں عطا فرمایا اور جو غیر حاضر تھے ان کے لئے رکھ لیا اور اسے دو پیالوں میں ڈال دیا۔ ہم تمام نے جی بھر کر کھایا، ان میں سے جو بچا وہ میں نے اپنی سواری پر رکھ لیا۔''

Marfat.com

حضرت ام سلیم کی دعوت......کھانے میں برکت:

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم سے کہا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی نہایت ہی پست آواز سے بھوک محسوس کی ہے۔کیا تیرے پاس کچھ ہے؟''

کہنے لگیں: ہاں! پھر وہ کچھ جو کی روٹی کے ٹکڑے لائیں، اس نے انہیں کپڑے میں ڈھانپ کر مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ساتھ صحابہ بھی تھے، میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟''

عرض کیا: ہاں۔فرمایا: کھانے کیلئے؟ عرض کیا: ہاں۔آپ ﷺ نے تمام پاس بیٹھنے والوں کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔میں نے پہلے جا کر بتا دیا تو ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا:

((قد جاء رسول الله بالناس وليس عند نا ما نطعمهم))

''حضور ﷺ صحابہ کو ساتھ لے آئے ہیں، حالانکہ ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں۔''

انہوں نے آگے سے کہا فکر کیا؟

((الله و رسوله اعلم))

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہر معاملہ کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔''

ابوطلحہ نے آپ ﷺ اور دیگر مسلمانوں کا استقبال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((هلمي ما عندك يا ام سليم))

''ام سلیم جو کچھ ہے لے آؤ۔''

انہوں نے موجود روٹی پیش کر دی، آپ ﷺ کے حکم کے مطابق ان پر گھی ڈال کر ڈھانپ دیا۔

((ثم قال فيه رسول الله ماشاء الله ان يقول))

''پھر آپ ﷺ نے مشیت الٰہی کے مطابق کچھ پڑھا۔''

اور فرمایا:

''دس دس آدمیوں کی جماعت آتی جائے اور کھانا تناول کرتی جائے۔''

اسی طرح تمام لوگ آئے اور انہوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا، ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔(بخاری، کتاب المناقب)

اس روایت کو مسلم نے نو طریق سے بیان کیا ہے۔

بعض روایات میں مثلاً: مسند احمد میں ہے کہ جو نصف مد تھے۔

حضرت جابر کی دعوت:

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی میں نے آپ ﷺ کو نہایت ہی پست آواز دیکھا، اہلیہ کے پاس گیا، پوچھا: گھر میں کوئی شے ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہایت ہی پست آواز میں دیکھا۔وہ میرے پاس چمڑے کا تھیلا لائی جس میں ایک صاع جو تھے، ہمارے پاس ایک مینڈھا تھا، اسے میں نے ذبح کیا، اہلیہ نے جو

Marfat.com

پیچھے میرے قریب ہونے لگی۔ اس نے کہا مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ اس نے ہنڈیا تیار کی تھی، میں آپ ﷺ کی خدمت میں چلا گیا اور
آپ ﷺ سے چپکے سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں
یا رسول اللہ ﷺ! آپ ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا

تشریف لائیں۔

آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

((یا اهل الخندق ان جابرا قد صنع سورا فحی هلا بکم))

اے اہل خندق! جابر نے کھانا تیار کیا ہے جلدی چلو۔

اور مجھے فرمایا: میرے آنے تک ہنڈیا چولہے سے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ پکانا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ بیوی نے مجھے سخت برا بھلا کہا۔ میں نے کہا: میں نے تو تمہارے کہنے کے مطابق ہی آپ ﷺ سے عرض کیا تھا۔

((فاخرجت له عجينا فبصق فيه وبارك ثم عمد الى برمتنا فبصق وبارك))

پھر بیوی نے آٹا نکالا تو آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ہنڈیا کی طرف بڑھے اور اس میں لعاب ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔

اس کے بعد فرمایا: روٹی پکاؤ اور سالن نکالتے جاؤ مگر ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارو۔

((وهم الف فاقسم بالله لقد اكلوا حتى تركوه وانحرفوا وان برمتنا لتغط كما هي وان عجيننا ليخبز كما هو)) (بخاری، کتاب المغازی)

اس وقت صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اللہ کی قسم! سب نے سیر ہو کر کھایا، جب وہ سب چلے گئے تو ہماری ہنڈیا اسی طرح بھری ہوئی تھی اور آٹا بھی اسی طرح گوندھا ہوا تھا۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔

آپ ﷺ نے روٹیوں کے ٹکڑے فرما کر ان پر سالن ڈالا، ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے، اس طرح سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے۔ اس حدیث کی تخریج اپنی جگہ میں ملاحظہ کیجئے۔

منبر شریف کا جذبہ محبت

رسول اللہ ﷺ سے بے جان چیزوں کی محبت کا ایک واقعہ منبر شریف کا جذبہ محبت بھی ہے۔ جب کبھی آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی آیت تلاوت کی اور اس پر منبر شریف نے محبت کا اظہار کیا۔

مشرکین نے آپ ﷺ کو عبادت اصنام کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے اس آیت کے ذریعہ اس کا جواب دیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کرتے جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان کی ہے۔ اس سے ایسا محبت کا سا حال طاری ہو گیا جس سے چیزوں پر خشوع کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یہ تو ایک حقیقت ہے جس کا وقوع روز قیامت ہو گا۔ تمام زمین اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہوگی، آسمانوں کو اپنے دست قدرت سے لپیٹ دے گا اور منبر زمین کا ایک حصہ

ہے۔اس وجہ سے اس پہ خشیت اور ہیبت طاری ہوگئی، اس پر شدید اضطراب اور خوف ونزع کا حال طاری ہوگیا۔حتیٰ کہ صحابہ کو اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف عارض نہ ہو جائے۔

باقی آیت میں قیامت کا ذکر اس لئے ہے کہ اس دن تمام دعوے ختم ہو جائیں گے۔اس لئے حدیث میں ہے: میں مالک ہوں، کہاں ہیں جابر، کہاں ہیں متکبر، کوئی جواب نہیں دے گا اور نہ کوئی بول سکے گا، اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

((یوم هم برزون لا یخفی علی الله منهم شیء لمن الملك الیوم لله الواحد القهار))

(المومن:16)

''جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے اللہ پر، ان کا حال چھپا نہ ہوگا، آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔''

جب حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور تکرار فرمایا تو منبر سن کر جھوم اٹھا اور اس پر خوف وخشیت کی کیفیت طاری ہوگئی، جب آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی تو وہ بھی خاموش وساکن ہوگیا تو آپ ﷺ کی قرأت ہی تھی جس پر منبر جھوم اٹھا، اگر کوئی دوسرا قرأت کرتا تو ایسا نہ ہوتا، جب آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی تو وہ بھی ساکن اور خاموش ہوگا۔

حضرت عبید اللہ بن مقسم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کے بارے میں ارشاد فرمایئے تو انہوں نے فرمایا:

''آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آسمان وزمین ہے اور فرمارہا ہے: میں اللہ ہوں جو قبضہ کھولتا اور بند فرماتا ہے میں مالک ہوں۔

((حتی نظرت الی المنبر یتحرکه من اسفل شی منه حتی انی لاقول اساقط هو برسول الله))(مسلم، کتاب صفة المنافقین)

''میں نے منبر کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت میں تھا کہ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہیں رسول اللہ ﷺ گر نہ جائیں۔''

احمد اور ابن حبان وغیرہ نے انہی سے یوں روایت کیا ہے۔آپ ﷺ نے منبر پر یہ آیت مبارکہ فرمائی:

((وما قدرو ا الله حق قدره والارض جمیعا قبضته یوم القیمة والسموت مطویت بیمینه سبحنه و تعلی عما یشر کون))(الزمر:67)

''اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔''

پھر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں جبار ہوں، میں متکبر ہوں، میں مالک ہوں، میں بلند ہوں اور اس نے اپنی ذات اقدس کی بزرگی بیان کی ہے۔''

آپ ﷺ نے ان کلمات کو بار بار دہرایا:

((حتی رجف بها المنبر حتی ظننا انه سیخربه))(مسند احمد:2-72)

''حتیٰ کہ منبر کانپ اٹھا اور ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں آپ ﷺ گر نہ جائیں۔''

Marfat.com

بتوں کا گرنا:

فتح مکہ کے وقت جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے، آپ ﷺ نے ہاتھ میں قوس لے کر ہر ایک کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ آیات کی تلاوت فرمائی تو تمام بت اوندھے منہ جھک کر گر پڑے، حالانکہ شیطان ان کو نیچے سے راص کے ساتھ سنبھال رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔

((فجعل يطعنها بعود في يده ويقول وقل جاء الحق))

''آپ ﷺ نے ہاتھ کی چھڑی انہیں لگائی اور پڑھا قل جاء الحق۔''

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے استلام فرمایا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا:

((فاتى على صنم الى جنب البيت، كانوا يعبدونه قال وفي يد رسول الله ﷺ قوس وهواخذ يسية القوس فما اتى على الصنم جعل بطنه في عينه ويقول وقل جاء الحق وزهق الباطل))(مسلم ، كتاب الجهاد)

''پھر اس کے پاس تشریف لائے جن کی کفار پوجا کرتے تھے، آپ ﷺ کے دست اقدس میں کمان تھی، آپ ﷺ نے ہر بت کی آنکھوں پر کمان مارتے ہوئے پڑھا: قل جاء الحق و زهق الباطل۔''

رہا بتوں کا آپ ﷺ کے اشارہ سے گرنا تو اس پہ یہ روایات شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ تشریف لائے تو کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن کے قدم ابلیس نے رصاص سے مضبوط باندھ رکھے تھے۔

((فجاء و معه قضيبه فجعل يهوى به الى كل صنم منها فيخر لوجهه و يقول جا الحقو زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاحتي مربه عليها كلها))

''آپ ﷺ تشریف لائے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ ﷺ نے ہر بت پر ماری تو وہ منہ کے بل گر پڑا اور ساتھ آپ ﷺ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے: جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاحتی کہ تمام بت گر پڑے۔''

اسے طبرانی نے کبیر میں، تیمی نے دلائل میں، بزار اور بیہقی نے دلائل میں رجال ثقہ سے روایت کیا اور فاکھی نے بھی اسے نقل کیا۔ (المعجم الکبیر، 10-339)

((فلم يبق وثن استقبله الا سقط على قفاه مع انها كانت قابتة بالارض))

''جس بت کے سامنے سے آپ ﷺ کا گزر ہوتا وہ پشت کے بل گر پڑتا حالانکہ وہ زمین میں گھڑے ہوئے تھے۔''

اسے فاکھی، طبرانی نے کبیر اور اوسط میں ذکر کیا، ابن حبان نے اسے صحیح کہا۔ بیہقی نے بھی دلائل میں حضرت عبداللہ بن عمر سے اس کی مثل نقل کیا لیکن اس کی سند میں ضعف ہے لیکن سابقہ روایت اس کی موید ہے۔ (دلائل النبوت، از بیہقی 5-72)

Marfat.com

غزوہ حنین وبدر میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مٹی یا سنگریزے کی مٹھی بھر کر دشمنوں کی طرف پھینکی تو ان میں سے ہر ایک کی آنکھوں اور منہ میں داخل ہوگئی اور سب بھاگ گئے۔

بدر کے دن مشرکین کی فوج، مسلمانوں سے تعداد اور اسلحہ کے اعتبار سے تین گنا تھی، یوم حنین کو میدان ان کے پاس تھا، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اور صرف رسول اللہ ﷺ اور قلیل تعداد میں مجاہدین رہ گئے تھے، آپ ﷺ دشمنوں کی طرف بڑھے اور مٹھی بھر کر مٹی ان کی طرف پھینکی جس سے وہ بھاگ نکلے، آپ ﷺ نے کس قدر مٹی پھینکی تھی؟ صرف مٹھی بھر، لیکن جب معاملہ کی حقیقت ہم دیکھتے ہیں تو وہ بہت ہی خوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((فلم تقتلو هم ولكن الله قتلهم وما رميت اذرميت ولكن الله رمى))(سورۃ الانفال، 17)

''تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔''

جب ہم اس حقیقت سے آگاہ ہوگئے تو اب ہر قسم کا تعجب اور حیرت ختم ہو جاتی ہے۔ ہم کچھ روایات کا تذکرہ بھی کیے دیتے ہیں:

1: حضرت عباس بن عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے، ہم جدا نہ ہوتے تھے، آپ ﷺ اس سفید خچر پر سوار تھے جو فروہ بن نفاثہ الجزامی نے بطور ہدیہ پیش کی تھی، جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمان کچھ پیچھے ہٹے لیکن رسول اللہ ﷺ نے سواری کو کفار کی طرف حملہ آور ہونے کی لئے ایڑی لگائی، میں نے لگام پکڑی ہوئی تھی اور اسے تیز رفتاری سے روک رہا تھا۔ ابوسفیان نے سواری کی رکاب پکڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: عباس اصحاب سمرہ کو آواز دو (ان کی آواز خوب بلند تھی) جب میں نے بلند آواز سے پکارا تو میرا حال یہ تھا:

((فو الله لكان عطفتهم حين سمعا صوتي عطفة البقر على اولادها))

''اللہ کی قسم! میں ان پر ترس کھا رہا تھا۔ انہوں نے میری آواز کو یوں محسوس کیا جیسے گائے کی اپنے بچوں کیلئے ہوتی ہے۔''

آگے سے آوازیں آئیں لبیک (ہم حاضر ہیں) آخر حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ سنگریزے لئے اور دشمن کی طرف پھینکے اور فرمایا:

((اهزموا ورب محمد))

''اے دشمنو! تمہیں شکست ہوگی رب محمد ﷺ کی قسم۔!''

میں نے دیکھا جنگ تو جاری تھی لیکن خدا کی قسم!

((فما هؤلاء ان رما هم بحصياته فمازلت ارى حدهم كليلا وامر هم مدبرا))(مسلم: کتاب الجهاد)

''سنگریزے پھینکنے کی دیر تھی میں نے دیکھا ان پر رات کی طرح تاریکی چھا گئی اور وہ بھاگ نکلے۔''

یہ واقعہ جن صحابہ سے مروی ہے ان میں حضرت ابوعبدالرحمٰن القمری ہیں جن سے امام احمد، داری، طیالسی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ابی شیبہ، طبرانی، بیہقی نے نقل کیا ہے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں، ان سے امام احمد اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ باقی بدر میں ایسا ہی ہوا اس بارے میں بھی متعدد روایات ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت حکیم بن حزام

Marfat.com

اور نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہم سے ہے۔
ائمہ اہل مغازی مثلاً: امام زہری، محمد بن یحیٰی بن حبان، عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہ نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی مٹی کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا: ان کے چہرے پھر جائیں۔
((فما من المشركين احد الا اصاب عينيه ومنخريه و فيه تراب من تلك القبضة فولوا مدبرين))(دلائل النبوة:3-78)
''اس مٹھی مٹی سے ہر مشرک کا منہ، ناک اور آنکھیں بھر گئیں اور پشت دے کر بھاگ اٹھے۔''
گویا آپ ﷺ کی پھینکی ہوئی مٹی کا ایک ذرہ، کثیر مٹی کی صورت اختیار کر گیا اور ہر کافر کی آنکھیں، ناک اور منہ اس سے بھر گیا۔

2: حضرت سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ ہم غزوۂ حنین میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھے، میں گھاٹی پر چڑھا، تو وہاں ایک دشمن سے ٹکر ہوگئی، میں نے اسے تیر مارا جو غائب ہوگیا، معلوم نہیں کیا بنا؟ میں نے قوم کو دیکھا تو وہ دوسری گھاٹی پر تھی ان کی اور صحابہ کی مڈبھیڑ ہوگئی، صحابہ میرے سمیت پیچھے ہٹے، اس وقت مجھ پر دو چادریں تھیں، ایک تہہ بند اور دوسری اوپر اوڑھی ہوئی تھی، تہہ بند نیچے گر رہا تھا، میں بھاگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ صہباء سواری پر تھے۔
فرمایا: ابن اکوع دشمن کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا ہے، جب کفار نے آپ ﷺ کو گھیر لیا تو آپ ﷺ سواری سے نیچے تشریف لائے۔
((ثم قبض قبضة من تراب الارض ثم استقبل به وجوهم فقال شاهت الوجوه فما خلق الله منهم انسانا الا ملا عينيه ترابا بتلك القبضة فولوا مدبرين فهزمهم الله عزّوجل))
''مٹھی میں مٹی لی اور کفار کی طرف پھینکتے ہوئے شاہت الوجوہ فرمایا تو ان میں سے ہر انسان کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں اور وہ لوگ بھاگ اٹھے اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔''
پھر ان کے غنائم مجاہدین میں تقسیم فرمائے۔ (مسلم۔ کتاب الجہاد)
''مررت علی رسول الله فزعا'' میں حضرت ابن اکوع کا حال بیان ہوا ہے۔ جیسے کہ حدیث کے سابقہ الفاظ بھی اس پر دلیل ہیں، آپ ﷺ نے بھی اسی کو واضح فرمایا، یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی بھاگ نکلے ہوں کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ سے ایسا ممکن نہیں۔

شہر مدینہ کا روشن ہو جانا:

محبت کے مظاہر میں سے آمد محبوب پر اظہار خوشی و سرور بھی ہے جو محبّ سے بصورت نور اور روشنی منعکس ہوتا ہے جیسا کہ مظاہر محبت میں سے یہ بھی ہے کہ فراق محبوب پر غم اور حزن طاری ہو جاتا ہے۔ شہر مدینہ کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، ہجرت کے موقعہ پر جب آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اور جب رفیق اعلیٰ کی طرف آپ ﷺ کا وصال ہوا۔
حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جس روز آپ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو
((اضاء من المدينة كل شىء))

Marfat.com

''مدینہ کی ہر شے روشن ہوگئی۔''

اور جس دن آپ کا وصال ہوا تو

((اظلم من المدینة کل شیء))

''مدینہ کی ہر شے تاریک ہوگئی۔''

جب ہم تدفین سے فارغ ہوئے تو ہمارے دل نہایت ہی پریشان ومضطرب تھے۔

امام احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم تمام نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اسے ابن ماجہ، دارمی، بغوی اور ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔(مسند احمد 3-221)

یعنی جس طرح محبّ، محبوب کی آمد پر خوش اور فراق پر غمزدہ ہو جاتا ہے، شہر مدینہ بھی آپ ﷺ کی تشریف آوری پر خوش ہو کر روشن ہوگیا اور جب وصال ہوا تو تاریک ہو کر غم کا اظہار کرنے لگا۔

یہ آپ ﷺ کے ساتھ جمادات کی محبت کے چند مظاہر تھے۔ان میں سے بعض نباتات اور حیوانات کی محبت کا تذکرہ بھی تھا لیکن تمام غیر عاقل اور غیر مکلف ہیں۔ باوجود اس کے ان سے اپنے محبوب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ شوق، محبت، رقت، تعظیم، توقیر، اظہار فرحت وسرور بلکہ سجود کا اظہار ہوا، جب یہ جماد غیر عاقل کا حال ہے تو سوچئے انسان عاقل، مدرک، مکلف اور مامور کا کیا حال ہونا چاہیے؟ کیا اسے جمادات، نباتات اور حیوانات سے آگے بڑھ کر محبوب کی معیت اور حلاوت ایمان کو حاصل کر لینا چاہیے یا ان سے پیچھے رہ جانا چاہیے؟

ہم نے محبت جمادات اور اطاعت جمادات کے ساتھ ساتھ نباتات، حیوانات کی محبت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ان میں سے چار اہم فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1: جمادات ادراک رکھتے ہیں اسی طرح نباتات اور حیوانات بھی۔

2: حضور ﷺ سے محبت وعقیدت جمادات کے ادراک کا ایک مظاہرہ ہے۔

3: اسی طرح آپ ﷺ کی اطاعت بھی ادراک کا ہی مظہر ہے۔

4: حضور نبی کریم اور رسول امین ﷺ کی عظمت، بلندی مقام، رفعت شان اور آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی محبت واطاعت پیدا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں اس بات سے آگاہ فرمادیا ہے کہ زمین وآسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ اسی کے حکم سے مسخر ہوتا ہے، جیسا کہ فرمان ہے:

((الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمه ظاهرة وباطنة))(سورۃ لقمان:20)

''کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض والفلك تجری فی البحر بامره ویمسك السماء ان

Marfat.com

تقع علی الارض الا باذنہ))(الحج:65)

"کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔"

تیسرے مقام پر فرمایا:

((وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ))(الجاثیہ:13)

"اور تمہارے لئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں جو کچھ زمین میں اپنے حکم سے۔"

یہ خطاب انسان سے ہے، اگر اصل بھی مراد ہو تو وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو روز قیامت آپ ﷺ کے جھنڈے تلے ہوں گے، حضور ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی تخلیق بھی نہ ہوئے تھے تو آپ ﷺ کی ذات گرامی بالاتفاق ان سے افضل ہے اور اگر عام لوگ مراد ہیں تو حضور ﷺ تمام کے سردار، ان سے بہتر اور افضل ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام باقی تمام انسانوں سے افضل اور رسول باقی انبیاء سے افضل اور اولوالعزم باقی رسولوں سے افضل اور آپ ﷺ ان تمام سے افضل ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر انسان کیلئے مسخر فرمایا ہے تو آپ ﷺ کے لئے یہ طریق اولیٰ مسخر ہوں گے، کیونکہ آپ ﷺ مخلوق کے سردار اور تمام مخلوق سے افضل ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے آگاہ فرمایا ہے کہ کچھ جمادات کو اس نے بعض رسولوں کے لئے مسخر فرمایا جیسا کہ فرمان مقدس ہے:

((وسخرنا مع داود الجبال یسجن والطیر و کنا فعلین))(الانبیاء:79)

"اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرمادیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے اور یہ ہمارے کام تھے۔"

((فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیطین کل بناء وغواص واخرین مقرنین فی الصفاد))(ص 36,38)

"تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی، جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔"

جب یہ تسخیر حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے بطریق اولیٰ ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ تمام مخلوق سے افضل اور معزز ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کائنات کی بعض چیزیں کافر خبیث کیلئے مسخر کر دی ہیں۔ مثلاً: دجال لیکن یہ اس پر کرم نہیں بلکہ بطور استدراج ہے تو متقی انسان کو تو بطریق اولیٰ تسخیر حاصل ہوگی، ہاں اگرچہ ان میں سے ہر کوئی لازم نہیں۔

آپ ﷺ کی تمام انبیاء اور رسل علیہم اسلام پر فضیلت کیلئے کافی ہے کہ ان سے آپ ﷺ کے بارے میں عہد لیا گیا۔ ارشاد رب العزت ہے:

((واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین))(آل عمران:80)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیوں تم نے اقرار

Marfat.com

کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی وصفی محمد ﷺ کی محبت جمادات، نباتات، حیوانات کے اندر ودیعت کر دی اور ان پر آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری لازم فرما دی، یہ کائنات اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم سے مسخر ہوتی ہے، اس میں اسی کا ارادہ چلتا ہے اور اس نے اپنے رسول ﷺ کو اسی لئے مبعوث فرمایا ہے کہ اس کے حکم پر رسول کی اطاعت کی جائے جیسا کہ خالق کا فرمان ہے:

((وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله))(النساء:64)

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''انقادی علی باذن اللہ'' (اللہ کے حکم پر میری اطاعت کر) تو ان جمادات وغیرہ کی اطاعت آپ ﷺ کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس کے ارادے کے مطابق ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مقام حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جن اعزازات سے نوازا ہے اس سے آپ ﷺ آگاہ تھے تو جمادات، نباتات اور حیوانات کو احکام صادر فرمانے سے پہلے آپ ﷺ کو ان کے بجا لانے کا یقین تھا بلکہ جب آپ ﷺ انہیں کوئی حکم صادر فرماتے تو ان کی بجا آوری کا صحابہ کو اپنی ذات سے بڑھ کر یقین ہوتا تھا۔ اس لئے وہ ہر معاملہ میں آپ ﷺ کی طرف رجوع کرتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کی قدر ومنزلت اور عزت وجاہ کو خوب جانتے تھے اور اس پر ایمان رکھتے تھے کہ اللہ آپ کے ارادے کو مکمل فرمانے والا ہے۔

یہی وجہ ہے صحابہ کرام اپنے نبی ﷺ کی محبت واطاعت میں ضرب الامثال ہیں، ان کے ایسے واقعات سے متعدد کتب پُر ہیں۔

یہ تمام امور عالم ملک کے ہیں جو شرعاً اور عقلاً جائز ہیں اور ایسی نصوص صریحہ سے ان کا ثبوت ہے جو حکم قطعی رکھتی ہیں۔

لہٰذا یہ کوئی بعید از قیاس باتیں نہیں، لیکن یہاں ایک اہم سوال باقی ہے کیا انسان محبت واطاعت میں جمادات، نباتات اور حیوانات سے بڑھ سکتا ہے؟ کیا یہ امت اپنے اسلاف صحابہ کرام کی طرح اپنے نبی ﷺ سے محبت واطاعت کا درجہ پا سکتی ہے تا کہ یہ ان کے طریق ونہج پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کر لیں۔؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والسبقون الا ولون من المهجرين والانصار والذين اتبعو هم باحسان رضى الله عنهم ورضواعنه واعد لهم جنت تجرى تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم))(التوبه:100)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔''

یہاں یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے نبی ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم فرما رکھا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قول میں ثابت قدمی عطا فرمائے گا ورنہ جو کچھ ہم لکھتے، کہتے ہیں یہ ہمارے خلاف حجت بن جائے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

الجزء الثانی

محبت و اطاعت رسول کے اسباب و ذرائع

باب نمبر 1:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کے اسباب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ...... اللہ کے حکم کی وجہ سے:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں، کیونکہ ہر فضیلت، ہر منقبت، ہر خصوصیت اور صفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا کرتی ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس عمل کا حکم دیا ہے اور اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کا عنوان بنا دیا ہے۔ اس دین اسلام کی طرف نسبت کیلئے برہان قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ...... رسول اللہ ہونے کی وجہ سے:

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا خواہش مند ہے اس پر اس کے رسول، صفی اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنا رکھا ہے، محبت کی شرط یہ ہے کہ محبوب کے محبوب سے بھی محبت کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ایمان کی شرط محبت ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان لیا جائے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت، توقیر اور تعظیم کا حکم دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مخلوق پر سب سے بڑا احسان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند، مقام کو اعلیٰ، قدر کو عظیم، منزلت کو افضل بناتے ہوئے تمام مخلوق سے بہتر اور تمام رسولوں سے افضل بنایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محب کا درجہ کیا ہوگا؟ جو اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے مگر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب نہ بنائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عبادت قرار دے رکھا ہے اور اسے اپنی ہی محبت بنا دیا ہے تو ایسا شخص جھوٹا ہے، وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں اللہ پر تو ایمان لایا ہوں مگر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تو اس دعویٰ میں بھی جھوٹا ہی کہلائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ...... اللہ ورسول کے حکم کی وجہ سے:

شرعاً اور عقلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا لازم ہے تو جب اس کے ساتھ اللہ ورسول کا حکم بھی شامل کر لیا جائے تو پھر اب اس کا مقام کتنا عظیم ہوگا؟ بلکہ صرف محبت ہی لازم نہیں بلکہ ہر مخلوق سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم ہوگی اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی مخلوق سے محبت کی وہ برباد ہو گیا۔ ایمان کی شرط محبت ہے، جو ایمان لایا اور محبت نہ کی وہ مومن نہیں، اس

Marfat.com

میں تاکید یہ جملہ مبارک بھی کرتا ہے:

((المرء علی دین خلیله))

"ہر بندہ اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے۔"

ایمان کا ذوق و مزہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کرنیوالا ہی چکھ سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی ثناء فرمائی اور آپ ﷺ کی گواہیاں دیں۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت ...... مؤسس مذہب اسلام ہونے کی وجہ سے:

کسی بھی جماعت کی طرف اپنی نسبت کرنے والا، اس کے مؤسس و بانی کا احترام، وقار اور محبت اپنے اوپر لازم سمجھتا ہے۔ اگرچہ وہ جماعت گمراہی کیلئے قائم ہو تو اس وقت محبت کا عالم کیا ہوگا جب جماعت ہدایت کیلئے قائم کی گئی ہو۔ اس وقت عالم کیا ہوگا جب جماعت دینی ہو۔؟ پھر کیا عالم ہوگا جب وہ قائم اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہو۔؟ انسان دین، دنیا اور آخرت کی ہر عزت کو صرف آپ ﷺ کے اتباع، طاقت اور آپ ﷺ کے طریق کو اپنا کر ہی پا سکتا ہے (جب اللہ تعالیٰ نے تمام دروازے بند فرما دیئے اور اعلان فرما دیا کہ کسی کو قبول نہیں کیا جائے گا مگر اسی کو جو اس دروازے سے آئے گا اور وہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان کو باطل فرما دیا ماسوائے نبی اکرم ﷺ کے دین کے اور وہ اسلام ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے تو اس دین کے نبی کا مقام و معاملہ کس قدر بلند ہوگا؟ جس کی اتباع، اطاعت اور محبت کا حکم دیا گیا ہے؟ اس لیے ہمارے لئے تمام اسباب محبت نبی کا احاطہ ممکن نہیں اور نہ ہی یہ مقصد ہے، ہاں بعض کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ کچھ رہنمائی حاصل ہو جائے۔

رسول اللہ سے تعلق والی ہر چیز قابل احترام:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہر شے کی تکریم فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے نسب کو سب سے بہتر نسب بنایا، آپ ﷺ کی اہل بیت سے رجس کو دور فرما دیا اور پاکیزگی عطا فرما دی، آپ ﷺ کے ساتھ ان پر درود و سلام کا حکم دیا، قرابت داروں سے محبت کو لازم فرما دیا۔ ارشاد فرمایا:

((قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی))(الشوری:23)

"تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔"

آپ ﷺ کی قوم اور خاندان کو شرف و بلندی بخشی۔

((وانه لذکر لك ولقومك))(الزخرف:44)

"اور بے شک وہ شرف ہے تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے۔"

یعنی یہ آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی قوم کیلئے شرف ہے، آپ ﷺ کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں بنایا، آپ ﷺ کے بعد ان کا نکاح حرام فرما دیا، آپ ﷺ صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام جنتی خواتین اور نساء عالمین کی سردار بنا دیا، ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں محل دیا، حضرت حسن اور حضرت حسین کو جنتی نوجوانوں کا سردار بنایا۔ آپ ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ کو سید الشہداء کا درجہ دیا، آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو اہل تقویٰ اور تمام مخلوق پر فضیلت بخشی تاکہ وہ اس

Marfat.com

کے نبی کے عظیم ساتھی بنیں، آپ ﷺ کے وقت کو تمام اوقات سے افضل فرمایا، آپ ﷺ کے قبلہ کو پہلا گھر بنایا، آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا، آپ ﷺ کے شہر کو حکم بنایا، اس کی قسم ارشاد فرماتے ہوئے سورۃ البلد نازل فرمائی، شہر مدینہ کو حرم بنایا، منبر پاک کو حوض پر رکھا، ریاض الجنۃ عطا فرمایا، جبل احد کو جنتی قرار دیا، آپ ﷺ کی مسجد کو یہ عزت بخشی کہ اس میں ہر نماز کا ثواب ہزار نماز کے برابر قرار دیا، مسجد حرام، بیت المقدس کیساتھ ساتھ اس کی طرف سفر کی اجازت دی، آپ ﷺ کی امت کو امت وسط، خیر الامم اور تمام سابقہ امتوں پر گواہ بنایا، آپ ﷺ کا ہمزاد مسلمان ہوگیا جو خیر کا ہی کہتا، آپ کو شفاعت کا درجہ دیا تا کہ سب کو آپ ﷺ کی فضیلت کا علم ہو جائے، اس کے ساتھ ساتھ پھر فرمایا:

((ولسوف يعطيك ربك فترضى))(الضحیٰ:5)

''اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔''

جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یہ عطا فرما رہا ہے اور یہ سب آپ ﷺ کی تکریم وعزت ہے تو ہم کیوں نہ آپ ﷺ کی قدر، عزت اور تعظیم کریں، ہم آپ ﷺ سے محبت کیوں نہ کریں؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... ہمارے ساتھ نیکی کے بدلے کی وجہ سے:

شرعاً اور عقلاً فرض ہے کہ جو تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے تم بھی اس کا اچھا بدلہ دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من متع اواهدى اليكم معروفا فكافوه فان لم تجدوا فادعوا الله له حتى تعلموا ان قد كافا تموه))(مسند احمد:2-68)

''جو تمہیں ہدیہ یا تحفہ دے تم بھی اس کا بدل دو۔ اگر تمہارے پاس نہیں تو اسے دعا دو یہاں تک کہ وہ اس کا بدل بن جائے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((هل جزاء الاحسان الا الاحسان))(الرحمن :60)

''نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔''

جب دنیاوی امور کا معاملہ یہ ہے تو اس کا کیا مقام ہوگا جو ہدایت، نجات اور سعادت دارین میں سب سے عظیم ہے؟

ہر عاقل انسان چاہتا ہے کہ جس نے اس کے ساتھ نیکی کی ہے اس کا بہتر بدلہ دے اور اگر ممکن نہیں تو اسے یاد رکھا جائے اور جیسے جیسے تحفہ عظیم ہو اعتراف بڑھتا ہے۔ جب امور دنیا کا حال یہ ہے تو اس ہستی کے ساتھ کیا جذبہ ہونا چاہیے جس کی وجہ سے جہنم سے چھٹکارا ہوگا، جس کے سبب ہدایت نصیب ہوئی، جس نے صراط مستقیم عطا فرمایا۔ جس کی وجہ سے دارین کی سعادتیں حاصل ہوں گی، اور اب بھی، پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ ہر حال میں تمہارا بہتری چاہنے والا ہو اور اس کا تعلق تم سے تمہاری ذات سے بھی بڑھ کر ہو۔

جو کچھ حضور ﷺ نے ہمیں دیا اور آگے ہمارے لئے بھیجا ہے، اس کا بدلہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔ اس کا مقابلہ ثمن سے نہیں کیا جا سکتا، اسے کوئی ترازو تول نہیں سکتا، کوئی عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، کوئی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا، جب امور دنیا کا یہ حال ہے، حالانکہ ان کا مقابلہ ممکن ہے تو امور آخرت شفاعت، سعادت اور جنت کا تقابل کیسے کروایا جا سکتا ہے؟ جب ہم آپ

Marfat.com

ﷺ کا بدلہ نہیں ادا کر سکتے تو ہمیں آپ ﷺ کیلئے دعا (درود و سلام) کا حکم دیا گیا ہے ہم کیا بدلہ دیں؟ کتنی دعا کریں؟ کیا ہماری دعا کا ان احسانات سے کوئی موازنہ ہے؟ ہم اس مقابلہ سے یقیناً عاجز ہیں، محبت، احترام اور تعظیم و توقیر ان احسانات کے مقابل بہت کم درجہ کی چیز ہے؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... ہدایت یافتہ بن کر آنے کی وجہ سے:

جب حضور ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو لوگ گمراہی، تاریکی اور ضلالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ طاقتور، کمزور کو نگل رہا تھا، جہالت کا دور دورہ تھا، مکمل اندھیرا تھا، شریعت غائب تھی، نیکی نیکی نہ رہی تھی اور نہ برائی برائی۔ لوگ افتراق و انتشار کا شکار تھے، کوئی نظام نہ تھا، قبائل کا معاملہ اس کے بڑوں کے رحم و کرم پر تھا، چوری وڈاکہ، قوت و طاقت کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حنین کے دن مال غنیمت عطا فرمایا تو آپ ﷺ نے اسے تالیف قلب کیلئے دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا، انصار کو حصہ نہ دیا، انہوں نے اسے محسوس کیا تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے انصاریو!

((الم اجد کم ضلالاً فهدا کم الله بی و کنتم متفرقین فالفکم الله بی وعالة فاغنا کم الله بی))(بخاری ، کتاب المغازی)

''کیا تم گمراہ نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی، تم متفرق تھے میری وجہ سے تمہیں اللہ نے محبت و الفت عطا فرمائی۔ تم محتاج تھے میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی فرما دیا۔''

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... ان کے وسیلہ سے عزت و اکرام ملنے کی وجہ سے محبت:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سبب اس امت کو اکرام، فضیلت، شرف اور ایسے فضائل و خصائص عطا فرمائے جو کسی اور امت میں نہیں، اسے سب سے بہتر امت بنایا، ان کا نام مسلمان رکھا، دین اسلام کے ساتھ اسے مخصوص فرمایا، یہ دین اس کا پسندیدہ ہے۔ اس دین کو امت کیلئے مکمل فرمایا، ان پر اپنی نعمت کا اہتمام فرمایا، اس امت کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ان کی امتوں کے خلاف گواہ بنایا، ان میں ایک گروہ تا قیامت حق پر قائم رہے گا، پل صراط سے سب سے پہلے یہ امت گزرے گی، سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی، دوسرے لوگوں کو اس کا فدیہ بنایا جائے گا، جنت میں اکثریت انہی کی ہے، جنت کے سربراہ اسی میں سے ہوں گے، کفار تمنا کریں گے کاش! ہم اس امت میں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الر تلك ایت الکتب و قران مبین ربما یو د الذین کفروا لو کانو مسلمین))(الحجر: 1-2)

''یہ آیتیں ہیں کتاب اور روشن قرآن کی، کافر بہت آرزوئیں کریں گے کہ کاش! مسلمان ہوتے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا))(المائدہ: 3)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

Marfat.com

((وكذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا))

(البقرہ:143)

''اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله))

(آل عمران:110)

''تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((نحن الاخرون السابقون يوم القيامة))(بخاری، کتاب الجمعه)

''ہم دنیا میں آخری، قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے۔''

مسلم کے الفاظ ہیں:

((نحسن اول من يدخل الجنة))

''ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔''

کیا کیا بتائیں جو اس امت کو عطا کیا گیا، اگر رسول اللہ ﷺ نہ ہوتے تو یہ انعامات ہرگز اسے نہ ملتے۔ تو اب بتائیں آپ ﷺ سے محبت کیوں نہ کی جائے؟ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اور عزت وشرف سے نوازے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... اللہ کے ہاں نام نہ لے کر پکارے جانے کی وجہ سے:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے نبی اور حبیب ﷺ کے احترام، وقار اور عزت وقدر کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں تعلیم دی ہے کہ آپ ﷺ کا نام لے کر نہ بلاؤ بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو! بخلاف سابقہ انبیاء علیہم السلام کے انہیں ان کی امتیں نام لے کر بلایا کرتیں، اس اسلوب کو خود باری تعالیٰ نے اختیار فرمایا کہ آپ ﷺ کو کہیں بھی نام لے کر خطاب نہیں فرمایا، بلکہ نبوت ورسالت کے ساتھ خطاب فرمایا، بخلاف سابقہ انبیاء کے کہ انہیں نام لے کر خطاب فرمایا کچھ مثالیں ملاحظہ کیجئے، آپ ﷺ کے بارے میں خطاب فرمایا:

((يايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك))(المائدہ:67)

''اے رسول اللہ! پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے۔''

((يايها النبى حسبك الله ومن اتبعك من المومنين))(الانفال:64)

''اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔''

جبکہ دیگر انبیاء کو یوں خطاب فرمایا:

((ينوح اهبط بسلم))(ھود:48)

Marfat.com

''اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام ہیں۔''

((یموسی انی انا الله یابراهیم قد صدقت الرء یا انا کذلك نجزی المحسنین)) (القصف:104-105)

''اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم ایسا ہی صلہ دیتے نیکوں کو۔''

آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

((لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا))(النور:63)

''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔''

جبکہ امم سابقہ میں تھا:

((قالوا ینوح قد جدلتنا فاکثرت جدالنا))(هود:32)

''بولے: اے نوح! تم سے جھگڑے اور بہت ہی جھگڑے۔''

((قالوا یموسی ادع لنا ربك))(الاعراف:134)

''کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو۔''

آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا، آپ ﷺ کی آواز پر آواز بلند نہ کرو جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

((یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون o ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذین امتحن الله قلوبهم للتقوی لهم مغفرة واجر عظیم o ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثر هم لا یعقلون o ولو انهم صبرو حتی تخرج الیهم لکان خیرا لهم والله غفور رحیم))(الحجرات:2-5)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور چلا کر گفتگو نہ کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور توقیر، محبت سے بلند ہے جیسا کہ آئے گا، جب اللہ تعالیٰ ہم سے اپنی نبی کی توقیر کا مطالبہ فرما رہا ہے تو اسے آپ ﷺ سے کس قدر محبت ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ ہمیں آپ ﷺ کی توقیر، تعظیم اور مدد کا حکم دے رہا ہے، تو کیا یہ محبت اور تعظیم کا تقاضا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... اللہ کے ہاں آپ ﷺ کی مقبولیت کی وجہ سے:

آپ ﷺ کی محبت اور رضا جوئی کے وجوب پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر مطالبہ کے آپ ﷺ کی چاہتوں کو پورا فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

ان خواتین کے بارے میں جنھوں نے اپنے نفس کو رسول اللہ ﷺ کو ھبہ کیا تھا یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:
((ترجی من تشاء منهن وتؤی الیك من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیك))
''پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔''
تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا:
((یا رسول الله ﷺ ماأری ربك الا یسارع فی هواك))(فتح الباری:9-165)
''میں آپ ﷺ کے رب کو آپ ﷺ کی چاہت کو جلدی پورا کرتے دیکھتی ہوں۔''
یہاں ''فی ھواک'' کا معنی ''فی رضاک'' ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
((قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنو لینك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام و حیث ماکنتم فولوا وجوهكم شطره))(البقره:144)
''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔ ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے، اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے، ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس کی طرف کرو۔''
یہ رضا محبت ہے کیونکہ آپ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم دیا گیا تھا۔
جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی رضا اور شوق کو بغیر مطالبہ کے پورا فرماتا ہے، صرف اس بنیاد پر کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ میرے نبی ﷺ کی چاہت ہے تو مسلم غلام کی حالت کیا ہونا چاہیے؟ وہ کیوں نہ آپ ﷺ سے محبت کرے گا اور اپنے رب کے فضل ولطف کو حاصل کرے گا؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہونے کی وجہ سے:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، صفی اور خلیل حضور ﷺ کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی امتوں سے بڑھ کر تعلق عطا فرمایا، اس طرح اپنی امت کیساتھ ان کی ذاتوں سے بڑھ کر آپ ﷺ کو تعلق عطا فرمایا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((ان اولی الناس با براهیم للذین اتبعو وهذا النبی والذین امنوا والله ولی المومنین))
(آل عمران:68)
''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔''
جس ذات اقدس کا حضرت ابرہیم علیہ السلام (جو بعد کے تمام انبیاء کے والد ہیں) سے سب سے زیادہ تعلق ہے۔ وہ تمام سے بھی اولیٰ ہوں گے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
((انا اولی بموسیٰ منهم))(بخاری، کتاب مناقب الانصار)

Marfat.com

''میرا تعلق موسیٰ علیہ السلام سے ان سے بڑھ کر ہے۔''
حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم فی الدنیا والاخرة))(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء)
''میرا تعلق حضرت عیسیٰ سے دنیا وآخرت میں سب سے بڑھ کر ہے۔''
جب آپ ﷺ کا تعلق سابقہ انبیاء سے سب سے زیادہ ہے تو اپنی امت کے ساتھ سب سے زیادہ کیوں نہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:
((النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهتهم))(الاحزاب:6)
''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''
اللہ تعالیٰ نے امت کے ساتھ آپ ﷺ کا تعلق ان کی جانوں سے بھی زیادہ بتایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((انا اولی بالمومنین من انفسهم))(بخاری ، کتاب الکفالہ)
''میرا تعلق ان کی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔''
بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
((مامن مومن الا وانا اولی به فی الدنیا والاخرة))
''ہر مومن کے ساتھ دنیا وآخرت میں میرا تعلق ہر شے سے زیادہ ہے۔''
جو ذات اقدس تیری ذات سے بھی تیرے قریب اور حقدار ہے۔ اس کے ساتھ تیرا تعلق کیسا ہونا چاہیے؟ اس محبت و تعلق کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ جو ذات، نفس سے بھی زیادہ حقدار ہے۔ وہ نفس پر مقدم ہوگی بلکہ نفس کو اس کی اطاعت و رضا میں فنا کر دینا چاہیے۔

صحابہ کرام کا معمول یہی تھا، وہ اپنی ہر قیمتی متاع کو اپنے نبی ﷺ کی اطاعت میں قربان کر دیا کرتے، جان کا نذرانہ پیش کرنا ان کیلئے حقیر سا تحفہ تھا۔ حتیٰ کہ حالت جنگ میں آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے سامنے کھڑے ہو جاتے تاکہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، بلکہ ہر کوئی اس ایمان کا اظہار کرتا کہ اس حال میں میرے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے مگر ایسا نہ ہو کہ میرے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام میں بیٹھا رہوں۔

کتب سیر و مغازی کا مطالعہ کرنے والا شخص جان لے گا۔ ایسی جماعت کائنات میں ان کے سوا کوئی نہیں جن کی تربیت رسول اللہ ﷺ کی مقدس نگاہوں نے فرمائی تھی۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... اعلیٰ اور مکمل اخلاق کی وجہ سے:

ہم آپ ﷺ کے اوصاف کے بارے میں کیا کہیں؟ جبکہ آپ ﷺ کا ہر نعت خواں یہی کہتا ہوا دکھائی دیتا ہے:
''ہم نے آپ ﷺ کی مثل نہ پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد۔''
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسن صورت اور حسن اخلاق سے نوازا تو اس رسول اللہ ﷺ کو کیسے نوازا ہوگا جو تمام جمال و کمال کا

Marfat.com

جامع ہے؟ حضور ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ عزوجل کی معرفت رکھتے ہیں، آپ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی خشیت سب سے زیادہ تھی، آپ ﷺ سب سے بہادر، خلق اور خلق میں سب سے اعلیٰ، سب سے بڑے سخی، سب سے خوبصورت، تیز ہوا سے بڑھ کر سخاوت فرمانے والے، معرکوں میں بڑے بڑے آپ ﷺ کی پناہ لیتے، کبھی سوال پر انکار نہیں فرمایا۔

سلام کے وقت دوسرے کے ہاتھ چھوڑنے سے پہلے ہاتھ نہ چھوڑتے، آپ ﷺ کا ہر ہم مجلس اپنے آپ ﷺ کو سب سے قریب تصور کرتا، آپ ﷺ نوجوان پردہ دار لڑکی سے بھی زیادہ صاحب حیاء تھے، خرچ کرتے وقت فقر کا کبھی خوف لاحق نہ ہوتا، بچوں اور عیال کے ساتھ شفقت فرماتے، مزاح فرماتے، ہر حال میں صرف حق ہی کہتے، فحش گو نہ تھے، ہاتھ سے کبھی کسی کو نہ مارا، نہ کسی خاتون کو اور نہ کسی خادم کو، ہاں حدود شریعت کی وجہ سے سزا دی، کبھی ذاتی وجہ سے ناراض نہ ہوئے، کسی سے انتقام نہ لیتے مگر اس صورت میں جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود توڑتا، جب صحابہ گفتگو کرتے آپ ﷺ ان کے ساتھ شریک ہوتے، جب وہ کلام کرتے آپ ﷺ متوجہ ہو کر سنتے، ہم مجلس کی طرف پورے متوجہ ہوتے، اکثر تبسم فرماتے، خواتین پر نہایت ہی رحیم تھے، لوگوں میں شامل رہتے، بچے پانی لے کر دم کروانے آتے تو ٹھنڈا ہونے کے باوجود اس میں ہاتھ داخل فرماتے، آپ ﷺ کی خدمت میں لونڈیاں اور بچیاں آتیں ان کی ضروریات پوری کرنے تک کھڑے رہتے۔ آپ ﷺ گناہوں کے نام سے بھی دور تھے۔ دو معاملات میں اختیار ملتا تو آسان کو پسند فرماتے۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر گناہ ہو تو اس سے سب سے دور رہتے، چشم پوش، آسانی پیدا فرمانے والے، سخت نہ تھے اور نہ ہی غلیظ، بازار میں آواز نہ لگاتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے، ہاں عفو و درگزر سے کام لیتے۔

آپ ﷺ متواضع، بردبار، صبر والے، شفیق، رؤف، رحیم، مہربانی والے، غمخوار، بچوں پر رحیم، بڑوں پر غمخوار، نرم دل، پاکیزہ نفس، متقی جسم، کریم الاخلاق کامل الشمائل، کامل العبادۃ اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک سوج جایا کرتے، اپنے رب کے شکر گزار، صاحب حیاء، پردہ پوش، خندہ پیشانی والے، شدید خوف رکھنے والے، پاکیزہ اور اعلیٰ نسب، رب پر متوکل، اسی کا سہارا لینے والے، امت پر شفیق، امت کو نقصان سے باخبر فرمانے والے، آپ ﷺ کا جسم خوشبودار اور نہایت ہی ملائم تھا۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ میں نے کوئی خوشبو اور کستوری آپ ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر نہیں پائی، میں نے آپ ﷺ کے جسم سے بڑھ کر کسی حریر و دیباج کو نرم نہیں پایا۔ آپ ﷺ کا پسینہ موتیوں کی طرح تھا اور ہر خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت ام سلیم اُسے شیشی میں محفوظ کرلیا کرتیں، پھر اسے بطور خوشبو استعمال کیا کرتیں۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک سفید اور چہرہ اقدس من ٹھار تھا۔

ہمارے لئے آپ ﷺ کی تعریف اور وصف کرنا ممکن ہی نہیں، اس عمل سے صحابہ کی زبانیں اور عبارات عاجز ہیں، ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم اس ذات اقدس کی تعریف کر بھی کیا سکتے ہی؟ جسے اس کے مولیٰ نے صاحب کمال و جمال بنایا، تمام مخلوق اور بندوں سے بہتر بنایا اور اپنے مخصوص بندوں میں سے بھی منتخب فرمایا۔

ہم جو کچھ ذکر کر رہے ہیں یہ محض تقریب ہے نہ کہ مقاربت، یہ تنبیہ ہے، تعیین نہیں۔

جس ذات اقدس کی یہ عظیم شان ہو اسے محبوب کیوں نہ بنایا جائے؟ انسان ایسی شخصیت کے قرب کا شوق رکھتا ہے اور اس کی جناب میں حاضری کی تمنا رکھتا ہے۔ صحابہ کرام کا یہی عمل ہے۔

Marfat.com

محبت افضلیت اور لاتعداد معجزات کی وجہ سے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، حبیب اور صفی ﷺ کو تمام مخلوق سے افضل، تمام رسل سے معزز بنایا، آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو عظیم، مقام کو بلند اور درجات کو اعلیٰ بنایا۔ ایسے خصائص سے نوازا جو دیگر انبیاء علیہم السلام میں بھی نہیں پائے جاتے، ایسے امتیازات، کرامات اور معجزات دیئے جن کا مقابل نہیں، کسی دوسرے میں وہ نہیں پائے جاتے، آپ ﷺ کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ میں تھے تو آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے، آپ ﷺ پہلے مسلمان اور خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کا تعلق انبیاء سے ان کی امتوں سے بھی زیادہ ہے۔ اہل ایمان کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ ہے، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تمام اہل ایمان کی مائیں بنیں، آپ ﷺ کی اطاعت اور بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و بیعت قرار دیا ہے۔ اللہ پر ایمان کو آپ ﷺ کی ذات پر ایمان کے ساتھ متصل فرمایا۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین اور اہل ایمان کیلئے رؤف ورحیم ہیں، آپ ﷺ کی رسالت کو عام بنایا، آپ ﷺ کی حفاظت وعصمت کا ذمہ لیا، آپ ﷺ کی زندگی اور شہر کی قسم اٹھائی، آپ ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا، نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا، بلکہ یوں پکارنے کا حکم دیا: یا رسول اللہ، یا نبی اللہ! آپ ﷺ کی آواز پر آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا، سراپا نور بنایا۔ آپ ﷺ کے بلانے پر فی الفور حاضر ہونا لازم فرمایا۔

آپ پر درود وسلام کو دائمی بنایا، اسراء ومعراج عطا فرمایا، شق صدر اور شق قمر کا معجزہ دیا، باوجودیکہ آپ ﷺ معصوم ہیں، آپ ﷺ خطا نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے معاملات پر بخشش کا اعلان فرمایا، آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیا گیا، تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، رعب کے ساتھ مدد کی گئی، اللہ تعالیٰ اور مقرب فرشتوں نے آپ ﷺ کی گواہی دی، آپ ﷺ کے ظاہری حیات کے وقت کو تمام ادوار سے افضل بنایا، بیت المقدس میں تمام انبیاء کا امام بنایا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے امتی امام کے پیچھے نماز ادا کریں گے، آپ ﷺ پیچھے بھی آگے کی طرح دیکھتے، آپ ﷺ کا خواب حق تھا، آپ ﷺ پر تمام انبیاء ان کی امتوں سمیت پیش کئے گئے، علوم غیبیہ پر آپ ﷺ کو مطلع فرمایا، دونوں کندھوں کے درمیان ختم نبوت رکھی گئی، آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر، اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا، آپ ﷺ کو شفاعت عظمیٰ کا تاج پہنایا گیا۔

روز قیامت سب سے پہلے آپ ﷺ اٹھیں گے۔ آپ ﷺ وفد انبیاء کے امام اور خطیب ہوں گے، تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، پل صراط سے آپ ﷺ کا گزر پہلے ہوگا۔ جنت کے دروازے پر آپ ﷺ ہی پہلے دستک دیں گے، پہلے داخل بھی آپ ﷺ ہی ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی کو مقام وسیلہ وفضیلت عطا کیا گیا ہے، مقام محمود، حوض حشر اور کوثر بھی آپ ﷺ کے ہیں، آپ ﷺ کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا، آپ ﷺ تمام انبیاء اور مرسلین کے سردار ہیں۔ سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے اور شفاعت قبول کیے جانے والے ہیں۔ روز قیامت آپ ﷺ کی امت سب سے زیادہ ہو گی، حالت مایوسی میں آپ ﷺ ہی بشارت وخوشخبری دینے والے ہوں گے۔

جس مقدس ہستی کی ایسی ان گنت شانیں ہوں اس سے محبت، اس کا احترام واکرام کیوں نہ کیا جائے اور اس کی ملاقات ودیدار کا شوق کیوں نہ رکھا جائے؟

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ سے محبت ...... امت پر رؤف و رحیم ہونے کی وجہ سے:

جس قدر آپ ﷺ امت کے غمخوار اور حریص ہیں اور کوئی نبی نہیں۔ اس پر ہمیں خود اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

((لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم))(التوبه: 128)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال کے مہربان۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

((ومنهم الذین یؤذون النبی ویقولون هو اذن قل اذن خیر لکم یؤمن بالله ویؤمن للمومنین و رحمة للذین امنوا منکم والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم))(التوبه: 61)

''اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان (ہر ایک کی بات سن کر مان لینے والے) ہیں۔ تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں، ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

امت کے حق میں آپ ﷺ کی رحمت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا مبارک وصال پہلے ہو گیا تاکہ امت کیلئے پہلے جا کر انتظام فرما سکیں۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الله عزوجل اذا اراد رحمة من عباده قبض نبیها قبلها فجعله لها فرطا وسلفا بین یدیها))(مسلم، کتاب الفضائل)

''جب اللہ تعالیٰ کسی امت سے رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نبی کو اس سے پہلے وصال عطا فرما کر اسے ان کے کیلئے انتظام کرنے والا بنا دیتا ہے۔''

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو امت کیلئے سراپا رؤف و رحیم اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((وما ارسلنك الا رحمة للعلمین))(الانبیاء: 107)

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علبه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم))(التوبه :128)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے اور مسلمانوں پر کمال مہربان۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک اسماء میں سے دو اسماء روف اور رحیم عطا فرمائے اور امت کے حق میں ان دونوں کے ساتھ آپ ﷺ کو موصوف فرمایا۔

آپ ﷺ کی غمخواری میں سے امت پر رحمت ورافت اور اس کا نجات پانا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی ہے جس نے آگ جلائی اس میں کیڑے مکوڑے گرنے شروع ہو گئے:

((فانا اخذ بحجز کم وانتم تفحمون فيه))(مسلم ، کتاب الفضائل)

''میں تمہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور تم اس میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔''

یعنی آپ ﷺ پیچھے سے پکڑ رہے ہیں تاکہ آگ سے بچ جائیں اور یہ خود اس میں گر رہے ہیں، آپ ﷺ ان کی نجات چاہتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے لئے دونوں جہانوں کی سعادت چاہتے ہیں اور یہ شقاوت چاہ رہے ہیں حالانکہ ان دونوں میں کیا تقابل ہے؟ آپ ﷺ کی غمخواری میں سے اپنی مقبول دعا کو امت کی شفاعت کیلئے موخر ومحفوظ کرنا بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کیلئے ایک مقبول دعا ہوتی ہے۔ ہر نبی نے وہ کرلی ہے۔

((وانی اختبات دعوتی شفاعة لامتی یوم القیامة))(مسلم، کتاب الفضائل)

''میں نے روز قیامت اپنی امت کی شفاعت کیلئے دعا کو محفوظ کرلیا ہے۔''

بخاری ومسلم نے اسے حضرت انس سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت پر حرص کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے بارے میں آپ ﷺ کو راضی فرمائے گا اور پریشان نہیں ہونے دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ولسوف یعطیك ربك فترضی))(الضحی 5)

''اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے بارے میں فرمایا:

((رب انهن اضللن كثيرا من الناس فمن تبعنی فانه منی))(ابراھیم:36)

''اے میرے رب! بے شک بتوں نے بہت سے لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

((ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم))(المائدہ:118)

''اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔''

آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا دیئے اور روتے ہوئے عرض کی:

''اے اللہ! میری امت! میری امت!''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا: جلدی جاؤ اور پوچھو حالانکہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ رونے کی کیا وجہ ہے؟ جبرائیل امین نے آکر پوچھا تو آپ ﷺ نے اطلاع دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبرائیل! میرے نبی کے پاس جاکر خوشخبری سناؤ:

((انا سنرضيك فى امتك ولا نسوؤك)) (مسلم، كتاب الايمان)

''ہم تمہیں امت کے بارے میں خوش کریں گے اور تمہیں ہم پریشان نہیں ہونے دیں گے۔''

جس ذات اقدس کی امت پہ شفقت، رحمت اور رافت وغم خواری کا یہ عالم ہو اس سے محبت کیوں نہ کی جائے۔؟

دنیا میں آپ ﷺ نے امت پر بہت تخفیف فرمائی۔ مثلاً: آپ ﷺ فرمایا کرتے: اگر مجھے امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں یہ کرتا اور آخرت میں جب انبیاء و رسل کرام جیسی ہستیاں نفسانفسی کے عالم میں ہوں گی تو اس وقت آپ اپنی امتؐ کے معاملات کو حل کروا رہے ہوں گے، آپ کی زبان پر اللھم امتی امتی ہوگا۔ امت کی فکر میں ہوں گے اور اپنی ذات کو اپنے رب عزوجل کے سپرد کر دیں گے، آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت، امت کی خاطر حاصل کرنے میں آگے ہوں گے اسی طرح حوض کوثر پر بھی پہلے بھیجے گئے تو جب صورتحال یہ ہے تو وہ محبوب کیوں نہ ہوں؟ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... صحابہ کی محبت کی وجہ سے:

کامل وتام اور نافع محبت ہوتی ہے جو دو ہم مرتبہ کے درمیان ہو، لیکن شریف اور رذیل کے درمیان یا کامل و ناقص کے درمیان یا بلند اور پست کے درمیان تو یہ پہلے کا فضل و کرم ہوتا ہے، ورنہ دوسرے کا کیا مقام؟ تو کیا صورت ہوگی جب ایک طرف رسول اللہ ﷺ اور دوسری طرف امت کے افراد، پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ایک طرف خود خالق ہو اور دوسری طرف مخلوق؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((يحبهم و يحبونه)) (المائده: 54)

''وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔''

دوسرے مقام پر فرمان ہے:

((رضى الله عنهم و رضوا عنه)) (المائده: 119، التوبه: 100)

''اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔''

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی محبت اور رضا کو پہلے اور پھر بندوں کی محبت اور رضا کا بیان فرمایا، جو سراسر کرم ہی کرم ہے۔

جب کامل، ناقص سے محبت میں پہل کر رہا ہو تو یہ کہاں کا انصاف ہے۔؟ ناقص معذرت کرے یا محبت میں تاخیر کرے، بلکہ ہونا تو اس کے خلاف چاہیے تھا کہ اس سے محبت، شوق اور سعادت میں جلدی کی جاتی، کیونکہ یہ اس کی محبت کا بدلہ ہے جو برابر نہیں، بلکہ نہایت بلند ہے، بلکہ اگر دونوں برابر ہوں تب بھی محبت میں جلدی کی جائے، کیونکہ دوسرے کی محبت کے جواب میں تاخیر بلا و مصیبت ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:

((ومن البلية ان نحب ولا يحبك من تحبنا))

Marfat.com

''یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ تو محبت کرے اور تیرا محبوب تجھ سے محبت نہ کرے۔''

((ویصد عنك بوجه وتلح انت فلا تغبه))

''اور وہ اپنا چہرہ تجھے نہ دکھائے، اور تو اس سے غائب ہی نہ ہو۔''

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے محبت کرنے والوں اور احباب کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے اور فرمایا:

''اے اہل ایمان! تم پر سلام اور ہم بھی ان شاء اللہ! تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں۔''

((وودت انا قد راینا اخواننا))

''میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

ہم نے عرض کیا:

((اولیسنا اخوانك یا رسول الله))

''یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں؟''

((انتم اصحابی و اخواننا الذین لم یاتوا بعد))

''تم میرے اصحاب ہو، میرے بھائی ابھی آئے نہیں۔''

ہم نے عرض کیا: آپ ﷺ انہیں کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے؟

فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے پانچ کلان گھوڑے کا مالک دوسرے گھوڑوں میں اسے پہچان لیتا ہے؟

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہاں۔! فرمایا:

((فانهم یتون غرا محجلنین من الوضوء انا فرطهم علی الحوض))(مسلم، کتاب الطهارة)

''وہ آئیں گے تو پانچوں وضو والے اعضاء چمک رہے ہوں گے، میں ان کا حوض پر انتظار کروں گا۔''

محبت کرنے والے کی جزاء اس سے محبت کرنا ہی ہے اور اشتیاق رکھنے والے کی جزا اس کا اشتیاق رکھنا ہی ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے:

حضور ﷺ کی امت سے شفقت و رحمت یہ بھی ہے کہ آپ نے وہ تمام بوجھ اور بیڑیاں کاٹ ڈالیں جو سابقہ امتوں کے پاؤں میں تھیں۔ امت کیلئے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام فرمایا۔ ہر خیر کی طرف امت کی رہنمائی فرمائی اور ہر شر سے امت کو بچنے کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ورحمتی و سعت کل شیء فسا کتبها للذین یتقون ویؤتون الزکوة والذین هم بایتنا یومنون ٥ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذین یجدونه مکتوبا عندهم فی التورة والا نجیل یامرهم بالمعروف وینههم عن المنکر ویحل لهم الطیبت و یحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والا غلل التی کانت علیهم))(الاعراف:156-157)

''اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کیلئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں، وہ غلامی کریں

Marfat.com

گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جوان پر تھے، اتارے گا۔''

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کو آسان تر بنایا، اس میں کسی قسم کی کوئی تنگی، حرج اور مشقت نہیں رکھی، اسے فطرت کے مطابق بنایا تاکہ دائمی طور پر اس کی دعوت دی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

''اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔'' (الحج:78)

دوسرے مقام پر فرمایا:

((ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج))(المائدہ:6)

''اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

((یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر))(البقرہ:185)

''اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔''

تخفیف کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے کہ بنی اسرائیل میں توبہ بصورت قتل تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذ کم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارکم فتاب علیکم انہ ھو التواب الرحیم))(البقرہ:54)

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ۔ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے توبہ قبول کی، بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان۔''

اور اسلام میں توبہ، گناہ پر ندامت، اس پر مغفرت و معافی مانگ لینا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کر لینا ہے، اگر وہ حقوق العباد میں سے ہوں تو اس پر ان سے بھی معافی مانگ لی جائے، کیا اس سے بڑھ کر بھی آسان توبہ ہو سکتی ہے؟ دوسری مثال سامنے رکھیے جب سابقہ قوموں کے کپڑے یا جسم پر پیشاب لگ جاتا تو اسے چاقو وغیرہ سے کاٹنا پڑتا، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ سے متفق علیہ حدیث میں مروی ہے، لیکن ہمارے دین اسلام میں پانی سے دھو لینا کافی ہے، جس ذات اقدس نے ایسی شریعت لا کر دی ہو، سابقہ امتوں کے بوجھ ختم کر دیئے ہوں تو اس کی جزا سوائے محبت، احترام و وقار کے اور کیا ہوگی؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... محبت شفاعت کی وجہ سے:

اللہ تعالیٰ نے جن شانوں سے آپ ﷺ کو نوازا ہے، ان میں شفاعت بھی ہے۔ آپ ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت شفاعت عظمیٰ کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کو متعدد شفاعتیں بھی عطا کی گئیں ہیں۔ مثلاً: جس کے دل میں ذرہ

Marfat.com

برابر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکالنے، اہل صغائر اور اہل کبائر کیلئے ایسی شفاعت جو رد نہ ہو، میدان محشر میں مخلوق کی تکلیف رفع کرنے کیلئے دخول جنت کیلئے۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ان میں سے ایک:

((اعطیت الشفاعة))(بخاری، کتاب التیمم)

''مجھے شفاعت کا درجہ دیا گیا ہے۔''

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انا سید الناس یوم القیامة))

''میں روز قیامت تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔''

آگے چل کر فرمایا:

((فیاتونی فیقولون یا محمد انت رسول الله وخاتم الانبیاء وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر اشفع لنا الی ربك))(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

''لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: یا محمد! آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے اگلے پچھلے خلاف اولیٰ معاف ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں۔''

آپ ﷺ اپنی امت کے ان لوگوں کی شفاعت بھی فرمائیں گے جو دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔

حضرت انس سے اسی طرح مروی ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

آپ ﷺ کی شفاعت محض اہل صغائر کیلئے ہی نہیں، بلکہ اہل کبائر کیلئے بھی ہے، جیسا کہ امام احمد، طیالسی، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کر کے اسے صحیح کہا۔ ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کر کے حسن کہا۔ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور ایسی روایت دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات جب حضور ﷺ، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کر کے آگے گزرے تو وہ رو دیئے، رونے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

((ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنة من امة اکثر ممن یدخلها من امتی))

(بخاری، باب المعراج)

''میں اس لئے رویا ہوں یہ نوجوان میرے بعد دنیا میں گئے، لیکن ان کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔''

حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بنی اسرائیل کہتے ہیں: میں اللہ کے ہاں سب سے معزز ہوں:

((وهذا اکرم علی الله منی))

''اور اللہ کے ہاں یہ (حضور) مجھ سے معزز ہیں۔''

Marfat.com

اموی نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں:

((لو كان هذا وحده هان علي ولكن معه امته وهم افضل الامم عند الله))(فتح الباری: 7-211)

''اگر یہ اکیلے ہوتے تو مجھ پر آسان تھا، لیکن ان کے ساتھ ان کی امت ہے جو اللہ کے ہاں تمام امتوں سے افضل ہے۔''

اس لئے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جنت میں آپ ﷺ کی امت زیادہ داخل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی لارجوان تکونوا شطر اهل الجنة))(بخاری، کتاب الرقاق)

''میں امیدوار ہوں تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔''

بلکہ حضرت بریدہ سے مروی ہے:

((ثلثي اهل الجنة))(مسند احمد 5-347)

''تم اہل جنت کا دو تہائی ہو گے۔''

ہر امتی جنت میں داخل ہوگا، البتہ جس نے نافرمانی کی اور آپ ﷺ کی شریعت کی تکذیب کی، آپ ﷺ کی امت کے گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دیئے جائیں گے، جیسا کہ ابوموسیٰ کی روایت میں ہے۔ (مسلم، کتاب التوبہ)

نافرمان اگر کافر ہوا تو وہ جنت میں کبھی داخل نہیں ہوگا اور اگر مسلمان ہے تو ابتدائی طور پر داخل ہونے والوں میں نہیں ہوگا، ہاں بعد میں داخل ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو امت کے بارے میں خوش فرمائے گا۔ جیسا کہ پیچھے بیان کر چکے:

((ولسوف يعطيك ربك فترضى))(الضحیٰ: 5)

''اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔''

جب آپ ﷺ کا یہ مقام ہے اور آپ ﷺ کی امت کے حوالے سے اللہ کے ہاں یہ تکریم ہے تو اب ان لوگوں کی طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ کیسا معاملہ ہونا چاہیے جو صرف آپ ﷺ کی نسبت سے ہی سب کچھ ہیں؟ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو یہ عطاء عام اور فضل عظیم کہاں نصیب ہوتا؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت...... آپ کے حریص ہونے کی وجہ سے:

کاش! مسلمان وہ جان لیں جو آپ ﷺ کے قلب کبیر و رحیم پر اپنے (اہل اتباع) مومنین کے شوق و محبت میں گزرتی ہے جو ان کی ہدایت، نجات اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے ازالہ کیلئے آپ ﷺ کی حرص ہے، دن رات آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر کیا گزرتی ہے، آپ ﷺ ان کی کس طرح فکرمندی میں رہتے ہیں، ان کے دنیا اور آخرت میں لاحق خوف پر آپ ﷺ کتنے پریشان و غمگین رہتے ہیں، ان کی کوتاہیوں، عدم اتباع اور ان کے اعراض و غفلت پر غم، حزن، افسوس اور جزع میں آپ ﷺ کا دل انور ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے، ان پر آنے والی مشقت آپ ﷺ پر گراں گزرتی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کئی دفعہ تسلی دیتا ہے، تاکہ کہیں آپ ﷺ اپنے آپ کو اس غم اور پریشانی میں ہلاک و قتل نہ کر ڈالیں، کاش! مسلمان مذکورہ کیفیت اور دیگر کیفیات سے آگاہ ہو جاتے جو ان سے کئی گنا بڑی ہیں تو وجد، شوق اور آپ ﷺ کی محبت میں پگھل جاتے، بلکہ اس شرمندگی اور حیاء پر پگھل جاتے جو آپ ﷺ کی اتباع میں برت رہے ہیں، آپ ﷺ سے دور ہونے پر روتے، اپنے اعراض

Marfat.com

اور قبت اتنی پر آنسو بہاتے، یہ سوچتے کہ ہم کل حوض کوثر یا پل صراط یا محشر میں کس منہ سے ملاقات کریں گے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کی ان دردناک کیفیات سے آگاہ تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہر وہ شے فدا کر دی جس کے آپ ﷺ اہل تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا اور اس کا انہیں اہل اور حقدار بنایا۔ ارشاد فرمایا:

((وكانوا احق بها واهلها))(الفتح:26)

"اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل تھے۔"

قرآن میں کئی جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی تاکہ کہیں آپ ﷺ غم، پریشانی اور حزن کی وجہ سے ہلاکت تک نہ پہنچ جائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

((فلعلك باخع نفسك على اثارهم ان لم يومنوا بهذا الحديث اسفا))(الكهف 6)

"تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔"

یعنی آپ ﷺ ان کے اعراض پر غم، پریشانی اور افسوس پا کے آپ کو قتل یا ہلاک نہ کریں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

((فلا تذهب نفسك عليهم حسرت ان الله عليم بما يصنعون))(الفاطر:8)

"تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے کتنے پیارے انداز میں آپ ﷺ کی پریشانی کا ازالہ فرما دیا ہے کہ آپ ﷺ کا غم دور ہو اور ان کے اعراض پر بطور حسرت و افسوس اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں، کیا مقام ہے اس قلب اقدس کا جسے امت کے غم کے ازالہ کیلئے اللہ تعالیٰ تسلی دے رہا ہے۔ یہ درج بالا آیت میں بیان کردہ غم کفار کے بارے میں ہے، اہل ایمان کے بارے میں آپ ﷺ کے غم و پریشانی کا عالم کیا ہوگا؟

((لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم))(التوبه:128)

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔"

یعنی امت پر ہر شاق معاملہ آپ ﷺ پر گراں گزرتا ہے، بلکہ ہر امتی سے آپ ﷺ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ کی شریعت نہایت آسان، کامل اور آرام دہ ہے، جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرمادے۔

ایسے قلب انور رحیم و شفیق کا کیا بدلہ دیا جا سکتا ہے اور ایسے صاحب دل کو کیا پیش کیا جا سکتا ہے؟ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ یہی وجہ ہے کہ جب روز قیامت کفار اس امت کی جہنم سے نجات اور جنت کی نعمتوں میں ان کی اقامت دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی ان میں شامل ہو کر یہ فضل و تکریم اور احسان حاصل کر لیتے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

((الر تلك ايات الكتاب و قرآن مبين ربما يود الذين كفروا لو كانوا مسلمين))(الحجر :1-2)

"یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔ کافر آرزو کریں گے کہ کاش! مسلمان ہوتے۔"

یہ تمام اور اس کے علاوہ کثیر دلائل تقاضا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی جائے اور ہمارے لئے ان تمام

Marfat.com

اسباب اور عوامل کا احاطہ میں لانا ممکن نہیں جو آپ ﷺ کی محبت کے موجب ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی ہر صفت، ہر خلق، ہر کمال اور ہر خصوصیت آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا کرتی ہے، جب ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کے مقام سے آگاہ ہیں، آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ سے معاملات سے آگاہ ہیں، آپ ﷺ کے شمائل و فضائل سے آگاہ ہیں تو پھر آپ ﷺ سے محبت کرنا ہوگی خواہ خوشی سے یا بامر مجبوراور اس سے بڑھ کر کیا دلیل بیان کی جائے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے محبت کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ ہر مخلوق سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جائے اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی اس درجہ پر محبت عطا فرما جس سے تو اور وہ (ﷺ) راضی ہو جائیں۔

انه سميع مجيب جواد كريم و بالا جابة جدير

☆☆☆

باب نمبر 2:

محبت رسولؐ کو پیدا کرنے کے دو اہم ذرائع......رسول اللہ کی زندگی اور معجزات

فصل نمبر 1:

سیرت النبی اور محبت رسول ﷺ

بلاشبہ سیر النبی کا مطالعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑھانے کا اہم ترین ذریعہ ہے، لہٰذا ہم یہاں سیرت النبی مختصر مگر جامع انداز میں پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس ضمن میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دورانِ حمل مجھے عام عورتوں کی طرح کسی قسم کا بوجھ، درد اور طبیعت میں بدمزگی محسوس نہیں ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتوں کو حمل کے دوران ہوا کرتا ہے۔ شروع کے چھ ماہ تو مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں حمل سے ہوں۔ جب چھ ماہ گزر گئے تو میں خواب و بیداری کے عالم میں تھی۔ میں نے کسی کی آواز سنی:

"اے آمنہ! تم حمل سے ہو۔"

(یہ اس طرح سے کہا گیا کہ جیسے) مجھے معلوم نہ تھا کہ میں حمل سے ہوں۔ اس کے بعد آواز آئی:

"تم اس امت کے پیغمبر کے حمل سے ہو۔"

ایک روایت میں ہے:

"ساری مخلوق سے افضل حاملہ ہو۔"

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

"میں حمل کے دوران ہر مہینہ میں ایک غیبی آواز سنا کرتی کہ تمہیں مبارک! وہ مبارک ساعت نزدیک آن پہنچی ہے۔ نبی

Marfat.com

آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو خیر و برکت والے ہیں۔''
سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:
''جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت مبارکہ کی ساعت نزدیک آئی تو میں اس وقت گھر میں تنہا تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا جناب عبدالمطلب اس وقت طواف کعبہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اچانک میں نے ایک زوردار آواز سنی جس سے میں ڈر گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ والا پرندہ میرے قریب آیا اس نے اپنے پر میرے سینہ پر ملے۔ اس سے میرا ڈر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ شربت سے بھرا ہوا ایک پیالہ میرے پاس پڑا ہوا ہے، میں نے اسے پی لیا، اس سے مجھے کچھ سکون سا محسوس ہوا۔ اب میں نے دیکھا کہ میرے پاس لمبے قد والی خوبصورت عورتیں آئیں۔ ان عورتوں کا قد عبد مناف کے قبیلے کی عورتوں جیسا لمبا تھا، ان کو دیکھ کر میں بڑی حیران ہوئی کہ ان کو میری حالت کا کیسے علم ہوا ہے۔ ان عورتوں میں سے ایک نے کہا: میرا نام آسیہ ہے اور میں فرعون کی بیوی ہوں۔ دوسری عورت نے مجھ سے کہا: میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔ اس کے بعد مجھے معمولی سا تکلیف کا احساس ہونے لگا۔ پھر مجھے ایک گرجدار آواز سنائی دی اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے مابین ایک سفید ریشمی چادر پھیلا دی گئی اور بہت سے لوگ ایک جماعت کی شکل میں زمین و آسمان کے درمیان کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں، مجھے کستوری سے زیادہ اچھی خوشبو آنے لگی۔ پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹولی میرے سامنے آ گئی ہے۔ ان پرندوں کے پر یاقوت اور چونچیں زمرد سبز سے بنی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میری نگاہوں کے سامنے سے اللہ تعالیٰ نے پردہ ہٹا دیا اور مجھے مشرق و مغرب کے افق دکھائی دیئے۔ مجھے تین جھنڈے نظر آئے جو لہرا رہے تھے۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، جبکہ ایک جھنڈا مجھے خانہ کعبہ کے اوپر لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ میں یہ سب کچھ مشاہدہ کر رہی تھی کہ اسی اثناء میں مجھے درد محسوس ہوا۔ اب ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں سے میری مدد کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں نے دیکھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے کی حالت میں تھے اور اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے رو کر التجا فرما رہے ہوں۔ اسی دوران میں نے سفید رنگ کے بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لپیٹ کر اٹھا لیا اور آپ کو میری نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی منادی کر رہا ہے: انہیں مشرق و مغرب میں لے جاؤ۔ بحر و بر پر لے جاؤ اور سیر کراؤ تاکہ ہر کوئی آپ کو پہچان لے اور اچھی طرح جان لے کہ آپ کی صفت ماحی ہے تاکہ دنیا سے شرک کے آثار ختم ہو جائیں۔ پلک جھپکتے ہی بادل کا یہ ٹکڑا اوجھل ہو گیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ریشم کے سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے میرے سامنے موجود تھے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:
''میں نے ایک بہت بڑا نورانی بادل دیکھا جو پہلے والے بادل سے بڑا تھا۔ مجھے اس بادل سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس بادل کے ٹکڑے نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میری نظروں کے سامنے سے اوجھل کر دیا۔ یہ وقفہ پہلے سے زیادہ طویل تھا۔ اس وقت میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: محمد کو زمین کے تمام گوشوں کی سیر کراؤ! تمام پیغمبروں کے سامنے لے جاؤ، تمام جن و انس کی روحوں کو زیارت سے مشرف ہونے دو، فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ۔ اس کے بعد بادل کا یہ ٹکڑا میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ محمد سبز ریشمی کپڑے میں اچھی طرح لپٹے ہوئے ہیں اور اس ریشم سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ مجھے ایک منادی

Marfat.com

کی آواز آئی: مبارک ہو! رسول اللہ کس شان سے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ دنیا کی تمام مخلوق آج سے آپ کے تابع فرمان ہے، تمام مخلوق آپ سے فرمان باری تعالیٰ حاصل کرے گی۔ اس کے بعد میں نے آپ کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ اس دوران مجھے تین اشخاص کھڑے دکھائی دیئے جن کے چہرے آفتاب سے زیادہ روشن تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا، اس آفتابے سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت تھا، اس کے چار پہلو تھے اور ہر پہلو پر مروارید رکھا ہوا تھا۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ایسی انگشتری نکالی کہ جس کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اس انگشتری کو آفتابے کے سفید پانی سے سات مرتبہ دھویا، پھر اس انگشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے مابین مہر نبوت رکھی گئی، اس پر حریر کا ٹکڑا باندھا گیا اور تھوڑی دیر تک اپنی آغوش میں لینے کے بعد میرے بچے کو میری گود میں رکھ دیا گیا۔"

کیا ہی کہنے اس قطعہ زمین کے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبارک بنا دیا اور اس کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ وہ اس کو محبوبوں میں سے محبوب ترین اور رسولوں میں سے قریب ترین اور اپنی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ ہستی (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کی جائے ولادت بنے تو ضروری تھا کہ وہ ایک ایسا شہر ہو جس کی وضع قطع اور ہیئت وہ خود تیار کرے اور اس کی منزل ومکان کو اس شرف سے فیض یاب ہونے کا اہل بنائے جس کے اوپر کوئی شرف ہے ہی نہیں۔ وہ ایک ایسے سورج کا مطلع بنے جس کی مثل آسمان ہدایت اور آسمان صالحات میں کبھی بھی کوئی سورج کا طلوع ہوا ہی نہیں اور نہ ہوگا، جب تک کہ لوگ رب العالمین کے حضور نہ کھڑے ہو جائیں اور یہ زمین اور آسمان بدل نہ جائیں۔ مکہ معظمہ سے بڑھ کر اس سعادت مندی اور فیض یابی کے لائق اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر موجود ہے۔ وہ سب سے عظیم شہر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ بلاشبہ صرف اور صرف مکہ ہی وہ جگہ ہے جو اس لائق تھی کہ وہاں خاتم الانبیاء اور اعظم الرسل ﷺ کی ولادت مبارک ہو اور یہ وہ رسول ہیں جو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں اور جن سے پہلے کوئی بھی رسول تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا اور جب کہ مکہ ہی وہ مبارک سرزمین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے چنا ہے کہ وہاں کے ساکنین کو امن والے حرم میں جگہ دے، حالانکہ ان کے اردگرد کے لوگ اچک لیے جاتے ہوں۔ تب تو وہ اکیلا ہی اس لائق ہے کہ اس ہستی کی جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے اور اسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جب افضلیت کا اعتبار ہے تو پھر کیوں نہ مدینہ منورہ آپ کی جائے ولادت بنتا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ علماء کے درمیان مکہ مکرمہ کے افضل ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ علماء وہ ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے کیونکہ اگرچہ آپ پیدا تو مکہ میں ہوئے مگر مدفون مدینہ منورہ میں ہیں اور اس پر طرح یہ کہ مکہ معظمہ نے تو آپ کو نکالا مگر مدینہ منورہ نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی۔ اس کے علاوہ اور بھی حقائق ہیں مگر رائج یہ ہے کہ مکہ مکرمہ ہی زمین کے سب حصوں سے افضل ہے، سوائے اس حصہ کے کو آپ ﷺ کے جسم اطہر کو مدینہ منورہ میں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ضابطہ وقانون یہ ہے کہ ہمیشہ جگہیں اس شخصیت سے شرف حاصل کرتی ہیں جس کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتی ہیں۔ (قبر انور کی جگہ تمام دنیا جہاں سے افضل ہے) اس ضمن میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ))

Marfat.com

''ابراہیم علیہ السلام کے موضع قیام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ''
ارشاد ربانی ہے:

((لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه رجال یحبون ان یتطهروا))

اس مسجد کی برکت محض اسی پر ہی نہیں کہ پہلے دن سے ہی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ بلکہ یہ برکت ان ہستیوں کی وجہ سے بھی زیادہ ہوتیں رہی جو یہ پسند کرتی تھیں کہ پاکیزگی حاصل کریں۔ فیصلہ کن قول کے پیش نظر اور حتمی رائے کے مطابق یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ سب جگہوں سے افضل وہ ہے جس کو آپ ﷺ کا جسد شریف مس کر رہا ہے۔ اسی طرح راجح یہ ہے کہ باقی جگہوں، ماسوائے قبر نبی کے مکہ افضل ہے۔

مگر یہاں ہم جس چیز کے درپے ہیں اور جو چیز ہمارا محوفکر ہے کہ مکہ لوگوں کے دلوں کے جھکنے کی جگہ ہے اور وہ قبلۃ المسلمین ہے۔ نماز میں اگر کسی نے قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف منہ کر لیا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور آپ کی ذات رسول اسلام ہے۔ جس نے آپ کے علاوہ کسی اور کا رخ کیا وہ گھاٹے میں رہا اور جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اس پہلو سے آپ کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تعلق کامل ہے۔

اس کے علاوہ کیا مورخین کا اس پر اجماع ہے کہ مکہ مکرمہ آپ کی جائے ولادت ہے؟ آپ اس سوال کا جواب مثبت بھی دے سکتے ہیں اور منفی بھی۔ ہم کہتے ہیں کہ ''نہیں'' کیونکہ مورخین سے اس میں اختلاف منقول ہے۔ اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''ہاں'' آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ مورخین کا اس پر اجماع ہے کیونکہ اختلاف کی کوئی قیمت اور وزن نہیں۔ حافظ مغلطائی الحنفی اپنی کتاب ''الاشارة الی سیرة المصطفیٰ تاریخ من بعده من الخلفاء'' (حرم مکی شریف کی لائبریری کے مخطوطات سے ہے) میں کہتے ہیں:

((ویقال بعسفان))

یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ عسفان میں پیدا ہوئے، مگر توجہ طلب امر یہ ہے کہ وہ اس روایت کو کمزور صیغہ کے ساتھ لائے ہیں جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ وہ نہ تو اس کا قول کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ ایسے صیغہ کے ساتھ روایت ہمیشہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔ غالباً وہ لوگ جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ آپ عسفان میں پیدا ہوئے باوجود اس روایت کو کمزور سمجھنے کے وہ اس کا سہارا لیتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب حضرت آمنہ کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت آپ حاملہ تھیں۔ انہوں نے اس لشکر کی طرف سے جو ابرہہ حبشی کعبہ شریف کو منہدم کرنے کے ارادہ سے لایا تھا، انہیں تکلیف پہنچنے کے خطرہ کے پیش نظر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ قریش کے دیگر افراد کے ہمراہ شہر مکہ سے مکہ کے پہاڑوں اور گھاٹیوں کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کر لیں۔ مگر حضرت آمنہ نے اپنے گھر سے نکلنے سے انکار کر دیا۔ ان پر یہ بات سخت ناگوار گزری کہ وہ بیت الحرام سے دور اپنے باپ کے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اپنا بچہ جنیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگ گئیں کہ وہ ابرہہ اور اس کے لشکر کو شکست سے دوچار کر کے ذلیل و رسوائی کے ساتھ مکہ مکرمہ اور اس کے کعبہ مشرفہ سے بھگا دے۔ اس اللہ علی وقدیر نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ابرہہ اور اس کے لشکروں کو شکست فاش دی اور انہیں ابابیل پرندوں کے ذریعے جو ان پر چھوڑے

Marfat.com

گئے تھے اور وہ انہیں سوکھی مٹی کے پتھروں سے مارتے تھے، کھائے ہوئے بھس کی مانند بنادیا۔

اب جو سوال ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے حبشی کے خوف و ہراس کے دوران مکہ چھوڑنا گوارا نہ کیا اور ابرہہ اور اس کے لشکر کی آمد پر بھی نہ گھبرائیں اور ایمان وایقان کے ساتھ مکہ مکرمہ رہنے پر ہی مصر رہیں تاکہ اپنے بچہ کو اپنے باپ کے اس گھر میں جنم دیں جو حرم کعبہ کے پڑوس میں واقع تھا تو پھر کیا بات عقل میں آسکتی ہے جب خطرہ آپ کے سر سے ٹل گیا ہو تو اس وقت آپ مکہ کو خیر باد کہہ کر عسفان جا کر اپنے بچے کو جنم دیں اور حال یہ ہو کہ وہاں آپ اکیلی ہوں، مسافرہ اور اجنبیہ ہوں اور اپنے گھر والوں اور بچہ کے گھر والوں سے دور ہوں اور اس پر مزید کمزوری کو بھی لیجئے جو زمانہ حمل میں عمومی طور پر عورتوں کو لاحق ہوا کرتی ہے۔ یہ چیز بھی حضرت عبدالمطلب کی طرف سے آپ کو گھر چھوڑنے کی نصیحت کی راہ میں رکاوٹ کا سبب بنی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر وہ خوف جو بچہ کے بارے میں آپ کو تھا کہ کہیں معاذ اللہ بچہ سفر کی مشقت، تکاوٹ اور حرکت باعث ساقط نہ ہو جائے، مانع ہوا۔ مکہ مکرمہ سے دور آپ کی پیدائش کے قائلین کے قول کو کمزور ثابت کرنے والی چیزوں میں سے وہ چیز بھی ہے جس کی طرف بعض آیات شریفہ کا مفہوم اشارہ کر رہا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((وكاي من قرية هي اشد قوة من قريتك التي اخر جنك اهلكناهم فَلَانَاصِرَلهم))

(سورۃ محمد:۱۳)

''اور کتنے ہی اس شہر سے قوت میں زیادہ تھے جس شہر نے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا، ہم نے انہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

مفسرین کرام کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ میں متعینہ قریۃ شہر مکہ مکرمہ ہی ہے۔ تاریخ بھی اس کی گواہی دیتی ہے اور اس میں کسی دو کا بھی اختلاف نہیں۔ قریۃ کی اضافت کے پیش نظر ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''من قريتك'' کا مشاہدہ کیا ہے اور ہم اس حتمی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس میں ضمیر مخاطب کے مصداق جناب نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔ یہ نسبت واضافت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہی وہ شہر ہے جہاں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ ویسے عرف عام میں تو اس قریے یا بلد کی نسبت اس انسان کی طرف نہیں کی جاتی جس میں وہ پیدا نہ ہوا ہو، بلکہ عموماً اس قسم کی اضافت سے یہ مراد ہوتا ہے کہ وہ بستی جس کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے، اس کا موضوع ولادت اور محل پیدائش ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

((ان الذی فرض علیك القران لرادك الی معاد))

مفسرین حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ آیت کریمہ کلمہ ''معاد'' سے اگر کوئی شہر مراد لیا جائے تو وہ مکہ معظمہ ہی ہو سکتا ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ شہر مکہ مکرمہ آپ کی جائے ولادت نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بشارت نہ دیتا کہ وہ آپ ﷺ کو ایک نہ ایک دن اس کی طرف واپس لوٹے گا۔ اس آیت شریفہ کے نزول کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی جدائی گوارا کر لی، حالانکہ وہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں میں سے محبوب ترین شہر تھا۔ یہ رضامندی اور قبولیت محض اسلام کی اشاعت اور دولت اسلامیہ کی بنیادوں کو مستحکم بنانے کے پیش نظر تھی اور وہ بھی اس وقت جب کہ قریش کی

Marfat.com

ایذا رسانی، ان کے عناد، انکار، بت پرستی اور کفر پر اصرار کے باعث یہ چیز مشکل ہوگئی تھی۔

جناب رسول کریم ﷺ نے اپنے رفیق صدیق کی معیت میں جب کہ وہ دونوں حضرات بہ ارادہ ہجرت نکلے، مکہ مکرمہ اور اس کے بیت عتیق کی طرف نظر بھر کے دیکھا اور فرمایا:

''واللہ! اللہ تعالیٰ کی ساری زمین سے بڑھ کر تو مجھے عزیز ہے۔ اگر تیرے ساکنین نے مجھے اپنے ہاں سے نکال نہ دیا ہوتا تو میں از خود وہاں سے نہ نکلتا۔''

تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد آپ ﷺ کے دل مبارک میں مکہ معظمہ کا بہت اشتیاق پیدا ہوا، آپ نے اپنی جائے ولادت کو یاد کیا تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے پوچھا:

''کیا آپ کو اپنے شہر اور اپنی جائے ولادت کا شوق ہوا ہے۔؟''

تو آپ نے فرمایا: ''ہاں بے شک۔'' تو یہ آیت اتری:

((ان الذی فرض علیك القران لرادك الی معاد))

اب جو بات ہمارے لیے ضروری قرار پاتی ہے اور جس پر ہمیں اپنی توجہ مرکوز کرنا چاہیے وہ جبریل علیہ السلام کا یہ قول ہے:

((اشتقت الی بلدك و مولدك))

''کیا آپ اپنے شہر اور اپنی جائے ولادت کے مشتاق ہوئے ہیں۔؟''

جبریل علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو آپ ﷺ کا شہر اور موضع ولادت قرار دیا ہے اور ہے بھی وہ بلاشبہ ایسا اور ایسے ہی قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مکہ مکرمہ ہی آپ کا شہر اور آپ کی جائے ولادت ہے۔ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) اس طرح سے حدیث شریف سے بھی اس قسم کا اشارہ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ثوبیہ کی آزادی کا قصہ وارد ہوا ہے۔ یہ ابولہب کی لونڈی تھیں، جونہی یہ اپنے آقا کے پاس ولادت کی خوشخبری لے کر پہنچیں اس نے اس کو آزاد کر دیا۔ یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ جس گھر میں ولادت مبارکہ پایہ تکمیل کو پہنچی وہ گھر اگر ابولہب کے گھر سے دور ہوتا تو ثوبیہ اسی وقت آناً فاناً یہ خبر وہاں نہ پہنچا سکتیں، پھر ایک اور حقیقت جو اس بات کی تصدیق کرنے والی ہے، وہ یہ ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ کا دولت کدہ ابولہب کا گھر ایک ہی گھاٹی میں ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع تھے اور یہی وہ روایت ہے جو ابولہب کی بیوی ام جمیل سے مروی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ام جمیل کسی طرح گندگی اور اوجھریوں کا مواد جناب رسول کریم ﷺ کے گھر کے سامنے ڈالتی اور جب آپ کا وہاں سے گزر ہوتا تھا تو کیسے لکڑیاں اور کانٹے اٹھا کر آپ کے راستے میں پھینک دیتی تھی۔ یہ سارا قصہ ''سورہ تبت یدا ابی لہب وتب'' میں وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((تبت یدابی لھب وتب ما اغنی عنه ماله وما کسب سیصلی نارا ذات لھب وامرته حمالة الحطب فی جید ھاحبل من مسد))

یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں گھر ایک دوسرے کے قریب تھے، اسی وجہ سے فوری طور پر ثوبیہ کے لیے

Marfat.com

ولادت کی خبر پہنچانا آسان ہوگیا۔اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے سردار حضرت محمد کا دولت کدہ مکہ مکرمہ میں موجود تھا اور اسی میں آپ پیدا ہوئے تھے۔اس پر وہ دلیل شاہد ہے جو واضح دلائل میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہ وہ گھر تھا جس پر آپ ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت فرما جانے کے بعد عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کرلیا تھا اور اسی کی طرف حدیث شریف اشارہ کرتی ہے:

''اور کیا عقیل نے کوئی گھر چھوڑا؟''

اسی کی بنیاد پر ابن قیم نے ''زاد المعاد'' میں کہا:

((لا خلاف فی انه ولد بجوف مكة))

''اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ شہر مکہ کے گڑھ میں ہوئی۔''

ابن قیم اچھی طرح جانتے تھے کہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ان کا خیال تھا کہ یہ اختلاف ایک ایسا اختلاف ہے جو لائق ذکر ہی نہیں، مگر علمی امانت کے طور پر اس کا ذکر کرنا ضروری ہے نہ کہ بحث وجدال کے لیے۔ایسے ہی طبری نے بھی یہ ہے کہ وہ ان جگہوں کا نقشہ پیش کرتے ہیں جن کی زیارت مستحب ہے اور ان میں سے سرفہرست وہ گھر ہے جس میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی اور ہجرت کے زمانہ میں اس پر عقیل بن ابی طالب نے قبضہ کرلیا۔

اسی طرح مورخین کا آپ ﷺ کی ولادت کے بارے میں بھی اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا آپ کی ولادت اندرون مکہ ہوئی یا بیرون مکہ؟ اسی طریق سے مکہ مکرمہ میں خاص جگہ کے تعین میں بھی اختلاف ہے۔اس بارے میں ان سے بہت سارے اقوال مروی ہیں۔ہم انشاء اللہ مناسب وقت میں اس موضوع کی طرف دوبارہ لوٹیں گے۔جو بات اس وقت ہمارا حدف اور مطمح نظر ہے وہ یہ ہے کہ آیا یہ اختلافات ان مختلف النوع آراء میں سے کسی معین رائے کی صحت پر پختہ یقین و ناممکن یا کم از کم مشکل بناتے ہیں؟ خصوصاً جیسا کہ عبد اللہ العیاشی المغربی جن کی وفات گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی کہتے ہیں کہ ولادت باسعادت چونکہ زمانہ جاہلیت میں ہوئی اور اس زمانہ میں عرب لوگ جگہوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے اور نہ ہی انہیں اپنے حافظہ میں برقرار رکھتے تھے، بلکہ ایسا کرنا ان کے لیے کوئی آسان کام بھی نہ تھا۔خصوصاً اس وقت جب کہ ان جگہوں کے ساتھ ان کی کوئی ذاتی مصلحت اور غرض وابستہ نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ اس وقت تک بھی جب اسلام ظاہر ہوا اور مسلمان جہاد اور شریعت کی مخالفت میں مصروف ہوگئے تو وہ بھی ان عمارات اور اماکن سے لاپرواہ ہوگئے ... جن کے ساتھ کسی عمل شرعی کا تعلق تھا۔تو پھر کیا یہ حقیقت اس مکان کے تعین کو جس میں جناب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ناممکن و مشکل بناتی ہے۔

اگر آپ کی ولادت مبارکہ کے ساتھ بہت ساری چیزیں متعلق نہ ہوتیں جو اس کے محل وقوع کے عام ہونے کو ناممکن بناتی ہیں اور یقینی طور پر اس کے تعین کے سلسلہ میں حیرت کو دور کرتی ہیں تو یہ ممکن تھا کہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کر لیتے خواہ مبدا کی حیثیت سے ہی اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ واقعات کے ساتھ جب ادھر ادھر کے امور متعلق ہوں تو حافظہ میں ان کی پختگی میں اضافہ ہوجاتا ہے اور تاریخ میں وہ اور زیادہ واضح مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ان واقعات کا انسانی ذہنوں اور یادوں میں نقش ہوجانا اور تاریخ میں ایک مقام حاصل کر لینا اس شخص یا اشخاص کی اہمیت کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ہر اس مسجد میں جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہوتی جناب رسول اللہ ﷺ کے نقوش پا کی چھاب بین کیا کرتے اور ہر وہ راستہ جس سے جناب رسول کریم ﷺ کا گزر ہوا تھا اپنی اونٹنی کو روک کر اس میں فکر و تامل کرتے۔ جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ میں یہ اس لیے کرتا تھا کہ کہیں خدانخواستہ میری اونٹنی کے کھر جناب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مبارک کے کھروں کے بعض نشانات کے اوپر نہ پڑ جائیں۔ اسے زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے۔ (تاریخ بغداد: جلد ۱، صفحہ ۱۷۲)

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر ہر اس جگہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ نے کبھی نماز پڑھی ہوتی وہاں نقوش پا کی تلاش کرتے اور ان کا پیچھا کرتے۔ حتیٰ کہ جناب رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اس درخت کی حفاظت اور دیکھ بھال کیا کرتے۔ اس کی جڑوں میں پانی ڈالا کرتے کہ کہیں خشک نہ ہو جائے۔

(اسد الغابۃ، جلد ۳، صفحہ ۳۴۰، سیر النبلاء، جلد ۳، صفحہ ۲۱۳)

ابن وہب نے بروایت امام مالک جنہوں نے ان سے حدیث بیان کی تھی، روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضور اکرم ﷺ کے حکم، آپ کے آثار اور آپ کے حالات کا اتباع کیا کرتے اور ان کا بڑا اہتمام رکھتے۔

عاصم الاحول عمرو سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو جب کوئی دیکھتا تو ان کے آثار نبی ﷺ کی بڑی شدت کے ساتھ پیچھا کرنے کی وجہ سے کہتا کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص بھی حضور ﷺ کے نقوش پا کی آپ کی قیام گاہوں میں اتنی چھان بین نہیں کرتا تھا جتنی حضرت عبداللہ بن عمر کیا کرتے۔ ہم نے اس میں سے جس قدر مشاہدہ کیا ہے وہ تو سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔ بے شک اماکن اور آثار کے ساتھ جب خارجہ امور کا تعلق پیدا ہو جائے تو یہ ان کی محفوظی کا سبب بنتے ہیں اور ان کی صحت پر واضح دلیل ہوا کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے ساتھ بہت ساری چیزیں تعلق رکھتی ہیں جو اعداد و شمار سے بالا ہیں۔ ان میں سے ایک تو ثوبیہ نامی لونڈی کا قصہ جس کو ابولہب نے اس وقت آزاد کیا، جب اس نے اس کے بھتیجے کی اسے خوشخبری سنائی۔ وہ بھتیجا سید الاولین والاخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ علیہ وسلم تھا۔ یہ آپ کی جائے ولادت کو اُجاگر کرتا ہے اور اس پر کامل انداز میں روشنی ڈالتا ہے اور اسے لوگوں کے اذہان میں پختہ اور راسخ بناتا ہے۔ خصوصاً اس لحاظ سے کہ اس قصہ کا محور کوئی عام شخص نہیں ہے، بلکہ وہ شخص ہے جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا اور عمومی طور پر ساری دنیا اور خاص طور پر جزیرہ عرب میں وہ گونج پیدا کی اور ایسا تہلکہ مچا کہ جس کی مثال تاریخ عالم نے کبھی نہ دیکھی۔

آپ کی پیدائش سے متعلقہ اشیاء میں سے ایک وہ بھی ہے جس کا ابن ہشام نے اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے:

"اعلام جد وعبد المطلب بولادته ﷺ"

"آپ ﷺ کی ولادت کی آپ کے دادا عبدالمطلب کو اطلاع دینا۔"

وہ لکھتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنم دیا تو اسی وقت آپ ﷺ کے دادا کی طرف پیغام بھجوایا کہ آپ کا پوتا ہوا ہے۔ تشریف لائیے اور ان کی زیارت کر لیجیے۔ وہ تشریف لائے، آپ کو جی بھر کر دیکھا۔ نیز دوران حمل آپ

Marfat.com

کی والدہ ماجدہ نے جن خلاف عادت باتوں کا مشاہدہ کیا تھا اور جب آپ کا نام رکھنے کے بارے میں ان کو حکم دیا گیا تھا، یہ سب کچھ انہوں نے ان سے بیان کیا۔ یہ سن کر آپ کے دادا بے حد خوش ہوئے، آپ کو گود میں لیا اور بیت اللہ شریف کے اندر لے گئے اور درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے اور جو نعمت اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی اس پر اللہ تعالیٰ کا ذکر بجالانے لگے:

الحمد للّٰہ الذی اعطانی
ھذا الغلام الطیب الاردان
قد سادفی المھد علی الغلمان
اعیذہ بالبیت ذی الارکان
حتی اراہ بالغ البنیان
اعیذہ من شر ذی شنان
من حاسد مضطرب الجنان

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے یہ لڑکا عطا فرمایا ہے جو پاکیزہ آستینوں والا ہے، اس نے پالنے میں بھی بچوں پر سرداری کی ہے۔ میں اسے ستونوں والے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں تاوقتیکہ میں اسے دیکھوں کہ وہ ترکیب جسمانی کے لحاظ سے تام وکامل ہو جائے۔ میں اسے ہر لحہ آور کے شر اور ہر پریشان قلب حاسد کے شر سے رب کعبہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب اس معزز و مکرم نومولود کو اپنی والدہ ماجدہ کی طرف واپس لائے۔ پھر حکم دیا کہ قربانی کے جانور ذبح کیے جائیں، دعوتوں کا اہتمام کیا جائے اور حرم شریف میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے۔ بے شک ایک ایسی ہی ہستی جس کی ولادت باسعادت پر اتنی خوشی منائی جاتی ہے اور جس کی پیدائش کو نہ بھلایا جائے، خصوصاً اس وقت جبکہ مجد و شرافت دونوں اطراف (یعنی ددھیال اور ننھیال) سے اسے ورثے میں ملی ہوں۔ تاریخ کے صفحات میں اس کے وسیع ترین ابواب میں داخل ہو چکا ہو اور اپنے سے پہلے سب داخل ہونے والوں سے سبقت لے جا چکا ہو اور ان سے بھی جو اس کے بعد تاقیامت اس میں داخل ہوتے رہیں گے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ زمین اور اس کے ساکنین کے ختم نہ کر دیں۔

ولادت مبارکہ سے متعلقہ کچھ وہ حیران کن امور بھی ہیں جن کا مشاہدہ عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے سوموار کی رات صبح کی گھڑیوں میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں بوقت جنم حضرت آمنہ کے ساتھ تھی۔ جونہی صبح کو نور چمکا حضرت آمنہ نے اپنا وہ معزز و مکرم بچہ جنا، جس کے نور سے گھر کی ہر چیز جس پر بھی میری نظر پڑتی تھی چمک اٹھی۔ میں جب ستاروں کو دیکھتی تو وہ بھی مجھے اپنے قریب آتے ہوئے نظر آتے تھے۔ یہاں تک میں خوف کی وجہ سے یہ کہہ اٹھی کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

''شفاء'' نے بھی اس کی مانند اپنی مشہور حدیث میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ولادت کے وقت وہ حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ انہوں نے ایک نور کو دیکھا جو دنیا کی تمام اطراف اور جہالت پر چھایا ہوا نظر آ رہا تھا اور فرشتے جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہہ رہے تھے: ''رحمک اللہ'' (اللہ تم رحم کرے) اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے کا سارا گھر بقعہ نور بن جاتا ہے۔ پھر یہ نور یہاں سے نکل کر تمام اطراف عالم میں پھیل جاتا ہے۔

Marfat.com

پھر بوقت پیدائشی جو عورتیں وہاں موجود تھیں ان کو ستارے اپنے اتنے قریب آتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ عثمان بن ابی العاص کی والدہ بول اٹھتی ہیں کہ یہ یقیناً ہم پر گر جائیں گے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی ولادت کے ساتھ ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سارے امور متعلق ہیں، جن کو تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔

اے مخاطب! کیا اس سب کچھ کے بعد بھی تجھے کسی دلیل کی ضرورت ہے اور اگر دن کو ثابت کرنے کے لیے بھی کوئی دلیل چاہتے ہو تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ذہن کسی چیز کو قبول کر ہی نہیں سکتے۔ ان میں درحقیقت خلل وفساد ہے۔ اب اپنا دھیان ذرا اس کی طرف بھی لگایئے جو سیدہ حلیمہ ذکر کرتی ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ہمراہ گھر سے نکلی۔ ہم اس قحط زدہ سال میں اپنے لیے کوئی سہارا تلاش کر رہی تھیں۔ اسی تلاش میں ہم مکہ معظمہ آن پہنچیں۔ ہم میں سے کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ بچی جس پر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیش نہ کیے گئے ہوں اور جب اس نے سنا ہو اور اس سے بتایا گیا ہو کہ آپ دریتیم ہیں تو اس نے آپ کو لینے سے انکار نہ کر دیا ہو۔ یہ ہیں سیدہ حلیمہ جو یہ بیان کر رہی ہیں کہ مکہ مکرمہ ہی جناب رسول کریم ﷺ کی جنم بھومی ہے وہ اور ان کا خاوند شفاء نامی لونڈی کی طرح بشرف بہ اسلام ہوئے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بہت سارے اعزاء واقرباء جو بوقت ولادت وہاں موجود تھے، خلاف عادت باتیں دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے، یہ اس قصہ کی ایک کڑی ہے۔ ویسے تو اس کی کئی کڑیاں ہیں جو ذہنوں میں اس کی پختگی وصداقت کو مستحکم بناتی ہیں اور پھر تاریخ میں بھی ابن قیم کا یہ دعویٰ:

((لاخلاف فی انه ولد بمكة المكرمة))

''اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔''

مبنی برحق ہے۔

حالانکہ اس بات کا انہیں اچھی طرح علم تھا کہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ان کے نزدیک یہ ایک ایسا اختلاف ہے جس کی کوئی قیمت ہی نہیں اور نہ ہی اسے کوئی اہمیت دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں آپ نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کس جگہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بہتر یہ ہے کہ ہم جناب حضرت محمد ﷺ کے مکان ولادت کے بارے میں جو خاص اور اہم اقوال وارد ہوئے ہیں ان سے ابتدا کریں تاکہ اپنے سابقہ مقالہ میں ہم نے جو دلائل دیئے ہیں اور جو اقوال پیش کیے ہیں ان کی صحت ودرستگی عیاں ہو جائے۔ سید الناس محمد بن محمد العمیری اپنی کتاب ''عیون الاثر فی سیرۃ سید البشر، ص ۱۷/۶/۳۴۷'' میں لکھتے ہیں:

''آپ اس گھر میں پیدا ہوئے جو اب حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر کہلاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ولادت بنی ہاشم کی گھاٹیوں میں ہوئی۔''

الحافظ بن مغلطای اپنی کتاب ''الاشارہ الی سیرۃ المصطفیٰ وتاریخ من بعدہ من الخلفاء'' (ص: ۶۸۹-۷۶۲) میں لکھتے ہیں:

''آپ مکہ معظمہ میں اس گھر میں پیدا ہوئے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر بنا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ گھاٹی میں پیدا ہوئے اور کہا گیا ہے کہ روم میں یا عسفان میں پیدا ہوئے۔''

امام سہیلی نے اپنی کتاب میں جو ''روض الانف'' کے نام سے معروف ہے، کہا ہے:

Marfat.com

''آپ ﷺ گھاٹی میں پیدا ہوئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اس گھر میں پیدا ہوئے جو صفا کے قریب واقع تھا۔''

ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ آپ اس گھر میں پیدا ہوئے جو صفا کے قریب و جوار میں واقع تھا اور بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ملکیت میں رہا۔ عبداللہ بن جراد سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا:

''آپ ﷺ روم میں پیدا ہوئے۔''

ان تمام اقوال کا جائزہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میری جو خواہش ہے وہ یہ ہے کہ قاری یہاں اس حقیقت کا ملاحظہ کرے کہ ہر وہ قول جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یا نہیں کیا بیرون مکہ جناب ﷺ کی پیدائش کا پتہ دیتا ہے۔ مثلاً: عسفان یا ابواء وغیرہ۔ اس کا صیغہ تمریض یعنی قیل یا یقال کے ساتھ لایا جانا اس پر قلت اعتماد کی طرف مشیر ہے۔ جب کہ دیگر اقوال جو اس صیغہ کے ساتھ نہیں آئے وہ سارے کے سارے مکہ مکرمہ میں ہی جناب کی ولادت باسعادت ہونے پر متفق ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابن القیم اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ عین وسط مکہ میں پیدا ہوئے۔''

وہ باوجود آپ کی جائے ولادت کے بارے مورخین کے مابین اختلاف کے اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتے کیونکہ یہ ایک ایسا اختلاف ہے جو لائق اعتناء اور قابل قدر ہی نہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن حزم اپنی ایک یقینی اور قطعی روایت میں لکھتے ہیں:

((ولد صلی اللّٰہ علیه وسلم فی مکة المکرمة))

''آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔''

اس بارے میں لائق اعتبار اور وزنی اقوال سارے کے سارے مکہ مکرمہ میں ہی آپ کی ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے پر زور دیتے ہیں۔ اگر آپ اس پر اس کا بھی اضافہ کریں جو قرآنی ارشادات سے سمجھا جاتا ہے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وہ قول جو مکہ سے باہر آپ کی ولادت کی خبر دیتا ہے قول مردود ہے۔

ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصوں میں سے کسی حصہ اور کسی جگہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ کیا اس گھر میں جو حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر کہلاتا تھا یا روم میں یا گھاٹی میں اور پھر کون سی گھاٹی میں؟ تو اس بارے میں ہمیں قدیم ترین مؤرخین کی آراء معلوم کرنا چاہئیں۔ جہاں تک ہمارے علم کی رسائی ہے، سب سے قدیم شخص جس نے مکہ کی تاریخ کے موضوع پر اپنا قلم اٹھایا محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۷ھ ہیں۔ ان کے بعد علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۵ آتے ہیں۔ ان کے بعد ابوالولید الازرقی کا نمبر آتا ہے (متوفی ۲۵۶ھ) پھر ان کے زمانہ سے قریب زمانہ والے عمر بن شبہ متوفی ۲۹۲ھ ہیں۔ بعد ازاں محمد بن اسحٰق الفاکہی متوفی ۲۸۰ھ کا ظہور ہوتا ہے۔

قابل افسوس عمل یہ ہے کہ ان مورخین کے وہ آثار جنہیں لوگوں کے مابین متداول اور شہرت یافتہ ہونے کی خصوصیت حاصل تھی ان میں سے سوائے ابوالولید الازرقی کی کتاب المسمی ''اخبار مکہ'' کے کچھ باقی نہیں رہا۔ ایسے ہی ابو اسحاق الفاکہی کی کتاب کا ایک نسخہ یورپ کی ایک لائبریری میں موجود ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ تاریخ مکہ کے موضوع پر عمدہ کتاب ازرقی کی ''اخبار مکہ'' ہی ہے جو تیسری صدی ہجری کے نصف سے قبل تالیف کی گئی اور دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام کتب کی بہ نسبت جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں اپنے سابقہ زمانوں کے ساتھ رابطہ رکھتی ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ اس کے مولف بھی مکی ہیں۔ بلاشبہ اہل مکہ اپنی گھاٹیوں کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے جیسا کہ ناقدین و مورخین کا یہ دعویٰ ہے

Marfat.com

کہ اس کی معلومات آج تک تاریخ کی جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب سے زیادہ قیمتی اور ثقہ ہیں۔ البتہ ان حقائق سے یہ غاری ہے جو اس وقت تک پردہ غیب میں ہیں۔ جب تک کہ اللہ چاہے انہیں ظاہر نہ فرمادے۔

ازرقی اپنی کتاب ''تاریخ مکہ'' میں ایک طویل گفتگو کے بعد جس میں استاذ احمد البساعی نے قدرے وضاحت کر کے اضافہ کیا ہے، کہتے ہیں:

''جب ہم اپنی شاہرہ کی طرف جو قشاشیہ میں ہے کہ بالائی حصہ کی طرف رخ کرتے ہوئے نکلیں تو ہمارے سامنے ایک بازار آجاتا ہے، جس کو سوق الفاکہۃ (میوہ منڈی) کہتے ہیں۔ پھر سوق الرطب (کھجوروں کا بازار) پھر کچھ منازل آتی ہیں جو بنی عامر کی تھیں۔ اور سوق اللیل کے پاس (رات کا بازار) ایک گھر آتا ہے جو ''مال اللہ'' کے نام سے معروف تھا۔ گھر کے قریب یوسف کی گھاٹی بل کھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ وہی گھاٹی ہے جس کو آج کل ہم ''علی کی گھاٹی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اسی میں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے گھر واقع تھے اور دیگر گھر حضرت ابوطالب اور عباس بن عبدالمطلب کے تھے۔ ان مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہی اپنے وقوع پذیر ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ تو بلاشبہ یہ گھر ان مذکورہ بالا گھروں میں ہی منحصر ہے جو حضرت ابومطلب بن ہاشم کا گھر، ابوطالب اور عباس کے گھر تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان گھروں میں سے کس گھر میں ولادت ہوئی۔ اس کے جواب کے لیے اب ایک بار پھر ازرقی کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ قریش کے گھرانوں (یا جنہیں رباع قریش کا نام دیا جاتا ہے) اور ان کے خلفاء کے گھروں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سب سے پہلے رباع (منازل) عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد کی تھیں۔ ابوالولید نے کہا: وہ گھر جو بعد میں سلیم بن الارزق کا رہا اور یہ بنی مرحب کے گھر کے ایک پہلو میں واقع تھا، اسماعیل بن ابراہیم الحجرۃ کی ملکیت میں آگیا اور یہ خویطب بن عبدالعزی کے گھر کے سامنے واقع تھا اور ابراہیم بن محمد طلحہ بن عبداللہ کے گھر کے آخر تک جاتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حارث کی یہی پہلی ملکیت تھی اور یہ وہی گھر ہے جس کو ابن ابی الکلوح البصری نے خرید لیا تھا۔ اس کے بعد آنے والی مملوک جگہ شعیب ابی یوسف ہے، جس کو اب ''شعیب علی'' کا نام دیا جاتا ہے اور اسی ابن یوسف کے گھر کا کچھ حصہ جناب رسول کریم ﷺ کا مکان ولادت ہے۔ جناب نبی کریم کا مکان ولادت اور اس کا آس پاس آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی ملکیت تھا۔ وہ مملوکہ جگہ جو اس کے بعد تھی وہ حضرت عباس بن حضرت عبدالمطلب کی تھی۔ اور یہی خالصۃ کا گھر تھا جو خیزران کی لونڈی تھیں۔ اس کے بعد مقوم بن عبدالمطلب کی ملکیت تھی اور یہی ابویزید اللہبی کا گھر تھا۔ اس جگہ یہ ان کی آخری ملکیت تھی۔

ازرقی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

''حضرت عباس بن عبدالمطلب کا ایک گھر صفا مروہ کے درمیان بھی تھا جو موسیٰ بن عیسیٰ کی اولاد کے قبضہ میں ہے اور حضرت عباس کا گھر وہ گھر تھا جس کی پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اسی کے پاس جھنڈا تھا جہاں سے مروہ سے آنے والا صفا تک دوڑ لگاتا تھا اور یہ بھی ان کا خیال ہے کہ یہ گھر مناراہ کے پاس حناطین کے قریب و جوار میں واقع تھا۔ خلیفہ مہدی نے جب مسجد حرام کی توسیع کی تو یہ حصہ اس میں داخل کر دیا گیا۔ اس وقت ہمارے سامنے حارث بن عبدالمطلب کا گھر ہے جو بعد میں خرید لیا گیا، اس کے قریب ہی وہ شعب ہے جس کو آج کل ''شعب علی'' کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کے قریب ابن یوسف کے گھر کا کچھ حصہ ہے جو حضرت ابوطالب کا گھر تھا۔ پھر اس کے بعد وہ گھر ہے جو جناب رسول کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عباس بن عبدالمطلب کا گھر تھا۔ پھر مقوم بن عبدالمطلب پھر ابویزید اللہبی کا اور یہی ابو

Marfat.com

لہب کی ملکیت میں تھا اور ہمارے سامنے عباس بن عبدالمطلب کا وہ گھر بھی ہے جو صفا مروہ کے درمیان واقع تھا۔ ہم دارالندوہ کو بھی نہیں بھولیں گے۔ ابو محمد اسحاق بن نافع الخزاعی نے کہا ہے کہ ''دارالندوہ'' جیسا کہ ارزقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کعبہ شریف کے شامی رخ کی طرف مسجد حرام سے ملا ہوا تھا اور یہی قصی بن کلاب کا گھر تھا اور قریش کی ملکیت میں تھا۔ قصی کے معاملہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے قریش دور جاہلیت میں مشورہ کے لیے اور اپنے امور کو طے کرنے کی غرض سے اس گھر میں جمع ہوتے تھے۔ ان کے اس اجتماع کی وجہ سے جو اس گھر میں پایہ تکمیل کو پہنچتا تھا اس کا نام دارالندوہ رکھا گیا۔ پھر دارالندوہ اس وقت سے عمیر ابی مصعب بن عمیر اور عامر کو منتقل ہوا، پھر ان سے معاویہ بن سفیان نے خرید لیا، اس کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد کا مکان تھا۔ ازرقی کہتے ہیں کہ یہ وہ گھر تھا جس میں سیدنا رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ قیام پذیر رہے۔ حضرت خدیجہ نے اپنی تمام اولاد کو اس گھر میں جنم دیا اور اسی میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ ہجرت تک حضور نبی کریم ﷺ اس گھر میں رہائش پذیر رہے۔ اس کے بعد اس کو عقیل بن ابی طالب نے لے لیا۔

ابن عبد البر نے اس کو ''استعات'' میں اور ابن سید الناس نے ''عیوان الاثر'' میں روایت کیا ہے۔ سیرت ابن ہشام، جلد ا ص ۱۷۰، الزرقانی، ج ا ص ۱۴۶، النووی ۷/۱۶، یہ ہیں وہ جگہیں جہاں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقوع پذیر ہونے کا عمومی طور پر گمان کیا جاتا ہے۔ اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان مذکورہ بالا گھروں میں سے کس گھر میں پیدا ہوئے؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ گھر جس میں آپ کی ولادت ہوئی وہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا گھر تھا اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ وہ گھر ہے جو اولاد عبدالمطلب کی منازل کے مابین واقع تھا۔ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ آپ کی پیدائش دارالندوہ میں ہوئی ہو، کیونکہ وہ آپ کے والد ماجد کا گھر تو نہیں تھا، بلکہ وہ تو قومی معاملات کے طے کرنے کی جگہ تھی اور یہ بات بھی قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ آپ حضرت عباس کے گھر، جو صفا مروہ کے درمیان واقع تھا، میں پیدا ہوئے ہوں اور نہ ہی ام ہانی کے گھر میں اور نہ ہی خدیجہ بنت خویلد کے گھر میں جو روم عمر کے قریب واقع تھا۔ جب کہ آپ کے اپنے والد ماجد کا گھر موجود تھا تو یہ بات زیادہ مناسب اور قرین قیاس ہے کہ آپ کی ولادت اپنے باپ کے گھر واقع ہوئی ہو۔ تاریخ نے کوئی ایسی وجہ نہیں بتائی جو اس سے مانع ہو۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت جو آپ کا مکان ولادت معروف و مشہور ہے اس کا آپ کی جائے ولادت ہونا تواتر سے ثابت ہے اور یہ ''شعب علی'' کا پہلا حصہ ہے اور یہ مکان اس مشہور لائبریری والا مکان ہے جو ''مکتبہ قطان'' کے نام سے جانی جاتی ہے، جس کو الشیخ عباس قطان نے بعینہ اسی جگہ قائم کیا جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور یہ اس گھر والی جگہ ہے جو حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کا گھر کہلاتا تھا۔

امام سہیلی کا قول ہے:

((''ولد بالشعب وقيل بالدار التی عند الصفا''))

''آپ ﷺ شعب میں پیدا ہوئے اور کہا گیا ہے کہ اس گھر میں جو صفا کے پاس ہے۔''

یہ قول اس بات کو مستحکم بناتا ہے اور اس کے لیے باعث تقویت ہے کیونکہ وہ گھر شعب (گھاٹی) کے شروع میں پڑتا تھا اور صفا سے سامنے نظر آتا ہے۔ وہ سوق الیل کے حلقہ میں تھا جس کے بارے تقی الدین الفاسی نے گفتگو کی ہے، جب کہ انہیں ولادت سوق الیل میں تھا بلکہ اس میں سے جو باقی رہ گیا ہے وہ اس کے پہلے حصہ میں آتا ہے اور صفا سے قریب تھا اور کچھ بعید نہیں کہ بعض نے اسے شعب بنی ہاشم کی طرف منسوب کیا ہو کیونکہ وہ گھر اس وادی کے زیریں حصہ میں تھا اور بعض نے اسے اس کے کوہ صفا کے قریب و جوار میں واقع ہونے کے باعث اس کی طرف منسوب کیا ہے۔ نسلاً بعد نسلٍ لوگوں نے اس بارے میں جو

Marfat.com

معلومات حاصل کی ہیں، وہ اس نظریہ کی تائید کرتی ہیں۔ تمام مخلوق کے سردار (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) نے اس میں جنم لیا اور یہی وہ شرف ہے جس کی بنیاد پر اسے روئے زمین کی تمام جگہوں پر برتری حاصل ہے اور وہ اس پر نازاں ہے اور مدینہ منورہ کو بھی مبارک ہو کہ وہ آپ کی جائے ہجرت بنا اور اس کو اس لیے بھی مبارک ہو کہ اس کی زمین آپ کے جسم اطہر کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے اور دنیا کے کونے کونے کے ہم سب مسلمانوں کو بھی مبارک ہو کہ ہم آپ کے اتباع کا شرف حاصل کر رہے ہیں اور آپ کی امت میں سے ہیں اور انشاء اللہ آپ کی معیت میں آپ کے حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اس حوض کا پانی پئیں گے۔ آپ کی شفاعت سے بہرہ ور ہوں گے اور آپ کے گروہ میں اٹھائے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔!

اس میں کچھ شک نہیں کہ معزز قاری اس عنوان کو پڑھ کر دہشت زدہ ہو جائے گا کہ آخر حضور ﷺ کے ساتھ ہماری جو محبت ہے اس کا شق صدر کیساتھ کیا تعلق ہے؟ اس پر طرّہ یہ ہے کہ عظیم مبلغ شیخ شعراوی کے بقول شق صدر ان معجزات میں شمار ہوتے ہیں جن سے اسلام پر غیرت رکھنے والے حضرات انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام اپنے سارے قضایا اور مسائل میں عقل کی ہمنوائی کرتا ہے مگر شق صدر کا معجزہ ایک ایسا معجزہ ہے جو عقل سے بالا ہے۔ استاد شعراوی ایسی باتوں کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مذہب کو اس طریقے سے زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ تم بلاشبہ اس بات میں آزاد ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ مگر جب ایک بار دلائل کی بنیاد پر ایمان لا چکے ہو تو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم پر اس کا قبول کرنا لازم ہوگا۔ پھر اس وقت ضروری ہوگا کہ تمہاری عقل کا عمل دخل محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل وروایت کی تصدیق وتوثیق تک ہی محدود رہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے یا نہیں؟ یعنی کیا یہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں۔''

اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما اتاکم الرسول فخذوہ ومنھاکم عنہ فانتھوا))

''اور جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

((وماینطق عن الھوی))

''اور رسول اپنی مرضی سے بولتے بھی نہیں۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ شق صدر کے واقعہ کے بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اہل زمانہ نے ''نسلاً بعد نسل'' ان کو روایت کیا ہے۔ جن سے کسی حال میں بھی انکار کی گنجائش نہیں۔ بے شک یہ معجزہ ہے اور معجزہ وہ ہوتا ہے جس کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہو۔ وہ لوگ بعض دفعہ اس بات کا سہارا لیتے ہیں کہ وہ عادت جس پر دنیا کا نظام چل رہا ہے معجزہ اس سے موافقت نہیں رکھتا مگر معجزہ اگر کائنات کے قانون کے مطابق جاری ہو تو پھر وہ معجزہ رہتا ہی نہیں۔ اعجاز کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ معجزہ اس طریقے پر ظاہر نہ ہو جس طرح عموماً عادت انسانی جاری ہوا کرتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے فعل کے ذریعے سے اس کا نام عادت کو پھاڑنے والا رکھا جاتا ہے۔ جس نے اس میں شک کیا، اس نے کفر کیا۔ العیاذ باللہ!

مگر جدید اسلامی مفکرین کے ایک گروہ نے شق صدر کے واقعہ سے سرے سے انکار کیا ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو ایک دوسرے زاویہ نظر سے دیکھا ہے۔ انہوں نے اس معجزہ پر باعتبار اعجاز اعتراض نہیں کیا، بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ کمال اور برتری انسان کو اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب کہ وہ اپنی خواہشات کو پچھاڑ دے، اپنی لذتوں کو رد کر دے۔ جس شخص

Marfat.com

نے اپنی خواہش کو پچھاڑ دیا اور اپنی شہوت پر غالب آ گیا وہ اس شخص کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے، جس کو اس کی خواہش نے زیر کرلیا ہو اور اس پر غالب آ گئی ہو۔ پس وہ لوگ جو رسولان کرام علیہم السلام کو فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں وہ اور اسی حقیقت کا سہارا لیتے ہیں۔

بے شک فرشتے خواہشات کے غلبہ اور ان سے مغلوب ہو جانے سے مامون محفوظ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ رنگ ہے جس پر انہیں پیدا فرمایا اور شق صدر کا واقعہ ان لوگوں کی نظر میں جناب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو فرشتوں کی جماعت میں داخل کر دیتا ہے، کیونکہ ان کے خیال میں شق صدر کا یہ واقعہ آپ کو مغالبۃ (یعنی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش) اور مصارعۃ (ایک دوسرے کو پچھاڑ دینا) کے عنصر سے مبرّا قرار دیتا ہے اور یہی وہ خصوصیات ہیں جن سے کمال انسانی کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور انہی کی بنیاد پر رسل کرام (علیہم السلام) ملائکہ سے ممتاز ہیں۔ ایسی رائے رکھنے والے مفکرین میں سے ایک بہت بڑے مصنف اور مفکر ڈاکٹر خالد محمد خالد بھی ہیں، جو اپنے ایک مقالہ بعنوان "محمد فی عید مولدہ العظیم" میں کہتے ہیں:

"جیسا کہ آپ ایک انسان پیدا ہوئے، ایسے ہی آپ نے اپنی زندگی کو بحیثیت ایک انسان کے بسر کی اور ہم یہ رائے نہیں رکھتے کہ فرشتے سونے کا برتن اٹھائے ہوئے آسمان سے اترے اور مسکن شیطان کو آپ کے دل مبارک سے کھینچ لیا۔ پھر اسے گلاب کے پانی سے دھو کر جیسے پہلے تھا ویسے کر دیا۔ اگر یہ بات ہوئی ہو تو پھر آپ کی عظمت نفس، عظیم الشان زھد اور تعمیر شخصیت کو کوئی امتیازی شان حاصل نہ ہو سکے گی۔"

(رسالۃ "الدوحۃ" دیکھئے نمبر ۴۷ ربیع الاخر ۱۴۰۲ھ میں شائع ہوا)

اگر شق صدر سے غرض یہی ہو تو پھر تو ان کی یہ بات درست ہوگی۔ مگر اس کی غرض و غایت کی تو بہت ساری ان احادیث نے، جو واقعہ شق صدر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، واضح کر دیا ہے۔ مثلاً: ابی ابن کعب سے روایت ہے:

((ان اباھریرۃ کان حریصاعلی ان یسال رسول اللّٰہ ﷺ عن اشیاء لا یسالہ عنھاغیرہ فقال یا رسول اللّٰہ مااول مارایت من امر النبوۃ؟فاستوی رسول اللّٰہ ﷺ جالساوقال لقدسالت اباھریرۃ انی لفی صحراء ابن عشر سنین واشھرواذابکلام فوق رأسی واذابرجل یقول لرجل اھوھوقال نعم فاستقبلانی بوجوہ لم ارھالخلق قط،وارواح لم اجدھامن خلق قط وثیاب لم ارہ علی احد قط فاقبلا الی یمشیان حتی اخذکل واحدمنھابعضدی لا اجدلاخذھمامسا۔فقال احدھما لصاحبہ اضجعہ فاضجعانی بلا قصر ولا ھصرفقال احد ھما لصاحبہ افلق صدر فھوی احدھما الی صدری ففلقھافیماا اری بلادم ولاوجع فقل اخرج الغل والحسدفاخرج شیئاکھیئتہ العلقۃ ثم نبذھا فطرحھافقال لہ ادخل الرحمۃ والرافقہ فاذامثل الذی اخرج شبیہ الفضتہ ثم ھذاابھام رجلی الیمنی فقال اغدواسلم فرجعت اغدواسلم فرجعت اغدوبھارقۃ علی الصغیرورحمۃ علی الکبیر))

"حضرت ابو ہریرہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنے پر بڑے حریص تھے، جن کے بارے ان کے علاوہ صحابہ میں سے اور کوئی سوال نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ابو ہریرہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! نبوت کے معاملہ میں

Marfat.com

وہ کون سی پہلی چیز تھی جو آپ نے دیکھی۔؟ یہ سنکر جناب رسول ﷺ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! تو نے پوچھا ہے تو اب میں تجھے بتاتا ہوں، دس سال اور کچھ ماہ میری عمر تھی، میں صحرا میں تھا کہ اچانک اپنے سر کے اوپر سے میں نے گفتگو سنی۔ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہہ رہا تھا: ''کیا یہ وہی ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ہاں وہی ہیں۔وہ ایسے چہروں کے ساتھ میرے سامنے آئے جو میں نے انسانوں کے ہرگز نہیں دیکھے تھے اور ایسی خوشبو کے ساتھ جو مخلوق میں میں نے ہرگز نہیں پائی تھی اور ایسی ثابت قدمی ان میں تھی جو میں نے ہرگز کسی میں نہ دیکھی تھی۔چنانچہ وہ دونوں میری طرف چل کر آئے، یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک نے میرے بازو کو پکڑ لیا مگر میں نے ان کے پکڑنے کو محسوس نہ کیا۔ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھ سے کہا: ان کو لٹا دو۔چنانچہ ان دونوں نے مجھے بغیر کوئی تکلیف دیئے یا دباؤ ڈالے بغیر لٹا دیا۔پھر ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا: ان کا سینہ چاک کیجئے۔چنانچہ ان میں سے ایک میرے سینے کی طرف جھکا اور اسے چیر دیا۔مگر جیسا کہ میں دیکھ رہا تھا اس سے نہ تو خون نکلا اور نہ ہی کسی قسم کا درد محسوس ہوا۔اس نے کہا: اس سے کینہ اور حسد نکال دیجئے۔چنانچہ اس نے منجمد خون کی طرح کی کوئی چیز نکالی، اسے جھٹکا اور پھینک دیا۔کہنے والے نے اپنے ساتھی سے کہا: اس میں رحمت اور شفقت داخل کیجئے۔پھر جو چیز نکالی گئی تھی اس کے مثل چاندی کی طرح کی ایک چیز رکھ دی گئی۔اس کے بعد میرے دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو ہلایا اور کہا جایئے۔میں لوٹا تو اس حال میں کہ چھوٹے کے ساتھ بہت نرمی اور بڑے کے ساتھ مہربانی کرنے والا تھا۔''

(اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب ''زوائد المسند'' ۵، ۱۳۹ میں روایت کیا ہے۔شرح الشفاء میں اسے ابن حبان کی طرف منسوب کیا اور حاکم اور ضیاء نے مختارہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔الفتح الربانی ۲۰: ۱۹۵۔۱۹۲ اور شرح الشفاء ملا علی قاری، ۱: ۴۱۴۔ہیثمی نے مجمع الزوائد ۸: ۲۲۲۔۲۲۳ میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔)

بس شق صدر سے غرض صرف یہی تھی کہ آپ کے سینہ مبارک کو شفقت اور رحمت سے بھر دیا جائے اور دل کے شفقت اور رحمت سے بھرے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آدمی جس کا دل شفقت و رحمت سے بھیر دیا گیا ہے اس کو اپنی خواہشات پر قابو پانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، بلکہ یہ تو خواہشات نفسانی سے نبرد آزما ہونے کا بہت بڑا سبب ہے۔

مثال کے طور پر آپ کے درج ذیل قول کو بطور نمونہ لیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((لو سرقت فاطمة بنت محمد ﷺ لقطعت يدها))

''اگر حضرت محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

وہ دل جو رحمت و رافت سے پر ہو تو اس کے لیے ناممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑے پر بھی اس قسم کی حد قائم کرے، خصوصاً جب کہ اس کے دل میں اس کا ایسا مقام ہو جو سیدۃ فاطمہ کا جناب سید الاولین والآخرین (صلوات اللہ علیہ وسلامہ علیہ) کے دل مبارک میں تھا۔اس پر مزید یہ کہ بہت ساری احادیث اس حقیقت کا پتہ دیتی ہیں کہ وہ فرشتوں نے سینہ شریف کا حکمت و ایمان سے بھر دیا اور یہ روایت پہلی حدیث کے ساتھ متعارض نہیں کیونکہ رافت و رحمت حکمت کی محتاج ہوتی ہے اس لیے کہ شفقت اور رحمت کو نامناسب جگہ پر تو نہیں رکھا جاتا۔یونہی اس کا غیر مناسب استعمال نہیں کیا جاتا۔اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی اپنے نفس کے ساتھ محاذ آرائی بہ نسبت کسی دوسرے شخص کے بہت زیادہ تھی۔کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کا دل مبارک رحمت سے بھرا ہوا ہے۔مگر اس کے باوجود آپ اس کے لیے بے قرار رہتے تھے کہ آپ اپنی پوری طاقت اور تمام تر قوت کے ساتھ کفار سے برسرپیکار ہوں اور ان پر بہت شدت کریں۔

Marfat.com

کفار کے ساتھ جنگ کرتے وقت کوئی دوسرا شخص اس قدر نفسانی کشمکش سے دوچار نہیں ہوتا جس قدر رسول کریم ﷺ ہوتے، جن کا دل مبارک رافت ورحمت سے معمور تھا، کیونکہ ان کے دل میں موجود درجہ رحمت اس قدر کم تھا کہ اس کو اس درجہ رحمت پر جو جناب رسول اللہ ﷺ کے دل مبارک میں موجزن تھا قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ ﷺ اس رحمت سے مقابلہ کرتے اور خاص طور پر وہ اس وقت آپ سے مقابلہ کرتی کہ اگر فاطمہ چوری کر لیتیں اور آپ ان کے ہاتھ کاٹ دیتے یا جب آپ اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور ہو جاتے، کیونکہ وہ بھی تو انہیں عالمین کی جنس میں سے ہیں جن عالمین کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پھر اس پر طرّہ یہ کہ آپ کا درجہ رافت ورحمت تمام کے تمام لوگوں کے درجہ رافت ورحمت پر بھاری ہے۔

وہ احادیث جو اس حقیقت کی خبر دیتی ہیں کہ وہ فرشتوں کے آپ کے سینے مبارک کو چاک کر دینے کے بعد اسے حکمت وایمان سے بھر دیا گیا' بہت ہی زیادہ ہیں جن میں سے چند ایک کا نیچے ذکر کیا جاتا ہے۔

((عن ابی ذر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال فرج عن سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبریل ففرج صدری ثم غسلہ بماء زمزم ثم جاء بطست من ذھب ممتلی حکمۃ وایمانا فافرغہ فی صدری ثم اطبقہ))

''حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔ جبریل علیہ السلام اترے، انہوں نے میرا سینہ چاک کیا، پھر زمزم کے پانی کے ساتھ اسے دھویا، پھر ایک سونے کی پلیٹ جو حکمت وایمان سے پر تھی اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا اس کے بعد سینہ کو بند کر دیا۔''

(صحیح بخاری، وصحیح موسلم)

((وعن مالک بن صعصعۃ رضی اللہ عنہ قال النبی ﷺ بینما انا عند البیت بین النائم والیقظان وذکر یعنی رجلا بین الرجلین فاتیت بطست من ذھب ملان حکمۃ وایمانا فشق من النحر الی مراق البطن ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملئی حکمۃ وایمانا))

''حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: دریں اثناء کہ میں ابھی اپنے گھر میں نیم خواب اور نیم بیدار آدمی کی جو کیفیتیں ہوا کرتی ہیں ان کی درمیانی کیفیت میں تھا (یعنی نہ تو بالکل ہی سویا ہوا تھا اور نہ ہی مکمل طور پر بیدار تھا) کہ میرے پاس سونے کی ایک طشتری لائی گئی جو حکمت وایمان سے بھری ہوئی تھی۔ میرے سینہ کو چیر کر ایمان وحکمت اس میں ڈال دی گئی۔''

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

بخاری ومسلم کے الفاظ یوں ہیں:

((وایضاً قال ﷺ بینما انا فی الحطیم وفی الحجر مضطجعا اذا اتانی ات فقد قال وسمعتہ یقول فشق مابین ھذہ الی ھذہ الحدیث))

''جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں حطیم میں تھا یا فرمایا کہ میں حجر میں تھا اور پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آنے

Marfat.com

والا میرے پاس آیا، میرا سینہ لمبائی میں چیر دیا۔ راوی نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو "فقد" کی بجائے "فشق" مابین هذه الی هذه فرماتے سنا۔ یہاں سے لے کر یہاں تک چیر دیجئے۔" (الحدیث)

بخاری و مسلم کی تیسری روایت میں اس طرح ہے:

((فاتيت فانطلق بی فاتيت بطست من ذهب فيها من ماء زمزم فشرح صدری الی كذا و كذا يعنی اسفل بطنی))

"میں آیا اور مجھے ساتھ لے جایا گیا، میرے پاس سونے کی ایک پلیٹ لائی گئی جس میں زمزم کا پانی تھا، میرے سینہ کو اس جگہ اور اس جگہ تک یعنی پیٹ کے نچلے حصہ تک کھولا گیا۔"

ایک اور روایت میں ایسے ہی ہے:

((فاتيت بطست من ذهب ممتلی حكمة و ايمانا فشق من النحر الی مراق البطن بماء زمزم))

(بخاری نے اس حدیث کو کتاب بدء الخلق، ملائکہ کے ذکر کے باب میں اور باب المعراج، کتاب مناقب الانصار میں روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اس کو "کتاب الایمان" جناب رسول اللہ ﷺ کے آسمانوں کی طرف معراج کے باب میں ذکر کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۶۴۔۲۶۵، احمد، ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین حضرات نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

"سونے کی بنی ہوئی ایک طشتری میرے پاس لائی گئی جو حکمت و ایمان سے پر تھی۔ سینہ کے ابتدائی حصہ سے لے کر پیٹ کے نرم حصہ تک اسے چیر دیا اور زمزم کے پانی کے ساتھ اسے دھویا گیا۔"

((وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اتيت فانطلقوا بی الی زمزم فشرع عن صدری ثم غسل بماء زمزم ثم انزلت)) (صحيح مسلم)

"حضرت انس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آیا بعد ازاں مجھے چاہ زمزم کے پاس لے گئے۔ میرے سینہ کو کھولا اسے زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا گیا، پھر مجھے چھوڑ دیا گیا۔"

البرقانی نے اپنی روایت میں یوں اضافہ کیا ہے:

((ثم انزلت علی طست من ذهب مملوءة حكمة و ايمانا))

"پھر مجھے حکمت و ایمان سے بھری ہوئی سونے کی ایک پلیٹ کے پاس لایا گیا۔"

اور بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں:

((فلم يكلموه حتی احتملوه فوضعوه عند بئر زمزم فتولاه منهم جبريل عليه السلام فشق جبريل مابين نحره الی بطنه حتی فرغ من صدره و جوفه و غسله بماء زمزم حتی انقی جوفه ثم اتی بطست من ذهب)) (متفق عليه)

(امام بخاری نے کتاب التوحید کلم اللہ موسیٰ تکلیما کے بارے میں جو وارد ہوا ہے اس باب میں اور صفۃ النبی ﷺ کے باب کتاب الانبیاء میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے آسمانوں کی طرف معراج کے باب کتاب الایمان میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۶ نیز امام ترمذی، نسائی اور احمد وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے)

"انہوں نے آپ کے ساتھ کلام نہ کی، یہاں تک کہ آپ کو اٹھایا اور چاہ زمزم کے پاس اتار دیا، ان میں سے جبریل علیہ السلام

Marfat.com

نے یہ کام اپنے ذمے لیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا سینہ مبارک درمیان سے لے کر گردن کے اگلے حصہ تک چیر دیا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے سینہ اور پیٹ مبارک سے فارغ ہو گئے۔ اسے زمزم کے پانی سے دھو دیا اور اس قدر دھویا کہ بالکل صاف کر دیا۔ اس کے بعد سونے کی ایک پلیٹ لائی گئی۔"

((عن ابی بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قال فرج سقت بیتی وانا بمکة فنزل جبریل ففرج صدری ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلی حکمة وایمانا فافرغها فی صدری ثم اطبقته))

(عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "زوائد المسند" ۵، ۱۲۲ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں۔ جیسا کہ الہیثمی "مجمع الزوائد" ۱/۶۵ـ۶۶ میں کہتے ہیں)

"ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں سوراخ کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا، جبریل علیہ السلام اترے میرا سینہ کھولا۔ اس کے بعد زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر سونے کی بنی ہوئی ایک طشتری لائی گئی جو حکمت و ایمان سے پر تھی اسے میرے سینہ میں انڈیل دیا۔ بعد ازاں میرا سینہ بند کر دیا گیا۔"

((وعن ابی هریرة رضی اللہ عنه قول اللہ عزوجل (سبحان الذی اسری بعبده لیلا) قال جاء جبریل علیه السلام الی النبی ﷺ ومعه میکائیل فقال جبریل لمیکائیل علیهما السلام ائتنی بطست من ماء زمزم کیما اطهر قلبه واشرح له صدره قال فشق عن بطنه فغسله ثلاث مرات))

(بزاز، ابویعلی، ابن جریر الطبری، محمد بن نصر المرزوی، ابن حاتم اور ابن مردویہ وغیرہ حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

"حضرت ابو ہریرہ سے اللہ عزوجل کے قول سبحان الذی اسری بعبده کی تفسیر میں درج ذیل حدیث مروی ہے۔ انہوں نے کہا: جبریل علیہ السلام میکائیل کی معیت میں حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے میکائیل سے کہا: مجھے زمزم کے پانی سے ایک طشتری بھر کر لا دیجئے، تاکہ ان کے دل مبارک کو پاک کروں اور ان کے لئے ان کا سینہ کھول دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ بعد ازاں جبرائیل نے حضور ﷺ کے بطن مبارک کو چاک کیا اور اسے آب زمزم سے تین مرتبہ دھویا۔"

((وعن خالد بن معدان عن اصحاب رسول اللہ ﷺ انهم قالوا یا رسول اللہ اخبرنا عن نفسك قال انا دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسی بن مریم ورات امی حین حملت بی انه خرج منها نور اضاءت له قصور بصری من ارض الشام واسترضعت فی بنی سعد بن بکر بینما انا مع اخ لی فی بهم لنا اتانی رجلان ثیاب بیاض معهما طست من ذهب مملوء ثلجا فاضجعانی فشقا بطنی ثم استخرجا قلبی فغسلاثم جعلا فیه حکمة وایمانا))

(ابن عساکر نے اس حدیث کو اپنی کتاب "تاریخ دمشق" ۱، ۳۸۰ میں ابن بدران کی کتاب "تہذیب تاریخ دمشق الکبیر" سے روایت کیا ہے)

"خالد بن معدان سے روایت ہے، انہوں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ صحابہ نے ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں۔ جب میری والدہ ماجدہ میرے ساتھ حاملہ ہوئیں تو

Marfat.com

انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے سرزمین شام میں بصری کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ مجھے بنی سعد بن بکر میں دودھ پلایا گیا۔ ایک دفعہ جب کہ میں اپنے ایک رضائی بھائی کے ساتھ اپنے مویشیوں میں تھا کہ اچانک سفید لباس میں ملبوس دو شخص میرے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ برف سے بھری ہوئی سونے کی ایک طشتری تھی۔ انہوں نے مجھے کمر کے بل لٹا دیا، میرا پیٹ چاک کیا، پھر میرے دل کو نکال کر دھویا اور اسے حکمت وایمان سے بھر دیا۔"

آپ دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کرنا اسے رافت ورحمت سے بھرنے کی غرض سے تھا اور اس لیے تھا کہ اسے حکمت وایمان کے ساتھ پر کر دیا جائے تا کہ آپ حکمت کے مطابق رافت ورحمت کو کام میں لائیں اور اس میں تصرف فرمائیں۔ خواہ ایسا تصرف آپ کی خواہش ورغبت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اس سے پہلے کافی مثالیں دے چکے ہیں۔ یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ شق کی صدر شریف اور عنصر بشریت کے مابین جس میں تمام لوگ آپ کے ساتھ شریک ہیں ذرہ بھر بھی کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ الٹا اس میں تو وہ کچھ ہے جو آپ کی مہم اور آپ کے کام کو بہ نسبت دوسروں کے مشکل تر بنا دیتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ آپ ﷺ نے کسی ایسے شخص پر حد شرعی قائم کرنے کا ارادہ فرمایا ہو جو آپ کا محبوب ہو یا جب مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے پر آپ مجبور ہوتے، حالانکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ دیگر لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو رقت قلب اور رحمت میں آپ کی گرد راہ تک بھی پہنچ سکے۔ مگر آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نے اگر کسی دوسرے شخص پر کوئی حد قائم کرنا چاہی یا اس نے مشرکین سے لڑائی کی تو آپ کی بہ نسبت (جس کا سینہ رافت ورحمت سے معمور تھا) اس کے لیے یہ کم گراں اور کم مشکل ہوتا تھا۔ بہت سارے طرز ہائے عمل اور حالات وواقعات مقتضائے حکمت آپ ﷺ کو اپنے اس جذبہ رافت ورحمت کے خلاف عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مثلاً: کفار کے ساتھ جنگ کرتے وقت یا زید کے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملہ میں اور پھر اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم دینا کہ آپ ان کی مطلقہ سے شادی کر لیں، باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنا رسم ورواج کے خلاف تھا اور اس رسم ورواج کا یہ بوجھ جو اس زمانہ کے لوگوں پر مسلط تھا آپ کو اس کا سامنا کرنا پڑا۔

یہ معاملہ یا اس قبیل کے دیگر معاملات ہوں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ احکامات صادر ہوئے آپ نے تعمیل حکم الٰہی میں اپنے نفس سے مقابلہ کیا اور اس پر غالب رہے۔ جب کہ ایسا کرنا اور کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہر قسم کے حالات اور رسم ورواج کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے نفس کو نیچا دکھایا جب کہ دوسرے لوگ زیر ہوئے۔

جہاں تک آپ کے سینہ مبارک کو ایمان کے ساتھ پر کرنے کا تعلق ہے وہ اس لیے ضروری تھا کہ چونکہ آپ کو لوگوں کا رہبر ورہنما بننا تھا اور انہوں نے آپ کی اقتداء کرنا تھی لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کا ایمان ان کی رگ وپے میں سرایت کر جائے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس درجہ کامل الایمان بنایا کہ اگر آپ کا یہ ایمان تمام لوگوں میں تقسیم بھی کر دیا جائے تو سارے کے سارے اس کی پنہائیوں میں سما جائیں اور آپ اس کے لیے ایک کامل واکمل نمونہ بن کر ابھریں۔ جیسا کہ آپ تمام انسانیت کے لیے رہتی دنیا تک نمونہ ہیں۔ اس بات کا بشریت کے ساتھ کوئی تعرض نہیں اور نہ ہی یہ نفوس کا پچھاڑ دینے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے خلاف ہے۔ بے شک ایک مومن کو اس کا ایمان جہاد وقتال پر ابھارتا ہے مگر یہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باوجود اس قوت ایمانی کے وہ قتل وقتال اور جنگ وجدال سے مطمئن اور خوش ہے، کیونکہ اس طرح نہ ہو جب کہ اللہ کا ارشاد ہے:

((کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم))

''تم پر جہاد فرض کیا گیا حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے۔''

اسراء اور معراج کی رات سینہ مبارک کے شق کرنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ نے اللہ کے حضور حاضر ہونا تھا، قاب قوسین یا اس سے بھی کم فاصلہ اللہ کا قرب حاصل کرنا اس سے ہم کلام اور مانوس ہونا اور سرگوشی کرنا تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسی خوبی ہے جس میں آپ سارے جہانوں سے منفرد و ممتاز ہیں۔ دوسری یہ کہ اس کے لیے ایک قوت کی ضرورت ہے۔ قصہ اسراء و معراج میں مذکورہ بالا طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور اس کے دیدار کی جو مہم تھی اس کو اس شخص پر جو اس سے مشرف ہونے والا تھا، خواہ وہ کوئی بھی تھا ایسا بنانا لازمی تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنے حبیب اعظم اور صفی اکرم ﷺ کے کسی کو یہ شرف نہیں بخشا اور نہ ہی اپنی ساری مخلوق میں سے سوائے آپ کے کسی اور کو اس کے لیے خاص کیا ہے، کیونکہ ایسا نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((فلما تجلی ربہ الجبل جعلہ دکاء وخرموسی صعقا))

''پس جب رب نے تجلی فرمایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ گر پڑے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس لیے نہیں بلایا تھا کہ آپ کو پاش پاش کر دے یا آپ کو بے ہوش کر دے بلکہ اس لیے بلایا تھا کہ آپ کو اس شرف سے نوازے جس کے ساتھ ساری دنیا کو چھوڑ کر آپ کو خاص کیا۔ حضوریوں اور باریابیوں کی دعوت دی تو پھر آپ کو اس ذمہ داری کی سطح پر پورا اترنے اور اس کا بوجھ اٹھانے کے قابل بھی بنا دیا اور یہ چیز ہرگز ہرگز انسانی خصائص اور تقاضا ہائے بشریت کے منافی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کی مدح میں فرماتا ہے:

((مازاغ البصر وماطغی))

''آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔''

اس بات کا بھی امکان تھا کہ آپ کی چشم مبارک فطرت انسانی کے خاصے کے مطابق جو آپ کے اور تمام انسانوں کے مابین مشترک ہے ٹیڑھی ہو جاتی یا حد سے گزر جاتی۔ مگر آپ اس طبیعت و فطرت پر اس وقت غالب آ گئے جب کہ کوئی دوسرا اس کی قدرت نہیں رکھ سکتا تھا اور آپ نے اس کو زیر کر لیا، جب کہ ایسا کرنا کسی اور فرد بشر کے بس کی بات نہ تھی۔ تب تو یہ ثابت ہوا کہ یہ نظریہ کہ آپ کے صدر شریف کو چاک کرنے کا مطلب آپ کو اس بشریت سے نکالنا تھا جس کو آپ دیگر انسانوں کے ساتھ شریک ہیں، کسی ٹھوس اور صحیح بنیاد پر قائم نہیں۔ اس پر مزید یہ کہ احادیث کثیرہ اس موضوع میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

((وعن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ اعتکف ھو وخدیجۃ شھرا بحراء فوافق ذلك شھر رمضان فخرج رسول اللہ ﷺ وسمع السلام علیك قالت فظننت انہ الجن فقال ابشروا فان السلام خیر ثم ای یوما اخر جبریل علیہ السلام علی الشمس جناح لہ بالمشرق وجناح لہ بالمغرب فھیت منہ فقالت فانطلق یرید اھلہ فاذا بینہ وبین الباب قال فکلمنی حتی انسیت بہ ثم وعدنی موعدا قال فجئت لموعدہ واحتیس علی جبریل فلما

Marfat.com

ارادان یرجع اذاھوبه میکائیل بین السماء والارض قال فاخذنی جبریل فلصقنی بحلاوة القفاطق عن بطنی فاخرج منه ماشاء اللّٰه ثم غسله فی طست من ذھب ثم اعادفیه ثم کفانی کما یکفی الاناء ثم ختم فی ظھری حتی وجدت مس الخاتم))

(ابوداؤ دالطیالسی نے اس حدیث کواپنی مسند۲،۸۶(حدیث نمبر۲۳۱۸) میں روایت کیا ہے۔جیسا کہ منحۃ المعبود میں مروی ہے۔حارث نے اپنی مسند میں اس کو روایت کیا ہے۔جیسا کہ شیخ الباری ۱:۴۶۰ میں منقول ہے کہ ابونعیم نے اپنی دلائل النبوۃ ۱۷۱ میں اور بیہقی نے اپنی دلائل النبوۃ ۱:۳۹۸ میں اس کونقل کیا ہے۔)

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے اور حضرت خدیجہ نے ایک ماہ اعتکاف کیا۔حسن اتفاق سے یہ اعتکاف ماہ رمضان میں وقوع پذیر ہوا۔جناب رسول کریم غار سے باہر نکلے تو کسی کہنے والے کو سنا،وہ کہہ رہا تھا:''السلام علیک''حضرت خدیجہ کہتی ہیں کہ میں نے گمان کیا کہ شاید اچانک آپ کے پاس کوئی جن آ گیا ہے مگر آپ نے فرمایا:اے خدیجہ! خوش ہو جاؤ۔بے شک سلام میں بھلائی ہے۔پھر کسی اور دن آپ نے جرائیل علیہ السلام کوسورج کے اوپر دیکھا۔ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں۔حضرت خدیجہ ان سے ڈر گئیں۔حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ چل پڑے،گھر جانے کا ارادہ تھا۔جرائیل علیہ السلام آپ کے اور آپ کے دولت کدہ کے دروازے کے مابین حائل ہو گئے۔آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ کلام بھی کیا حتیٰ کہ میں ان کے ساتھ مانوس ہو گیا۔پھر میرے ساتھ ملاقات کا وعدہ کر کے چلے گئے۔آپ فرماتے ہیں کہ میں ملاقات کے لیے طے شدہ وقت پر پہنچ گیا،وہ بھی آ گئے۔انہوں نے مجھے دبو چا مگر جب حضور ﷺ نے واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ جرائیل و میکائیل کے ساتھ ہیں۔جرائیل علیہ السلام زمین کی طرف نازل ہوئے،میکائیل زمین و آسمان کے درمیان ہی رہے۔آپ نے فرمایا کہ جرائیل نے مجھے پکڑ کر کمر کے بل لٹا دیا،میرے پیٹ کو چاک کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا میرے پیٹ سے نکال کر باہر کیا۔پھر اسے سونے کی طشتری میں دھو کر اپنی جگہ میں رکھ دیا۔پھر مجھے ایسے الٹا کر دیا جیسے ایک برتن کو اوندھا کیا جاتا ہے۔اس سب کاروائی کے بعد میری پشت پر مہر لگا دی حتیٰ کہ میں نے اس مہر کے چھونے کو بھی محسوس کیا۔''

ثابت البنانی سے روایت ہے،انہوں نے انس بن مالک سے روایت کی:

((ان رسول اللّٰه اتاہ جبریل علیه السلام وھویلعب مع غلمان فاخذه فصرعه وشق عن قلبه فاستخرج القلب فاستخرج منه علقة فقال ھذاحظ الشیطان منك ثم غسله فی طست من ذھب بماء زمزم لا مه ثم اعاده فی مکانه وجاء الغلمان یسعون الی امه (یعنی ظئره)فقالوا ان محمداًصلی اللّٰه علیه وسلم قد قتل))

(کتاب الایمان،''باب الاسراء رسول اللہ ﷺ الی السموات حدیث نمبر۲۶۱،مسند امام احمد:۳:۱۲۱،۱۴۹،۲۸۸۔ان دونوں حضرات کے ہاں حدیث کے آخر میں یوں ہے''میں اس سلائی کا نشان اپنے سینے میں دیکھتا تھا)

''جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس جرائیل علیہ السلام آئے،اس وقت آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔انہوں نے آپ کو پکڑا اور زمین پر گرا دیا۔آپ کا دل مبارک نکال کر چاک کیا،اس میں سے جما ہوا خون نکال باہر کیا اور یہ آپ سے شیطان کا حصہ تھا،پھر دل کو سونے کی ایک پلیٹ میں رکھ کر زمزم کے پانی سے اسے دھویا۔پھر اسے دوبارہ جوڑا اور اپنی جگہ میں رکھ دیا۔یہ

Marfat.com

منظر دیکھ کر لڑکے آپ کی والدہ (حضرت حلیمہ) کی طرف دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ حضرت محمد ﷺ (معاذ اللہ) قتل کر دیئے گئے ہیں۔!''

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ اپنی ایک حدیث میں حضور ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ سے حاصل کرنے اور دودھ پلانے کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ اس کا مکمل بیان حدیث میں یوں ہے:

((قالت فبينما هو يلعب واخوه يوما خلف البيوت ير عيان بهمالنا اذجاء نا اخوه يشند فقال لي ولابيه ادر كااخي الورشي قد جاء رجلانفاضجعاه فشقابطنه فخر جنا نحره يشند فانتهينا اليه وهوقائم منتقع لونه،فاعتنقه ابوه،واعتنقته ثم قلنامابك اى بنى قال اتاني رجلان عليهما ثياب بيض فاضجعاني ثم شقابطني فوالله ما ادرى ماصنعاقالت فاحتملناه فرجعنا به الى البيت))

(اس حدیث کو ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ان دونوں کے رجال ثقہ ہیں۔ مجمع الزوائد ۸، ۲۲۰۔۲۲۱)

''حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ آپ اور آپ کے بھائی گھر کے پچھواڑے میں کھیل رہے تھے اور ہمارے مویشی چرارہے تھے جب کہ اچانک ان کا رضاعی بھائی ہمارے طرف دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہنے لگا: میرے قریشی بھائی کی مدد کو پہنچیے۔ ان کے پاس دو آدمی آیئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی ان کو لٹا دیا ہے اور ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ ہم گھبرا کر ان کی طرف دوڑتے ہوئے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کھڑے ہیں اور ان کا رنگ متغیر ہو چکا ہے۔ ان کے باپ نے ان کو گلے سے لگالیا۔ پھر میں بھی ان سے ہمکنار ہوئی۔ ہم نے کہا: اے بیٹے! آپ کو کیا ہوا۔؟ فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے سفید رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے، انہوں نے آتے ہی مجھے لٹا دیا۔ میرا پیٹ چاک کیا۔ بخدا! مجھے معلوم نہیں کہ پھر انہوں نے کیا کیا۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں: ہم نے ان کو اٹھالیا اور گھر واپس آگئے۔''

اس کے علاوہ اس بارے میں اور بھی بہت ساری احادیث ہیں۔ اگر میں ان کو بالتفصیل بیان کروں تو بحث طویل ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ کافی ووافی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (۷:۳:۲) میں اس شخص کے رد کے باب میں، جس نے معراج کی رات سینہ مبارک کے چاک کرنے سے انکار کیا تھا فرمایا:

''اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ یہ امر مسلم ہے کہ اس موضوع میں لگاتار اور پے در پے روایات وارد ہوئی ہیں۔''

شیخ الاسلام احمد بن عبد الرحیم جو ولی اللہ الدہلوی کے لقب سے معروف ہیں، اپنی یگانہ روزگار کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں لکھتے ہیں:

''فرشتے ظاہر ہوئے آپ کے دل مبارک کو چاک کیا، اس کو ایمان وحکمت سے بھر دیا اور یہ سارا واقعہ عالم مثال اور عالم شہادت کے درمیان پیش آیا۔''

(مذکورہ بالا عبارت ابوالحسن الندوی کی کتاب السیرۃ النبیۃ سے نقل کی گئی ہے، مکتبہ دار الشروق)

اسی سبب سے دل کا چاک کرنا ہلاکت کا باعث نہ بنا۔ چنانچہ آپ کے سینہ مبارک میں دھاگے کی طرح اس شق کا نشان ہمیشہ باقی

Marfat.com

رہا اور ایسے ہی ہر اس چیز کا حال ہوتا ہے جس میں عالم مثال اور عالم شہادت کا اختلاط اور امتزاج ہو جائے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم نے جو حارث ابن حاطب ابن عبداللہ کا غلام تھا، بیان کیا، اس نے جعفر بن ابی طالب یا ان سے جنہوں نے ان سے یہ حدیث بیان کی، روایت کیا اور کہا کہ حلیمہ بنت ابی ذویب السعدیۃ جناب ﷺ کی دایہ، جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا، بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ آپ کو لے کر گھر واپس لوٹے، آپ ان کو اپنے گھر لے آنے کے کئی ماہ بعد اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے گھروں کے پچھواڑے ہمارے مویشیوں میں موجود تھے کہ اچانک ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور ان کے باپ سے کہنے لگا: میرے اس قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے جو سفید کپڑوں میں ملبوس ہیں پکڑ لیا ہے اور ان کو پہلو کے بل لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے اور ان کے اندر کی چیز نکال دی ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ یہ ماجرا سن کر میں اور ان کا باپ باہر نکلے۔ ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ کھڑے تھے اور ان کے چہرے مبارک کا رنگ اترا ہوا تھا۔ چنانچہ باری باری میں نے بھی اور ان کے باپ نے بھی ان کو سینے سے چمٹایا اور ان سے پوچھا: اے بیٹے! کیا ہوا۔؟ فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے لٹا دیا اور میرے پیٹ کو چاک کیا۔ پھر اس میں کوئی چیز تلاش کرنے لگے، مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم انہیں اپنے خیمے کی طرف واپس لائے۔''

ابن اسحاق نے کہا:

''ثور بن یزید نے اہل علم میں سے کسی شخص کی روایت سے یہ حدیث مجھے بیان کی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ شخص خالد بن معدان الکلاعی ہی ہیں، جو کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے چند نے جناب سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔ فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور جب میری والدہ ماجدہ میرے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ان کے بطن مبارک سے نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ میں نے بنی سعد بن بکر میں دودھ پیا۔ ایک دن میں ان کے گھروں کے پچھواڑے اپنے بھائی کے ساتھ تھا، ہم لوگ مویشی چرا رہے تھے کہ اچانک میرے پاس دو آدمی سفید لباس میں ملبوس ایک سونے کی طشتری لے کر آئے، جو برف سے بھری ہوئی تھی، انہوں نے مجھے پکڑا، میرے بطن کو چاک کیا اور میرے دل کو باہر نکالا، اسے بھی چاک کیا اور اس سے سیاہ رنگ کا جما ہوا خون نکال کر باہر کیا۔ پھر میرے دل کو اور پیٹ کو اس برف کے ساتھ اس قدر دھویا کہ اس کو بالکل صاف کر دیا۔''

ان راویان احادیث میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس پر عیب لگایا جا سکے یا اس کے بارے میں کسی قسم کی بناوٹ، جھوٹ یا نفاق کا علم ہو سکا ہو جو اس کی طرف سے روایت کردہ حدیث کے انکار کا سبب بن سکے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قصہ شق صدر صحیح ہے۔ بخاری و مسلم میں صحیح متن کے ساتھ وارد ہوا ہے اور معروف ضابطہ یہ ہے کہ متن کے ہوتے ہوئے اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے ان لوگوں سے تعجب ہے جو اس واقعہ سے انکار کرتے ہیں جس کے وقوع کے بارے میں جو متواتر حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ہر ایک دوسری کے لیے باعث تقویت ہے اور اس میں کسی قسم کے تردد یا اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سارے کے سارے دلائل اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ کے سینہ مبارک کو دو فرشتوں نے چاک کیا اور اس میں سے جما ہوا خون جو شیطان کا حصہ تھا نکال دیا اور اس کو ایسے ہی شفقت اور رحمت سے بھر دیا جیسے کہ اسے حکمت سے پر کیا تھا اور اسی حکمت کے بل بوتے پر آپ شفقت و رحمت کا صحیح استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح ان کو ایمان سے بھی بھر

Marfat.com

دیا تا کہ آپ تمام مومنین کے لیے کامل نمونہ بن بنیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ (شق صدر) کے عمل میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو آپ کی بشریت کے مخالف ثابت ہو۔ یہ تو وہی کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اخذ کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری کے عظیم احسان و انعام کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

((لقدجاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم))

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔''

اسی سبب سے آپ کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بہت زیادہ شفقت کرنے والے اور ہم پر رحم کرنے والے ہیں اور اس لیے کہ آپ مسلمانوں کے، ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ان کا مشقت میں پڑنا اور ان پر ظلم آپ پر گراں ہے تو پھر اگر ہم اس سے محبت نہ رکھیں جس کا ہمارے ساتھ یہ حال ہو تو پھر اور کس سے محبت رکھیں گے۔ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

اهل یکوٌن حمیدا ان یجادلنا

واننا بقضاء الحق بخال

''کیا یہ بات ہمیں زیب دیتی ہے کہ ہمارے لیے دست سخاوت دراز کیا جائے اور ہم ادائیگی حق میں بخل سے کام لیں۔''

جیسا کہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ بات سے بات نکلتی ہے تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے دیگر معجزات کے ذکر سے برکت حاصل کریں اور ان معجزات کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ پر انعام کیا ہے اس کا کچھ علم ہمیں بھی حاصل ہو جائے اور جو ہم پر احسان کیا ہے اور جس کی بدولت آپ کی محبت و اطاعت ہم پر فرض ہے اس کا کچھ کھوج لگائیں۔

آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی ہی محبت ہے اور آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه))

''اے محبوب فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔''

((ومن یطع الرسول فقداطاع اللّٰه))

''جس نے رسول کا حکم مانا، بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔''

((النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم))

((عزیز علیه ما عنتم جریص علیکم وبالمؤمنین رؤف رحیم))

''تمہاری تکلیف ان پر گراں ہوتی ہے اور وہ تم پر بہت حریص ہیں اور مومنوں پر رؤف و رحیم ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کے بعد جس نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ سے بڑھ کر ہمارے محبت کا اور کون حقدار ہو سکتا ہے۔''

اللهم صلی وسلم وبارك علیه

Marfat.com

بہت سارے مسائل جیسا کہ ہم پہلے ذکر چکے ہیں، ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو پیش کریں تو ہم انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے بشریت کے منافی پاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں۔ مثلاً: آپ نے ایک دن ایک چھوٹے سے پیالہ سے ایک بڑے لشکر کو پانی پلا دیا۔ وہ پانی آپ کی انگلیوں مبارکہ سے پھوٹا تھا۔ اس پانی سے تمام اہل لشکر سیراب ہو گئے تو کیا یہ صحیح واقعہ نہیں اور کیا احادیث کی کتابوں میں وارد نہیں ہوا۔؟ ایسے ہی ایک صاع (پیمانہ تقریباً 4 کلو) سے ایک بہت بڑی تعداد کو کھانا کھلا دینے کا مسئلہ ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کھانا کھانے والے لوگ تقریباً تین سو کے لگ بھگ تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک سو تیس کے قریب تھے۔ بخاری شریف میں ایسے ہی وارد ہوا ہے تو پھر کیا اس سے محض اس بنیاد پر انکار کر دینا چاہئے کہ یہ آپ کی بشریت کے منافی ہے۔؟

ممکن ہے ایسے ہی چاند کے اس ٹکڑے ہونے کا واقعہ جس دن قریش نے آپ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ان کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔ آپ نے انگلی سے اشارہ کیا چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت اتاری:

((اقتربت الساعة وانشق القمروان یروا ایته یعر ضوا ویقولوا سحر مستمر))

سیاق آیت سے صاف واضح ہے کہ وہی واقعہ اسی دنیا میں پیش آیا اور اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں اور ان کو شیخین (بخاری و مسلم) نے روایت کیا ہے۔ اس سے زیادہ کی طلب ہو تو ''دلائل النبوۃ'' کا مطالعہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں نے ایک دفعہ آپ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ الفاظ امام بخاری کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم مقام منیٰ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک چاند دو ٹکڑے ہو گیا، اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور ایک آپ کے سامنے آ گیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''گواہ رہو۔'' (متفق علیہ واللفظ للبخاری)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند جناب رسول اللہ کے زمانہ مبارک میں دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ (متفق علیہ)

اس کے علاوہ درخت کے تنے والی ایک حدیث بھی آتی ہے، آپ نے کچھ عرصہ کھجور کے ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں جب منبر تیار ہو گیا تو آپ نے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دینا چھوڑ دیا، اچانک اس تنے سے شوق اور درد و الم بھری ایک آواز آنے لگی۔ چنانچہ ہر آدمی نے جو اس وقت وہاں موجود تھا اس آواز کو سنا۔ پھر ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے اپنے آگے کی مانند اپنی پشت کے پیچھے بھی مکمل طور پر دیکھنے کے بارے میں کیا کہیں گے۔ اگر اس معاملہ میں بھی ہم محض اپنی عقل سے فیصلہ دیں تو یہ بھی آپ کی بشریت کے منافی بات ہے، حالانکہ یہ ایک پختہ اور ثابت شدہ واقعہ ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے درج ذیل حدیث آتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هل ترون قبلتي هاهنا فوالله ما يخفى علي خشوعكم ولا ركوعكم اني لاراكم من وراء ظهري))

''کیا تم میرے قبلے تک دیکھتے ہو یعنی تم تو صرف میری سجدہ گاہ تک دیکھتے ہو؟ بخدا! مجھ پر تو تمہارا خشوع اور تمہارا رکوع بھی مخفی

Marfat.com

نہیں ہے، میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔"
یہ حدیث متفق علیہ ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔
امام مسلمؒ کے ہاں حضرت ابو ہریرہ کی روایت یوں آتی ہے:

((انه قال صلى بنا رسول الله ﷺ يوم انصر فقال الاتحسن صلاتك الاينظر المصلى اذاصلى كيف يصلى انما يصلى لنفسه))

"انہوں نے کہا: انصر کی جنگ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز کیوں اچھے طریقے سے ادا نہیں کرتا؟ کیا نمازی نماز ادا کرتے وقت یہ نہیں دیکھتا کہ وہ کیسے نماز ادا کر رہا ہے حالانکہ وہ تو محض اپنے بھلے کے لیے نماز پڑھتا ہے۔؟"

((وعن انس بن مالك قال صلى بنا النبى ﷺ ثم رقى المنبر فقال فى الصلاة وفى الركوع انى لا راكم من ورائى كما اراكم))(متفق عليه واللفظ للبخارى)

اور بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے:

((فوالذى نفسى بيده انى لاراكم من خلف كمااراكم من بين يدى قال النووى رحمة الله تعالىٰ فى شرحه ولصحيح مسلم قال العلماء ان الله تعالىٰ خلق له ادرا كافى قفاه ببصرٍ به من ورائه انخرقت العادة له ﷺ باكثر من هذاوليس يمنع هذامن عقل ولا شرع بل وردالشرع بظاهره فوجب القول به وقال القاضى عياض قال احمد بن حنبل رحمة الله وجمهور العلماء هذه الرؤية رويته بالعين حقيقية))

(عظیم قدرہ ورفعتہ مکانتہ عند ربہ عزوجل، ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر)

"حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ ممبر پر جلوہ افروز ہوئے، نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آپ کے آگے سے۔"

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے:

((فوالذى نفسى بيده انى لاراكم من خلفى كما اراكم من بين يدى))

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے۔"

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح کے دوران کہا ہے کہ علماء کے قول کے مطابق اس کا معنی و مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گدی مبارک میں ایک طرح کا ادراک پیدا فرما دیا تھا جس کے ذریعے آپ اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ دیکھنا حقیقتاً آنکھوں کے ساتھ دیکھنا تھا۔

(عبارت ختم ہوئی)

Marfat.com

پھر اسراء اور معراج جو آپ کے بغیر کسی نبی کو بھی عطا نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میں آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت سے سرفراز فرمایا اور جو کچھ معراج میں آپ نے اپنے رب کی عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا اور وہ تیزی جس تیزی کے ساتھ آپ نے اپنا سفر معراج طے فرمایا اور وہ راستہ جس راستہ سے آپ آسمانوں پر بلند ہوئے اور آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی یہ ساری چیزیں آپ کی بشریت کے ساتھ موافقت نہیں رکھتیں۔ اس کی بہ نسبت کئی گناہ زیادہ خلاف عادت باتوں کا آپ سے ظہور رہا۔ اس لیے ان سے نہ تو عقل مانع ہے اور نہ ہی شریعت اس کے ظاہر پر حکم لگاتی ہے بلکہ اس کے اقرار کو واجب قرار دیتی ہے۔

تب تو ہماری وسعت میں نہیں کہ ہم ہر اس وقعہ میں جس میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی بشریت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں (کیونکہ ہم سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ بشر ہیں) اس معیار بشریت کو قائم رکھ سکیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک انسان رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر ہماری رائے میں آپ کا لبادہ بشریت میں ہونا آپ کے ان معجزات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز فرمایا ہے یا وہ خصائص جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرف فرمایا ہے انکار کو لازم نہیں گرداننا اور یہ وہ خصوصیات ہیں کہ جب ان کو انسانی خصائص وعادات کے ترازو میں رکھ کر تولا جائے تو یہ خلاف عادت ثابت ہوتی ہیں اور بے شک آپ کے معجزات تو منفرد اور ممتاز تھے حتیٰ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بھی انبیاء سابقین کے معجزات عارضی اور حسی تھے جو کوئی ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا ان کا ادراک کر لیتا تھا مگر جب ان کا وقت گزر جاتا تو وہ زائل ہو جاتے۔ آپ ﷺ کو بھی اس قسم کے معجزات اور دیگر بہت ساری خلاف عادت باتیں عطا کی گئیں۔ مثلاً: چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا' آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کا پھوٹ نکلنا، تھوڑے سے کھانے کا زیادہ ہو جانا' پانی کا بہا دینا' درختوں کا آپ ﷺ کے ساتھ کلام کرنا' کھجور کے تنے سے غم بھری آواز کا آنا' جمادات اور حیوانات کا آپ کو سلام کرنا' بیماری کو شفاء عطا کرنا' آپ کی دعا قبول ہونا' تھوڑے سے پانی کے ساتھ لشکر کی ایک بہت بڑی تعداد کو سیراب کر دینا (عظیم قدرہ رفعتہ مکانہ ﷺ عند ربہ عزوجل ملا خاطر) اور اس کے علاوہ بہت سارے معجزات ہیں جن میں بعض قطعیت کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے درج ذیل حدیث مروی ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((فضلت علی الانبیاء بست ونصرت بالرعب))

''میں چھ اشیاء کے ذریعے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیا گیا ہوں اور رعب ودبدبے کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔''

((وعن جابر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ اعطیت خمسا لم یعطھن احدوزاد البخاری من الانبیاء قبلی ونصرت بالرعب بین یدی مسیرة شھر)) (متفق علیه)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔''

امام بخاری نے اس میں یوں اضافہ کیا ہے:

((من الانبیاء قبلی ونصرت بالرعب بین یدی مسیرة شھر))

Marfat.com

''اپنے سے پہلے انبیاء پر پانچ چیزوں کے لحاظ سے مجھے فضیلت دی گئی ہے اور ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔''

ابوالحسن الندوی نے اپنی کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' میں ذکر کیا ہے:

''اور ایسے ہی حضرت حلیمہ نے کہا، پہلی بار وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلی گئیں، پھر ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محبت ان کے دل میں ڈال دی۔ انہوں نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ سے لے لیا اور آپ کو اپنی قیام گاہ کی طرف لے گئیں تو انہیں ان کی برکت کا احساس ہوا۔ اب اس کے بعد ان کے گھر میں ہر چیز کی حالت وہ نہ رہی جو پہلے تھی۔ انہیں اپنے شیر، اپنے جانوروں کے دودھ، اپنی بوڑھی اونٹنی، اور گدھی تک میں برکت کے آثار نظر آنے لگے اور ہر ایک یہی کہنے لگا کہ اے حلیمہ! تو نے تو ایک مبارک انسان حاصل کیا ہے۔ اس پر ان کی سہیلیاں ان کے ساتھ حسد کرنے لگیں۔ دو فرشتے آئے، اس وقت آپ ﷺ قبیلہ بنی سعد میں تھے، انہوں نے آپ کے پیٹ مبارک کو چاک کیا اور آپ کے دل مبارک سے سیاہ رنگ والا جما ہوا خون نکال کر اسے باہر پھینک دیا اور اس جگہ کو بالکل صاف کر دیا۔ دوبارہ دل اپنی جگہ میں رکھا۔ چنانچہ وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔''

یہ قصہ بتمام وکمال کتب سیرت میں منقول ہے۔ امام مسلم نے اس قصہ کو اپنی صحیح میں کتاب الایمان کے باب الاسرا برسول اللہ ﷺ میں حضرت انس بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے۔

ان چیزوں میں سے جو لائق اعتناء ہیں ایک یہ ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے آپ تمام انبیاء علیہم السلام میں پہلے ہیں، اگرچہ بعثت کے لحاظ سے آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے۔ آپ کی بعثت میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ چونکہ سنت الٰہیہ کے مطابق انسانیت ابھی تک اس قابل ہی نہیں ہوئی تھی کہ وہ آپ کی اس رسالت شاملہ وعامۃ اور سابقہ تمام رسالتوں کی خاتم رسالت کو سہار سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کو اس وقت تک مؤخر کر دیا جب تک کہ انسانیت اس قابل نہ ہو جائے کہ اس رسالت عظیمہ کو سمجھ سکے اور وہ اس وقت تک اس کو سمجھنے کے قابل نہ تھی، جب تک وہ ترقی اور پختگی فہم کے ایک خاص درجے تک نہ پہنچ جاتی جو اس کے لیے مطلوب تھا۔ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت نبی لکھ دیے گئے تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انا خاتم النبیین و ادم بین الماء و الطین))

''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا، حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔''

اس حدیث کو احمد بن حنبل، حاکم اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اسے صحیح مانا ہے اور ثابت کیا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک)

((عن میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ قال قلت یارسول اللہ ﷺ متی کنت نبیا وفی لفظ متی کتبت نبیا قال و آدم بین الروح و الجسد))(رواہ احمد باسناد صحیح)

''میسرۃ الفجر سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ نبی کب بنے؟ اور ایک عبارت میں یوں ہے کہ آپ نبی کب لکھے گئے۔؟ فرمایا: اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کی درمیانی منزلیں طے کر

Marfat.com

رہے تھے۔"

اس حدیث کو امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کب نبی لکھے گئے۔؟ فرمایا: اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

امام احمد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان احادیث کے طرق کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی روایات اور احادیث موجود ہیں۔

یہ صحیح اور واضح احادیث ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اس وقت نبی بنائے گئے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک اپنی مٹی مبارک میں گندھے ہوئے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات میں تصرف فرمانے والا ہے جو جانتا ہے اس کو بھی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

((خلق الله القلم فقال له اکتب))

"اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اس سے کہا: لکھ۔"

یہ حکم عام ہے مگر یہ احادیث ایسی ہیں کہ ان میں جناب رسول اکرم ﷺ کے ذکر کو خصوصیت حاصل ہے اور ان میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کے لیے نبوت لکھ دی گئی تھی جب کہ سیدنا آدم علیہ الصلوۃ السلام ابھی اپنے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔

اس کے بعد سورۃ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ بھی اس حقیقت کی وضاحت کر رہی ہے:

((واذاخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما آئیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصر نہ قال ء اقررتم واخذ تم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانامعکم من الشاھدین))

"اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا: جو میں تم کو کتاب اور حکم دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود کو تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

اگر ان احادیث نبویہ کی تصدیق نہ کی جائے جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبی تھے بلکہ اس وقت سے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح یہ عہد لے لیا کہ وہ حضرات جب ان کے پاس رسول آئے تو اس پر ایمان لائیں اور اس کی مدد کریں اور کس بنیاد پر یہ عہد لیا گیا؟ یہ حقیقت کسی محقق پر مخفی نہیں کہ قرآن کریم میں جو آیات وارد ہوئی ہیں وہ آپ کے نبوت کے صدق اور تورات وانجیل میں اس کے ثبوت پر دلیل ہیں۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

Marfat.com

((الذين يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوباً عندهم في التوراة والانجيل يأمرهم بالمعروف وينها هم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم اصر هم والاغلال التي كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذي انزل معه اولئك هم المفلحون))

احمد نے عطا بن یسار کے حوالے سے روایت کی اور فرمایا:

((لقيت عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما فقلت اخبرني عن صفات رسول الله ﷺ في التوراة فقال اجل والله انه لموصوف في التوراة بصفته في القرآن يا ايها النبي انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا وحرز اللاميين انت عبدي ورسولي سميتك المتوكل لا فظ ولا غليظ ولا صخاب في الاسواق ولا يدفع بالسيئة السيئة ولكن لعفو ويغفر ولن يقبضه الله حتى يقيم الملة العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله يفتح به اعينا عميا واذانا صما وقلوبا غلفا))

''میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا۔ میں نے عرض کی: حضرت! مجھے جناب رسول کریم ﷺ کی ان صفات کے بارے میں کچھ بتایئے جو تورات میں مذکور ہیں۔ فرمایا: ہاں! کیوں نہیں۔ میں ضرور بتاؤں گا۔ بخدا! تورات میں بھی آپ کی وہی صفات ذکر ہوئی ہیں جن صفات کے ساتھ آپ کو موصوف ہونے کا قرآن کریم میں بیان ہے۔ (مثال کے طور پر یہاں تورات کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے وہ عبارت یوں ہے:) ''اے خبر دینے والے! بے شک ہم نے آپ کو اپنی امت پر گواہی دینے والا، انہیں جنت کی خوشخبری سنانے والا، جہنم سے ڈرانے والا اور امیوں کی پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے، وہ نہ تو سخت مزاج اور درشت خو ہے اور نہ ہی بازاروں میں شور وشغب کرنے والا ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ اس کے برعکس عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ کج روملت راہ راست پر نہ آجائے اور وہ اقرار نہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ان کے ذریعے سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور ان دلوں پر جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں کھول نہ دے۔''

امام بخاری نے بھی عبداللہ اور بیہقی نے ابن سلام سے بالکل اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

((حتى يقيم الملة العوجا))

ابن اسحاق نے کعب احبار کی روایت سے اس کی ہم معنی حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے بھی حضرت عائشہ سے مختصراً روایت کی ہے اور وہب ابن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی تھی:

((یاداؤد انه سياتي من بعدك نبي احمد ومحمد صادقا سيدا لا اغضب عليه ابدا ولا يغضبني ابدا وقد غفرت له قبل ان يعصني ماتقدم من ذنبه وما تاخر وامة مرحومة اعطيتهم من

Marfat.com

التوافل مثل ما اعطيت الانبياء وفرضت عليهم الفرائض التي افترضت على الانبياء والرسل حتى ياتوني يوم القيامة ونورهم نورالانبياء الى ان قال ياداوٗد انى فضلت محمد اوامته على الامم كلها كذافى البداية))(بیھقی: ج۲، ص۲۳۶)

"اے داؤد علیہ السلام! عنقریب تیرے بعد ایک نبی تشریف لائے گا جن کا نام احمد ہوگا، وہ سچا ہوگا، سردار ہوگا میں اس پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا اور وہ بھی مجھے کبھی ناراض نہیں کرے گا۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ میری نافرمانی کرے میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور اس کی امت پر رحم کیا گیا ہے۔ میں نے ان کو اتنے نوافل عطا کیے ہیں جس قدر تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے تھے اور ان پر اس قدر فرائض فرض کیے ہیں جس قدر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام پر لازم کیے تھے۔ حتی کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کا سا نور ہوگا اور پھر یہاں تک فرمایا: "بے شک میں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔"

ابونعیم نے حلیۃ جلد۲، صفحہ ۳۸۶ میں سعید بن ابی بلال کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت کعب سے کہا: مجھے جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کے اوصاف بتایئے۔ فرمایا: میں انہیں کتاب اللہ میں یوں پاتا ہوں:

((ان احمد وامته حمادون يحمدون الله عزوجل على كل خير وشريكبرون على كل شرف ويسحبون الله فى كل منزل نداء وهم فى جواسماء لهم دوى فى صلاتهم كدون النحل على الصخريصفون في الصلاة كصفوف الملائكة ويصفون فى القتال كصفوفهم الصلاة اذا غزوافى سبيل الله كانت الملائكة بين ايديهم ومن خلفهم برماع شرااذاحضروا الصف فى سبيل الله كان الله غليهم مظلاواشابيده كما تظل النورعلى وكورها لا يتاخرون زحفاابداواخرجه ايضاباسناداخر عن كعب بنحوه وفى وامته الحمادون يحمد ون الله على كل حال ويكبر ونه على كل شرف وعاة الشمس يصلون الصلوات الخمس لو قتهن ولوعلى كناسنه ياتزرون على اوساطهم ويوضئون اطرافهم واخرج ايضاباسناداخرعن كعب مطولا))

"بے شک احمد ﷺ اور ان کی امت ہر برائی و بھلائی کے موقع پر اللہ عزوجل کی حمد بیان کریں گے، ہر اونچی جگہ پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت بیان کریں گے اور ہر جائے قیام میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ ان کی پکار فضائے آسمانی میں بلند ہوگی، نمازوں میں ان کی بھنبھناہٹ ایسے ہوگی جیسے شہد کی مکھی کی چٹان پر ہوتی ہے۔ وہ نمازوں میں ایسی صفیں باندھیں گے جیسے فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں اور لڑائی میں ایسی ہی صفیں بنائیں گے جیسے نماز میں ان کی صفیں ہوں گی۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے تو فرشتے تیز اور سخت نیزے لے کر ان کے آگے پیچھے ہوں گے، جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں صف بندی کی صورت میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر سایہ فگن ہوگی، پھر اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ایسے جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں کے اوپر سایہ کیے رہتی ہیں۔ وہ میدان جنگ میں لشکر سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔"

Marfat.com

کعب کے حوالہ سے اور دیگر واسطوں ست بھی انہوں نے ایسی ہی ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں یوں آیا ہے:
''آپ کی امت بہت زیادہ حمد بیان کرنے والی ہوگی۔ ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بجالائیں گے اور ہر بلندی پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں گے۔ سورج کی نگہداشت کرنے والے اور اس پر نظر رکھنے والے ہوں گے۔ پانچ نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کریں گے، خواہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔ اپنے جسموں کے درمیانی حصوں میں ازار بند باندھیں گے، اپنے ہاتھ پاؤں دھوئیں گے اور سروں کا مسح کریں گے۔''
انہوں نے دوسرے واسطوں سے بھی کعب کے حوالہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے:
''اللہ تعالیٰ کے علم میں آپ کے لیے نبوت لکھ دی گئی تھی۔ حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے بھی پہلے۔''
اسلام پر غیرت رکھنے والے بعض محدثین نے اس سے انکار کیا ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی پہلے ہو اور ان لوگوں میں سے ایک عظیم اسلامی مفکر اور طبع زاد کاتب ڈاکٹر محمد خالد محمد خالد بھی ہیں۔ شق صدر کے موضوع پر ان کے ایک بیش قیمت مقالہ میں یہ بات گزر چکی ہے، جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ آپ نے اس کو جان لیا ہوگا کہ یہ بات جو اسلام پر غیرت کھانے کی وجہ سے ان کی طرف سے معرض وجود میں آئی ہے کسی حال میں بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس موضوع میں لگاتار احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض بعض کے لیے باعث تقویت ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام عقل کا ساتھ دیتا ہے۔ مگر وہ معاملات اور خصوصیات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے باوجود آپ کی بشریت کے آپ کو خاص کیا ہے، ان میں قدرت الٰہیہ کارفرما ہے۔ جو عقل کے پیمانوں کے سامنے نہیں جھکتی اور نہ ہی اس کے تابع ہے:
عالم دو ہیں: ایک عالم غیب ہے اور دوسرا عالم شہادت ہے۔
عقل کا میدان بس عالم شہادت ہے، یعنی وہ عالم جس کو محسوس کیا، اور چھوا جا سکتا ہے۔ عالم محسوسات اور عالم شہادت کے بارے علماء نے جو کچھ ثابت کیا ہے یا اس کے بارے میں صراحۃً ذکر کیا ہے کہ اس میں اور اسلام میں آپس میں کوئی تناقص نہیں۔ جہاں تک عالم ملکوت یعنی عالم غیب کا تعلق ہے تو وہ تو عقل سے غائب ہے۔ اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسولوں کی زبانی یا پاک کتابوں کے ذریعے سے خبر دی ہے۔ عالم غیب میں عقل کی طرف سے بھی دخل اندازی محض ظن کی حیثیت رکھتی ہے اور ظن تو حق کے معاملے میں کچھ سودمند نہیں۔ س لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں ہی کی تعریف فرمائی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور انہی کو ہی متقی بتایا ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کی ابتداء میں وارد ہوا ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عقل کی حدود کو پہچانا اور اس کو انھی حدود کا پابند کیا اسی کو حکمت کہتے ہیں اور جس کو حکمت عطا کی گئی اسے بہت زیادہ بھلائیاں عطا کی گئیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو پہچان لیا اور بولے:
((سبحانك لا علملنا الاماعلمتنا))
اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی قدر پہچان لی۔ بعد ازاں یہ روشن و تاباں سیرت محمد یہ علی صاحبہا السلام کے فانوس کی شعائیں، ہدایت نبوی کے انوار کی چمک دمک، ریاض مصطفیٰ ﷺ کی خوشہ چینی اور معطر سیرت کی تابانیاں ہیں، جسے میں نے چاہا کہ اہل اسلام کے سامنے پیش کروں تا کہ یہ انہیں ایک ایسی روشنی کا کام دے جو ان کے سامنے ان کا راستہ روشن بنا دے اور ان کے نور سے ان کا ہر رہ گزر چمک اٹھے اور ایک اعلیٰ وارفع نمونہ اور مثل مجسم صورت میں ان کے سامنے پیش کر دے جس کی گرد راہ تک بھی کوئی نمونہ زندگی اور کوئی مثال اعلیٰ نہیں پہنچ پاتی۔ کیونکہ بلا ریب آپ ﷺ کی ذات گرامی تمام

Marfat.com

انسانیت کے لیے ایک اعلیٰ ورافع مثال ونمونہ ہے۔صرف اس امت مرحومہ کے لیے نہیں بلکہ آپ ﷺ رب تعالیٰ کے اذن سے تمام انسانیت کی صراط مستقیم کی طرف رہبری کرنے والے ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وانك لتهدى الى صراط مستقيم))(الشورى:۵۲)

''بے شک تم سیدھی راہ دکھاتے ہو۔''

جوں ہم اپنے دوستوں اور گھر والوں کو آپ ﷺ کی تربیت،آپ کی شریعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اوراپنی اس تربیت ربانی سے آپ کا تسلی حاصل کرنا،جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خاص اہتمام فرمایا تھا اور آپ کی بڑی عمدہ تربیت وتادیب کی تھی (جیسا کہ آپ نے فرمایا: ادبنی ربی فاحسن تادیبی) سکھاتے جائیں گے توں توں ہم زیادہ سے زیادہ اسلام کے حقیقی اوراصلی منبوں،اس کے شیریں،چشموں اوراس کی شریعت سمحاء (آسان اور سہل) کے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے،کیونکہ ہر مسئلہ محبت سے ہی شروع ہوتا ہے اور محبت سے ہی تقویت پاتا ہے اوراسی محبت کے سہارے ہی اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔یہاں تک کہ یہ اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے اور آخرکار ایمان کامل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اسی ضمن میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((لايؤمن احدكم حتى يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول ﷺ اسے ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔''

اس محبت کی صداقت اس شریعت کے نفاذ سے ہی عیاں ہوتی ہے جو اس رسول کریم ﷺ کی شخصیت اور آپ کی مہکتی ہوئی سیرت میں عملی صورت میں موجود تھی۔وہ سیرت وشخصیت جو باقی رہنے والے قانون ربانی کی عملی تفسیر تھی،جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے نفع کے لیے آپ کے قلب مبارک پر اتارا تاکہ آپ اسے کھول کھول کر لوگوں سے بیان کردیں۔آپ نے اس کو اپنے اخلاق وعمل میں عملاً پیش کیا اوراس کے ذریعے آپ بہترین اخلاقِ انسانی کی آخری حدود کو پہنچے۔

آپ اس لائق ہیں کہ آپ ﷺ کو وہ رب تعالیٰ جس نے آپ کی تربیت فرمائی اور آپ نے اس میں بڑی عمدگی اختیار کی آپ کو اس تعریف کا مستحق گردانتے ہوئے درج ذیل ایسے ہی تعریفی کلمات کے ساتھ آپ کو مخاطب کرے جن کی صدا ''ملاء اعلیٰ'' میں گونج رہی ہو اور کائنات کی پہنائیوں اور گوشے گوشے میں سنی جارہی ہو،جو اس ربانی خلق:

((وانك لعلى خلق عظيم))

کی واضح دلیل ہے۔ہاں ہاں! یہ خلق اللہ سبحان وتعالیٰ کے میزان میں اتنا عظیم ہے کہ غایت تک مخلوق کے سارے کے سارے اندازے اور خیالات پہنچنے سے قاصر ہیں۔اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں کہ آپ کا خلق قرآن کریم ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بارے میں بیان کیا۔

جب اس عظمت کے اسرار کا احاطہ کرنے سے عقلیں عاجز ہیں تو ہمارے یہ کتنا لائق اور مناسب حال ہے کہ ہم آپ ﷺ کے طرز ہائے عمل کو نمونہ بنائیں تاکہ اس کی روشنی میں چلیں اوراپنی اولاد کو بھی اسی کے مطابق پرورش کریں تاکہ ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک پورا ہو:

Marfat.com

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))

کوئی بھی طرز عمل اور موقف جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر اس شخص کے ساتھ اختیار فرمایا جس کے ساتھ آپ محبت کرتے تھے یا اس شخص کے ساتھ جس کو آپ ناپسند فرماتے تھے یا اپنی ذات کے ساتھ یا اپنے گھر والوں کے ساتھ قریب و بعید کے ساتھ، جنگ میں، صلح میں، سختی میں، آسانی میں، چھپے، ظاہر اس پر قرآنی تعلیمات کی چھاپ لگی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ اس لیے تشریف لائے کہ انسانیت کو سکھادیں کہ وہ کیسے اللہ تعالیٰ کے راستے اور طریقے کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت و تکریم کی سزاوار قرار پائے۔ جہاں تک کہ میری اس کتاب کا تعلق ہے تو یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے چند طرز ہائے عمل کا ایک سرسری سا مطالعہ ہے اور امید تو ہے کہ ہم اپنے نفوس میں ان طرز ہائے عمل کا پودا لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کو دلوں میں از روئے محبت گہرائیوں تک لے جائیں اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ان کو بطور مثال کے پیش کریں۔ ایسی مثالیں اور نمونے جن کے سامنے مشرق و مغرب اور تمام تر تاریخ کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے اور سارے کے سارے مبادیات (بنیادی اصول و قواعد) ان کے سامنے حقیر اور گھٹیا نظر آنے لگ جاتے ہیں اور ساری کی ساری قیادتیں ان کے آگے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے بیٹوں اور ہماری اولاد کو سوائے خلق عظیم نادر روزگار ثبوت کامل و اکمل نمونوں اور بطور ہدیہ عطا کردہ رحمت (صلوات اللہ علیہا وسلامہ) کے دیگر کسی چیز سے مبسوط و متحیر نہیں ہونا چاہیے۔

اب ہم خلق عظیم سے یہاں ایک یا دو مثالیں بیان کریں گے۔

بے شک آپ نے جنگوں اور فتوحات کا مطالعہ کیا ہے۔ انقلابات اور نتائج تم نے دیکھے اور آزمائے ہیں۔ بغاوتوں اور انقلابات کو پہچانا ہے اور یہ ہنگامے جہاں سے پیدا ہوتے ہیں اور جو ان کے اسباب ہیں ان سے تمہیں شناسائی ہے تو کیا، پھر ان کے موافق (طرز ہائے عمل) میں سے کوئی ایک موقف بھی تم نے ایسا دیکھا ہے جو اس موقف کی گرد راہ تک بھی پہنچتا ہو جو سید الاولین والاخرین نے اختیار فرمایا تھا۔ مکہ معظمہ والوں نے آپ کو مبتلائے عذاب کیا، آپ سے جنگ کی، آپ کو تکلیفیں پہنچائیں مگر اس سب کچھ کے باوجود جب آپ بحیثیت ایک فاتح اور بحیثیت ایک کامیاب و کامران انسان کے ان کی طرف واپس آئے تو کیا اس ہمہ گیر اور فتح مبین نے آپ کو زور آوار بنا دیا تھا؟ اور کیا اقتدار و کرسی نے آپ کو اس پر اکسایا تھا کہ آپ ان سے بدلہ لیں۔؟ (یہ قائدہ و قانون ہے کہ ہمیشہ ظلم کی ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہوا کرتا ہے) آپ نے ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جنہوں نے محض اعلان حق پر آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو عبرت عذابوں میں مبتلا کیا اور آپ کے ساتھ اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ طرح طرح کی کارستانیاں کیں۔؟ مگر اس کے جواب میں آپ کا جو طرز عمل ان کے ساتھ تھا اور فتح مکہ کے روز جو کچھ آپ نے ان سے فرمایا وہ تاریخ کے سینہ میں تا ابد الاباد درخشاں و تابندہ رہے گا اور وہ اعلان یہ تھا:

((اذھبوا فانتم الطلقاء))

"جایئے تم آزاد ہو۔"

یہ وہ عظیم طرز عمل ہے جسے تمام دنیا حقیقتاً ایک عظیم و جلیل اور حیران کن طرز عمل گردانتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہے:

Marfat.com

''اے اللہ کے محبوب! بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔''

جبرائیل علیہ السلام پہاڑوں کے نگران فرشتہ کو لے کر اس وقت آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں جس وقت آپ ﷺ قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مشقتیں جھیل رہے ہوتے ہیں۔ پہاڑوں کا فرشتہ محض اس بات کا منتظر ہے کہ سید الخلق کا اشارہ ہو اور وہ طائف کے دونوں پہاڑ اٹھا کر ان پر ڈال دے۔ فقط اس کا انتقام لینے کے لیے جو انہوں نے آپ صلوات اللہ سلامہ اور آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ کیا تھا۔

اگر آپ کی بجائے مخلوق میں سے کوئی بھی اور شخص ہوتا اور اس کو ایسی مشقت کا سامنا ہوا ہوتا تو جو آپ کو ہوا تو وہ یقیناً اسی فرشتہ سے وہ فرمائش کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کرتا جس فرمائش کی پیش کش جبرائیل علیہ السلام سید الاولین والاخرین سے کر چکے تھے۔ تو پھر کیا جناب نبی کریم ﷺ نے اس طرح کے انتقام کے بارے ایک لحظہ کے لیے بھی سوچا؟ اور کیا ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کو اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور اپنے پیروکاروں کے حق میں طرح طرح کی تکالیف پہنچائی تھیں اور آپ کی اس دعوت کے راستے میں جو لوگوں کو کفر کی اندھیریوں سے نور اسلام کی طرف نکالنے والی تھی پتھر بن کر کھڑے ہو گئے تھے تو کیا ان سے چھٹکارا کی گھڑی آپ نے کسی قسم کی کوئی خوشی منائی تھی؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ خلق عظیم کے مالک تھے اور پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ نے جو جواب دیا وہ تمام انسانیت پر آپ کے خلق کی عظمت کو واضح کر دیتا ہے۔ اور وہ جواب یہ تھا:

((بل ارجو ان يخرج الله من اصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شئيا))

''بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے وہ نسلیں پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔''

اے وہ رحمت جو تمام جہانوں کو بطور ہدیۃ عطا کی گئی ہو تجھ پر صلوۃ و سلام اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں۔ اس سبب سے آپ تمام اولاد آدم کے سردار بنے اور روز محشر لواء محمود، حوض منور اور شفاعت کبری کے مالک ہوں گے۔ انشاء اللہ۔!

اپنے گھر والوں اور مسلمانوں کو یہی سیرت سکھاؤ، ان کو یہی طریقہ ہائے زندگی اور اسی خلق عظیم سے روشناس کراؤ۔ ان کو یہ بات سکھاؤ کہ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بحثیت ایک باپ کے کیسے تھے؟ ایسے باپ کہ جن کی مثل کوئی باپ نہیں۔ انہیں یہ بتایئے کہ بحثیت ایک لیڈر آپ کیسے تھے؟ ایسے قائد اور ایسے زعیم کہ جن کی کوئی نظیر نہیں۔ انہیں سکھایئے کہ بحثیت ایک حاکم آپ کیسے تھے؟ ایسے کہ حکام میں سے کوئی بھی حاکم ان کی گرد راہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انہیں سکھایئے کہ بحثیت ایک مربی کے آپ کی مثل کوئی مربی نہیں اور نہ ہی رسولوں میں سے آپ جیسا کوئی رسول ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے یگانہ روزگار اور نادر پہلوؤں سے انہیں روشناس کراؤ۔ جن سے سیرت محمدیہ علی صاحبہا السلام مالا مال نظر آتی ہے اور تاریخ کے صفحات بلکہ اس کی ساری انسانی تاریخ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا فرمایا ہے، اس سے لے کر اس دن تک جس دن یہ زمین و آسمان کسی اور صورت و شکل میں نمودار ہوں گے، فخر کرتے رہیں گے۔ یہ آپ کی سیرت طیبہ کے نادر روزگار اخلاقی پہلو اس لیے منصۂ شہود پر آئے کہ ان کے صدقے اخلاق کی اعلی و ارفع منزلیں تکمیل پذیر ہوں۔

Marfat.com

اہل اسلام کو بتایئے کہ ایک خلیفہ کامل کی حیثیت میں آپ کیسے انسان تھے۔ وہ خلیفہ کامل کہ جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد کو پیدا کر کے اپنا خلیفہ بنا دیا۔

بہت سارے مسلمان ایسے ہیں جو مغرب کی چمکتی دمکتی اور پر کشش جالوں میں پھنس چکے ہیں، جس نے ان کو اپنی زیبائش اور آرائشوں سے مبہوت کر دیا ہے۔ اس کی قیادتوں نے ان کے دلوں کو متفرق ومنتشر کر دیا ہے۔ ان کے طور طریقوں نے ان کے شعور و وجدان کو تتر بتر کر دیا ہے۔ اے گروہ آباء اور اے جماعت مربین اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں سیرت محمدیہ صاحبہا السلام کی ہیبت اور جلال کو راسخ نہیں بنایا اور اس سیرت مبارکہ میں جو اعلیٰ نمونے اور بنیادی نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں ان پر ان کی نظریں نہیں ٹکتیں اور یہ نمونے اور بنیادی اصول ایسے ہیں کہ گوش تاریخ نے کبھی بھی ان جیسے خوش کن اور پیارے نمونوں اور اصولوں کے بارے میں سنا ہی نہیں اور آفاق کون ومکان اور اقصائے عالم کبھی بھی ان جیسوں سے معطر ہی نہیں ہوئے۔ جو جمال وکمال، جلال وحسن، احاطہ وشمولیت، تربیت وتنظیم کے لحاظ سے ان کی گرد راہ تک بھی پہنچ سکیں۔

ہمارا نوجوان اس خزانے کا شدت سے محتاج ہے جس خزانے کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا ہے اور ان کی دولت کی قدر نہیں کی اور اس فردوس کی اسے احتیاج ہے جس کو ہم ضائع کر بیٹھتے ہیں اور اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور اس بدر کامل کی احتیاج میں ہیں جس کے نور کے آگے ہم حائل رہے اور اس کی انتہائی روشن وتاباں چمک دمک کے سامنے ایک کثیف بادل آ گیا جس نے اس کی ضیاء پاشیوں میں رکاوٹ ڈال دی۔ تو جب یہ صورت حال ہو تو ہمارے ضائع شدہ نوجوان کیسے اس طرح آئیں اور کیسے اپنی تمام تر توجہ اس طرف مبذول کریں۔

ایک مقولہ ہے کہ آدمی جس چیز کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہوا کرتا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی اولاد کو آپ ﷺ کی محبت اور آپ کے اہل بیت الطاہرین المطہرین اور آپ کے ہدایت یافتہ صحابہ کرام کی محبت کا درس دیں اور ان پر یہ واضح کریں کہ آپ ﷺ کی محبت آپ کی اتباع سے ہی نصیب ہوا کرتی ہے اور بدعت نوازی سے چھن جاتی ہے۔ اگر محض زبان سے محبت کا دعویٰ ہو اور شعور پر محبت کی جنونی کیفیت طاری ہو بھی تو کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک اس محبت کے ساتھ ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع، آپ کی لائی ہوئی ہدایت پر عمل پیرا ہونا اور روزمرہ کی حقیقی زندگی میں آپ کے طریقہ کا نفاذ نہ ہو۔

((قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ))

اے اللہ! ہمیں آپ ﷺ، آپ کے اہل بیت اطہار اور آپ کے صحابہ کرام کی اچھی محبت سکھا اور ان کی محبت سے بھی ہمیں نواز جو قیامت تک اچھے طریقے سے ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ ہمیں آپ کی سچی محبت پر قائم رکھ یہاں تک کہ ہم اس حال میں آپ سے ملاقات کریں کہ آپ ہم سے راضی ہوں اور آپ اپنے مبارک اور مشرف ہاتھوں سے ہمیں اپنے حوض سے پانی پلائیں اور یہ پانی ہمیں ان لوگوں کے ساتھ پینا نصیب ہو جن پر انبیاء علیہم السلام، صدقین، شہداء اور صالحین میں سے اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔

((وصلی اللّٰہ علی اشرف المرسلین سید الاولین و الاخرین سیدنامحمد بن عبد اللّٰہ النبی الامی الهادی الی الصراط المستقیم صراط اللّٰہ الذی له مافی السموات وما فی الارض))

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود ہو ان پر جو تمام رسولوں سے اعلیٰ واشرف ہیں۔ اگلوں، پچھلوں کے سردار ہیں۔ وہ ہمارے سردار حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں جو نبی امی ہیں جو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں جو اس اللہ تعالیٰ کا راستہ ہیں جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔''

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ برس کے ہوئے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے رشتہ داروں سے ملنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ مدینہ طیبہ میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنا اس غرض سے بھی تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک وہیں پر تھی اور ان کی قبر پر جانے کی نیت تھی۔

ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلہ میں آئیں، غرض یہ تھی کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموؤں سے کرائیں۔ مدینہ طیبہ میں ایک ماہ کی مدت تک قیام کیا۔ آپ کا قیام اس مکان میں تھا جسے دار النابغہ کہا جاتا ہے۔ جب ایک ماہ قیام کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا تو ابواء کے مقام پر پہنچ کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھک گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے سرہانے بیٹھ گئے، اچانک وہ بے ہوش ہو گئیں۔ جب دوبارہ ہوش میں آئیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا اور تھوڑی دیر بعد انتقال فرما گئیں اور اسی جگہ پر مدفون ہوئیں۔

حضرت اسماء بنت رہم بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے وقت میری والدہ ماجدہ ان کے قریب موجود تھیں۔ اس وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ کی طرف دیکھا اور یہ کلام فرمایا:

''اے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تُو اس (عبداللہ) کا فرزند ہے کہ جس نے موت کی سختی سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات حاصل کی تھی۔ جب صبح کے وقت حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنے کی غرض سے اپنے بیٹوں کے مابین قرعہ ڈالا تھا اور تمہارے باپ کا نام نکلا تھا، پھر اس کے بدلے ایک سو اونٹوں کا فدیہ کیا گیا تھا۔ اے بیٹے! جو خواب میں نے دیکھا تھا اگر درست ہے تو تم تمام کائنات کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہو، حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والے، حلال و حرام میں فرق کرنے والے، عرب و عجم کی طرف بھیجے گئے اور دین ابراہیمی کو پھیلانے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بتوں کی پوجا سے باز رکھے گا اور لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کر دیا ہے۔ ہر زندہ مرنے والا ہے، ہر نیا پرانا ہونے والا ہے اور ہر بڑا فنا ہونے والا ہے۔ میں مر جاؤں گی، میرا ذکر باقی رہے گا، میں بھلائی چھوڑے جا رہی ہوں اور میں نے پاکیزہ بچہ جنا۔''

یہ کہنے کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئیں اور اسی جگہ پر مدفون ہوئیں۔

ہجرت کے سفر میں جب حضورؐ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی عدن کے قلعوں کو دیکھا تو اس جگہ کو پہچان لیا اور فرمایا:

''ہم بچوں کے ہمراہ ان قلعوں کے کھنڈرات پر چلتے تھے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کے واقعات جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ساتھ تھیں، بیان فرمائے۔ عمرۃ القضایا کے سال جب مقام ابواء پر پہنچے تو اس جگہ کو دیکھا جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال

Marfat.com

ہوا تھا۔ وہاں چند پتھر اکٹھے کیے پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا:

''یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر مبارک ہے۔''

یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان اطہر میں آنسو آ گئے اور اس قدر حسرت و ترحم کا اظہار فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونے لگے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:

''سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے مقام ابواء تشریف لے گئے تو چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر بے اختیار رونے لگے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ تھے وہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روتے دیکھ کر بے اختیار رو پڑے۔ ہم نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر روئے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: اپنے متعلق والدہ کی شفقتیں اور رحمتیں یاد کرتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کے بعد سب سے پہلے جس عورت نے دودھ پلایا وہ ثویبہ تھی جو کہ ابولہب کی باندی تھیں۔ اس عورت کو ابولہب نے اس وقت آزاد کر دیا تھا جب اس نے ابولہب کو آنحضرت کی ولادت کی خوشخبری آ کر دی تھی۔

ثویبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حلیمہ سعدیہ کے آنے سے پہلے صرف چند دن دودھ پلایا ہے۔ اس زمانے میں یہ اپنے بیٹے مسروح کے دودھ سے تھیں۔ ثویبہ نے اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حرث کے بیٹے ابوسفیان کو بھی دودھ پلایا تھا۔

ثویبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کو دودھ پلانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا تھا۔ حضرت حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ سعد سے تھا جو فصاحت و بلاغت اور بیان کی شیرینی کی وجہ سے مشہور تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

''اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے، ایک تو ہمارا قبیلۂ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے، دوسرا میری پرورش بنی سعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور و ممتاز ہے۔''

حضور سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی رشتہ داروں میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام اس لحاظ سے اہم اور قابل فخر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کا سب سے زیادہ شرف حضرت حلیمہ کے حصہ میں آیا ہے۔ انہوں نے لگاتار دو سال تک یہ خدمت سرانجام دی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایسا کیوں نہ ہو کہ میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں اور میں نے اپنی رضاعت کا زمانہ بنی سعد قبیلہ میں گزارا ہے۔''

Marfat.com

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اور اس روایت کے راوی رجال صحیح کی مانند ہیں ۲؎ یہ روایت محمد بن منکدر سے مرسل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ وہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا کرتی تھی۔ جب وہ داخل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری ماں! میری ماں!''

پھر اپنی چادر اٹھائی، اسے بچھایا اور اپنی چادر پر اپنی ماں کو بٹھایا۔

((اخذ الاله اباالرسول ولم يزل برسوله الفردالیتیم رحیما نفسی الفداء لمفرد فی یتمه والد راحسن مایکون یتیما))

''معبود برحق نے جناب رسول کریم ﷺ کے والد گرامی کو اپنے پاس بلالیا اور ہمیشہ اپنے یکتا یتیم رسول پر مہربان رہا میری جان قربان اس پر جو اپنی یتیمی میں یکتا تھا اور موتی جب تک در یتیم رہتا ہے بہت ہی زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔''

دانشوروں کا اس پر اجماع ہے کہ جناب رسول کریم کی یتیمی بھی برکت و رحمت تھی اور آپ کا فقر بھی ایک عنایت اور نعمت تھا اور آپ کی تربیت اور تادیب بھی من جانب اللہ تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

((''لقدادبنی ربی فاحسن تادیبی''))

''میرے رب نے خود میری تربیت فرمائی اور بہت ہی عمدہ طریقہ سے میری تربیت کی۔''

یہ کیسے ہوا؟ جناب رسول کریم یتیم پیدا ہوئے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو والد ماجد کی وفات کے بعد جنم دیا۔ حضرت عبداللہ قریش کے قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے تھے۔ اپنی واپسی پر یثرب میں قیام فرمایا تاکہ وہاں سے خوراک وغیرہ خریدیں جیسا کہ ان کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب نے آپ کو حکم دیا تھا۔ مگر اتفاقاً بیمار پڑ گئے۔ وہیں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اس طرح رسول کریم ﷺ کے بارے فیصلہ ایزدی یہ ہوا کہ آپ دنیا میں بحیثیت ایک یتیم کے جلوہ افروز ہوں۔ مگر جس ذات جل جلالہ نے آپ کے لئے یہ لکھ دیا تھا اس نے آپ کے لئے یہ مقدر نہ فرمایا کہ آپ اس نوعمری میں یتیمی کی سختی بھی چکھیں۔ چنانچہ آپ کے دادا عبدالمطلب کو آپ کے لئے آپ کے باپ کے قائم مقام مقرر فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو اپنے سینے سے لگالیا اور آپ کو اپنا جام محبت و الفت پلایا، جو باپ کی محبت و شفقت کا بدلہ ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تین مشفق اور محبت رکھنے والی مائیں بنائیں۔ ان میں سے ایک تو آپ کی حقیقی ماں انتہائی شفیق سیدہ آمنہ الطاہرہ تھیں۔ دوسری آپ کی ماں آپ کی پاکباز اور مشفق آیا برکتہ، اور تیسری آپ کی دودھ پلانے والی شفیق ماں حلیمہ السعدیہ تھیں۔

آپ کی عمر مبارک کے چھٹے سال آپ کی والدہ ماجدہ کو لے کر یثرب کی طرف روانہ ہوئیں۔ ان کی لونڈی برکتہ بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ ان کے اس سفر کا مقصد وہاں مدفون اپنے خاوند کی قبر اطہر کی زیارت نیز آپ کے رشتہ دار قبیلہ بنی نجار کے لوگوں سے آپ کا تعارف کرانا تھا۔ چنانچہ جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ مبارک قافلہ یثرب میں قیام کرے، وہاں یہ قیام پذیر رہا۔ پھر واپسی کے ارادہ سے اپنا رخ موڑا مگر شومئی قسمت سے راستہ میں ہی حضرت سیدہ آمنہ الطاہرہ شدید درد میں مبتلا ہوگئیں۔ اس شدید تکلیف کی حالت میں آپ نے مبارک بچے کی طرف نظر کی اور نہایت ہی پست آواز میں جس کو دکھوں نے

Marfat.com

کمزور کر دیا تھا، فرمایا:

((بارك الله فيك من غلام يابن الذى من حرمة الحمام نجابعون الملك العلام فودى غداة الضرب طالسهامائة من ابل سوام))

''اے بیٹے! اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اے اس کے بیٹے جو موت کی سختی سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات پا گیا، قرعہ اندازی کے دن سو چرنے والے اونٹوں کے ساتھ جس کا فدیہ دیا گیا۔''

(الروض الانف، الحادی للفتاوی، 222/2 دیکھئے الہام سے یہاں مراد وہ پانسے کے تیر ہیں جن کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اونٹنی پر قرعہ اندازی کی گئی)

پھر اپنے جسم بیمار میں بچی کھچی قوت کو سمیٹا اور فرمایا:

((كل حي يموت وكل جديد وكل كبير يفنى وانا ميتة وذكرى باق فقد تركت طيرا وولدت طهرا))

''ہر زندہ مر جائے گا اور ہر نیا پرانا ہو جائے گا اور ہر بڑا فنا ہو جائے گا۔ میں وفات پانے والی ہوں مگر میرا ذکر باقی رہے گا میں نے ایک مبارک پرندہ (نوعمر بیٹا) پیچھے چھوڑا ہے اور میں نے اسے پاکیزہ جنا ہے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنی روح روح آفریں کے سپرد کر دی اور اپنے مبارک بچے کو ان کی آیا برکتہ کے ساتھ چھوڑا جس نے آپ کو اٹھالیا اور دوہرا داغ یتیمی سہنے والے کو نہایت غمزدہ ہو کر ان کے دادا کے پاس لائیں۔ دادا نے آپ کو اٹھالیا اور جس قدر وہ پہلے آپ پر اپنی محبت نچھاور کیا کرتے تھے، اس سے کہیں بڑھ کر اب اپنی محبت کے پھول آپ پر نچھاور کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کو اپنے قریب کیا اور حد درجہ کوشش کی کہ آپ اس داغ یتیمی کو محسوس نہ کر پائیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے سائے میں حضرت عبدالمطلب کے لئے مسند آراستہ کی جاتی تھی۔ ان کے بیٹے ان کے آنے تک اس مسند کے اردگرد انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔ ان کی عزت و احترام کے پیش نظر ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی اس پر نہیں بیٹھتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ جب تشریف لاتے، ابھی آپ بچے تھے اس پر آ کے بیٹھ جاتے۔ آپ کے چچا اس مسند سے آپ کو دور ہٹانے کی کوشش کرتے مگر عبدالمطلب کہتے:

''میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو۔''

ان کی بڑی عظمت وشان ہے، پھر وہ آپ کو اپنی مسند پر بٹھا دیتے اور اپنا ہاتھ ان کی پشت مبارک پر پھیرتے اور جو کچھ آپ کو کرتا دیکھتے اس سے بہت خوش ہوتے۔ جب آپ کی عمر شریف آٹھ برس کی ہوئی تو آپ کے دادا سخت بیمار ہو گئے۔ جب انہیں اپنی موت کی قربت کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے ابو طالب کو آپ کے بارے میں وصیت کی۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ پر مہربانی اور شفقت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ وہ آپ کی نگہداشت کرتے تھے اور اپنی عنایت کے ساتھ آپ کو خاص کیا کرتے تھے۔ صبح شام آپ کی مصاحبت میں رہتے اور اس خیال سے آپ کا غم ہلکا کرنے کی انتہائی کوشش کرتے کہ کہیں یہ داغ یتیمی آپ کو اپنے اکیلے پن کا احساس نہ دلا دے یا آپ احساس محرومی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ حضرت ابو طالب کی بیوی فاطمہ بنت اسد آپ کے ساتھ احسان کیا کرتی اور اپنی اولاد پر آپ کو فوقیت دیتی جبکہ اس نے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور یمن و برکت کو بھانپ لیا۔ جناب سیدنا حضرت محمد کے

Marfat.com

وجودِ مسعود کی برکات حضرت ابو طالب کے گھر میں بھی یہی ہی تھیں جیسی کہ حلیمہ سعدیہ اور ان کے خاندان میں۔ جونہی آپ ان میں تشریف لے گئے برکات نازل ہونا شروع ہوگئیں اور رزق ہر طرف سے امڈ پڑے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابو طالب مفلوک الحال اور کثیر العیال تھے۔ جب ان کے بچے اکیلے کھانا کھاتے تو کھانا اتنا تھوڑا ہوتا کہ وہ سیر نہیں ہو سکتے تھے مگر جب وہی کھانا جناب سیدنا حضرت محمد کے ساتھ مل کر کھاتے تو سیر بھی ہو جاتے اور ان سے کھانا بچ بھی جاتا تو ابو طالب اپنے بھتیجے سے کہتے:

((انك البار))

(ابن ہشام نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے۔ السیرۃ النبویۃ جلد 1، صفحہ 176)

"بے شک آپ بڑے صالح اور بابرکت ہیں۔"

ابھی جناب محمد بن عبداللہ علیہ ازکی الصلوٰۃ والسلام رحم مادر میں تھے کہ آپ کی برکت آپ کی قوم اور ساری انسانیت پر امڈ پڑیں اور وہ یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے لشکر کے مکہ معظمہ اور اس کے بیت اللہ کے بارے برے ارادوں کو ناکام بنا دیا انہیں سخت ہزیمت سے دوچار کیا اور مکان مقدس کی قدسیت کی حفاظت کی اور اس کی حرمت کو محفوظ رکھا تو عرب قریش کی بہت عزت کرنے لگے اور ان کے بارے میں کہا:

"یہ اللہ والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے جنگ کی ہے اور دشمن کے شر کے مقابلے میں ان کی کفایت کی ہے، گویا کہ یہ فتح و نصرت اسی دن کی تمہید تھی جس دن سیدنا محمد بن عبداللہ کی ولادت باسعادت ایک ایسی رسالت کے ساتھ ہوئی جس رسالت نے اس گھر کے شرف کو دوبالا کر دیا۔ اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا، اس کی عظمت لوگوں کے دلوں میں، اس کی محبت اور اس کے ساتھ ان کے تعلق کو دوگنا کر دیا۔ پھر کیا تھا برکات کا تانتا بندھ گیا۔ ابولہب نے آپ کی ولادت کی خوشی میں جس وقت اسے خبر پہنچی قبیلہ اسلم کی اپنی ایک لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تو گویا یہ ولادت مبارکہ اس لونڈی کے لئے برکت، رحمت مژدہ آزادی اور اس حقیقت کا اعلان تھا کہ عنقریب اس مبارک نومولود کے ذریعے ایک انسان کی دوسرے انسان کے ہاتھوں غلامی کی جملہ اقسام کا خاتمہ ہو جائے گا۔

یہ بھی مناسب نہیں کہ ہم آپ کی ان برکات کو بھول جائیں جو حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں آئیں۔ وہ حلیمہ سعدیہ جو دیگر دودھ پلانے والی عورتوں کے ہمراہ قحط زدہ سال میں دودھ پیتے بچوں کی تلاش میں دشت مکہ سے آئیں، جب یہ دریتیم ان پر پیش کیے گئے تو سب نے ان کو لینے سے انکار کر دیا مگر حلیمہ نے آپ کو لے لیا کیونکہ بغیر بچے کے خالی ہاتھ واپس جانا انہیں ناپسند تھا۔ یہ وہ سب کچھ تھا جس نے انہیں یہ کلمات کہنے پر آمادہ کر دیا۔

ہم ایک کمزور اور دبلی گدھی پر سوار ہو کر مکہ کی طرف نکلے ہمارے ساتھ ہماری بوڑھی اونٹنی بھی تھی۔ بخدا وہ ایک قطرہ دودھ بھی نہیں دیتی تھی۔ ہم اپنے بھوکے بچے کے رونے کے سبب رات کو سو بھی نہیں سکتے تھے۔ جب سے میں نے حضرت محمد کو لیا اور اپنی گود کی زینت بنایا تو میرے پستان دودھ سے پھوٹ پڑے۔ چنانچہ آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ میرے دوسرے بیٹے نے بھی سیر ہو کر پیا اور دونوں سو گئے۔

میرے خاوند جب اپنی اونٹنی کی طرف گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے تھنوں میں سے دودھ بہہ رہا ہے۔ ہم سب نے پیا۔ حتیٰ کہ سیراب ہو کر اور سیر ہو کر ہم نے اپنے ہاتھ اس سے کھینچ لئے۔ ہم نے اپنی رات بڑے اچھے طریقے سے گزاری۔ پھر

Marfat.com

صبح کے وقت اپنی کمزور گدھی پر سوار ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ کو بھی اس پر سوار کر لیا۔ بخدا اس گدھی نے اپنے سواروں کو لے کر وہ مسافتیں طے کیں جوان کے جوان اور طاقتور گدھے بھی نہ کر سکے حتیٰ کہ میری سہیلیاں مجھ سے کہنے لگیں:

((یا ابنة ابی زویب، ویحك اربعی علینا الیست هذه اتانك التی کنت قد خرجت علیها فاقول لهن بلی واللہ انها لهی فیقلن لی واللہ ان لها لشانا))

''اے ابوزویب کی بیٹی! تیرا برا ہو ہمارا ذرا انتظار تو کر۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر تو سوار ہو کر گھر سے نکلی تھی؟ میں نے ان سے کہا: ہاں بخدا یہ تو وہی ہے۔ وہ مجھے کہتی: اب تو اس کے بڑے ٹھاٹھ ہیں۔''

بہر حال ہم بنی سعد کے صحرا میں ان کے گھروں میں پہنچ گئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی ساری زمینوں میں سے بنی سعد کی زمین سے زیادہ قحط زدہ کوئی زمین نہیں دیکھی تھی۔ مگر آپ کے وجود مسعود کی برکت سے وہ اچانک ہی سرسبز و شاداب ہوگئی اور اس کے پھل وغیرہ پک گئے اور میری بھی بکریاں سیر ہوگئیں۔ ہم ان کا دودھ دھوتے اور پیتے تھے حالانکہ دیگر لوگ اپنی بکریوں کی تھنوں سے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں نکال سکتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ اپنے چرواہوں سے کہنے لگے: تمہارا برا ہو! تم بھی وہاں اپنے مویشیوں کو چراؤ جہاں ابوذویب کی بیٹی کے چرواہے چراتے ہیں۔ میرے خاوند کہتے:

''اے حلیمہ! جان لے بے شک تو نے ایک مبارک روح (انسان) کا انتخاب کیا ہے۔''

بیت اللہ شریف کی دوبارہ تعمیر کے بعد حجر اسود کو اپنی اصل جگہ میں نصب کرنے کے سلسلے میں کعبہ شریف کے پاس آپس میں قتل وقتال پر آمادہ قبائل کے لئے آپ ﷺ کا وجود مسعود رحمت اور ان کو جنگ اور خونریزی سے نجات دلانے کا باعث ثابت ہوا۔ ان میں سے ہر فریق اس پر بضد تھا کہ حجر اسود کو رکھنے کا سہرا اس کے سر رہے۔ ان میں سے کئی ایک نے تو خون چاٹ لیا اور جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔ عقلمند لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا اور اگلی صبح کعبہ شریف کے دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص کو ثالث مقرر کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ حسن اتفاق سے سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت محمد بن عبداللہ الصادق الامین تھے۔ ان کو دیکھتے ہی سب خوشی سے چلا اٹھے: یہ امین ہیں۔ ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ انہوں نے سارا معاملہ آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: میری طرف کپڑا لاؤ۔ کپڑا لایا گیا، آپ نے پتھر کو اٹھایا اور اپنے معزز اور مبارک ہاتھوں سے اس کو کپڑے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا: ہر قبیلہ کپڑے کو ایک طرف سے پکڑ لے، پھر سب مل کر اس کو اٹھائیں۔ چنانچہ ان سب نے ایسا کیا، یہاں تک کہ جب وہ عمارت کعبہ کے پاس حجر اسود کی جگہ پر پہنچے تو جناب رسول کریم ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اپنی جگہ میں نصب کر دیا۔ اس طرح اس معاملہ میں ان کے مابین اختلاف ختم کر دیا گیا اور قریش کی جانیں بچالی گئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ برکت عام ہوگئی۔ رحمت پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس مبارک یتیم کے ہاتھوں انسانیت کے ظلم اور کفر کی ظلمتوں سے نور حق عدل اور سلامتی کی طرف خروج تام ہوا۔ امام ابوزہرہ فرماتے ہیں:

''رحمت ان دکھوں کی وجہ سے انسانیت کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے جو انسان کی ذات کو زندگی کے دوران لاحق ہوتے ہیں اور اس کا ظہور اس شخص کی طرف سے ہوتا ہے جس نے کمزوری اور کڑواہٹ چکھی ہو۔ بھلا یتیمی سے بڑھ کر اور کونسی کمزوری ہو سکتی ہے؟''

((الرحمة تبع من الالام الذاتیه التی تعترض الانسان اثناء الحیاة فهی لاتنبعث الاممن ذاق مرارة الضعف وای ضعف اشدمن الیتم))(الشیخ محمد ابو زهرة، خاتم

Marfat.com

النبیین، ج1، ص130-131)

''اس میں کوئی نزاع نہیں کی سیدنا حضرت محمد یتیم کا ام ایمن جیسی ایک حبشی لونڈی کے ساتھ بحیثیت ماں کے ارتباط و تعلق جناب کے لئے ایک متاع انسانی اور توشہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ آپ کو نوازا گیا اور یہ اس حقیقت کا پتہ دیتا ہے کہ تمام لوگ برابر ہیں۔''

اور یہ کہ شرافت اور فضیلت اسے حاصل ہے جس کے عمل اچھے ہوں نہ کہ اس کو جو اپنے حسب ونسب پر نازاں ہے اور بے شک اس میں ایک عظیم حکمت تھی کہ آپ کی آیا جس سے جناب حضرت محمد ﷺ مستغنی نہیں رہ سکتے تھے، ایک حبشی لونڈی ہو، بفرض محال اگر آپ کسی ایسی عورت کی نگہداشت میں پرورش پاتے جو اکابرین قوم سے تعلق رکھتی تو کہا جاتا کہ یہ فضیلت اور یہ اخلاق قیامت اور ادب جو آپ کے حصہ میں آیا ہے، یہ اس آیا کا مرہون منت ہے، مگر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ کی تربیت حبشی لونڈی کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے، تو اب ایسی بات کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ آپ ﷺ کو ادب سکھانے والی اور آپ کی پرورش کرنے والی ذات محض اور محض اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور جناب رسول کریم ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا، سچ فرمایا اور جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

((ادبنی ربی فاحسن تادیبی))

''میرے رب تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور بڑے اچھے طریقے سے سکھایا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وانك لعلی خلق عظیم))

''اور بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں۔''

اور یہ خلق کا وہ مرتبہ ہے جو تربیت اور رہبری کے لحاظ سے تمام انسانی قوتوں اور طاقتوں کو چیلنج کر رہا ہے اور اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس ہی کی عطا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((الم یجدك یتیمافاوی ووجدك ضالافهدی ووجدك عائلافاغنی))

''کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((انا سید ولدآدم ولافخر سیدهم تربیة، سیدهم نشاة، سیدهم هدایة، سید هم مقاما، عند اللّٰه الذی ادبه فاحسن تادیبة، لیکون المثل الاعلی لانسانیته جمعاء))

''میں اولاد آدم کا سردار ہوں فخر نہیں۔ آپ تربیت کے لحاظ سے ان کے سردار ہیں، پرورش کے لحاظ سے ان کے سردار ہیں، سلوک کے اعتبار سے ان کے امام ہیں، ہدایت کے لحاظ سے ان کے مقتدا ہیں اور مقام کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک سب سے بلند مقام انہیں حاصل ہے، جس نے آپ کو ادب سکھایا اور بڑے عمدہ طریقے سے سکھایا تا کہ تمام انسانیت کے لئے آپ ایک اعلیٰ نمونہ بنیں۔''

اللهم صل وسلم وبارك علیه

Marfat.com

اگر حال یہ ہوتو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ جب آپ ایک صحابی کو سنتے ہیں کہ وہ یہ کلمات کہہ کر دوسرے صحابی کو عار دلا رہا ہے۔

یا ابن السوداء (سیاہ فام عورت کے بیٹے) تو غضبناک ہو جاتے ہیں اور آپ تین دفعہ یہ کلمات دہراتے ہیں:

(("لقد طفع الکیل، لقد طفع الکیل، لقد طفع الکیل لیس لابن البیضاء علی ابن السوداء فضل الا بالتقوی"))

"بے شک پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، بے شک پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، بے شک پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ کسی گوری کے بیٹے کو کسی کالی کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔"

حضرت محمد ﷺ سفید رنگ والی خاتون کے فرزند ارجمند تھے مگر آپ کی پرورش کالے رنگ والی عورت نے کی، چنانچہ آپ ﷺ یک وقت ان دونوں کے بیٹے تھے۔

مشہور ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ ام ایمن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

((هذا امی بعد امی))

"یہ میری حقیقی ماں کے بعد میری ماں ہیں۔"

آپ ﷺ ان کے ساتھ احسانات فرماتے تھے۔ ان پر بڑے مہربان تھے۔ ہر وہ چیز ان کو پیش کرتے جو ان کی رضا مندی کا باعث ہوتی اور ان کے دل میں خوشی داخل کرتی۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور اپنے بیٹے کے لئے اپنے پیچھے برکۃ نامی ایک لونڈی، پانچ اونٹ اور بکری کا ایک ریوڑ چھوڑا۔ یہ ایک ایسا ترکہ تھا جس نے آپ کو فقیروں کی صف میں کھڑا کیا، چنانچہ آپ کام اور کمائی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بچپن سے ہی بکریاں چرانے میں مصروف ہوئے۔ آپ ان کو چند قیراط (پیمانہ) کے بدلے چرایا کرتے جو ان کے مالکوں سے وصول کرتے۔

اور یہ قیراط ان لوگوں کی طرف سے ایک وظیفہ تھا جس کے ذریعے مع خاندان ابو طالب آپ اپنی خورد ونوش کا بندوبست کرتے اور ان میں سے کچھ فقراء کو بھی عطا کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بکریاں چرانے میں آپ کو مصروفیت یہ ارادہ الٰہی تھی، جو عظیم اور معنی خیز حکمت پر مبنی تھا۔ آپ سے پہلے بھی تمام انبیاء علیہم السلام بکریاں چراتے تھے۔

یہ ایک ایسا کام ہے، جو اس شخص کو، جو اسے سرانجام دیتا ہے، ضعیفوں کے ساتھ نرمی، ان پر مہربانی، صبر، اچھی قیادت، بھگوڑے شخص کی دلجوئی اور اسے سوسائٹی کی طرف واپس لانے کا عادی بناتا ہے۔

ابن اسحاق نے اپنے سند کے ساتھ درج ذیل حدیث بیان کی ہے:

((قال رسول اللہ مامن نبی الا وقد رعی الغنم "قیل وانت یا رسول اللہ، قال "وانا"))

(سیرۃ ابن ہشام، ج1، 174)

"جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ عرض کی گئی اور آپ نے بھی چرائی ہیں؟ فرمایا: ہاں میں نے بھی چرائی ہیں۔"

Marfat.com

روض الانف میں وارد ہوا ہے:

((انما جعل اللہ تعالیٰ حزافی الانبیاء لیکونوا رعاۃ الخلق ولتکون امتھم رعایۃ لھم))

(الروض الانف، جلد 1 صفحہ 11، مطبوعہ مغرب)

''اللہ تعالیٰ نے بکریاں چرانے کا کام انبیاء میں اس لئے جاری فرمایا تا کہ وہ مخلوق کے بھی نگہبان بنیں اور ان کی امت بھی ان کی زیر نگرانی رہے۔''

جب آپ ﷺ پوری قوت کے ساتھ سن شباب کو پہنچے تو آپ تجارت میں مشغول ہو گئے اور اپنے چچا کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ آپ نے پرورش پائی اور اللہ تعالیٰ بذات خود آپ کی نگہداشت اور حفاظت فرما رہا تھا جاہلیت کی سفلی باتوں اور مفاسد سے آپ کو پاک رکھا ہوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت آپ کے بارے میں ایسے ہی ہوئی اور اس لئے بھی کہ اس بارِ رسالت کا اٹھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تیار کر رکھی تھی اور اس سے آپ کو نوازنا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو غنی کر دیا اور حضرت خدیجہ کی تجارت کے لئے آپ کو سفر پر آمادہ کیا۔ وہ خدیجہ جو دولت کے لحاظ سے اپنے زمانہ کی عورتوں سے بڑھ کر تھیں اور رتبہ کے لحاظ سے ان سب سے بڑی تھیں، آپ ان کے مال کو تجارت میں لگا کر دوسروں کی نسبت کئی گناہ زیادہ نفع کمانے لگے، تو نتیجتاً حضرت خدیجہ کا آپ کی ذات میں یقین پختہ ہو گیا اور وہ آپ کی امانت داری اور تجارت کے معاملات میں حسن تدبر سے مطمئن ہو گئیں، چنانچہ انہوں نے آپ سے شادی کر لی اور اپنا سارا مال آپ کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ آپ جیسے چاہتے اس میں صرف فرماتے۔ آپ نے امانت، دانائی اور حسن تدبیر کے ساتھ ان کی مدد فرمائی اور اس کے بدلے حضرت خدیجہ نے اپنے مال، اپنی محبت اور اپنے اخلاص کے ساتھ آپ کے لئے سامان تسلی بہم پہنچایا، پھر آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ سے حضرت خدیجہ کو نیک اولاد عطا کی، تو حضور کے لئے حضرت خدیجہ کی محبت اور اخلاص میں اضافہ ہو گیا۔

ابو حیان نے اپنی ''بحر'' میں اور دوسروں نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر نے فرمایا:

((انما یتم رسول اللہ لئلا یکون علیہ حق لمخلوق))(سبل الھدی جلد 1، صفحہ 393)

''جناب رسول کریم ﷺ اس لئے یتیم کیے گئے کہ کسی مخلوق کا آپ پر کوئی حق نہ ہو۔''

ابن العمار نے ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے:

((انما رباہ یتیما لان اسا کل کبیر صغیر وعقبی کل ضعیف قوی عزیز وایضا لینظر ﷺ اذا وصل الی مدارج عزہ الی اوائل امرہ لیعلم ان العزیز من اعزہ اللہ تعالیٰ وان قوتہ لیست من الاباء والامھات ولا من المال بل قوتہ من اللہ تعالیٰ وایضاً لکی یرحم الفقرا والایتام))

''اللہ تعالیٰ نے بحیثیت یتیم آپ کی اس لئے پرورش کی ہے کہ چونکہ ہر بڑے کی بنیاد چھوٹا ہوتا ہے اور ہر کمزوری کا انجام صاحب قوت وعزت ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ تا کہ جب آپ مدارج عزت طے کر لیں تو آپ کی نظر اپنے معاملہ کی ابتداء کی طرف ہو اور آپ جان لیں کہ بے شک قوت والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قوت عطا کرے اور یہ کہ آپ کی نظر اپنے معاملہ کی ابتداء کی طرف ہو، اور یہ کہ آپ کی قوت اپنے آباء اور امہات کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ہی مال سے ہے بلکہ اس کے برعکس آپ کی قوت کا منبع خدائے واحد کی ذات پاک ہے اور پھر اس لیے بھی کہ جب آپ نے خود فقر اور یتیمی کی زندگی گزاری ہو گی تو آپ فقیروں اور یتیموں پر رحم کریں گے۔''

Marfat.com

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کان یتمه برکة ورحمة

وکان فقره لطفاً ونعمة

ورباه ربه واکرمه

وادبه فاحسن تادیبه

''آپ کی یتیمی برکت اور رحمت تھی اور آپ کا فقر لطف ونعمت تھا۔ آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کی پرورش فرمائی اور آپ کو عزت بخشی۔ آپ کو ادب سکھایا اور بہت ہی اچھے طریقے سے سکھایا۔''

بعد ازاں اے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔ وہ نبی جس کی یتیمی برکت اور رحمت تھی اور جس کا فقر لطف ونعمت تھا، چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((لقدجاء کم رسول من انفسکم عزیزعلیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم))

''تحقیق تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آ گئے، تمہاری تکلیف انہیں گراں گزرتی ہے، وہ تم پر حریص ہیں اور مومنوں پر رؤف ورحیم ہیں۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

((ومارسلنك الارحمة للعالمین))

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

جب سات آسمانوں کے اوپر سے خود اللہ جل جلالہ کی ذات مقدس اور اس کے فرشتے بھی آپ پر درود بھیج رہے ہیں تو تمام انسانیت بلکہ تمام عالم کے لیے کس قدر لائق ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ اور بطور تحفہ دی گئی رحمت پر درود بھیجے، جو پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال فرماتے ہیں اور ناپاک اور گندی چیزیں ان کے لیے حرام ٹھہراتے ہیں اور وہ بوجھ جو ان پر لدے ہوئے تھے وہ ان سے ہٹاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کرتے ہیں۔

جیسا کہ فرمایا:

((ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم ویهدیهم باذن ربهم الی الصراط المستقیم))

((یاایهاالذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما))

''اے اہل ایمان! ان پر درود پڑھو اور خوب سلام کرو۔''

((والله اعلم حیث یجعل رسالته ویختص برحمته من یشاء))

''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمت (رسالت ونبوت) سے نوازتا ہے۔''

جزیرہ عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل نہ تو کوئی منظم حکومت تھی اور نہ باقاعدہ عدالتیں موجود تھیں جو مظلوموں کی دادرسی کر سکتیں۔ سارا عرب معاشرہ قبائلی نظام میں جکڑا ہوا تھا۔ اگر کوئی شخص دوسرے قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر

Marfat.com

دیتا تو مقتول کا قبیلہ صرف اس قاتل سے انتقام نہ لیتا بلکہ اس کے سارے قبیلے سے انتقام لیا جاتا۔ مکہ مکرمہ میں قریش کے دس قبائل آباد تھے جو دیگر عرب قبائل کے خلاف ایک دوسرے کے اتحادی تھے۔ اگر کوئی عرب قبیلہ قریش کے کسی ایک قبیلے پر حملہ آور ہوتا تو سارے قریشی قبائل مل کر اس حملہ آور کا مقابلہ کرتے۔ کوئی بھی یہ دیکھنے کی زحمت نہ کرتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

حضرت عبدالمطلب کے تمام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے دلِ دردمند عطا فرمایا تھا۔ خصوصاً زبیر بن عبدالمطلب اس صورتِ حال سے بہت بیزار تھے۔ انہیں ہرگز یہ پسند نہ تھا کہ کسی بے سہارا مسافر پر مکہ کا کوئی رئیس زیادتی کرے اور وہ بے بس تماشائی بنے رہیں۔ ایک بار یمن کا ایک تاجر اپنے سامان تجارت کے ساتھ مکہ پہنچا۔ مکہ میں عاص بن وائل نامی ایک بڑا امیر آدمی رہتا تھا۔ یہ شخص اکثر مسافروں سے دھوکا بازی اور فریب سے ان کا مال ہتھیا لیا کرتا تھا۔ اس نے یمنی تاجر سے سامان کا سودا کیا اور سامان اپنے قبضے میں لینے کے بعد اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ یمنی بے چارا مسافر تھا، یہاں اس کی جان نہ پہچان، اس نے عاص بن وائل کے دوست قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب سے اس کی شکایت کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس کی مدد کریں۔ ان قبائل نے مدد کے بجائے الٹا اسے جھڑک دیا۔ یمنی نے ان سے مایوس ہو کر ایک اور کام کیا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد جب قریش حرمِ کعبہ میں حسبِ معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے تو وہ قریب واقع جبلِ ابی قیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے فریاد کی:

> ''اے فہر کی اولاد! اس مظلوم کی فریاد سنو! جس کا مال و متاع مکہ شہر میں ظلماً چھین لیا گیا ہے۔ وہ غریب الدیار ہے، اپنے وطن سے دور اور اپنے مددگاروں سے دور ہے۔ وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو۔ مجھ پر حطیم اور حجرِ اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے۔ عزت و حرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو، جو فاجر اور دھوکہ باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی عزت نہیں ہونی چاہئے۔''

حرم میں موجود سارے قریشیوں نے یہ فریاد سنی لیکن سب سے پہلے جس نے ایک مسافر اور بے یار و مددگار کی فریاد پر لبیک کہا وہ زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ زبیر اس مظلوم کی آہ و زاری پر مضطرب ہو کر کھڑے ہوئے اور اعلان کیا:

> ''اب اس فریاد کو نظر انداز کر دینا ہمارے بس کی بات نہیں۔''

چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں بنی ہاشم، بنی زہرہ بنی تیم بن مرہ قبائل جمع ہوئے۔ ابنِ جدعان نے ایک پُر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس اجتماع میں شریک تمام شرکاء نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ عہد کیا:

> ''وہ سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے۔ یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس عہد پر پابند رہیں گے جب تک سمندر صوف (اون) کو تر کرتا ہے اور جب تک حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔''

اس عہد یا معاہدے کو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ عہدِ قدیم میں بنو جُرہم نے بھی اس قسم کا ایک معاہدہ کیا تھا اور جن تین آدمیوں نے اس معاہدے کیلئے بھاگ دوڑ کی تھی اور اسے پروان چڑھایا تھا، ان تینوں کا نام فضل تھا اور فضل کی جمع فضول ہے۔ یہ تین افراد فضل بن خضالہ، فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث تھے۔ نئے معاہدے کے بھی وہی مقاصد تھے۔ اس لئے اس کو بھی حلف الفضول کے نام سے شہرت ملی۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص بن وائل کے گھر گئے

Marfat.com

اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال واپس کر دے۔ اب اس فریبی کو انکار کی مجال نہ تھی، لہٰذا مجبوراً تاجر کو اس کا مال واپس کر دیا۔ اس موقع پر جناب زبیر بن عبدالمطلب نے اپنی مسرت کا اظہار یوں کیا:

''یہ معاہدہ کرنے والوں نے قسم اٹھائی ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔ یہ ایسی بات ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے۔ پردیسی اور فقیر جواُن کے ہاں آئے گا ہر قسم کے جور وستم سے محفوظ ہوگا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بیس برس کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ میں شرکت فرمائی۔ بعثت کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ میں شرکت پر اظہارِ مسرت فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد گرامی ہے:

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں موجود تھا، جب حلف الفضول طے پایا۔ اس معاہدے سے الگ ہونے کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کیلئے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو میں اسے قبول کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ جوانی میں ایک مرتبہ شدید بارشوں کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں سیلاب آ گیا، جس کی وجہ سے دیگر بہت سے مکانات کے علاوہ کعبۃ اللہ کی عمارت بھی گرنے کے قریب ہوگئی، جس کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا ضروری ہو گیا، چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور کعبۃ اللہ کے گرانے کے کام کو حصہ وار آپس میں بانٹ لیا کہ کوئی خاندان محروم نہ رہے اور شکایت نہ پیدا ہو۔ اس تقسیم کے تحت کعبے کے دروازے کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے خاندانوں کے حصے میں آیا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کا حصہ بنی مخزوم اور ان دوسرے قبیلوں کے حصے میں آیا جو ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ اسی طرح کعبے کی پشت بنی جمح اور بنی سہم ابن عمرو کے خاندانوں کے حصے میں آئی حجر اسود کا حصہ یعنی جہاں اب حجر اسود ہے وہ جانب بنی عبدالدار، بنی اسد اور بنی عدی کے خاندانوں کے حصے میں آئی۔

اس تقسیم کے سلسلے میں علامہ مقریزی نے یہ لکھا ہے کہ حجر اسود سے لے کر حجر اسود کے کونے تک کا درمیانی حصہ جو دروازہ کی سمت تھی وہ بنی عبد مناف کے حصے میں آیا تھا اور بنی اسد، بنی عبدالدار اور بنی زہرہ کے حصے میں حجر اسود یعنی وہ سمت جس میں حجر اسود ہے، آئی تھی۔ بنی مخزوم کو کعبے کی پشت کا حصہ ملا تھا اور رکن یمانی سے لے کر رکن اسود تک کے درمیان کا حصہ تمام قریش کو ملا تھا۔

کعبے کی تعمیر شروع ہونے کے بعد جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچی تو قریش میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا اور ہر قبیلہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر وہ رکھے۔ آخر بات اتنی بڑھی کہ لوگ خون ریزی اور قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے۔ بنی عبدالدار نے ایک بڑا برتن لے کر اس میں خون بھرا اور بنی عدی کے ساتھ مل کر آخیر دم تک ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد اور حلف کیا۔ انہوں نے اس برتن کے اندر خون میں اپنے ہاتھ ڈبو کر عہد کیا تھا۔

قریش کے درمیان یہ جھگڑا اور اختلاف چار یا پانچ دن تک رہا۔ آخر پھر وہ ایک دن مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ اس مجلس میں ابوامیہ ابن مغیرہ جس کا نام حذیفہ تھا پورے قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ آدمی تھا۔ یہ ابوامیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خسر یعنی اُم المومنین حضرت اُم سلمہ کا باپ تھا۔ یہ شخص قریش کے انتہائی شریف آدمیوں میں سے ایک تھا جو اپنی فیاضی اور سخاوت کے لئے مشہور تھے۔ یہ شخص مسافر کو زادِ راہ یعنی سفر کے لئے ناشتہ وغیرہ دینے میں مشہور تھا۔ جب بھی یہ سفر

Marfat.com

کرتا تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی اپنے گھر سے ناشتہ لے کر نہیں چلنے دیتا تھا بلکہ سب لوگوں کے کھانے پینے کا تمام انتظام تنہا خود ہی کیا کرتا تھا۔غرض کعبہ کی تعمیر کے دوران جب حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ رکھنے کا وقت آیا اور قریش میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تو وہ چار پانچ روز تک الجھنے کے بعد ایک دن مسجد حرام میں جمع ہوئے جہاں سب سے زیادہ عمر رسیدہ شخص ابو امیہ ابن مغیرہ نے یہ جھگڑا ختم کرنے کے لئے مجمع سے کہا:

''اے گروہ قریش! اپنے اختلاف کو دور کرنے کے لئے تم یہ کرو کہ اس مسجد کے دروازے سے اب جو بھی پہلا شخص داخل ہو اس کو تم اپنا حکم بنا لو تا کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔''

اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔قریش نے جیسے ہی آپ کو دیکھا وہ فوراً پکار اٹھے:

''یہ امین ہیں......ہم ان پر راضی ہیں......یہ محمد ہیں!''

اس کا سبب یہ تھا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شخصیت اور مضبوط و بے داغ کردار کی وجہ سے قریش کے لوگ اپنے جھگڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا ثالث بنالیا کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی کی بے جا حمایت کرتے تھے اور نہ مخالفت کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کھرا اور انصاف و دیانت کے بالکل مطابق ہوا کرتا تھا۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ کو تمام واقعہ بتلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا:

''مجھے ایک چادر لا کر دو۔''

چنانچہ فوراً ایک چادر لائی گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس میں رکھا اور اس کے بعد قریش سے فرمایا:

''ہر قبیلے کے لوگ اس کپڑے کا ایک ایک کنارہ پکڑ لیں اور پھر سب مل کر اس کو اٹھائیں۔''

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔بنی عبد مناف کا جو حصہ تھا اس کو عتبہ ابن ربیعہ نے اٹھایا، دوسرے حصے کو زمعہ نے پکڑا۔ تیسرے کو ابو حذیفہ ابن مغیرہ نے اٹھایا اور چوتھے حصے کو قیس ابن عدی نے پکڑا یہاں تک کہ جب انہوں نے حجر اسود کو اس جگہ تک اٹھا دیا جہاں اس کو رکھنا تھا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

جوں جوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کے قریب پہنچ رہی تھی اعلانِ نبوت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ چنانچہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ''آپ کو خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی اور آپ غار حراء میں جا کر خلوت فرماتے۔(فتح الباری، جلد 2، صفحہ نمبر 311)

حضرت عمرو ابن شرجیل روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے فرمایا:

''جب میں تنہائی میں جا کر بیٹھتا ہوں تو مجھے آواز سنائی دیتی ہے: اے محمد! اے محمد!''

ایک روایت میں یوں ہے:

''مجھے ایک نور نظر آتا ہے جو جاگنے کی حالت میں نظر آتا ہے اور ایک آواز سنائی دیتی ہے، مجھے ڈر ہے کہ اللہ کی قسم! اس کے نتیجہ

Marfat.com

میں کہیں کوئی بات نہ پیش آ جائے۔"

یہ سن کر حضرت خدیجہ نے (آپ کو تسلی دیتے ہوئے) عرض کیا:

"ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہرگز ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ کی قسم! آپ امانت ادا کرنے والے ہیں، رشتہ داروں کی خبر گیری کرنے والے ہیں اور ہمیشہ سچ کہنے والے ہیں۔ آپ کے اخلاق بہت شریفانہ ہیں، لہٰذا شیطان کی آپ تک ہرگز پہنچ نہیں ہو سکتی۔"

حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اونچی صفات اور عمدہ اخلاق دیکھے تھے ان ہی کے پیش نظر یہ بات فرمائی تھی کہ آپ کے ساتھ جو کچھ پیش آئے گا وہ خیر اور بھلائی ہو سکتی ہے، کیونکہ جس شخص میں یہ خوبیاں موجود ہوں اس کو اچھی جزاء ہی مل سکتی ہے۔

غرض اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی اور خلوت نشینی کا شوق پیدا فرما دیا، جہاں آدمی کا دل ہر چیز سے فارغ ہو جاتا ہے اور مخلوق سے علیحدہ رہ کر دنیا کے تمام مشغلوں اور فکروں سے بیگانہ بن جاتا ہے، کیونکہ اس طرح انسان ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتا ہے جس سے اس کے قلب میں صفائی پیدا ہوتی ہے اور اس کا چہرہ معرفت کے نور سے جگمگا اٹھتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی اور خلوت نشینی سب سے زیادہ عزیز ہو گئی۔ آپ غار حراء میں جا کر خلوت نشین ہوا کرتے تھے، یہی وہ حراء پہاڑ ہے جس نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں میں پکارا تھا:

"میری طرف تشریف لایئے یا رسول اللہ!"

یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثبیرا پہاڑ کے اوپر تھے اور اس پہاڑ نے آپ سے کہا تھا:

"مجھ پر سے اتر جایئے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ یہاں قتل نہ ہو جائیں اور پھر اس کے نتیجہ میں مجھے عذاب دیا جائے۔"

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت نشین ہو کر کئی کئی راتیں عبادت کیا کرتے تھے۔ علامہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی کی مدت ایک مہینہ ہوا کرتی تھی۔ آپ چند دنوں کا کھانا ساتھ لے کر غار میں تشریف لے جایا کرتے۔ جب یہ کھانا ختم ہو جاتا تو آپ واپس اپنے گھر تشریف لاتے اور اتنا ہی کھانا پھر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیا کرتے تھے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم اور ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ کی شریعت کے احکام کے ذریعہ عبادت فرمایا کرتے تھے جو شریعت محمد میں باقی رکھے گئے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنے سے پہلے نبیوں کی ہر شریعت کے اُن احکام کے ذریعہ عبادت کیا کرتے تھے جو ہماری شریعت میں باقی رکھے گئے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم کی شریعت کے ذریعہ عبادت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک روز آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی اور آپ کو رسالت و پیغمبری کے اعلان کا حکم

Marfat.com

دیا گیا۔

ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور ایک قول کے مطابق اس مہینے کی تیسری تاریخ کو پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جب کہ میں سو رہا تھا میرے پاس جبرائیل ایک ریشمی کپڑا لئے ہوئے آئے جس میں ایک کتاب تھی یعنی ایک تحریر تھی اور انہوں نے مجھ سے کہا: اقراء، پڑھیے! میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر انہوں نے مجھے اپنے سینے سے ملا کر بھینچا۔ انہوں نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھے اس پر موت کا گمان ہوا، اس کے بعد انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا کہ پڑھیے۔''

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کچھ نہیں پڑھا اور نہ میں ایسی کوئی چیز جانتا ہوں جسے پڑھ سکوں، اس لئے کہ میں نے کبھی کچھ نہیں پڑھا، اس طرح یہاں آپ نے دونوں باتوں کا انکار کیا کہ نہ میں نے کبھی کچھ پڑھا اور نہ کوئی ایسی بات جانتا ہوں جسے پڑھ سکوں، اس پر جبرائیل نے فرمایا:

((اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ))(سورۃ علق)

''اپنے رب کا نام لے کر پڑھ۔ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں نے ان آیتوں کو اسی طرح پڑھ دیا، جس کے بعد وہ فرشتہ میرے پاس سے چلا گیا، اس کے بعد لگتا تھا گویا میرے دل میں ایک تحریر لکھ دی گئی ہو۔ میں غار سے نکل کر ایک طرف چلا، جب میں پہاڑ کے ایک جانب میں پہنچا تو میں نے اچانک آسمان سے آنے والی ایک آواز سنی جو یہ کہہ رہی تھی: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں! میں وہیں ٹھہر کر آواز کی طرف دیکھنے لگا، اچانک میں نے جبرائیل کو ایک آدمی کی شکل میں دیکھا جو کھڑے تھے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو آسمان کے قریب اپنے ایک پیر پر دوسرا پیر رکھے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں وہیں رک کر آواز کی طرف دیکھنے لگا، نہ میں اپنی جگہ سے آگے بڑھتا تھا اور نہ پیچھے ہٹتا تھا، میں ان پر سے نظریں ہٹا کر آسمان کے کناروں کی طرف دیکھتا مگر جس طرف بھی میری نظر جاتی مجھے وہ سامنے نظر آتے، میں اسی حالت میں دیر تک کھڑا رہا کہ نہ اپنی جگہ سے آگے بڑھتا تھا اور نہ پیچھے ہٹتا تھا۔''

نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے:

((زمّلونی، زمّلونی))

''مجھے چادر اڑھا دو، مجھے چادر اڑا دو۔''

چنانچہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا اوڑھا دیا گیا، یہاں تک کہ آپ کا خوف اور گھبراہٹ دور ہو گیا، اس کے بعد

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ بتلایا اور فرمایا:

''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔''

حضرت خدیجہ نے جواب میں عرض کیا:

''ہرگز نہیں! خوشخبری ہو آپ کو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں کی خبر گیری کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں، دوسروں کے لئے مصیبت اور پریشانیاں اٹھاتے ہیں، بے کس مفلسوں کی امداد کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازیاں کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔''

اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو لے کر چلیں اور ورقہ ابن نوفل کے پاس آئیں۔ انہوں نے ورقہ سے کہا:

''اے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔''

ورقہ نے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا؟''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ سب واقعہ بتلایا جو آپ کو پیش آیا تھا اور جو کچھ آپ نے دیکھا تھا۔

ورقہ نے یہ سن کر کہا:

''یہ (حضرت جبرئیل علیہ السلام) وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوا تھا جو کہ وحی کے راز داں تھے۔ کاش! جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو دعوت دی جائے گی یعنی اس رسالت کا اظہار ہو گا اور لوگوں کو ڈرایا جائے گا، اس وقت میں بھی جوان آدمی ہوتا تاکہ میں اس عظیم کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور آپ کی مدد کرتا۔ کاش! میں بھی اس وقت زندہ ہوں جبکہ آپ کی قوم آپ کو یہاں سے نکالے گی!''

جناب ورقہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''کیا میری قوم کے لوگ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟''

ورقہ نے کہا:

''ہاں جو چیز آپ لے کر آئے ہیں اس کے ساتھ جو شخص بھی آیا اس پر ظلم کیے گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور رسالت کے بعد ایمان لانے والی ہستی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آپ نے شروع میں اپنے معاملے کو چھپائے رکھا اور چھپ چھپ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ اس کے نتیجہ میں مردوں اور عورتوں میں معمولی قسم کے لوگوں نے ہی شروع میں آپ کی پیروی کی، اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ایک ایسی ہستی ہیں جو قریش کے بلند مرتبہ لوگوں میں سے تھیں یا پھر حضرت علی اور حضرت ابو بکر صدیق تھے جو معزز اور بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ورنہ عام طور پر جو لوگ شروع میں مسلمان ہوئے وہ معمولی اور غریب لوگ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پھر دوسرے آدمی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بچوں میں پہلے حضرت علی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

بعثت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رشتہ داروں کو ڈرانے اور تبلیغ کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

((وانذر عشيرتك الاقربين))

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔!''

تو آپ نے ابوطالب کے مکان میں عبدالمطلب کی اولاد کو جمع کیا جو کل چالیس آدمی تھے۔ حضرت علی نے ان آنے والوں کے لئے کھانا تیار کیا۔ اس میں بکری کی ایک ٹانگ تھی جس کے ساتھ ایک مد یعنی تقریباً سوا رطل گندم اور ساڑھے تین سیر دودھ تھا۔ چنانچہ ایک بڑے برتن میں کھانا لا کر ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا اور آپ نے ان سے فرمایا:

''اللہ کے نام کے ساتھ کھایئے۔''

چنانچہ سب لوگوں نے یہ گوشت پیٹ بھر کر کھایا اور سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے کھانا آنے کے بعد لوگوں سے فرمایا:

''دس دس کر کے قریب آتے جایئے۔''

چنانچہ لوگ دس دس کی ٹولی میں آتے رہے۔ پھر آپ نے یہ بڑا پیالہ اٹھایا جس میں دودھ تھا اور اس میں سے ایک گھونٹ پی لیا پھر دوسرے لوگوں کی طرف بڑھایا۔ جبکہ اس مجمع میں ایک ایک آدمی ایسا تھا جو جانور کا ایک بچہ تنہا کھا سکتا تھا۔

اسی لئے یہ صورت دیکھ کر (کہ تھوڑے سے کھانے میں سب کا پیٹ بھر گیا) وہ لوگ بڑے اچنبھے میں پڑے۔ چنانچہ بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے بات چیت کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے آپ کی بات کاٹ کر پہلے ہی لوگوں سے کہا:

''اس شخص نے تم سب پر زبردست جادو کر دیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی وہ سب لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی بات نہیں کر سکے۔ اگلا دن ہوا تو آپ نے حضرت علی سے فرمایا:

''جس طرح تم نے کل کھانا اور مشروب تیار کیا تھا اسی طرح میری طرف سے آج پھر وہی چیزیں تیار کر دو۔''

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کیا اور پھر سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بلا کر لایا۔ آج بھی اسی طرح انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سیر ہو کر دودھ پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اے بنی عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری مخلوق کی طرف عام طور پر اور تمہاری طرف خاص طور پر نبی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ ''وانذر عشيرتك الاقربين'' چنانچہ اب میں تمہیں دو کلموں کے کہنے کی دعوت دیتا ہوں جو زبان سے ادا کرنے میں بے حد ہلکے پھلکے ہیں لیکن ترازو میں بے حد وزن دار ہیں۔ ایک اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور دوسرے یہ کہ میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں۔ پس اب آپ میں سے کون ہے جو میری اس بات کو قبول کرتا ہے اور اس کلمہ کو پھیلانے میں میری مدد کرتا ہے؟''

اس وقت پورے مجمع میں حضرت علیؓ بولے جبکہ پوری قوم خاموش رہی۔ حضرت علیؓ نے کہا:

''میں، یارسول اللہ! اگرچہ میں ان سب میں عمر کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ہوں۔''

اس پر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

Marfat.com

''تم بیٹھ جاؤ۔''

آپ نے پھر اپنی بات دہرائی۔ وہ لوگ پھر خاموش رہے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کھڑے ہو کر بولے:

''میں یا رسول اللہ!''

آپ نے پھر ان سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اور پھر آپ نے تیسری بار اپنی بات دہرائی۔ مگر اس دفعہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا سب خاموش رہے۔

غرض قریش کی یہی عادت رہی۔ یہاں تک کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودوں میں عیب نکالنے شروع کر دیئے، ان کی بے وقوفی ان پر ظاہر فرمائی اور ان کے باپ دادا کو گمراہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ قریش کے مجمع کے پاس سے گزر رہے تھے اس وقت یہ لوگ مسجد حرام میں جمع تھے اور بتوں کو سجدے کر رہے تھے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

''اے گروہ قریش! اللہ کی قسم! تم اپنے باپ ابراہیم کے راستے سے ہٹ گئے ہو۔''

قریش نے کہا:

''ہم اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی بتوں کو پوجتے ہیں تاکہ اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوسکیں۔''

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکم اللّٰہ))(آل عمران:۳۱)

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

یہ بات قریش کو بہت ناگوار گزری اور انہوں نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے سے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جن کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد یہ لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے:

''ابو طالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہا ہے، ہمارے دین میں عیب نکالے ہیں اور ہمیں بے عقل ٹھہرایا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہم میں عقلیں نہیں ہیں۔ اس نے ہمارے باپ دادا تک کو گمراہ کہا ہے۔ اس لئے یا تو ہماری طرف سے آپ اس سے نمٹئے یا ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جایئے، کیونکہ خود آپ بھی اسی دین پر چلتے ہیں جو ہمارا ہے اور اس کے دین کے خلاف ہے۔''

یہ سن کر ابو طالب نے ان لوگوں سے نہایت نرمی سے بات کی اور ان کو خوبصورت انداز میں جواب دے کر واپس کر دیا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دین کا اعلان فرماتے رہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بُلاتے رہے۔ اس راستے میں آپ کسی مشکل کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا یہ سلسلہ بہت زیادہ بڑھ گیا، یہاں تک کہ لوگ آپ سے دور ہونے لگے اور ان کے دلوں میں آپ کی دشمنی اور آپ سے حسد جم گیا۔ پھر قریش کے درمیان آپس میں ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی چرچا ہونے لگا اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر آپ سے دشمنی، عداوت اور قتل و قتال کے منصوبے بنانے لگے، یہاں تک سوچنے لگے کہ آپ کا مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے۔ اس کے بعد یہ لوگ پھر دوسری مرتبہ جناب ابو طالب کے پاس پہنچے اور

Marfat.com

ان سے کہا:

''اے ابو طالب! ہمارے درمیان آپ بڑے، قابل عزت اور بلند مرتبہ آدمی ہیں۔ ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکیے مگر آپ نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ ہم لوگ خدا کی قسم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے باپ دادا کو گالیاں دی جائیں، ہمیں بے عقل کہا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب ڈالے جائیں۔ اس لئے یا تو اب آپ اس کو سمجھا لیجئے ورنہ سن لیجئے کہ ہم اس معاملہ میں آپ سے اور اُس سے، دونوں سے اس وقت تک مقابلہ کریں گے جب تک کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ختم نہ ہو جائے۔''

یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے۔ جناب ابو طالب کو اپنی قوم کے اس غصے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی دشمنی کی وجہ سے بہت فکر ہو گیا، وہ اس کو پسند نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا کرنے کی کوشش کرے۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی اور کہا:

''بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے ایسا ایسا کہا۔ اس لئے اپنے اور میرے اوپر رحم کرو اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جسے برداشت کرنے کی طاقت مجھ میں نہ ہو۔''

ابو طالب کی اس گفتگو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ چچا بھی آپ کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں اور اب وہ بھی آپ کی مدد اور مدافعت کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے آپ نے فرمایا:

''چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ کر بھی مجھ سے یہ کہیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں تو بھی میں ہرگز اسے نہیں چھوڑوں گا۔''

اتنا کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھرا گئی اور آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر جانے لگے۔ اچانک ابو طالب نے آپ کو پکارا اور کہا:

''بھتیجے، ادھر آؤ۔''

آپ واپس آئے تو ابو طالب نے کہا:

''جاؤ بھتیجے! جو دل چاہے کہو، اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی حال میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔''

اس کے ساتھ ہی ابو طالب نے کچھ شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے:

وَاللّٰهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰى اُوَسَّدَ فِى التُّرَابِ دَفِيْنَا

''اللہ کی قسم! یہ مخالفین اپنی جمعیت کے باوجود تم تک نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ میں ہی مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔''

غرض اس کے بعد جب قریش کو اس بات کا اندازہ اور یقین ہو گیا کہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو وہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ کو ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس آئے اور انہوں نے جناب ابو طالب سے کہا:

''ابو طالب! یہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ ہے۔ جو قریش کا سب سے زیادہ بہادر، طاقتور اور سب سے زیادہ حسین نوجوان ہے تم اس کو لے کر اپنا بیٹا بنا لو اور اس کے بدلے میں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے دین کے

Marfat.com

خلاف جا رہا ہے۔ جس نے تمہاری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کی عقلوں میں عیب ڈال رہا ہے۔ تم اسے ہمارے سپرد کردو تاکہ ہم اس کو قتل کر دیں اور انسان کے بدلے میں ہم انسان دے رہے ہیں۔"

قریش کی یہ بے ہودہ تجویز سن کر ابو طالب نے کہا:

"اللہ کی قسم! تم لوگ مجھ سے بہت بُرا سودا کرنے آئے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے لڑکے کو میرے سپرد کردو تاکہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور پرورش کروں اور اپنا لڑکا تمہارے حوالے کردوں تاکہ تم اسے قتل کردو۔ اللہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔"

نیز ابو طالب نے ان سے کہا:

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی اونٹنی اپنے بچے کو چھوڑ کر کسی دوسرے بچے کی آرزومند ہوسکتی ہے؟"

اس پر مطعم ابن عدی نے کہا:

"ابو طالب! خدا کی قسم! تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا ہے اور جو بات تمہیں ناپسند ہے اس سے چھٹکارے کے لئے کوشش کر لی۔ اب میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد تم ان کی کوئی اور پیشکش قبول کرو گے۔"

ابو طالب نے کہا:

"اللہ کی قسم! انہوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا، بلکہ تم سب نے مل کر مجھے رسوا کرنے اور میرے خلاف گٹھ جوڑ کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے اس لئے اب جو تمہارے دل میں آئے کرلو۔"

غرض جب جناب ابو طالب نے قریش کی یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی تو اب معاملہ بہت سنگین ہو گیا۔ ادھر جب ابو طالب نے قریش کے ارادے دیکھے تو انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا اور ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے اور آپ کی طرف سے قریش کی مدافعت کرنے کی درخواست کی۔ اس پر سوائے ابولہب کے سارے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب راضی ہو گئے۔ یہ تنہا وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم اور سختی کرنے کے لئے آواز اٹھاتا تھا۔ اسی طرح جو لوگ آپ پر ایمان لے آئے تھے ان کی مخالفت میں بھی ابولہب ہی سب سے پیش پیش رہتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کو تکلیفیں پہنچانے کے سلسلے میں بھی یہی شخص قریش میں بڑھ چڑھ کر تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قریش کے معزز لوگ ابو طالب کے مکان پر آئے، ان میں اسود ابن زمعہ، ولید ابن مغیرہ، اُمیہ ابن خلف، عاص ابن وائل، عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، ابوسفیان، نضر ابن حرث اور ابوجہل شامل تھے۔

انہوں نے ابو طالب سے درخواست کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سامنے بلایا جائے اور پھر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شکایتیں ہیں ان کو دور کیا جائے اور اس معاملے میں صلح و آشتی کی صورت پیدا کی جائے۔ جناب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور آپ سے کہا:

"بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے لوگ آئے ہیں، ان کی شکایتیں دور کر کے ان کے ساتھ محبت و الفت کی فضا پیدا کرو۔"

اب قریشیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراض ہونا شروع کیا کہ آپ ہم کو اور ہمارے بزرگوں کو بے عقل بتلاتے ہیں اور ہمارے دین میں عیب ڈالتے ہیں۔ ان لوگوں نے آپ سے کہا:

"اے محمد! ہمیں تمہارے پاس اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم تم سے گفتگو کریں۔ اللہ کی قسم! ہمارے خیال میں عربوں میں کوئی شخص

Marfat.com

ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہو جیسا تم نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہے۔ تم نے بزرگوں کو بُرا بھلا کہا، دین میں عیب نکالے، ہمیں بے عقل کہا اور قوم میں پھوٹ ڈال دی، کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جو تم نے ہمارے اور اپنے درمیان پیدا نہ کر دی ہو۔ اب اگر تم یہ باتیں اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم لوگ اپنے اپنے مال میں سے تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں سب سے زیادہ دولتمند ہو جاؤ گے، اگر تمہیں عزت اور شرف کا لالچ ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا کر تمہیں ہر قسم کا اعزاز دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر یہ کوئی (جن پری) کا اثر ہے جو تم پر چھا گیا ہے تو ہم اپنے خرچ پر تمہارا اعلاج کرانے کو تیار ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں جو کچھ بھی لے کر آیا ہوں اس سے نہ مجھے تمہارے مال و دولت کا لالچ ہے اور نہ عزت و اعزاز کی خواہش اور نہ ہی مجھے سلطنت و حکومت کی طمع ہے، بلکہ حقیقت میں مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنا کلام یعنی کتاب نازل فرمائی ہے۔ حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے خوش خبریاں دینے والا اور ڈرانے والا ہوں، میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور نصیحتیں کیں کہ میں جو کچھ لے کر آیا ہوں تم اسے قبول کرو، یہ تمہاری دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے لیکن اگر تم نے میری نصیحتوں کو ماننے کے بجائے انہیں ٹھکرا دیا اور میرے ساتھ بُرا معاملہ کیا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔"

کتاب درِ منثور میں ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے عبید ابن عمیر سے ایک روایت پیش کی ہے کہ ایک بار جب مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش تیار کی کہ یا آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلاوطن کر دیں تو جناب ابو طالب نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

"کیا تم جانتے ہو دشمنوں نے تمہارے خلاف کیا سازش کی ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان لوگوں نے طے کیا ہے کہ یا مجھے قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلاوطن کر دیں۔"

ابو طالب نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہیں یہ بات کس نے بتلائی؟

آپ نے فرمایا:

"میرے رب نے۔"

ابو طالب نے کہا:

"تمہارا رب بڑا اچھا پروردگار ہے، تم اپنے رب سے خیر مانگو۔"

آپ نے فرمایا:

"ہاں! میں اس سے خیر مانگتا ہوں اور وہ خود میرے ساتھ خیر فرماتا ہے۔"

ابو جہل کی خباثت کا دائرہ مکہ میں مسلمانوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ وہ ہر اُس شخص کو ایذا پہنچاتا تھا جو مکہ میں زیارت، عمرہ یا تجارت وغیرہ کی نیت سے آتا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک قبیلہ زبید کا ایک شخص آیا۔ وہاں اس وقت قریشی سردار بھی مجمع لگائے بیٹھے تھے۔

Marfat.com

اس شخص نے آکر قریشیوں کے حلقے کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور وہ یہ کہتا جاتا تھا:

''اے گروہ قریش! کوئی راہ گیر کیسے تمہارے علاقے میں داخل ہو سکتا ہے اور کوئی تاجر کیسے تمہاری سرزمین میں آسکتا ہے جب کہ تم ہر آنے والے کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہو۔؟''

یہ کہتا ہوا جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اس سے پوچھا:

''تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟''

اس نے بتلایا کہ وہ اپنے اونٹوں میں سے تین بہترین اونٹ بیچنے کے لئے لے کر آیا تھا مگر یہاں ابوجہل نے ان تینوں اونٹوں کی اصل قیمت کی صرف ایک تہائی قیمت لگا دی (ان کی اصل قیمت سے دو تہائی کم قیمت لگا دی) اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی بستی کا ایک معزز سردار ہے، اس کی قیمت پر بڑھ کر کوئی دوسرا شخص اب قیمت نہیں لگائے گا اور اس طرح وہ ان اونٹوں کو بہت کم قیمت میں خریدے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کی وجہ سے پھر کسی دوسرے نے ان اونٹوں کا بالکل سودا نہیں کیا۔ اس زبیدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس طرح ابوجہل نے میری تجارت خراب کر کے مجھ پر ظلم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''تمہارے اونٹ کہاں ہیں۔؟''

اس نے کہا:

''یہیں خزورہ کے مقام پر ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اٹھے اور وہاں پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ اونٹ واقعی بہت عمدہ تھے۔ آپ نے اس شخص سے بھاؤ تاؤ کیا اور آخر دونوں میں خوش دلی سے رضامندی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے وہ اونٹ لے لئے۔

پھر آپ نے ان میں سے دو زیادہ عمدہ اونٹ فروخت کر دیئے اور ان کی قیمت بنی عبدالمطلب کی بیوہ عورتوں کو تقسیم فرما دی۔ یہ سب کچھ ہوا اور وہیں بازار میں ایک طرف ابوجہل بیٹھا ہوا یہ سب دیکھتا رہا مگر ایک لفظ نہیں بول سکا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے پاس آئے اور اس سے فرمایا:

''خبردار عمرو! اگر تم نے آئندہ ایسی حرکت کی تو بہت سختی سے پیش آؤں گا۔''

یہ سن کر ابوجہل جلدی سے بولا:

''محمد! میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ محمد میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے لوٹ آئے۔ ادھر ابوجہل کو راستے میں امیہ بن خلف اور اس کے دوسرے ساتھی مل گئے۔ ان لوگوں نے ابوجہل سے کہا:

''تم تو محمد کے ہاتھوں بہت رسوا ہو کر آرہے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تم ان کا اتباع اور پیروی کرنا چاہتے ہو اور یا تم ان سے بہت مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے ہو۔''

ابوجہل بولا:

Marfat.com

''میں ہرگز کبھی محمد کی پیروی نہیں کر سکتا۔ میری جو کمزوری تم نے دیکھی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں نے محمد کو دیکھا تو مجھے ان کے ساتھ دائیں بائیں بہت سارے آدمی نظر آئے جن کے ہاتھوں میں نیزے اور بھالے تھے اور وہ ان کو میری طرف لہرا رہے تھے۔ اگر میں اس وقت محمد کی بات نہ مانتا تو وہ سب لوگ مجھ پر آپڑتے۔''

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ ابو جہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں، رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا اگر یہ معجزہ دکھلادوں تو ایمان بھی لے آؤ گے۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر۔ عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت آتا ہے اتنی دیر جتنا چاند اسی طرح رہا، لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دیکھو، دیکھو''

اس کے بعد چاند پھر اپنی سابق حالت پر چلا گیا، لیکن ان کفار مکہ کی بدنصیبی کا کیا کہنا، وہ اس بین معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اور اپنے کفر پر مصر اور اٹل رہے، اور کہا کہ یہ محمد کا جادو ہے، حالانکہ اگر جادو ہوتا تو میلوں دور بسنے والے لوگ اس کو نہیں دیکھتے، کیونکہ جادو حاضرین پر چلتا ہے تمام لوگوں پر نہیں چلتا اور یہاں واقعہ ایسا ہوا کہ دور دور سے آنے والے مسافروں نے بھی اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر کو دیکھا ہے۔

جب اہل اسلام پر ظلم وستم حد سے بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی اجازت دی اور فرمایا:

''وہاں کا بادشاہ عادل ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کے ملک میں چلے جاؤ۔''

چنانچہ بہت سے لوگ مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے۔

قریش کا دارالندوہ میں اجتماع ہوا جس میں قرار پایا کہ ہم اپنی دشمنی کو مہاجرین حبشہ سے بھی ٹھنڈا کر سکتے ہیں، جو نجاشی کے پاس مقیم ہیں، اس لیے دو سمجھدار آدمی اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے آگے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے گرانقدر اور قیمتی تحائف دے کر عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو بھیجا۔ یہ جہاز پر سوار ہوئے، نجاشی کے پاس پہنچ کر اس کو سجدہ کیا اور سلام کہا۔ پھر اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے بولے:

''ہماری قوم نے آپ کی خیر خواہی کے لیے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ ہم آپ کو ان لوگوں کی شرارت اور فتنہ وفساد سے آگاہ کریں، جو ہمارے شہر مکہ سے بھاگ کر آپ کے ہاں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ یہ ایک جھوٹے آدمی کے پیروکار ہیں، جس نے مکہ میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، کچھ بے وقوف لوگ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ہم نے ان پر گرفت کی اور انہیں

Marfat.com

ایک گھاٹی میں محبوس کر دیا، جہاں سے وہ نکل سکتے ہیں اور نہ ان کے پاس کوئی آدمی باہر سے جا سکتا ہے۔ بھوک و پیاس نے ان کو ہلاک کر دیا ہے، مجبور ہو کر اس نے اپنے چچازاد بھائی کو آپ کا دین خراب کرنے اور آپ کے ملک میں بدامنی اور بغاوت پیدا کرنے کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ آپ بروقت اس کا سد باب کیجئے اور ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے، ان کی بدنیتی کی علامت یہ ہے کہ وہ آپ کے دربار میں حاضر ہوتے وقت آپ کو سجدہ نہیں کریں گے، اور نہ اس طریقے سے سلام کریں گے جس کا یہاں سرکاری دربار میں رواج ہے۔''

یہ سن کر نجاشی نے ان کو بلایا۔ جب وہ آئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا:

''بادشاہ سلامت! دربار میں حاضر ہونے کے لیے اللہ کی جماعت اجازت چاہتی ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''اس اجازت طلب کرنے والے کو کہو کہ یہ کلمات دوبارہ کہے۔''

چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور حضرت جعفر ؓ نے کہا:

''اللہ کی جماعت دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتی ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''ہاں! ان کو اللہ تعالیٰ کے امن و امان کے ساتھ اندر آنے کی اجازت ہے۔''

جب مہاجرین اجازت ملنے کے بعد اندر آئے تو اُنہوں نے حسب دستور بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بادشاہ نے پوُچھا:

''تم لوگوں نے شاہی آداب کے مطابق سجدہ کیوں نہیں کیا؟''

انہوں نے کہا:

''ہم سجدہ صرف اس اللہ تعالیٰ کو کرتے ہیں، جس نے آپ کو پیدا کیا اور حکومت سے نوازا ہے۔ ایسا سجدہ ہم بت پرستی کے زمانہ میں کرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک سچا نبی بھیجا ہے جس نے ہمیں سلام کرنے کا وہ طریقہ سکھایا ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اور یہ آپس میں سلام کرنے کا طریقہ اہل جنت کا طریقہ ہے۔''

نجاشی نے معلوم کیا کہ یہ درست ہے، کیونکہ تورات اور انجیل میں یہی طریقہ بیان ہوا ہے۔ نجاشی نے پوچھا:

''تم میں سے اجازت کس نے طلب کی تھی؟''

حضرت جعفر نے کہا:

''جناب! میں نے اجازت طلب کی تھی۔''

بادشاہ نے کہا:

''پھر گفتگو شروع کرو۔''

حضرت جعفر نے کہا:

''آپ بادشاہ ہیں، آپ کے دربار میں لمبی گفتگو مناسب نہیں اور آپ کے دربار میں ظلم کا بھی خطرہ نہیں، آپ ان دونوں کو حکم دیں کہ ان دونوں میں سے کوئی اپنا مقصد بیان کرے، پھر آپ ہماری بات بھی سن لیں۔''

عمرو بن عاص نے حضرت جعفر ؓ سے کہا:

Marfat.com

''بولو! کیا بولنا چاہتے ہو؟''

حضرت جعفر نے نجاشی سے مخاطب ہو کر کہا:

''آپ ان سے پوچھیں، ہم آزاد ہیں یا غلام؟ اگر ہم غلام ہیں اور اپنے مالکوں سے بھاگ کر آئے ہیں، تو آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں۔''

عمرو نے جواب دیا:

''یہ غلام نہیں، بلکہ باوقار آزاد لوگ ہیں۔''

پھر حضرت جعفر نے کہا:

''کیا ہم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے کہ ہمیں قصاص کے لیے طلب کیا جا رہا ہے؟''

عمرو بن عاص نے کہا:

''نہیں، انہوں نے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا۔''

حضرت جعفر ﷺ نے کہا:

''کیا ہم نے کسی کا مال دبایا ہے، جس کا ادا کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے؟''

عمرو نے کہا:

''نہیں، کسی کی ایک دمڑی بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''پھر تم ان سے کیا چاہتے ہو؟''

عمرو نے کہا:

''پہلے ہم اور یہ ایک دین کے پیرو تھے اور وہی ہمارے آباؤ اجداد کا دین تھا۔ اب انہوں نے وہ چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔''

نجاشی نے حضرت جعفر ﷺ سے پوچھا:

''جس دین کو تم نے چھوڑا ہے اور جس کی تم اتباع کرتے ہو، سچ سچ بتاؤ، وہ کیا دین ہے؟''

حضرت جعفر ﷺ نے کہا:

''جس دین کو ہم نے چھوڑا ہے، وہ شیطان کا دین تھا۔ اس میں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پتھروں اور بتوں کو پوجتے تھے، اور اب جس دین کو ہم نے اختیار کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہے جس کو ہمارے پاس اللہ کا رسول لایا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے، جس طرح ابن مریم کے پاس ایک کتاب تھی، اور یہ کتاب اس کی موافقت کرتی ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''تم نے ایک اہم بات کہی ہے، ذرا ٹھہرو۔''

پھر اس نے ناقوس (گھڑیال) بجانے کا حکم دیا، اس کی آواز سن کر تمام عیسائی عالم اور راہب جمع ہو گئے، اس نے کہا:

''میں تمہیں اُس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اُتاری ہے، کیا عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان کسی رسول کے آنے کا تمہیں علم ہے؟''

Marfat.com

سب نے بیک زبان کہا:

''ہاں! عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس کی بشارت دی ہے اور فرمایا ہے جو اس کے ساتھ ایمان لائیگا، وہ میرے ساتھ ایمان لائیگا، اور جو اس کے ساتھ کفر کرے گا، وہ میرے ساتھ کفر کرے گا۔''

پھر نجاشی نے جعفرؓ سے کہا:

''یہ آدمی تمہیں کیا کہتا ہے؟ اور تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے۔''

حضرت جعفر نے فرمایا:

''وہ ہمیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے، وہ ہمیں ہمسایوں سے نیک سلوک، رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور یتیموں سے احسان کا حکم دیتا ہے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں، جس کا کوئی شریک نہیں۔''

نجاشی نے کہا:

''جو وہ تمہیں پڑھ کر سناتا ہے، ہمیں بھی سناؤ۔''

اس پر حضرت جعفرؓ نے سورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھی۔ جسے سن کر نجاشی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا:

''یہ پاک کلام ہمیں اور سناؤ۔''

حضرت جعفرؓ نے اب سورت کہف پڑھی۔ اس موقع پر عمرو نے نجاشی کو مشتعل کرنے کے لیے کہا:

''یہ لوگ آپ کے پیغمبر اور اس کی ماں کو گالیاں دیتے ہیں۔''

اس پر حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی تلاوت شروع کی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم کا ذکر ہوا، تو نجاشی نے اپنے مسواک سے آنکھ میں پڑنے کے قدر ایک تنکا لیا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''واللہ! عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اس سے اتنی بھی زیادہ نہیں، عیسیٰ علیہ السلام کا مقام بالکل یہی ہے، جو اس نے بیان کیا ہے۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب نجاشی نے یہ کہا تو پادریوں نے ناک بھوں چڑھائی، نجاشی نے کہا:

''خدا کی قسم! خواہ تمہیں ناگوار گزرے، حقیقت یہی ہے۔''

مہاجرین سے اس نے کہا:

''جاؤ! تمہیں میرے ملک میں امن حاصل ہے، جو تمہیں گالی دے گا، یا بُرا بھلا کہے گا، وہ سزا پائے گا، حزب ابراہیم کے بارے میں آج سے کسی سے نرمی نہیں برتی جائے گی۔ بخدا! میں پسند نہیں کرتا کہ سونے کا پہاڑ لے کر تم میں سے کسی کو ایذاء پہنچاؤں۔ ان دونوں کے تحائف واپس کردو، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ بخدا، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا ملک واپس دیا، تو مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی کہ میں اس کے بارے میں رشوت لوں اور اس نے میرے بارے میں لوگوں کی کوئی بات نہیں مانی کہ میں اب اس کے بارے میں ان کی بات مانوں۔''

چنانچہ کفار کے دونوں نمائندے بڑی بے عزتی کے ساتھ اپنے تحائف اور نذرانے لے کر واپس ہوئے۔ قتادہ اور دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ سورۃ مائدہ کی یہ آیتیں نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہیں:

((واذا سمعوا ما اُنزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع))

Marfat.com

(المائدۃ:۸۳)

''اور جب وہ کلام سنتے ہیں، جو اللہ کے رسول پر اتارا گیا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگ جاتی ہیں۔''

کہتے ہیں کہ مہاجرین کے سلسلے میں قریش نے دو دفعہ نجاشی کے پاس اپنے نمائندے بھیجے، پہلے ان کی ہجرت کے وقت اور دوسری دفعہ جنگ بدر کے بعد۔ عمرو بن عاص دونوں دفعہ ہی قاصد بن کر گیا تھا، اور ایک دفعہ عمارہ بن ولید مخزومی اور دوسری دفعہ عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی اس کے رفیق تھے، لیکن ان کی کوئی نہ سنی گئی۔

باتفاق جمہور (تاریخ وحدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے تمام خاندان نے شعب ابی طالب میں کامل تین برس تک جن مصیبت وشدت میں دن اور راتیں گزاریں ان کا بیان دشوار ہے اور کیونکر نہ ہو کھانا پینا بند، آنا جانا ترک، خرید وفروخت موقوف اور شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار۔ یہ ترک موالات کا حال ہے کہ حبس دوام کی پوری سزا تھی، غریب محصورین پر جن میں خورد سال بچے اور شکستہ پا عورتیں بھی شامل تھیں، ایسا وقت آ گیا تھا کہ دانہ دانہ کو محتاج تھے۔ اتنی مجال تو تھی ہی نہیں کہ شہر میں جا کر ضروریات روزمرہ کی چیزیں لائیں اور اگر جرأت کر کے جائیں بھی تو دیتا کون ہے؟ اس مجبوری سے محاصرین کو تلاش اذوقہ کے لیے اطراف مکہ میں دور دور تک نکل جانا پڑتا تھا اور صبح سے شام تک ان غریبوں کو یا نصیب جو کچھ مل جاتا تھا وہ رات کو گھر میں لا کر دن بھر کے بھوکے بال بچوں کو کھلانا ہوتا تھا۔

علامہ ابوجعفر اسکافی جو علامہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کے استاد اور شیخ تھے لکھتے ہیں:

''تلاش آذوقہ کی خدمت ان ایام میں خاص کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ یہ علی الصباح شعب سے نکل کر حوالی مکہ کی آبادیوں میں دور دور تک نکل جاتے تھے اور وہاں سے جو، گیہوں اور کھجوریں جو کچھ میسر آتا تھا اپنی پشت پر رکھ کر لاتے تھے۔ وہ بھی کبھی یہ چیزیں ملتی تھیں اور کبھی نہیں، کیونکہ ظالمان قریش مکہ کی بیرونی آبادیوں میں جا کر منع کر آتے تھے اس لئے علی الاکثر فاقہ گزرتے تھے۔ اور شدتِ بھوک وپیاس سے گرفتارانِ مصیبت کی غریب جانیں ہونٹوں تک آ پہنچی تھیں۔''

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول، صفحہ ۲۹۹ میں لکھتے ہیں:

''بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے روتے تھے کہ ان کے رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔''

امام قسطلانی شارح بخاری کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کے بچوں کے رونے کی آوازیں رات کے سناٹے میں تمام شہر میں سنائی دیتی تھیں اور سنگدل وبے رحم قریش سنتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور انواع واقسام کے طعن وتشنیع کیا کرتے تھے۔

قریش کی ایسی سخت قدغن تھی اور ایسی شدید روک تھام کہ ان مصیبت زدوں میں سے جو شخص چھپ چھپا کر تلاش رزق میں باہر نکل جاتا تھا اور سوء اتفاق سے قریش اسے دیکھ پاتے تھے تو سخت تعذیر پہنچاتے تھے۔ موسم حج میں بیرونی قبائل سے اگر یہ لوگ خرید وفروخت کی کوشش کرتے تھے تو یہ ظالمینِ وقت نہایت سختی سے انہیں منع کرتے تھے اور باز رکھتے تھے۔

تکلیفیں تو اتنی تھیں اور مصیبتیں ایسی اور حامی ومددگار ایک بھی نہیں، لیکن صد آفرین ہے ان مظلومین کے صبر وسکوت پر ہزار احسنت ہے ان محصورین کے استقلال وپائیداری پر اگر کسی شخص پر محض دو چار دن کے لیے ایسی مصیبتیں پڑ جاتیں تو وہ گھبرا کر یا تو جان دے ڈالتا یا ظالمین وقت کی اطاعت کر لیتا۔ ان غریبوں پر تو اس آفت ومصیبت میں پورے تین برس گزر گئے، لیکن ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول کی حمایت ورفاقت پر یقین اور خدائے قادر وتوانا کی نصرت وامداد پر توکل کیے خاموش بیٹھے رہے اور ان تمام مصائب کو رضا بقضاہ وتسلیماً لامرہ کہہ کہہ کر جھیل

Marfat.com

گئے اور شکایت کرتی اور گلہ کیا ہو کسی فرد واحد نے حرف اف تک بھی نہ کی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] تبلیغ میں انہماک و محویت کی یہ حالت تھی کہ باوجود ان تمام مشکلات کے آپ [illegible] کی موجودگی [illegible] کے عالم میں بھی ہدایت وارشاد سے باز نہ رہے بلکہ عزلت کی تمام محفلوں میں آپ کو اس کے [illegible] موقع [illegible] پردے میں مخالفین سے آنکھیں بچا کر اور چھپ چھپا کر خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور [illegible] کرتے تھے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں:

((ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یدعو قومہ لیلا ونہارا سرا وجہارا منادیا بامر اللّٰہ))

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] اللہ کی [illegible] دعوت [illegible] تھے۔"

قریش کی [illegible] ایک اور [illegible] رات [illegible] ان [illegible] لوگوں پر [illegible] قریش [illegible]

"ہم [illegible]"

پھر اس کے بعد ایک رات [illegible] اس کا بھی پتہ چل گیا۔ اس [illegible] ابو سفیان نے کہا:

"اے [illegible] اگر [illegible]"

اس زمانے میں جناب ابو طالب کی آنحضرت ﷺ کے [illegible] آپ کے [illegible] آتے اور پھر جب سب [illegible] آپ ﷺ [illegible] جگہ [illegible]

پھر مسلمانوں کے [illegible] حضرت [illegible] آنحضرت ﷺ [illegible] قریش کے [illegible] آنحضرت ﷺ [illegible] ابو طالب کو اس بات کی خبر ملی۔ ابو طالب نے آنحضرت ﷺ [illegible]

"[illegible]"

اس کے بعد جناب ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے [illegible] طرف روانہ ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی [illegible] اب آپ کی [illegible] ابو طالب نے کہا:

"[illegible]"

Marfat.com

کر یہ اطلاع دو۔''

چنانچہ وہ لوگ گھاٹی سے روانہ ہوئے اور ڈرتے ڈرتے مسجد حرام تک پہنچے۔ قریش نے ان لوگوں کو یہاں دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ مصیبتوں سے گھبرا کر نکل آئے ہیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے مشرکوں کے حوالے کر دیں۔ یہاں پہنچ کر ابو طالب نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور کہا:

''ہمارے اور تمہارے درمیان معاملات بہت طول اختیار کر گئے ہیں، اس لئے اب تم لوگ اپنا وہ حلف نامہ لے کر آؤ۔ ممکن ہے ہمارے تمہارے درمیان صلح کی کوئی شکل نکل آئے۔''

ابو طالب نے اصل بات بتلانے کے بجائے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ کہیں قریش حلف نامہ سامنے لانے سے پہلے اس کو دیکھ نہ لیں کیونکہ اس کے بعد وہ اس کو لے کر ہی نہ آتے۔ غرض وہ لوگ حلف نامہ لے کر آ گئے اور اب انہیں اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ تمام عہد و پیمان اور حلف نامے آنحضرت ﷺ کی اسی وجہ سے ہوئے تھے۔

حلف نامے کی تحریریں لا کر انہوں نے ان کے سامنے رکھ دیں اور ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کو ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے:

''تم لوگوں نے ہمارے اور اپنے اوپر جو مصیبت ڈالی تھی آخر اب اس سے پیچھے کیوں نہیں ہٹتے۔''

ابو طالب نے کہا:

''میں تمہارے پاس ایک انصاف کی بات لے کر آیا ہوں جس میں نہ تمہاری بے عزتی ہے نہ ہماری۔ وہ یہ ہے کہ میرے بھتیجے نے بتایا ہے کہ اس حلف نامے پر جو تمہارے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ نے ایک کیڑا مسلط فرما دیا ہے جس نے اس میں سے وہ تمام حصے چاٹ لئے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوئے ہیں، اب اس میں صرف تمہارے ظلم و جفا اور زیادتیوں کا تذکرہ رہ گیا ہے۔ اگر بات اسی طرح ہے جیسے میرے بھتیجے نے بتلائی ہے تو معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔''

ایک روایت میں یہ ہے کہ تو پھر تم اپنی غلط رائے سے باز آؤ لیکن اگر تم باز نہ آئے تو بھی اللہ کی قسم! جب تک ہم میں سے آخری آدمی بھی زندہ ہے ہم محمد کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور اگر میرے بھتیجے کی بات غلط نکلی تو ہم اس کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ پھر تم چاہے اس کو قتل کرو اور چاہے زندہ رکھو۔''

اس پر قریش نے کہا:

''ہمیں تمہاری بات منظور ہے۔''

اب انہوں نے عہد نامہ کھول کر دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ جناب ابو طالب جو خبر لے کر آئے ہیں وہ بالکل صحیح ہے، یہ دیکھ کر ان میں سے اکثر لوگوں نے کہا:

''یہ تمہارے بھتیجے کا جادو ہے۔''

ایسے لوگوں کا ظلم اور سرکشی اس واقعہ کے بعد اور زیادہ بڑھ گئی مگر ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو اس بات پر نادم اور شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے:

''اب یہ سختی ہماری طرف سے اپنے بھائیوں پر ظلم ہے۔''

Marfat.com

اس تحریر کو پھاڑے جانے کا تفصیلی واقعہ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ہشام ابن عمرو ابن حرث ایک رات زبیر ابن امیہ ابن عاتکہ بنت عبدالمطلب کے پاس آئے۔ یہ دونوں حضرات بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ غرض ہشام نے زبیر سے کہا:

''زبیر! کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تم دونوں وقت آرام سے روٹی کھاتے ہو، اچھے سے اچھا لباس پہنتے ہو جبکہ تمہاری ننہال کے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نہ وہ کوئی چیز خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں؟''

زبیر نے کہا:

''ہشام! تم بتاؤ میں تنہا آدمی کیا کروں! خدا کی قسم! اگر کوئی ایک آدمی بھی میرا ساتھ دینے والا ہوتا تو میں اب تک اس تحریر کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر چکا ہوتا۔''

ہشام نے کہا:

''دوسرا آدمی تو موجود ہے۔''

زبیر نے کہا:

''وہ کون ہے؟''

ہشام نے کہا:

''میں ہوں!''

زبیر نے کہا:

''ایک آدمی اور اپنے ساتھ ملاؤ۔''

چنانچہ ہشام مطعم ابن عدی کے پاس گئے اور اس سے بولے:

''مطعم! کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ بنی عبد مناف کے دونوں خاندان بنی ہاشم اور بنی مطلب تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو جائیں اور تم تماشہ دیکھتے رہو؟''

مطعم نے بھی وہی جواب دیا:

''بتاؤ میں اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہوں جبکہ کوئی میرا ساتھ دینے والا نہیں ہے۔''

ہشام نے کہا:

''تمہارا ساتھ دینے کو دوسرا آدمی موجود ہے!''

مطعم نے پوچھا:

''وہ کون ہے۔؟''

ہشام نے کہا:

''میں ہوں۔''

اب مطعم نے کہا:

''ایک تیسرا ساتھی اور ہونا چاہئے۔''

ہشام نے کہا:

Marfat.com

''میں نے تیسرے کا بھی انتظام کرلیا ہے۔''
مطعم نے پوچھا:
''وہ کون ہے۔؟''
ہشام نے کہا زہیر ابن امیہ۔ مطعم نے کہا کہ پھر ایک چوتھے آدمی کا اور انتظام کرلو۔
اب ہشام کہتے ہیں کہ میں ابوالبختری کے پاس گیا اور اس سے بھی میں نے وہی بات کی جو مطعم سے کی تھی۔ ابوالبختری نے کہا:
''اس کام میں ہمارا کوئی مددگار بھی ہے۔؟''
میں نے کہا:
''ہاں مددگار بھی ہیں۔''
ابوالبختری نے کہا:
''وہ کون ہیں۔؟''
میں نے کہا:
''زہیر ابن امیہ، مطعم ابن عدی اور خود میں اس کام میں تمہارے ساتھ ہیں۔''
ابوالبختری نے کہا:
''ایک پانچویں آدمی کا انتظام اور ہونا چاہیے۔''
ہشام کہتے ہیں کہ اب میں زمعہ ابن اسود کے پاس گیا اور میں نے اس سے بات کی۔ اس نے بھی یہی بات پوچھی کہ کیا اس معاملے میں کوئی ہماری مدد کرنے کو بھی تیار ہوگا۔؟ میں نے اس کو چاروں آدمیوں کے نام بتلائے۔
اس کے بعد یہ پانچوں آدمی رات کے وقت حجون کے مقام پر جمع ہوئے۔ یہاں انہوں نے مشورہ کرکے یہ فیصلہ اور عہد کیا کہ ہم اس حلف نامے کو پھاڑنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں اور اس کام کو پورا کرکے ہی دم لیں گے۔ زہیر نے کہا کہ میں اس سلسلے میں پہل کروں گا اور لوگوں سے بات کروں گا۔
صبح یہ لوگ حرم میں قریشی مجلسوں میں پہنچے۔ ادھر زہیر نے صبح ہوتے ہی اپنا حلّہ پہنا اور بیت اللہ میں آکر طواف کیا۔ اس کے بعد یہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:
''مکے والو! کیا ہم اطمینان کے ساتھ اچھے سے اچھا کھاتے اور اچھے سے اچھا پہنتے رہیں اور بنی ہاشم اور بنی مطلب اس بے کسی کے ساتھ ہلاک ہوجائیں کہ نہ وہ کچھ خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ ظالمانہ اور انسانیت سوز حلف نامہ نہیں پھاڑ دیا جائے گا۔''
یہ سنتے ہی ابوجہل ایک دم چیخا:
''تو بکتا ہے۔ خدا کی قسم! اس حلف نامہ کو ہرگز نہیں پھاڑا جاسکتا۔''
اس پر ایک دم زمعہ ابن اسود اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ابوجہل کو پھٹکارتے ہوئے کہا:
''سب سے زیادہ بکواس تو خود کرتا ہے۔ جب یہ حلف نامہ لکھا گیا تھا تو ہم اس سے متفق نہیں تھے۔''

Marfat.com

اسی وقت تیسرا ساتھی ابوالبختری اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے پکار کر کہا:

''زمعہ ٹھیک کہتا ہے۔''

اسی وقت مطعم اٹھا اور اس نے اعلان کیا:

''ان دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔ ان کے مقابلے پر بولنے والا بکواس کرتا ہے۔ ہم اس حلف نامے اور اس کے مضمون سے خدا کے سامنے بری ہوتے ہیں۔''

یہ سن کر ہشام ابن عمرو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی یہی بات کہہ کر اپنے ساتھیوں کی تائید کی۔ اب ابوجہل نے بے کسی کے ساتھ کہا:

''یہ سازش رات ہی کی تیار کی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔''

اسی وقت مطعم ابن عدی نے اٹھ کر اس حلف نامے کو پھاڑ ڈالا۔

غرض اس تحریر کو پھاڑ دینے کے بعد یہ پانچوں آدمی وہاں سے اٹھے۔ اب ان کے ساتھ اور بہت سے لوگ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار پہنے اور سیدھے اس گھاٹی میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں آ جاؤ۔ چنانچہ سب اسی وقت نکل کر اپنے گھروں پر پہنچ گئے اور اس طرح تین سال یا ایک روایت کے مطابق دو سال تک قریشیوں کے انسانیت سوز مظالم اور بنی ہاشم کی کسمپرسی کا یہ باب بند ہوا۔

جب جناب ابوطالب مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ ابوطالب کی بیماری بہت زیادہ بڑھ گئی ہے تو وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے:

''حمزہ اور عمر بن خطاب جب سے مسلمان ہوئے ہیں اس وقت سے محمد کا معاملہ قریش کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا ہے۔ اس لئے چلو ابوطالب کے پاس چلتے ہیں تاکہ وہ اپنے بھتیجے سے ہمارے متعلق وعدہ لے لیں اور ہم سے اپنے بھتیجے کے متعلق وعدہ لے لیں کیونکہ خدا کی قسم! کہیں دوسرے لوگ ہمارے اس معاملے کو ہم سے چھین نہ لیں۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قریش نے کہا:

''ہمیں ڈر ہے کہ اس بوڑھے کے مرنے کے بعد کہیں ہم محمد کو قتل نہ کر دیں اور پھر عرب ہمیں شرم و عار دلائیں کہ جب تک محمد کا چچا زندہ رہا ہم اس کو کچھ نہ کہہ سکے اور چچا کے آنکھیں بند کرتے ہی ہم اس پر چڑھ دوڑے۔''

اس مشورہ کے بعد قریش کے معزز لوگ جناب ابوطالب کے پاس گئے، ان لوگوں میں ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ، نیز ابوجہل، اُمیہ بن خلف اور ابوسفیان بھی تھے (ابوسفیان بعد میں فتح مکہ کی رات میں مسلمان ہو گئے تھے۔)

غرض وہاں پہنچ کر انہوں نے پہلے ایک شخص مطلب کو اجازت لینے کے لئے اندر بھیجا۔ اس نے اندر جا کر ابوطالب سے ان لوگوں کے واسطے اجازت لینے کے لئے کہا:

''باہر آپ کی قوم کے بزرگ اور سردار کھڑے ہوئے ہیں جو اندر آنا چاہتے ہیں۔''

ابوطالب نے کہا:

''بلا لو۔''

اب یہ سب اندر ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے بولے:

Marfat.com

''ابو طالب! ہم لوگوں میں آپ کی جو حیثیت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''ابو طالب آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں۔ اب جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں آپ کا آخری وقت آ پہنچا جس کا ہمیں ڈر تھا۔ ادھر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے اور ہمارے درمیان کس قسم کے معاملات چل رہے ہیں۔ اس لئے آپ ان کو بلائیے اور ہم سے ان کے متعلق عہد لے لیجئے اور ان سے ہمارے متعلق عہد دلائیے تا کہ وہ ہم سے یکسور ہیں۔ وہ ہم سے اور ہمارے دین سے کوئی مطلب نہ رکھیں اور ہم ان کے دین سے بے تعلق ہو کر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔''

جناب ابو طالب نے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہاں ابو طالب اور ان لوگوں کے درمیان ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابو جہل کو ڈر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نہ بیٹھ جائیں اور اس طرح آپ کو مجلس میں ایک نمایاں اور ممتاز جگہ مل جائے گی، اس لئے اس نے جلدی سے اُچھل کر اس جگہ پر قبضہ کر لیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے قریب بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آئی تو آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔

مگر کتاب وفا میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ نہ دیکھ کر لوگوں سے کہا:

''میرے بیٹھنے کے لئے میرے چچا کے پاس جگہ خالی کرو۔''

قریشیوں نے کہا:

''ہم جگہ نہیں خالی کریں گے۔ اگر تمہاری رشتہ داری ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہم سے زیادہ حق دار ہو کیونکہ تمہاری طرح ہماری بھی ان سے رشتے داری ہے۔''

تب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''بھتیجے یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''یہ تمہاری قوم کے بزرگ اور سردار تم سے عہد لینے اور تمہیں عہد دینے آئے ہیں۔''

ایک روایت میں یوں ہے:

''تم سے انصاف مانگنے آئے ہیں۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

''تمہاری قوم کے یہ سردار تم سے جو مانگنے آئے ہیں وہ ان کو دے دو۔ یہ انہوں نے انصاف کی بات کہی ہے کہ تم ان کے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑ دو اور یہ تمہارے معبود کے بارے میں اپنی زبانیں بند کر لیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا یہ ممکن ہے کہ اگر میں تمہارا سوال پورا کروں تو تم میری صرف ایک بات پوری کر دو جس سے تم پورے عرب پر چھا جاؤ گے اور سارا عجم یعنی غیر عرب علاقہ تمہارے نقش قدم پر چلنے لگے گا یعنی تمہارا پیرو اور نیاز مند بن جائے گا۔؟''

ابو جہل نے فوراً کہا:

Marfat.com

"ضرور۔ میں تمہاری دس باتیں پوری کرنے کو تیار ہوں۔"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تم یہ کہہ دو لا الٰہ الا اللہ اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہو ان کو چھوڑ دو۔"
یہ سنتے ہی انہوں نے دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ پھر کہنے لگے:
"محمد! کیا تم اتنے سارے معبودوں کو ایک معبود بنا دینا چاہتے ہو۔؟ تمہاری بات بھی عجیب ہے۔"
اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((صٓ O والقرآن ذی الذکر O بل الذین کفروا فی عزۃٍ وشقاق O))

(صٓ: ۱ تا ۳)

"ص۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے، بلکہ خود یہ کفار ہی تعصب اور حق کی مخالفت میں ہیں۔"
ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ مشرکوں نے کہا:
"کیا ہماری تمام ضرورتوں کے لئے تنہا ایک خدا کافی ہو سکتا ہے؟"
ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:
"ہم سے کوئی اور بات کہو۔"
ایک روایت میں آتا ہے کہ اس پر ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:
"بھتیجے! کیا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہو سکتی جو تم ان سے مانگو کیونکہ تمہاری قوم اس بات کو پسند نہیں کرتی۔"
آپ نے فرمایا:
"چچا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔"
اس کے بعد آپ ﷺ نے مشرکوں سے فرمایا:
"اگر تم سورج بھی لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دو تب بھی میں تم سے اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔"
اب مشرکوں نے مایوس ہو کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم! تم جو کچھ اس شخص سے چاہتے ہو یہ اس میں سے تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ چلو اور اپنے باپ دادا کے دین پر عمل کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ فرما دے۔
اس کے بعد یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے ابو طالب کے یہاں سے اٹھتے ہوئے کہا:
"خدا کی قسم! ہم تمہیں بھی گالیاں دیں گے اور تمہارے اس معبود کو بھی جو تمہیں اس قسم کے حکم دیتا ہے۔"
ایک قول ہے کہ اسی واقعہ کی بنیاد پر یہ آیت نازل ہوئی:

((ولا تسبُّوا الَّذین یدعون من دون اللہ فیسبُّوا اللہ عدوًّا بغیر علمٍ)) (الانعام: ۱۰۹)

"اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔"

Marfat.com

مگر کتاب نہر میں اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفارِ قریش نے ایک دفعہ ابو طالب سے یہ کہا تھا (جس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی):

''یا تو تم محمد کو ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے اور ان میں عیب ڈالنے سے روک لو ورنہ ہم بھی محمد کے معبود کو بُرا بھلا کہیں گے اور شعروں میں اس کی ہجو کریں گے۔''

غرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے وہ بات کہی جو پچھلی سطروں میں بیان ہوئی تو ابو طالب نے آپ سے کہا:

''خدا کی قسم! بھتیجے! میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے کوئی نا قابل عمل اور غلط بات نہیں مانگی۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمید ہوئی کہ شاید خود ابو طالب بھی راستی اور حق کو قبول کر لیں گے، اس لئے آپ فوراً اپنے چچا سے کہنے لگے:

''چچا۔ آپ ہی یہ کلمہ کہہ دیجئے تا کہ قیامت کے دن میں آپ کی شفاعت کر سکوں۔''

غرض جب ابو طالب نے اپنے اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو دیکھی تو انہوں نے کہا:

''خدا کی قسم بھتیجے! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ تمہیں اور تمہارے خاندان والوں کو شرم و عار دلائیں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ میں نے موت کے خوف سے یہ کلمہ کہہ دیا تو میں یہ کلمہ کہہ کر ضرور تمہارا دل ٹھنڈا کرتا کیونکہ اس سلسلہ میں تمہارے شوق اور تمہاری تمنا کا مجھے احساس ہے۔ مگر اب میں اپنے بزرگوں عبد المطلب، ہاشم اور عبد مناف کے دین پر مرتا ہوں۔''

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

((انّك لا تهدى من احببت ولكنّ الله يهدى من يّشآء وهو اعلم بالمهتدينO))

(القصص:٥٦)

''آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم بھی اُسی کو ہے۔''

مقاتل سے روایت ہے کہ ابو طالب نے اپنی موت کے وقت کہا تھا:

''اے بنی ہاشم! محمد کی اطاعت کرو، ان کو سچا جانو اور فلاح و ہدایت پالو۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اے چچا! آپ جو نصیحت دوسروں کو کر رہے ہیں اس پر خود کیوں عمل نہیں کرتے۔؟''

ابو طالب نے کہا:

''بھتیجے! تم کیا چاہتے ہو؟''

آپ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کے لئے اس کلمے کے کہنے کی گواہی دے سکوں۔''

ابو طالب نے جواب دیا:

''بھتیجے! میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد لوگ شرم دلائیں۔''

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ابو طالب سے کلمہ پڑھنے کو کہتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خدا کی قسم! میں اس وقت تک تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ ہی اس سے نہ روک دے۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((ما كان للنّبى والّذين امنوآ ان يستغفروا للمشركين ولو كانوآ اُولى قربٰى من بعد ما تبيّن لهم انّهم اصحاب الجحيم))

(التوبہ:۱۱۳)

"پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔"

ایک روایت ہے کہ جب ابو طالب کا آخری وقت آ پہنچا تو ان کے پاس قریش کے تمام بڑے بڑے سردار جمع ہو گئے اور ابو طالب نے ان کو وصیتیں اور نصیحتیں کیں، ان ہی میں سے یہ ہیں کہ انہوں نے کہا:

"اے گروہ قریش! تم اللہ کی مخلوق میں بہترین لوگ اور عربوں کا دل ہو۔ تم میں عزت مند بھی ہیں اور بہادر و فیاض اور خوش حال بھی ہیں، عربوں میں کوئی عزت و مقام ایسا نہیں جس کو تم نے حاصل نہ کر لیا اور کوئی شرف اور سرفرازی ایسی نہیں جس کو چھوڑ دیا ہو۔ اس طرح دوسرے لوگوں پر تمہیں ایک خاص فضیلت حاصل ہے اور اس کی بنا پر دوسرے لوگ تمہارے نیاز مند ہیں۔ میں تمہیں اس گھر یعنی بیت اللہ کی تعظیم باقی رکھنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں پروردگار کی خوشنودی چھپی ہے اور اسی میں زندگی کی سربلندی پوشیدہ ہے۔ رشتے داروں کی ہمیشہ خبر گیری کرتے رہنا، ان سے کبھی لاپرواہی نہ کرنا کیونکہ اسی میں مسرت اور اولاد کی کثرت و برکت کا راز ہے۔ سرکشی اور شورہ پشتی سے ہمیشہ دور رہنا کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہوئی ہیں۔ بلانے والے کی آواز پر لبیک کہنا اور سائل اور مانگنے والے کو کبھی مایوس نہ کرنا کیونکہ اسی میں زندگی اور موت کی عزت ہے۔ ہمیشہ سچائی اور امانت داری کو اپنا دستور بنائے رکھنا کیونکہ ان ہی خوبیوں سے بڑے لوگوں کے دلوں میں آدمی کی محبت اور عوام کے دلوں میں عزت پیدا ہوتی ہے۔ میں تمہیں محمد کے ساتھ بھلائی اور نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں سب سے بڑے امین ہیں، عربوں میں سب سے زیادہ سچے اور ان تمام خوبیوں کے مالک ہیں جن کی میں تمہیں وصیت کر رہا ہوں۔ وہ ایک ایسا پیغام لے کر آئے ہیں جس کو دلوں نے قبول کر لیا ہے لیکن دشمنی کی وجہ سے زبانوں نے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم ایسا لگتا ہے جیسے میں مستقبل میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے چور اور لٹیرے نیز نیکوکار اور اچھے لوگ اور کمزور بے بس لوگ جوق در جوق ان کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں اور ان کے پیغام کو قبول کر کے ان کی بات کو اونچا کر رہے ہیں۔ وہ لوگ موت کی سختیوں میں کود کر انہیں گلے لگا رہے ہیں۔ اور پھر قریشی سردار اور معزز لوگوں کی حیثیت عام آدمیوں سے زیادہ نہ رہی۔ وہ خانہ خراب ہو گئے اور ان میں کئی کمزور لوگ اختیار اور عزت والے ہو گئے۔ آج کے عظیم اور مرتبے والے لوگ کل سب سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج بن گئے۔ جو آج محمد سے بہت دور ہیں کل وہ ان کے ہمدم و ہم نشین بن گئے۔ عرب نے اپنی محبت و خیر خواہی کے ساتھ اپنی باگ ڈور ان کو دے دی۔ اس لئے اے گروہ قریش! تم محمد کے ساتھی بن جاؤ اور تم ہی ان کی جماعت کے

Marfat.com

حامی ومددگار بن جاؤ۔ خدا کی قسم! ان کے سیدھے راستے پر چلنے اور یہ سعادتیں حاصل کرنے میں تم پیش پیش رہنا!۔"

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جناب ابو طالب نے خفیہ اسلام قبول کر لیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب کا آخری وقت آ پہنچا تو انہوں نے بنی مطلب کو بلایا اور ان سے کہا:

"تم نے محمد سے جو کچھ سنا اور اس پر عمل کیا تو اس میں ہمیشہ تمہارے لئے خیر ہوگی۔ اس لئے ان کی پیروی کرو اور بھلائی حاصل کرو۔"

مگر ابو طالب کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کو قریش نے اتنی تکلیفیں پہنچائیں کہ ابو طالب کی زندگی میں وہ ممکن نہیں تھیں، یہاں تک کہ ایک قریشی شریر نے آپ کے سر مبارک پر کوڑا ڈال دیا آپ اسی حال میں اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ آپ کی صاحبزادی یہ حالت دیکھ کر ایک دم آپ کے پاس آئیں، وہ روتی جاتی تھیں اور کوڑا صاف کرتی جاتی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ فرما رہے تھے:

"نہ رو۔ نہ رو بیٹی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت فرمانے والا ہے۔"

آپ فرماتے تھے:

"ابو طالب کی موت تک قریش کبھی مجھ سے اتنا برا معاملہ نہیں کر سکے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابو طالب کے انتقال کے بعد جب یہ دیکھا کہ کفار قریش ہر طرف سے آپ پر چڑھ دوڑے ہیں تو آپ نے حسرت سے ابو طالب کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

"اے چچا! کتنی جلد مجھے احساس ہو گیا کہ میں آپ کو کھو چکا ہوں۔"

شعب ابی طالب کی محصوری سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے ہمراہیوں کی رہائی، نبوت کے دسویں سال میں ہوئی۔ مشہور سیرت نگار موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق کے مطابق یہ مدت تین سال تھی جس کا آغاز ماہ محرم نبوت کے ساتویں سال سے ہوا تھا۔ اس طویل عرصہ میں محصورین کو جن مصیبتوں، دشواریوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بارے میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

ان جانگداز اور روح فرسا تکالیف کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق تبلیغ کم نہیں ہوا۔ ان مصائب نے اس میں اضافہ ہی کیا، ذوق وشوق میں افزائش ہی ہوئی۔ ظالمانہ حصار کے ٹوٹ جانے کے بعد ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا فریضہ رسالت پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ سرگرمی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اب حالات قدرے پرسکون رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت اور پوری یک سوئی سے گم کردہ راہ مخلوق کو صراط مستقیم کی طرف راہبری کرتے لیکن قدرت الٰہی کی حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے، اس محاصرہ کو ختم ہوئے ابھی پورا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ مشفق و مہربان چچا حضرت ابو طالب داغ مفارقت دے کر عالم جاوداں کو سدھارے۔ قلب وجگر کو پارہ پارہ کر دینے والے اس صدمہ پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی اجل کو لبیک کہا اور فردوس بریں میں جا کر فروکش ہو گئیں۔ یہ دو صدمے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازک کے لئے بڑے غم انگیز اور اندوہناک صدمے تھے اس لئے اس سال کو "عام الحزن" (غم واندوہ کے سال) کا نام سے موسوم کیا گیا۔

سیدہ خدیجہ وہ پہلی ہستی تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر اور عظمت کو پہچانا تھا اور اپنا تن من دھن آپ کی

Marfat.com

خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے بعد پچیس سال کے سفرِ زندگی میں بے پناہ مشکلات پیش آئیں، مگر سیدہ خدیجہ نے ان مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خندہ پیشانی سے ساتھ دیا۔ جب قریشِ مکہ ہر وقت آپ کو دکھ دینے کے منصوبوں پر عمل میں مصروف رہتے تھے، تو سیدہ ہر وقت آپ کو سکھ اور سکون پہنچانے کی فکر میں لگی رہتی تھیں۔ وہ مکہ کے ایک سردار خاندان کی بیٹی اور خواتین کی سردار تھیں۔ مال و دولت، عزت و وقار ان کے پاس ہر چیز وافر تھی اور انہوں نے اپنی ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان کر دی تھی، سیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگسار بیوی، بہترین مشیر اور گھریلو ریاست کی منتظم تھیں۔ وہ اس ریاست کو چلانے کے علاوہ بنانے میں بھی بے مثل تھیں۔ ان کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر اور بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی کبھی کوئی فکر نہیں ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ کے لئے اطمینان بخش سہارا تھے اور سیدہ خدیجہ آپ کے لئے حوصلہ اور قوت کا سرچشمہ ثابت ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا:

"خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مجھ سے وفاداری کے سبب سے مجھ کو ان کی یاد مرغوب ہے۔ جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جب لوگ میری مدد کرنے سے ڈرتے تھے، تو وہ چٹان کی مانند مضبوطی سے میرے ساتھ کھڑی رہیں۔ وہ میری بہترین ساتھی تھیں اور میرے بچوں کی ماں بھی۔"

سیدہ کے بطن سے رسول اللہ کی چھ اولادیں پیدا ہوئیں۔ دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں۔ صاحبزادے تو کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ جب سیدہ خدیجہ کی وفات ہوئی تو آپ کی دو بیٹیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ دو بیٹیاں حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ گھر میں تھیں۔ حضرت فاطمہ کی عمر ابھی چھوٹی تھی۔ آٹھ نو سال کے قریب ہوگی۔ حضرت علی نے بھی حضور کے گھر میں ہی پرورش پائی تھی۔ وہ بھی ابھی چھوٹے ہی تھے۔ اس طرح بچوں اور گھر کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

جناب ابو طالب کی وفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بزرگ کی حمایت سے محروم ہو گئے جسے سارے قریشِ مکہ مل کر بھی آپ سے الگ نہیں کر سکے تھے۔ ابو طالب اور ان کی وجہ سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے آپ کے لئے اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال دیں مصائب اٹھائے۔ ابو طالب کی وفات سے یہ حمایت اور مدد ختم ہوگئی۔ سیدہ خدیجہ کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر اور بچوں کی کوئی فکر نہ ہوتی تھی۔

ان دونوں کی وفات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو اور سیاسی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ مگر آپ نے ان مصائب اور مشکلات کا بھی مقابلہ کیا اور توحید کے مشن کے سلسلے میں بھی پہلے کی طرح ہی سرگرم رہے۔

ان دونوں کے ایک ہی سال میں وفات پانے کے واقعے کی طرف قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے:

وَقَضیٰ عمہ ابو طالب والدہ

فیہ السراء والضَّرَّا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی وفات ہوگئی اور زمانے کی چہل پہل جوں کی توں باقی ہے۔"

ثم ماتت خدیجۃ ذٰلِكَ العا

Marfat.com

وفات ام المؤمنین

''پھر اسی سال حضرت خدیجہ نے بھی وفات پا کر احمد مصطفیٰ ﷺ کے غم کو دوبالا کر دیا۔''

جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کے بعد احمق قریشیوں کی آپ ﷺ پر سختی بڑھتی گئی اور وہ کھلم کھلا آپ ﷺ کی ایذاء رسانی پر اُتر آئے، تو آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر طائف جانے کا فیصلہ کیا کہ شاید وہ لوگ آپ ﷺ کو وہاں رہنے کے لیے جگہ دیں، اور قریش کی زیادتیوں سے آپ ﷺ کو بچائیں۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دی، تو توقع کے برخلاف نہ کسی نے آپ ﷺ کو رہنے کے لیے جگہ دی، اور نہ کوئی آپ ﷺ کی مدد کے لیے تیار ہوا، بلکہ آپ ﷺ کو سخت ترین تکلیفیں دیں، ایسی تکالیف آپ ﷺ کو اپنی قوم سے بھی نہیں پہنچی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زید ؓ بن حارثہ بھی تھے۔ آپ ﷺ وہاں صرف دس دن رہ سکے، اس عرصہ میں آپ ﷺ نے وہاں کے ہر سردار سے ملاقات کی اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا، مگر سب نے یہی جواب دیا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ اسی پر بس نہیں کی، بلکہ اپنے اوباشوں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکا دیا۔ جنہوں نے بقول موسیٰ بن عقبہ پتھر مار مار کر آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی کر دیئے اور آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے۔

دوسرے مورخین لکھتے ہیں:

''جب آپ ﷺ کو پتھر لگتے اور آپ ﷺ اس کے صدمہ سے بیٹھ جاتے تو وہ بدبخت بازوؤں سے پکڑ کر آپ ﷺ کو اٹھا دیتے۔ جب آپ ﷺ چلنے لگتے، تو پتھروں کی بارش شروع کر دیتے اور آپ ﷺ کو تلملاتا دیکھ کر خوب ہنستے۔ زید ؓ بن حارثہ آگے ہو کر آپ ﷺ کو بچاتے، حتیٰ کہ ان کے سر میں بھی کئی زخم لگے۔ اس سلوک کے بعد آپ ﷺ بڑے غمناک ہو کر طائف سے مکہ کی طرف چلے اور واپسی کے وقت آپ ﷺ نے یہ مشہور دُعا:

> ''الٰہی! میں تیرے حضور اپنی کمزوری کی شکایت کرتا ہوں، میری تدبیر نا کام ہے، اور میں لوگوں کے ہاں بے قدر ہوں! تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے، کمزوروں کو پالنے والا ہے اور مجھے بھی تو ہی پالنے والا ہے، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ دور کے دشمن کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آتا ہے؟ یا ایسے دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے؟ الٰہی! اگر تو ناراض نہیں، تو مجھے اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں، مگر تیری عافیت زیادہ وسیع ہے، میں تیرے نور کے ساتھ جس سے سب اندھیرے دور ہو گئے ہیں اور دنیا و آخرت کے سارے معاملے سلجھ گئے ہیں، تیرے غضب سے اور تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں، جب تک تو راضی نہ ہو، تیری رضا کا طلب گار ہوں، گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت تیرے ہی عطا کرنے سے ہے۔''

اس کو ابن اسحق نے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دُعا آپ ﷺ نے اس وقت کی، جب اہل طائف نے اپنے اوباشوں اور اپنے غلاموں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکا دیا، جو آپ ﷺ پر آوازیں کستے اور آپ ﷺ کو گالیاں دیتے تھے، حتیٰ کہ انکا شور و شغب سن کر لوگ جمع ہو گئے، انہوں نے آپ ﷺ کو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کیا، جب کہ وہ دونوں بھی وہاں موجود تھے، وہاں سے طائف کے اوباش واپس چلے گئے، جو آپ ﷺ کا پیچھا کر رہے تھے، جب آپ ﷺ نے ذرا آرام کا سانس لیا تو یہ دُعا فرمائی تھی!

اس دُعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کا نگران فرشتہ) بھیجا، جس نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ ''اخشبین'' کو جو مکہ کے دونوں جانب پہاڑ ہیں، اہل مکہ پر ٹکرا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''میں ان کے لیے مہلت طلب کرتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے وہ لوگ پیدا کردے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

یہ حدیث حضرت عائشہ ﷞ کے واسطہ سے امام بخاری اور مسلم نے ذکر کی ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے:

''جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھ اہل طائف کے اس سلوک کو دیکھا، تو ان میں برادری کی رگ پھڑکی اور انہوں نے اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ آپ کے لیے بھیجا، جب آپ ﷺ کھانے لگے، تو پہلے ''بسم اللہ کہا اور پھر انگور کھائے۔ یہ سن کر عداس نے آپ ﷺ کا چہرہ بغور دیکھا اور کہا:

''خدا کی قسم! اس شہر کے لوگ تو یہ کلام نہیں بولتے۔''

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا:

''تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟''

وہ بولا:

''میں عیسائی ہوں اور نینوی شہر کا رہنے والا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ تو مرد صالح یونس بن متی کا شہر ہے۔''

عداس بولا:

''آپ ﷺ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ میرا بھائی ہے اور میری طرح وہ بھی نبی ہے۔''

یہ سن کر عداس جھکا اور اس نے آپ ﷺ کے سر مبارک اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ عتبہ اور شیبہ نے یہ دیکھا، تو ایک نے دوسرے سے کہا:

''اس نے تیرے غلام کو خراب کر دیا۔''

جب عداس واپس آیا، تو وہ دونوں کہنے لگے:

''عداس! تم پر افسوس ہے! تم نے اس کے سر اور اُس کے ہاتھ، پاؤں کو کیوں بوسہ دیا؟''

وہ کہنے لگا:

''میرے آقا! روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ اس نے مجھے وہ بات بتائی ہے جس کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

وہ دونوں بولے:

''عداس! تم پر افسوس ہے! دیکھنا! کہیں یہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ نہ کردے، تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔''

ہجرت سے تقریباً تین سال قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان کی سیر کروائی گئی، جسے معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی سفر کے دوران نماز اور روزے فرض کیے گئے۔

رحمۃ للعالمین، فخر کون و مکاں، سرورِ زمین و زماں صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی ایمان پرور صدا چہار دانگ عالم میں

Marfat.com

پہنچانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار فرمائی۔ حج کے عالمی اجتماع سے بھی آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور دور دراز شہروں اور ملکوں سے آئے ہوئے مختلف قبائل کی قیام گاہوں میں جا کر انہیں توحید کی دعوت دینے کا معمول بنا رکھا تھا۔

اسی دوران مدبر عالم اور کارساز تکوینیات نے اوس وخزرج کو معاشی اور اقتصادی پس ماندگی سے دوچار کر دیا جس کے باعث وہ قریش سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ نبوت کے گیارہویں سال کا تذکرہ ہے کہ قبیلہ بنو عبدالاشہل کے کچھ لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آئے اور قریش سے مذاکرات شروع کیے۔ اسی اثناء میں ایک رات رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شمع رسالت فروزاں کرنے کی غرض سے عقبہ کے مقام سے گزرے جہاں کچھ دل کش ودل آویز آوازیں سنائی دیں، وہ لوگ یثرب سے آئے ہوئے خزرج کے چشم و چراغ تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ چند تعارفی جملوں کے بعد ہادیٔ کل، ختم رسل، دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ قرآنیہ کی پُرکیف و وجد آفریں تلاوت سے ان کے قلوب کو گرمایا اور دعوتِ اسلام پیش فرمائی۔

یہ لوگ اپنے ہم وطن یہود سے رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور فضل وکمالات کا ذکر سنتے رہتے تھے۔ انکے دل ضدو عناد، تمرد ومخالفت سے خالی اور ان کی زمینِ قلب توحید ورسالت کی تخم ریزی کے لیے ہموار اور تیار تھی۔

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سن کر تھوڑی سی دیر کے لیے استعجاب میں پڑ گئے۔ کیا یہی وہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے یہود ہمیں ڈرایا کرتے ہیں کہ امروز وفردا آفتابِ رسالت طلوع ہونے کو ہے جس کے سایۂ عاطفت میں ہم اوس وخزرج کو تہس نہس کر دیں گے، پھر باہم مخاطب ہو کر کہنے لگے:

> ''اس دولتِ غیر مترقبہ کو حاصل کرنے کے لئے سوچ و بچار اور تاخیر سے قطع نظر نورِ اسلام اور متاعِ ایمان حاصل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے تاکہ یہود ہم سب سے پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال نہ ہونے پائیں۔ یہ کہتے ہوئے سب یک زبان ہو کر توحیدِ الٰہی کی نغمہ سرائی کرنے لگے۔''

یہ لوگ قریش کے ساتھ مادی اور معاشی معاہدہ کر کے دنیوی جاہ وجلال اور مال ومنال سے بہرہ یاب تو نہ ہو سکے لیکن تاجدارِ مدینہ، جنت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر ایمان کی بیعت کر کے دو جہاں کی شاہی کی لازوال نعمت سے سرفراز ہو گئے۔

اس تاریخ ساز وانقلاب انگیز موقع پر سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما بھی اپنے آقا کے ہم رکاب تھے۔ فلکِ رسالت پہ طلوع ہونے والے درخشندہ وتابندہ ستارے ان ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں:

۱۔ ابوامامہ بن اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار۔

۲۔ عوف بن الحارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار۔

۳۔ رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن زریق۔

۴۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

۵۔ عقبہ بن عامر بن ابی بن زید بن حرام بن کعب بن سلمہ السلمی۔

۶۔ جابر بن عبداللہ بن رکاب بن النعمان بن سنان۔

Marfat.com

یہ قدسی نفوس قافلہ جب وطن مالوف پہنچا تو ہر کس و ناکس کو یہ ایمان افروز مژدہ سنایا کہ وہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں جن کے انتظار میں سارا عالم چشم براہ تھا۔ہم نے ان کے چہرۂ انور کے نورِ تاباں سے اپنی آنکھیں منور کیں۔ ہمارے دلوں کو ان کے رخِ زیبا کے دیدار سے سرور نصیب ہوا اور ہمارے کان ان کے معجزہ نما کلام سے لطف اندوز ہوئے۔ جب ان حضرات نے اہلِ وطن کو اس روح پرور اور فرحت انگیز بشارت سے روشناس کیا تو پھر گھر گھر میں آپ کا ذکر خیر ہونے لگا۔ان کی شب و روز تبلیغ سے آمدہ سال دوگنی تعداد میں شمعِ رسالت کے پروانے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مدینہ کی پہلی ملاقات اسلامی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔اہل مدینہ نے اسلام قبول کیا تو گویا یہ حقیقت بھی مان لی کہ دین و ایمان کے آگے رنگ ونسل، زبان و وطن اور قومیت وعصبیت بے وقعت ہیں اور اتحاد کا سب سے مستحکم ذریعہ ''دین'' ہی بن سکتا ہے، پھر انہیں یہ اطمینان وفخر بھی حاصل ہو گیا کہ وہ یہودیوں سے زیادہ مؤقر اور ان سے بہتر دین وکتاب کے حامل ہو گئے ہیں۔اس موقع پر اہل مدینہ کے الفاظ ہماری بات پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہیں:

((واللہ انہ النبی الذی توعدکم بہ یھود فلا تسبقنکم الیہ))

''واللہ! یہ تو وہی نبی ہیں جن کا ذکر تم سے یہودی کرتے تھے۔دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے معاملہ میں وہ تم پر سبقت لے جائیں۔''

جہاں تک عقبہ کی ملاقات کا تعلق ہے تو اس کے اثرات بھی مدینہ کے سیاسی ماحول پر بہت گہرے پڑے وہ چھ افراد جو اسلام لا چکے تھے اور اس کی اشاعت کا وعدہ بھی کر چکے تھے۔وہ جب مدینہ واپس آئے تو پورے جذبہ وخلوص کے ساتھ اپنے اسلام کا برملا اظہار کرنے لگے۔مدینہ میں جس نے اس پیغام کو سنا متاثر ہوا اور پھر کچھ ہی عرصہ میں اوس وخزرج کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہوا ہو۔رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سال بھر ان کا موضوع گفتگو بنی رہی۔اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ مدینہ کے مخصوص حالات نے لوگوں کے دلوں میں جو تمنائیں پیدا کر دی تھیں، لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کے پورا ہونے کا وقت جلد آنے والا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ذہنی اور نفسیاتی اعتبار سے اوس اور خزرج رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب آ گئے۔یہی وجہ ہے کہ جب سن 11 نبوی میں اوس وخزرج کے افراد مقام عقبہ میں حضور ﷺ سے ملے، اور شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، ناحق افتراء پردازی سے بچنے اور حضور ﷺ کے حکم سے کسی حال میں سرتابی نہ کرنے کا عہد استوار کیا تو ان کی تعداد پہلے سے زائد یعنی بارہ تھی۔

اس لیے اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ ان کے یہاں کوئی معلم بھیجا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر کو مدینہ روانہ فرما دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ آ کر اپنی شبانہ روز کی کوششوں سے تبلیغ واشاعت اسلام کا حق اس طرح ادا کیا کہ رفتہ رفتہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔صرف بنی اوس میں سے چند گھرانے باقی رہ گئے۔تعلیم قرآن وحدیث اور اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ حضرت مصعب مدینہ کے اہل ایمان کی نمازوں کی امامت بھی فرماتے تھے۔یہ امامت اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ ان کی اقتداء میں اوس، خزرج اور ایسے قبائل کے افراد شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے جو ابھی چند سال قبل تک ایک دوسرے کے خون

Marfat.com

کے پیاسے تھے۔ اور جو اپنی عداوت کو اس حد تک نہیں بھلا سکتے تھے کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کی امامت قبول کر لیں، لیکن حضرت مصعب کی امامت ان کے لیے نقطۂ اتحاد ثابت ہو رہی تھی۔

تاریخی مطالعہ کی رو سے بدترین دشمنوں کا ایک جگہ ایک صف میں اس طرح مجتمع ہو جانا اتنا بڑا انقلاب تھا جس کا جاہلی معاشرہ میں تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا، اسی لیے قرآن نے بطور احسانِ الٰہی کے اس خوشگوار انقلاب پر یوں تبصرہ کیا ہے:

((واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداءً فالّف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانًا و كنتم على شفا حفرةٍ من النار فانقذكم منها))

''اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور اپنی نعمت سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا اور تم آگ سے بھرے گڑھے کے قریب تھے تو اس نے تم کو بچا لیا۔''

اور ایک جگہ یہ بھی ارشاد ہوا:

((لو انفقت ما في الارض جميعاً ما الفت بين قلوبهم))

''اگر آپ جو کچھ زمین میں ہے سارا خرچ کر ڈالتے تب بھی ان کے دلوں میں محبت و الفت کا پیدا کر دینا آپ کے لیے ممکن نہ تھا۔''

بہر کیف حضرت مصعب بن عمیر جن کا قیام مدینہ میں تقریباً ایک سال تک رہا نہ صرف تعلیم و تبلیغ اسلام کے فریضہ میں منہمک رہے بلکہ اس تمام مدت میں وہ مدینہ کے سیاسی، اجتماعی، تہذیبی و تمدنی اور معاشی و معاشرتی حالات کا بھی بغور جائزہ لیتے رہے۔ غالباً ان کی ماموری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رعایت بھی رکھی کہ وہ سابقین اسلام میں ہونے کی وجہ سے دین کی تعلیم و تربیت بھی بخوبی کر سکتے ہیں اور ذہین و ہوشمند ہونے کی وجہ سے مدینہ کے حالات و مسائل کا براہِ راست مطالعہ و تجزیہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر سکتے ہیں کیونکہ یہ معلومات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے اقدامات کے تعین میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتی ہیں، چنانچہ جب دوسرے سال حج کا موقع آیا تو حضرت مصعب مدینہ سے مکہ واپس آئے۔ ملاقات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے مطلع کیا اور پھر غالباً حضرت مصعب نے ہی اہل مدینہ کی اس جماعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا انتظام کیا جو اپنے دیگر ہم وطنوں کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے آئی تھی۔ مؤرخین کی تصریح کے مطابق ملاقات کے لئے ایام تشریق کا درمیانی عرصہ مقرر کیا گیا۔

یہی وہ تاریخی موقع ہے جبکہ مقام عقبہ پر رسول اللہ ﷺ اور اہل مدینہ کے درمیان وہ تاریخی عہد استوار ہوا جس نے نہ صرف عرب بلکہ بعد کی پوری عالمی تاریخ پر فیصلہ کن اثرات مرتب کئے اور ریاست نبوی ﷺ کے قیام کو فیصلہ کن مرحلہ میں داخل کر دیا۔

بیعت عقبہ کا انعقاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ کے درمیان ذی الحجہ سنہ ۱۲ نبوی کی ۱۲ ویں شب کو بمقام عقبہ (منیٰ) عمل میں آیا۔ اہل مدینہ کا وفد ستر سے زائد نفوس پر مشتمل تھا۔ وہ حسب قرارداد ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ وقت چونکہ بہت کم تھا اور قریش کی جاسوسی کا خطرہ بھی پوری طرح موجود تھا اس لیے مصلحتاً مذاکرات کو طول نہیں دیا گیا اور مختصر بحث و مباحثہ کے بعد انصار نے اس بات پر رضامندی ظاہر کر دی کہ وہ تمام خطرات کے علی

Marfat.com

الرغم رسول اللہ اور آپ کے اصحاب کو اپنے شہر میں جگہ دیں گے، ان کی حمایت ونصرت اور حفاظت کریں گے، ہر حال میں اسلام پر قائم رہیں گے اور ہر موقع پر سمع واطاعت سے کام لیں گے۔

اس عہد یا بیعت کا ایک اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ یہ عہد فریقین کے درمیان انتہائی غور وخوض کے بعد وجود میں آیا تھا۔ اگر ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرد وپیش کی دنیا کا جائزہ لینے اور اہل مدینہ کے دوسالہ طرز عمل کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس مرحلہ تک پہنچے تھے تو دوسری طرف اہل مدینہ نے بھی بلاسوچے سمجھے محض تکلفاً اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا تھا بلکہ نتائج کا پوری طرح ادراک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جبکہ یہ معاہدہ ہو رہا تھا تو عباس بن نضلہ انصاری نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا:

''جانتے ہو کہ اس شخص سے کس بات کا پیمان باندھ رہے ہو۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں!''

پھر اس نے کہا:

''تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے لوگوں میں سے سرخ وسیاہ سے جنگ یعنی دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا خیال یہ ہو کہ جب تمہارے مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو، کیونکہ اللہ کی قسم! یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو دعوت تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اشرف کی ہلاکت کے باوجود نباہ لو گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کیونکہ اللہ کی قسم! یہ دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔''

اسی بات کو مدنی دفعہ کے ایک انتہائی کم سن اسعد بن زرارہ نے ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

''اے اہل یثرب! ٹھہرو! ہم ان کی طرف اونٹوں پر بار بار آئے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج یہاں سے انہیں نکال کرلے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجہ میں تمہارے لوگ قتل ہوں گے اور تلواریں تم پر برسیں گی لہٰذا اگر اس کو برداشت کرنے کی طاقت تم اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ تھام لو اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر انہیں چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا اللہ کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہے۔''

اس پر اہل وفد نے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ جواب دیا تھا:

((فانا ناخذه علی مصیبة الاموال و قتل الاشراف))

''ہم اس معاہدے کو لے کر اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔''

پھر اس اعلان کے بعد مذکورہ بیعت منعقد ہوئی۔

اس دوطرفہ معاہدہ کی رُو سے جہاں ایک طرف اہل مدینہ نے اپنے شہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دینے، ہر حال میں آپ کی اطاعت، حمایت اور حفاظت کی ذمہ داری لی تھی تو دوسری طرف انہوں نے یہ اطمینان کر لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ تو انہیں چھوڑیں گے نہ مکہ واپس آئیں گے۔ چنانچہ جب اہل مدینہ کی طرف سے یہ کہا گیا:

((یا رسول اللّٰه بیننا و بین الرجال حبالاً وانا قاطعوها یعنی الیهود فهل عسیت ان نحن

Marfat.com

فعلنا ذلك ثم اظهرك الله ان ترجع الیٰ قومك و تدعنا))

''یارسول! ہمارے اورلوگوں کے درمیان پیمان وفا قائم ہیں اور ہم اس کوقطع کردیں گے۔مگر کہیں یہ تو نہ ہوگا کہ ادھر ہم یہود سے معاہدہ ختم کردیں اور ادھر آپ کوغلبہ وقوت حاصل ہوتو آپ ہمیں بے یارومددگار چھوڑ کر اپنی قوم سے آکرمل جائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کرمسکرائے اور انتہائی یقین افروز انداز سے فرمایا:

((بل الدم ! الدم !و الهدم الهدم! انا منكم وانتم منى !احارب من حاربتم واسلم من سالمتم))

''نہیں بلکہ میرا خون تمہارا خون،اور تمہاری حرمت میری حرمت ہے۔میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔تم جس سے لڑو گے میں بھی لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی صلح کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس یقین دہانی پر گویا معاہدہ کی تکمیل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدین و مبایعین سے فرمایا:

''حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب کیے تھے تم بھی اپنی جماعت میں سے بارہ آدمی منتخب کرو۔''

پھر جب نقباء کا انتخاب ہو چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے انہیں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ ایک ایک نقیب نے کھڑے ہو کر حمد وثناء اور اتباع نبوی کا اقرار کیا اور اس بات کا حلف اٹھایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہیں گے،ان کی مدد ونصرت کریں گے اور اپنے عہد ووفا کا پاس ولحاظ کریں گے۔

نقباء کا تقرر کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

((ان موسیٰ اخذ من بنی اسرائیل اثنی عشر نقیباً وانی اخذمنكم اثنی عشر فلا یجدن احد منكم فی نفسهٖ شیئا فانما یختار لی جبریل فلما سماهم قال انتم كفلاء علیٰ قومكم ككفالة الحواریین))

''حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ سردار منتخب کیے تھے اور میں بھی تم میں سے بارہ کا انتخاب کررہا ہوں۔پس تم میں کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا نہ ہو کیونکہ میرے لیے اسے جبرائیل نے کیا ہے،پھر جب ان کے نام گنائے تو آپ نے فرمایا: تم لوگ اپنی قوم کے ذمہ دار ہو حواریوں کی طرح۔''

توضیحات بالا کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل یثرب کی تجویز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بارہ آدمیوں کونقیب مقرر کیا تھا یہ حضرات وہ لوگ تھے جو اپنے اپنے قبائل وبطون میں غیر معمولی اہمیت رکھتے تھے۔مدنی معاشرہ میں اثر ورسوخ کے مالک تھے اور اپنے قبیلہ کے سردار یا کسی اہم ذمہ داری پر فائز تھے۔مثلاً قبائل میں معزز ترین قبیلہ عبدالاشہل کا تھا اور سیادت عامہ اوس میں وراثۃً چلی آتی تھی۔ان کا نقیب حضرت اسید بن حضیر کو بنایا گیا جن کے باپ حضیر الکتائب چند سال قبل جنگ بعاث میں اوس کے قائد سپہ سالار تھے اور داد شجاعت دیتے ہوئے اسی جنگ میں مارے گئے تھے۔ اپنے باپ کے بعد اپنی قوم میں سب سے معزز تھے اور صاحبان عقل ورائے میں شمار ہوتے تھے۔دوسری طرف قبائل خزرج میں سب سے زیادہ معزز قبیلہ بنونجار کا تھا۔ایک روایت کے مطابق اہل مدینہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے،سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے والے یہی اسعد بن زرارہ تھے،جنہیں بنونجار کا نقیب بنایا گیا۔

Marfat.com

نقباء کے فرائض میں جہاں مجموعی طور پر ان کے اپنے قبیلوں کی کفالت اور ذمہ داری شامل تھی اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی نگرانی کہ سمع واطاعت سے کسی حال میں انحراف نہ ہونے پائے، جو کچھ معاہدہ میں طے ہو چکا ہے اس کی حسب موقع تعمیل اور اپنی اپنی آبادی اور علاقے کے لوگوں کی ذہنی واخلاقی نگہداشت کرنا بھی نقباء کا ہی کام تھا۔ اور یہ بھی فرض ان ہی کا تھا کہ تفتیش وتجسس کے ذریعہ ایک طرف تو رفتار کار کا اندازہ لگائیں اور دوسری طرف تحقیق حال کر کے نئی ریاست کی تاسیس کے لیے زمین ہموار کرنا بھی نقباء کے منصب کا تقاضا تھا۔ مختصر یہ کہ معاہدہ عقبہ کے ساتھ ساتھ نقباء کے تقرر کا فائدہ یہ ہوا کہ مدینہ میں باقاعدہ طور پر اجتماعی نظام کی بنیاد قائم ہو گئی اور نقیبوں کے ذریعہ منظم سیاسی معاشرہ کی تعمیر کا کام پوری طرح شروع ہو گیا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائی کی اجازت دے دی اور انصار نے اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے تابعداروں کی امداد پر بیعت کر لی اور مسلمانوں کو ان کے ہاں رہنے کا موقع مل گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے مہاجروں اور آپ کے ساتھ مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں اور اپنے بھائیوں انصار سے جا ملیں اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اب تمہارے لیے بھائی بنا دیئے ہیں اور ایسا گھر مہیا کر دیا ہے جس میں تم امن کے ساتھ رہ سکتے ہو۔''

چنانچہ مختلف جماعتوں کی صورت میں مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلنے اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کا انتظار کرنے لگے، رسول اللہ کے قریشی صحابہ میں سے سب سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی ﷺ تھے۔ ان کا نام عبداللہ ہے، یہ بیعت عقبہ سے ایک سال پہلے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے۔ جب یہ حبشہ سے واپس آئے اور قریش نے انہیں انتہائی اذیت پہنچائی اور انہوں نے انصار کے اسلام لانے کی خبر سنی تو یہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ مگر ان کی بیوی ام سلمہ کو ان کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔ پھر حضرت ابوسلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ' بنو عدی کے حلیف اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی خیثمہ کے ساتھ مدینہ پہنچے، اس کے بعد عبداللہ بن جحش بنو امیہ بن عبد شمس کے حلیف، نے ہجرت کی اور یہ اپنی بیوی اور اپنے بھائی عبیداللہ بن جحش کو اپنے ساتھ لے گئے، عبیداللہ کی کنیت ابواحمد ہے یہ نابینا تھے اور مکہ کے بالائی اور نشیبی حصوں میں بغیر کسی قائد کے بلا تکلف آ جا سکتے تھے۔ یہ شاعر تھے اور ان کے نکاح میں فارعہ بنت ابوسفیان بن حرب تھی۔ ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھیں۔ جحش کی اولاد کی ہجرت کے بعد ان کا گھر مقفل ہو گیا۔ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ' عباس ﷺ بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام کا مکہ کے بلائی حصہ میں گزر ہوا تو عتبہ بن ربیعہ نے اُن کے بے آباد گھر کے جس میں کوئی متنفس سکونت پذیر نہیں تھا، دروازے کھٹکھٹاتے دیکھ کر لمبی سانس لی اور کہا:

وکل دار وان طالت سلامتھا
یوما ستدر کھا النکباء والحوب

''اور ہر گھر خواہ وہ کتنا عرصہ سلامت رہے، ایک دن اس پر چوپائی ہوائیں چلیں گی اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گی۔''

Marfat.com

کل امری بلقاء الموت مرتهن
کانه غرض للموت منصوب

''ہر آدمی موت کے ہاتھ میں گرفتار ہے' گویا کہ وہ ہدف ہے، جو موت کے لیے نصب کیا گیا ہے۔''

بنوغنم بن دودان کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا تھا اور سارے کے سارے مرد اور عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ جا آباد ہوئے تھے۔

جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حمایتی اور دوست، دوسرے قبیلوں سے اور دوسرے شہر میں پیدا ہو گئے ہیں، اور آپ کے صحابی نہ صرف خود ہجرت کر کے وہاں جا رہے ہیں، بلکہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو بھی اوس اور خزرج کی طرف منتقل کر رہے ہیں، تو انہوں نے معلوم کیا کہ مسلمانوں کو محفوظ جگہ مل گئی ہے، اور ان کو پناہ دینے والے اوس اور خزرج جنگ آزمودہ، مسلح اور صاحب ہمت ہیں۔ اب انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن سے جا ملیں گے، اور اُن کا مقصد جنگ کے بغیر اور کچھ نہیں، اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے کے لیے کمیٹی گھر میں جمع ہوئے اور تاکید کر دی کہ کوئی عقلمند اور سمجھدار آدمی، جو مشورہ دینے کی اہلیت رکھتا ہے، پیچھے نہ رہے۔

ابن اسحاق، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''جب وہ وقت مقررہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے تو شیطان بھی ایک بارُعب اور تجربہ کار بزرگ کی شکل میں قیمتی لباس زیب تن کیے، دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ جب انہوں نے اس کو اس طرح دروازہ میں کھڑا دیکھا تو پوچھا: کون بزرگ ہیں؟'' اس نے کہا ''میں نجد کا رہنے والا ہوں۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ لوگوں نے آج کوئی اہم فیصلہ کرنے کے لیے اجلاس طلب کیا ہے، میں بھی اس اجلاس کی کارروائی سننا چاہتا ہوں، ممکن ہے میں آپ کو کوئی صحیح مشورہ دے سکوں۔'' سب بولے: ''ٹھیک ہے، تشریف لے آیئے۔'' چنانچہ وہ اندر آیا اور ان کے ساتھ میٹنگ میں شریک ہو گیا۔ اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو قریش کے سردار ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''محمد نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے، خدا کی قسم! اس کا ارادہ اغیار کے تعاون سے ہم پر حملہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اب پانی سر سے گزر گیا ہے، اس کے متعلق حتمی اور آخری فیصلہ کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔ اس لیے اپنی اپنی تجویز پیش کرو کہ آخر اس کا حل کیا ہے؟'' ایک آواز آئی کہ ''اس کو ہتھکڑی پہنا کر اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر کال کوٹھڑی میں قید کر دو۔ جس طرح دوسرے، زہیر اور نابغہ جیسے شاعر مر گئے ہیں، اس کی موت کا انتظار کرو۔'' شیخ نجدی نے کہا: ''یہ کوئی معقول تجویز نہیں، اس کے ساتھیوں کو پتہ چلے گا' تو عین ممکن ہے وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھین لے جائیں۔ پھر کسی مناسب وقت پر جوابی حملہ کر کے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ میری رائے میں تمہاری یہ تجویز معقول تجویز نہیں، کوئی اور تجویز پیش کرو۔'' دوسرا سردار بولا: ''اس کو جلاوطن کر دو۔ جب ہم اس کو ملک بدر کر دیں گے' تو ہماری بلا سے جہاں چاہے جائے، ہم روز روز کی مصیبت سے نجات پالیں گے اور باہمی اختلاف دور کر کے پہلی سی پُر امن زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ شیخ نجدی بولا: '' خدا کی قسم! پہلی تجویز کی طرح یہ تجویز بھی کوئی معقول تجویز نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور شیریں کلامی تم جانتے ہی ہو، وہ باتوں باتوں میں دوسروں کے دل موہ لیتا ہے، جہاں جائے گا میٹھی میٹھی باتوں سے وہاں کے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لے گا، پھر ان کو ساتھ لے کر تم سے اقتدار چھین لے گا اور پھر تمہارے ساتھ وہ سلوک کرے گا جو اس کا دل چاہے گا۔ کوئی اور تدبیر سوچو؟'' اس پر ابوجہل بولا: ''میرے دماغ میں ایک تجویز آئی ہے، جو ابھی تک

Marfat.com

تمہارے دماغوں میں نہیں آئی۔'' سب نے چوکنے ہو کر پوچھا: ''ابوالحکم! وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک بدن کا مضبوط، ارادہ کا پکا اور تلوار کا دھنی نوجوان لیں۔ پھر ہر ایک کو قاطع تلوار دے کر حکم دیں کہ وہ یکبارگی حملہ کر کے اس کو قتل کر دیں، اس طرح اس کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور بنو عبد مناف اپنی ساری قوم سے لڑ نہیں سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ وہ دیت کا مطالبہ کریں گے، جسے ہم آسانی سے ادا کر دیں گے۔'' یہ سن کر شیخ نجدی چلا اٹھا: بس! بس!! یہی معقول تجویز ہے، اس کے علاوہ تمہاری مصیبت کا اور کوئی حل نہیں۔'' چنانچہ یہ تجویز بالاتفاق پاس ہوگئی۔ جلسہ برخاست ہوا اور سب نے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا: ''آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہ سوئیں۔'' اور کفار کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔ عشاء کے وقت طے شدہ پروگرام کے مطابق تمام قبائل کے نوجوان مسلح ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور انتظار کرنے لگے کہ آپ سو جائیں تو آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ جب آپ نے دیکھا تو حضرت علی کو حکم دیا: آج رات تم میرے بستر پر لیٹو! اور میری سبز حضرمی چادر اوڑھ لو اور بے فکر رہو! تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہی چادر اوڑھ کر سوتے تھے۔

ابن اسحاق محمد بن کعب قرظی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ قریش کے سب نوجوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہوئے، ان میں ابوجہل بھی تھا۔ وہ کہنے لگا:

''محمد کہتا ہے کہ اگر تم اس کا دین قبول کر لو گے، تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر مرنے کے بعد اٹھو گے، تو تمہیں اُردن کے باغوں جیسے باغات ملیں گے اور اگر یہ نہ کرو گے تو ذبح ہو جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد اٹھو گے، تو آگ میں گرو گے جہاں ہمیشہ جلتے رہو گے۔''

اس نے ابھی اتنی بات کہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے اور مٹی کی مٹھی لے کر کہا:

''ہاں! میں یہ کہتا ہوں، اور تو ان میں سے ایک ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، اور آپ ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے اور ''سورۃ یٰسین'' کی آیتیں پڑھتے ہوئے نکل گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت سے فارغ ہوئے تو سب حاضرین کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے جہاں جانا تھا چلے گئے اور آپ ﷺ کو جاتے ہوئے کوئی نہیں دیکھ سکا۔

پھر کسی نے ان سے آ کر پوچھا:

''تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟''

وہ بولے:

''محمد کا۔''

اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں ناکام کرے۔ بخدا! محمد تو تمہارے پاس سے نکل گیا ہے اور تم میں سے ہر ایک آدمی کے سر پر مٹی ڈال گیا ہے، اور جہاں جانا تھا چلا گیا ہے، تم اپنے سر پر مٹی نہیں دیکھتے ہو؟''

Marfat.com

پھر ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو سچ مچ اس کے سر میں مٹی تھی۔ پھر اندر دیکھا تو علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آپ کی چادر میں لپٹے ہوئے پایا۔ کہنے لگے:

''خدا کی قسم! محمد تو یہ اپنی چادر اوڑھے اپنے بستر پر لیٹا ہے۔''

پھر وہ بدستور صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ جب صبح کے وقت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے تو کہنے لگے:

''خدا کی قسم! اس کہنے والے نے سچ کہا تھا۔''

ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہونے والے یہ لوگ تھے:

''ابو جہل حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی، ابولہب، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، ربیعہ بن اسود، نضر بن حارث اور نبیہ اور منبہ، حجاج کے بیٹے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جس کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے کہ اس رات جس کو کنکر لگا تھا، وہ بحالت کفر جنگ بدر میں قتل ہوا۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس رات اس مقصد کے لیے جو لوگ جمع ہوئے تھے، ان کے متعلق یہ آیت اتری:

((واذ یمکر بك الذین كفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك))

''اور اس وقت کو یاد کریں، جب کفار آپ کے متعلق تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں، یا آپ کو قتل کر دیں، یا آپ کو ملک سے نکال دیں۔''

اور یہ آیت بھی اتری:

((ام یقولون شاعر نتربص به ریب المنون))

''بلکہ کہتے ہیں: یہ شاعر ہے۔ ہم اس کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔''

صحیح بخاری میں روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری زمین دیکھی ہے۔ جہاں کھجور کے درخت ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان پڑتی ہے (مدینہ منورہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار کر دیا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے، بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے، مدینہ آ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جلدی نہ کرو! امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میرے باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی توقع ہے۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے تاکہ آپ کے ساتھ ہجرت کریں، ان کے پاس دو اونٹ تھے۔ انہیں چار مہینے تک سمر کے پتے کھلاتے رہے۔''

((عن علی قال جاء جبریل علیه السّلام الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال لهٗ من یهاجر معی؟ فقال ابوبکر وهو الصدیق، اخرجه ابن السمان فی الموافقة))

Marfat.com

''حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کوفرمایا کہ ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ تو اُنہوں نے کہا: ابوبکر ہوگا، جس کا لقب صدیق ہے۔''

(ابن سمان فی موافقہ)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حج کے بعد باقی ذی الحجہ اور محرم اور صفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے، پھر مشرکینِ قریش نے جب یہ گمان کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مدینہ میں ٹھکانہ اور حفاظت کی جگہ بنادی ہے اور انصار کا اسلام لانا بھی اہل مکہ کو اور نیز مہاجرین کا ان کی طرف پہنچ جانا جب معلوم ہوگیا تو انہوں نے بالاتفاق یہ سازش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہیں بحالتِ اقامت گرفتار کرلیں۔ اس کے بعد آپ کو قتل کردیں یا قید یا شہر بدر کردیں یا باندھ کر رکھیں۔ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس سازش کی خبر دی:

((وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ))

(سورۃ الانفال، رکوع نمبر۴)

''اور جب کفار آپ کے بارے میں مکر کررہے تھے کہ یا آپ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا نکال دیں اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرمارہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس دن یہ اطلاع دی جس دن کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان میں آئے کہ کفار آج رات آپ پر شبخون ماریں گے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علی بن ابی طالب آپ کے بستر پر چپکے سے جا کر سو گئے اور آپ دونوں ہجرت فرما کر غارِ ثور کی جانب چل دیئے۔ مشرکینِ قریش نے ساری رات اسی شش و پنج میں گزاری کہ بستر پر سوئے ہوئے کو داب لیں اور باندھ لیں۔ ان میں صبح تک یہی طے نہ ہوسکا' جب صبح ہوئی تو حضرت علی بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ حضرت علی نے یہی کہا کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ اس وقت ان لوگوں کو پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام جاچکے ہیں تو وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر چاروں طرف آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور پانی کے تمام چشموں پر آدمی بھیجے' ان کو آپ کی گرفتاری کا حکم دیا اور بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے، یہ لوگ اس غار پر بھی پہنچے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر تشریف فرما تھے، اس غار کے اوپر بھی چڑھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق پر خوف و رنج طاری ہوگیا کہ اللہ نہ کرے کفار نے اندر جھانک کر ہمیں دیکھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((لا تحزن ان اللہ معنا))

''تم رنجیدہ نہ ہو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غار میں داخل ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے غار کے دہانے پر ایک کبوتری نے انڈے دے دیئے اور مکڑی نے جالا تن دیا تھا جسے دیکھ کر اس غار میں کسی کے داخل ہونے کا امکان ہی ختم ہو

Marfat.com

جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اس دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتی ہوئی حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میری لختِ جگر کیوں رو رہی ہو؟ کہنے لگی: ابا جان! میں کیسے نہ روؤں کہ یہ قریش کے سردار لات ومنات کی قسم کھا چکے ہیں کہ موقع پر آپ کو قتل کر ڈالیں۔ ہر ایک نے اس میں حصہ ڈالنے کو کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے پانی لایئے۔ پانی لایا گیا، آپ نے وضو فرمایا اور مسجد کی طرف نکلے۔ آپ کو دیکھ کر کفار نے کہا: وہ دیکھو وہ ہے۔ یہ کہتے ہی ان کے سر نیچے جھک گئے اور اپنی آنکھوں کو اوپر نہ اٹھا سکے۔ آپ نے مٹی سے مٹھی بھری اور ان کے سروں پر ڈالی اور فرمایا: ''شاھتِ الوجوہ'' (چہروں پر پھٹکار ہو) اس مٹی کے اثرات جس جس پر پڑے وہ سب کے سب بدر میں مارے گئے۔''

امام حاکم اپنی مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے ہمراہ غارِ ثور کی طرف چلے تو راستہ میں حضرت ابوبکر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف، کبھی بائیں طرف، کبھی آگے اور کبھی پیچھے چلتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''ابوبکر! کیا بات ہے، پہلے تو آپ نے اس طرح کبھی نہیں کیا۔؟''

انہوں نے جواب دیا:

''یا رسول اللہ! اس خیال سے کہ آگے دشمن نہ ہو، میں آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور یہ سمجھ کر کہ پیچھے سے دشمن نہ آ جائے میں آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں اور ایسے ہی کبھی آپ کے دائیں اور کبھی بائیں ہو جاتا ہوں۔ آپ پر خطرے کے پیشِ نظر ایسا کرتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوبکر! اگر کوئی خطرہ ہوا تو آپ چاہتے ہیں کہ میری بجائے آپ اس سے دوچار ہوں؟''

بولے:

''ہاں! اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔''

تفسیر درّ منثور میں ہے کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کے اگلے حصہ پر چلتے تھے، تاکہ پورے پاؤں کا نشان دیکھ کر دشمن پیچھا نہ کریں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چھل گئے اور چلنے سے عاجز آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کندھوں پر اٹھا لیا اور اسی طرح بھاگتے بھاگتے غارِ ثور پر جا پہنچے۔ پھر عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آپ باہر ٹھہریئے، مجھے اندر جانے دیجئے۔ اگر اس میں کوئی سانپ وغیرہ موذی چیز ہوئی تو آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا اندر جایئے!''

چنانچہ ابوبکر اندر جا کر غارِ ثور کو اپنے ہاتھ سے ٹٹولتے، اگر کوئی بل دیکھتے تو اپنا کپڑا پھاڑ کر اس میں ٹھونس دیتے۔ اس طرح کرتے کرتے ان کا سارا کپڑا ختم ہو گیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس میں انہوں نے ایڑی رکھ دی، تاکہ اس سے کوئی چیز نکل کر رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے اور اس غار میں سانپ اور بچھو وغیرہ بکثرت تھے۔ ان انتظامات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں داخل ہوئے۔

ادھر جب غار میں موجود سانپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑی سوراخ پر ہونے کی وجہ سے باہر نکلنے کا راستہ بند پایا تو آپ رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈسنے لگا اور اس کا زہر آپ کے وجود میں سرایت کرتا چلا گیا۔ جب تکلیف زیادہ ہوگئی تو آپ کی آنکھیں درد کی شدت سے چھلک اٹھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ چنانچہ آپ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ٹپکے تو آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا:

''ابو بکر! کیا ہوا؟''

عرض کیا:

''حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! سانپ نے ڈس لیا ہے اور درد نے بے قرار کر رکھا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھ بیٹھے اور ابو بکر صدیق کی ایڑی پر جس جگہ سانپ نے ڈسا تھا، اپنا لعابِ دہن لگایا، جس کی مبارک تاثیر سے سانپ کے زہر کا اثر جاتا رہا۔

غار میں قیام کے دوران قریش کی ایک مسلح جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتی ہوئی غار کے دھانے پر آ پہنچی جس کے قریب ہی ایک گڈریا اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ انہوں نے چرواہے سے اس بارے میں پوچھا۔ اس نے جواب دیا:

''ممکن ہے اس غار میں ہوں لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے کسی فرد کو نہیں دیکھا۔''

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو گوش بر آواز ہی تھے، چرواہے کا جواب سن کر پسینہ پسینہ ہو گئے۔ خوف سے دم گھٹنے لگا اور اللہ پر معاملہ چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں قریشی نوجوان غار کے قریب آ پہنچے مگر وہ غار کے اندر جھانکے بغیر واپس لوٹ گئے۔ ان کے ساتھیوں نے پوچھا:

''غار کے قریب پہنچ کر بھی تم نے اس کے اندر نہیں جھانکا؟''

انہوں نے جواب دیا:

''ہم کیسے جھانکتے جب کہ غار کے منہ پر مکڑی نے محمد کی پیدائش سے پہلے کا جالا تنا ہوا ہے۔ غار کے دہانے پر دو جنگلی کبوتروں نے اپنا آشیانہ بنا رکھا ہے، دہانے کے اندرونی حصہ میں ہر طرف خشک گھاس پھیلی پڑی ہے، ان علامات سے ہم نے سمجھا کہ غار کے اندر کوئی فرد نہ ہوگا اور ہم اندر جھانکے بغیر واپس چلے آئے۔''

اس اضطراب و کشمکش کے دوران بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون میں ساعت بساعت اضافہ ہوتا گیا۔ آپ نے نماز اور دعا سے اپنی توجہ ہٹنے نہ دی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خوف سے اس قدر نڈھال تھے کہ انہوں نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر کر دیا، اگر حملہ ہو تو ان پر زد آ جائے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہ ہو۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں آہستہ سے فرمایا:

((لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا))

(توبہ: ۴۰)

Marfat.com

''غم نہ کر! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔!''

یہ واقعہ حدیث کی بعض کتابوں میں اس طرح مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھوجیوں کی سن گن پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی آہستہ آواز میں عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے نیچے کی طرف جھانکا تو وہ ہمیں دیکھ نہ لے گا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر! گھبرایئے نہیں، ہم دونوں کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔''

قریش نے جب دیکھا کہ غار کے دھانے پر درخت کی شاخیں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ انہیں کاٹنے کے بغیر غار کے اندر جانا محال ہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ اندر کوئی فرد نہیں پہنچا۔ وہ جدھر سے آئے تھے الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے۔ حضرت ابوبکر نے ان کے لوٹنے کی آہٹ سنی تو اللہ اور اس کے رسول پر ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآوازِ بلند الحمدللہ، اللہ اکبر پکارا۔

کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں آپس میں بات چیت کی اور حضرت عمر کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی۔ جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا:

''اللہ کی قسم! ایک رات ابوبکر کی خاندانِ عمر سے بہتر ہے اور حضرت ابوبکر کا ایک دن خاندانِ عمر سے بہتر ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دودھ والی اونٹنی تھی جس کا دودھ شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر غار میں پیتے اور پھر حضرت ابوبکر کے اہل وعیال جو مکہ میں تھے وہ پیتے تھے، حضرت ابوبکر نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو جو نہایت دیانت دار اور سچے پکے مسلمان تھے اس کام کے لئے بھیجا کہ وہ ایک رہبر اجرت پر لیں۔ انہوں نے ایک آدمی بنی عبد بن عدی میں سے اُجرت پر لیا جس کا نام ابن اریقط ہے۔ یہ قبیلۂ عدیہ میں سے تھا، قریش میں سے یہ بنی سہم بن وائل کا حلیف تھا اور ابھی تک مشرک تھا اور راستہ بتانے کا کام کرتا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق چند رات اسی غار میں رہے۔ عبداللہ بن ابوبکر شام کے وقت مکہ کی ساری خبریں لاتے، حضرت عامر بن فہیرہ ہر رات بکریاں لاتے دودھ دوہ کر پلاتے اور اگر ذبح کرنے کی ضرورت ہوتی تو بکری ذبح کی جاتی اور صبح ہی صبح یہاں سے چل دیتے اور لوگوں کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتے اور کسی کو اس بات کی خبر نہ ہوتی۔ جب مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شور وغل بند ہو گیا (جس کا ان دنوں کافی چرچا تھا) اور آپ کو یہ اطلاع مل گئی کہ اب لوگوں میں کوئی چرچا نہیں رہا تو عامر بن فہیرہ دو اونٹنیاں لے کر حاضر ہوئے۔ یہ حضرات غار میں ذو دن اور دو رات ٹھہرے تھے، یہ دونوں حضرات وہاں سے چل دیئے اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ ان دونوں حضرات کی خدمت اور اعانت کرتے ہوئے چلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے عامر بن فہیرہ کو بٹھا لیا۔ ان دونوں حضرات کے ساتھ سوائے عامر اور اُس رہبر کے کوئی نہ تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد عازب سے حضرت ابوبکر صدیق نے ایک زین تیرہ درہم میں خریدی اور حضرت عازب سے کہا:

Marfat.com

''اپنے بیٹے براء سے کہہ دیجئے کہ اسے میرے گھر پہنچا آئے۔''

حضرت عازب نے کہا:

''تب تک نہ کہوں گا جب تک کہ آپ وہ نہ سنا دیں کہ آپ نے کیا کیا تھا جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تھے؟''

حضرت ابوبکر نے فرمایا:

''ہم اندھیرے ہی اندھیرے میں تیز قدمی کے ساتھ (غار سے) چل دیئے۔ سارا دن اور ساری رات اور بھری دوپہر تک چلتے رہے، میں نے اپنی نظر اٹھا کر دیکھا کہ کہیں سایہ ہو تو اس کے نیچے آرام کریں۔ مجھے ایک بہت بڑا پتھر دکھائی دیا' میں اُس پتھر کے قریب پہنچا تو اس کے نیچے تھوڑا سا سایہ نظر آیا، اس جگہ کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برابر کر دیا اور اپنا پوستین آپ کے لئے اس پر بچھا کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ذرا آرام کر لیجئے۔ آپ لیٹ گئے۔ میں باہر نکل کر دیکھ رہا تھا کہ کوئی ہماری طلب میں تو نہیں آ رہا ہے؟ میری نظر ایک چرواہے پر پڑی۔ میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام بتایا جس کو میں جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: تیری بکریوں میں دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے اس سے کہا: کیا تم میرے لئے دودھ دوہ دو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: دے دو۔ اس نے ایک بکری کے پیر باندھے، میں نے اُس سے کہا: ذرا اس کے تھن صاف کر لے۔ اس نے اس کے تھن صاف کیے۔ پھر میں نے (ہاتھ صاف کرنے کو) کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ بھی صاف کیے۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس پر میں نے کپڑا باندھ رکھا تھا اس نے میرے لئے تھوڑا سا دودھ دوہا۔ میں نے اس میں پانی ملایا تو اس کے نیچے تک کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس کو لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لیجئے پیجئے۔ آپ نے اتنی مقدار میں پی لیا جس سے میں خوش ہوا، پھر میں نے عرض کیا: چلنے کا وقت آ گیا ہے۔ ہم چل دیئے اور قوم ہماری تلاش میں تھی۔ ان میں سے سوائے سُراقہ بن مالک کے کوئی ہم تک نہ پہنچا۔ یہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آدمی ہماری طلب میں آ پہنچا۔ آپ نے فرمایا: کوئی غم کی بات نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب وہ ہمارے اتنے قریب پہنچا کہ ایک یا دو یا تین نیزہ کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تلاش کرنے والا تو آ پہنچا اور (یہ کہہ کر) میں رو دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! اپنی جان کے ڈر سے نہیں روتا ہوں میں تو آپ کی وجہ سے روتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوار کے لئے بددعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! اس کو ہم سے جس طرح تُو چاہے روک لے! سوار کے گھوڑے کے پَیر پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے اور وہ سوار گھوڑے پر سے کودا اور اس سوار نے کہا: اے محمد! میں جانتا ہوں یہ تمہارا کام ہے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ پس اللہ کی قسم! جو لوگ آپ کی طلب میں میرے پیچھے آ رہے ہیں ان کو میں واپس کر دوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیجئے، آپ کا گزر میرے اونٹوں اور بکریوں پر فلاں موضع میں ہو گا یہ تیر دکھا کر جتنی ضرورت ہو آپ ان لوگوں سے لے لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لئے دعا کی۔ اس کے گھوڑے نے رہائی پائی (بعض روایات میں ہے کہ سراقہ نے تین مرتبہ وعدہ کیا اور تینوں مرتبہ وعدہ خلافی کی اور بالآخر وہ جان گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کی جا رہی ہے) یہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ لوگوں نے استقبال کیا' راستوں میں اور چھتوں پر انصار اور ان کے خدام

Marfat.com

اور بچوں کا مجمع تھا، وہ کہہ رہے تھے: اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اس کے بعد انصار میں آپس میں اس بات پر نزاع ہونے لگی کہ آپ کس کے یہاں تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات تو میں عبدالمطلب کے ماموں بنی نجار کے یہاں ٹھہروں گا، تاکہ انہیں میرے ٹھہرنے سے شرافت حاصل ہو، (چنانچہ آپ وہیں ٹھہرے) صبح کو آپ وہیں تشریف لے گئے جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

طلّع البدر علینا من ثنیات الوداع

وحب الشکر علینا مادعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

جئت شرفت المدینة مرحبا یا خیر داع

''وداع کی گھاٹیوں سے چاند ہم پر طلوع ہوگیا ہے، جب تک کوئی بھی پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے وہ ہستی جو ہم میں نبی بنا کر بھیجی گئی ہو آپ ایک ایسا حکم (دین) لائے ہیں جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ آپ تشریف لائے ہیں اور آپ کے وجود مسعود سے مدینہ منورہ کو شرف بخشا ہے۔ اے سب سے اچھے دعوت دینے والے ہم آپ کو خوشدید کہتے ہیں۔''

بلاشک وشبہ یہ وہ ترانہ ہے جو جناب رسول کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس سنا۔ اس کا شمار عقلمندوں میں سے ہے جو اس کے سننے کے وقت یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بعینہٖ وہی ترانہ انہیں کلمات کے ساتھ سن رہا ہے جن کلمات کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو سنا تھا۔ چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزرا ہے جب کہ مسلمان اس معزز مدینہ منورہ آنے والے اور اس کے دوست صدیق کے استقبال کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تو پہلی دفعہ یہ نغمہ مہاجرین وانصار کے گلوں سے نکلا تھا۔ وہ

((لاالہ الا اللّٰہ))

کا ورد کرتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہے تھے اور یہ کلمات دہرا رہے تھے:

((اللّٰہ اکبر جاء رسول اللّٰہ ﷺ، اللّٰہ اکبر جاء محمد، اللّٰہ اکبر جاء رسول اللّٰہ))

''اللہ اکبر! جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اللہ اکبر جناب حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ اللہ اکبر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔''

وہ بڑے خوش تھے، نازاں وفرحاں تھے۔ اپنے آپ کو قوی وتوانا سمجھ رہے تھے۔ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور اس اللہ عزوجل کا شکر ادا کر رہے تھے کہ جس ذات جل وعلا نے آپ کے وجود مسعود سے ان کے مدینہ کو برکت دی اور ان کی سرزمین کو شرف بخشا ہے، اس حیثیت سے کہ اس کو سب سے بڑی آسمانی رسالت جس سے انسانیت اپنی طویل تاریخ کے دوران کبھی بھی آشنا ہوئی ہو کے حامل کی پناہ گاہ اور قوت ونصرت کا منبع ومرکز بنایا۔ اس ترانے کے کلمات نے حضرت محمد ﷺ سے محبت کرنے والے اور ان کی اعلیٰ وارفع رسالت پر ایمان رکھنے والے دلوں کو نئے قالب میں ڈھال دیا۔

یہ کلمات خوشی کے ساتھ چمکتے دمکتے اور کستوری جیسی خوشبوؤں کے ساتھ معطر سریلی آوازوں کی صورت میں ان کی زبانوں پر جاری ہوگئے اور اس انوکھے اور عظیم الشان استقبال کی علامت کے طور پر تاریخ کے محفوظ رکھنے والے حافظہ میں جاگزیں ہوگئے۔ ان کی بقا اور ان کا وجود اس لیے بھی ضروری تھا کہ جب کبھی بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مع اپنے ساتھی

Marfat.com

کے ہجرت محمد (علی صاحبہا السلام) کی ہمیشہ رہنے والی یاد تازہ ہو تو کروڑوں مسلمان اس کا ورد کریں۔ جناب رسول کریم ﷺ نے جب کہ آپ اور آپ کے ساتھی صدیق وداع پہاڑ کی گھاٹیون میں پہنچے تو یہ گیت بذات خود سنا۔

اس بارے میں ڈاکٹر ملا خاطر کہتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ مسجد قبا کے سامنے وداع کی دو گھاٹیاں تھیں۔ پہلی مسجد قبا کے سامنے ہے اور یہ وہی ہے جس کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ جناب رسول اللہ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت اور دوسری مدینہ منورہ کے شمال میں ہے اور یہی آج کل مشہور ہے۔ یہ سلع پہاڑ کی جنوب مشرق جانب ہے اور یہی وہ پہاڑ ہے جہاں مسلمانوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو الوداع کہا تھا جب آپ کی جنگ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔

ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کو دیکھا اور حال یہ تھا کہ وہ آپ کے استقبال اور آپ کی خاطر داری کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ وہ اپنی تلواروں کو اپنی گرد ہار بنائے ہوئے نفیس کپڑوں میں ملبوس تھے۔ خوشی اور رونق ان کے چہروں پر چھائی ہوئی تھی۔ فخر سے ان کا سر اونچا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیڈروں اور بڑے بڑے سرداروں کو دیکھا، وہ آپ کی قدر ومنزلت کی تعظیم، آپ کے مقام ومرتبے کی قدر دانی، آپ کی تشریف آوری پر اظہار خوشی اور ہر ایک کی آپ کو اپنے گھر ٹھہرا کر حصول شرف کی خواہش کے پیش نظر آپ کی اونٹنی مبارک کی باگ پر پلٹ پڑے تھے۔

مگر رسول کریم ﷺ نے ان سب کے لیے دعائے خیر فرمائی اور راونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((خلوا سبیلہا فانہا مامورۃ))

''اس کا راستہ کھلو چھوڑ دو بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلے گی۔''

اور جو لوگ آج کل اس ترانہ (طلع البدر علینا) کو غور سے سنتے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ بعینہ اسی نغمہ کو سن رہے ہیں جس نغمہ کو خود جناب رسول کریم ﷺ نے سنا تھا جس وقت آپ وداع پہاڑ کی گھاٹیوں میں پہنچے تھے۔

کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ انہوں نے کیسے آپ کا استقبال کیا؟ اور کس حد تک وہ آپ کی ذات گرامی سے متاثر ہوئے۔ ان کے جذبات اس وقت کیا تھے اور جس وقت بڑی بے تکلفی پر مبنی اور سادہ انداز میں عظیم ترین محبت اور انتہائی سچی دوستی کی ترجمانی کرنے والے میٹھے کلمات ان کے کانوں سے ٹکرائے اس وقت ان کے کیا احساسات تھے۔ جب وہ عظمت و جلال ایمان اور جس چیز کو خود جناب رسول اللہ ﷺ نے سنا تھا اسے بغور سننے کی حسرت اور رشک سے لبریز گھڑیاں گزار رہے تھے اس وقت وہ کیف وسرور کے کس درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس میں کچھ نزاع نہیں کہ بے شک وہ اس ترانہ کے وسیلہ سے اسی عظیم زندگی کا نقشہ اپنے سامنے لا رہے تھے جو زندگی جناب رسول کریم ﷺ نے بحیثیت ایک نوزائیدہ، بحیثیت ایک شیر خوار بچہ، بحیثیت نوجوان اور بحیثیت ایک ایسے مرد کامل کے بسر کی تھی جو بڑی دانائی اور اچھے وعظ کے ساتھ دین حق کی طرف دعوت دے رہا ہو۔ اس میں کوئی نزاع نہیں کہ اس وقت ایک آواز اور رنگدار تصویروں والی ایک کیسٹ (تاریخ) ان کی آنکھوں کے سامنے ابھرتی ہے تا کہ یہ سارا منظر پیش کرے، صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس سے پہلے کی بات بھی پیش کرے گی اور اہل مکہ کا وہ طرز عمل بھی دکھائے گی جب وہ ابرہہ اس کے ہاتھیوں اور لشکریوں پر فتح یابی کا جشن منا رہے تھے اور ان عربیوں کا

Marfat.com

استقبال کر رہے تھے جنہوں نے ان ظالموں کی پسپائی کی خبریں سنی تھیں اور عظیم نشانی کے ظہور پر قریش کو مبارک باد دینے آئے تھے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بیت عتیق کی کرامت کو ظاہر فرمایا اور ان لوگوں کا درجہ بلند فرمایا جو اس کے قرب وجوار میں رہ رہے تھے اور اپنے آپ کو اس کا خادم ومتولی سمجھتے تھے۔

بے شک کیسٹ میلاد پاک کا قصہ بھی ضرور بیان کرے گی، جبکہ سیدۃ الامہات آمنہ بنت وہب جلوہ گر ہوتی ہیں۔آپ کے اردگرد جگہ چمک اٹھتی ہے اور محبت و جمال سے لبریز ہوتیں ہے۔آپ کی آنکھوں سے پردہ اٹھ جاتا ہے، پس اچانک آپ اطراف شام میں بصری کے محلات اور اونٹوں کے وہ قافلے جو دور دراز صحراؤں میں خراماں خراماں چل رہے ہوتے ہیں دیکھ لیتی ہیں۔اس کے بعد اپنا بچہ جنتی ہیں۔ جو ایک سجدہ کرنے والے کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین کا سہارا لیتا ہے اور اس کا سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہوتا ہے۔پھر اس بچے کی برکات اردگرد والوں پر بھی نازل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اسی طرح بچے کا دادا بھی سعادت مندی سے ہمکنار ہوتا ہے اور اس میں اپنے اس لڑکے کا بدل پالیتا ہے جو آپ سے دور وفات پا گیا۔جونہی لونڈی ثوبیہ اپنے آقا عبدالعزی (ابولہب) کو بچے کی ولادت کی خبر پہنچاتی ہے اسے یہ خوشی اپنا بخل وکنجوسی بھلا دیتی ہے اور وہ چلا کر لونڈی سے کہتا ہے:

((اذهبی فانت حرة))

''جاؤ!تم آزاد ہو۔''

جب حلیمہ سعدیہ آپ کو دودھ پلانے کی غرض سے آپ کو قبول کرتی ہیں ان پر بھی برکت نازل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ہر طرف سے بھلائیاں امڈ پڑتی ہیں۔چنانچہ وہ اور ان کے سارے گھر والے سعادت مندیوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں، بلکہ اس برکت کا دائرہ اتنا وسیع ہوتا جاتا ہے یہ برکات حلیمہ کی اونٹنی اور گدھی پر بھی نازل ہوتی ہیں۔اس کیسٹ (تاریخ) کا حلقہ ناظرین (زمانہ رسالت کے لوگوں) پر وسیع ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ وہ اس شیر خوار کی زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں جو اب جوان ہو چکا ہے۔اعلیٰ وعمدہ اخلاق اور ذیشان صفات سے آراستہ ہے اور کھیل کود فضول حرکات جن کی طرف اس کے ہم عمر اور ہم جولی میلان رکھتے ہیں، سے بلند وبرتر ہے اور ان سے اپنا دامن بچاتا ہے۔پھر آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ مکہ اور اس کے گردونواح میں رہنے والے نوجوانوں کے لئے اعلیٰ نمونہ بن چکے ہیں اور الصادق الامین کا لقب پاتے ہیں۔آپ پاکباز وشریف (بلند مرتبت) ہیں اور پھر آپ ایسے تاجر بن جاتے ہیں جو کبھی بھی ملاوٹ ودھوکہ کی طرف میلان نہیں رکھتا یا حرام نفع قبول نہیں کرتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ قریش کی عورتوں میں سے افضل ترین سب سے زیادہ پاک دامن اور کثیر مال والی عورت کے ساتھ شادی سے آپ کو نوازتا ہے۔آپ ان کے مال سے تجارت شروع کر دیتے ہیں۔حلال وپاکیزہ نفع کما کر حضرت خدیجہ کے اموال کو دگنا کر دیتے ہیں۔اس کے بعد قریش کا کعبہ شریف کی نئی عمارت میں حجر اسود کی تنصیب کے سلسلہ میں کھڑے ہونے والے جھگڑے میں قریش آپ ہی کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ جملہ سرداران قریش بلا چون وچرا آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں،آپ کی فضیلت ودانائی کا اقرار کرتے ہوئے آپ کی رائے کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔آپ کی فضیلت ودانائی کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے اچھے مشورے کو سراہتے ہیں اور اس پر حد درجہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔اس فیصلہ کی وجہ

Marfat.com

سے کبر ونخوت آپ کو متاثر نہیں کر پاتا بلکہ آپ بدستور تواضع وانکساری اور فقراء ومساکین سے مہر ومحبت رویے پر قائم رہتے ہیں اور ہمیشہ اپنا یہ مشہور قول دہراتے رہتے تھے:

((انما انا ابن امراۃ من قریش کانت تاکل القدید))

''میں اس قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔''

اور قوم کے کمزور لوگوں کو نہیں بھولتے، مثلاً: لونڈی برکتہ کی مثال لیجئے۔ وہ جسے اپنے والد ماجد سے ورثہ پایا تھا، آپ اس کی عزت کرتے ہیں اور یہ عزت واکرام اس درجہ تک پہنچتا ہے کہ آپ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

((انها بقية اهل بيتى))

''یہ میرے گھر والوں کی نشانی ہیں۔''

((هى امى بعد امى))

''یہ میری حقیقی ماں کے بعد میری دوسری ماں ہے۔''

آپ ﷺ اس کے لیے رشتہ کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اور اپنے اصحاب سے فرماتے ہیں:

((من سره ان يتزوج امرة من اهل الجنة فليتزوج ام ايمن))

''جو کوئی یہ پسند کرے کہ وہ کسی جنتی عورت سے شادی کرے تو اسے چاہیے کہ وہ ام ایمن سے شادی کر لے۔''

کیسٹ (تاریخ اسلام) اس اعلیٰ، ارفع مبنی برتقویٰ اور پاکیزہ زندگی کے واقعات بعثت تک پیش کرنے میں جاری رہتی ہے۔ پس دیکھنے والے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ) آپ کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور آپ اس وقت نبی بنا کر بھیج دیئے گئے ہوتے ہیں اور آپ لوگوں کو اس ایک، اکیلے، یکتا، بے نیاز، جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، جس کا کوئی شریک نہیں اور جس کا کوئی بیٹا نہیں، کی عبادت حقہ کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہوتے ہیں اور جن گم کردہ راہ اور گمراہ کن عبادات اور نقصان دہ اور ضرررساں جہالتوں پر وہ قائم تھے، انہیں رد کر دینے کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ دریں اثناء حضرت خدیجہ آپ ﷺ پر ایمان لاتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، قریش کے بعض سردار اور کمزوروں، غلاموں اور موالیوں کے بعض سرکردہ مشرف بایمان ہوتے ہیں مگر سرداران قریش کا زیادہ حصہ اور ان کے قبائل کے سردار آپ ﷺ کی دعوت سے انکار کر دیتے ہیں، آپ سے دشمنی مول لیتے ہیں اور آپ اور آپ کے اہل وعیال اور آپ کے پیروکاروں کو تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیتے ہیں، مگر آپ ﷺ اس کے باوجود صبر کا دامن تھامے رہتے ہیں اور دعوت پر لگاتار قائم رہتے ہیں۔ نہ تو اکتاتے ہیں اور نہ ہی کمزور پڑتے ہیں اور نہ ہی پسپائی اختیار کرتے ہیں، بلکہ اس امید پر برداشت یہ برداشت کیے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو ان کے سینے اسلام کے لیے کھول دے گا۔

شیاطین قریش اس امید پر کہ شاید آپ اپنی دعوت سے ہاتھ کھینچ لیں، آپ کا مال، مرتبہ اور حکومت کا لالچ دے کر خریدنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان پھسلاوؤں کے سارے حربوں اور طریقوں کو آپ رد فرما دیتے ہیں اور بدستور پاکیزہ کلمہ، دانائی اور اچھے وعظ کے ذریعے سے اپنا یہ مقابلہ اور اپنی جدوجہد جاری رکھتے ہیں مگر آپ ﷺ کے پیروکاروں کے حق میں قریش کی یہ ایذارسانی جب اپنی آخری حد کو پہنچی تو آپ ان کے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے شیاطین

Marfat.com

قریش کا کینہ دوبالا ہو جاتا ہے اور ان کی ناراضگی دوگنی ہو جاتی ہے اور ایک ایسی سوچ اور رائے کے ذریعے سے، جو ابو جہل پیش کرتا ہے، آپ ﷺ سے معاذ اللہ چھٹکارا حاصل کر لینے کا تہیہ کر لیتے ہیں اور وہ یوں کہ وہ ہر قبیلہ سے ایک بہادر ایک خاندانی نوجوان چن لیا جائے اور وہ سب اکٹھے مل کر ایک دفعہ اپنی تلواروں کے ساتھ آپ پر پل پڑیں۔ اس سے آپ کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا اور معاذ اللہ آپ کا کام تمام ہو جائے گا۔ بنی ہاشم بدلہ نہیں لے سکیں گے اور خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔ قریش نے فی الفور اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا۔ ان نوجوانوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا اور وہ اس انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ جب نماز فجر ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائیں گے تو وہ آپ پر یک بارگی ہلہ بول دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس ارادہ کے ساتھ انہوں نے رات گزاری تھی، اس کا علم آپ کو عطا کر دیا اور ان کے مکر سے آپ کو باخبر فرما دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو ہجرت کرنے کا حکم بھی دے دیا۔

چنانچہ حضور ﷺ نے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ آپ کے بستر میں سو جائیں اور آپ کا لحاف اوڑھ لیں۔ اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور آپ قرآن پاک کی درج ذیل آیات تلاوت فرما رہے تھے:

((بسم اللہ الرحمان الرحیم یس والقرآن الحکیم انك لمن المرسلین علی صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم لتنذر قوماً ماانذر اباء ھم فھم غافلون لقد حق القول علی اکثرھم فھم لایومنون اناجعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون وجعلنا من بین ایدیھم سداً ومن خلفھم سداً فاغشیناھم فھم لایبصرون))

''حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔ عزت والے مہربان کا اتارا ہوا تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔ بے شک ان میں اکثر پر بات، ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑی تک رہیں۔ تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان سب کی آنکھیں اچک لی۔ وہ نہ تو آپ کو دیکھ سکے اور نہ ہی آپ کے باہر آنے کا انہیں کچھ احساس ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نگہداشت مین مامون ومحفوظ اپنی راہ چلتے بنے۔ بعد ازاں بڑے بڑے واقعات پے در پے آتے ہیں اور دیکھنے والے غار میں صدیق کے ساتھ آپ کو دیکھتے ہیں۔ صدیق خائف اور غمگین ہیں۔ آپ یہ فرماتے ہوئے انہیں مطمئن کرتے ہیں:

''لاتحزن ان اللہ معنا''

پھر آپ غار سے نکلتے ہیں اور ایک رہبر کے ساتھ وسط میں چلتے ہیں۔ سراقہ بن مالک ان کو دیکھ پاتا ہے۔ وہ سو اونٹنیوں کے لالچ میں نکلا ہوا تھا جو قریش نے اس شخص کو انعام مقرر کیا تھا، جو جناب رسول کریم ﷺ کو معاذ اللہ زندہ پکڑ کر لائے یا قتل کر کے آپ کا سر مبارک پیش کرے۔ سراقہ یہ کوشش کرتا ہے کہ قافلہ کو جا لے مگر اللہ تعالیٰ آپ اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور وہ جب آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا گھوڑا مع اس کے زمین پر گر پڑتا ہے اور ریت میں دو دفعہ اس کے چاروں پاؤں دھنس جاتے ہیں اور تیسری دفعہ قریب تھا کہ ریگستان اس کو اور اس کے گھوڑوں کو نگل لے مگر اس وقت اسے سمجھ

Marfat.com

آ جاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ اس کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے مامون ومحفوظ ہیں اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تو آپ ﷺ سے فریاد کرتا ہے۔ نبی رحمت اس کی فریاد قبول کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا کرتے ہیں تو وہ اپنے گھوڑے سمیت صحیح سالم ریگستان کے وسط سے نکل جاتا ہے اور اس مبارک قافلہ سے آ کر مل جاتا ہے اور اپنا قصہ جناب رسول اللہ ﷺ کو سناتا ہے اور انہیں ایک عہد نامہ عطا کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو سارے جہان پر غلبہ عطا کرے، تو وہ یہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔

جناب رسول اللہ ﷺ اسے خوشخبری دیتے ہیں اور کسریٰ کے کنگن پہنانے کا اس سے وعدہ فرماتے ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا وعدہ سچا ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں سراقہ کو کسریٰ کے کنگن، اس کا تاج اور اس کی پیٹی پہنائی۔

(السیرۃ النبویۃ، تحقیق عبدالحمید جودہ، ایسحار، جلد 1، صفحہ 114)

چنانچہ سراقہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے کے لیے مکہ واپس آتا ہے اور ابو جہل اور اس کے ساتھ مشرکین کو دھمکی دیتے ہوئے یہ شعر پڑھتا ہے:

اباحکم واللہ لو کنت شاھداً

لامر جوادی اذتسوخ قوائمه

علمت ولم تشکک بان محمداً

رسول ببرھان ضمن ذایقاومه

علیك بكف القوم عنه فانی

اری امره یوم ستبدو معالمه

''اے اباحکم! (ابو جہل کی کنیت) بخدا میرے گھوڑے کو جو معاملہ پیش آیا جبکہ اس کے سم زمین میں دھنس رہے تھے اگر تو اس کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا تو جان لیتا اور شک نہ کرتا بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ معجزہ دے کر بھیجے گئے ہیں۔ ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔؟ تیرے لیے قوم کو روکنا لازم ہے کیونکہ میرا پختہ یقین ہے کہ ان کا معاملہ کی علامات کسی نہ کسی دن ظاہر ہو کر رہیں گی۔''

مروی ہے کہ غار سے نکل کر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا راستہ لیا تو راستہ میں اُم معبد کے خیمہ پر گزر ہوا۔ اُم معبد ایک نہایت شریف اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جو خیمہ پر پڑی تو خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا، تو اُم معبد نے کہا:

''یہ بکری لاغر اور دبلی ہونے کی وجہ سے بکریوں کے گلہ کے ساتھ جنگل نہیں جا سکی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس میں کچھ دودھ ہے۔''

Marfat.com

حضرت ام معبد نے کہا:

''اس میں کہاں سے دودھ آیا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا مجھ کو اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔؟''

ام معبد نے کہا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! اگر اس میں دودھ ہو تو آپ ضرور دوہ لیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن پر دستِ مبارک رکھا۔ تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ نے دودھ دوہنا شروع کیا۔ ایک بڑا برتن جس سے آٹھ دس آدمی سیراب ہو جائیں دودھ سے بھر گیا۔ اوّل آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا۔ یہاں تک کہ ام معبد سیراب ہو گئیں۔ بعد ازاں آپ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا اور اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ اس کے بعد آپ نے پھر دودھ دوہا، یہاں تک کہ وہ بڑا برتن بھر گیا۔ آپ نے وہ برتن ام معبد کو عطا کیا اور ام معبد کو بیعت کر کے روانہ ہوئے۔ جب شام ہوئی اور ام معبد کے شوہر ابو معبد بکریاں چرا کر جنگل سے واپس آئے اور دیکھا کہ ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے تو بہت تعجب سے دریافت کیا:

''اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا۔؟ اس بکری میں تو کہیں دودھ کا نام نہیں تھا۔''

ام معبد نے کہا:

''آج یہاں سے ایک مردِ مبارک گزرا۔ اللہ کی قسم! یہ سب اسی کی برکت ہے۔''

پھر ام معبد نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا:

''ذرا ان کا کچھ حال تو بیان کرو۔''

ام معبد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور خداداد عظمت و جلال، ہیبت و وقار کا نقشہ کھینچ دیا جو بالتفصیل مستدرک (حاکم) میں مذکور ہے۔

ابو معبد نے کہا:

''میں سمجھ گیا۔ واللہ! یہ وہی قریش والے آدمی ہیں۔ میں بھی ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔''

ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور ادھر ہاتفِ غیبی نے مکہ میں یہ اشعار پڑھے۔ آواز تو سنائی دیتی تھی مگر اشعار کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں:

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ
رَفِيْقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ

''اللہ تعالیٰ ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں اترے۔''

هُمَا نَزَلَاهَا بِالْهُدٰى فَاهْتَدَتْ بِهِ
فَقَدْ فَازَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيْقَ مُحَمَّدِ

''دونوں ہدایت کو لے کر اترے۔ پس ام معبد نے ہدایت قبول کی اور مراد کو پہنچا جو شخص محمد کا اس سفر میں رفیق رہا۔ یعنی ابو بکر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ۔"

لِيَهْنَ اَبَا بَكْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهٖ
بِصُحْبَتِهٖ مَنْ يُسْعِدِ اللّٰهُ يَسْعَدِ

"ابوبکر کو آپ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے جو سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوئی وہ ابوبکر کو مبارک ہو اور جس کو اللہ خوش نصیب کرے وہ ضرور خوش نصیب ہوگا۔"

لِيَهْنَ بنی کعب مقام فتاتهم
ومقعدها للمومنين بمرصد

"مبارک ہو بنی کعب کو ان کی عورت کا مقام اور اہل ایمان کے لیے اُس کا ٹھکانہ کا کام آنا۔"

سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِهَا
فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْأَلُوْا الشَّاةَ تَشْهَدِ

"تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کا حال تو دریافت کرو۔ اگر تم بکری سے بھی دریافت کرو گے تو بکری بھی گواہی دے گی۔"

دعاها بشاة حائل فتحلبت
عليه صريحا ضرة الشاة مزبد

"آپ نے اس سے ایک بکری مانگی۔ پس اس نے اس قدر دودھ دیا کہ کف سے بھرا ہوا تھا۔"

فَغَادَرَهَا رَهْنًا لديها لحالب
يرددها فی مصدر ثم مَوْرِدِ

"پھر وہ بکری آپ اسی کے پاس چھوڑ آئے جو ہر آنے اور جانے والے کے لئے دودھ نچوڑتی تھی۔"

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب ہاتف کے یہ اشعار پہنچے تو حسان نے اس کے جواب میں یہ اشعار فرمائے:

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ غَابَ عَنْهُمْ بَيْتُهُمْ
وَقُدِّسَ مَنْ يَسْرِى اليه ويغتدى

"البتہ خائب و خاسر ہوئے وہ لوگ جن میں سے ان کا پیغمبر چلا گیا یعنی قریش، اور پاک اور مقدس ہو گئے وہ لوگ کہ جو صبح و شام اس نبی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ یعنی انصار۔"

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُوْلُهُمْ
وَحَلَّ عَلٰى قَوْمٍ بِنُوْرٍ مُجَدَّدٍ

"اس نبی نے ایک قوم سے کوچ کیا ان کی عقلیں تو ضائع ہو گئیں اور ایک دوسری قوم پر اللہ کا ایک نیا نور لے کر اترے۔"

هَدَاهُمْ بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ
فَاَرْشَدَهُمْ مَنْ يَتْبَعِ الْحَقَّ يَرْشُدِ

Marfat.com

''اللہ نے گمراہی کے بعد اس نور سے ان کی رہنمائی کی اور جو حق کا اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا۔''

وھل یستوی ضلال قوم تَسَفَّھُوا
عَمًی وھداۃٌ یھتدون بِمُھْتَدِ

''اور کیا گمراہ اور ہدایت پانے والے برابر ہو سکتے ہیں؟''

وقد نَزَلَتْ منہ عَلٰی اَھْلِ یثرب
رِکَابُ ھُدًی حَلَّتْ عَلیھم بَاَسْعُدِ

''اور اہل یثرب (مدینہ) پر ہدایت کا قافلہ سعادتوں اور برکتوں کو لے کر اترا ہے۔''

نبیٌّ یری مالا یری النَّاسُ حَوْلَہٗ
ویتلو کتابَ اللّٰہِ فی کُلِّ مَشْھَدِ

''وہ نبی ہیں ان کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں کہ جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کو نظر نہیں آتیں اور وہ ہر مجلس میں لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔''

وان قَالَ فی یومٍ مقالۃ غائب
فتصدیقھا فی الیوم او فی ضُحَی الْغَدِ

''اور اگر وہ کوئی غیب کی خبر سناتے ہیں تو آج ہی یا کل صبح تک اس کا صدق اور اس کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے۔''

یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ مشہور ترین راوی یہ ہیں:

1: حضرت ام معبد۔

2: حضرت ابو معبد۔

3: حضرت حبیش بن خالد۔ یعنی ام معبد کے بھائی۔

4: حضرت ابو سلیط بدری۔

5: حضرت ہشام بن حبیش بن خالد۔

جناب رسول کریم ﷺ وداع پہاڑ کی گھاٹیوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ انصار و مہاجرین وہ خوبصورت بلکہ وہ حیران کن استقبال کرتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی اور یہ گیت گاتے ہیں جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اب تک قائم و دائم ہے اور ہر مسلمان کا دل اور اس کے حافظہ میں جگہ پا چکا ہے۔ وہ جب بھی یاد مصطفیٰ کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اس کو دہراتا ہے اور اس کے ذریعے سیرت مصطفیٰ ﷺ کو یاد کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ بدر کامل تھے جن کے پیدائش کے دن دنیا ان کے نور سے چمک اٹھی اور بعثت کے دن بھی آپ بدر کامل ہوں گے اور اب بھی بدر کامل ہیں جبکہ آپ انسانیت کے لیے دین حق لائے جس کے ذریعے سے آپ نے اس کو شرک و گمراہی کی ظلمتوں سے نور اسلام کی طرف نکالا اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس نور اور آج بھی قیامت تک آپ بدر کامل بن کے چمک رہے تھے۔

جس دن کہ آپ تبوک سے لشکر کی معیت میں صحیح و سالم واپس لوٹے حالانکہ آپ کی آمد سے پیشتر افواہیں پھیلانے والے

Marfat.com

طرح طرح کی افواہیں پھیلا رہے تھے اور متعصب اور غرض مند لوگ قسم قسم کی جھوٹی باتیں گھڑ رہے تھے اور واضح اور کھلم کھلی فتح کے دن بھی آپ بدر کامل تھے جبکہ ہزاروں لاکھوں اصحاب کی معیت میں آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ فتح ایسی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور صلح حدیبیہ کے دن آپ کو اس کی خوشخبری دے دی گئی تھی اور ہم سب کے دلوں میں بھی آپ بدر کامل کی حیثیت سے تا قیامت جلوہ فگن رہیں گے۔ ہم آپ کے نور سے وہ روحانی سعادت محسوس کرتے ہیں جو حدود قیود سے ماوراء ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم آپ کے اقوال وافعال سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی فتح مبین اور ان کی نصرت و مدد تھی۔ یہ تاریخ اسلامی کا افتتاح ہے۔ خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد بن عبد اللہ پر نزول قرآن تاریخ میں پہلا اور اہم واقعہ ہے اور ہجرت بغیر کسی اختلاف کے تاریخ میں دوسرا اہم واقعہ ہے، جس کے ذریعے سے اسلام نے فتح پائی، مسلمانوں کے قدم جم گئے اور اولین اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی گئی اور دین نظری پہلو سے عملی پہلو کی صورت اختیار کر گیا۔ اس کے لیے ایک ایسی سوسائٹی وجود میں آ گئی جس میں اس کی تعلیمات کو روحانی طور پر، بطور قانون، بطور عمل اور بطور طرز زندگی نافذ کر دیا گیا۔ ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فتح تھی اور اس کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی کامیابی و کامرانی کا پیش خیمہ تھی اور اس سے بڑھ کر دوسری بہت ساری اور بڑی بڑی کامیابیوں اور کامرانیوں کی تمہید تھی جن کو مسلمانوں نے جنگ بدر، فتح مکہ، جنگ حنین اور دیگر موقعوں پر پورا کر دکھایا۔

اگر واقعہ ہجرت ظہور پذیر نہ ہوتا تو مسلمانوں کی کوئی مستقل تاریخ نہ ہوتی، جس سے وہ اپنی تاریخ لکھ سکتے۔ بعثت سے پہلے عرب مشہور واقعات کے ساتھ تاریخ لکھتے تھے: مثلاً: یوم الفجار، حلف الفضول، یوم تحکیم، ہشام بن المغیرہ کی موت کا دن، واقعہ فیل، غدر کے سال، جس طرح بنو یربوع نے حمیر کے بادشاہوں وغیرہ سے اپنی تاریخ لکھتے تھے۔ بعثت کے بعد بہت بڑے بڑے واقعات پیش آئے مگر قریش نے ان سے تاریخ نہ لکھی کیونکہ یہ اسلامی واقعات تھے، مثلاً: قرآن پاک کا نزول، اسراء ومعراج، جناب رسول کریم ﷺ کا طائف تشریف لے جانا، حضرت ابو طالب اور سیدہ خدیجہ کی وفات وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانوں نے ہجرت کے بعد پیش آنے والے واقعات سے تاریخ قلمبند کی جو آنے والے سالوں میں رونما ہوئے اور ان سالوں پر ایسے ناموں کا اطلاق کیا جو انہی کے ساتھ خاص تھے۔

مثلاً: ہجرت کے پہلے سال پر انہوں نے ''سنۃ الاذن'' یعنی اجازت ہجرت کا اطلاق کیا۔ دوسرے سال پر ''سنۃ الامر'' کا اطلاق کیا (حکم کا سال) اسی میں معرکہ بدر پیش آیا۔ لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم بھی اسی سال دیا گیا اور رسول کریم ﷺ کو تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔ تیسرے سال پر ''سنۃ التمحیص'' (سال امتیاز) کا اطلاق کیا۔ اسی میں معرکہ ''احد'' بھی پیش آیا جس کے ذریعے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلص اور صادق مسلمانوں کو دوسروں سے ممتاز فرمایا۔ چوتھے سال کو ''سنۃ الترفئۃ'' کا نام دیا۔ اس میں شراب حرام کی گئی، بنی نضیر کو مدینہ بدر کیا گیا۔ پانچویں سال نام ''سنۃ الزلزال'' رکھا۔ اسی میں احزاب، قریظہ اور دومۃ الجندل کے معرکے پیش آئے۔ اسی طرح سے واقعہ افک بھی اسی میں رونما ہوا۔ چھٹے سال پر ''سنۃ ستناس'' قربت والفت کا سال، کا اطلاق کیا۔ اسی میں صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان مکمل ہوئی اور اسی میں سورۃ روم الایات (1-4) میں جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ موجود ہے، اس کی تکمیل و تحقیق کے طور پر روم والوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا۔ ساتویں سال کا نام انہوں نے ''سنۃ الاستغلاب'' (غلبہ کا سال) رکھا، اسی میں غزوۂ خیبر پیش آیا۔ اسی طرح اسی سال سلام بن

Marfat.com

مستکم یہود کی بیوی کی بیٹی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو زہر ملا کر بکری کا گوشت پیش کیا اور اسی سال آپ ﷺ نے ملوک وامراء کی طرف دعوت اسلام کے خطوط روانہ کیے۔

آٹھویں سال کا نام انہوں نے ''سنۃ الفتح'' رکھا، کیونکہ اس میں فتح مکہ ہوا اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ اسی میں جنگ حنین پیش آئی۔ نواں سال ''سنۃ البراءۃ'' کہلاتا ہے کیونکہ اس میں سورہ برات یا توبہ نازل ہوئی اور اسے ''عام الوفود'' بھی کہا جاتا ہے، اسی میں جزیرہ عرب سے مختلف وفود اپنے اسلام کا اعلان کرنے کی غرض سے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی میں جنگ تبوک ہوئی۔ دسویں سال کا نام ''سنۃ الوداع'' رکھا گیا۔ اسی میں حجۃ الوداع مکمل ہوا اور عرفہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ کا خطبہ نشر ہوا۔

جناب رسول کریم ﷺ کے جوارِ رب (اللہ کے ہاں) میں منتقل ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خلیفہ بنے۔ آپ کے عہد خلافت کی ابتداء لشکر اسامہ کی تیاری اور اس کے بھیجنے کے ساتھ ہوئی۔ اس کے بعد مرتدین کے ساتھ لڑائی اور ان کی سرزنش کے واقعات پیش آئے، جیسا کہ آپ نے اپنے عہد میں قرآن کی جمع وتدوین بھی کروائی۔ آپ کے بعد حضرت عمر خلیفہ بنے۔ آپ نے دفاتر قائم کیے، لشکر تیار کیا اور شام، عراق، مصر اور دیگر ملکوں میں نمایاں اور شاندار اسلامی فتوحات حاصل کیں۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کی خدمت میں ایک خط ماہ شعبان کی تاریخ کے ساتھ بھیجا گیا۔ آپ نے حامل خط سے پوچھا:

''یہ کونسا ماہ شعبان ہے؟''

وہ آدمی اس کا تعین نہ کر سکا۔ حضرت عمر نے گھڑیوں اور سوچ بچار کی۔ پھر آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو جمع کیا اور اس معاملے میں ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا:

''ہمیں اس معاملہ میں ایرانیوں کی عادات اور ان کے ریکارڈ کے ذریعے سے تدبیر کرنا چاہیے۔''

چنانچہ وہ حضرات ہرمزان فارسی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا:

''ہماری ایک تاریخ ہے جس کا نام ہم ''ماہ وروز'' رکھتے ہیں (ماہ روز کا معنی مہینوں کا حساب)''

ان حضرات نے اس کلمہ کا عربی میں ترجمہ کر دیا اور وہ یوں ہوا (مورخ ارخ تاریخاً) حضرت عمر نے فرمایا:

((ضعو اللناس تاریخاً یتعاملون به))

''لوگوں کے لیے تاریخ مقرر کر دو جس کے ذریعے سے وہ آپس میں اپنا معاملہ چلاتے رہیں۔''

ان میں سے بعض نے یہ رائے دی کہ رومیوں والی تاریخ لکھی جائے۔ دوسرے بعض نے کہا: ایران والوں کی تاریخ لکھو مگر حضرت عمر کو ان میں سے کسی کی بھی بات پسند نہ آئی اور آپ اس معاملے میں سوچ بچار کرنے لگے۔ اس سوچ بچار کے دوران آپ کو حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طرف سے خط ملا جس میں انہوں نے لکھا:

((انه تاتینا منکم کتب لیس لها تاریخ فاجعلو النا تاریخا نمیز به اوقاتنا))

''آپ کی طرف سے ہمیں خط پہنچتے ہیں ان میں تاریخ نہیں لکھی ہوتی، آپ ہمارے لیے تاریخ مقرر کر دیجیے جس کے ذریعے

Marfat.com

سے ہم اپنے اوقات میں امتیاز قرار رکھ سکیں۔"

اسی پر حضرت عمر نے اصحاب رسول سے فرمایا:

((لم لا نتخذ من الهجراة مفتتحاً للتاريخ الاسلامي انها اظهر الاوقات وابعدها عن الشبهة واوثقها صلة بالاسلام والمسلمين))

"ہم واقعہ ہجرت سے تاریخ اسلامی کی ابتداء کیوں نہ کر دیں؟ یہ تمام اوقات سے زیادہ واضح، شبہ سے پاک اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ زیادہ مضبوط تعلق رکھنے والا واقعہ ہے۔"

ہم ہجرت نبویہ کی دائمی اور ابدی یاد منا رہے ہیں تو ہمارے لیے مناسب ہے کہ ہم اسلام اور اہل اسلام کی ہجرت سے پہلے اور بعد کی حالت کا جائزہ لیں تاکہ ہم اس کی قدر کو پہچانیں اور اس کے مفہوم کا اور جو کچھ اس کے ذریعے مسلمانوں کو نصیب ہوا اس کا اندازہ کر سکیں۔ وہ پہلی چیز جس کے ذریعے سے ہم اپنے اس جائزہ کی ابتداء کرتے ہیں، وہ ہجرت سے پیشتر اسلام پھیلنے کی شکل تھی اور وہ تھکا دینے والی کوشش تھی، جو مسلمان اس دعوت کو لوگوں کے ذہنوں تک پہنچانے کے لیے کرتے رہے، حالانکہ اس خوفناک فضاء، کو قریش نے ان پر مسلط کر رکھی تھی، ان ظالمانہ کارگزاریوں، اس پکڑ و دھکڑ اور اس تعذیب وقتل کا سامنا تھا جن کا بیڑا قریش نے اٹھا رکھا تھا، لیکن جہاں تک مابعد ہجرت کا تعلق ہے، تو اس وقت اسلام سارے عرب پر یوں چھا گیا جیسے نور تاریکیوں کا سینہ چیر کر چھا جاتا ہے اور ایک اونچی آواز بلند ہوئی۔ وہ ہادی عرب وعجم کی آواز تھی۔ اب مسلمان آزاد ہو گئے۔ وہ اسلامی تعلیمات کو ہر جگہ پھیلانے لگے۔ اب نہ انہیں کسی پکڑ دھکڑ کا خطرہ تھا، نہ کسی عذاب کا اور نہ قتل کا۔ ہجرت سے پہلے اسلام محض مبادیات، تعلیمات اور اصولوں کی صورت میں تھا۔ اسے کوئی ایسی سوسائٹی میسر نہ تھی جس کے دائرہ کار میں رہ کر کوئی عملی شکل اختیار کر سکتا۔

مکہ میں جہاں تک قریشی معاشرے کا تعلق تھا تو اس پر تو سرکش بت پرستی کا غلبہ تھا۔ وہ معاشرہ اپنے افراد میں کسی فرد کو بت پرستی کی تعلیمات کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا یا وہ اس بات کا بھی روادار نہیں تھا کہ وہ اس بت پرستی کے احکام کے علاوہ دیگر کسی بھی احکام کو اپنی سوسائٹی میں عملی صورت دے سکے۔ نتیجۃً ایک مسلمان اپنے گھر والوں، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن اور اپنے بھائی تک سے اپنا اسلام چھپا تا پھرتا تھا۔ مسلمان اس وقت بحیثیت کمزور افراد کے زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اپنے دین کے شعائر پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی وہ اس دین کے اصول سیکھنے کے لیے اکٹھے ہو سکتے تھے۔ ان میں سے اکثر خفیہ طور پر نماز ادا کرنے کے لیے مکہ کی گھاٹیوں میں چلے جاتے مگر ان کے دل دولت ایمانی سے معمور تھے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید پر پختہ یقین رکھتے تھے مگر جہاں تک ہجرت کے مابعد کا تعلق ہے تو اس وقت ایک مسلمان اپنے اسلام کا کھلم کھلا اعلان کر سکتا تھا اور اس پر فخر بھی کرتا تھا۔ اب مسلمان ایک بڑا خاندان بن گئے جو اسلام کے ذریعے اور اسی کی خاطر زندہ تھے۔ اب ان کی مسجدیں بن گئیں، جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے اور بڑے آزادانہ اور امن وامان کے ماحول میں اپنے شعائر دین ادا کر رہے تھے اور یہ سب کچھ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید تام ہونے کے بعد ہوا۔

ہجرت سے پہلے اسلام مکہ کے اندر محصور تھا۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں نکل سکتا تھا بلکہ اس کا نور مکہ کے اندر ہی اس

Marfat.com

کی تنگ وتاریک سرزمین میں بند تھا مگر ہجرت کے بعد اس کا نور چمک اٹھا اور زمین کے ہر ہر حصہ میں اپنی ضوپاشی کرنے لگا، وہ حصہ زمین خواہ مشرق میں تھا، خواہ مغرب میں، خواہ مشرق ومغرب دونوں کے درمیان تھا۔

وہ اسباب جنہوں نے ہجرت کی جلدی کروائی اوراس کو ایک حتمی ضرورت بنا دیا وہ گھٹیا سازشیں تھیں، جو شیاطین قریش نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قتل کے لیے سوچیں۔ اس مذموم ارادہ کے پیش نظر انہوں نے قریش کے قبائل مین سے ہر قبیلہ سے ایک بہادر نوجوان چنا تا کہ وہ (معاذ اللہ) اپنی تلوار لے کر یکبارگی جناب رسول اللہ ﷺ پر حملہ کردیں اور آپ کو شہید کر ڈالیں۔ ایسی صورت میں آپ ﷺ کے اہل خاندان ان کا بدلہ نہیں چکا سکیں گے اور دیت ہی پر اکتفاء کرلیں گے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے بچالیا اوراس واقعہ کو تمام دنیا میں اسلام پھیلنے پھولنے اوراس کی اشاعت کا سبب بنا دیا۔

جونہی جناب رسول کریم (صلوات اللہ علیہ واز کی سلامہ) مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، جس میں آپ نے انہیں بھائی چارے، تعاون، ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، بھلائی واحسان کرنے، ایثار ومحبت اور اطاعت کی دعوت دی۔ شرک، کفر، بغض اور عہد شکنی سے اجتناب کا حکم فرمایا۔

پھر حضور نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور فرمایا:

((''تاخوا اخوین اخوین''))

''بھائی بھائی بن جاؤ۔''

انصار نے اس بھائی چارے کو خوش آمدید کہا اوراس کے عمدہ اور اونچے درجے کے معانی کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ انہوں نے اپنی ہر چیز مہاجر بھائیوں کے ساتھ تقسیم کرلی۔ مال، رزق، معاش وغیرہ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مہاجر بھائی کے لیے اپنے آدھے گھر اور اگر اس کی دو بیویاں تھیں تو ان میں سے ایک بیوی سے بھی دستبردار ہوجانے کے لیے تیار ہوگیا تا کہ اس کی عدت پوری ہوجانے کے بعد اس کا مہاجر بھائی اس سے شادی کرلے، پھر سب نے مل کر جہاد فی سبیل اللہ میں تعاون کیا اور اپنے اتحاد عمدہ اور خوبصورت بھائی چارے کے صدقے فقید المثال کارنامے سرانجام دیے۔

حق تو یہ ہے کہ بہت سارے اہم امور نے اس کو ضروری اور انتہائی اہمیت کا حامل بنا دیا۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان امور کا پوری طرح جائزہ لیں اور اپنے زمانے کی بہت سارے خطرناک اور بڑھتے ہوئے اندیشوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ان سے استفادہ کریں۔ ہجرت نے اس حقیقت کو بھی پختہ بنایا کہ بے شک حق ہی قوت ہے اور باطل کمزوری ہے۔ مظالم کا سہنا اور تعذیب وایذ ارسانی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ قوت ایمانی کے زک پہنچا سکیں، جبکہ وہ قوت ایمانی مسلم دلوں میں جاگزیں ہوجائے

ہجرت نے اس بات کو بھی پختہ بنایا کہ جب ایک وطن کا باسی اپنی عزت اور آزادی عقیدہ کھو بیٹھے اوراس کا دین مامون ومحفوظ نہ ہو تو اس کے نزدیک نہ ہی وطن کی کوئی قیمت ہے اور نہ ہی اس کے لیے اس سرزمین میں رہنے کا کوئی مقصد ہے۔

ہجرت نے اسلامی اخوت کو مضبوط کیا اور یہ واضح کیا کہ بھائی چارہ دلوں کے درمیان ایک معاہدہ اور اعلیٰ انسانی زندگی کے لیے ایک عہد ہے، نیز اس حقیقت کو مضبوط کیا کہ ایمان مصائب ومشکلات کے ذریعے ہی آزمایا جاتا ہے اور شدائد وصعوبتیں

Marfat.com

تو دلوں کو قوت کے ساتھ بھر دیتی ہیں اور ارادہ کو پختگی عطا کرتی ہیں۔ وہ نہ تو کمزور پڑتا ہے، نہ اس میں ضعف پیدا ہوتا ہے، نہ غم کھاتا اور نہ ہی نا امید ہوتا ہے اور اس بات کی تاکید کی کہ صبر، عمل پیہم، اتحاد اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا ایسے امور ہیں جو حیرت انگیز کارناموں کا باعث بنتے ہیں۔ الغرض یہ کچھ ایسے امور ہیں جن کی ہجرت شریفہ نے تصدیق کی اور انہیں مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ کیا ہم ان میں سے کچھ ایسوں کی چھان پھٹک کر سکتے ہیں جو ہمارے اس زمانہ کے شیاطین کے ساتھ ہماری محاذ آرائی میں ہمارے لیے سود مند ثابت ہوں؟ کیا وہ اخوت اسلامیہ اس معیار پر پوری اتر سکتی ہے جیسے اسے رسول اللہ ﷺ نے چاہا تھا؟ کیا ہم اپنے اختلافات اور اپنے جھگڑے بھول جائیں گے اور ہم ایک سیسہ پلائی عمارت کی طرح، جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تقویت کا باعث ہو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے، ایک صف میں کھڑے ہوں گے؟ کیا ہم اپنی سرزمین دشمنوں سے پاک کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنی زندگیوں کو جھوٹ اور فریب سے بچا سکتے ہیں؟ اور کیا اپنی فکری دنیا سے ان افکار ونظریات اور ان تباہ کن اصولوں کو نکال باہر کر سکتے ہیں اور کیا اس پر کلی اعتماد رکھتے ہیں، جو کچھ جناب رسول اللہ نے ہمارے درمیان چھوڑا ہے یعنی کتاب اللہ اور آپ کی سنت؟ اور ہم ان دونوں کا تھام لیں تا کہ کبھی بھی گمراہ نہ ہونے پائیں اور ہم اپنے حافظہ میں یہ بات محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ کا دارومدار اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور درجہ ذیل آیات میں واضح کردہ راستہ پر ہے:

(("ان تنصرون اللّٰہ ینصرکم"))

"اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔"

میں اس کی امید رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ بے شک وہ پاک ہے، توفیق بخشنے والا ہے اور وہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام سے تجارت کر کے واپس آ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور حضرت ابوبکر) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت زبیر نے ان دونوں حضرات کو سفید کپڑے پہنائے۔ مدینہ کے مسلمانوں کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکلنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ ہر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے حرہ تک آتے اور آپ کا انتظار کرتے اور جب دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک روز آپ کا طویل انتظار کر کے واپس ہوئے۔ جب اپنے مکانوں کے قریب پہنچے تو قلعہ پر سے ایک یہودی نے کسی ضرورت سے جھانکا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ اور آپ کے ایک ساتھی سفید کپڑے پہنے ہوئے چلے آ رہے ہیں اور غبار اُڑنے کی وجہ سے ان منتظرین کو آپ دکھائی نہ دیتے تھے، یہ دیکھ کر یہودی سے نہ رہا گیا اور اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

"اے عرب کے لوگو! وہ دیکھو! وہ تمہارا مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے، آ رہا ہے۔"

اہلِ مدینہ نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور آپ کی طرف استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔ حرّہ کے کنارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ ان سب کو لے کر حرّہ کی داہنی جانب سے ہوتے ہوئے بنی عمرو بن عوف کے پاس اترے۔

مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ نعرۂ تکبیر کی آواز سن کر اپنے اپنے گھروں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آپ بڑے سکون سے تشریف فرما تھے۔ آپ پر وحی اُتر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ، جبرائیل، اہل اسلام اور فرشتوں کی مدد آپ کو حاصل تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی بستی قباء میں کلثوم بن ہدم کے گھر اُترے اور بعض کہتے ہیں کہ خارجہ بن زید کے مہمان ہوئے۔ آپ کی ہجرت کے وقت حضرت علی مکہ میں ٹھہر گئے تھے اور لوگوں کی امانتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں تھیں، ان کے مالکوں کے حوالے کر کے وہ بھی مدینہ منورہ میں آ گئے اور چند دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قباء میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چودہ دن ٹھہرے۔ مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد یہ پہلی مسجد ہے، جس کی تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی۔ پھر جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی سے پہلے بنو نجار کو بلا بھیجا۔ وہ گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت انس کہتے ہیں:

''قباء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے چل رہے تھے، ابوبکر پیچھے آ رہے تھے اور بنو نجار کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد تھے۔''

راستہ میں جب بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچے، تو نماز جمعہ کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ وہاں اس جگہ پڑھی، جہاں وادی کے وسط میں ایک مسجد بنی ہوئی ہے، جو اب تک ''مسجد جمعہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ نماز جمعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے، اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔ اونٹنی دائیں بائیں دیکھتی ہوئی چلتی رہی، جب انصار کے کسی محلہ سے گزرتی تو اہل محلہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں اُترنے کی درخواست کرتے:

''یہاں پناہ کی جگہ ہے، ہتھیار اور سامان حرب موجود ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے کیلئے جانباز حاضر ہیں۔''

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

''اس کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے، جائے گی۔''

چنانچہ اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ پہنچی، جہاں مسجد نبوی تعمیر ہے، وہاں پہنچ کر بیٹھ گئی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اترے نہیں تھے کہ وہ کھڑی ہو گئی، پھر تھوڑی دور ادھر اُدھر چل کر پہلی جگہ آ کر بیٹھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر آئے۔ یہ آپ کے ماموں کے خاندان بنو نجار کا محلّہ تھا، اور اونٹنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہاں پہنچی تھی۔ آپ اپنے ماموں خاندان میں اُتر کر ان کی عزت کرنا چاہتے تھے! ورنہ دوسرے قبائل بھی اپنے ہاں آپ سے اترنے کی پیش کش کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی سے اُترنے کے بعد ابو ایوب جلدی سے آپ کا پالان اپنے گھر لے گئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

((المرء مع رحله))

''آدمی وہاں اترتا ہے جہاں اس کا پالان ہوتا ہے۔''

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو وہ آئے اور اونٹنی کی مہار پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اس کے چارہ دانہ کا انتظام اُن کے گھر

Marfat.com

تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارے رشتہ داروں میں کس کا گھر قریب ہے۔؟''

حضرت ابوایوب بولے:

''یارسول اللہ! میرا گھر قریب ہے، اور یہ میرا دروازہ ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''جاؤ اور آرام کرنے کے لیے جگہ بناؤ۔''

حضرت ابوایوب نے کہا:

''بسم اللہ! آیئے، دونوں صاحب تشریف لایئے۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہ پیر کا روز تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ انصار نے یکے بعد دیگرے آنا شروع کیا اور جس نے ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تھا وہ حضرت ابو بکر ہی کو سلام کرتا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا مگر لوگوں کے سامنے وضاحت نہ فرمائی) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ پڑی تو حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت ان لوگوں کو علم ہوا کہ حضور علیہ السلام یہ ہیں۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں چند لڑکوں کے ہمراہ کھیل رہا تھا۔ لوگ کہنے لگے:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔''

میں اپنے کھیل کود میں لگا رہا اور میں نے کچھ نہ دیکھا۔ پھر لوگ کہنے لگے:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔''

میں نے کچھ نہ دیکھا اور اپنے کھیل میں پھر لگ گیا' اتنے میں حضور اور حضرت ابو بکر تشریف لے آئے تو ہم لوگ مدینہ کے بعض غیر آباد مکانوں میں چھپ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی آدمی کو بھیجا کہ ہم دونوں کے آنے کی اطلاع انصار میں کر دے۔ چنانچہ قریب قریب پانچ سو انصار آپ کے استقبال کے لئے گئے۔ حضرات انصار نے ملاقات کے بعد عرض کیا:

''آپ دونوں حضرات مامون اور محفوظ ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق ان استقبال کرنے والوں کے درمیان چل رہے تھے۔ مدینہ کا یہ حال تھا کہ کنواری لڑکیاں بھی مکانوں کی چھتوں پر ایک دوسری سے آگے بڑھ بڑھ کر ان حضرات کو دیکھ رہی تھیں اور آپس میں ایک دوسری سے پوچھ رہی تھیں:

''ان دونوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟''

میں نے اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ یہ منظر یا تو میں نے اس روز دیکھا جس دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور یا جس روز آپ نے اس دنیا کو الوداع فرمایا۔ اس کے بعد میں نے ایسے دو دن کبھی نہیں دیکھے۔

پہلی بیعت عقبہ 11 بعثت نبوی مطابق 620 عیسوی میں ہوئی، دوسری بیعت دوسرے سال 12 بعثت نبوی میں اور

Marfat.com

تیسری 13 مطابق 622 عیسوی ماہ جون یا آغاز جولائی میں ہوئی۔

یکم ربیع الاول کو رات کے آخر حصہ میں آپ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ تین شب و روز غار ثور میں قیام فرمایا، 4 ربیع الاول کو آخر شب میں یہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے اور 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622 عیسوی کو آپ قبا پہنچے۔

حضرت عمر فاروق نے سن ہجری کا آغاز ربیع الاول سے نہیں کیا بلکہ تین مہینہ پیچھے محرم سے کیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ عرب قدیم زمانہ سے سال کا پہلا مہینہ محرم ہی کو قرار دیتے تھے۔ اس حساب سے سن ہجری یکم جولائی 622 عیسوی سے شروع کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمت عظمیٰ کو جن بدنصیب قریشیوں نے مکہ معظمہ سے نکالا تھا اس نعمت کبریٰ کو مدینہ والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق ہجرت کے ساتھ دوپہر کے وقت قبا کی بستی کے قریب پہنچے اور ایک ٹیلے کے پاس ٹھہر گئے۔ یہاں کھجور کے ایک درخت کا سایہ تھا۔

قبا کے لوگوں کو خبر ہوئی تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے بستی سے باہر آ گئے اور ''نعرۂ تکبیر'' بلند کر کے آپ کا خیر مقدم کیا۔ یہ انصار ہتھیار بند تھے اور محبت کے بے اختیار جذبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔

حضرت علی بھی اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مدینہ میں آپ کا استقبال جس شاہانہ انداز میں ہوا عرب میں اس سے پہلے کبھی کسی کا استقبال نہ ہوا، سارے شہر میں شور مچ رہا تھا، نبی اللہ آ گئے، رسول اللہ تشریف لے آئے، ہر شخص کی زبان پر تھا، چھتوں پر عورتیں جمع تھیں اور یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعی للّٰہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

''ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا وداع کی پہاڑیوں سے۔ ہم پر شکر واجب ہے، جب تک اللہ کی طرف پکارنے والا باقی رہے۔ اے ہمارے ہاں تشریف لانے والے! آپ وہ منصب اور وہ پیغام لے کر آئے ہیں جس کا اتباع واجب ہے۔''

خاندان بنی نجار جہاں آپ ٹھہرے اس کی عورتیں اور لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور محبت میں کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں دف تھا جسے وہ بجا بجا کر یہ شعر گا رہی تھیں۔

نحن جوارٍ من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

''ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں ہمارے حضرت محمدؐ۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب میں قیام پذیر ہو گئے تا کہ یہاں رہ کر آزادی حاصل کی جا سکے اور اہل یثرب جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا تھا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان انصار کو مسلمان مہاجرین کا بھائی بھائی بنا دیا جسے مواخات مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مواخاۃ کا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے پانچویں مہینے یعنی رجب سن 1 ہجری میں پیش آیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے مواخاۃ کا انعقاد عمل میں آ گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دلجمعی اور اطمینان میسر آیا، مہاجرین یہاں منتقل ہو گئے، نیز انصار کے اتحاد سے اسلام کو استحکام حاصل ہوا تو آپ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حدود کا نظام درست کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے نماز کو لیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تھے، مگر نماز کے وقت اذان نہیں ہوتی تھی، اس لیے کچھ نمازی وقت پر آتے اور کچھ آگے پیچھے ہو جاتے اور جماعت سے محروم رہ جاتے۔ اس بے قاعدگی کو دور کرنے کے لیے آپ نے ارادہ کیا کہ جس طرح یہودی لوگوں کو عبادت کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ''بوق'' بجاتے ہیں، اس طرح مسلمان بھی جماعت سے پہلے بوق بجایا کریں لیکن آپ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ آخر آپ نے ناقوس تیار کرنے کا حکم دیا، تا کہ اس کو بجا کر لوگوں کو جماعت کی اطلاع دی جائے لیکن ابھی اس کی تیاری ہو رہی تھی کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''یا رسول اللہ! آج رات مجھے خواب میں ایک آدمی نظر آیا ہے، جس نے دو سبز کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے، اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ ناقوس بیچو گے؟ وہ بولا: ''تم اس کو کیا کرو گے؟'' میں نے کہا: ہم اس کو نماز کے وقت بجائیں گے۔'' وہ کہنے لگا: ''میں تمہیں اس سے اچھی چیز بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''بتاؤ! وہ کیا ہے؟'' تو اس نے کہا ''تم نماز کے لیے اس طرح اذان کہا کرو:

الله اکبر الله اکبر
الله اکبر الله اکبر
اشهد ان لا اله الا الله
اشهد ان لا اله الا الله
اشهد ان محمداً رسول الله
اشهد ان محمداً رسول الله
حی علی الصلوٰة
حی علی الصلوٰة
حی علی الفلاح
حی علی الفلاح

Marfat.com

الـلـــه اکبـــر الـلـــه اکبـــر

لا الــــــه الا الــلــــــه

جب انہوں نے یہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان شاء اللہ! یہ خواب سچا ہے، اٹھو! یہ کلمے بلال کو سکھاؤ، وہ ان کے ساتھ اذان کہے کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اس طرح اذان کہتے ہوئے سنا تو وہ جلدی جلدی اپنے گھر سے نکلے اور آ کر کہا:

''اے اللہ کے نبی! اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جس طرح انہوں نے دیکھا ہے میں نے بھی خواب میں اسی طرح دیکھا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فلله الحمد ''

''پس اس پر اللہ کا شکر ہے۔''

(اس کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

زہری عروۃ سے بیان کرتے ہیں کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی وہاں مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔ پہلے بھی مسلمان یہاں نماز پڑھتے تھے اور دراصل یہ جگہ انصار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی جس سے کھجوریں خشک کرنے کا کام لیا جاتا تھا اور یہ دونوں اسعد بن زرارہ کی گود میں زیر پرورش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان شاء اللہ ہماری یہی منزل ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کے لیے ان لڑکوں سے یہ جگہ قیمتاً خریدی۔ پہلے ان بچوں نے کہا تھا:

''یا رسول اللہ! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔''

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبۃً لینے کی بجائے قیمتاً خریدنا مناسب سمجھا اور یہاں مسجد کی تعمیر کی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونجار کو بلا کر کہا:

''اپنے اس باغ کی قیمت طے کر کے مجھ سے لے لو۔''

وہ بولے:

''اللہ کی قسم! ہم اس کا ثواب اللہ تعالیٰ سے لیں گے، اس کی قیمت نہیں لیتے۔''

اس وقت وہاں مشرکوں کی قبریں، گڑھے اور کچھ کھجوریں تھیں۔ آپ کے حکم سے مشرکوں کی قبریں اکھاڑ دی گئیں، گڑھے بھر دیئے گئے، کھجوریں کاٹ کر دیوار قبلہ کے آگے جمع کر دی گئیں اور دروازے کی دونوں سردلیں پتھر کی بنائی گئیں۔ جب صحابہ ان کے لیے پتھر لاتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھے اور فرماتے تھے:

اَللّٰھم اِنّہٗ لا خیر اِلّا خیر الأخرہ

فـانـصـر الانـصـار والـمـهـاجـره

''الٰہی! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، انصار اور مہاجروں کی مدد فرما۔''

Marfat.com

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کے ساتھ کچی اینٹیں ڈھوتے تھے، اور یہ شعر پڑھتے تھے:

هذا الحمال لا حمال خيبر

هذا ابر ربنا واطهر

''جتنی یہ مزدوری نتیجہ خیز ہے، اتنی خیبر کی مزدوری نتیجہ خیز نہیں، اے ہمارے رب! اس میں زیادہ نیکی ہے اور یہ زیادہ پاکیزہ عمل ہے۔''

اور کبھی یوں فرماتے:

اللهم ان الاجر أجر الأخره

فارحم الأنصار والمهاجره

''الٰہی! آخرت کا اجر ہی اجر ہے اس لیے انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

صحابہ کرام یہ اشعار پڑھتے تھے:

لئن قعدنا والرسول يعمل

لذاك منا العمل المضلل

''اگر اللہ کے رسول کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں، تو یقیناً ہمارا یہ عمل گمراہی کا عمل ہے۔''

اور کچھ لوگ یوں کہتے:

لا يستوى من تعمير المساجدا

يداب فيها قائماً وقاعدا

ومن يرى عن التراب حائدا

''مسجدیں تعمیر کرنے، ہمیشہ ان میں قیام اور قعود میں مصروف رہنے والے اور مٹی سے بچنے کے لیے دور بھاگنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔''

مسجد کا محراب بیت المقدس کی طرف بنایا گیا (بعد میں تحویل قبلہ کا حکم قرآن مجید میں آیا تو مسجد کا محراب کعبۃ اللہ یعنی مسجد حرام کی طرف کر دیا گیا) اور اس میں تین دروازے رکھے گئے، ایک دروازہ قبلہ کی مخالف سمت، ایک دروازہ جو ''باب الرحمۃ'' کے نام سے مشہور ہے اور ایک دروازہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں آیا جایا کرتے تھے۔ مسجد کا طول دیوار قبلہ سے آخر تک (شمالاً جنوباً) سو ہاتھ اور دونوں جانب (شرقاً غرباً) بھی اتنا ہی تھا، یا اس سے کچھ کم تھا۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ چوڑی تھی۔ ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، چھت کھجور کی چھڑیوں سے ڈالی گئی تھی اور دروازے کی دونوں سر دلیں پتھر سے بنائی گئی تھیں۔ کسی نے کہا:

''چھت بہترین ہونی چاہیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں! موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح چھپر ہی مناسب ہے۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رہائشی حجرے کچی اینٹوں سے مسجد کے پہلو میں تعمیر کیے اور ان پر کھجور کی چھڑیوں کی چھت ڈالی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اور حجروں کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی اس حجرے میں ہوئی جو ان کے لیے مسجد کی مشرقی جانب بنایا تھا، اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اور یہ وہی حجرہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل آرام فرما ہیں۔

بیعت عقبہ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ کے درمیان جس انداز اور پیمانے پر سیاسی رابطہ استوار ہوا اورانہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کو مکمل سمع و اطاعت کے ساتھ جس طرح قبول کرلیا تھا اس کے بعد تو فی الواقع ضرورت اس امر کی رہ گئی تھی کہ کوئی قطعۂ اراضی زیر اثر آجائے جس میں کوئی اور سیاسی اقتدار کارفرما نہ ہو تو معاً ایک ریاست رُوبہ عمل آسکتی ہے۔

چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں کی جماعت کو عقد مواخاۃ کے ذریعہ ایک منظم معاشرہ کی شکل دے دی گئی اور دوسری طرف ایک سرزمین بھی حاصل ہوگئی جہاں کوئی باقاعدہ سیاسی اقتدار موجود نہ تھا، گویا ریاست کے کل عناصر ولوازم میسر آگئے تو ابتدائی مسائل سے فارغ ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال میں ''ہیئت سیاسیہ'' کی تکمیل کرلی اور ایک نوشتۂ خاص کے ذریعہ مدینہ کی اسلامی ریاست کو وجود بخش دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں حق و باطل کے کئی معرکے ہوئے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ مدینہ منورہ کا دفاع کرتے ہوئے یا پھر سازش و فتنے کو کچلتے ہوئے کفار کا مقابلہ کیا۔ وہ معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود موجود تھے وہ غزوہ کہلاتا ہے۔ غزوات غزوہ کی جمع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں کئی غزوات ہوئے ان میں سے مشہور ترین غزوات درج ذیل ہیں:

1: غزوہ بدر۔

2: غزوہ احد۔

3: غزوہ خندق۔

4: غزوہ تبوک۔

5: غزوہ حنین۔

6: غزوہ فتح مکہ۔

ذوقعدہ 10 ہجری میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خبر دفعتاً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمڈ آیا۔ ذوقعدہ کی 26 تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور چادر اور تہبند باندھی۔ نمازِ ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے اور تمام ازواجِ مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم فرمایا۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ ایک مقام ہے جو مدینہ کی میقات ہے، یہاں پہنچ کر شب بھر اقامت فرمائی اور دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آپ کے جسم مبارک میں عطر مَلا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو

Marfat.com

رکعت نماز ادا کی، پھر اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے:

((لبيك اللّٰهم لبيك لا شريك لك لبيك اِنّ الحمد و النّعمة لك والملك لا شريك لك))

''اے اللہ! ہم حاضر ہیں! اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے، اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی، آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ (ایک روایت کے مطابق کم وبیش ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان شریکِ حج تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت وجبل گونج اٹھتے تھے۔

فتح مکہ میں آپ علیہ السلام نے جن منازل میں نماز ادا کی تھی، وہاں برکت کے خیال سے لوگوں نے مسجدیں بنالی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مساجد میں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ سرف کے مقام پر پہنچ کر غسل فرمایا، دوسرے دن، اتوار کے روز ذوالحجہ کی چار تاریخ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا۔ خاندان ہاشم کے لڑکوں نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرطِ محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھالیا۔ کعبۃ اللہ پر نظر پڑی تو عرض کیا:

''اے اللہ! اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف دے۔''

پھر کعبہ کا طواف کیا، طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور یہ آیت پڑھی:

((واتخذوا من مقامِ ابراهيم مصلّىٰ))(سورة البقره:۱۲۵)

''اور مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔''

صفا پہاڑ پر پہنچے تو یہ آیت پڑھی:

((انّ الصّفا و المَرْوة من شعآئر اللّٰه))(سورة البقره:۱۵۸)

''صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔''

یہاں سے کعبہ نظر آیا تو یہ الفاظ فرمائے:

((لآ اله اِلّا اللّٰه وحدهٗ لا شريك لهٗ له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو علىٰ كلّ شيءٍ قدير لا اله الا اللّٰه وحدهٗ انجز وعدهٗ ونصر عبدهٗ وهزم الاحزاب وحدهٗ))

(سنن ابی داؤد)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے سلطنت اور ملک اور حمد ہے، وہ مارتا اور زندہ کرتا ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔''

صفا سے اتر کر کوہ مروہ پر تشریف لائے۔ یہاں بھی دعا وتہلیل کی۔

Marfat.com

اہل عرب ایامِ حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے، صفا ومروہ کے طواف وسعی سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے، عمرہ تمام کر کے احرام اُتارنے کا حکم دیا۔ بعض صحابہ نے گزشتہ رسوم مالوفہ کی بناء پر اس حکم کی بجا آوری میں معذرت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔''

آپ نے حج ادا فرمایا اور آپ کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار کے قریب اہل اسلام نے حج ادا کیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عالیشان، فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جسے اسلام کا نچوڑ اور جان کہہ لیجئے۔ اس خطبہ کو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور ذوالحجہ کے باقی دن نیز محرم اور صفر مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ ارض فلسطین میں بلقاء اور دارِ روم تک کے میدانوں کو روند ڈالیں۔ چنانچہ لوگوں نے تیاری کی اور اولین مہاجرین بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیار ہوئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا لشکر ہے، جسے انہوں نے تیار کیا۔

بدھ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء ہوئی، بخار ہو گیا اور بیہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تاہم جمعرات کی صبح کو اپنے دست مبارک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت اسامہ کے ہاتھ میں دیا۔ یہ جھنڈا لے کر نکلے، تو اسے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور خود مقام ''جرف'' میں ٹھہر گئے۔ دراصل بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) پر امیر مقرر فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کیا۔ بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، تو آپ یہ سن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے اسامہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے، حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے!''

جبکہ ایک روایت میں یوں ہے:

''اگر تم نے اس کی امارت پر اعتراض کیا ہے تو اس سے قبل اس کے باپ کی امارت پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا۔ حالانکہ وہ بھی اس امارت کے اہل تھے اور ان کے بعد ان کا بیٹا بھی اس کا اہل ہے۔ وہ بھی مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز تھے اور ان کے بعد ان کا بیٹا بھی مجھے سب سے بڑھ کر عزیز ہے۔''

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''لوگ تیاری میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ اپنے لشکر کو لے کر نکلے۔ حتیٰ کہ مقام ''جرف'' میں فروکش ہوئے، لوگ ان کے پاس پہنچنا شروع ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں اضافہ ہو گیا۔ اس پر حضرت اسامہ اپنے لشکریوں کے

Marfat.com

ساتھ رُک گئے، تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ حضرت اسامہ کے بیٹے محمد، آپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں اور میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی مدینہ میں داخل ہوئے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرما رکھا تھا اور کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور پھر مجھ پر رکھ دیتے، تب مجھے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دُعا فرما رہے تھے۔''

بخاری و مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال کے بعد شہداء احد پر دُعا کی، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندوں اور فوت شدگان کو الوداع کہہ رہے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر درج ذیل خطبہ دیا:

''لوگو! میں تم پر سبقت لے جانے والا ہوں، میں تم پر گواہ ہوں اور واللہ! مجھے اس وقت اپنا حوض دکھائی دے رہا ہے۔ مجھے ''زمین کی'' چابیاں دے دی گئی ہیں۔ واللہ! مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے۔ ہاں مگر مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا پسند کر لے، اور چاہے وہ چیز اختیار کر لے جو اللہ رُب العزت کے پاس ہے۔ چنانچہ اس بندے نے اپنے لیے وہی کچھ پسند کر لیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔''

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں، جسے دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے، پھر اس میں رونے کی کون سی بات ہے؟ ......لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، اور وہ یہ راز پا چکے تھے کہ اختیار دیئے جانے والے یہ شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

''لوگوں میں سے رفاقت اور مال کے لحاظ سے میرے لیے زیادہ صاحب احسان ابو بکر ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا، تو یہ خلیل ابو بکر ہوتے! تاہم اسلامی اخوت اور محبت و مؤدت بھی کچھ معمولی چیزیں نہیں ہیں!''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد میں آنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں، لیکن باب ابی بکر (ابو بکر کا دروازہ، ایک روایت میں ہے کہ باب علی بھی) کھلا رہنے دیا جائے۔

ابن اسحاق باسناد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو مویہبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رات کے وقت بلا بھیجا۔ میں حاضر خدمت ہوا، تو آپ نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دُعاء کروں، لہٰذا میرے ساتھ چل!''

چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب آپ ان کے درمیان پہنچے، تو آپ نے فرمایا:

''اے اہل مقابر! تم پر سلام ہو! لوگ جس حال میں ہیں، اس کے مقابل تمہیں وہ حال مبارک ہو کہ جس میں تم ہو۔ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح مسلسل بڑھ رہے ہیں کہ جن کا دوسرا پہلے کی اتباع کرے گا اور دوسرا پہلے سے بڑھ کر بُرا ہو

Marfat.com

گا!“

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”اے ابو مویہبہ! مجھے ایک طرف دنیا کے خزانوں کی چابیوں، نیز اس میں ہمیشہ رہنے کا اختیار دیا گیا ہے، جبکہ دوسری طرف جنت کا، چنانچہ میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو ترجیح دی ہے!“

میں نے عرض کیا:

”حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ان دونوں چیزوں کو بھی اختیار فرمالیں اور پھر جنت کو بھی!“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”نہیں! واللہ! میں نے اپنے لیے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو پسند کرلیا ہے!“

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دُعا کی اور واپس تشریف لے آئے۔ دوران واپسی اس مرض کا آغاز ہو گیا جس میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے!

11 ہجری کے صفر کے مہینہ میں مدینہ منورہ کے اندر آیت کلالہ نازل ہوئی اور اس کے بعد وفات سے آٹھ سات دن پہلے حسب ذیل آیت اُتری:

((واتقوا یوماً ترجعون فیه الی اللّٰه ثم توفّٰی کلُّ نفسٍ ما کسبت وھم لا یظلمون))

(البقرہ:۲۸۱)

”لوگو! اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔“

یہ آخری وحی تھی، اس میں زندگی کے آخری انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ 10 ہجری کے رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کا اشارہ مل چکا تھا اور جبریل امین علیہ السلام نے آپ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کریم کا دور فرمایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

”فاطمہ! میرا خیال ہے کہ اس دُنیا سے جُدائی کا وقت قریب آگیا۔“

حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ منورہ میں جبریل امین علیہ السلام ایک انجانے مسافر کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ سے سوال و جواب کر کے اسلام کے عقائد و احکام کی یاد دہانی کرائی، اس واقعہ میں بھی دین حق کی تکمیل اور داعی حق کی جدائی کا اشارہ موجود تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نصر کے بعد پہلے سے زیادہ اٹھتے بیٹھے استغفار کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری استغفار یہ تھا:

((سبحان اللّٰه وبحمده استغفر اللّٰه واتوب الیه))

”اللہ تعالیٰ پاک ہے، حمد کے لائق وہی ہے، میں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی طرف لوٹتا ہوں۔“

اس استغفار میں ”سورۂ اذا جاء نصر اللہ“ کے تینوں حکموں کی تعمیل کی گئی ہے۔

Marfat.com

عرفات سے منیٰ میں تشریف لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب قاعدہ قربانی کی اور 63 اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے۔ تریسٹھ کی تعداد یہ بتا رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پوری ہو رہی ہے۔ یہ بھی جُدائی اور وصال کی طرف اشارہ تھا۔

11 ہجری کے ماہِ صفر کی 28 تاریخ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بیمار ہوئے، چونکہ اس بیماری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانبر نہ ہو سکے تھے اس لئے اس کو ''مرضِ وفات'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ علالت خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ))

''اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا و عقبیٰ اور اللہ کی نعمت دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے لئے منتخب کرے مگر اللہ کے اس بندے نے اللہ کی ملاقات کو ترجیح دی ہے۔''

یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح پھر خاموش ہو گئے اور حاضرین بھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بات کی تہہ تک پہنچ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ہی متعلق فرما رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا چھوڑنے کو ہیں۔ یہ نتیجہ تھا حضرت ابو بکر کے اس وجدان کا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے بارے میں ازل سے ودیعت تھا۔ حضرت ابو بکر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور عرض کیا:

((بل نحن نفديك بانفسنا وابناء نا))

''یا رسول اللہ! ہماری جانیں اور اولاد نثار ہو جائیں، آپ ہمیں یہ کیسی سناؤنی سنا رہے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس تاثر سے محسوس فرمایا کہ مبادا یہی جذبہ دوسروں کو بھی گریہ و بکا میں مبتلا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو تلقین ضبط کرتے ہوئے فرمایا:

''مسجد میں جن لوگوں کے گھروں کے دروازے ہیں، ابو بکر کے گھر کے سوا سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں!''

اور اس کے بعد منبر سے اترتے ہوئے فرمایا:

((انی لا اعلم احدًا کان افضل فی الصحبة عندی یدًا منه وانیّ لو کنت متخذًا من العباد خلیلًا لاتخذت ابابکر خلیلًا ولکن صحبة واخاء ایمان حتّٰی یجمع اللّٰه بینا عندهٗ))

''میرے دوستوں میں سے مجھ پر کسی کا احسان ابو بکر کے برابر نہیں۔ اگر میں اللہ کی طرف سے کسی کو اپنا خلیل بنانے کا مجاز ہوتا تو یہ منزلت ابو بکر کے لئے ہوتی، لیکن از روئے اسلام باہمی رفاقت و اُخوتِ ایمانی تک کا اختیار ہے اور اسی حالت میں اللہ کے سامنے حاضری ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لانے کا قصد کرتے ہوئے فرمایا:

((یا معشر المهاجرین! استوصوا بالانصار خیرًا فان الناس یزیدون والانصار علی هیئتها لا تزید وانهم کانوا عیبتی التی اویت الیها فاحسنوا الی محسنهم وتجاوزوا عن سیئهم))

Marfat.com

''اے یارانِ مہاجر! انصار کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔ ان کے سوا دوسروں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ انصار میرے ایسے محرم ہیں جن کے دامن میں مجھے پناہ ملی۔ ان کی خوبیوں کی قدر اوران کی لغزش سے چشم پوشی کرتے رہنا۔''

مسجد سے لوٹ کر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرہ میں فروکش ہوئے۔ آج کی جدو جہد اور مسجد میں تشریف لے جانے سے مرض نے اور تھکا دیا۔ وہ مریض جن کے بدن مبارک پر سات مشکیزے پانی ڈالا جائے، جسے ایسی شدید علالت میں بھی مشاغلِ یکسوئی نصیب نہ ہو، جیشِ اُسامہ کے نتائج کا فکر، اِدھر انصار کا غم، اس پر ملت جو ابھی ابھی اسلام سے وابستہ ہوئی ہے، اُس کا فکرِ مآل، یہی تفکرات دوسرے روز پھر مسجد میں تشریف لانے کے محرک ہوئے، لیکن مرض نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ ارادہ پورا نہ فرما سکے اور نماز کا وقت سر پر آ گیا۔ دوستوں سے فرمایا:

((مروا ابابكرٍ فليصل بالناس))

''ابوبکر سے کہو، میری بجائے نماز کی امامت وہ کرائیں۔''

لیکن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جو دنیا جہاں سے زیادہ آپ کو صحت مند دیکھنا چاہتی تھیں، عرض کیا:

''ابوبکر رقیق القلب ہیں، ان کی آواز بھی مدہم ہے اور قرأت میں گریہ پر بھی ضبط نہیں کر سکتے!''

اس پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر ہی کے لئے امامتِ صلوٰۃ کا حکم قائم رکھا۔ ادھر ام المومنین سیدہ عائشہ نے اپنے پہلے اندازے کے مطابق اپنے والد گرامی کی طرف سے معذرت کے ارادہ سے پھر اسی بات کو دہرایا مگر اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان كن صواحب يوسف مروه فليصل بالناس))

''تم گویا حضرت یوسف کے ہم جلیس ہو! ابوبکر ہی سے کہو کہ میری بجائے وہ نماز کی امامت کرائیں۔''

اور ایسا ہی ہوا، جس کے بعد ایک موقعہ پر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی مسجد میں تشریف نہ لائے تو حضرت بلال نے ان کی بجائے سیدنا عمر سے امامت کی درخواست کی۔ حضرت عمر کی آواز اس قدر گرج دار تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حجرہ میں سن لی تو فرمایا:

((اين ابابكر ؟ يابى الله ذالك والمسلمون))

''ابوبکر کہاں رہ گئے؟ اللہ اور تمام مسلمان ناپسند کرتے ہیں کہ ابوبکر کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے۔''

حضرت ابوبکر کے متعلق رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس تاکید پر بعض مسلمانوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ نیابتِ رسالت کا سب سے بڑا مظہر نماز کی امامت ہے جس کی تاکید اس شدومد سے فرمائی جارہی تھی۔ خلیفۂ رسول کے انتخاب پر حضرت ابوبکر کی افضلیت کی یہی دلیل حضرت عمر نے خلافت کے لیے آپ کا نام پیش کرتے ہوئے بیان کی۔

ساعت بساعت مزاج زیادہ ناساز ہوتا گیا، بخار کی شدت بڑھتی گئی، چہرۂ مبارک ردا سے ڈھانک لیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن یا دوسرے تیماردار جبین مبارک پر ردا کے اوپر ہاتھ رکھتے تو حرارت کی شدت محسوس کر کے حیران رہ جاتے۔

Marfat.com

عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سترہ نمازیں پڑھائی ہیں، مگر سیرت نگار حضرات میں سے جو صاحبِ تحقیق ہیں اُن کا کہنا ہے کہ اکیس نمازیں صدیق اکبر نے بحکمِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو پڑھائی ہیں۔ اِن ہی نمازوں میں وہ نماز بھی ہے جس میں افاقہ کے رُونما ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق کے بائیں پہلو میں بیٹھ کر تمام لوگوں کو خود نماز پڑھائی۔ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام بن گئے اور حضرت ابو بکر صدیق مقتدی بن گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق جہر سے نماز پڑھا رہے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت وہاں سے شروع کی جہاں تک صدیق اکبر پہنچ چکے تھے اور ان ہی نمازوں میں وہ نماز بھی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھا کر مسلمانوں کی جماعت کا نظارہ کیا تھا اور قلبی خوشی کے سبب سے دندان مبارک ظاہر ہو گئے تھے اور نبوی تجلّی سے صفیں درہم برہم ہونے کو تھیں کہ پردہ ڈال دیا اور آپ واپس بستر شریف پر تشریف لے گئے۔

اور ان ہی نمازوں میں وہ نماز بھی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف جا کر جماعت میں شامل ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق بدستور امامِ جماعت رہے ہیں۔

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ قَاعِدًا فِیْ مَرْضِهٖ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ))

"حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں وفات ہوئی حضرت ابو بکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔"

البدایہ والنہایہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس قسم کی روایت موجود ہے اور صاحب سیرت حلبیہ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ علامہ حلبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ثَبَتَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى خَلْفَ اَبِیْ بَكْرٍ مُقْتَدِيًا بِهٖ فِیْ مَرْضِهٖ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَمْ يُنْكِرْ هٰذَا اِلَّا جَاهِلٌ لَّا عِلْمَ لَهٗ بِالرِّوَايَةِ))

"یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضِ وفات میں ابو بکر صدیق کے پیچھے اقتداء کر کے تین دفعہ نماز پڑھی ہے اور اس بات کا انکار وہی شخص کرے گا جو علم روایات سے جاہل ہو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ اس قدر شدید المناک تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام حواس کھو بیٹھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یوں محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی ہے جسے موت نہیں کہا جا سکتا، بلکہ آپ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر اُٹھے اور آہ و بکا میں مصروف صحابہ کرام کو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"خبردار! جس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت واقع ہو گئی ہے میں اس کی گردن اتار دوں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں اور واپس آ کر منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔"

Marfat.com

مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق گومگو میں پڑ گئے۔ کبھی خیال گزرتا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں تو ہمارے لئے کس قدر افسوس والم کا حادثہ رونما ہوا۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی میں دیکھا، آپ کے حسنِ تکلم سے بہرہ مند ہوئے، آپ کی تعلیم کے اثر سے اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لانے کا موقع حاصل ہوا، جس نے آپ کو سچا دین عطا فرما کر انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ آج ان (مسلمانوں) کے ذہن میں رسول، صادق الامین کی رحلت کا تصور گردش کر رہا ہے اور اس تصور کے مقابلہ میں حضرت عمر کی تقریر تھی لیکن حضرت موسیٰ کی مانند آپ کی رُجعت کا انتظار تو اور بھی حیرت انگیز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حضرت عمر کے اردگرد جمع ہو گئے اس امر کی تصدیق پر مائل تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی انتقال نہیں ہوا۔ ان کے دماغ میں یہ تصور بھی گردش کر رہا تھا کہ ذرا ہی دیر پہلے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح وسالم دیکھا، آپ کی گفتگو سنی اور آپ کی زبان مبارک سے دعا واستغفار کے کلمات گوش گزار ہوئے۔ مسلمان یہ بھی سوچ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خلیل اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے آپ کو منتخب فرمالیا، تمام عرب آپ کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ ایسی ذات پر بھی موت واقع ہو سکتی ہے؟ ان کے ذہن میں یہ امر بھی آپ کی وفات کے بارے میں مانع تھا کہ ابھی تک آپ کے مقابلہ میں قیصر وکسریٰ کو تو شکست ہی نہیں ہوئی۔ ان کے ذہن میں یہ خیال بھی چٹکیاں لے رہا تھا کہ جس قوت نے تئیس سال کی مدت میں ایک عالم کو اپنے سامنے مطیع ومنقاد کر لیا، تاریخ عالم جس کی نظیر کرنے سے قاصر ہے، ایسے وجودِ گرامی پر موت کا وارد ہونا سمجھ میں آنے کی بات ہی نہیں۔ عورتیں فرطِ غم سے پریشان حال سر جھکائے ہوئے مصروفِ گریہ تھیں، جس کی وجہ سے آپ کی وفات کا یقین ہو گیا۔ اسی موقعہ پر حضرت عمر مسجد میں بار بار دھرا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی افواہ اڑا رہے ہیں وہ منافق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا کر ایسے لوگوں کے ہاتھ اور گردنیں کٹوائے بغیر انہیں معاف نہ فرمائیں گے۔

مسلمان دو متضاد خبروں میں سے کس امر کی تصدیق کریں؟ ذرا دیر پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال کی خبر سے گھبرا رہے تھے، اب حضرت عمر آپ کے ارتحال کو افواہ سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند رجعت فرمائیں گے۔ مسلمان بھی اس خبر کے تسلیم کرنے پر مائل اور خود کو بہلا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت سے شادماں ہو کر رہیں گے۔

اسی افراتفری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ "مقام سنح" سے واپس تشریف لے آئے اور رحلتِ نبوی پر آشوب سنا تو کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر تقریر فرما رہے ہیں اور مسلمان پوری توجہ اور یقین کے ساتھ سن رہے ہیں۔ آپ نے یہ کوائف دیکھنے کے ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا رُخ کیا۔ اجازت طلبی پر جواب آیا:

"آج کوئی شخص طلب اذن کا مکلف نہیں۔"

دالان میں ایک طرف پلنگ پر جسدِ رسول تھا، یمن کی خط دار چادر سے چہرہ مبارک ڈھکا ہوا ہے۔ ابوبکر نے دامن ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور زبان سے یہ کلمہ کہا:

Marfat.com

((ما اطیبك حیاً وما اطیبك میتاً))

''آپ کا جسم اطہر زندگی میں بھی کسی درجہ عطر بیز رہا اور انتقال کے بعد بھی اس کی شمیم آرائیوں میں کمی نہیں آئی۔''

اپنے دونوں ہاتھ رُخِ انور کا ہالہ بنائے اور فرق مبارک تکیہ سے ذرا اٹھا کر غور سے دیکھا تو چہرہ کی تنویر جوں کی توں ضیا پاش تھی۔ حضرت ابوبکر نے کہا:

((بابی انت وامی! اما الموتة التی کتب اللّٰہ علیك فقد ذقتھا ثم لن تصیبك بعدھا موتةً ابدًا))

''میرے ماں باپ نثار! اللہ کی طرف سے جو موت آپ کے لئے مقرر تھی واقع ہو چکی ہے، اب آپ کے لئے دوبارہ وفات پانے کا کوئی امکان نہیں!''

اس کے بعد سر مبارک جس طرح تکیہ سے لگا ہوا تھا اسی طرح رکھ کر چہرۂ انور پر ردا کا دامن اوڑھا دیا۔ اب مسجد میں تشریف لائے جہاں حضرت عمر کی تقریر ابھی جاری تھی۔ وہ مسلمانوں کو یقین دلا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت وارد نہیں ہوئی۔ مجمع نے حضرت ابوبکر کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے حضرت عمر کے قریب پہنچ کر انہیں خاموش رہنے اور اپنی تقریر سننے کی ہدایت کی، لیکن حضرت عمر نے بدستور اپنی تقریر جاری رکھی۔

حضرت ابوبکر نے مجمع کو اشارہ کیا:

''میں جو کچھ کہتا ہوں اسے غور سے سنا جائے۔''

اس مقام پر حضرت ابوبکر کا ہم پلہ کون ہو سکتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مصدق تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیل بنانے کے مجاز ہوتے تو ابوبکر کے سوا کوئی دوسرا اس عزت کا مستحق نہ ہوتا۔ اس لئے ان کی آواز کان میں پڑنے کے ساتھ ہی حضرت عمر کی طرف سے مجمع کا رخ پھر گیا اور تمام لوگ حضرت ابوبکر کی جانب مائل ہو گئے۔ ممدوح نے تقریر شروع کی اور حمد وثناء کے بعد فرمایا:

((ایھا الناس! ان من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیٌّ لا یموت))

''لوگو! جو شخص محمد کا عبادت گزار ہے اسے معلوم ہو کہ محمد وفات پا چکے ہیں، اور جو کوئی اللہ کا عبادت گزار ہے (اس پر واضح کیا جاتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔''

اس کے بعد یہ آیات تلاوت فرمائی:

((وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ)) (آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد نہیں مگر اللہ کے رسول اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں۔ پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پائیں یا ایسا ہو کہ لڑائی میں شہید ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں راہِ حق سے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی راہِ حق سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جو لوگ شکر گزار ہیں وہ وقت دور نہیں کہ اللہ انہیں ان کا اجر عطا فرمائے گا۔''

مجمع کا رُخ حضرت ابوبکر کی طرف دیکھ کر حضرت عمر خاموشی سے حضرت ابوبکر کی تقریر سنتے رہے۔ جب انہوں نے آیۃ

Marfat.com

مذکورہ پڑھی تو حضرت عمر کے پاؤں لڑکھڑا اُٹھے، زمین پر گر پڑے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین ہوگیا۔
جو مجمع ذرا دیر پہلے تک حضرت عمرؓ کا ہمنوا تھا، حضرت ابوبکر کی زبان سے یہ آیت سننے کے بعد ان کی کیفیت بھی متبدل ہوگئی۔
جیسے یہ آیت انہوں نے آج ہی سنی ہو۔ان کے ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا نقش قائم ہوگیا۔ ہر شخص کو یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے ''رفیق اعلیٰ'' کی معیت کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ (رفیق اعلیٰ) نے بھی آپ پر اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیا ہے۔

مسلمان گونہ پریشان تھے۔ بہر حال حضرت ابوبکر کی تقریر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین دلا دیا اور اپنے اپنے گھر لوٹ گئے۔ ایک گروہ (محلّہ) سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ (انصاری) کے ہاں جمع ہوا۔
مہاجرین میں سے چند حضرات اُسید بن حضیر کی معیت میں جناب ابوبکر کے ہاں (محلّہ) بنی اشہل کی طرف روانہ ہوئے۔
حضرت علی، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبیداللہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ میں آ کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

اتنے میں ایک شخص حضرت ابوبکر اور عمر کے پاس یہ خبر لایا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے سقیفہ میں انصار کا مجمع لگا رکھا ہے۔
انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ (دونوں حضرات) کو اُمت کے مصالح سے تعلق ہے تو انصار کے فیصلہ سے قبل سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچ جایئے۔

سقیفہ بنوساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول منتخب کر دیا گیا۔اس سے دوسرے روز مسجد نبوی میں اجتماع ہوا۔حضرت ابوبکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور جنابِ عمر نے سبقت فرماتے ہوئے (حمد وثناء کے بعد) مندرجہ ذیل تقریر کی:

((انی قد قلت لکم بالامس مقالۃ ما کانت ھما وجدتھا فی کتاب اللّٰہ ولا کانت عھدًا عھدہٗ الی رسول اللہ ولکنی قد کنت اریٰ ان رسول اللّٰہ سیدبر امرنا ویبقی فیکون اخرنا وان اللّٰہ قد ابقٰی فیکم کتابہ الذی بہ ھدی اللّٰہ رسولہٗ فان اعتصمتم بہ ھذاکم اللہ لما کان ھداہ اللّٰہ وان اللّٰہ قد جمع امرکم علی خیرکم صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وثانی اثنین اذھما فی الغار فقوموا وبایعوہ))

''صاحبو! کل جو کچھ عرض کیا، نہ وہ کتاب اللہ میں مذکور ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں میرے سامنے بیان فرمایا۔ میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں ایک خاص تدبیر فرما سکیں گے اور آپ کی رحلت ہمارے بعد ہوگی۔
دوستو! اللہ نے ہمارے سپرد وہ کتاب فرمائی جس کے ذریعے اپنے رسول کی رہنمائی کی۔ تم نے اس کتاب کے ساتھ تمسک کیا۔
تمہارے لئے بھی کامیابی کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ تم میں سے بہتر شخص (ابوبکر) کو اللہ نے تمہارا امر تفویض فرمایا، ابوبکر کو رسول اللہ کے ندیم خاص ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ قرآن ہی میں ارشاد ہے ''ثانی اثنین اذ ھما فی الغار'' پس اے مسلمانو! اٹھو! اور ابوبکر کی بیعت میں مسابقت کرو۔''

تقریر ختم ہونے کے ساتھ ہی ہر مسلمان نے ایک دوسرے سے سبقت کر کے بیعت شروع کر دی۔ گزشتہ کل کے بعد آج کی بیعت عامہ تھی اور اوّل الذکر بیعت خاصہ تھی۔

اتمامِ بیعت کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق نے منبر رسول پر تشریف لا کر یہ تقریر ارشاد فرمائی:

Marfat.com

((اما بعد! ایها الناس، فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم! فان احسنتُ فاعینونی وان اسأتُ فقومونی، الصدق امانة والکذب خیانة، الضعیف فیکم قویٌّ عندی حتّٰی اریح علیه حقهٗ ان شاء اللّٰه، والقویُّ فیکم ضعیفٌ عندی حتّٰی اخذ الحق منه ان شاء اللّٰه والا یدع قوم الجهاد فی سبیل اللّٰه الا ضربهم اللّٰه بالذلّ فان عصیت اللّٰه ورسولهٗ فلا طاعةٌ لی علیکم! قوموا، الٰی صلاتکم یرحمکم اللّٰه))

''اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا امیر بنادیا گیا ہے، حالانکہ میں آپ حضرات سے زیادہ لائق نہیں (یہ آپ کی خوشی!) بھلائی میں میری اعانت کرتے رہئے اور برائی کے موقع پر مجھے زجر فرما دیجئے۔ خیال رہے کہ راست گوئی، امانت داری میں داخل ہے اور کذب بیانی خیانت ہے۔ جوتم میں کمزور ہے میرے نزدیک قوی ہے جب تک اس کا حق دلوانہ دوں ان شاء اللہ۔! اور جابر میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں ایسے شخص سے مظلوم کا حق دلوانہ دوں، ان شاء اللہ! ہاں! جوقوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کوذلیل کرنے میں کمی نہیں رکھتا۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو اس حالت میں تم پر میری اطاعت کرنا واجب نہیں۔ اے دوستو! اب نماز ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، اللہ تم پر رحم کرے!''

مسلمانوں میں خلافت کے متعلق جو کشمکش جاری تھی، حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر سقیفۂ بنی ساعدہ اور اس کے بعد مسجد نبوی میں مجمع عام میں بیعت ہو جانے پر ختم ہو گئی، جس کے بعد جسد مبارک کی تجہیز و تدفین کا اہتمام شروع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس پلنگ پر ابدی نیند میں محو تھے وہ پلنگ بدستور اسی جگہ پر تھا۔ غم زدہ اقربا ارد گرد پریشان حال بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے مدفن کی تعیین پر گفتگو ہوئی جس میں تین مختلف رائیں تھیں:

1: مکہ معظمہ میں تدفین ہو جسے آپ کا مولد اور آپ کے اجداد کا وطن ہونے کا فخر حاصل ہے۔

2: بیت المقدس انبیائے کرام علیہم السلام کی آخری آرام گاہ ہونے کی وجہ سے، لیکن مسلمان اس پر متفق نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ ابھی تک بیت المقدس پر نصرانی رومی حکومت کا قبضہ تھا جن کی پشتینی دشمنی نے مسلمانوں کو کبھی چین نہ لینے دیا۔ مسلمانوں کے دل سے جنگ موتہ اور غزوۂ تبوک دونوں کا داغ ابھی تک مندمل نہ ہوا تھا کہ ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم سے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کے لئے جیشِ اُسامہ کو اسی فلسطین پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا جس میں شہر بیت المقدس واقع ہے اور مسلمان مکہ معظمہ کو بھی آپ کا مدفن بنانے پر رضامند نہ ہو سکے۔

3: مدینۂ منورہ، جس بستی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کے لیے اپنے دروازے کھول دیئے، جہاں کے باشندوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی سعادت حاصل کی، جس شہر نے سب سے پہلے اسلام کا علم بلند کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اس رائے پر تمام مسلمان متفق ہو گئے۔

اب مرقد کے لئے جگہ کی تعیین پر گفتگو ہوئی اور اس میں بھی مختلف رائیں پیش ہوئیں:

1: مسجد نبوی میں منبر کی جگہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو کر خطبہ سناتے۔

Marfat.com

2: مصلیٰ کی جگہ۔ جہاں پر امامتِ صلوٰۃ کے لئے قیام فرماتے۔

مرقد کے متعلق یہ دونوں رائیں اُم المومنین سیدہ عائشہ کی اس روایت کی وجہ سے مسترد ہوگئیں کہ ''علالت کے آخری مرحلہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی ردا اوڑھ رکھی تھی دفعتاً تکلیف بڑھ گئی جس کے اثر سے کبھی ردا کا دامن چہرہ مبارک پر پھیلا دیتے اور کبھی دامن کو رُخِ انور سے سرکا کر دوسری طرف پھینک دیتے۔ اسی اضطراب میں زبانِ مبارک سے یہ الفاظ صادر ہوئے:

((قاتل اللّٰہ قومًا اتخذوا قبور انبیاء مساجدًا))

''اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو ہلاک کیے بغیر نہیں رہتا جو نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالے۔''

ام المومنین کی اس روایت سے مسجد نبوی کے اندر تدفین کا ارادہ ختم ہوگیا لیکن مرقد کی تعیین کا مرحلہ ابھی باقی تھا کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر تشریف لے آئے۔ انہوں نے فرمایا:

((سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض))

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ نبی کی روح جس مقام پر قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے اس قطعۂ زمین کو ان کے مرقد بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔''

جس کا شرف اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے مقدر میں تھا۔ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ بھی آپ کا حُجرہ قرار پائے۔ (مرقد کی تعیین کے بعد) پلنگ جس مقام پر لگا ہوا تھا، وہیں قبر کھودی گئی۔

((عن یزید بن بلال، سمعت علیا یقول: اوصنی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان لا یغسله احد غیری، فانه لایری احد عورتی الا طمست عیناه، قال علی رضی الله عنه: فکان العباس واسامة یناولانی الماء من وراء الستر۔ قال علی: فما تناولت عضوا الا کانه یقلبه معی ثلاثون رجلا حتی فرغت من غسله))

''یزید بن بلال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ میرے (علی کے) علاوہ کوئی اور ان کو غسل نہ دے اور فرمایا: جو میری پردہ گاہ کو دیکھے گا وہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت عباس اور اسامہ میرے ہاتھ میں پانی پکڑاتے رہے اور میں کپڑے کے نیچے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو غسل دیتا رہا اور بدن کے جس حصہ کو بھی دھویا گیا کہ تیس مرد بدن کو حرکت دینے میں میری مدد کرتے رہے، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے سے فارغ ہوا۔''

کفن تین چادروں سے دیا گیا جن میں دو چادریں قریۂ صحار (یمن) کی بنی ہوئی تھیں اور ایک چادر دھاری دار تھی۔ تکفین سے فارغ ہونے کے بعد فی الحال جسد مبارک کو اپنے حال پر چھوڑ کر زیارت کے لئے پردہ ہٹا دیا گیا۔ زائرین مسجد سے گزر کر آخری دیدار کے لئے آنے لگے اور درود وسلام پڑھ کر بادیدۂ حسرت واپس لوٹتے گئے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حجرہ میں داخل ہوئے تو زائرین کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ دونوں حضرات نے مسلمانوں کی معیت میں نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر ہر شخص اپنی جگہ پر خاموش کھڑا ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

((السلام علیك یا رسول اللّٰه! ورحمت اللّٰه وبرکاتهٗ، نشهد ان نبی ورسوله قد بلغ رسالة ربهٖ وجاهد فی سبیلهٖ حتّٰی اتم اللّٰه النصر لدینهٖ وانهٗ وفّٰی بوعدهٖ وامر الّا نعبد اِلّا اللّٰه وحدهٗ لا شریك له))

''السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ہم سب گواہ ہیں کہ اللہ کے نبی اور رسول نے اپنے پروردگار کی رسالت پہنچا دی۔ اس کی راہ میں اس وقت تک جہاد جاری رکھا کہ جب تک اللہ نے اپنے دین کی نصرت نہ فرما دی۔ ہم اس پر بھی گواہ ہیں کہ اللہ کے رسول نے اللہ کے ساتھ جو میثاق کیا تھا، اسے حرف بحرف پورا کر دیا اور لوگوں سے فرمادیا کہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے۔''

جنابِ ابوبکر کے ہر جملہ پر حاضرین صدقِ زبان سے تائید کرتے اور موقعہ بموقعہ آمین پکارتے۔

مردوں کے حجرہ سے باہر آ جانے کے بعد عورتیں آئیں۔ ان کے بعد بچے آئے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی حسرت میں چہرۂ مبارک پر نظر کرتے۔ آپ کی وفات کی وجہ سے ہر زن و بچہ دین کے انجام پر خائف تھا۔

صحابہ کرام جب تعیینِ خلیفہ کے فریضہ سے فارغ ہو گئے تو نماز جنازہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تمام مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا:

''آپ اس نماز میں امامت کے فرائض انجام دیں۔''

مگر آپ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں امام تھے، اب موت کے بعد بھی وہی امام ہیں، کسی دوسرے امام کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔''

چنانچہ حجرۂ شریفہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے طے پایا کہ دس دس آدمی حجرہ میں داخل ہو کر نماز پڑھتے جائیں اور نکلتے جائیں۔ پہلی صف جو اس نماز کے لئے حجرہ شریفہ میں بنی اس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے، سب نے چار تکبیروں سے آنحضور پر نماز جنازہ پڑھی۔

جب تمام مسلمان کیا مرد' کیا عورتیں' کیا بوڑھے' کیا جوان' کیا آزاد اور کیا غلام نماز جنازہ سے فارغ ہو چکے تو دفنِ رسول کے لیے مشورہ کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کے رسول جہاں فوت ہوتے ہیں وہاں ہی دفن کیے جاتے ہیں' میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔''

پس تمام صحابہ کرام نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح صادق ہونے سے پہلے دفن کر دیا گیا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور : ہم رسول اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں:

Marfat.com

السلام علیك یا رسول اللّٰہ

السلام علیك یا حبیب اللّٰہ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے امانت ادا کر دی، پیغام رسالت کما حقہ پہنچا دیا۔ امت کی خیر خواہی کی اور تا دم آخر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اور اس سے بھی محبت رکھتے ہیں جو آپ سے محبت کرتا ہے، اس امید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے فضل، اپنے عفو عام اور اس ذخیرہ محبت کے صدقے ہمیں روز قیامت آپ کی معیت میں اٹھائے اور ہمیں آپ کے حوض پر لا کھڑا کرے اور ہم اس سے بڑی آسانی اور سکون کے ساتھ اور خوشی خوشی ایسا گھونٹ پانی کا پئیں جس کے پینے کے بعد ہم پھر کبھی بھی پیاسے نہیں ہوں گے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے لیے یہ بہت بڑی سعادت اور بہت بڑی خوشی ہوگی اور جب خوشبوؤں سے مہکتی ہوئی سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ہم دہرا رہے ہوتے ہیں تو یقیناً ہم اس کے اثرات کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں محسوس کرتے ہیں۔

یادوں کے ان واقعات اور اسی ماحول میں ان کے ذریعے سے ہم اپنے نفوس کو معطر بناتے ہیں، اپنے ایمانوں کو تقویت دیتے ہیں، اپنی ہمتوں کو تیز کرتے ہیں اور ان سے اپنے جذبات کو بھر دیتے ہیں۔ مگر سیرت طیبہ کے اس ذکر میں نہ تو کوئی تبدیلی لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی انداز بدعت وضلالت اختیار کرتے ہیں۔ یہ تو محض ان معزز یادوں کی گونج ایک گونہ تکرار اور ان کا پیچھا کرنا ہے جس نے کائنات کو رونق اور خوشی سے اس صورت میں بھر دیا ہے، جس صورت میں یہ امت ہمیشہ ہمیشہ شعلہ ایمان سے روشنی حاصل کرتی رہے گی تاکہ اس روشنی کے صدقے امت محمد علی صاحبہا السلام کی آنے والی نسلوں کے سامنے نسلاً بعد نسلٍ لگا تار ان کا راستہ روشن رکھ سکے اور وہ حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کی محبت کے وارث ہوتے رہیں۔ اس سے ان کا ایمان مکمل ہو اور قیامت میں آپ کی معیت میں ہوں اور یہی بات آپ ﷺ اس بدو سے فرماتے ہیں جو آپ کی خدمت میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوتا ہے، عرض کرتا ہے:

''یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟''

آپ علیہ ازکی الصلوٰۃ التسلیم اس سے فرماتے ہیں:

((وماذا اعددت لھا؟ قال الاعرابی ما اعددت لھا کثیر صلاۃ ولا صیام ولا صدقۃ الا انی احب اللّٰہ ورسولہ))

''بھلا آپ نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟''

بدو نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں نے اس کے لیے نہ تو بہت ساری نمازیں تیار کی ہیں، نہ بہت سارے روزے اور نہ ہی صدقے مگر ایک بات ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو جو جواب دیا، وہ اس کو مطمئن کرنے والا اور ایک مکمل جواب تھا۔ جس نے آپ ﷺ کی محبت کو اس کی دل کی گہرائیوں میں پہنچا دیا وہ جو آپ کی محبت کی طرف اسے بلانے والا تھا اور اس سے اس کے نفع مند اور فیض یاب ہونے کو یقینی بنا رہا تھا وہ جو آپ ﷺ نے اسے ایک ایسے جامع کلمے میں دیا جس کا شمار آپ کے جوامع الکلم میں ہوتا ہے، وہ یوں ہے:

Marfat.com

(("المرء مع من احب"))

"آدمی کا حشر اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے۔"

راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس پر اپنے قول سے یوں تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((مارایت المسلمین فرحوا بعدالا کفرحھم بذلك))

"میں نے مسلمانوں کو دولت اسلام سے مالا مال ہونے کی خوشی کے بعد کسی اور بات سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا اس کلمے سے انہیں خوش ہوتے دیکھا۔"

بلاشبہ ان حضرات نے آپ ﷺ سے محبت کی، آپ کی مدد کی اور ہمیں جناب سے محبت کے مطلب سے روشناس کرایا۔

(("انھم رجال صدقوا فیما عاھدوا اللّٰہ علیہ"))

"بے شک یہ وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے اپنے عہد اور جناب رسول اللہ کی محبت میں اور آپ کے ساتھ ایمان رکھنے میں سچے ثابت ہوئے۔"

اور انہوں نے کہا:

(("ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا"))

"اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان لانے کے لیے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔"

انہوں نے دعوت اسلام کی راہ میں اپنی جانوں کو ستا سمجھتے ہوئے نچھاور کر دیا، جھک گئے، تواضع اختیار کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی آوازیں دھیمی کیں۔ جناب رسول اللہ کی خاطر اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔ ایمان بالغیب اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ان سے عجیب وغریب باتوں کا ظہور ہوا اور آخرت کو دنیا پر، ہدایت کو حصول مال پر ترجیح دی اور سنو اب ہم پر اس معزز مہینہ میں خوشبوؤں بھری یاد سایہ فگن ہے۔ ماہ ربیع الاول کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اس مہینہ میں آپ مدینہ تشریف لائے، اپنے دوست کے ہمراہ مکہ کے زیریں علاقہ میں واقع جبل ثور (ثور پہاڑ) کی ایک غار کی طرف نکلے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

(("ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللّٰہ معنا"))

"صرف دو جانیں جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے: غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

پھر اسی مہینہ میں حضرت ابو بکر صدیق کی معیت میں آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہوئی۔ جس نے آپ کو اپنے سب سے پسندیدہ خطہ زمین کی طرف نکالا اور یہ بڑا پاکیزہ موقع ہے، جس میں ہم معطر یادوں کی خوشبوؤں دوبارہ سونگھ کر لطف اندوز ہو رہے ہیں اور کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے ضابطوں کے مطابق ہم سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ میں مگن ہوتے ہیں۔ جب ہم ایسا عمل کرتے ہیں تو گویا ہم جناب رسول اللہ کے اصحاب کے طریقہ پر چلتے ہیں۔

ایک حدیث میں جس کی روایت امام نسائی نے کی ہے، یوں آیا ہے:

"ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ اپنے حلقہ احباب میں تشریف لائے۔ ان سے پوچھا: تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا

Marfat.com

ہے؟انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم یہاں اس لیے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور جو اس نے ہمیں اپنے دین کا راستہ دکھایا ہے اور آپ کو ہماری طرف مبعوث کر کے ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر اس کی حمد بجالائیں۔فرمایا: کیا اللہ کی قسم دے کر کہتے ہو! کیا تمہیں اس چیز نے یہاں بٹھایا ہے؟ عرض کیا: بخدا! ہم صرف اس لیے بیٹھے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے اس لیے قسم نہیں لی کہ تم پر کسی قسم کی کوئی تہمت ہے۔میرے پاس تو جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں۔انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت میں تم پر فخر فرمارہا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء نے ایسے طریقے ایجاد کیے جن کے ساتھ تمسک گویا اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عملاً بجالانا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قوی کرنا ہے۔کسی کو ان میں کسی قسم کا تغیر کرنے اور انہیں تبدیل کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔جو شخص ان کی مخالفت کرے اس کی رائے کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''بلاشبہ جو ان کی پیروی کرے گا وہی ہدایت یافتہ ہے اور اگر ان کے ذریعے اور ان پر عمل پیرا ہو کر غلبہ چاہے تو وہی موید و منصور ہے اور جو ان کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستہ کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں پھیر دے گا جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم رسید کرے گا۔بے شک وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔'' (القرآن)

ہم کتاب عزیز میں اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کرتے ہیں جو پہلے گزر چکا ہے:

''اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے مہربان پائیں گے۔''

اور اللہ تعالیٰ کے ان درج ذیل اقوال پر غور و فکر کرتے ہیں:

((''من یطع الرسول فقداطاع اللّٰہ ومن تولی فماارسلنک علیھم حفیظا''))

''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔''

((''لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللّٰہ والیوم الاخر وذکر اللّٰہ کثیرا''))

جب ہم ان مذکورہ بالا آیات میں سوچ بچار کرتے ہیں تو ان کے اندر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی محبت کا حکم جھلکتا ہوا نظر آتا ہے اور ان میں ہمیں آپ کے مقام و مرتبہ کی وضاحت اور مسلمانوں کے دلوں میں اس سلسلہ میں جو کچھ ہونا ضروری ہے، دکھائی دیتا ہے۔پھر ہم آپ کی اس حدیث پر غور و خوض کرتے ہیں جس مین آپ حضرت عمر کو خطاب فرماتے ہیں، جس دن حضرت عمر نے آپ سے عرض کی:

((انک یا رسول اللّٰہ احب الی من کل شیء الانفسی قال :لاوالذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک فقال عمر فانک الان واللّٰہ احب الی من نفسی ''قال الآن یا عمر''))

''اے اللہ تعالیٰ کے رسول! بے شک آپ مجھے ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہیں، سوائے میری اپنی جان کے۔فرمایا: نہیں! قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں (تم کامل ایمان مسلمان نہیں بن سکتے) حضرت عمر نے عرض کیا: بے شک اب آپ بخدا مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔فرمایا: اب اے عمر!

Marfat.com

یعنی اب آپ کامل الایمان ہیں۔"
اس طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے بڑے صریح اور واضح انداز میں محض اپنی محبت کے ذریعے سے ہی ایمان کامل ہونے کی وضاحت فرمادی۔ پھر ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں بھی غور وخوض کرتے ہیں جس میں آپ اس محبت میں شرک کے انجام سے ڈراتے ہیں جس کی وضاحت خود جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں یوں فرمائی ہے:
"میری مدح میں اتنا غلو نہ کیجئے جس کی قدر نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی مدح میں کیا۔"
نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی مدح میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ انہوں نے طاقت وقدرت کے لحاظ سے انہیں اللہ کا شریک وہمسر ٹھہرالیا اور کہنے لگے:
"وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ وہ تینوں ہستیوں کے تیسرے ہیں۔"
چنانچہ ان کی محبت ایک ایسی محبت ہے جس میں شرک کی آمیزش ہے اور اس محبت کو بدعت نے خراب کر دیا اور ان کو (Labyr anth) بھول بھلیاں میں لا کھڑا کیا۔ اور انہوں نے ان کی محبت میں اتنا مبالغہ کیا جس کا آپ نے ان کو حکم نہیں دیا تھا۔ چنانچہ اس حقیقت کو قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے:
((" کبرت کلمته تخرج من افواههم ان يقولون لا كذبا"))
اور قیامت کے دن گواہوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کے اس جھوٹ کی قباحت کا انکشاف فرمائے گا۔
کتاب عزیز یوں گویا ہے:
((" واذقال اللّٰه يا عيسى بن مريم أ انت قلت للناس اتخذونی وامی الهين من دون اللّٰه قال سبحانك مايكون لی ان اقول ماليس لی بحق ان كنت قلته فقدعلمته تعلم ما فی نفسی ولااعلم ما فء نفسك انك انت علام الغيوب"))
اس لیے حدیث شریف وارد ہوتی ہے جو اس مدح سرائی کی حدود، اس کے مراحل اور اس کے خطرات کی وضاحت کرتی ہے اور اس محبت سے باخبر کرتی ہے جس میں شرک کی آمیزش ممکن ہے۔ چنانچہ بڑے واضح انداز میں اس صورت کا نصاریٰ کی حضرت عیسیٰ کی ثناء خوانی کے ساتھ تعلق جوڑ دیا۔
مگر جہاں تک آپ کی محبت، آپ کی تعظیم، آپ کے جلال واکرام اور آپ کی اتباع کا تعلق ہے تو ان سب پر آپ نے ہمیں آمادہ فرمایا ہے اور راہِ راست کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:
((" ان اعرفكم با اللّٰه انا"))
"بے شک تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا میں ہوں۔"
اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور ہر اس عمل کی محبت جو مجھے تیرے قریب کر دے۔ یہاں تک کہ آپ کے لیے ہماری محبت ایسی مثبت اور موثر صورت اختیار کرتی ہے جو اپنے پاکیزہ نتائج لانے کا سبب بنتی ہے۔ بے شک اس محبت کو صحیح طریقہ کار کے ساتھ ربط پیدا کرنا ہمارے لیے واجب ہے۔ اس طریقہ کار کا

Marfat.com

قرآن کریم یوں اعلان کر رہا ہے:

(("قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ"))

اسوۂ حسنہ کو بطور مثال اپنے سامنے رکھنے کا جو درج ذیل حکم ہے۔اس کے ساتھ ہماری اس محبت کا تعلق ہونا ضروری ہے:

(("لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الاخر"))

"بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے،اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرے۔"

جناب رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((من احب سنتی فقد احبنی ومن اجبنی کان معی فی الجنۃ))

"جس شخص نے میری سنت سے محبت کی بے شک اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔"

جناب رسول کریم ﷺ سے آپ کی سنت کے بارے میں پوچھا گیا۔فرمایا:

(("المعرفۃ رأس مالی والحب اساسی والشوق مرکبی وذکراللّٰہ انسی والتقی کنزی والحزن رفیقی والعلم سلاحی والصبر ردائی والرضی غنیمتی والمجزفخری والزھدحرفتی والیقین قوتی والصدق شفیعی والطاعۃ حسبی والجھادخلقی وقرۃ عینی فی الصلاۃ"))

"معرفت میرا سرمایہ ہے۔محبت میری بنیاد اور اصل ہے۔شوق میری سواری ہے۔ذکر الٰہی میرا مونس و غمخوار ہے اور تقویٰ میرا خزانہ ہے۔غم میرا ساتھی ہے،علم میرا ہتھیار ہے،صبر میری چادر ہے،رضا میرے لیے غنیمت ہے،عجز میرا فخر ہے،زہد میرا پیشہ ہے،یقین میری قوت ہے،سچائی میری شفیع ہے،اطاعت میرا حسب ہے،جہاد میرا خلق ہے،نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

ایک اور حدیث میں درج ذیل کلمات بھی مروی ہیں:

(("وثمرۃ فوادی فی ذکرہ وعملی لاجل امتی وشوقی الٰی ربی عزوجل"))

"میرے دل کا پھلنا پھولنا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے اور میرا عمل میری امت کے لیے ہے اور میرا شوق میرے رب عزوجل کی طرف ہے۔"

یہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت یا آپ کا طریقہ یا اسلوب جس کے ساتھ تمسک ذکر حکیم کی آیات کے بعد ہے۔

چنانچہ سورۃ الحشر میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وماآتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا))

"جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔"

Marfat.com

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الاحزاب میں فرماتا ہے:

((وماکان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضی اللّٰہ ورسوله امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم))

”نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمائیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔“

اللہ کے رسول کی محبت وہ منزل ہے جس کی طرف مسلمان سبقت کرتے ہیں، اور جس پر مر مٹتے ہیں اور اس تک پہنچنے کی کوشش میں عمل پیرا ہیں اور کیوں نہ ہوں آپ وہی تو ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ساتھ یوں تعریف فرمائی ہے:

((”وانك لعلی خلق عظیم“))

اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو مومن کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کرنے والا اور رحم کرنے والا بنا کر بھیجا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بذات خود بھی اس کے فرشتے بھی آپ پر درود بھیجتے ہیں۔

((ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی یاایھاالذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما))

چنانچہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((”اناارسلنك شاھداومبشراونذیرا لتؤمنوابالله ورسوله وتعذروہ و توقروہ“))

”اے نبی! ہم نے آپ کو حاضر ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نبی کی عزت کرو اور ان کی توقیر بجا لاؤ۔“

فرمایا:

((یاایھاالذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسوله واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم))

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو! بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔“

فرمایا:

((”یاایھاالذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی“))

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی سے۔“

((”لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا“))

”رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عباس اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی قدر کرو اور آپ ﷺ کی تعظیم کرو۔

مبرد نے اس کی تفسیر میں کہا:

”آپ کے مرتبے کو پہچانو اور آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔“

روایت کی گئی ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی:

”واللہ! اے اللہ کے رسول! میں اب ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ کے ساتھ ایسے کلام کروں گا جیسے ایک سرگوشی کرنے والا کرتا ہے۔“

حضرت عمر فاروق جب بھی رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرتے تو ایسے کرتے جیسے کوئی کانا پھوسی کرنے والا کرتا ہے۔“

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص سے روایت کی گئی ہے، انہوں نے کہا:

((ما کان احد احب الی من رسول اللّٰہ ولا اجل فی عینی منه وما کنت اطیق ان املأ عینی من اجلاله ولو سئلت ان اصفه ما اطقت لانی لم اکن املأ عینی منه))

''جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھے کوئی بھی محبوب نہ تھا اور نہ ہی میرے نظر میں آپ سے زیادہ کوئی معزز مکرم تھا مگر اس کے باوجود آپ کی عزت واکرام کے باعث میں نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر مجھ سے آپ کا سراپا بیان کرنے کو کہا جائے تو یہ بھی میری وسعت میں نہیں کیونکہ میں نظر بھر کر کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ سکا۔''

ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار میں سے اپنے بعض صحابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر بھی موجود ہوتے۔ سوائے ابوبکر اور عمر کے کوئی بھی حضور ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے رہتے اور آپ ان کی طرف دیکھتے۔ وہ دونوں آپ کو دیکھ کر تبسم کرتے اور آپ بھی ان کو دیکھ کر مسکراتے۔

ابراہیم التجیبی کہتے ہیں:

''ہر مومن کے لیے واجب ہے کہ جب بھی وہ آپ ﷺ کا ذکر کرے یا اس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ جھک جائے، عاجزی اختیار کرے، باوقار رہے، کسی قسم کی نقل وحرکت نہ کرے اور آپ ﷺ کی ہیبت اور عظمت ایسے اس پر طاری ہو جائے جیسے اگر وہ آپ کے سامنے موجود ہوتا تو اس پر طاری ہوتی۔''

امیر المومنین ابوجعفر منصور نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حضرت امام مالک سے مناظرہ کیا۔ حضرت امام مالک نے اس سے فرمایا:

((امیر المومنین ولا ترفع صوتك فی هذا المسجد فان اللّٰہ تعالیٰ ادب قوماً فقال:
(لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی))(سورۃ الحجرات)

''اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کیجیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی سرزنش کی اور ان کو ادب سکھاتے ہوئے ان سے فرمایا: اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آوز سے بلند نہ کرو۔''

اور ایک قوم کی تعریف فرمائی اور ان کے بارے میں فرمایا:

((ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول اللّٰہ اولئك الذین امتحن اللّٰہ قلوبهم للتقویٰ))

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے ذریعے پرکھ لیا ہے۔''

ایک اور قوم کی ملامت کی اور فرمایا:

((ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون))

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارا ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔''

بے شک وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی حرمت ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کی اس دنیا کی زندگی میں تھی۔ چنانچہ ابوجعفر منصور یہ آیات سن کر جھک گیا۔

Marfat.com

مصعب بن عبداللہ نے کہا کہ حضرت امام مالک کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تھا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جھک جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت آپ کے ہمنشینوں پر بڑی گراں گزرتی۔ اس بارے میں ایک دن آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا:

"جس چیز کے میں نے دیکھا ہے اگر تم نے دیکھا ہوتا تو تم جو میری ایسی حالت دیکھتے ہونا گوار نہ گزرتی۔"

میں محمد بن المکندر جو سید القراء تھے کو دیکھتا تھا کہ جب بھی ہم ان سے کوئی حدیث پوچھتے تو وہ رونے لگ جاتے۔ یہاں تک کہ ہمیں ان پر رحم آ جاتا اور میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا۔ وہ بہت زیادہ دعا کرنے والے اور مسکرانے والے تھے۔ جب بھی ان کے ہاں جناب نبی کریم ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا اور میں انہیں بغیر وضو کے کبھی بھی جناب نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے نہیں دیکھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ذکر اور ان کی صفت آسمانی کتابوں میں درج ذیل طریقے سے آئی ہے۔

احمد نے عطا بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی جو صفات مذکور ہیں مجھے بتایئے۔ انہوں نے کہا: اچھا! بخدا! تورات میں بھی آپ کی ویسی ہی صفات مذکور ہیں جیسی قرآن کریم میں: اے غیب کی خبر دینے والے! ہم نے آپ کو گواہ، جنت کی خوشخبری دینے والا، جہنم کا ڈر سنانے والا، ان پڑھ لوگوں کی پناہ گاہ اور عرب کے امیوں کی حفاظت گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل (توکل کرنے والا) رکھا ہے۔ آپ سخت گیر، سخت دل، اور بازاروں میں شور وشغب کرنے والے نہیں۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ وہ کج رو ملت کو راہ راست پر نہ لے آئیں۔ اور وہ یہ اقرار نہ کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو کھول دے گا۔ بہرے کانوں اور بستہ دلوں کو (یعنی دھیان دینے والے دلوں کو) واگزار کر دے گا۔"

امام بخاری نے عبداللہ اور سے اور بیہقی نے ابن سلام سے بعینہ اسی طرح کی ایک حدیث روایت کی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے:

(("حتى يقيم به الملة العوجاء"))

"حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دے گا۔"

ابن اسحاق نے کعب الاحبار سے اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے اور بیہقی نے حضرت عائشہ سے مختصر بیان کیا ہے۔ وہب بن منبہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یوں وحی کی:

"اے داؤد! بے شک عنقریب تیرے بعد ایک نبی تشریف لائے گا۔ اس کے نام نامی احمد و محمد ہوں گے۔ صادق (سچ بولنے والا) ہوگا، سردار ہوگا۔ میں اس پر غصہ نہیں ہوں گا اور وہ کبھی بھی مجھے ناراض نہیں کرے گا۔ پیشتر اس کے وہ میری نافرمانی کرے، میں نے اس کے پہلوں اور بعد والوں کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ اس کی امت پر رحم کیا گیا ہے۔ میں نے ان کو اتنے نوافل عطا کیے ہیں جتنے تمام انبیاء سابقین کو عطا کیے تھے اور ان پر اتنے فرائض فرض کیے ہیں جتنے تمام سابقہ انبیاء اور رسل علیہم السلام پر فرض کیے تھے۔ حتیٰ کہ روز قیامت وہ میرے پاس آئیں گے اور ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہوگا۔ یہاں تک کہ آخر میں فرمایا: اے داؤد! میں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔"

Marfat.com

سعید بن ابی ہلال سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کعب احبار سے کہا کہ مجھے حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت کے بارے میں کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا: میں ان کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یوں پاتا ہوں:

''بے شک احمد اور ان کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد ثناء بیان کرنے والے ہوں گے۔ وہ ہر خیر اور شر کے موقع پر اللہ عزوجل کی حمد بجالائیں گے۔ ہر اونچی جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ اور ہر اترنے کی جگہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ فضائے آسمانی میں ان کی پکار بلند ہوگی۔ (دوی الصوت وہ آواز ہوتی ہے جو بلند نہ ہو) ان کی نماز میں ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہوگی جیسے شہد کی مکھیوں کی چٹانوں پر ہوتی ہے۔ وہ نماز میں فرشتوں کی صفوں کی مانند صفیں باندھیں گے اور لڑائی میں بھی ان کے جیسی صفیں ہوں گی جیسے نماز میں صفیں باندھتے ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے تو فرشتے ان کی امداد و حفاظت کے لیے تیز نیزے سے لے کر ان کے آگے پیچھے ہوں گے اور جب اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے صف میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ایسے سایہ فگن ہوگی اور ایسے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوگی جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں پر اپنے پروں کو پھیلا دیتی ہیں اور وہ دشمنوں پر حملہ آور ہونے سے کبھی بھی گریز نہیں کریں گے۔''

انہوں نے دوسری اسناد کے ساتھ کعب کے حوالے سے بھی اس قسم کی حدیث کی روایت کی ہے، اس حدیث کا مضمون یوں ہے:

''آپ ﷺ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے اور ہر اونچی جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کریں گے۔ سورج پر نظر رکھنے والے ہوں گے (رعاۃ الشمس: سورج کے نگہبان یعنی اپنی نمازوں کے اوقات معین کرنے کے لیے سورج پر نظر رکھیں گے۔) وہ وقت پر پانچوں نمازیں پڑھیں گے خواہ انہیں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر بھی کیوں نہ ادا کرنا پڑیں۔ وہ اپنے جسموں کے درمیانی حصوں پر ازار بند باندھیں گے۔ وضو کے وقت اپنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور سر دھوئیں گے۔''

انہوں نے دوسرے واسطوں سے بھی یہ حدیث کعب سے بڑی طوالت کے ساتھ روایت کی ہے۔

اسی طرح یعقوب بن سفیان الفسوی الحافظ نے حضرت حسین بن علی سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے ماموں ہند ابی ہالۃ جو حضور ﷺ کا سب لوگوں سے بڑھ کر وصف بیان کرنے والے تھے، سے جناب رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ وہ اس کے بارے مجھ سے قدرے بیان کریں تاکہ آپ کا کچھ تصور میرے ذہن میں آئے۔ انہوں نے میری گزارش پر آپ ﷺ کا حلیہ یوں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ بڑے عالی قدر، انتہائی معزز اور بلند مرتبت شخصیت تھے۔ آپ کا رخ انور ایسے چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ آپ درمیانہ قد والے آدمی سے ذرا لمبے تھے، (مــربــوع وہ ہوتا ہے جو دراز قد اور پست قد کے بالکل درمیان درمیان ہو) اور دراز قد اور کم گوشت والے سے ذرا چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ آپ کے بال مبارک نہ ہی بالکل چھلے دار یعنی گھنگھریالے اور نہ بالکل لٹکے ہوئے تھے۔ آپ چمکتے دمکتے رنگ اور کشادہ پیشانی والے تھے۔ بھویں مبارک لمبی اور قوس کی مانند ٹیڑھی تھیں۔ آپ ﷺ کی بھویں باریک اور گھنی تھیں مگر ملی ہوئی نہ تھیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جایا کرتی تھی۔ یعنی غصہ کی وجہ سے اس میں خون بھر جاتا تھا۔ (کتب خصائل)

ہم اللہ تعالیٰ کے رسول محمد بن عبداللہ ﷺ سے محبت کیسے نہ کریں؟ وہ تکمیل انسانیت اور ارتقائے بشریت کی اعلیٰ مثال اور بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے رب نے ان کی تربیت کی اور بہت عمدہ طریقہ سے کی اور آپ کو تمام لوگوں کی طرف خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((یتلوعلیھم آیاتہ ویز کیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ))(آل عمران ۶۳،القرآن الکریم)
''ان پر اس کی آتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔''
بے شک ہماری اس دنیا نے نماز کے اندر رچی بسی طویل تاریخ میں کبھی بھی کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں بیک وقت وہ ساری صفات جمع ہوگئی ہوں جو حضرت محمد بن عبداللہ کے لیے جمع ہوگئی تھیں۔ آپ بچے تھے مگر دوسرے بچوں کی طرح نہیں لڑکے تھے مگر دوسرے لڑکوں کی طرح نہیں، جوان تھے مگر دوسرے جوانوں سے مختلف، نبی تھے مگر انبیاء سے نرالے۔ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کی وہ واحد اور منفرد صنعت اور بناوٹ تھے جس کی نظیر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آپ کا خلق بنایا اور آپ کو دعوت حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ انسانیت کو کمال کی طرف دعوت دیں۔ جب ہم عقل کا تذکرہ کریں تو آپ کو عقلی لحاظ سے پختہ، کامل اور روشن عقل والا پاتے ہیں۔ آپ غور وفکر کرتے تھے، سوچ و بچار میں کھو جاتے تھے اور آپ نے بہت پہلے سے اس حقیقت کبریٰ کی طرف راہ پالی تھی اور جس شرک، کفر اور گمراہی کو آپ کی قوم نے اختیار کیا ہوا تھا آپ اس کو رد کر دیتے ہیں۔ آپ کسی بت کو سجدہ نہیں کرتے تھے، آپ ان کے ساتھ مل کر کسی بت کے لیے عید نہیں مناتے تھے۔ شراب نوشی کے قریب تک نہیں پھٹکتے تھے۔ جوا نہیں کھیلتے تھے اور اولاد قریش میں سے جو کچھ آپ کے ہمعصر کرتے، وہ آپ بالکل نہیں کرتے تھے۔ آپ سوچ بچار کے لیے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار فرماتے اور اس دنیا اور اس دنیا کے بنانے والے کی پوچھ گچھ اور چھان بین میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ یہ نوجوان قوت وفوقیت، عقل اور نقائص سے مبرا دانائی کے جس درجہ پر فائز تھا قریش نے اس کو محسوس کرلیا تھا۔ جب بھی ان کی مشکلات بڑھ جاتیں اور ان کا حل ناممکن ہو جاتا تو آپ سے مدد لیتے اور آپ کا دامن پکڑتے اور حقیقت وجود کی تلاش میں اپنے نفس سے مناقشہ ومجادلہ اور مذاکرہ کرتے اور ہم میں سے ہر ایک قصہ تحکیم سے خوب واقف ہے اور اسے یہ بھی پتہ ہے کہ جب کہ قبائل کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہوگئی، بعض نے اپنے خون کی نذر مان لی، اسے چاٹ بھی لیا اور لڑائی کے لیے تیار ہوگئے تو کیسے قریش نے آپ کو ثالث چن لیا۔ یہ تو بعثت سے پہلے کی بات ہے، مگر بعثت کے بعد دعوت کے معاملات کی تدبیر اور صحیح سمت کی طرف اس کا رخ موڑنے کے سلسلہ میں اس قوت، عقل اور اس عظیم صلاحیتوں کا ظہور ہوا جو اس دعوت کی اشاعت، اس کی نشوونما اور اس کی راہ میں تمام رکاوٹوں اور محاذ آرائی کے سارے محاذوں پر حصول غلبہ کی ضامن بنیں، جو اس وقت ظہور پذیر ہوئے حالانکہ آپ اس دعوت کے اصولوں کی بنیاد رکھ رہے تھے اور جن ستونوں پر یہ قائم تھی انہوں مستحکم بنا رہے تھے۔

یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا کلام ایک لڑی کے موتی ہیں جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہیں۔ جب کبھی ہم فصاحت، بلاغت اور شیریں کلام کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فوراً ہی ہمیں ام معبد کا آپ کا وہ سراپا یاد آجاتا ہے جس میں وہ یوں گویا ہیں:

((''اذاصمت فعیلہ الوقار واذاتکلم سماوعلاالبھاء، حلو المنطق فصل لانزرو لاھزرو کان منطقہ خزرات نظم ینحدرون''))

''جب آپ خاموش ہوتے تو آپ پر وقار غالب رہتا اور جب گفتگو فرماتے تو آپ کی شان اور نمایاں ہو جاتی اور آپ مجلس پر چھا جاتے۔''

حسن وبہا آپ کا احاطہ کر لیتے۔ آپ شیریں کلام تھے۔ جب گفتگو فرماتے تو آپ کی گفتگو کا ہر ہر حرف ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہوتا۔ آپ نہ تو قلیل الکلام تھے اور نہ ہی آپ کا کلام بیہودگی پر مبنی تھا۔ جب کلام کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا

Marfat.com

ایک لڑی کے موتی ہیں جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام سب پر یکساں نافذ کیے جاتے تھے۔ ہمارے نبی ﷺ کے پاس کسی قریبی یا کسی بڑی شخصیت کے لیے تنفید احکام کے ضمن میں کسی قسم کی کوئی خاص نوازش، رعایت، محبت یا جانبداری نہیں پائی جاتی تھی اور اس حقیقت پر دلالت کرنے والی چیز آپ ﷺ کے اس دن کے طرز عمل سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جس دن فاطمہ مخزومیہ نے چوری کی اور آپ نے اس پر حد سرقہ لاگو کرنے کا حکم صادر فرما دیا، حالانکہ اس کا مرتبہ اور اس کے قبیلے کا مرتبہ ان دنوں سب قبائل میں سرفہرست تھا۔ قریش پر یہ بات بڑی گراں تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے اسامہ بن زید سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس عورت کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں بطور سفارشی جائیں تاکہ اس پر چوری کی حد جاری نہ کی جائے۔ جب اسامہ نے اس بارے میں آپ سے عرض کی تو جناب رسول اللہ ﷺ پر یہ گراں گزرا۔ آپ نے اسے سخت ناپسند کیا اور اسامہ سے فرمایا:

''کیا تو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرنے آیا ہے۔؟''

پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف اٹھے اور انہیں یہ کہتے ہوئے خطبہ دیا:

''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی ایک حد میں سفارش کرتے ہیں۔ بے شک تم سے پہلے لوگ محض اس لیے ہلاک کر دیئے گئے ہیں کہ جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے مگر جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو عملاً نافذ فرماتے ہیں:

((خذا العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين))

''اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔''

اور اللہ جل وجلالہ کے اس قول کو عملی جامہ پہناتے ہیں:

((ادفع بالتی هي احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولي حميم))

''اے سننے والی برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا کہ گہرا دوست۔''

خاص طور پر آپ ﷺ نے اپنے اس قول کریم کو فتح مکہ کے دن خوب عملی جامہ پہنایا اور اسے مکمل طور پا نافذ کیا جب کہ آپ نے ان لوگوں سے جنہوں نے طرح طرح کی آپ کو تکلیفیں دی تھیں اور آپ سے جنگ کی تھی، یہ فرمایا:

((اذهبو افانتم الطلقاء))

''جائیے! آپ آزاد ہیں۔''

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں:

''میں جناب رسول اللہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ بڑی سخت اور کھدری قسم کی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بدو نے آلیا اور آپ کی چادر مبارک کو بڑی سختی کے ساتھ کھینچا۔ بعدازاں جب میں نے جناب رسول اللہ کے کندھے مبارک کو دیکھا تو اس میں اس چادر کو زور سے کھینچنے کے سبب کناروں کے نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اعرابی بولا: اے محمد! اللہ تعالیٰ کا مال جو آپ کے پاس ہے وہ مجھے عطا فرمانے کا حکم دیجئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور مسکرا دیئے۔ پھر اس کو

Marfat.com

مال دینے کا حکم دیا۔"

کس قدر تکلیفیں رسول اللہ ﷺ نے اٹھائیں اور راہِ خدا میں کس قدر سختیاں جھیلیں اور کس قدر راہ اسلام میں طرح طرح کے بوجھ اٹھائے۔ ہاں! اے اللہ تعالیٰ کے رسول! اور اس کے حبیب! بے شک آپ کو مبتلائے تکلیف کیا گیا۔ آپ نے اپنی قوم کی طرف سے مشقتیں اٹھائیں، سخت تکلیفیں جھیلیں مگر آپ نے صبر کیا اور ان کو برداشت کیا اور جس وقت جبریل ملک الموت کی معیت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ ان کی کارستانیوں کی سزا کے طور پر دونوں پہاڑ ان پر ڈال دیں تو آپ نے معاف کر دیا اور نرمی برتی اور فرمایا:

((اللهم اغفر لقومي فانهم لايعلمون))

"اے اللہ! میری قوم کو بخش دے! بے شک وہ جاہل ہے میری حیثیت کو نہیں سمجھتے ممکن ہے ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکلیں جو کلمہ توحید پڑھنے والے ہوں۔"

چنانچہ وہی کچھ ہوا جس کی آپ نے تمنا کی تھی اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابو عبیدہ جیسے لوگ ان سے پیدا ہوئے۔ یہ کیسی عظمت ہے؟ بے شک یہ اخلاق محمدیہ اور تربیت الٰہیہ کی عظمت ہے۔ انسانی کمال وتکمیل کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ کی عظمت ہے۔ یہ اس کی عظمت ہے جس کو اس کے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھی طرح سکھایا ہے۔

یہ اس کا بعض ہے جس کی وجہ سے اے اللہ کے رسول! لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں، آپ پر فریفتہ ہیں۔ یہ وہی چیز ہے جس نے انہیں آپ کی محبت میں اونچے درجے پر پہنچا دیا اور آپ کی اور جو کچھ آپ لائے اس کی اطاعت میں فنا ہو جانے اور اس کو نافذ کرنے کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا دینے پر آمادہ کر دیا۔

اور ہم میں سے کون ہے جو اس انصاریہ عورت کو یاد نہیں رکھتا جس کے باپ، بھائی، خاوند اور بیٹا جنگ احد میں شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں نے جب اسے ان کی موت کی خبر پہنچائی تو اس نے کہا:

"جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا؟"

انہوں نے کہا کہ وہ بخیریت ہیں اور بحمد اللہ ایسے ہیں جیسے تو چاہتی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگی: مجھے حضور ﷺ دکھایئے تا کہ میں ان کا رخ انور جی بھر کر دیکھ لوں۔ پھر اے اللہ کے رسول! جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ کو سلامت دیکھ کر مطمئن ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائی اور کہنے لگی:

((كل مصيبة بعدك جلل))

"تیرے بعد ہر مصیبت حقیر ہے۔"

اور زید بن الدثنہ کو کون یاد نہیں رکھتا جس کا صفوان نے پیچھا کیا تھا تا کہ اپنے باپ لعبہ بن خلف کے بدلے اسے قتل کر دے وہ حرم کعبہ کے اندر تھے۔

انہوں نے قتل کے ارادہ سے ان کو حرم کعبہ سے باہر نکالا۔ اس تماشہ کو دیکھنے کے لیے قریش کا ایک گروہ جمع ہوا۔ ان میں ابوسفیان بھی تھا، جب وہ قتل کے لیے لائے گئے تو ابوسفیان نے ان سے کہا:

((انشدك الله يازيد اتحب ان يكون محمد عندنا الان في مكانك تصرف عنقه وانك في

Marfat.com

اهلك فقال والله ماأحب ان محمدا الآن في مكانه تصيبه شوكة توذيه واني جالس في اهلي))

''اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس وقت محمد تیری جگہ میں ہوتے اور معاذ اللہ ان کی گردن ماردی جاتی اور تو اپنے گھر والوں میں ہوتا، انہوں نے جواب دیا: بخدا! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ حضرت محمد اب اپنی جس جگہ میں ہیں انہیں وہاں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر والوں میں آرام سے رہوں۔''

ابوسفیان یہ سن کر بہت متعجب ہوا اور کہا:

((مارأيت احدايحب احداكحب اصحاب محمد محمدا))

''میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی دوسرے سے اتنی محبت کرتا ہو جتنی محبت محمد کے ساتھی محمد سے کرتے ہیں۔''

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایسی ہیبت تھی کہ جب دشمنوں کے دلوں پر طاری ہوتی ہے تو انہیں خوفزدہ کردیتی اور ڈرا دیتی اور ان کے سارے منصوبوں اور تجویزوں میں شک اور خلل پیدا کردیتی اور جب اسی ہیبت کا پرتو آپ کے اصحاب کے دلوں پر پڑتا تو تواضع اور حب کے رنگ میں انہیں رنگ دیتا۔

فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں میں سے ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا، اس پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ دورانِ گفتگو تھرانے لگ گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ اس کی طرف اٹھے اور آپ نے اس کو مطمئن کرتے ہوئے فرمایا:

((وهون عليك لست بملك انما انا ابن امراة من قريش كانت تاكل القديد))

''معاملہ اپنے اوپر آسان بنایئے! میں بادشاہ نہیں ہوں! میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔''

سبحان اللہ!

تو وہ شخص آپ کی بات سن کر پرسکون اور مطمئن ہوگیا۔

اے اللہ! ہمیں آپ کا اچھے طریقے سے اتباع کرنا سکھا اور آپ کی سچی محبت سکھا اور جو کچھ تو نے ہمیں سکھایا ہے اور ہم نے سیکھا ہے اس سے ہمیں بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرما، ہمیں علم میں ترقی عطا کر اور اپنی وسیع رحمت کے ذریعے ہم پر رحم کر بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

فصل نمبر 2:

معجزات نبی (نسخۂ محبت)

(1): ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ ابورہم کلثوم بن حصین بن خلف بن عبید الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زیادہ تر اپنی کنیت ''ابورہم'' سے ہی مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہیں معرکۂ بدر میں شمولیت کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ مگر اس کے بعد ہونے

Marfat.com

والے تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعتِ رضوان میں بھی موجود تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دو مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

غزوۂ احد میں دشمنوں کا ایک تیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے میں آ کر پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صورتِ حال میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی گردن سے تیر نکال دیا اور زخم پر لعابِ دہن لگایا تو زخم ٹھیک ہو گیا۔ مگر اس کے بعد سے حضرت ابورہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی ''المنحور'' یعنی کاٹے ہوئے گلے والا، مشہور ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 180) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1327) (الاستیعاب، القسم الرابع، عربی صفحہ 1660) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 250)

(2): واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جنگِ احد کا حال لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں براہِ راست حصہ لیا اور نیزے سے دُشمن کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ نیزہ ٹوٹ گیا، اس کے علاوہ آپ کی کمان کی لکڑی اور تانت بھی ٹوٹ گئی۔

تانت کی رسی ہاتھ بھر رہ گئی۔ اسے اور کمان کی لکڑی کو حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑ لیا۔ وہ لکڑی کی کمان بنا کر اس میں وہ تانت ڈالنے لگے مگر وہ بہت چھوٹی تھی اور کناروں تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے کھینچو! یہ پہنچ جائے گی۔''

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اس ذات کی قسم! جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے اس رسی کو کھینچا تو وہ کھینچی چلی گئی اور لکڑی کو موڑا تو وہ ملائم ہو گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمان لی اور اس سے تیر اندازی کرتے رہے۔''

(3): تیر اندازی میں اس دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بڑا کمال دکھایا۔ انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو ڈھال بنا کر کھڑا کر دیا اور ساتھ ساتھ تیر بھی چلاتے جاتے تھے۔ آخر میں ان کی بھی کمان ٹوٹ گئی اور وہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھالی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ اُحد میں اپنا ترکش حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا اور بلند آواز سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری جان آپ کی حفاظت کے لیے ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر پکڑاتے جاتے اور فرماتے جاتے:

''ابوطلحہ! چلاؤ۔''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی اچھی تیر اندازی کی اور خوب نشانے پر تیر مارے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے سے کبھی کبھار اُٹھ کر دیکھتے کہ ہر تیر نشانے پر لگ رہا ہے تو بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل عرض کیے جا رہے تھے:

Marfat.com

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا گلا آپ کے گلے کے لیے ڈھال ہے اور میری جان آپ کے لیے قربان ہے۔اللہ مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہو جانے کی سعادت عطا فرمائے۔''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اتنی بلند اور پُر ہیبت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوطلحہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی للکار اور نعرۂ جہاد چالیس آدمیوں سے زیادہ کارگر ہے۔''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکش میں پچاس تیر تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچاس کے پچاس تیر چلا چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لکڑی پکڑا کر انہیں دی اور فرمایا:

''یہ بھی دُشمن پر پھینک دو۔''

انہوں نے وہ بھی دُشمن پر پھینک دی تو وہ لکڑی تیر بن کر دُشمن کو جا لگی۔

(المغازی، للواقدی، جلد 1، عربی صفحہ 242) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 27)

(4): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے کئی واقعات ایسے رونما ہوئے جو سراسر عبرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنے والے تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک جگہ چٹان کا سخت پتھر آ گیا جو ٹوٹتا نہ تھا۔صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی برتن میں پانی ڈال کر لاؤ۔''

جب پانی لایا گیا تو آپ نے اس پانی میں پھونک ماری۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اللہ سے دُعا مانگتے رہے۔دُعا سے فارغ ہو کر آپ نے وہ پانی اس سخت پتھر پر ڈالا۔حاضرین میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے:

''اس ذات کی قسم! جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔(پانی پڑنے کے بعد) وہ پتھر دیکھتے ہی دیکھتے ریت کی طرح نرم ہو گیا کدال اور ہتھیار اس سے ٹکرا کر نہ اُچھلتے تھے اور نہ ہی لوٹتے تھے۔''

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 217) (المغازی، للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 452) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 138) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 97)

(5): ابن اسحاق نے سعید بن مینا رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ نعمان بن بشیر کی بہن اور حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بیان کرتیں ہیں کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے مجھے کہا کہ بیٹی جاؤ یہ کھجوریں لے جاؤ اور اپنے باپ اور ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دے آؤ۔میں ایک کپڑے میں بندھی ہوئی مٹھی بھر کھجوریں لے کر خندق کی جانب گئی۔یہ مٹھی بھر کھجوریں ہی میرے ابو اور ماموں کے دو پہر کا کھانا تھا۔

میں اپنے والد اور ماموں کو تلاش کر رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹی! ادھر آؤ۔یہ تمہارے پاس کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

Marfat.com

"یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کھجوریں ہیں جو میری والدہ نے دے کر بھیجی ہیں کہ ان سے میرے والد اور ماموں پیٹ کی آگ بجھائیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لاؤ یہ مجھے دے دو۔"

میں نے کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ان سے پوری طرح نہ بھرنے پائے (یعنی وہ کھجوریں بہت ہی کم تھیں) بہر حال آپ نے حکم دیا کہ دستر خوان بچھایا جائے۔ دستر خوان بچھ جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں اس پر بکھیر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم دیا کہ سب لوگوں کو کھانے کے لیے بلا لیں۔

بنت بشیر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اہلِ خندق دستر خوان پر جمع ہو گئے اور کھانے لگے۔ ایک جماعت کھا کر اُٹھ جاتی تو دوسرے لوگ آ کر کھانے لگتے، یہاں تک کہ سب اہلِ خندق سیر ہو کر کھا چکے مگر کھجوریں ختم نہ ہوئیں۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 217) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 476) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 116) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 99)

(6): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک چھوٹی سے لاغر بکری تھی۔ میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دنوں سے بھوکے ہیں، کیوں نہ یہ بکری ذبح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کا اہتمام کیا جائے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آٹا گوندھے۔ چنانچہ اس نے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ میں نے بکری ذبح کی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہم نے گوشت بھون لیا۔ جب شام ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے گھر کی جانب تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس ایک بکری تھی، آج ہم نے اسے ذبح کیا ہے اور روٹی بھی پکائی ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے گھر تشریف لا کر ہمیں شرف مہمان نوازی بخشیں۔ میرا ارادہ تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کرنے کا تھا مگر جوں ہی میں نے دعوت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول فرمائی اور کسی پکارنے والے کو فرمایا کہ سب لوگوں کو پکار کر کہہ دو کہ جابر بن عبداللہ کے گھر پہنچ جائیں۔ میں نے دل میں "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا کیونکہ کھانا تو بہت ہی قلیل تھا۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ ہم نے کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا، برکت کی دُعا کی اور کھانا کھایا۔ لوگ باری باری کھانا کھانے کے لیے آتے رہے اور سیر ہو کر کھاتے رہے۔ کئی نشستوں میں لوگوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ جملہ اہلِ خندق کا پیٹ (اس تھوڑے سے کھانے سے) بھر گیا۔ (لیکن کھانا ختم نہ ہوا)۔"

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 217) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 90) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 138) (الصحیح المسلم، جز 13، صفحہ 216) (السنن البیہقی۔ جلد 7، عربی صفحہ 274) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 452) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 97) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 109)

Marfat.com

(7): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران میں ایک سخت چٹان آ گئی۔ میں (سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) نے اسے توڑنے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے قریب ہی کھدائی میں مصروف تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتِ حال دیکھی تو میری مدد کے لیے تشریف لائے اور کدال پکڑ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر پر ضرب لگائی تو کدال کے نیچے سے بجلی کا شعلہ نکلا۔ پھر دوسری ضرب سے ایسا ہی شعلہ نکلا، تیسری ضرب سے بھی ایسا ہی ہوا اور چٹان ٹوٹ گئی۔

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان کو ضرب لگا رہے تھے تو کدال کے نیچے شعلے اُٹھتے ہوئے دیکھے۔ یہ شعلے کیسے تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سلمان! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا واقعی تم نے یہ شعلے دیکھے ہیں؟''

میں نے اثبات میں جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پہلی ضرب پر جو شعلہ نکلا اس سے اللہ تعالیٰ نے یمن پر مجھے فتح عطا کی، دوسرے شعلے پر میرے لیے اللہ نے شام کی فتح کا راستہ ہموار کر دیا اور تیسرے شعلے پر اللہ تعالیٰ نے مشرق کے ممالک کی فتح میرے لیے مقدر فرما دی۔''

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں کہ انہوں نے ثقہ راویوں کی زبانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت سنی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ہونے والی ہر فتح پر وہ کہا کرتے تھے:

''جتنے علاقے بھی چاہو فتح کرتے چلے جاؤ۔ خدا یہ فتوحات مبارک کرے! مدینہ سے لے کر اقصائے عالم تک اور آج کے دن سے یوم قیامت تک جتنے علاقوں پر بھی تم فتوحات کے پرچم لہراؤ گے ان سب کا حال اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا۔ مالکِ ارض وسماء نے ان علاقوں کی چابیاں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دی تھیں۔''

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 219) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 449) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 101) (السنن النسائی، جز 6، عربی صفحہ 43)

(8): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالہیثم نصر بن دھر اسلمی سے اور انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ ایک سفر کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن عمر بن اکوع کے چچا عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''ابن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ذرا شعر خوانی کرو! تا کہ اُونٹ تیز چلیں۔''

ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اُونٹ سے اُتر کر پیدل چلنے لگے اور شعر خوانی کے لیے رجزیہ شعر پڑھنے لگے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا گیا تھا کہ جنگ کے میدان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ثابت قدم رہیں گے۔

ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شعر پڑھے:

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
انا اذا قوم بغوا علینا

Marfat.com

وان اراد وفتنة ابينا

فانزلنا سكينة علينا

وثبت الاقدام ان لا قينا

''اللہ کی قسم! اگر توفیق خداوندی ہمارے ساتھ شامل حال نہ ہوئی تو ہمیں ہدایت نہ مل سکی۔ نہ ہم صدقہ دیتے نہ ہم نمازیں پڑھتے (یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں خصوصی رحمت سے اسلام کی ہدایت دی اور ہم کو ان پاکیزہ اعمال سے نوازا) اس راستے پر چلتے ہوئے جب کوئی دشمن ہمارے خلاف چڑھائی کر کے آئے تو ہم بزدلی نہیں دکھاتے۔ جو ہمارے لیے فتنہ پیدا کرنا چاہیں ہم ان کے مقابلے پر غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اے مولائے کریم! ہمارے دلوں پر سکینہ نازل فرما اور دُشمن سے مقابلہ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرمانا۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سنے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں دُعا دی:

''یرحمك اللّٰه''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی صحابی کو یہ دعا دیتے تو وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اسی وقت عرض کر دیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! ابن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تو شہادت لازمی ہو گئی ہے۔ اگر وہ کچھ عرصہ مزید ہمارے ساتھ رہتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔''

عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ خیبر میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یوں نقل کیا گیا ہے کہ ''دُشمن سے لڑتے ہوئے ان کی اپنی ہی تلوار پلٹ کر ان کو زخمی کر گئی۔ زخم بہت گہرا تھا، اسی سے ان کی وفات ہو گئی۔ لوگوں کو ان کی شہادت کے بارے میں شک ہوا اور انہوں نے یہ کہا:

''وہ تو اپنی ہی تلوار سے زخمی ہو کر قتل ہو گئے ہیں۔''

عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے سلمہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سنیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگوں کی گفتگو کا ذکر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سن کر فرمایا:

''اِنَّهٗ لَشَهِيْدٌ''

''بے شک وہ راہِ حق میں شہادت پانے والے تھے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور سب مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 329) (طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 80) (طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الثانی، عربی صفحہ 37) (الصحیح المسلم، جز 12، عربی صفحہ 184-165171) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 182-187) (المغازی، للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 639) (الصحیح البخاری، جز 8، عربی صفحہ 43-90) (السنن البیہقی، جز 10، عربی صفحہ 277) (السنن البیہقی، جز 8، عربی صفحہ 110) (السنن البیہقی، جز 4، عربی صفحہ 16) (الاصابہ، جلد 23، عربی صفحہ 241) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 219) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 82) (السنن النسائی، جز 6، عربی صفحہ 31)

(9): حضرت ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے یہودیوں کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اچانک بھیڑ

Marfat.com

بکریوں کا ایک ریوڑ وہاں سے گزرا۔ وہ ایک یہودی کی ملکیت تھا اور قلعے میں واپس جا رہا تھا۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''ان بکریوں میں سے ہمارے کھانے کے لیے کچھ بکریاں کون لائے گا؟''
حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ کام کرسکتا ہوں۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''ٹھیک ہے۔''
چنانچہ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ شتر مرغ کی طرح چلتے ہوئے ریوڑ میں گھس گئے۔ بکریوں کا پہلا حصہ قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے آخری حصے میں سے دو بکریاں پکڑلیں اور انہیں اپنے بازوؤں کے نیچے دبا کر اپنی فوج کی جانب لے آئے۔ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ یوں چلے آرہے تھے گویا کہ بکریوں کا کوئی بوجھ ہی نہیں ہے۔ جب انہوں نے بکریاں لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا اور سب لوگوں نے ان کا گوشت کھایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے لمبی عمر کی دُعا فرمائی۔
یہی وجہ ہے کہ ابوالیسر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے آخر میں فوت ہوئے۔ انہوں نے بڑی لمبی عمر پائی۔
حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ اپنی عمر کے آخری حصے میں جب کبھی یہ واقعہ بیان فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور پھر فرمایا کرتے:
''مجھ سے استفادہ کرلو۔ میری عمر کی قسم! تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں سے میں ہی رہ گیا ہوں باقی سب رُخصت ہوگئے ہیں۔''
(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 336) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 660) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 195)

(10): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا قلعہ فتح کرلیا اور اطمینان سے وہاں قیام فرمایا تو اس دوران سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت الحارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدیہ بھیجا۔ یہ ہدیہ ایک بھنی ہوئی بکری کے گوشت کی صورت میں تھا۔ اس عورت نے ہدیہ بھیجنے سے قبل پوچھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا کون سے حصے کا گوشت زیادہ پسند ہے؟ اس عورت نے بکری کے گوشت کو زہر آلود کر دیا اور دستی کو خصوصاً بہت زیادہ زہر آلود کیا اور پھر یہ بھونی ہوئی بکری لے کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئی اور آپ کے حضور پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستی کا گوشت لیا مگر آپ نے تناول نہیں فرمایا۔ آپ کے پاس آپ کے صحابی حضرت بشیر بن براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور کھالیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ منہ میں تو ڈالا مگر نگلا نہیں اور اُگل دیا۔ پھر فرمایا:
''بکری کی ہڈی نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ زہر آلود ہے۔''
وہ عورت تو بکری رکھ کر چلی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے حاضر کیا گیا۔ وہ آئی تو پوچھنے پر اس نے جرم

Marfat.com

کا اعتراف کر لیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:
''اس نے یہ مجرمانہ حرکت کیوں کی؟''
اس نے جواب دیا:
''آپ نے جو میری قوم کے ساتھ معاملہ کیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر آپ محض دنیا کے بادشاہوں کی طرح بادشاہ ہیں تو زہر آلود گوشت کھا کر مر جائیں گے (نعوذ باللہ) اور میں راحت پاؤں گی اور آتش انتقام ٹھنڈی ہوگی اور اگر آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کر دے گا۔''
ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے اس اعتراف کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ مگر دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر فرمایا مگر بعد اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی قانون کے مطابق اس عورت پر قصاص کی حد جاری فرمائی اور وہ قتل کی گئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد 3، القسم الثانی، عربی صفحہ 112) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 700-677) (الاصابہ، جلد 6، عربی صفحہ 121-187-271) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 338) (طبقات ابن سعد، جلد 2، عربی صفحہ 7-87) (الاستیعاب، القسم الاول، عربی صفحہ 167) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 211) (الصحیح البخاری، جز 7، عربی صفحہ 180) (السنن البیہقی، جز 10، عربی صفحہ 11) (السنن البیہقی، جلد 8، عربی صفحہ 46) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 183) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 154) (المسند احمد، جلد 4، عربی صفحہ 279)

(11): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ (چرواہے) کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا تو یہ حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک چرواہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:
''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتایئے۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کیں تو آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی بھی شخص کے سامنے خواہ وہ کتنا بھی معمولی اور حقیر کیوں نہ ہو اسلام پیش کرنے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔
جب حضرت اسود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عرض کیا:
''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں فلاں یہودی کے ہاں ملازم ہوں اور یہ اسی کی بکریاں ہیں، اب مجھے بتایئے کہ میں کیا کروں۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''ان بکریوں کو کنکر مار کر بھگا دو، یہ اپنے مالک کے پاس خود بخود چلی جائیں گی۔''
حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنکریوں کی مٹھی بھری اور بکریوں کے منہ پر مارتے ہوئے فرمایا:
''جاؤ اپنے مالک کے پاس چلی جاؤ۔ بخدا! میں اب تمہارے ساتھ کبھی نہیں جاؤں گا۔''
بکریوں کا ریوڑ خود بخود جمع ہو کر قلعے کی جانب چل پڑا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ہانکنے والا انہیں ہانک کرلے جا رہا ہے۔ پھر وہ

Marfat.com

تمام بکریاں قلعے میں داخل ہو گئیں۔ حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب وہ صحابی تھے۔ مجاہدین کے ساتھ مل کر انہوں نے قلعے پر حملہ کیا اور لڑائی میں خوب جوہر دکھائے۔ قلعے کے اوپر سے یہودیوں نے پتھر برسائے۔ ایک پتھر حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لگا اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ اسی زخم سے فوراً ان کی شہادت ہو گئی۔ ان کے جسمِ اطہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس چادر سے ڈھانپ دیا گیا جو ان کے پاس تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ آگے بڑھے مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے مڑ آئے۔

صحابہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے منہ کیوں موڑ لیا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس (حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس اس کی دو خوب صورت آنکھوں والی حوریں تھیں جو جنت میں اس کی ازواج ہیں۔ میں ان سے حیاء کرنے کی وجہ سے پیچھے آ گیا ہوں۔''

اس صحابی (حضرت اسود) نے نہ کوئی نماز پڑھی اور نہ کبھی روزہ رکھا (کیوں کہ انہیں ایمان لائے اتنا وقت ہی نہیں گزرا تھا کہ نماز فرض ہو بلکہ اس سے پہلے ہی آپ شہید ہو گئے) مگر سیدھا جنت میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 245) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 64) (الاستیعاب، القسم الاول، عربی صفحہ 51) (السنن البیہقی، جز 9، عربی صفحہ 143) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 76) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 54)

(12): حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے غزوۂ خیبر کے موقع پر سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں کل علم (جھنڈا) اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر لازماً اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے رُخصت ہو گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ پرچم کسے عطا کیا جائے گا؟ ہر ایک کی تمنا تھی کہ پرچم مجھے عطا کیا جائے۔

دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو بلایا جائے۔''

عرض کیا گیا کہ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ انہیں بلایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں گویا کہ کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم (جھنڈا) لے کر فرمایا:

''ہم ان سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک یہ ہمارے دین میں داخل نہ ہو جائیں۔ (یا ہماری حکومت کو تسلیم نہ کر لیں)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آرام اور خاموشی سے جاؤ اور ان کے گھروں کے سامنے پہنچ کر سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں جو چیزیں فرض ہیں ان سے انہیں باخبر کر دو۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ہدایت پالے تو یہ تمہارے حق میں سرخ خزانے (بعض روایات میں ہے کہ سرخ اونٹ) سے زیادہ بہتر ہے۔''

Marfat.com

(طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 81) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 58-65-73) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 23-171) (الصحیح المسلم، جز 12، عربی صفحہ 185-187) (الصحیح المسلم، جز 6، عربی صفحہ 162-25) (السنن البیہقی، جز 9، عربی صفحہ 131) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 28)

(13): حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اپنے آقا کے ساتھ آزادی کے لیے شرائط طے کر کے معاہدہ کر لو۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پس میں نے اپنے آقا سے بات کی اور طے پایا کہ میں اس کے باغ میں کھجور کے تین سو درخت لگاؤں اور چالیس اوقیہ سونا دے دوں تو اس کے بدلے وہ مجھے آزاد کر دے گا۔''

آزادی کا معاہدہ لکھے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

''اپنے بھائی (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدد کرو۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے میری بھرپور مدد فرمائی۔ کسی نے کھجور کے تیس پودے دیئے تو کسی نے بیس۔ کسی نے پندرہ تو کسی نے دس۔ غرض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی قدر و استطاعت کے مطابق میری مدد کی یہاں تک کہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہو گئے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکماً ارشاد فرمایا:

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! باغ میں جا کر گڑھے کھودو اور پودے میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) خود زمین میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔''

میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے گڑھے کھودے، جب سارے گڑھے تیار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم پودے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھماتے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گڑھوں میں لگاتے جاتے۔ یہاں تک کہ تمام پودے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے گڑھوں میں لگائے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جان ہے۔ ان پودوں میں سے کوئی ایک بھی سوکھا نہ مرجھایا بلکہ سارے کے سارے پودے پلے بڑھے اور خوب پھل دیا۔ اب کھجوریں لگانے کی شرط پوری ہو گئی تھی مگر چالیس اوقیہ سونا دینا باقی تھا۔ وہ کہاں سے آئے گا؟ میں اسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ ایک صحابی آئے اور مرغی کے انڈے کے برابر سونے کی ایک ڈلی لائے۔ جب وہ سونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں دریافت فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ سونا لے جاؤ اور اپنے آقا کو ادائیگی کر کے آزادی حاصل کر لو۔''

چنانچہ سونے کی چھوٹی سی ڈلی کو دیکھ کر میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے پورا ہو گا (یہ تو بہت تھوڑا ہے)؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کی ڈلی پر اپنی زبانِ مبارک پھیری اور فرمایا:

''اسے لے جاؤ اور تول کر دینا یہ پورا ہو جائے گا۔''

Marfat.com

پس میں وہ لے کر اپنے آقا کے پاس گیا اور اسے سونا تول کر دیا تو یہ سونے کی چھوٹی سی ڈلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پورے چالیس اوقیہ ہوگئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 56) (سیرت ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 220) (البدایہ والنہایہ، جلد 1، عربی صفحہ 123) (السنن البیہقی، جز10، عربی صفحہ 321) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 330)

(14): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے شہر بن حوشب الاشعری سے بیان کیا کہ ”یہودیوں کے علماء کا ایک گروہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا:

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں چار سوالوں کا جواب دو۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوابات ٹھیک ہوئے تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہو جائیں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کریں گے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تمہارے اوپر اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ اگر میں نے درست جواب دیا تو تم تصدیق کرو گے۔“

یہودیوں کے علماء نے جواباً کہا:

”ضرور۔“

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

”پھر جو چاہو پوچھو۔“

انہوں نے پہلا سوال کرتے ہوئے کہا:

”بچہ ماں کے مشابہہ کیسے ہو جاتا ہے جب کہ وہ نطفے سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ مرد کا ہوتا ہے؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں تمہیں اللہ کے نام اور بنی اسرائیل کے پاس محفوظ آیات الٰہی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کیا تم یہ جانتے ہو کہ مرد کا نطفہ سفید رنگ کا گاڑھا مادہ ہوتا ہے جب کہ عورت کا نطفہ پتلا اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ جب دونوں آپس میں ملتے ہیں تو جونسا نطفہ دوسرے پر غالب آ جاتا ہے بچہ اسی کے مشابہہ ہوتا ہے۔“

یہودی علماء نے تصدیق کرتے ہوئے نے کہا:

”ہاں! بالکل ٹھیک ہے۔“

پھر انہوں نے دوسرا سوال کرتے ہوئے کہا:

”آپ ہمیں بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں قسمیں دلائیں اور ارشاد فرمایا:

”کیا تم میرے بارے میں یہ خیال نہیں رکھتے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔“

انہوں نے کہا:

”ہاں ہمارا یہی خیال ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تو یہ بالکل درست ہے کیونکہ میری آنکھوں کو نیند آتی ہے مگر دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔“

Marfat.com

انہوں نے تیسرا سوال کیا:

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتائیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا کیا چیزیں اپنے اُوپر حرام کرلیں تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی انہیں قسمیں دلائیں اور پھر ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''کیا تم یہ جانتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اونٹ کا گوشت اور دودھ سب غذاؤں سے زیادہ پسند تھا۔ آپ علیہ السلام کو کوئی مرض لاحق ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مرض سے شفا عطا فرمائی تو آپ علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے طور پر اپنا پسندیدہ کھانا اور مشروب اپنے اُوپر حرام کرلیا۔''

یہودی علماء نے کہا:

''ہاں ایسا ہی ہے۔''

پھر انہوں نے چوتھا سوال پوچھا:

''ہمیں روح کے بارے میں بتائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں قسمیں دلائیں اور فرمایا:

''کیا تم جبریل (علیہ السلام) کو جانتے ہو اور یہ بھی کہ وہ میرے پاس آتا ہے۔''

انہوں نے کہا:

''ہاں ہم جانتے ہیں۔ مگر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ وہ ایسا فرشتہ ہے جو سختیاں لے کر آتا ہے اور خون ریزی کرتا ہے۔ اگر جبریل (علیہ السلام) کا تمہارے ساتھ تعلق نہ ہوتا تو خدا کی قسم! ہم تمہاری اتباع ضرور کرتے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی پس منظر میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

((قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ))(القرآن المجید، پارہ 1، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 97)

''تم فرمادو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس (جبریل) نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اُتارا۔ اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو۔''

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 543)(الاصابہ، جلد 2، عربی صفحہ 319)

(15): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن عبداللہ بن ابی الحکم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ابو عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مدینہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا:

''جو دین تم لے کر آئے ہو کیا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دین لے کر آیا ہوں جو شرک سے پاک اور حنفیت پر مبنی ہے۔''

اس نے کہا:

''میں بھی اسی دین پر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''نہیں تم اس دین پر نہیں ہو۔''

ابو عامر نے کہا:

''میں یقیناً اسی دین پر ہوں۔ مگر اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے دینِ حنیف میں اپنی طرف سے نئی چیزیں داخل کر دی ہیں جو حقیقت میں اس دین میں نہ تھیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تو اس دین میں کوئی ملاوٹ نہیں کی بلکہ اسے اصلی صورت اور پاک صاف حالت میں پیش کیا ہے۔''

ابو عامر نے کہا:

''ہم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے اور غربت و تنہائی میں اس پر موت مسلط فرمائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بالکل ٹھیک ہے۔ جھوٹے کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا ہی معاملہ فرمائے۔''

ابو عامر کچھ عرصہ بعد مدینہ سے مکہ چلا گیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ طائف کی طرف بھاگ گیا۔ طائف بھی فتح ہو گیا تو اس دشمنِ خدا نے شام کی راہ لی اور وہاں وہ بے یار و مددگار غربت و تنگ دستی میں ہی مر گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 585) (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 388) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 360) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 67)

(16): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جھنڈا عطا فرما کر بنو قریظہ کے قلعوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ کے دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کی زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سخت نازیبا الفاظ اور اذیت ناک کلمات اور گالیاں سنیں تو وہاں سے واپس لوٹے تو راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرف جا رہے تھے جہاں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نازیبا کلمات سنے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان خبیثوں کے قریب نہ جائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''کیوں؟ میرا خیال ہے کہ تم (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کی زبان سے میرے بارے میں نازیبا الفاظ سنے ہوں گے۔؟''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''ہاں! یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی بات ہے۔''

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم فکر نہ کرو۔ انہوں نے میری غیر حاضری میں ہی یہ حرکت کی ہے۔ انہیں میرے سامنے ایسی بات کہنے کی جرات نہیں ہے۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے جہاں یہودی چہ مگوئیاں کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل وخوار نہیں کر دیا اور تمہارے اُوپر عذاب نازل نہیں ہوا۔ (جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔)

یہودیوں نے جب یہ بات سنی تو بجائے گستاخی کرنے کے صرف یہ کہا:

''اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ تو کبھی جہالت کا مظاہرہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔''

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 234) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 119)

(17): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ حضرت عمیر بن وہب الجمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے جنگِ بدر کے کچھ عرصہ بعد صفوان بن امیہ کے ساتھ مکہ میں بیٹھے۔

اسلام لانے سے قبل حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ایذا پہنچانے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا وہب بن عمیر بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بن گیا تھا۔

جب حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوان بن امیہ کے پاس بیٹھے تو آپ نے جنگِ بدر کے حالات پر افسوس کا اظہار کیا اور مسلمانوں کے بارے میں (اسلام لانے سے قبل) نازیبا الفاظ استعمال کیے۔

یہ سن کر صفوان بن امیہ نے کہا:

''خدا کی قسم! جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے بعد زندگی کا کوئی لطف باقی نہیں رہا۔''

یہ سن کر حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''خدا کی قسم! تم نے سچ کہا۔ خدا کی قسم! اگر میرے اوپر قرض کا بوجھ اور اہل وعیال کی فکر دامن گیر نہ ہوتی جن کا میری عدمِ موجودگی میں کوئی یار و مددگار نہیں ہے تو میں ضرور مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ مدینہ جانے کے لئے میرے پاس یہ بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان لوگوں کے ہاتھوں میں قید ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سے ملنے آیا ہوں۔''

صفوان بن امیہ نے موقعہ کو غنیمت جانا اور کہنے لگا:

''تمہارا قرض میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور تیرے اہل وعیال کو میں اپنی سرپرستی میں رکھوں گا۔''

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا:

''بس اس معاملے کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔''

صفوان بن امیہ نے کہا:

''میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔''

اس کے بعد حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار خوب تیز کی اور اسے زہر آلود کیا۔ پھر وہ مدینے کی طرف چل پڑے۔

مدینہ پہنچ کر انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنگِ بدر کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ اس جنگ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عزت بخشی تھی اور ان کے دشمنوں کو جس عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اس پر بھی تبادلۂ خیالات کر رہے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کو دیکھا کہ وہ تلوار سے مسلح ہیں اور اپنا اونٹ مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھا رہے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

''یہ دشمنِ خدا عمیر بن وہب ہے۔ خدا کی قسم! یہ کسی شرارت کے لیے آیا ہے، یہی ہے جس نے بدر کے میدان میں دشمنوں کو ہمارے اوپر چڑھائی کے لیے آمادہ کیا اور ہماری تعداد کا اندازہ اسی نے انہیں بتایا تھا۔''

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دشمنِ خدا عمیر بن وہب اپنی تلوار لے کر آیا ہے اور اس کا ارادہ ٹھیک نہیں ہے۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عمیر بن وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے پاس لے آؤ۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انصاری ساتھیوں سے فرمایا:

''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ جاؤ اور اس خبیث پر نظر رکھو کیونکہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر لا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! عمیر بن وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ دو۔ اے عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہاں میرے پاس آؤ۔''

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور اپنے جاہلانہ طریقے کے مطابق سلام کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلام کا بہترین طریقہ سکھایا ہے اور یہ اہلِ جنت کا طریقہ ہے جس میں سلامتی اور رحمت کی دعا دی جاتی ہے۔''

حضرت عمیر بن وہب نے عرض کیا:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا! آپ جانتے ہیں کہ یہ طریقہ زیادہ پرانا نہیں۔ اس لیے مجھے معاف کیجئے کیونکہ میں اس سے بے خبر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کس ارادے سے آئے ہو؟''

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے۔ میں اسی کے لیے آیا ہوں۔ میرے ساتھ نیکی کیجئے اور اسے چھوڑ دیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ تیرے گلے میں جو تلوار لٹک رہی ہے اس کا کیا معاملہ ہے؟''

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''اللہ نے ہماری تلواروں کو غارت کر دیا۔ کیا ان تلواروں نے جنگ (بدر) میں ہماری کوئی مدد کی؟''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کس کام کے لیے آئے ہو؟"
حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:
"میں تو اسی کام کے لئے آیا ہوں جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔"
دوبارہ یہی جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تم نے جھوٹ بولا۔ تم تو صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر اسود کے قریب بیٹھے تھے، پھر تم نے قریش کے مقتولین کا آپس میں ذکر کیا۔ تم نے صفوان سے کہا کہ اگر میرے اوپر قرض کا بوجھ اور اہل وعیال کا ذمہ نہ ہوتا تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دیتا۔ تمہاری بات سن کر صفوان بن امیہ نے تمہارا قرض بھی اپنے ذمے لے لیا اور تمہارے اہل وعیال کی دیکھ بھال کا بھی وعدہ کر لیا۔ تم تو مجھے قتل کرنے آئے ہو مگر میرے اور تمہارے ارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ کی قدرت حائل ہے۔"
حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو عرض کیا:
"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں جو آسمان کی خبریں اور وحی جو آپ پر نازل ہوا کرتی تھی وہ بتاتے تھے اور ہم اسے جھٹلایا کرتے تھے۔ اب یہ معاملہ جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے اس کا علم میرے اور صفوان بن امیہ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ خدا کی قسم! میں اچھی طرح جان گیا ہوں کہ اس کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے آپ کو کسی نے نہیں دی۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد وثنا کہ جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے چلا کر یہاں تک پہنچا دیا اور حقیقت حال میرے اوپر واضح کر دی۔"
اس کے بعد حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے پر بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:
"اپنے بھائی کو دین سمجھاؤ اور اسے قرآن مجید پڑھاؤ، نیز اس کے قیدی کو بھی آزاد کر دو۔"
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔
اس کے بعد حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حالت کفر میں اللہ کے مومن بندوں کو شدید تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا اور اللہ کے نور (دین) کو بجھانے میں کوشاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جاؤں اور اہلِ مکہ کو اللہ جل جلالہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ حق کی طرف دعوت دوں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرما دے۔ اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو جس طرح میں اہلِ حق کو تکلیفیں دیا کرتا تھا اسی طرح اب دشمنانِ حق کو بھی ایذائیں پہنچاؤں گا۔"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے۔ ادھر حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدینہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد صفوان بن امیہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی ہی کوئی خوش خبری لائیں گے۔ وہ اہلِ مکہ کو ہر روز بتاتا کہ عنقریب تمہیں ایک خوشی کی خبر سناؤں گا جس کے بعد تم بدر کے تمام غم بھول جاؤ گے۔ صفوان بن امیہ ہر قافلے سے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھتا رہتا۔
ایک دن ایک سوار آیا اور اس نے صفوان کو بتایا کہ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مسلمان ہو گئے۔ صفوان بن امیہ

Marfat.com

کو بڑا افسوس ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ نہ تو حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلام کرے گا اور نہ ہی اسے کوئی نفع پہنچائے گا۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ میں پہنچے تو لوگوں کو کھلے عام اسلام کی دعوت دینے لگے۔ اگر کوئی آپ کی مخالفت کرتا تو آپ اسے آڑے ہاتھوں لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کا ڈر تھا نہ خوف۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر کثیر تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 146) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 663) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1222) (المغازی للواقدی، جلد 1، عربی صفحہ 125) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 313) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 149) (الاصابہ، جلد 3، عربی صفحہ 36)

(18): امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی رفاعہ کی مسجد میں تشریف لائے اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے محلے سے گزرتے تو ام سلیم (حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ) کے ہاں تشریف لے جایا کرتے اور انہیں سلام کہتے۔

اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو میری ماں ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنا نے مجھ سے فرمایا:

''کیوں نہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ بھیجیں؟''

میں نے عرض کیا:

''ضرور بھیجنا چاہیے۔''

میری ماں نے ستو، پنیر، کھجور اور گھی سے حلوہ تیار کیا اور پتھر کی ایک ہنڈیا میں ڈالا اور مجھ سے فرمایا:

''اے بیٹے انس! اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جاؤ۔''

میں اس حلوے کو لے کر حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے یہاں رکھ دو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں آدمی کو بلا لاؤ، بلکہ جو بھی ملے اسے دعوت دے دو۔

میں نے لوگوں کو بلایا۔ گھر لوگوں سے بھر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ اس حلوے کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھا اور کچھ دیر تک کچھ پڑھتے رہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس آدمیوں کو بلانا شروع کیا اور حلوہ کھانے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

''ہر شخص اللہ کا نام لے اور اپنے سامنے سے کھائے۔''

وہ لوگ باری باری کھاتے رہے یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھالیا (سبحان اللہ! تھوڑا سا حلوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تناول فرمایا) کھانا کھانے کے بعد کچھ لوگ تو چلے گئے اور ایک گروہ وہیں بیٹھا باتوں میں لگ گیا۔ میں بھی اُکتا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اُٹھ کر حجروں کی جانب تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نکلا اور عرض کیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں۔

Marfat.com

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوٹ آئے اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں باہر کے کمرے میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے لٹکاتے ہوئے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

((یاایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الاان یؤذن لکم الی طعام غیر نٰظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذ طعمتم فانتشرو اولا مستانسین لحدیث ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللّٰہ لایستحی من الحق))

(القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب)

''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یونکہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ، نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔''

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) (الصحیح البخاری، جز7، عربی صفحہ 28) (الصحیح المسلم، جز، عربی صفحہ 228-233) (البدایہ والنہایہ، جلد4، عربی صفحہ 147) (البدایہ والنہایہ، جلد6، عربی صفحہ 110) (السنن البیہقی، جز7، عربی صفحہ 87) (تفسیر ابن کثیر، جلد3، عربی صفحہ 491-504) (السنن النسائی، جز6، عربی صفحہ 136)

(19): امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں بھوک کی وجہ سے کئی مرتبہ نڈھال ہو کر زمین پر گر جایا کرتا اور بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔

ایک دن میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گزر ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزرے۔ میں نے ان سے قرآنِ مجید کی کسی آیت کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے یہ سوال محض اس لیے کیا تھا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلا دیں، لیکن انہوں نے مجھے کھانے کی دعوت نہ دی (کیونکہ ان کے بھی شب و روز فاقہ سے ہی گزر رہے تھے۔) پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ ان سے بھی میں نے ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ میرا خیال اب بھی یہی تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے کھانا کھلا دیں گے۔ انہوں نے بھی مجھے دعوت نہ دی (کیونکہ ان کے گھر میں بھی فاقہ ہی تھا) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ میرے دل میں کیا ہے اور میرا چہرہ کیا بتا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابو ہریرہ!''

میں نے عرض کیا:

''لبیک یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آؤ میرے ساتھ آؤ''

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے، پھر مجھے اندر آنے کی اجازت

Marfat.com

دی۔ گھر میں دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا:

''یہ دُودھ کہاں سے آیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے بتایا:

''فلاں مرد یا فلاں عورت نے یہ دُودھ بطورِ ہدیہ بھیجا ہے۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابو ہریرہ!''

میں نے عرض کیا:

''لبیک یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اصحابِ صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو بلا لاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ اسلام کے سپاہی اور اللہ کے مہمان تھے۔ نہ ان کا کوئی گھر بار تھا اور نہ اہل وعیال۔ نہ وہ دُنیا کمانے کی فکر کرتے اور نہ ہی ان میں مال کی ہوس تھی۔ وہ تو علم کے طالب اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگر صدقے کا مال آتا تو پورے کا پورا اصحابِ صفہ پر خرچ فرما دیتے اور خود اس میں کچھ نہ لیتے۔ اگر کہیں سے ہدیہ آ جاتا تو اصحابِ صفہ کو بھی عطا فرماتے اور خود بھی اس میں سے حصہ لے لیا کرتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں اصحابِ صفہ کو بلانے چلا گیا۔ میں نے سوچا اس دودھ سے اصحابِ صفہ کا کیا بنے گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سارا دودھ مجھی کو پلا دیتے۔ میں تو سیر ہو جاتا۔ خیر! سب اصحابِ صفہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور مجھے حکم دیا کہ ان کو ایک طرف سے پلانا شروع کرو۔ ایسے موقعے پر ہمیشہ میری ہی ذمہ داری ہوتی تھی کہ تقسیم کروں۔ میں نے پلانا شروع کیا تو خیال آیا کہ یہ دودھ میری باری آنے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔ میں نے لوگوں کو باری باری دودھ پلایا۔ ہر ایک سیر ہو کر پیتا اور پھر دوسرے کی باری آتی۔ سبھی لوگ پی چکے تو میں پیالہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

''اے ابو ہریرہ!''

میں نے عرض کیا:

''لبیک یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سبھی پی چکے اور اب تم اور میں رہ گئے ہیں۔''

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹھ جاؤ اور پی لو۔''

Marfat.com

چنانچہ میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اور پی لو۔''
میں نے اور پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے:
''اور پی لو اور''
بالآخر میں نے عرض کیا:
''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ذات کی قسم! جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اب مزید گنجائش نہیں ہے کہ اور پی لوں۔''
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''لاؤ پھر مجھے دو۔''
میں نے پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر پیالے میں سے دودھ پی لیا۔ گویا سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔
سبحان اللہ! یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ دودھ کے ایک پیالے سے سب اصحاب صفہ، حضرت ابو ہریرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیر ہو کر پیا مگر پھر بھی دودھ بچ گیا۔
(الصحیح البخاری، جز 8، عربی صفحہ 119-121) (السنن البیہقی، جز، عربی صفحہ 83)

(20): حضرت عبداللہ بن محیریز یتیم تھے اور ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرپرستی میں پلے بڑھے تھے۔ حضرت عبداللہ بن محیریز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل انہوں نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا!
''شام کے لوگ مجھ سے آپ کی اذان کے بارے میں پوچھیں گے تو میں انہیں کیا بتاؤں گا؟''
ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:
''میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حنین کی جانب نکلا۔ ہم راستے میں تھے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ حنین سے واپس آتا ہوا راستے میں ملا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن (حضرت بلالؓ) نے اذان پڑھی۔ ہم نے کچھ فاصلے سے اذان کی آواز سنی۔ ہم راستے سے الگ ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ ہم نے اذان سن کر اس کے الفاظ کا مذاق اڑایا اور دہرانا شروع کر دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری (دور سے بطورِ معجزہ) آواز سن لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم دیا کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا جائے، جب ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تم میں سے کس کی آواز بلند تھی؟''
یہ سن کر سب نے میری طرف اشارہ کر دیا اور وہ اس معاملے میں سچے بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی سب کو جانے کی اجازت دے دی مگر مجھے ٹھہرا لیا۔ پھر حکم دیا:
''اُٹھ اور اذان پڑھ۔''
میں حکم سن کر اٹھا۔ اس وقت مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے زیادہ کوئی چیز مکروہ (ناپسندیدہ) نہیں تھی۔ بہر حال

Marfat.com

میں اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان کے کلمات سکھائے اور فرمایا:
''اب بلند آواز سے کہنا شروع کر دے۔''

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ
لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ

(یہ الفاظ صرف اذان سکھانے کے لیے تھے)۔
جب میں نے یہ اذان مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پیشانی پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا، پھر وہ ہاتھ میرے چہرے، سینے، پیٹ اور کلیجے سے لے کر میری ناف تک پھیرا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔
''اللہ تجھے برکت عطا فرمائے اور تجھ پر اپنا فضل و کرم کرے۔''
اب میری قلبی حالت بدل چکی تھی۔ میں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے مکہ میں مؤذن مقرر فرما دیجئے۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جاؤ میں نے تجھے حرم کا مؤذن مقرر کر دیا۔''
اب میرے دل کی حالت یہ تھی کہ دنیا جہاں کی تمام اشیاء سے زیادہ محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دکھائی دیتے تھے۔ کوئی بھی چیز مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکمِ مکہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور انہیں پورا واقعہ سنایا۔ چنانچہ اس وقت سے میں اذان کی ذمہ داری نبھار ہا ہوں۔
السنن البیہقی میں بیان کیا گیا ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد، ان کے پوتے اور پرپوتے سب مسجدِ حرام میں اذان دیا کرتے تھے۔
(تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 72) (الاصابہ، جلد 4، عربی صفحہ 175) (السنن البیہقی، جز 2، عربی صفحہ 392-418) (السنن النسائی، جز 2، عربی صفحہ 5)

(21): شیبہ بن عثمان سے روایت ہے کہ میں نے یومِ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تنہا ہیں۔ مجھے اپنا باپ اور چچا یاد آئے۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ آج انتقام کا موقع مل گیا ہے۔

Marfat.com

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا۔ جوں ہی میں قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ میں نے کہا:

''یہ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔''

اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرہ پہن رکھی تھی جو چاندی کی طرح سفید تھی اور اس پر گرد و غبار نظر آ رہا تھا۔ پھر میں نے بائیں جانب سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پایا۔ میں نے سوچا کہ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچازاد بھائی ہیں۔ یہ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بڑی بے جگری سے دفاع کریں گے۔

میں پیچھے واپس چلا گیا اور سوچا کہ پشت سے حملہ کروں۔ جب پشت کی جانب سے حملہ کرنے کے لیے آیا تو بس تلوار چلانے کی کسر تھی۔ میں نے تلوار کا ارادہ کیا تو اچانک میرے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کے شعلے حائل ہو گئے۔ یہ شعلے اتنے سخت اور تیز تھے کہ انہوں نے بجلی کی طرح میری آنکھوں کو چکا چوند کر دیا۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ تیز روشنی میری بینائی ہی نہ لے جائے۔ اس ڈر سے میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور اُلٹے پاؤں پیچھے بھاگا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف التفات کیا اور فرمایا:

''اے شیبہ! اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی:

''اے اللہ! شیبہ سے شیطان کو دور فرما دے۔''

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنکھ اٹھائی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی آنکھوں اور میری جان سے زیادہ عزیز ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یَاشَیْبَۃَ قَاتِلِ الْکُفَّارَ''

''اے شیبہ! کفار سے قتال کرو۔''

پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر مٹی لی اور دشمنوں کی طرف پھینک دی تو وہ مٹی دشمنوں کی آنکھوں میں پڑ گئی۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 345) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 7) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 442) (طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 108)

(22): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یسر بن رزام نے خیبر میں بنوغطفان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو بنوسلمہ کے حلیف تھے۔ یہ لوگ یسیر بن رزام کے پاس گئے اور اس سے بات چیت کی اور اس سے کافی قرب حاصل کیا۔ پھر اس سے کہا:

''اگر تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں انعام و اکرام سے نوازیں گے اور تمہیں منصب

Marfat.com

عطا فرمائیں گے۔ انہوں نے اسے بار بار یہ بات سمجھائی یہاں تک کہ وہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مدینہ کی جانب نکلا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے اُونٹ پر بٹھالیا۔ خیبر سے چھ میل دور ''قرقرہ'' کے مقام پر پہنچے تو یسیرا اپنے فیصلے پر نادم ہوا اور اسے خطرہ محسوس ہونے لگا۔
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے کہ اس کا ارادہ بدل رہا ہے۔ تو اسے موقع دیئے بغیر فوراً تلوار کا وار کر کے اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ اس نے ایک مڑے ہوئے سرے والی لمبی تیرے نما چیز سے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ضرب لگائی اور انہیں زخمی کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اپنے قریب کے یہودی کو قتل کر ڈالا۔ وہ سب تہہ وتیغ ہو گئے۔ مگر ان میں سے ایک شخص بھاگ نکلا اور جان بچا کر واپس چلا گیا۔
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زخمی حالت میں دیکھا تو ان کے زخم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا۔ لعابِ دہن لگنے کی دیر تھی کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا۔ نہ اس میں کوئی درد رہا اور نہ ہی زخم۔

(طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 67) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 618) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 567) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 221)

(23): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی جانب ایک فوج بھیجی اور اس فوج کا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا:

''اگر حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کچھ ہو جائے تو حضرت جعفر ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کمان سنبھال لیں۔ انہیں کچھ ہو جائے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امیر ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کو رخصت فرمایا اور الوداع کہنے کے لیے مدینہ سے باہر تک تشریف لائے۔ یہ فوج شام کے کسی مقام پر اتری۔ وہاں اطلاع ملی کہ قیصر روم ''ہرقل'' اپنی فوجوں کے ساتھ بلقاء کے علاقے میں ''مآب'' کے مقام پر خیمہ زن ہے۔ اس کے ایک لاکھ جنگجو تھے۔ ''ہرقل'' کے ساتھ مقامی سردار اور ان کے قبائل ''بنولخم''، ''بنوجذام''، ''بنوقین'' اور ''بنوبہرا'' بھی اپنی فوجیں لے کر حاضر تھے۔ ان کی تعداد بھی ''ہرقل'' کی فوجوں کے برابر تھی (ہرقل اور قبائل وغیرہ کی فوج مل کر دو ڈھائی لاکھ کے قریب تھی) اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔

مسلمانوں نے شام میں دو راتیں قیام کیا اور آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا جائے اور درخواست کی جائے کہ دشمن کی کثیر فوج کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید فوج روانہ فرمائیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج بھیج دی تو ''فبہا'' اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو پیش قدمی کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی کو جوش دلایا اور فرمایا:

''اے میری قوم کے لوگو! خدا کی قسم! جس چیز کی تمنا لیے تم گھروں سے نکلے تھے (یعنی شہادت فی سبیل اللہ) وہ سامنے ہے اور تم اس سے منہ موڑ رہے ہو۔ ہم کبھی دشمن سے اپنی تعداد و ساز و سامان کے بل بوتے پر نبرد آزما ہوئے ہیں؟ ارے نہیں! بلکہ ہم نے تو دشمن کا مقابلہ ہمیشہ اس دین اور ایمان کی قوت سے کیا ہے۔ جس کی برکات سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز فرمایا ہے۔ چلو پیش قدمی کریں، ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مقدر ہے یا فتح اور یا شہادت۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولولہ انگیز تقریر نے لوگوں کے حوصلے بلند کر دیئے اور وہ پکار اٹھے:

''خدا کی قسم! عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا۔''

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ مسلمان فوج چل پڑی۔ بلقاء کے مقام پر جا کر دشمن کی فوج ان کے سامنے آ گئی۔ یہ ٹڈی دل رومی اور عربی فوجوں پر مشتمل تھی۔ بلقاء کی بستیوں میں سے ایک بستی مشارف کے قریب دشمن تھا اور موتہ کی بستی کے پاس مسلمان۔ موتہ کے مقام پر یہ جنگ لڑی گئی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کا مقابلہ بڑی دلیری اور بہادری سے کیا۔ ان کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ''علم'' (جھنڈا) تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ''علم'' کو سر بلند رکھا۔ بہادری سے لڑے اور زخموں سے چور چور اور لہولہان ہو کر شہید ہو گئے۔ اب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اُٹھایا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے۔ دشمن کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا مگر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادری کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنی فوج کے حوصلے بلند کرتے رہے۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دونوں جانب سے لوگ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ''شقرا'' نامی گھوڑے سے اُترے اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تا کہ دشمن اسے حاصل کر کے استعمال نہ کر سکے۔ پھر دشمن کے مقابلے پر شجاعت کے ساتھ لڑتے رہے۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے اور پھر خود شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا پکڑ اور فوج کی قیادت سنبھالی۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے اور دشمن کا دباؤ اس وقت حد سے بڑھ چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تھوڑی دیر کے لیے ضعف اور تردد پیدا ہوا مگر فوراً سنبھل گئے اور ''فی البدیہہ'' یہ اشعار ارشاد فرمائے:

1۔ اے دل! میں نے قسم کھائی ہے کہ تجھے اس میدان میں لازماً اُتاروں گا تو بخوشی آگے بڑھے تو کیا کہنے، وگرنہ مجبوراً بھی یہ کام تو کرنا ہی پڑے گا۔

2۔ لوگ جوق در جوق آگے بڑھ رہے ہیں اور چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ میں تجھے جنت کی طرف دیوانہ وار بڑھنے کی بجائے ہچکچاہٹ میں مبتلا دیکھ رہا ہوں؟

3۔ کافی طویل زمانہ تو نے آرام و اطمینان سے گزارا۔ تیری حقیقت سوائے اس کے کیا ہے کہ تو ایک تھیلی (ماں کے رحم) میں پانی کا ایک ناپاک قطرہ تھا۔

4۔ اے نفس! موت سے کیا ڈرنا؟ اگر یہاں گلا نہ کٹوایا تو ویسے موت آ جائے گی۔ موت کا حمام تو گرم ہو چکا ہے۔

5۔ جس چیز (شہادت) کی تجھے آرزو تھی وہ حاضر ہے، اگر تو نے وہی کام کیا جو وہ دونوں (حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کر چکے ہیں تو تجھے ہدایت اور کامیابی کا راستہ مل گیا۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے اس کی فوج میں گھس گئے۔ اسی لمحے آپ کے چچا زاد بھائی ایک گوشت کا ٹکڑا لے کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یہ گوشت کا ٹکڑا تناول فرما کر اپنے جسم کو طاقت بخشئے۔ یقیناً آپ کئی دنوں سے (بھوک اور جنگ کی دیگر) سختیاں جھیل رہے

Marfat.com

ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی سے وہ گوشت کا ٹکڑا لیا اور ابھی ایک ہی لقمہ کھایا تھا کہ خوف ناک شور سنا۔ تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں اور چیخیں بلند ہوئی۔ فوراً آپ نے خود سے کہا:

''صورتِ حال یہ ہے (کہ لوگ لقمۂ اجل ہو رہے ہیں) اور تو ابھی تک دُنیا ہی سے دل لگائے بیٹھا ہے؟''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گوشت پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن پر جھپٹے۔ دُشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے کئی زخم کھا کر شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا تھاما اور بلند آواز سے فرمایا:

''اے مسلمانو! اپنے میں سے بہترین آدمی کو یہ جھنڈا دے دو۔''

لوگوں نے کہا:

''آپ ہی سنبھالو؟''

انہوں نے کہا:

''میں اس قابل نہیں ہوں۔''

لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھنڈا سنبھالنے کی درخواست کی۔ انہوں نے جھنڈا پکڑا اور دشمنوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان فاصلہ ہو گیا، کیونکہ بڑھتی ہوئی رومی فوج کو روک کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافی پیچھے دبا دیا تھا، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو اپنی فوج لے کر پیچھے پلٹے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنگ کے شعلے بڑھکنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ''علم'' پکڑا اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہد ہو گئے، پھر جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کمان سنبھالی اور زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ اس موقع پر انصار کے چہرے سرخ ہو گئے اور انہوں نے سوچا کہ کہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی کمزوری سرزد نہ ہو گئی ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکوت کے بعد پھر گویا ہوئے اور فرمایا:

''پھر جھنڈا عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں آیا۔ وہ بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ وہ جنت میں پہنچائے گئے ہیں۔ فرشتوں نے انہیں سنہری پلنگوں پر اُٹھا کر جنت میں داخل کیا۔ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کا پلنگ ذرا سا جھول رہا تھا جبکہ اس کے دونوں ساتھیوں (حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب) کے پلنگ بالکل ٹھیک تھے۔ میں نے پوچھا:

''اس پلنگ میں جھول کیوں ہے؟''

تو مجھے بتایا گیا:

''پہلے دو جرنیل بے دھڑک جنگ میں کود پڑے تھے جبکہ عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے تھوڑا سا توقف کیا تھا، مگر وہ بھی

Marfat.com

آگے بڑھے اور سرخرو ہو گئے۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ سے خبر آنے سے قبل ہی ان شہداء کی شہادت کی خبر سنا دی تھی۔
(صحیح بخاری، جز 4، عربی صفحہ 21-88) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 182) (طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 35) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 899) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 373) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 761) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 247) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 297) (السنن البیہقی، جز 8، عربی صفحہ 154) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 288) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 102) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 157) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 240)

(24): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ تبوک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ ہو گئے تو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ سے واپس گھر لوٹے۔ دوپہر کا وقت تھا اور شدید گرم ہوا چل رہی تھی۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ دونوں نے اپنے کمرے سجائے ہوئے تھے اور کمرے اندر سے خوب صاف ستھرے کیے تھے۔ لذیذ کھانا پکا ہوا تھا اور ٹھنڈے پانی کے گھڑے بھرے پڑے تھے۔

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صبح تبوک کی طرف جائیں گے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کمروں کے دروازں پر پہنچ کر دیکھا کہ ان کی بیویاں ان کی منتظر ہیں۔ کمروں کے آرام اور باہر کی شدید گرم ہوا کے بارے میں حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ سے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلچلاتی دھوپ اور تپتے ریگستانوں میں گرم ہواؤں کے تھپڑوں کا مقابلہ کریں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے میں لذیذ کھانوں کے مزے لوٹے اور حسین عورتوں کی رفاقت کا لطف اُٹھانے کے لیے دوپہر یہاں گزار دے؟ مجاہدین جا چکے اور ابوخیثمہ اپنے مال کی محبت میں گرفتار ہے؟ یہ اسلام کے خلاف اور ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔''

پھر فرمایا:

''خدا کی قسم! میں تم دونوں (بیویوں) کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہوں گا۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا۔ میرا سامان فوراً تیار کر دو۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیویوں نے سفر کا سامان تیار کر دیا تو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ میں پہنچے۔ اونٹنی پر کجاوہ کسا اور عین دوپہر کے وقت نکل کھڑے ہوئے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس روز تبوک کے میدان میں اُترے، اسی روز حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں جا پہنچے۔ راستے میں حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمیر بن وہب الجمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے نکلے تھے۔ یہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ تبوک سے قریب پہنچے تو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر بن وہب الجمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''اے عمیر میرے بھائی! میں تو گناہ گار ہوں کہ بلا عذر پیچھے رہ گیا، تیرا کوئی قصور نہیں ہے تو ذرا رک جا مجھے تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کا موقع دے دے۔''

چنانچہ حضرت عمیر بن وہب الجمعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے رُک گئے۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبوک میں پہنچنے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مقیم تھے۔ جب حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب پہنچے تو لوگوں نے کہا:

Marfat.com

"یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی سوار اس جانب آرہا تھا۔"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"کُنْ اَبَا خَیْثَمَۃُ"
"وہ ابوخثیمہ ہوگا۔"
جب حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپہنچے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:
"یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ واقعی ابوخثیمہ ہی ہیں۔"
ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اونٹنی باندھی اور اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:
"اے ابوخثیمہ! تو ہلاکت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔"
حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پوری کہانی سنائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں برکت اور خیر کی دُعا مانگی۔ حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوشی سے یہ شعر کہے:

"وَلَمَّا رَأَیْتُ النَّاسَ فِی الدِّیْنِ نَافَقُوا
اَتَیْتُ الَّذِیْ کَانَ اَعَفُّ وَاَکْرَمَا

"جب میں نے دیکھا کہ لوگوں نے دین میں منافقت کی روش اپنالی ہے، تو میں نے وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو خلوص پر مبنی ہے۔ وہ طرزِ عمل یہ کہ میں اس شخصیت کے پاس آ گیا جو بہت معاف کرنے والی اور از حد فیض دینے والی ہے۔"

وَبَایَعْتُ بِالْیُمْنٰی یَدَیَّ لِمُحَمَّدٍ
فَلَمْ اَکْتَسِبْ اِثْمًا وَلَمْ اَغْشَ مُحَرَّمًا

"میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس بیعت کے بعد نہ کبھی کوئی گناہ کیا اور نہ چھپ چھپا کر حرام راستے پر چلا۔"

تَرَکْتُ خَضِیْبًا فِی الْعَرِیْشِ وَصَرْمَۃً
صَفَایَا کِرَامًا بِسْرُھَا قَدْ تَحَمَّمَا

"میں نے اپنے گھر میں خوب صورت اور بنی سنوری (دو، دو) عورتوں کو چھوڑا اور بہت سی دودھ دینے والی اُونٹنیوں کے ریوڑ چھوڑ کر چل دیا۔ انگوروں کی بیلوں سے ہاتھ اٹھالیا جبکہ ان کے گچھے پک کر سرخ ہوگئے تھے اور میں کھجوروں کے پکے ہوئے باغات کو بھی خیر باد کہہ کر چلا آیا۔"

وَکُنْتُ اِذَا شَکَّ الْمُنَافِقُ اَسْمَحْتُ
اِلَی الدِّیْنِ نَفْسِی شَطْرَہٗ حَیْثُ یَمَّمَا

"جب منافقین دینِ حق کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہوگئے تو میں نے دین کو مضبوطی سے پکڑلیا۔ میرا مقصود دین تھا، وہ جہاں بھی مجھے ملا میں نے اسے سینے سے لگالیا۔"
(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 521) (الاستیعاب، القسم الرابع، عربی صفحہ 1642) (المغازی للواقدی، جلد 3، عربی

Marfat.com

صفحہ 998)(البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 7)(اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 292)(الاصابہ، جلد 4، عربی صفحہ 54)

(25): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک جاتے ہوئے ''حجر'' کے علاقے سے گزرے تو وہاں قیام فرمایا اور لوگوں نے ایک کنویں سے پانی پی لیا۔ جب استراحت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کنوئیں کے پانی سے نہ پیاس بجھانا اور نہ وضو کرنا۔ اگر تم نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہے تو اس کی روٹی مت کھانا بلکہ یہ آٹا اونٹوں کو کھلا دینا اور رات کو تم میں سے کوئی شخص بھی تنہا خیمے سے نہ نکلے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لوگوں نے عمل کیا، مگر بنو ساعدہ کے دو آدمیوں نے خلاف ورزی کی۔ وہ تنہا اپنے خیموں سے نکل کھڑے ہوئے۔ ایک تو قضائے حاجت کے لیے گیا اور دوسرا گم شدہ اُونٹ کو تلاش کرنے کے لیے چل پڑا۔ جو قضائے حاجت کے لیے گیا تھا، راستے میں کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے تیز ہوا نے اُٹھا کر قبیلہ طے کے دو پہاڑوں پر جا پھینکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں نے تم لوگوں کو اکیلے باہر نکلنے سے منع نہیں کیا تھا؟''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے دُعا فرمائی، جس کا گلا گھونٹا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی۔ دوسرا آدمی لاپتہ رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو بنو طے نے وہ شخص لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب علاقۂ حجر میں صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی مشکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دُعا قبول فرمائے گا، پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے دُعا فرمائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم چاہتے ہو کہ میں دُعا مانگوں؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''جی ہاں! یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دُعا فرمائی۔ آسمان بالکل صاف تھا، اللہ تعالیٰ نے فوراً بادل بھیج دیئے جو لوگوں پر چھا گئے، پھر بارش برسنے لگی۔ لوگوں نے اپنی پیاس بھی بجھائی اور حسبِ ضرورت پانی بھی جمع کر لیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے ان لوگوں کو جانتے تھے جن کے دلوں میں نفاق تھا۔

محمود کہتے ہیں۔ مجھے اپنے بزرگوں نے بتایا کہ ایک منافق اپنے نفاق میں بڑا پکا تھا مگر وہ ہر سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے کی کوشش کرتا۔ جب حجر میں یہ بارش کا واقعہ پیش آیا تو لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: ''تجھ پر افسوس

Marfat.com

ہے۔کیا اب اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی تجھے کوئی شک باقی ہے۔''اس نے جواب دیا:''یہ گزرتا ہوا بادل تھا اور یوں اکثر ہو ہی جاتا ہے۔''(نعوذ باللہ)

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 522)(المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 1006)(البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 11)(تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 396)(الصحیح البخاری، جز 2، عربی صفحہ 147)(الصحیح المسلم، جز 15، عربی صفحہ 42)

(26): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ تبوک کے واقعات لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ تبوک کی جانب جاتے ہوئے راستے میں کسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اونٹنی کی تلاش میں نکلے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مخلص صحابی حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔وہ بیعتِ عقبہ اور بدر میں شمولیت کے شرف سے سرفراز ہوئے تھے۔ان کے گروپ میں زید بن لصیت قینقاعی بھی تھا جو منافق تھا۔حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور زید بن لصیت قینقاعی منافق ان کی قیام گاہ میں تھا۔اس نے قیام گاہ میں لوگوں سے کہا:

''کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں سناتا ہے؟ حالانکہ اسے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟''

اس وقت حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''ایک شخص نے یہ اور یہ باتیں کی ہیں اور میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! مجھے وہی کچھ معلوم ہوتا ہے جو اللہ مجھے بتا دے۔ابھی ابھی میرے خدا نے مجھے میری اونٹنی کی خبر دی ہے۔وہ اس وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت کے ساتھ اس کی نکیل اڑ گئی ہے اور وہ وہیں کھڑی ہے۔جاؤ اور اسے وہاں سے پکڑ لاؤ۔''

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس گھاٹی کے قریب گئے تو اس اونٹنی کو وہیں پایا۔چنانچہ وہ اسے لے کر آ گئے۔حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو لوگوں سے فرمایا:

''خدا کی قسم! ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک بات کی ہے جو بڑی عجیب ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ''ایک شخص نے یہ اور یہ بات کی ہیں۔''

قیام گاہ میں موجود لوگوں نے بتایا:

''یہ باتیں تو تھوڑی دیر پہلے زید بن لصیت نے کہی تھیں۔''

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سن کر سخت غصہ آیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت زید بن لصیت کو گردن سے پکڑا اور لوگوں کو پکارا:

''اللہ کے بندو! میرے خیمے میں ایک ہوشیار چالاک (اور وہی منافق) آدمی تھا (جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی) اور مجھے اس کی خبر ہی نہ تھی۔''

پھر اسے مخاطب کر کے فرمایا:

''اے دشمنِ خدا! میرے خیمے سے نکل جا، میرے ساتھ کبھی نہ چلنا اور نہ میرے قریب بھٹکنا۔''

Marfat.com

(المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 1010) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 523) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 423) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 326) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 238)

(27): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک کی جانب روانگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی جانب روانہ ہو گئے اور بہت سے لوگ پیچھے رہ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے۔

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں اور فلاں پیچھے رہ گئے ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھوڑیئے! اگر ان میں سے خیر اور بھلائی ہے تو عنقریب اللہ انہیں آپ لوگوں سے ملا دے گا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو تمہیں کیا غم؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے ان لوگوں کے شر سے تمہیں پناہ دی۔''

اسی دوران کسی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں دراصل ان کا اُونٹ بیٹھ گیا تھا اور کوشش کے باوجود اُٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں خیر و بھلائی ہوگی تو جلدی آ جائے گا ورنہ اس کی فکر نہ کرو۔''

ادھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یہ تھا کہ جب اونٹ نہ اٹھا سکے تو انہوں نے اُونٹ وہیں چھوڑا اور اپنا ہلکا پھلکا سامان اٹھایا اور پیدل ہی چل پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ پا پر چلتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے بے قرار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ مسلمانوں میں سے کسی نے صحرا میں ایک شخص کو آتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی شخص تنہا اور پیدل ہی چل کر آ رہا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کُنْ اَبَاذَرٍ''

''وہ ابوذر ہے۔''

لوگوں نے دیکھا تو دُور ہی سے پہچان لیا اور عرض گزار ہوئے:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم! وہ تو ابوذر غفاری ہی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ابوذر غفاری پر رحم فرمائے۔ وہ تنہا چل پڑتا ہے، تنہا ہی فوت ہو جائے گا اور تنہا ہی قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا۔''

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سے ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا تو انہوں نے تعمیل کی اور ربذہ کے گاؤں میں سکونت اختیار فرمائی۔ اسی گاؤں میں ان کا آخری وقت آ پہنچا۔ گاؤں کے سبھی لوگ حج

Marfat.com

کے لیے جا چکے تھے۔ وہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کی بیوی اور غلام کے سوا کوئی نہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے انہیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"موت کے بعد مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر راستے میں رکھ دینا۔ ایک قافلہ آئے گا ان سے کہنا یہ ابوذر غفاری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہے۔ تم لوگ نمازِ جنازہ اور تدفین میں ہماری مدد کرو۔"

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے تو ان کی اہلیہ اور غلام نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ اسی وقت ایک قافلہ نظر آیا۔ اس قافلے کے سالار صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ وہ عراق سے عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ جب جنازے کے قریب پہنچے تو غلام نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

"یہ صحابی رسول ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جنازہ ہے، آپ لوگ ہماری مدد کریں کہ نمازِ جنازہ پڑھا دیں اور میت کو دفن کر دیں۔"

یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ وہ اپنے اُونٹ سے اُترے اور مدھم سی آواز میں فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر فرمایا:

"اے ابوذر! آپ تنہا ہی چل دیتے تھے، تنہا ہی دنیا سے رخصت ہوں گیا اور تنہا ہی قیامت کے دن اُٹھائے جائیں گے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ امامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ تدفین کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفرِ تبوک کا واقعہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لوگوں کو سنایا۔ اس وقت ہر ایک کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 173) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 524) (المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 1001) (الاصابہ، جلد 4، عربی صفحہ 65) (البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 8) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 302)

(28): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر کے دوران وادیِ مشقق سے گزرے۔ وادی میں ایک جگہ پہاڑی سے پانی قطرات کی صورت میں ٹپکتا رہتا تھا۔ یہ پانی مقدار میں اتنا کم ہوتا تھا کہ اس سے بیک وقت دو یا تین آدمی پیاس بجا سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو بھی اس وادی میں پہلے پہنچے، وہ اس جگہ سے ہمارے آنے تک ہرگز پانی نہ پیئے۔"

چند منافقین اس پانی تک جا پہنچے اور انہوں نے پانی پی لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو دیکھ کر کہ پانی بالکل نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"کون یہاں ہم سے پہلے پہنچا تھا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ فلاں فلاں پہلے پہنچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اظہارِ غصہ کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا ہم نے منع نہیں کیا تھا کہ یہاں سے ہماری آمد تک پانی نہ پینا؟"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور پانی کے چند قطرات کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا۔ چند قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ٹپکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہاتھ میں لے کر پانی کے منبع پر چھڑکا اور پھر اس پر دستِ مبارک سے

Marfat.com

مسح کیا اور کچھ دیر تک اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہے۔ پانی کا منبع جہاں سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکتا رہتا تھا۔ ایک آواز کے ساتھ پھٹا جس سے بجلی جیسی آواز سنائی دی۔ پانی چشمے کی مانند پھوٹ پڑا۔ لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور اپنی ضرورت کے مطابق برتنوں میں بھی بھر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم زندہ رہے یا تم میں سے جو بھی کچھ عرصہ دُنیا میں موجود رہا تو وہ یقیناً دیکھے گا کہ یہ وادی سرسبز اور شاداب ہو جائے گی اور اپنے گردوپیش کی تمام وادیوں سے زیادہ زرخیز اور آباد ہو گی۔"

چنانچہ وہ وادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آج بھی بہت زیادہ ہری بھری ہے۔

(المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 1012-1039) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 527) (تفسیر ابن کثیر، جلد 3، عربی صفحہ 373) (البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 12-18) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 100) (الصحیح المسلم، جز 5، عربی صفحہ 41)

(29): واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم کے حوالے سے بنی سعد بن ہذیم کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ ساتھی بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں تھے۔ میں وہاں پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں بیٹھ گیا اور عرض کیا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے فلاح پالی۔"

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی اور فرمایا:

"بلال! (بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمیں کھانا کھلاؤ۔"

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین پر چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا اور ایک تھیلے میں سے کھجور، گھی اور پنیر کی بنی ہوئی پنجیری نکالی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھیے اور کھایئے۔"

ہم سب نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔

میں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کھانا تو اتنا کم تھا کہ شروع میں میں نے سوچا کہ میں تنہا ہی یہ کھا جاؤں گا، مگر یہ ہم سب نے کھا لیا اور پھر بھی بچ گیا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ مِعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعَاءٍ"

"مومن ایک آنت کھاتا ہے جبکہ کافر ساتوں آنتوں کو بھر کر کھا جاتا ہے۔"

Marfat.com

میں اگلے دن پھررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آج دو باتیں مقصود تھیں۔ایک تو یہ کہ کھانا کھاؤں اور دوسری یہ کہ مزید اطمینانِ قلب اور یقینِ صادق حاصل کروں کہ اللہ نے اپنے نبی کو کن مخصوص برکات سے نوازا ہے۔میں نے دیکھا کہ کھانے کا وقت ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس افراد موجود تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''بلال! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا لاؤ۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دسترخوان بچھایا اور ایک تھیلی سے کھجوریں نکالنے لگے۔وہ مٹھیاں بھر بھر کر کھجوریں دسترخوان پر ڈال رہے تھے۔یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَخْرِجْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اَقْتَادًا''

''(حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کھجوریں کھلے دل) نکالو اور عرش والے سے اس وجہ سے نہ ڈرو کہ وہ (نیکی کی راہ پر خرچ کرنے سے مال میں) کمی کرے گا (یعنی اللہ تعالیٰ خرچ کرنے سے مزید عطا فرماتا ہے کمی نہیں فرماتا)''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری کی ساری کھجوریں دسترخوان پر ڈال دیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کھجوریں دو مد (تقریباً ڈیڑھ کلو) ہوں گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ان کھجوروں پر رکھا اور فرمایا:

''بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔''

سب لوگوں نے خوب کھایا اور میں نے بھی کھجوروں سے پیٹ بھر لیا۔میں خود کھجوریں اُگایا کرتا تھا اور کھجوریں کھاتا بھی بہت تھا مگر اس دن میں نے اتنی کھالیں کہ مزید کھانے کی گنجائش نہ رہی۔سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ دسترخوان پر کم وبیش اتنی ہی کھجوریں تھیں جتنی کھانے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈالی تھیں۔ہم تو خوب سیر ہو گئے مگر کھجوریں اتنی کی اتنی باقی تھیں جیسے ان میں سے کچھ کھایا ہی نہ گیا ہو۔

اگلے روز پھر میں نے ایسا ہی معاملہ دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''کھانا لاؤ۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کل جو کھجوریں باقی بچی تھیں وہ دسترخوان پر پھیلا دیں۔دس یا اس سے زیادہ افراد نے سیر ہو کر کھایا، مگر کھجوریں پھر اتنی کی اتنی رہی۔ان میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ایسا معاملہ تین دن تک ہوتا رہا۔

(الصحیح المسلم، جز 1، عربی صفحہ 225) (المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 1018-1038) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 118) (الاصابہ، جلد 4، عربی صفحہ 54)

(30): واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپسی پر ایک پہاڑی راستے سے گزر رہے تھے تو منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھاٹی سے نیچے گرانے کی سازش کی۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی پر پہنچے تو سازشی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنا چاہتے تھے مگر اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادوں کی خبر دے دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ گھاٹی کو عبور کرنے کی بجائے بطنِ وادی سے گزر جائیں کیونکہ وہ زیادہ آسان اور کشادہ راستہ ہے۔لوگ تو اس راستے کی طرف مڑ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار گھاٹی کو عبور کرنے کے

Marfat.com

ارادے سے چل پڑے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اُونٹنی کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلیں اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اونٹنی کو پیچھے سے ہانکتے چلیں۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے درمیان پہنچے تو دیکھا کہ ان کے پیچھے لوگ چلے آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حذیفہ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو واپس لوٹا دیں۔
منافقین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ پیچھے پلٹے اور ان لوگوں کی سواریوں کے منہ پر لاٹھی مارنی شروع کر دی اور انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ ان لوگوں کو خیال گزرا کہ ان کی سازش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عیاں ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ گھاٹی سے تیزی کے ساتھ نیچے اترے تاکہ جلد از جلد عامۃ الناس میں گھل مل جائیں اور کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔
حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سازشیوں کو بھگانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حسب سابق اونٹنی کو ہانکنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی سے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور لوگ بھی خیمہ زن ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
''اے حذیفہ! جن لوگوں کو تو نے گھاٹی سے پیچھے لوٹایا تھا ان میں سے کسی کو پہچانتا ہے؟''
انہوں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے فلاں فلاں شخص کی سواری پہچان لی تھی مگر لوگوں نے منہ پر کپڑے باندھ رکھے تھے اور رات کی تاریکی میں میں انہیں اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔''
اس سفر کے دوران تیز رفتاری کی وجہ سے بعض لوگوں کی سواریوں سے کچھ سامان گر پڑا۔ حضرت حمزہ بن عمر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معجزہ کے طور پر) میری پانچوں انگلیاں روشن فرما دیں، جن کی روشنی سے میں نے اپنی چیزیں اکٹھی کیں حتیٰ کہ کوڑے، رسی، اور ان جیسی دیگر چیزوں کو بھی ہم نے دیکھا اور اٹھا لیا۔ ہمارے سامان میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جو گری ہو اور ہم نے اسے نہ پا لیا ہو۔
(المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 1043) (البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 19) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 152-278) (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 372) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 38)

(31): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا:
''بنو کندہ کے بادشاہ اُکیدر بن عبدالمالک کی طرف جاؤ اور اسے مطیع کرو۔''
یہ بادشاہ نصرانی تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم ملتے ہی روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تم اسے جنگلی گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔''
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دیارِ بنو کندہ پہنچے تو منظر العین میں اکیدر کے قلعے کے قریب چاندنی رات کے وقت انہوں نے دیکھا کہ اکیدر قلعے کی چھت پر بیٹھا ہے اور اس کی بیوی بھی اس کے پاس ہے۔ اسی دوران ایک عجیب منظر یہ دیکھنے میں آیا کہ اکیدر بادشاہ کے محل کے صدر دروازے پر ایک جنگلی گائے آئی اور

Marfat.com

دروازے کے ساتھ سینگ مارتی رہی۔
اکیدر بادشاہ نے کہا:
''کیا ایسا منظر تم نے کبھی پہلے بھی دیکھا ہے؟''
اس کی بیوی نے جواب دیا:
''خدا کی قسم! پہلے کبھی ایسا منظر دیکھنے میں نہیں آیا۔''
اس کے بعد اکیدر کی بیوی نے کہا:
''اس شکار کو کون چھوڑ سکتا ہے؟''
اکیدر نے جواب دیا:
''کوئی بھی نہیں۔''

یہ کہہ کر وہ چھت سے نیچے اُترا اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے گھوڑے پر زین کسی جائے۔ پھر وہ اپنے بچوں اور ساتھیوں کے ہمراہ ہتھیار بند ہو کر شکار کے لیے نکلا۔ اس کی معیت میں اس کا بھائی حسان بھی تھا۔
جونہی یہ لوگ قلعے سے نکل کر کھلی جگہ آئے تو ان کا سامنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہو گیا۔ اسی لڑائی میں اکیدر کا بھائی قتل ہو گیا اور وہ خود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اس نے ایک نہایت قیمتی قبا اوڑھ رکھی تھی جس میں ریشمی دھاگے کے اوپر سونے کا منقش کام کیا گیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے اس کی قبا لے لی اور مدینہ پہنچنے سے قبل یہ قبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب اکیدر کی قبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو میں موجود تھا۔ مسلمان اس قبا کی خوبصورتی اور نرمی کو دیکھ کر متعجب ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورتِ حال دیکھ کر فرمایا:
''کیا تم اس پر تعجب کر رہے ہو؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جنت میں اس سے کہیں زیادہ جمیل ونفیس رومال اور تولیے ہوں گے۔''
پھر حضرت خالد بن ولید اکیدر بادشاہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جان بخشی اور جزیئے کی ادائیگی پر اس کے ساتھ صلح فرمائی۔ اکیدر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا فرما دیا تو وہ واپس اپنے قبیلے میں چلا گیا۔

(32): قبیلۂ بنو طے کے ایک شخص حضرت بجیر بن بجرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا، جس میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی اس غیبی خبر کہ تم اکیدر کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

تبارك سائق البقرات انی
رأيت اللّٰه يهدی كل هاد

Marfat.com

''بابرکت ہے وہ ذاتِ پاک جو جنگلی گایوں کو ہانک کر مقامِ مقررہ تک پہنچا دیتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہر ہدایت دینے والے کی راہنمائی خود اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔''

فمن يك حائدا عن ذي تبوك

فانا قد امرنا بالجهاد

''جو کوئی غزوۂ تبوک کا حکم دینے والے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ ہونا چاہتا ہے، اسے جان لینا چاہیے کہ ہم الگ نہیں ہوں گے۔ ہمیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ہمارا سر تسلیم خم ہے۔''

یہ اشعار سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تیرے دانتوں کو کبھی بوسیدہ نہ کرے۔''

راوی کہتے ہیں کہ حضرت بجیر بن بجرہ رضی اللہ عنہ نوے (90) سال زندہ رہے اور نہ کبھی ان کا کوئی دانت ٹوٹا، نہ دانتوں میں تکلیف ہوئی اور نہ کبھی کوئی داڑھ ہلی۔

(طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 120) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 526) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 114-164) (المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 1025) (البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 17) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 131-142)

(33): ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے رمضان میں واپس مدینہ پہنچے۔ اسی ماہ میں بنو ثقیف کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر چلے گئے، مگر ان میں سے ایک خوش قسمت انسان حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ روانگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا۔ وہ قدومِ مدینہ سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو یہ ثقفی سردار مسلمان ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''ہمیں بنو ثقیف میں جا کر تبلیغ کرنے کی اجازت دے دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو ثقیف کی بے وقوفی اور جاہلیت کا علم تھا، اسی لیے فرمایا:

''ارادہ تو نیک ہے مگر تمہارے قبیلے کے لوگ تمہیں مار ڈالیں گے۔''

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو اپنی قوم کے درمیان از حد محبوب ہوں۔ وہ مجھ سے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔''

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مزید بیان کرتے ہیں کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے درمیان بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اُن کا حکم سنا اور مانا جاتا تھا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آئے، اس اُمید پر کہ قوم میں ان کی عزت بھی ہے اور رعب بھی، اس لیے کوئی بھی ان کی حکم عدولی نہ کر سکے گا۔ سب کو اسلام کی دعوت عام دے دی۔

قوم نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلسل یہ دعوت دیتے رہے۔ ایک بلند پہاڑی پر کھڑے ہو کر انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا اور عام لوگوں کو شرک اور کفر چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی، تو بنو ثقیف ہر جانب سے ان پر تیر برسانے لگے۔ وہ شدید زخمی ہو گئے۔ شدید زخمی ہونے کے بعد ان سے پوچھا گیا:

Marfat.com

''آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے خون کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''
ان کے خاندان نے قاتل اور اس کے قبیلے سے انتقام لینے کا اعلان کر دیا تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
''میرے بدلے میں کسی کو مت قتل کرنا۔ یہ تو ایک اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اور اس نے مجھے شہادت کے عظیم مرتبے پر اپنی خصوصی رحمت سے سرفراز کیا ہے۔ میری ایک ہی خواہش ہے کہ مجھے اُن شہداء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس دفن کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بنوثقیف میں شامل ہوئے اور یہاں شہید ہوئے تھے۔''
ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ شہادت سے قبل انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ انہوں نے مجھے پہلے ہی اس شہادت کی خبر دے رکھی تھی۔
(طبقات ابن سعد، جلد 1، القسم الثانی، عربی صفحہ 52) (طبقات ابن سعد، جلد 5، عربی صفحہ 369) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 537) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1066) (المغازی، للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 960) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 406) (البدایہ والنہایہ، جلد 5، عربی صفحہ 29) (الاصابہ، جلد 2، عربی صفحہ 470)

☆☆☆

باب نمبر 3:

محبت رسول میں اضافہ کیجئے......رسول اللہ کا حلیہ اور عادات مبارکہ

رسول اللہ کا حلیہ اور عاشقین کا انداز بیان

((اخبرنا ابو رجاء قتیبة بن سعید عن مالك بن انس عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن انس بن مالك انه سمعه یقول كان رسول الله صلى الله علیه وسلم لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر ولا بالابیض الامهق ولا بالادم ولا بالجعد القطط ولا بالسبط بعثه اللّٰه تعالیٰ علی رأس اربعین سنة فاقام بمكة ثلثة و عشر سنین وبالمدینة عشر سنین فتوفاه اللّٰه تعالیٰ علی رأس ستین سنة ولیس فی رأسه ولحیته عشرون شعرة بیضآء))
''جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بے ڈول لمبے قد کے تھے اور نہ ہی ٹھگنے اور آپ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح سفید تھا اور نہ ہی مٹیالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ تو پیچدار تھے اور نہ سیدھے اکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر شریف میں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپ دس برس مکہ مکرمہ اور دس برس مدینہ منورہ میں تبلیغ اسلام کے لئے قیام فرمار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تریسٹھ برس کی عمر میں وصال عطا فرمایا۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس بال شریف بھی سفید نہ تھے۔''
((حدثنا حمید بن مسعد البصری حدثنا عبدالوهاب الثقفی عن حمید عن انس بن مالك

Marfat.com

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربعة وليس بالطويل ولا بالقصير حسن الجسم وكان شعره ليس نجعد ولا سبط اسمر اللون اذا مشى يتكفاء))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانہ تھا یعنی نہ تو دراز قامت تھے اور نہ ہی پست قد۔ جسم مبارک انتہائی خوبصورت تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بہت گھنگھریالے تھے' رنگ مبارک سنہری تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو بغیر رکاوٹ (آگے کو جھکے ہوئے) کو چلتے تھے۔''

((حدثنا محمدبن بشار يعني العبدى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابى اسحق قالت سمعت البراء بن عازب يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا مربوعا بعيد مابين المنكبين عظيم الجمة الى شحمة اذنية عليه حلة حمرآء مارايت شيئا قط احسن منه))

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد آدمی تھے' دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک دونوں کانوں کی لو تک لمبے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑا سرخ رنگ کا تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہر چیز سے بڑھ چڑھ کر حسین پایا۔''

اُم معبد کی زبانی جناب رسول اللہ ﷺ کا سراپا:

حضرت ام معبد (حضرت ابوسعید کی بیوی) فرماتی ہیں:

''میں نے ایک شخص دیکھا جس کا رخ انور صاف وشفاف اور روشن و تاباں تھا۔ نحافت کے عیب سے مبرا تھا، نہ ہی بالکل نحیف و نزار اور نہ ہی پھولے ہوئے جسم والے، انتہائی خوبرو و خوش رنگ، آنکھیں سیاہی مائل، لمبی لمبی پلکیں، بھاری آواز والا، گردن طویل، ڈاڑھی گھنی، پلکیں لمبی، قوس کی طرح مڑی ہوئی اور آپس میں متصل، خاموش رہیں تو پروقار، بات کریں تو اظہار عظمت ہو اور حسن و دلکشی چھا جائے، دور سے دیکھنے والے کو ساری دنیا سے بڑھ کر حسین و جمیل لگیں اور قریب والے کو صاف ستھرے اور خوش نما نظر آئیں۔ شیریں کلام و واضح بیان، نہ ہی باتونی اور نہ ہی کم گو، اس کے بین بین، ان کی گفتگو موتی کی وہ لڑیاں، جن کے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہوں۔ نہ دراز قامت نہ پست قامت، دوتر و تازہ ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی جو تینوں سے بڑھ کر دلکش، سب سے اعلیٰ مرتبت، ساتھی ایسے جو ہمہ وقت حاضر خدمت، اگر بولے تو اس کے بول سننے کے لئے وہ سبھی چپ سادھ لیں، حکم دے تو سر آنکھوں پر اس کی تعمیل میں چاک و چوبند، ایسے ساتھیوں سے گھرا رہنے والا جو تابع فرمان، ترش روئی سے خالی اور واہی وتباہی سے منزہ۔''

جونہی ابوسعید کی بیوی کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تو وہ پکار اٹھے:

''بخدا یہ تو قریش کی وہی شخصیت ہے جس کے معاملہ کے بارے مکہ میں ہمیں بتایا گیا تھا۔ میں نے ان کی رفاقت کا اب پختہ عزم کر لیا ہے۔ اگر مجھے میسر ہوا تو میں یہ ضرور کروں گا۔ چنانچہ مکہ میں آواز ابلند ہوئی وہ آواز تو سن رہے تھے مگر یہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ آواز والا کون ہے اور وہ یہ کہہ رہا تھا: ''سارے لوگوں کا پالنہار دونوں ساتھیوں کو بہتر بدلہ عطا فرمائے۔''

یہ حدیث حسن اور قوی ہے۔ حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ ذھبی نے اس سے موافقت کی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ ام معبد کا قصہ مشہور ہے اور کئی واسطوں سے منقول، اس کا بعض بعض کے لئے باعث تقویت ہے۔

Marfat.com

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن ابی اسحق عن البراء بن عازب قال مارایت من ذی لمة فی حلة حمراء احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم له شعرا یضرب منکبیه بعید مابین المنکبین لم یکن بالقصیر ولا بالطویل))

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو سرخ جوڑے میں ملبوس اور کانوں کی لو تک لٹکے ہوئے بالوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کی بال مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کو چومتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک نہ پست قامت تھا اور نہ دراز۔''

((حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا ابو نعیم حدثنا المسعودی عن عثمان بن مسلم هرمز عن نافع بن جبیر بن مطعم عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنه قال لم یکن النبی صلی اللہ علیه وسلم بالطویل ولا بالقصیر شثن الکفین والقدمین ضخم الراس ضخم الکرادیس طویل المربة اذامشی تکفاتکفوا کانما ینحط من صبب لم ارقبله ولا بعده مثله))

''امیر المومنین جناب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ دراز قد تھے اور نہ ہی پست قامت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے گوشت سے پُر تھے۔ سر اقدس موزوں بڑا تھا' جوڑوں کی ہڈیاں ڈالدار تھیں اور سینہ مبارک سے لے کر ناف تک ایک لمبی لکیر تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے تو بلا رکاوٹ آگے کو جھکے ہوئے چلتے تھے گویا نشیب کی طرف قدم اُٹھا رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل حسن اور خوبصورتی میں کسی ایک کو نہیں دیکھا۔''

((حدثنا سفین بن وکیع حدثنا ابی عن المسعودی بهذاالاسناد نحوه بمعناه حدثنا احمد بن عمدة النصبی البصری وعلی ابن حجر وابوجعفر محمد بن الحسین وهوابن ابی حلیمة والمعنی واحدقالواحدثنا عیسی بن یونس عن عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرة قال حدثنی ابراهیم بن محمد عن ولد علی بن ابی طالب قال کان علی اذاوصف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالطویل الممغط ولابالقصیر المترددوکان ربعة من القوم ولم یکن بالجعد القطط ولاباسبط کان جعدا رجلا ولم یکن بالمطهم ولابالمکلثم وکان فی وجهه تدویرا بیض مشرب اوعج العینین اهدب الاشغار جلیل المشاش والکتداجرد ذومسربة شثن الکفین والقدمین اذامشی تقلع کانما ینحط من صبب واذاالتفت التفت معابین کتفیه خاتم النبوة وهوخاتم النبیین اجودالناس صدراواصدق الناس لهجة والینهم عریکة واکرمهم عشیرة من راه بدیهة هابة ومن خالطه معرفة احبه یقول ناعته لم ارقبله ولابعده مثله

قال ابوعیسی سمعت اباجعفر محمد بن الحسین یقول سمعت الاصمعی یقول فی تفسیر

Marfat.com

صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم الممغط الذاهب طول قال وسمعت اعرابیاً یقول فی کلامه تمغط فی نشابته ای مدها مداشدیدا والمترددالداخل بعضه فی بعض قصراواما لقطط ناالشدید الجعودة والرجل الذی فی شعره حجونة ای تثن قلیلا واماالمطهم فالبا دن الکثیر اللحم والملکثم المدوزالوجهه والمشرب الذی فی بیاضه حمره والادعج الشدید سوادالعین والاهدب الطویل الاشفار والکتد مجتمع الکتفین وهوالکاهل وامربة هوالشعرالدقیق الذی کان قضیب من الصدر الی السرة' والشثن الغلیظ الاصابع من الکفین والقدمین والتقلع ای یمشی بقوه والصبب الحدور تقول الحدرنافی صبوب وقول جلیل المشاش یریدروس المناکب والعشرة الصحبة العشیر الصاحب والبدیهه المناجاة یقال بدهة بامرای فجئته))

''حضرت ابراہیم بن محمد (جو کہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پوتے ہیں) جناب علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت بھی مولائے کائنات رضی اللہ عنہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بے ڈھب لمبے تھے اور نہ بدنما پست قد کہ ایک عضو دوسرے عضو میں گھسا ہوا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مائل بہ درازی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس موٹا تھا، نہ ہی چہرہ انور بالکل گول (چپٹا) تھا بلکہ رخ تاباں کتابی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک میں سفیدی اور سرخی کا امتزاج تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں مبارک کشادہ خوب سیاہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو مبارک لمبے لمبے اور انتہائی خوبصورت تھے، جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں اور دونوں شانوں کے درمیانی حصہ بھی مضبوط تھا۔ وجود اقدس پر بال نہ تھے مگر سینہ مبارک سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُر گوشت تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسے مضبوط قدم اٹھاتے جیسے فراز سے نشیب کی طرف گام فرسا ہوں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے متوجہ ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ از روئے قلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فیاض تھے اور از روئے گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سچے تھے اور از روئے طبیعت مبارکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم تھے اور از روئے قبیلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے قبیلوں میں سب سے زیادہ محترم و بزرگ تھے۔ جو شخص اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو ہیبت کھا جاتا اور جو شخص حصول معرفت کے لئے متواتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا رہتا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنالیتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنے والا کہے گا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل حسن اور خوبصورتی میں کسی ایک کو نہیں دیکھا''

((حدثنا سفین بن وکیع قال حدثنا جمیع ابن عمیر بن عبدالرحمن بن العجلی املا علینا من کتابه قال حدثنی رجل من بنی تمیم من ولدا بی هالة زوج خدیجة یکنی اباعبداللہ عن ابن لابی هالة عن الحسن بن علی قال سلت خالی هندابن ابی هالة وکان وصافاعن حلیة

Marfat.com

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی منھا شیئا اتعلق بہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخما یتلاء لا وجھہ تلالو القمر لیلۃ البدر اطول من المربوع واقصر من المذب عظیم الھامۃ رجل الشعر ان انفرقت عقیقۃ فرقھا والا فلایجاوز شعرہ شحمۃ اذنیہ اذاھو وفرہ ازھر اللوت واسع الجبین ازج الحواجب سوابغ من غیر قرن بینھما عرق یدرہ الغضب افنی العرنین لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتاملہ اشم کث اللحیہ سھل الخدین ضلبیع الفم مفلج الاسنان دقیق المسربۃ کان عنقہ جیددمیۃ فی صفاء الفضۃ معتدل الخلق بادن متما سک سواء البطن والصدر بعید مابین المنکبین ضخم الکرادیس انور المتجرد موصول مابین اللیلۃ والسرۃ بشعریجری کالخط عاری الثدیین والبطن مماسوی ذلک اشعر الذراعین والمنکبین واعالی الصدر طویل الزندین رحب الراھۃ شثن الکفین والقدمین ینبو عنھما الماء اذازال زال قلعا یخطوتکفیا ویمشی ھونا ذریع المشیۃ اذامشیٰ کانما ینحط من صبب واذاالتفت التفت جمیعا خافض الطرف نظرہ الی الارض اکثر من نظرہ الی السماء جل نظرہ الملاحظۃ یسوق اصحابہ ویبدء من لقی بالسلام))

''جناب امام حسن بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے ماموں ہند بن ابی ہالہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی زیادہ حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے اور مجھے بڑا شوق تھا کہ وہ میرے لئے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کریں تا کہ میں اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں۔ پس انہوں نے فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس عظیم و بزرگ تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے معظم اور محترم تھے۔ چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد سے ذرا بڑے تھے اور لمبے تڑنگے قد سے ذرا چھوٹے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک انتہائی سفید اور چمک دار تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور انتہائی باریک تھے جو کہ پورے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے' دونوں ابروؤں کے درمیان رگ تھی جو کہ غصہ کے وقت اُبھر آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور پھوٹ پھوٹ پڑتا تھا۔ جو شخص غور سے دیکھتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ہموار تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ دہن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک نہایت ہی خوبصورت اور چمکتی تھی جو کہ چاندی کی طرح صاف تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء ایک دوسرے کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے، یہ نہیں کہ ڈھیلے اور لٹکے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ اور سینہ بالکل برابر تھا' سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر نور علیٰ نور تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقوم سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی' سوائے اس لکیر کے دونوں پستانوں اور پیٹ پر بال نہیں تھے'

Marfat.com

دونوں بازوؤں دونوں مونڈھوں اور سینہ اقدس کے اوپر کے حصہ پر بال تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں لمبی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں فراخ تھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں' پاؤں کے تلوے گہرے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ہموار تھے' جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مضبوط قدم اُٹھاتے اور آہستہ آہستہ چلتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار بھی تھے۔ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچی نظر سے دیکھتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اکثر زمین کی طرف ہوتی، کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے بھی ملتے تو سلام میں پہل فرماتے۔"

((حدثنا ابو موسی محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر بن سمرة يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضليع الفم اشكل العين منهوس العقب قال شعبة قلت لسماك ماضليع الفم قال عظيم الفم قلت مااشكل العين قال طويل شق العين قلت مامنهوس العقب قال قليل لحم العقب))

"سماک بن حرب کہتا ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم "ضلیع الفم" "اشکل العین" اور "منھوس العقب" تھے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سماک سے پوچھا: "ضلیع الفم" کسے کہتے ہیں۔؟ انہوں نے کہا: کشادہ دہن والے کو کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: "اشکل العین" کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس سیاہ آنکھ کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں لمبے سرخ ڈورے ہوں۔ میں شعبہ نے پوچھا: "منھوس العقب" کسے کہتے ہیں؟ سماک نے جواب دیا: کم گوشت والی ایڑی کو کہتے ہیں۔"

((حدثنا هناد بن السری حدثنا عبثر بن القاسم عن اشعث يعنی ابن سوار عن ابی اسحق عن جابر بن سمرة قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم فی ليلة اضحيان وعليه حمراء فجعلت انظر اليه والی القمر فهو عندی احسن من القمر))

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے روشن ترین راتوں میں سے ایک رات حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن فرمائے دیکھا تو کبھی تو حضور سراپا حسن و جمال صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا۔ پس میرے نزدیک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے بدرجہا زیادہ خوبصورت تھے۔"

((حدثنا سفين بن وكيع حدثنا حميد بن عبدالرحمن الرواسی عن زهير عن ابی اسحق قال سال رجل البراء بن عازب اكان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل السيف قال لا بل مثل القمر))

"ابواسحٰق نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔"

((حدثنا ابو دائود المصاحفی سليمان بن سل حدثنا النضر بن شميل عن صالح بن ابی

Marfat.com

الاخضر عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابيض كانما صيغ من فضة رجل الشعر))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اتنا حسین تھا جیسا کہ چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کنڈل دار (خمیدہ) تھے۔''

((حدثنا قتيبة بن سعد اخبرنا الليث بن سعد عن ابی الزبير عن جابر بن عبداللّٰه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عرض على الانبياء فاذا موسىٰ عليه السلام ضرب من الرجال كانه من رجال شنوءة ورايت عيسى بن مريم عليه السلام فاذا اقرب من رايت به شبها عروة بن مسعود ورايت ابراهيم عليه السلام فاذا اقرب من رايت به شبها صاحبكم يعنى نفسه الكريم ورايت جبريل عليه السلام فاذا اقرب من رايت به شبها دحية))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے روبرو انبیاء کرام کو پیش کیا گیا۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام کو پیش کیا گیا تو وہ ایسے پتلے کم گوشت والے آدمی تھے جیسا کہ شنوءہ قبیلہ کے افراد ہیں، اور میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان سب لوگوں میں جو میری نظر میں ہیں از روئے حلیہ کے عروہ بن مسعود کے مشابہ ہیں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے از روئے حلیہ کے تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں (یعنی حضور نے اپنے وجود مبارک کا ذکر کیا) اور میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے نزدیک میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے از روئے حلیہ کے دحیہ (کلبی) کے مشابہ ہیں۔''

((حدثنا محمد بن بشار سفين ابن وكيع المعنى واحد قالا اخبرنا يزيد بن هارون عن سعيد الجريری قال سمعت ابا الطفيل يقول رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومابقى على وجه الارض احد راه غيری قلت صفه لی قال كان ابيض مليحا مقصدا))

''سعید الجریری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اچھی طرح سے دیکھا ہے اور اس وقت روئے زمین پر بغیر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ میں نے (ابوالفضل سے) عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ مبارک میرے سامنے بیان کیجئے، انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملیح تھے، میانہ قد تھے۔''

((حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمن اخبرنا ابراهيم بن المنذر الحزامی اخبرنا عبدالعزيز بن ثابت الزهری حدثنا اسماعيل بن ابراهيم بن اخی موسىٰ بن عقبه عن كريب عن ابن عباس رضى الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم افلج الثنيتين اذا تكلم رأى كالنور يخرج من بين ثناياه))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دونوں دانتوں کے درمیان کشادگی تھی، جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامنے والے دانتوں سے نور دکھائی دیتا۔''

Marfat.com

محبین کی جان......مہر نبوت:

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا حاتم بن اسماعیل عن الجعد بن عبدالرحمن قال سمعت السائب بن یزید یقول ذهبت بی خالتی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم رأسی ودعالی بالبرکة وتوضا فشربت من وضوءه وتمت خلف ظهره فنظرت الی الخاتم الذی بین کتفیه فاذا هومثل زرالحجلة))

''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لے کر حاضر ہوئی۔ پس عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری بہن کا بیٹا درد میں مبتلا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، میرے لئے برکت کی دعا کی اور پھر وضو فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وضو کے پانی کو میں نے پیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو میں نے مہر نبوت کو جو کہ دونوں مونڈھوں کے درمیان تھی دیکھ لیا۔ پس وہ ادرک کی گھنڈی کی طرح تھی۔''

((حدثنا سعید بن یعقوب الطالقانی اخبرنا ایوب بن جابر عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قال رأیت الخاتم بین کتفی رسول الله صلی الله علیه وسلم غدة حمراء مثل بیضة الحمامة))

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی جو کہ سرخ گلٹی جیسی تھی جس کا حجم کبوتر کے انڈے جتنا تھا۔''

((حدثنا ابومصعب المدینی اخبرنا یوسف ابن الماجشون عن ابیه عن عاصم بن عمر بن قتاده عن جدته رمیشة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولواشاء ان اقبل الخاتم الذی بین کتفیه من قربه لفعلت یقول لسعدبن معاذ یوم مات اهتزله عرش الرحمن))

''حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات اس وقت سنی جبکہ مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر قرب حاصل تھا کہ اگر میں چاہتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو چوم لیتی' اور وہ بات یہ تھی کہ جب سعد بن معاذ فوت ہوئے تو اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''سعد بن معاذ کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش بھی حرکت میں آ گیا۔''

((حدثنا احمد بن عبدة الضبی وعلی بن حجروغیرواحدقالوا انبانا عیسی بن یونس عن عمر بن عبدالله مولی غفرة قال حدثنی ابراهیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال کان علی اذا وصف رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر الحدیث بطوله وقال بین کتفیه خاتم النبوة وهوخاتم النبیین))

''حضرت امیر المومنین مولائے کائنات علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد میں سے یعنی آپ کے پوتے ابراہیم بن محمد

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ جس وقت بھی حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین صاحب شفاعت کبریٰ احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور فرمایا کہ دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کو ختم کرنے والے تھے۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابوعاصم حدثنا عزرة بن ثابت حدثنا علباء احمر اليشكری قال حدثنی ابوزد عمروبن اخطب الانصاری قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ابازید اُدن منی فامسح ظهری فمسحت ظهره فوقعت اصابعی علی الخاتم قلت وماالخاتم قال شعرات مجتمعات))

"حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زید کے والد! میرے نزدیک ہو جاؤ اور میری پیٹھ کو مل۔ پس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کو ملنے لگا، پس اچانک میری انگلیاں مُہر نبوت پر لگ گئیں۔ میں نے (علباء نے) کہا: مہر نبوت کیا ہے؟ ابوزید نے کہا: بالوں کا مجموعہ۔"

((حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث الخزاعی هدثنا علی بن حسین بن واقد حدثنی ابی حدثنی عبدالله بن بریدة قال سمعت ابی بریدة یقول جآء سلمان الفارسی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم حین قدم المدینة بمائدة علیها رطب فوضعها بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یاسلمان ماهذا فقال صدقة علیك وعلی اصحابك فقال ارفعها فانالاناکل الصدقة قال فرفعها فجآء الغدبمثله فوضعه بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ماهذا یاسلمان فقال هدیة لك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاصحابه ابسطواثم نظرالی الخاتم علی ظهررسول الله صلی الله علیه وسلم فامن به وکان للیهود فاشتراه رسول الله صلی الله علیه وسلم بکذاوکذادرهما علی ان یغرس بهم نخلا فیعمل سلمان فیه حتی تطعم فغرس رسول الله صلی الله علیه وسلم النخل الا نخلة واحدة گرسها عمر فحملت النخل من عامها ولم تحمل النخلة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماشان هذه النخلة فقال عُمر یارسول الله صلی الله علیه وسلم انا غرستها فنزعها رسول الله صلی الله علیه وسلم فغرسها فحملت من عامه))

"عبداللہ بن بریدۃ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ جس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو جناب سلمان فارسی ایک پتنوس لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جو کہ تازہ کھجوروں سے بھرا ہوا تھا، حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ پتنوس رکھ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمان یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے صدقہ لایا ہوں، حضور نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پتنوس کو اٹھا لے جا! ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ راوی کہتا ہے: پس وہ پتنوس اٹھا دیا گیا۔ پھر دوسرے دن سلمان فارسی پہلے پتنوس کی مانند تازہ کھجوروں کا بھرا ہوا پتنوس لائے اور آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمان یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ ہاتھ پھیلاؤ۔ پھر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی اور ایمان لے آئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کو اتنے اتنے درہموں میں خرید لیا (یعنی مکاتب بنا دیا) اور ساتھ ہی اس شرط پر کہ اس یہودی کے لئے کھجور کے درخت بوئے جائیں اور سلمان ان درختوں کی نگرانی کریں یہاں تک کہ وہ پھل لائیں اور پھل کھایا جائے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے وہ پودے بودیئے سوائے ایک پودے کے کہ اُسے جناب عمر رضی اللہ عنہ نے بویا تھا۔ تمام پودے ایک سال ہی میں پھل لے آئے سوائے اس ایک کے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درخت کو کیا ہوا؟ جناب عمر نے جواب دیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو میں نے بویا تھا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پودے کو اکھیڑ کر پھینک دیا اور پھر اپنے دست مبارک سے وہاں پودا لگا دیا' پس وہ اسی سال پھل لے آیا۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا بشر بن الوضاح انبانا ابوعقيل الدروقی عن ابی نضرة العوفی قال سالت اباسعيدالخدری عن خاتم رسول الله صلی الله عليه وسلم يعنی خاتم النبوة فقال کان فی ظهره بضعة ناشرة))

''ابی نضرۃ العوفی سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ مہر نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک میں ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔''

((حدثنا ابوالاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری حدثنا حماد بن زيد اخبرنا عاصم الاحوال عن عبدالله بن سرجس قال اتيت رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو فی ناس من اصحابه فدرت هکذامن خلفه فعرف الذی اريد القی الرداء عن ظهره فرايت موضع الخاتم علی کتفيه مثل الجمع حولها خيلان کانها ثاليل فرجعت حتی استقبلته فقلت غفرالله لك يا رسول الله فقال ولك فقال القوم استغفرلك رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال نعم ولکم ثم تلاهذه الاية واستغفرلذنبك وللمومنين والمومنات))

''حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نور مجسم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان رونق افروز تھے۔ پس میں ان کی پشت کی طرف سے گھوما' میں جو چاہتا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس ارادے کو پہچان گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت مبارک سے چادر ہٹائی' پس میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی جگہ دیکھی جو کہ بند مٹھی کے برابر تھی اور اس کے چاروں طرف تل تھے گویا چوڑی کی طرح۔ پھر میں لوٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی طرف آیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بھی مغفرت ہو۔ حاضرین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اور تم سب کو بھی مغفرت عطا فرمائے۔ پھر یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:

((واستغفرلذنبك وللمومنين والمومنات))

Marfat.com

عاشقین کی زینت......رسول اللہ کے مبارک سر کے مبارک بال

((حدثنا بن حجر انبانا اسمعیل بن ابراهیم عن حمید عن انس بن مالك قال کان شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی نصف اذنیه))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال آدھے کانوں تک لٹکتے تھے۔''

((حدثنا هناد بن السری حدثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن هشام بن عروه عن ابیه عن عائشة رضی اللہ عنها قالت کنت اغتسل انا ورسول الله صلی الله علیه وسلم من انآء واحد وکان له شعر فوق الجمة دون الوفرة))

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر بال ہوتے جو کہ کندھوں کو چھوتے اور کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا ابوقطن حدثنا شعبة عن ابی اسحق عن البراء بن عازب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم مربوعابعید مابین المنکبین وکانت جمته تضرب شحمة اذنیه))

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کانوں کی لو کو بوسہ دیتی تھیں۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا وهب بن جریربن حازم حدثنی ابی عن قتادة قال قلت لانس کیف کان شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لم یکن بالجعد ولا باالسبط کان یبلغ شعره شحمة اذنیه))

''حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور پاک سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ پیچدار تھے اور نہ ہی سیدھے اکڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زلفیں کانوں کی لو تک پہنچتی تھیں۔''

((حدثنا محمد بن یحییٰ بن ابی عمرالمکی حدثنا اسفین بن عینیة عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ام هانی بنت ابی طالب قالت قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم علینا مکة قدمة وله اربع غدائر))

''حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لئے مکہ معظمہ قدم رنجہ فرمایا تو ہمارے ہاں بھی تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں چار زلفیں تھیں۔''

Marfat.com

((حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبدالله بن المبارك عن معمر عن ثابت البنانی عن انس ان شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم كان اذا انصاف اذنیه))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک آپ کے نصف کانوں تک ہوتے تھے۔''

((حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبدالله بن المبارك عن یونس بن زید عن الزهری حدثنا عبیدالله بن عبدالله بن عتبة عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان یسدل شعره وكان المشركون یفرقون رئوسهم وكان اهل الكتاب یسدلون رئوسهم وكان یحب موافقة اهل الكتب فی مالم یومر فیه بشی ء ثم فرق رسول الله صلی الله علیه وسلم رأسه))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سراقدس کے بال مبارک یونہی چھوڑ دیتے تھے' درآنحالیکہ مشرکین اپنے سروں کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ نیز اہل کتاب بھی سر کے بال یونہی چھوڑ دیتے تھے اور جب تک اس بارے میں کوئی حکم نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مشرکین کے مقابلہ میں) اہل کتاب کی موافقت کو اچھا سمجھتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سراقدس کے بالوں میں مانگ نکالا کرتے۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن ابراهیم بن نافع عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ام هانی قالت رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاضفا ئرار بع))

''حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار گیسو تھے۔''

دلوں کو معطر کرنے والا ذکر...... رسول اللہ کے بال اور ان کو سنوارنے کا انداز

((حدثنا اسحق بن موسی الانصاری حدثنا معن بن عیسیٰ حدثنا مالك بن انس عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها قالت كنت ارجل رأس رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا حائض))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اس حال میں کہ میں ایام ماہواری میں ہوتی۔''

((حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا وكیع حدثنا الربیع بن صبیح عن یزیدبن ابان هوالرقاشی عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یكثر دهن رأسه وتسریح لحیته ویكثر القناع حتی كان ثوبه ثوب زیات))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سراقدس میں تیل ڈالا کرتے تھے اور بسا اوقات داڑھی مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے اور اکثر سربند باندھتے تھے، یہاں تک کہ سر مبارک پر باندھنے کا کپڑا

Marfat.com

تیلی کے کپڑے کی طرح چکنا ہو جاتا تھا۔"

((حدثنا هنادبن السری حدثنا ابوالاحوص عن اشعت بن ابی الشعشاء عن ابیه عن مسروق عن عائشه رضی الله عنها قالت ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليحبّ التيمن فی طهوره اذاتطهروفی ترجله اذا ترجل وفی انتعاله اذانتعل))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے وقت داہنی جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے تھے اور اسی طرح جب کنگھی فرماتے تھے تو داہنی جانب سے کرتے تھے، نیز جس وقت جوتی مبارک پہنتے تھے تو داہنی جوتی پہنتے۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا يحيى بن سعيد عن هشام بن حسان عن الحسن البصری عن عبدالله بن مغفل قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الترجل الا غبا))

"حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے سے منع فرماتے تھے مگر ایک دن چھوڑ کر۔"

((حدثنا الحسن بن عرفه قال حدثنا عبدالسلام بن حرب عن يزيد بن ابی خالد عن ابی العلاء الاودی عن حميد بن عبدالرحمن عن رجل من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يترجل غبا))

"حمید بن عبدالرحمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چھوڑ کر دوسرے روز کنگھی کیا کرتے تھے۔"

((حدثنا محمدبشار حدثنا ابو دائود حدثنا همام عن قتاده قال قلت لانس بن مالك هل خضب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لم يبلغ ذلك انما كان شيبا فی صدغيه ولكن ابوبكر خضب باالحناء والكتم))

"جناب قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے۔؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس حد تک پہنچی ہی نہیں تھی کہ انہیں خضاب کی ضرورت پڑتی۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنپٹیوں پر چند بال سفید تھے مگر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ حنا اور کتم سے خضاب کیا کرتے تھے۔"

((حدثنا اسحق بن منصور ويحيىٰ بن موسى قالا حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن ثابت عن انس قال ماعددت فی رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم ولحيته الا اربع عشرة شعرة بيضاء))

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں گنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس اور ریش مبارک میں مگر چودہ سفید بال۔"

((حدثنا محمد بن المثنى حدثنا ابو دائود انبانا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر

Marfat.com

بن سمرة يسئل عن شيب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اذا دهن رأسه لم يرمنه شيب فاذالم يدهن رئى منه))

"سماک بن حرب سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے متعلق پوچھا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں تیل لگاتے تھے تو سفید بال نظر نہیں آتے تھے اور جب تیل نہیں لگاتے تھے تو بعض بال سفید دکھائی دیتے تھے۔"

((حدثنا محمد بن عمر بن الوليد الكندى الكوفى انبانا يحيىٰ بن ادم عن شريك عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال انما كان شيب رسول الله صلى الله عليه وسلم نحوا من عشرين شعرة بيضاء))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تقریباً بیس ہی سفید تھے۔"

((حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء حدثنا معاوية بن هشام عن شيبان عن ابى اسحق عن عكرمة عن ابن عباس قال قال ابوبكر يارسول الله قد شبت قال شيبتنى هود والواقعة والمرسلات وعم يتسآء لون واذا الشمس كورت))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جناب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے ہود' واقعہ' مرسلات، عم یتساء لون اور اذالشمس کورت کی سورت کی تلاوتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔"

((حدثنا سفين بن وكيع حدثنا محمد بن بشر عن على بن صالح عن ابى اسحق عن ابى جحيفة قال قالوا يارسول الله نرك قد شبت قال شيبتنى هود واخواتها))

"جناب ابی جحیفہ نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آنجناب بوڑھے نظر آرہے ہیں۔ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ ھود اور اسی طرح کی سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔"

((حدثنا على بن حجر قال انبانا شعيب بن صفوان عن عبدالملك بن عمير عن اياد بن لقيط العجلى عن ابى رمثة اليتمى تيم الرباب قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم ومعى ابن لى قال فاريته فقلت لما رايته هذا نبى الله وعليه ثوبان اخضران وله شعر قد علاه الشيب وشيبه احمر))

"حضرت ابورمثہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور میرا لڑکا بھی میرے ساتھ تھا۔ ابی رمثہ نے کہا کہ مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کرائی گئی۔ پس جس وقت میں نے حضور پاک صلی اللہ علہ وسلم کو دیکھا تو فوراً کہہ اُٹھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دو سبز رنگ کے

Marfat.com

کپڑے زیب تن فرمائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک پر بڑھاپے کے آثار کا غلبہ تھا اور بڑھاپے کی علامت سرخ بال مبارک تھے۔''

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا سريج بن النعمان حدثنا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب قال قيل لجابربن سمرة اما كان فى رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم شيب قال لم يكن فى رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم شيب الا شعرات فى مفرق رأسه اذاادهن واراهن الدهن))

''سماک بن حرب سے روایت ہے کہ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں سفید بال تھے۔؟ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال نہیں تھے بجز چند بالوں کے جو کہ مانگ میں تھے۔ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس پر تیل لگاتے تھے تو وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔''

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا هشيم حدثنا عبدالملك بن عمير عن اياد بن لقيط قال اخبرني ابورمثه قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مع ابن لى فقال ابنك هذا فقلت نعم اشهدبه قال لايجنى عليك ولاتجنى عليه وال ورايت الشيب احمر قال ابوعيسى هذا احسن شىء روى فى هذاالباب وافسر لان الروايات الصحيحة ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يبلغ الشيب وابورمثة اسمه رفاعة ابن يثربى الثيمى))

''حضرت ابورمثہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے لڑکے کے ہمراہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے۔؟ میں نے عرض کیا: ہاں حضور یہ میرا بیٹا ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے گواہ ہیں۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرے بیٹے کے قصور کا تجھ سے اور تیرے قصور کا تیرے بیٹے سے مواخذہ نہ ہوگا۔ ابورمثہ فرماتے ہیں: اس وقت میں نے حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بالوں کو مائل بسرخی دیکھا۔ ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ اس باب میں یہ سب سے صحیح روایت کی گئی ہے اور واضح ہے روایات صحیحہ ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے کو نہیں پہنچے تھے اور ابورمثہ کا نام رفاعہ بن یثربی الیتمی ہے۔''

((حدثنا سفين بن وكيع قال اخبرنا ابى عن شريك عن عثمان بن موهب قال سئل ابوهريرة هل خضب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم قال ابوعيسى وروه ابوعوانة هذاالحديث عن عثمان بن عبدالله بن موهب فقال عن ام سلمة))

''عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی صاحب نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تھا۔؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔''

((حدثنا ابراهيم بن هرون قال انبانا النضربن زرارة عن ابى جناب عن اياد بن لقيط عن الجهذمة امرأة بشير بن الخصاصية قالت انا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج

Marfat.com

من بيته ينفض رأسه وقداغتسل وبرأسه ردع))

"حضرت جہذمہ رضی اللہ عنہا جو کہ بشیر بن الخصاصیہ کی بیوی ہے، روایت کرتی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر مبارک سے تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ سر اقدس جھاڑ رہے تھے اور غسل کیا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر حنا کا داغ تھا۔"

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن انبانا عمروبن عاصم حدثنا حماد بن سلمة انبانا حميد عن انس قال رايت شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم مخضوبا قال حماد واخبرنا عبدالله بن محمد بن عقيل قال رايت شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم عند انس بن مالك مخضوبا))

"جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک خضاب کئے ہوئے دیکھے۔ نیز حماد نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب انس بن مالک کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب شدہ بال مبارک دیکھا۔"

آنکھوں کی ٹھنڈک......رسول اللہ کا سرمہ لگانا

((حدثنا محمد بن حميد الرازى انبانا ابو دائود الطيالسى عن عباد بن منصور عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما ان النبى صلى الله عليه وسلم قال اكتحلوا بالاثمدفانه يجلوالبصروينبت الشعر وزعم ان النبى صلى الله عليه وسلم كانت له مكحلة يكتحل منها كل ليلة ثلثة فى هذه وثلاثة فى هذه))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اثمد کا سرمہ ڈالا کرو کیونکہ وہ بینائی کو جلا دیتا ہے اور پلکیں اُگاتا ہے۔ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرمہ دانی تھی، جس سے ہر رات تین سلائی ایک آنکھ مبارک میں اور تین سلائی دوسری آنکھ میں ڈالتے۔"

((حدثنا عبدالله بن الصباح الهاشمى البصرى اخبرنا عبيدالله بن موسىٰ اخبرنا اسرائيل بن يونس عن عباد بن منصورح وحدثنا على بن حجر حدثنا يزيد بن هرون انبانا عباد بن منصورعن عكرمة عن ابن عباس قال كا النبى صلى الله عليه وسلم يكتحل قبل ان ينام بالاثمد ثلاثا فى كل عين ويكتحل يزيدبن هرون فى حديثه ان النبى صلى الله عليه وسلم كانت له مكحلة يكتحل منها عندالنوم ثلثا فى كل عين))

"جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیند فرمانے سے پہلے ہر ایک آنکھ مبارک میں اثمد کے سرمہ کی تین سلائی لگایا کرتے تھے اور یزید بن ہارون نے فرمایا کہ ایک حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے نیند فرمانے کے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنکھ مبارک میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔"

Marfat.com

((حدثنا احمد بن منیع انبانا محمد بن یزید عن محمد بن اسحق عن محمد بن المنکدرعن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم بالاثمد عندالنوم فانه یجلوالبصروینبت الشعر))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوتے وقت اثمد کا سرمہ ضرور آنکھوں میں ڈال لیا کرو۔ پس بیشک یہ آنکھوں کی بینائی کو جلا دیتا ہے اور بالوں کو اُگاتا ہے۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید قال اخبرنا بشر بن المفضل عن عبدالله بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان خیرا اکحالکم الاثمد یجلوالبصر وینبت الشعر))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے سب سرموں سے اچھا سرمہ اثمد ہے۔ بینائی کو جلا دیتا ہے اور بالوں کو اُگاتا ہے۔''

((حدثنا ابراهیم بن المستمر البصری حدثنا ابوعاصم عن عثمان بن عبدالملك عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم بالاثمد فانه یجلوالبصر وینبت الشعر))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اثمد کا سرمہ ڈال لیا کرو۔ یہ آنکھوں کی بینائی کو جلا دیتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔''

محبین کی خوبصورتی ...... پیارے نبی کا پیارالباس

((حدثنا محمد بن حمید الرازی انبانا الفضل بن موسیٰ وابوتمیلة وزید بن حباب عن عبدالمومن ابن خالد عن عبدالله بن بریدة عن ام سلمة قالت کان احب الثیاب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم انقمیص))

''ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص (کرتہ) بہت پسند تھی۔''

((حدثنا علی بن حجر حدثنا الفضل بن موسی عن عبدالمومن بن خالد عن عبدالله بن بریدة عن ام سلمة قالت کان احب الثیاب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم القمیص))

''ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کپڑوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص (کرتہ) بہت پسند تھی۔''

((حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی حدثنا ابوتمیلة عن عبدالمومن بن خالد عن عبدالله بن بریدة عن اماعن ام سلمة قالت کان احب الثیابالی رسول الله صلی الله علیه وسلم یلبسه القمیص۔ قال ابوعیسیٰ هکذا زیاد بن ایوب فی حدیثه عن عبدالله بن ایوب وابوتمیلة یزید فی هذاالحدیث عن امه وهواصح))

Marfat.com

''ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پہننے کے کپڑوں میں قمیص (کرتہ) کے پہننے کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔''

((حدثنا عبداللہ بن محمد بن الحجاج حدثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن بدیل العقیلی عن شھر بن حوشب عن اسماء بنت یزید قالت کان کم قمیص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الرسغ))

''اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ حضور سید الانس والجان پیغمبر اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھیں۔''

((حدثنا ابوعمار الحسین بن حریث حدثنا ابونعیم حدثنا زھیر عن عروۃ بن عبداللہ بن قشیر عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رھط من مزینۃ لنبایعہ وان قمیصہ لمطلق اوقال زرقمیصہ مطلق قال فادخلت یدی فی حبیب قمیصہ فمسست الخاتم))

''حضرت قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں قبیلہ مزنیہ کی ایک جماعت کے ساتھ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کریں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کا گریبان کھلا ہوا تھا۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا تکمہ (بٹن) کھلا ہوا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کے گریبان کے اندر داخل کر کے مہر نبوت کو چھوا۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمعیل بن ابراھیم حدثنا ایوب عن حمید ابن ھلال عن ابی بردۃ قال اخرجت الینا عائشۃ رضی اللہ عنھا کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین))

''حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک چادر پیوندلگی اور تہمد موٹی (درشت) دکھائی' پھر فرمایا: یہ دو کپڑے تھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال پایا۔''

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد عن شعبہ عن الاشعث بن سلیم قال سمعت عمتی تحدث عن عمھا قال بینما انا امشی بالمدینۃ ذاانسان خلفی یقول ارفع ازارك فانہ القیٰ فالتفت فاذا ھورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی بردۃ ملحاء قال امالك فی اسوۃ فنظرت فاذاازارہ الی نصف ساقیہ))

''حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ منورہ میں جا رہا تھا کہ ایک شخص مجھے پیچھے سے کہہ رہا تھا کہ اپنے تہمد کو اونچا کرو' یہ بچاؤ ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ جب میں نے اس آواز دینے والے پر توجہ کی تو وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سوائے اس کے نہیں کہ یہ تو ایک چادر ہے سفید وسیاہ دھاریدار۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میرے طرز عمل میں تیرے لئے نمونہ نہیں ہے؟ جب میں حضور پاک

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تہبند نصف پنڈلی تک تھی۔''

((حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارك عن موسیٰ بن عبیدة عن ایاس بن سلمة بن الاكوع عن ابیه قال كان عثمان یاتزر الی انصاف ساقیه وقال هكذا كانت ازرة صاحبی یعنی النبی صلی اللہ علیه وسلم))

''حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تہبند نصف پنڈلی تک ہوتی تھی اور فرمایا کہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی تہبند بھی اسی طرح ہوتی۔ یہاں صاحب کے معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

((حدثنا قتیبة حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحق عن مسلم بن نذیر عن حذیفة ابن الیمان قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعضلة ساقی او ساقه فقال هذا موضع الازار فان ابیت فاسفل فان ابیت فلا حق للازار فی الكعبین))

''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یا اپنی پنڈلی کا گوشت پکڑا اور فرمایا: یہ تہبند کی جگہ ہے' اگر اس پر تجھے صبر نہیں تو اس سے کچھ نیچے کر لے' اور اگر تو اس پر بھی صبر نہیں کرتا تو تہبند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔''

((حدثنا بن حمید حدثنا محمدبن الفضل اخبرنا حماد بن سلمة عن حبیب بن الشهید عن الحسن عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیه وسلم خرج وهومتكی علی اسامة بن زید علیه ثوب قطری قدتوشح به فصلی بهم))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس پر تشریف لائے، اس حالت میں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم جناب اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لپٹے ہوئے تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز پڑھائی۔''

((حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارك عن سعید بن اباس الجریری عن ابی نضرة عن ابی سعیدالخدری قال كان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذاستجد ثوبا سماه باسمه عمامة او قمیصااوردآء ثم یقول اللهم لك الحمد كما كسوتنیه اسالك خیره وخیرما صنع له واعوذبك من شره وشرما صنع له))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کو اس نام سے موسوم فرماتے جیسے امامہ یا کرتہ یا چادر، پھر عرض کرتے: اے اللہ تبارک وتعالیٰ! ہر قسم کی تعریف' ہر زمانے میں' ہر طریقہ پر ہر ایک سے خاص تیرے ہی لئے ہے جیسے کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا اس پر میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے اللہ! تجھ ہی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس کام کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اس کے لئے بھی بھلائی چاہتا ہوں۔ اس کپڑے کے شر سے تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں اور جس شرارت والے کام کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

Marfat.com

((حدثنا هشام بن يونس الكوفي انبانا القاسم بن مالك المزني عن الجريري عن ابي الضرة عن ابي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه حدثنا محمد بن بشار انبانا معاذ بن هشام حدثني ابي عن قتاده عن انس بن مالك قال كان احب اللثياب الي رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبسه الحيرة))

''جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں پہننے کے لئے یمن کی سبز رنگ کی چادر بہت پسند تھی۔''

((حدثنا محمود بن غيلان انبانا عبدالرزق انبانا سفين عن عون بن جحيفة عن ابيه قال رئيت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه حلة حمرآء كاني انظرالي بريق ساقيه قال سفين اراها حبرة))

''حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے' گویا اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں مبارک پنڈلیوں کی نورانیت کو دیکھ رہا ہوں' سفیان فرماتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ حلہ حمرا برد یمانی تھا۔''

((حدثنا علي بن خشرم حدثنا عيسى بن يونس عن اسرائيل عن ابي اسحق عن البراء بن عازب قال مارايت احدا من الناس احسن في حلة حمرآء من رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كانت جمته لتضرب قريبا من منكبيه))

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی سرخ جوڑے میں ملبوس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف مبارک کندھوں کے قریب تھیں۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدي انبانا عبيدالله بن اياد عن ابيه عن ابي رمثة قال رايت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه بردان اخضران))

''حضرت ابی رمثہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔''

((حدثنا عبدبن حميد حدثنا عفان بن مسلم قال انبانا عبدالله بن حسان العنبري عن جدتيه وعليبة عن قيلة بنت مخرمة قالت رايت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه اسمال مليتين كانتا بزعفران وقد نفضته))

''حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دو پرانی چادریں جن میں زعفران لگائی گئی تھی اور زعفران کو جھاڑ چکی تھیں زیب تن کئے ہوئے تھے۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا بشر بن المفضل عن عبدالله بن عثمان بن خثيم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالبياض

Marfat.com

من الثیاب لیلبسها احیائو کم و کفنو فیها موتاکم فانها من خیار ثیابکم))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاہیے کہ تم سفید لباس پہنو' تمہارے زندہ لوگ سفید کپڑے پہنیں اور اپنے مردوں کو سفید کپڑے کا ہی کفن دو' کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے بہترین (عمدہ) کپڑا ہے۔''

((حدثنا محمد بن بشار انبانا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شیب عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البسوا البیاض فانها اطهر واطیب و کفنوا فیها موتکم))

''حضرت سمرۃ جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو' کیونکہ یہ زیادہ ستھرے اور پاک رہتے ہیں اور اسی سے اپنے مردوں کو کفن پہنایا کرو۔''

((حدثنا احمد بن منیع انبانا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدة حدثنا ابی عن مصعب بن شیبة عن صفیة بنت شیبة عن عائشة قالت خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداة وعلیه مرط من شعر اسود))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں والی کملی اوڑھے ہوئے تھے۔''

((حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا وکیع حدثنا یونس بن ابی اسحق عن ابیه عن الشعبی عن عروة بن المغیره بن شعبة عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم لبس جبة رومیة ضیقة الکمین))

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ پہنا ہوا تھا' جس کی آستین تنگ تھیں۔''

محبین کا زیور محبت......رسول اللہ کے موزے اور نعلین مبارک

((حدثنا هناد بن السری حدثنا وکیع عن دلهم بن صالح عن حجیر بن عبدالله عن ابن بریدة عن ابیه ان النجاشی اهدی للنبی صلی الله علیه وسلم خفین اسودین ساذجین فلبسهما ثم توضا ومسح علیهما))

''حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفۃً دو موزے سیاہ رنگ کے بھیجے تھے جو کہ صرف سیاہ رنگ کے ہی تھے۔ پھر ان دونوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن کر وضو فرمایا اور ان پر مسح کیا۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائده عن الحسن بن عیاش عن ابی

Marfat.com

اسحق عن الشعبی قال قال المغیرة بن شعبة اهدی دحیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین فلبسهما وقال اسرائیل عن جابر عن عامر وجبة فلبسهما حتی تخرقا لایدری النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذکی هما ام لا قال ابوعیسیٰ هذاهوابو اسحق الشیبانی واسمه سلیمان))

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دحیہ (کلبی) نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو موزے تحفۃً پیش کئے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پہنا۔ نیز اسرائیل جابر سے اور جابرؒ عامر سے روایت کرتے ہیں کہ موزوں کے علاوہ جبہ بھی تھا۔ حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا' یہاں تک کہ وہ دونوں پھٹ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ دونوں موزے مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابوداؤد حدثنا همام عن قتادة قلت لانس بن مالك كيف كان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لهما قبالان))

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پاپوش مبارک کیسے تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہر ایک کفش مبارک میں دو تسمے تھے۔''

((حدثنا ابوكريب محمد بن العلاء حدثنا وكيع عن سفيان عن خالدالخداء عن عبداللہ بن الحارث عن ابن عباس قال كان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنى شراكهما))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفش مبارک کے وہ تسمے جو پشت قدم پر پڑتے تھے دوہرے تھے۔''

((حدثنا احمد بن منيع ويعقوب بن ابراهيم حدثنا ابواحمد الزبيری حدثنا عیسیٰ بن طهمان قال اخرج الينا انس بن مالك نعلين جرداوين لهما قبالان قال فحدثنی ثابت بعد عن انس انهما كانتا نعلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم))

''عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پاپوش مبارک جن پر بال نہ تھے ہمارے لئے نکالیں۔ ہر ایک پر دو دو تسمے تھے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ثابت نے مجھے بتایا کہ یہ دونوں نعلین پاک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔''

((حدثنا اسحق بن موسى الانصاری قال حدثنا معن قال حدثنا مالك حدثنا سعيد بن ابی سعيد المقبری عن عبيد بن جريج انه قال لابن عمر رأيتك تلبس النعال السبتية قال انی رأيت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يلبس النعال التی ليس فيها شعر ويتوضاء فيها فانا احب ان البسها))

''عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ گائے کے چمڑے کا وہ جوتا پہنتے ہیں جو کہ دباغت شدہ بغیر بالوں کے ہوتا ہے۔؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یقیناً میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کوایسے جوتے پہنے دیکھا ہے جس پر بال نہ تھے اوران میں وضوفرماتے' لہٰذامیں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ اس طرح کے جوتے پہنوں۔''

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن ابی ذئب عن صالح مولی التومة عن ابی هريرة قال كان لنعل رسول الله صلی الله عليه وسلم قبالان))

''حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرایک کفش مبارک میں دو تسمے تھے۔''

((حدثنا احمد بن بن منيع حدثنا ابواحمد هدثنا سفيان عن السدی هدثنی من سمع عمروبن حريث يقول رائيت رسول الله صلی الله عليه وسلم يصلی فی نعلين مخصوفتين))

''حضرت عمروبن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جوتیوں میں نماز پڑھ رہے تھے جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔''

((حدثنا اسحق بن موسی الانصاری حدثنا معن حدثنا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لايمشين احدكم فی نعل واحد لينعلهما جميعا اوليحفهما جميعا))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ پھرے۔ چاہیے کہ دونوں جوتے پہنے یا دونوں اُتار دے۔''

((حدثنا اسحق بن موسيی حدثنا معن حدثنا مالك عن ابی الزبير عن جابر ان النبی صلی الله عليه وسلم نهی ان يا كل يعنی الرجل بشماله اويمشی فی نعل واحدة))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدالکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا صرف ایک جوتا پہن کر چلے۔''

((حدثنا قتيبة عن مالك ح وحدثنا اسحق بن موسیٰ حدثنا معن حدثنا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال اذاانتعل احدكم فليبداء باليمين واذانزع فليبداء بالشمال فلتكن اليمنی اولهماواخرهماتنزع))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک جوتا پہنے تو چاہیے کہ داہنے جانب سے پہلے جوتا پہنے اور جب کوئی جوتا اتارے تو بائیں جانب سے اُتارنا چاہیے۔ دایاں پاؤں جوتا پہننے میں مقدم ہو اور اُتارنے میں موخر۔''

((حدثنا ابوموسیٰ محمدبن المثنی حدثنا محمدبن جعفرحدثنا شعبة حدثنا اشعث وهوابن ابی الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة رضی اللهتعالیٰ عنها قالت كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يحب التيمن مااستطاع فی ترجله وتنعله وطهوره))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم حتی المقدور کنگھی فرمانے میں' جوتا

Marfat.com

پہننے میں اور وضو کرنے میں داہنی طرف سے شروع کرنے کو بہت پسند رکھتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن مرزوق ابو عبداللہ حدثنا عبدالرحمن بن قیس ابومعاویة انباء نا هشام عن محمد عن ابی هریرة قال كان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قبالان وابی بکر وعمر رضی اللہ عنهما واول من عقد عقدا واحدا عثمان رضی اللہ عنه))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک کفش مبارک کے دو تسمے تھے اور جناب ابوبکر و جناب عمر رضی اللہ عنہما کے (کفش) بھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے صاحب ہیں جنہوں نے ایک تسمے والی جوتی پہنی۔''

جان کی ٹھنڈک......رسول اللہ کی انگوٹھی

((حدثنا قتيبة بن سعيد وغير واحد عن عبداللہ بن وهب عن يونس عن ابن شهاب عن انس بن مالك قال كان خاتم النبی صلی اللہ علیه وسلم من ورق وكان فصه حبشيا))

''جناب انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبش کا تھا۔''

((حدثنا قتيبة حدثنا ابوعوانة عن ابی بشر عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اتخذ خاتما من فضة فكان يختم به ولا يلبسه قال ابوعيسیٰ اسمه جعفر بن ابی وحشيه))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگشتری چاندی کی بنوائی تھی جس کے ساتھ مہر لگاتے اور اسے پہنتے نہیں تھے۔''

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا حفص بن عمر بن عبيد هو الطنافسی حدثنا زهير عن حميد عن انس قال كان خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من فضة فصه منه))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔''

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا معاذ بن هشام حدثنی ابی عن قتاده عن انس بن مالك قال لما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان يكتب الی العجم قيل له ان العجم لا يقبلون الا كتابا عليه خاتم فاصطنع خاتما فكانی انظر الی بياضه فی كفه))

''جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سید دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا گیا کہ امراء عجم ان خطوط کو قبول نہیں کرتے جن پر مہر لگی ہوئی نہ ہو! تو سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی، گویا کہ اس کی سفیدی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔''

((حدثنا محمد بن يحيیٰ حدثنا محمد بن عبداللہ الانصاری حدثنی ابی عن ثمامة عن انس

Marfat.com

بن مالك قال كان نقش خاتم النبی صلی الله علیه وسلم محمد سطرورسول سطروالله سطر))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کانقش تین سطر میں تھا: ایک سطر میں محمد، دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ تھا۔''

((حدثنا نصر بن علی الجهنمی ابوعمروانبائنا نوح بن قیس عن خالد بن قیس عن قتاده عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم کتب الی کسریٰ وقیصر والنجاشی فقیل له انهم لایقبلون کتابا الا بخاتم فصاغ رسول الله صلی الله علیه وسلم خاتما خلقته فضة ونقش فیه محمد رسول الله))

''جناب انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ قیصر اور نجاشی کی طرف خطوط تحریر فرمائے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ بلا ریب وہ لوگ بغیر مہر شدہ خطوط قبول نہیں کرتے۔ نتیجۃً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا۔''

((حدثنا اسحق بن منصور انباء سعید بن عامر والحجاج بن منهال عن همام عن ابن جریح عن الزهری عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذادخل الخلآء نزع خاتمه))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اُتار لیتے۔''

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبدالله بن نمیرحدثنا عبیدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال اتخذرسول الله صلی الله علیه وسلم خاتما من ورق فکان فی یده ثم کان فی یدابی بکر وعمرثم کان فی یدعثمان رضی الله عنهم حتی وقع فی بئراریس نقشه محمد رسول الله))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں تھی، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی، یہاں تک کہ اریس کے کنویں میں گر گئی۔ اس کا نگینہ محمد رسول اللہ کے نقش تھا۔''

((حدثنا محمد بن سهل عن عسکر البغدادی وعبدالله بن عبدالرحمن قالا اخبرنا یحییٰ بن حسان حدثنا سلیمان بن بلال عن شریك بن عبدالله بن ابی نمر عن ابراهیم بن عبدالله بن حسنین عن اطیه عن علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یلبس خاتمه فی یمینه۔ حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا احمد بن صالح حدثنا عبدالله بن وهب عن سلیمان بن بلال عن شریك بن عبدالله بن ابی نمره نحوه))

Marfat.com

''حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی داہنے ہاتھ مبارک میں پہنا کرتے تھے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا یزید بن هارون عن حماد بن سلمة قال رأیت بن ابی رافع یتختم فی یمینه فساکته عن ذالك فقال رأیت عبدالله بن جعفر یتختم فی یمینه وقال عبدالله بن جعفر کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتختم فی یمینه))

''حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا تو اس سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا تھا اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن موسیٰ انبانا عبدالله بن نمیر انبانا ابراهیم بن الفضل عن عبداللهبن محمد ابن عِقیل عن عبدالله بن جعفر انه صلی الله علیه وسلم کان یتختم فی یمینیه))

''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

((حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحییٰ حدثنا عبدالله بن میمون عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر ابن عبدالله ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یتختم فی یمینه))

''حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن حمید الرازی حدثنا جریر عن محمد بن اسحق عن الصلت بن عبدالله قال کان ابن عباس یتختم فی یمینهی ولااخاله الاقال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتختم فی یمینه))

''صلت بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انگوٹھی اپنی داہنی ہاتھ میں پہنا کرتے تھے اور جہاں تک میرا خیال ہے وہ فرماتے کہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی انگوٹھی اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن ابی عمر حدثنا سفین حدثنا ایوب بن موسی عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم اتخذخاتما من فجة وجعل فصه مما یلی کفه ونقش فیه محمد رسول اللهونهی ان ینقش احد علیه وهوالذی سقط من معیقیب فی بئیر اریس))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی چاندی کی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا ہوا تھا اور اس میں کندہ تھا محمد رسول اللہؐ اور اس نام پاک کو انگوٹھی پر کندہ کرنے سے ہر ایک شخص کو منع فرما دیا تھا۔ یہ انگوٹھی معیقیب سے اریس کے کنویں میں گر گئی تھی۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید قال حدثنا خاتم بن اسمعیل عن جعفر بن محمد عن ابیه قال کان

Marfat.com

الحسن والحسین رضی اللہ عنھما یتختمان فی یسار ھما))

''حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہما السلام انگوٹھیاں اپنے بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔''

((حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا محمد بن عیسیٰ وھو ابن الطباع حدثنا عباد بن العوام عن سعید بن عروبة عن قتادہ عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تختم فی یمینه قال ابوعیسیٰ ھذاحدیث غریب لانعرفه من حدیث سعید بن عروبة من قتادہ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوھذالامن ھذاالوجه وروی بعض اصحاب قتادة عن قتادة عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تختم فی یسارہ وھو حدیث لایصح ایضاً))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی داہنے ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن عبیدالمحار بی حدثنا عبدالعزیز بن ابی حازم عن موسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من ذھب فکان یلبسه فی یمینه فاتخذ الناس خواتیھم من ذھب فطرحه وقال لاالبسه ابدافطرح الناس خواتیمھم))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی' اُسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی اتار دی اور فرمایا کہ میں اسے کبھی نہ پہنوں گا' پس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنی انگوٹھیاں اُتار دیں۔''

بیانِ حق، احقاقِ حق، ابطالِ باطل......رسول اللہ کا سامان حرب

حدثنا محمد بن بشار حدثنا وھب بن جریر انبانا ابی قتادة عن انس قال کان قبیعة سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ن فضة))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ پر چاندی کی گرہ تھی۔''

((حدثنا محمد بن بشارحدثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی قتادة عن سعید بن ابی الحسن قال کانت قبیعة سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فضة))

''حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی گرہ چاندی کی تھی۔''

((حدثنا ابوجعفر محمد بن صدران البصری حدثنا طالب بن حجیر عن ھود وھوابن عبداللہ ابن سعید عن جدہ قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکة یوم الفتح وعلی سیفه ذھب وفضة قال طالب فسالته عن الفضه کانت قبیعة السیف فضة))

''ہود کے نانا مزیدة بن مالک العصری کہتے ہیں کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنجناب

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو تلوار تھی اس پر سونا اور چاندی جڑی ہوئی تھی۔ طالب بن حجیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا چاندی کے بارے میں تو انہوں نے کہا کہ تلوار کی گرہ چاندی کی تھی۔"

((حدثنا محمد بن شجاع البغدادی حدثنا ابوعبیدة الحداد عن عثمان ابن سعد عن ابن سیرین قال صنعت سیفی علی سیف سمرة بن جندب وزعم سمرة انه صنع سیفه علی سیف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وکان حنفیا۔ حدثنا عقبة بن المکرم البصری حدثنا محمد بن بکر عن عثمان بن سعد بهذاالاسناد نحوه))

"حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تلوار کی طرح کی میں نے اپنی تلوار بنوائی اور جناب سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی طرح بنائی گئی تھی اور یہ تلوار بنی حنفیہ کے قبیلہ کی تلوار کی طرح تھی۔"

((حدثنا ابوسعید عبداللہ بن سعید الاشج حدثنا یونس بن بکسیر عن محمد بن اسحق عن یحییٰ ابن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه عن جده عبداللہ بن الزبیر عن الزبیر بن العوامؓ قال کان علی النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم احد درعان فنهض الی الصخرة فلم یستطع فاقعد طلحة تحته فصعد النبی صلی اللہ علیه وسلم حتی استویٰ علی الصخرة قال فسمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول اوجب طلحة))

"حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کے دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ پس حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان پر کھڑا ہونے کا قصد فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان پر نہ چڑھ سکے۔ پس طلحہ کو نیچے بٹھایا اور ان پر کھڑے ہو کر اس چٹان پر اچھی طرح چڑھ گئے یہاں تک کہ ٹھہر گئے۔ زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ طلحہ نے (جنت) واجب کر لی۔"

((حدثنا احمد بن ابی عمر حدثنا سفیان بن عیینة عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان علیه یوم احد درعان قد ظاهر بینهما))

"حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن دو زرہیں پہنی تھیں جو کہ اوپر نیچے تھیں۔"

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا مالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیه وسلم دخل مكة وعلیه مغفرة فقیل له هذاابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتلوه))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس پر خود تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا گیا: یہ ابن خطل ہے جو کہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہے، ارشاد فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔"

Marfat.com

((حدثنا عيسى بن احمد حدثنا عبدالله بن وهب حدثني مالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل مكة عام الفتح وعلى رأسه المغفر قال فلما نزعه جآء ه رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتلوه قال ابن شهاب وبلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يومئذ محرما))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس پر خود تھی۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خود کو سراقدس سے اُتار لیا تو ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کے ساتھ لپٹا ہوا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔ ابن شہاب کہتے ہیں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن محرم نہیں تھے۔''

محبین کے لیے باعث فخر......عمامۃ النبی

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن حمابن سلمة ح وحدثنا محمود ابن غيلان حدثنا وكيع عن حماد بن سلمة عن ابی الزبير عن جابر قال دخل النبی صلی الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سودآء))

''جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس پر سیاہ پگڑی تھی۔''

((حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفين عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حريث عن ابيه قال رأيت على رسول الله صلى الله عليه وسلم عمامة سودآء))

''حضرت عمرو بن حریث سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ دیکھا ہے۔''

((حدثنا محمود بن غيلان ويوسف بن عيسیٰ قالا حدثنا وكيع عن مساور الوراق عن جعفر بن عمروبن حريث عن ابيه ان النبی صلی الله عليه وسلم خطب الناس وعليه عمامة سودآء))

''حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا جبکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔''

((حدثنا هرون بن اسحق الهمدانی حدثنا يحيیٰ بن محمدالمدينی عن عبدالعزيز ابن محمد عن عبدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال كان النبی صلی الله عليه وسلم اذااعتم سدل عمامته بين لتفيه قال نافع وكان بن عمر يفعل ذالك قال عبيدالله ورايت القاسم بن محمد وسالما يفعلان ذالك))

Marfat.com

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی مبارک باندھتے تھے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے۔ جناب نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمر بھی اس طرح کرتے تھے اور عبیداللہ فرماتے ہیں کہ قاسم بن محمد و سالم کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ بھی اس طرح کرتے تھے۔''

((حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا وکیع حدثنا ابوسلیمان وھو عبدالرحمن بن الغسین عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیه وسلم خطب الناس وعلیه عمامة دسمآء))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور آنحضور کے سر اقدس پر کالا عمامہ تھا۔''

((حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا وکیع حدثنا الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یكثر القناع كان ثوبه ثوب زیات))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القناع کو اکثر استعمال فرماتے تھے' یہ کپڑا گویا تیل میں نچڑا ہوا ہوتا۔''

مثل رحمت خدا......رفتار رسول

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابن الھیعة عن ابی یونس عن ابی ھریرة قال مارأیت شیئا احسن من رسول الله صلی الله علیه وسلم كان الشمس تجری فی وجھه ومارایت احدااسرع فی مشیة من رسول الله صلی الله علیه وسلم كانما الارض تطویٰ له انا لنجهد انفسنا وانه لغیر مكترث))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور بہتر کسی کو نہیں دیکھا' گویا کہ سورج کی شعاعیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور سے پھوٹ رہی ہیں' اور میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کبھی نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لپیٹی جا رہی تھی' ہم اپنی طرف سے پوری طاقت صرف کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفتار میں کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔''

((حدثنا علی بن حجر وغیر واحد قالوا حدثنا عیسیٰ بن یونس عن عمر ابن عبدالله مولا غفرة حدثنی ابراھیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال كان علی اذا وصف النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا مشیٰ تقلع كانما ینحط فی صبب))

''حضرت ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں کہ جس وقت جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بیان فرماتے تو فرماتے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو زمین پر سے پاؤں زور کے ساتھ اُٹھاتے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر سے نیچے کی طرف اُتر رہے ہیں۔''

Marfat.com

((حدثنا سفیان بن وکیع قال حدثنا ابی عن المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هرمز عن نافع بن جبیر بن مطعم عن علی ابن طالب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشی تکفاء تکفوا کانما ینحط من صبب))

"امام ترمذی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے تو پاؤں اٹھا کر جھکتے ہوئے چلتے تھے گویا نشیب کی طرف اتر رہے ہیں۔"

جریات الاجواب...... رسول اللہ ﷺ کی بیٹھنے کی ہیئت اور تکیہ کا استعمال

((حدثنا عبد بن حمید انبانا عفان بن مسلم حدثنا عبد اللہ بن حسان عن جدتیہ عن قیلۃ بنت مخرمۃ انہا رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد وھو قاعد القرفصاء قالت فلما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتخشع فی الجلسۃ ارعدت من الفرق

"حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجزانہ طور پر بیٹھے دیکھا تو میں خوف سے کانپنے لگی۔"

حدثنا سعید بن عبد الرحمن المخزومی وغیر واحد قالوا حدثنا سفین عن الزهری عن عباد بن تمیم عن عمہ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیا فی المسجد واضعا احدی رجلیہ علی الاخری

"حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے ہوئے تھے۔"

حدثنا سلمۃ بن شبیب انبانا عبد اللہ بن ابراهیم المدنی حدثنا اسحق بن محمد الانصاری عن ربیح بن عبد الرحمن بن ابی سعید عن ابیہ عن جدہ ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی المسجد احتبی بیدیہ))

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے گھیرا کرتے تھے۔"

حدثنا عباس بن محمد الدوری البغدادی حدثنا اسحق بن منصور عن اسرائیل عن سماک بن حرب عن جابر بن سمرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی وسادۃ علی یسارہ

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔"

Marfat.com

((حدثنا حمید بن مسعدہ حدثنا بشربن المفضل حدثنا الجریری عن عبدالرحمن بن ابی بکرہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا احد ثھم باکبر الکبائر قالوا بلیٰ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الاشراك باللہ وعقوق الوالدین قال وجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئا قال وشھادۃ الزور اوقول الزور قال فما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولھا حتی قلنا لیتہ سکت))

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آیا تمہیں گناہ کبیرہ میں سے کچھ کبیرہ گناہوں کا بیان نہ کروں۔؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ ابی بکرہ فرماتے ہیں: اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے' فرمایا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کا بار بار تکرار فرمایا' یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جائیں۔''

((حدثنا قتیبہ بن سعید حدثنا شریك عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فلاآکل متکئا))

''حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔''

((حدثنا محمدبن بار حدثنا عبدالرحمن بن مھدی حدثنا سفین عن علی بن الاقمر قال سمعت انا جحیفۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاآکل متکئا))

''علی بن الاقمر کہتا ہے کہ میں نے ابی جحیفہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کھانا نہیں کھاتا اس حال میں کہ ٹیک لگائے ہوں۔''

((حدثنا یوسف بن عیسیٰ حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرۃ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی وسادۃ قال ابوعیسیٰ لم یذکر وکیع علی یسارہ ھکذاروی غیرواحد عن سرائیل نحوہ روایۃ وکیع ولانعلم احداروی فیہ علی یسارہ الا ماروی اسحق بن منصور عن اسرائیل))

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

((حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا حماد بن سلمۃ عن حمید عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان شاکنا فخرج یتوکاء علی اسامۃ وعلیہ ثوب قطری قد توشتح بہ فصلی بھم))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے' پس باہر تشریف لائے اس حال میں کہ جناب اسامہ رضی اللہ عنہ پر سہارا لئے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر تھی جس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم لپٹے ہوئے

Marfat.com

تھے۔سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسی حالت میں نماز پڑھائی۔"

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن حدثنا محمد بن المبارك حدثنا عطاء بن مسلم الخفاف الحلبي حدثنا جعفر بن برقان عن عطاء بن ابي رباح عن الفضل بن عباس قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي توفي فيه وعلى رأسه عصابة صفراء فسلمت فقال يافضل قلت لبيك يارسول الله قال اشدد بهذه العصابة رأسي قال ففعلت ثم قعد فوضع كفه على منكبي ثم قام ودخل في المسجد))

"حضرت فضل بن عباس فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' جبکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اور اسی بیماری کے عالم میں ہی وصال فرمایا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر زرد پٹی بندھی ہوئی تھی' میں نے سلام عرض کیا۔ پس ارشاد فرمایا: اے فضل۔! میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوں۔" ارشاد فرمایا: "اس پٹی سے میرا سر مضبوط باندھو۔" پس میں نے اسی طرح کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور میرے مونڈھے پر اپنا ہاتھ رکھا' پھر اُٹھے اور مسجد میں تشریف لائے۔"

اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام.....رسول اللہ کے کھانا تناول فرمانے کے طریقہ اور کھانے کی صفت

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدي عن سفيان عن سعد بن ابراهيم عن ابن الكعب بن مالك عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يلعق اصابعه ثلثا قال ابوعيسىٰ وروى غير محمد بن بشار هذاالحديث قال كان يلعق اصابعه الثلث))

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔ ابوعیسےٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سوائے محمد بن بشار کے کعب نے اس طریق پر روایت کیا ہے' فرمایا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔"

((حدثنا الحسن بن علي الخلال حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اكل طعام لعق اصابعه الثلث))

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا نوش فرمالیتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔"

((حدثنا الحسين بن علي بن يزيد الصدائي البغدادي حدثنا يعقوب بن اسحق يعني الحضرمي حدثنا شعبة عن سفين الثوري عن علي بن الاقمر عن ابي حجيفة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اما انافلا اكل متكئا حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدي

Marfat.com

حدثنا سفین عن علی بن الاقمر نحوه))۹

''حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔''

((حدثنا هرون بن اسحق الهمدانی حدثنا عبدة بن سلیمان عن هشام بن عروة عن ابن الكعب بن مالك عن ابیه قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یاكل باصابعه الثلث ویلعقهن))

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے اور ان کو چاٹ لیتے تھے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا الفضل بن ركین حدثنا مصعب بن سلیم قال سمعت انس بن مالك یقول انی رسول الله صلی الله علیه وسلم بتمر فرأیته یاكل وهومقع من الجوع))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجوریں پیش کی گئیں تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ تناول فرما رہے ہیں' درانحالیکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ بھوک کے سہارا لئے ہوئے تھے۔''

((حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن ابی اسحق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة رضی الله عنها انها قالت ماشبع ال محمد صلی الله علیه وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم))

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ نے مسلسل (پے در پے) دو دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی، یہاں تک کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔''

((حدثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا یحییٰ بن ابی بكیر حدثنا حریز بن عثمان عن سیم بن عامر قال سمعت اباامامة الباهلی یقول ماكان یفضل عن اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم خبز الشعیر))

''حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی بھی اتنی کم میسر ہوتی کہ (کھانے کے بعد) کچھ بھی باقی نہ بچتی تھی۔''

((حدثنا عبدالله بن معاویة الجمحی حدثنا ثابت بن یزید عن هلال ابن خباب عن عكرمة عن ابن عباس رضی الله عنه قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یبیت اللیالی المتابعة طاویا هو واهله لایجدون عشاء وكان اكثر خبزهم خبز الشعیر))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سید دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راتیں پے در پے بھوکے گزارتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ بھی عشاء کا کھانا نہ پاتے' اور ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتی۔''

Marfat.com

((حدثنا عبداللہ ابن عبدالرحمن حدثنا عبیداللہ بن عبدالمجید الحنفی حدثنا عبدالرحمن وھوعبداللہ بن دینار ھدثنا ابوحازم عن سھل بن سعد انه قیل له اکل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم النقی یعنی الحواری فقال سھل داری رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم النقی حتی لقی اللہ تعالیٰ فقیل له ھل کانت لکم مناخل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ماکانت لنا مناخل فقیل کیف کنتم تصنعون باالشعیر قال کنا ننفخه فیطیر منه ماطار ثم نعجنه))

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی ہے۔؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنے ہوئے آٹے کو اس وقت تک نہیں دیکھا جس وقت تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لی تو پھر ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں۔؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں۔ پوچھا گیا: آپ جو کے آٹے کو کس طرح صاف کرتے تھے؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس کو پھونک مارتے جو تنکے وغیرہ اُڑ جاتے پھر ہم اس آٹے کو گوندھ لیتے۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذبن ھشام قال حدثنی ابی عن یونس عن قتادۃ عن انس بن مالك قال ماأکل نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم علیٰ خوان ولافی سکرجة ولاخبزله مرقق قال فقلت لقادة فعلیٰ ماکانوا یاکلون قال علی ھذہ السفر قال محمد بن بشار یونس ھذاالذی روی عن قتادۃ ھویونس الاسکاف)) ۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چپاتی پکائی گئی۔ جناب یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کس چیز پر کھانا رکھ کر تناول فرماتے تو انہوں نے کہا کہ اسی دستر خوان پر۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا عباد بن عباس المھلبی عن مجالد عن الشعبی عن مسروق قال دخلت علی عائشة فدعت لی بطعام وقالت ماشبع من طعام فاشاء ان ابکی الا بکیت قال قلت لم قالت اذکر الحال التی فارق علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الدنیا واللہ ماشبع من خبز ولا لحم مرتین فی یوم واحد))

''حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا' انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا کہ میں سیر ہو کر کبھی کھانا نہیں کھاتی مگر میرا جی رونے کو چاہتا ہے اور میں روتی ہوں۔ مسروق نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیوں؟ انہوں نے فرمایا: میں اس حالت کو یاد کرتی ہوں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے مفارقت اختیار فرمائی، اللہ تعالیٰ کی قسم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دن میں دو مرتبہ بھی روٹی یا گوشت سے شکم سیر نہیں ہوئے۔''

Marfat.com

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو دائود قال حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة قالت ماشبع رسول اللهﷺ علیه وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کے آٹے کی روٹی سے بھی پے درپے دو دن بھی شکم سیری نہیں فرمائی یہاں تک کہ وصال ہو گیا۔''

((حدثنا عبد الله بن عبدالرحمن حدثنا عبدالله بن عمرو ابو معمر حدثنا عبدالوارث عن سعید ابن ابی عروبة عن قتادة عن انس قال ما اکل رسول الله صلی الله علیه وسلم علی خوان ولا اکل خبزا مرققاحتی مات))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور وصال تک نہ ہی کبھی چپاتی کی روٹی کھائی۔''

((حدثنا محمد بن سهل بن عسکر وعبداللهبن عبدالرحمن قالا حدثنا یحییٰ ابن حسان حدثنا سلیمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم الادام الخل قال عبدالله اب عبدالرحمن فی خدیثه نعم الادمُ اوالادم الخل))۔

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سرکہ ایک عمدہ سالن ہے'' عبداللہ بن عبدالرحمٰن اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ ارشاد فرمایا: ''سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔''

((حدثنا قتیبة حدثنا ابوالاحرص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان ابن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ماشئتم لقدرائیت نبیکم ومایجدمن الدقل مایملاء بطنه))

''حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نعمان ابن بشیر کو یہ کہتے سنا کہ کیا تم قسم قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں میں جو تمہیں پسند آتی ہیں مگن ہو گئے حالانکہ میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم میں دیکھا ہے کہ وہ خشک خرما سے بھی شکم سیری نہ فرما سکتے تھے۔''

((حدثنا عبدة بن عبداللهالخزاعی حدثنا معاویة بن هشام عن سفین عن محارب بن دثار عن جابر ابن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعم الادام الخل))

''حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔''

((هدثنا هنادوهدثنا وکیع عن سفیان عن ایوب عن ابی قلابة عن زهدم الجرمی قال کنا عندابی موسی فاتی بلحم دجاج فتنتحی رجل من القوم فقال مالك قال انی رائیتهاتاکل شیئانتنا فحلفت ان لا اکلها قال اُدن فانی رائیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یاکل لحم

Marfat.com

دجاج))

''زھدم الجرمی سے روایت ہے کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ مرغی کا گوشت لایا گیا' ان موجود افراد میں سے ایک شخص کھسک گیا تو جناب ابوموسیٰ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے مرغی کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھا تھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے نہ کھاؤں گا۔ ابوموسیٰ نے فرمایا: آ جا! میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت نوش فرماتے دیکھا ہے۔''

((حدثنا الفضل بن سهل الاعرج البغدادی حدثنا ابراهيم بن عبدالرحمن ابن مهدی عن ابراهيم بن عمر بن سفينة عن ابيه عن جده قال اكلت مع رسول الله صلی الله عليه وسلم لحم حباری))

''سفینہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب (حباریٰ) کا گوشت کھایا۔''

((حدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعيل بن ابراهيم عن ايوب عن القاسم التميمی عن زهدم الجرمی قال كنا عند ابی موسیٰ قال فقدم طعامه قدم فی طعامه لحم دجاج وفی القوم رجل من بنی تيم الله احمر كانه مولی قال فلم يدن فقال له ابوموسیٰ ادن فانی قد رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم اكل منه قال انی رأيته ياكل شيئا فقذرته فحلفت ان لا اطعمه ابدا))

''زھدم الجرمی سے روایت ہے کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ کے سامنے کھانا لایا گیا اور اس کھانے میں مرغی کا گوشت لایا گیا۔ حاضرین میں بنو تیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص بھی موجود تھا جو کہ آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا، وہ کھسک گیا تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: قریب ہو جاؤ یقیناً میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے کھاتے دیکھا ہے۔ اس شخص نے کہا: میں نے اسے کچھ کھاتے دیکھا ہے پس میں اس سے کراہت کرتا ہوں' لہٰذا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔''

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابواحمد الزبيری وابونعيم قالا حدثنا سفين عن عبدالله بن عيسیٰ عن رجل من اجل الشام يقال له عطا عن ابی اسيد قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم كلوا الزيت وادهنوا بی فانه من شجرة مباركة))

''حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور اس سے مالش بھی کرو کیونکہ یہ مبارک درخت کا تیل ہے۔''

((حدثنا يحيیٰ بن موسیٰ حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر ابن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم كلوا الزيت وادهنوا بی فانه من شجرة مباركة قال ابوعيسیٰ وكان عبدالرزاق يضطرب فی هذا الحديث فربما اسنده وربما ارسله وحدثنا السنجی وهو ابوداؤد سليمان بن معبد المروزی النسجی حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن زيد بن اسلم عن ابيه عن النبی صلی الله عليه وسلم نحوه

Marfat.com

ولم یذکر فیہ عن عمر))

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کھاؤ اور اس کے تیل کی مالش کرو' کیونکہ یہ مبارک درخت کا تیل ہے۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر وعبدالرحمن بن مهدی قالا حدثنا شعبة عن قتادة عن انس بن مالك قال كان النبی صلی الله علیه وسلم یعجبه الدباء فاتی بطعام او دعی له فجعلت اتتبعه فاضعه بین یدیه لما اعلم انه یحبه))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو بہت پسند فرماتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا پیش کیا گیا یا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کیا گیا چونکہ میں جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو بہت پسند فرماتے ہیں اس لئے میں نے اس کھانے کے برتن میں سے کدو کے ٹکڑے دیکھ دیکھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھنے شروع کر دیئے۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا حفص بن غیاث عن اسماعیل بن ابی خالد عن حکیم بن جابر عن ابیه قال دخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم فرأیت عنده دباء یقطع فقلت ماهذا قال نکثربه طعامنا۔ قال ابوعیسیٰ وجابرهذاهوجابربن طارق وهورجل من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا یعرف له الاهذاالحدیث الواحد وابوخالداسمه سعد))

''حضرت جابر بن طارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کدو دیکھے جو کہ قاش قاش (ٹکڑے ٹکڑے) کیے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یہ اتنے چھوٹے چھوٹے کیوں۔؟ ارشاد فرمایا: ان سے ہم اپنا سالن زیادہ کرتے ہیں۔''

((حدثنا قتیبه بن سعید عن مالك بن انس عن اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحة انه سمع انس بن مالك یقول ان ضیاطا دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بطعام صنعه فقال انس فذهبت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الی ذالك الطعام فقرب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم خزامن شعیرومرقا فیه دباء وقدید قال انس فرأیت النبی صلی الله علیه وسلم یسبع الدباء حوالی القصعة فلم ازل احب الدباء من یومئذ))

''حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک درزی نے حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ جناب انس فرماتے ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں بھی اس کھانے میں شریک ہوا۔ پس اس درزی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی' شوربا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت پیش کیا۔ جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کاسہ کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما کر نوش کر رہے ہیں، اس دن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے کدو محبوب ہو گیا۔''

Marfat.com

((حدثنا احمد بن ابراهيم الدروقی وسلمة بن شبيب ومحمود بن غيلان قالوا حدثنا ابو اسامة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت كان النبی صلی الله عليه وسلم يحب الحلواء والعسل))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حلوا اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔''

((حدثنا لحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جريج اخبرنی محمد بن يوسف ان عطا بن يسار اخبره ام سلمة اخبرته انها قربت الی رسول الله صلی الله عليه وسلم جنبا مشويا فاكل منه ثم قام الی الصلوٰة وتوضاء))

''ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہلو کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا' اُسے تناول فرمایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔''

((حدثنا قتيبة حدثنا ابن لهيعة عن سليمان بن زياد عن عبدالله بن الحارث قال اكلنا مع رسول الله صلی الله عليه وسلم شواء فی المسجد))

''حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔''

((حدثنا محمود بن غيلان انبانا وكيع حدثنا مسعر عن ابی صخرة جامع شداد عن المغيرة بن عبدالله عن المغيرة بنْ شعبة قال ضفت مع رسول الله صلی الله عليه وسلم ذات ليلة فاتی بجنب مشوی ثم اخذ الشفرة فجعل يخرفحزلی بها منه قال فجاء بلال يوذنه باالصلوٰة فالقیٰ الشفرة فقال ماله تربت يداه قال وكان شاربه وقدوفی فقال له اقصه لك علی سواك او قصه علی سواك))

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری دعوت کی گئی۔ کھانے میں پہلو کا بھنا ہوا گوشت لایا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی چھری لی' اس چھری سے بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے۔ اسی دوران بلال آ گیا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے تیار ہونے سے مطلع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری ہاتھ سے رکھ دی اور فرمایا: کیا ہوا اسے؟ دونوں ہاتھ اس کے خاک آلود ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کی دونوں مونچھیں بڑھ گئی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاؤ ان کو مسواک پر رکھ کر کتر دوں' یا کتر دو ان کو مسواک پر رکھ کر۔''

((حدثنا واصل بن عبدالاعلیٰ حدثنا محمد بن فضيل عن ابی حيان التيمی عن ابی زرعة عن ابی هريرة قال انی النبی صلی الله عليه وسلم بلحم فرفع اليه الزراع وكانت تعجبه فنهش منها))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کہیں سے

Marfat.com

گوشت آیا تو اس گوشت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دست پیش کیا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا۔ آپ نے اس دست کے گوشت میں سے اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر تناول فرمایا۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابو داوٗد عن زهير يعني ابن محمد عن ابی اسحق عن سعيد بن عياض عن ابن مسعود قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يغجبه الذراع قال وسم فی الذراع وكان يری ان اليهود سموه))

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت بہت پسند تھا۔ راوی کہتا ہے کہ دست کے گوشت ہی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے زہر دیا تھا۔''

((حدثنا محمدبن بشارحدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا ابان بن يزيد عن قتاده عن شهربن حوشب عن ابی عبيد قال طبخت للنبی صلی الله عليه وسلم قدراو كان يعجبه الذرع فناولته الذراع ثم قال ناولنی الذراع فناولته ثم قال ناولنی الذراع فقلت يارسول اللهوكم للشاة من ذراع فقال والذی نفسی بيده لوسكت لنا ولتنی الذراع مادعوت))

''حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا تو میں نے ان کی خدمت میں ایک دست پیش کردی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمالی' پھر فرمایا: مجھے دست دو۔ میں نے خدمت مبارک میں پیش کردی، اس کو بھی نوش فرمالیا۔ پھر ارشاد فرمایا: مجھے دست دو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بکرے کے کتنے دست ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو جب تک میں مانگتا رہتا تو مجھے دست پر دست دیتا ہی چلا جاتا۔''

((حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا يحيیٰ بن عباد عن فليح بن سليمان قال حدثنی رجل من بنی عباد يقال له عبدالوهاب بن يحيیٰ بن عباد عن عبدالله بن الزبير عن عائشة قالت ماكان الذراع احب اللحم الی رسول الله صلی الله عليه وسلم ولكنه كان لايجد اللحم الاغباوكان يعجل اليها لانها اعجلها نضحا))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرماتے تھے۔''

((نا محمود بن غيلان حدثنا ابواحمد حدثنا مسعرقال سمعت شيخا من فهم قال سمعت عبدالله ابن جعفر يقول سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان اطيب اللحم لحم الظهر))

''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھا گوشت پشت (کمر، پٹھہ) کا گوشت ہوتا ہے۔''

((حدثنا سفيان بن وكيع حدثنا زيد بن الحباب عن عبدالله بن المومل عن ابن ابی مليكة

Marfat.com

عن عائشة رضى الله عنها ان النبى صلى الله عليه وسلم قال نعم الادام الخل))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سرکہ اچھا سالن ہے۔''

((حدثنا ابو كريب حدثنا ابوبكر بن عياش عن ثابت ابى حمزة الثمالى عن الشعبى عن ام هانى قالت دخل على النبى صلى الله عليه وسلم فقال اعندك شيء فقلت لاالا خبر يابس وخل فقال هاتى مااقفربيت من ادم فيه خل))

''حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: سوائے خشک روٹی اور سرکہ کے اور کچھ نہیں۔ ارشاد فرمایا: لے آو۔ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔''

((حدثنا محمد بن المثنى قالا حدثنا محهد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمروبن مرة الهمد انى عن ابى موسىٰ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال فضل عائشة على النساء كفضل الثريد علىٰ سائر الطعام))

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔''

((حدثنا على بن حجر حدثنا اسماعيل بن جعفر حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن بن معمرالانصارى ابوطوالة انه سمع انس بن مالك يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا عبدالعزيز بن محمد عن سهيل بن ابى صالح عن ابيه عن ابى هريرة انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم توضاء من ثور اقط ثم راعه اكل من كتف شاة صلى ولم يتوضا))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو کیا' پھر دیکھا کہ بکرے کے دست کا گوشت تناول فرمایا نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔''

((حدثنا ابن ابى عمر حدثنا سفين بن عينيه عن وائل بن دائود عن ابنى وهو بكر بن وائل عن الزهرى عن انس بن مالك قال اولم رسول الله صلى الله عليه وسلم على صفية بتمر وسويق))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ

Marfat.com

تازہ کھجور اور ستو سے کیا۔‘‘

((حدثنا الحسین بن محمد البصری حدثنا الفضیل بن سلیمان حدثنی فائدۃ ولیٰ عبیداللہ بن علی ابن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی عبیداللہ بن علی عن جدتہ سلمی ان الحسن بن علی وانبن عباس وابن جعفر اتوھا فقالوا لھا اصنعی لنا طعاما مما کان یعجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحسن اکلہ فقالت یانبی تشھیہ الیوم قال بلی اصنعیہ لنا قال فقامت فاخذت شیئا من الشعیر فطحنتہ ثم جعلتہ فی قدر وصبت علیہ شیئا من زیت ودقت الفلفل والتوابل فقربتہ الیھم فقالت ھذا مما کان یعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحن اکلہ))

’’جنابہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے ہاں تشریف لائے اور کہا کہ ہمارے لئے وہ کھانا تیار کر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی پسند تھا اور جسے بڑی خوشی سے تناول فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا: اے میرے پیارے بیٹو! آج کل تم اس کھانے کی طرف توجہ نہ دو گے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ایسا نہیں ہے! آپ اسے ضرور تیار کرو۔ وہ اُٹھیں اور تھوڑا سا جو کا آٹا لیا، اسے گوندھا، پھر اسے ہانڈی میں ڈالا، اس میں تھوڑا سا روغن زیتون ڈالا اور اس میں سیاہ مرچ اور زیرہ کوٹ کر ڈالا' تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا: یہ کھانا ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے اور شوق سے کھاتے۔‘‘

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو احمد حدثنا سفین عن الاسود ابن قیس عن نبیح العنزی عن جابر بن عبداللہ قال اتانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منزلنا فذبحنالہ شاۃ فقال کانھم علموا انا یحب اللحم وفی الحدیث قصۃ))

’’حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جگہ پر رونق افروز ہوئے ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دنبہ ذبح کیا تو ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گویا یہ جانتے تھے کہ ہم گوشت کو بہت پسند کرتے ہیں۔ صاحب شمائل الترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک پورا واقعہ ہے یعنی ایک معجزہ کا پورا بیان ہے۔‘‘

((حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفین حدثنا عبداللہ بن محمد بن عقیل سمع جابرا قال سفین وحدثنا محمد بن المنکدر عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا معہ فدخل علی امرأۃ من الانصار فذبحت لہ شاۃ فاکل منھا واتتہ بقناع من رطب فاکل منہ ثم توضاء للظھر وصلی ثم انصرف فاتتہ بعلالۃ من علالۃ الشاۃ واکل ثم صلی العصر ولم یتوضاء))

’’حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا' آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصار عورت کے گھر تشریف لے گئے۔ اس عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دنبہ ذبح کیا'

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تناول فرمایا۔ اس کے بعد اس عورت نے ایک طباق میں تازہ کھجوریں پیش کیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ نوش فرمائیں پھر وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی' نماز سے فارغ ہوئے تو اس عورت نے آپ کے واپس تشریف لانے پر اس دنبے کے بچے ہوئے گوشت میں سے کچھ گوشت پیش کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا پھر عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔''

((حدثنا العباس بن محمد الدوری حدثنا یونس بن محمد حدثنا فلیح بن سلیمان عن عثمان بن عبدالرحمن عن یعقوب بن ابی یعقوب عن ام المنذر قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعه علی ولنا دوال معلقة قالت فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل وعلی معه یاکل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مه یاعلی فانك ناقة قالت فجلس علی والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یاکل قالت فجعلت لهم سلقا وشعیرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یاعلی من هذا فاصب فانه اوفق لك))

''حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، ان کے ہمراہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی تھے۔ ہمارے گھر میں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان سے کھجوریں کھانے لگے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ کو فرمایا: اے علی! مت کھا کیونکہ تو ابھی بیماری سے صحت یاب ہوا ہے۔ جناب علی المرتضیٰ بیٹھ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے رہے۔ ام المنذر کہتی ہے کہ میں نے ان حضرات کے لئے تھوڑے سے جو اور چقندر تیار کئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ سے فرمایا: اے علی! اس کھانے کو کھاؤ' یہ تمہاری مزاج کے موافق ہے۔''

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا بشر بن السری عن سفیان عن طلحة بن یحییٰ عن عائشة بنت طلحة عن عائشة ام المومنین رضی اللہ عنها قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتینی فیقول اعندك غداء فاقول لاقالت فیقول انی صائم قالت فاتانا یوما فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه اهتدیت لنا هدیة قال وماهی قلت حیس قال اما انه اصبحت صائما قالت ثم اکل))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو فرماتے کہ کیا تمہارے پاس صبح کے کھانے کے لئے کچھ ہے' میں کہتی کہ نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے تحفہ آیا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا حیس ہے۔ فرمایا: میں نے روزے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ پھر اس میں سے کچھ کھالیا۔''

((حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنا ابی عن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی عن یزید بن امیة الاعور عن یوسف بن عبداللہ بن سلام قال رأیت النبی

Marfat.com

صلى الله عليه وسلم اخذ كسرة من خبز الشعير فوضع عليها ثمرة ثم قال هذه ادام هذه فاكل))

''حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا ہوا تھا اور اس پر ایک کھجور رکھی' پھر ارشاد فرمایا: یہ کھجور اس جو کی روٹی کے ٹکڑے کا سالن ہے پھر نوش فرما لیا۔''

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن حدثنا سعيد بن سليمان عن عباد ابن العوام عن حميد عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه الثفل قال عبدالله يعني مابقى من الطعام))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تہ دیگی کو پسند فرماتے تھے۔ عبداللہ بن عبدالرحمن (راوی) فرماتے ہیں کہ تہ دیگی سے مراد بچا ہوا کھانا ہے۔''

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا اسماعيل بن ابراهيم عن ايوب عن ابن ابی ملكية عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من الخلاء فقرب اليه الطعام فقالوا الاناتيك بوضوء قال انما امرت بالوضوء اذا قمت الى الصلوٰة))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھانا پیش کیا گیا، حاضرین نے عرض کیا: کیا وضو کے لئے پانی نہ لائیں؟ ارشاد فرمایا: سوائے اس کے نہیں کہ مجھے وضو کرنے کا اسی وقت حکم ہے جبکہ میں نماز پڑھنے کا ارادہ کروں۔''

((حدثنا سعيد بن عبدالرحمن المخزومي حدثنا سفين بن عينة عن عمرو بن دينار عن سعيد بن الحويرث عن ابن عباس قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغائط فاتى بطعام فقيل له الاتتوضاء فقال اصلى فاتوضاء))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے تشریف لائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھانا پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں عرض کیا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو نہیں کریں گے؟ تو سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں نماز پڑھتا ہوں کہ وضو کروں۔؟''

((حدثنا يحيىٰ بن موسىٰ حدثنا عبدالله بن نمير حدثنا قيس بن الربيع وحدثنا قتيبة حدثنا عبدالكريم الجرجاني عن قيس بن الربيع عن ابی هاشم عن زاذان عن سلمان قال قرأت في التوراة ان بركة الطعام الوضوء بعده فذكرت ذالك للنبي صلى الله عليه وسلم وخبرته بما قرأت في التوراة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بركة الطعام الوضوع قبله والوضوع بعده))

''حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے توراۃ میں پڑھا کہ کھانا کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا سبب ہے۔

Marfat.com

یہ بات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کردی' تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا برکت کا باعث ہے۔''

((حدثنا قتيبة بن سيعد حدثنا ابن لهيعة عن يزيد بن ابه حبيب عن راشد بن جندل اليافعی عن حبيب بن اوس عن ايوب الانصاری قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فقرب اليه طعام فلم ارطعاما كان اعظم بركة منه اول ماا كلنا ولا اقل بركة في اٰخرة قلنا يارسول الله كيف هذا قال اناذكرنا اسم اللّٰه حين اكلنا ثم قعد من اكل ولم يسم اللّٰه تعالىٰ فاكل معه الشيطن))

''حضرت ایوب انصاری سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ کے حضور کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے سے پہلے ازروئے برکت کے ایسا کھانا میں نے نہیں دیکھا تھا اور اسی کھانے کے آخر میں جو بے برکتی تھی وہ بھی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا کیفیت ہے۔؟ ارشاد فرمایا: جس وقت ہم نے کھانا شروع کیا تھا تو ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم مبارک لیا تھا' پھر ایک شخص کھانے کے لئے بیٹھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کا اسم پاک نہیں لیا' پس اس شخص کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا۔''

((حدثنا يحيىٰ بن موسى حدثنا ابو دائود حدثناهشام الدسوائی عن بديل العقيلی عن عبدالله ابن عبيد بن عمير عن ام كلثوم عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذااكل احدكم فنسی ان يذكر اسم الله تبارك وتعالىٰ على الطعام فليقل بسم الله اوله واٰخره))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم لوگوں میں سے کوئی کھانا کھائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو کھانے کے دوران میں جس وقت یاد آئے تو پڑھے: بسم اللہ اولہ واٰخرہ۔''

((حدثنا عبدالله بن الصباح الهاشمی البصری عبدالاعلیٰ عن معمرعن هشام بن عروة عن ابيه عن عمر بن ابی سلمة انه دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعنده طعام فقال ادن يابنی فسم اللّٰه تعالىٰ وكل بيمينك مما يليك))

''حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بچے! قریب آجا! بسم اللہ پڑھ اور اپنے سامنے سے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔''

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابواحمد الزبيری حدثناسفين الثوری عن ابی هاشم عن اسماعيل بن رياح عن رياح بن عبيدة عن ابی سعيد الخدری قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من طعامه قال الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين))

Marfat.com

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے سے فارغ ہوتے تھے تو کہتے:

((الحمد لله الذى اطعمنا و سقانا و جعلنا مسلمين))

''تمام تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا يحيىٰ بن سعيد حدثنا ثور بن يزيد حدثنا خالد بن معدان عن ابى امامه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفعت المائدة من بين يديه يقول الحمد لله كثيرا طيبا مباركا فيه غير مودع ولا مستغنى عنى ربنا))

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے دستر خوان اٹھایا جاتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے: ''الحمد لله كثيراً طيباً مباركاً فيه غير مودع ولا مستغنى عنه ربنا'' ''ہر قسم کی تعریف اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات مبارک کو زیب ہے ایسی تعریف کہ جس کی کوئی انتہا نہیں' ایسی تعریف جو ریا اور سمعہ سے پاک ہے ایسی تعریف جو ختم ہونے والی نہ ہو اور جس سے کنارہ کشی نہ ہو سکے' اے ہمارے پرورش کرنے والے!''

((حدثنا ابوبكر محمد بن ابان حدثنا وكيع عن هشام الدستوائى عن بديل بن ميسرة العقيلى عن عبدالله بن عبيدبن عمير عن ام كلثوم عن عائشة رضه الله عنها قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم ياكل الطعام فى ستة من اصحابه فجاء اعرابى و اكله بلمقمتين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لوسمى لكفاكم))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کھانا نوش فرما رہے تھے، ایک اعرابی آیا اور جو کھانا موجود تھا اسے دو لقموں میں کھا لیا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر یہ اعرابی کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔''

((حدثنا هنادو محمود بن غيلان قالا حدثنا ابواسامة عن زكريا بن ابى زائدة عن سعيدبن ابىبردة عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ليرضى عن العبد ان ياكل الاكلة اويشرب الشربة فيحمده عليها))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ جل جلالہ اپنے بندے سے اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیئے تو اللہ جل شانہ کا اس پر شکر ادا کرے۔''

((حدثنا الحسين بن الاسود البغدادى حدثنا عمرو بن محمد حدثنا عيسىٰ بن طهمان عن ثابت قال اخرج الينا انس بن مالك قدح خشب غليظا مضببا بحديد فقال ياثابت هذا قدح رسول الله صلى الله عليه وسلم))

''حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک لکڑی کا مضبوط درشت پیالہ جو کہ لوہے کے پترے سے گرہ کیا ہوا تھا ہمیں بتانے کے لئے لائے اور فرمایا: اے ثابت! یہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔''

Marfat.com

((حدثنا عبداللہبن عبدالرحمن حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا حماد بن سلمة حدثنا حمید وثابت عن انس قال لقد سقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذا القدح الشراب کله المآء والنبیذ والعسل واللبن))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کواس پیالہ میں سب قسم کی پینے کی اشیاء پانی' خرما کا پانی' شہد اور دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔''

قاسم نعمت......رسول اللہ کا پھل تناول فرمانا

((حدثنا اسماعیل بن موسیٰ الفزازی حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن عبدالله بن جعفر قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یاکل القثاء بالرطب))

''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔''

((حدثنا عبدة بن عبداللہالخزاعی البصری حدثنا معاویة بن هشام عن سفین عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی اللہعنها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاکل البطیع بالرطب))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔''

((حدثنا ابراهیم بن یعقوب حدثنا وهب بن جریر حدثنا ابی قال سمعت حمیدایقول اوقال حدثنی حمید قال وهب وکان صدیقاله عن انس قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یجمع بین الخربز والرطب))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور تازہ کھجورا کھٹے نوش فرماتے دیکھا ہے۔''

((حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا محمد بن عبدالعزیز الرملی حدثنا عبدالله بن یزید ابن الصلت عن محمد بن اسحق عن یزید بن رومان عن عروة عن عائشة رضی اللہعنها ان النبی صلی الله علیه وسلم اکل البطیخ بالترطب))

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربوز تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرمایا۔''

((حدثنا قتیبه بن سعید عن مالك بن انس حدثنا اسحق بن موسیٰ حدثنا معن حدثنا مالك عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة قال کان الناس اذاارأوااول الثمر جآئوابه الی النبی صلی الله علیه وسلم قال اللهم بارك لنا فی ثمارنا وبارك لنا فی مدیتنا وبارك لنا فی صاعنا وفی مدنا اللهم ان ابراهیم عبدك وخلیلك ونبیك وانی عبدك ونبیك وانه دعاك لمكة وانی ادعوك للمدینة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله معه قال ثم یدعوا صغرولید یراه

Marfat.com

فیعطیه ذالك الثمر))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پیش کرتے تھے' تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے کہ اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے شہر مدینہ منورہ میں برکت دے' اے مولا کریم! بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے عبد اور خلیل اور نبی ہیں اور میں یقیناً تیرا عبد اور نبی ہوں، انہوں نے مکہ مکرمہ کیلئے دعا کی تھی اور میں مدینہ منورہ کے لئے دعا کرتا ہوں' اسی طرح کی دعا جس طرح کی دعا انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے کی تھی اور اس سے دوچند۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے کم عمر بچے جو موجود ہوتے طلب فرماتے اور انہیں اس پھل سے عطا فرماتے۔''

((حدثنا محمد بن حميد الرازى حدثنا ابراهيم بن المختار عن محمد بن اسحق عن ابى عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت بعثنى معاذ بن عفرآء بقناع من رطب وعليه اجر من قثاء زغب وكان النبى صلى الله عليه وسلم يحب القثاء فاتيته به وعنده حلية قد قدمت عليه من البحرين فملاء يده منها فاعطانيه))

''حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے معاذ بن عفراء جو ربیع کے چچا ہیں نے ایک طباق دیا جس میں تازہ کھجوریں اور روئیں دار ککڑیاں تھیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی بہت پسند فرماتے تھے تو میں وہ لے کر خدمت میں حاضر ہوگئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ زیورات تھے جو کہ بحرین سے آئے تھے۔ بس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ بھر کر ان زیورات سے مجھے عطا فرمائے۔''

((حدثنا على بن حجر انبانا شريك عن عبدالله بن محمد بن عقيل عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت اتيت النبى صلى الله عليه وسلم بقناع من عطب واجر زغب فاعطانى ملاء كفه حليا اوقالت ذهبا))

''حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک طباق لے کر حاضر ہوئی جس میں تازہ کھجوریں اور باریک روئیں والی ککڑیاں تھے' تو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مٹھی بھر کر سونا یا زیور عطا فرمایا۔''

عاشقین کے لیے مثل آب کوثر......رسول اللہ کے مشروبات اور پینے کا طریقہ

((حدثنا ابن ابى عمر حدثنا سفين عن معمر عن اكزهرى عن عروة عن عائشة رضى اللهعنها قالت كان احب الشراب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلو البارد))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں جو سب سے زیادہ پسند تھی وہ ٹھنڈا اور میٹھا شربت تھا۔''

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا اسماعيل بن ابراهيم انبانا على بن زيد عن عمرهوابن ابى

Marfat.com

حرملة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال دخلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انا و خالدبن الولید علی میمونة فجاء تنا باناء من لبن فشرب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا علی یمینه و خالد علی شماله فقال لی الشربة لك فان شئت اثرت بها خالدا فقلت ماکنت لاوثر علی سورك احداثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من اصعمه اللہ طعاما فلیقس اللهم بارك لنا فیه و اطعمنا خیرا منه و من سقاه اللہ لبنا فلیقل اللهم بارك لنا فیه و زدنا منه ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیس شیء یجزی مکان الطعام والشراب غیر اللبن

قال ابوعیسیٰ هکذاروی سفین ابن عینیة هذاالحدیث عن معمرعن الزهری عن عروة عن عائشة درواه عبداللہ بن التمبارك وعبدالرزاق وغیر واحد عن معمر عن الزهری عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مرسلا قال ابوعیسیٰ وانما اسنده ابن عینیة من بین الناس قال ابوعیسیٰ ومیمونة بنت الحارث زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم هی خالت خالد بن الولید وخالة ابن عباس رضی اللہ عنهم وخالة یزید بن الاصم واختلف الناس فی روایة هذاالحدیث عن علی ابن زید بن جدعان فروی بعضهم عن علی بن زید عن عمرابن حرمله وردی شعبة عن علی بن زید فقال عن عمرو بن حرملة والصحیح عمر بن ابی حرملة))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں جنابہ میمونہ کے گھر گئے۔ وہ ہمارے لئے ایک برتن میں دودھ لائیں' رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا' میں اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب اور خالد بن ولید بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابن عباس! دودھ پینے کا تیرا حق ہے' اگر تو چاہے تو اپنی باری خالد کو دے دے۔ مین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس خوردہ پر کسی ایک کو ترجیح نہیں دیتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے تو اس شخص کو چاہئے کہ یوں کہے: ''اللهم بارك لنا فیه واطعمنا خیرا منه'' اے اللہ تبارک وتعالیٰ! اس کھانے میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر کھانا عطا فرما۔ جس کو اللہ تعالیٰ دودھ نصیب فرمائے اسے چاہئے کہ یوں کہے: ''اللهم بارك لنا فیه وزدنا'' اے اللہ تبارک وتعالیٰ! اس دودھ میں ہمارے لئے برکت عطا فرما اور اس سے زیادہ مرحمت فرما۔'' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں ہے سوائے دودھ کے جو کھانے اور پینے کی کفایت کر سکے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا هشیم اخبرنا عاصم الاحول ومغیرة عن الشعبی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم شرب من زمرزم وهو قائم))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا' درآنحالیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔''

Marfat.com

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا محمد بن جعفر عن الحسين المعلم عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا))

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے بھی اور بیٹھے بھی پانی نوش فرماتے دیکھا ہے۔''

((حدثنا على بن حجر حدثنا ابن المبارك عن عاصم الاحول عن الشعبى عن ابن عباس قال سقيت النبى صلى الله عليه وسلم من زمزم فشرب وهو قائم))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آبِ زمزم پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی نوش فرمایا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔''

((حدثنا ابو كريب محمدبن العلاء ومحمد بن طريف الكوفى قالا انباء نا ابن الفضيل عن الاعمش عن عبدالملك بن ميسره عن النزال بن سبرة قال اتى بكوزمن مآء وهوفى الرحبة فاخذمنه كفا فغسل يديه ومضمض واستنشق ومسح وجهه وزراعيه ورأسه ثم شرب منه وهو قائم ثم قال هذا وضوء من لم يحدث هكذا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل))

''نزال بن سبرۃ سے روایت ہے کہ امام الاولیاء امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پانی کا ایک کوزہ لایا گیا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ اس کوزہ سے ایک چلو پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوئے' کلی کی' ناک میں پانی ڈالا' چہرہ تر کیا' دونوں کہنیوں سمیت بازو تر کئے اور سر کو تر کیا اور پھر کچھ پانی پیا' اس حال میں کہ کھڑے تھے، پھر فرمایا: یہ وضو اس شخص کا ہے جس کے وضو میں حدث واقع نہ ہوا ہو' اسی طرح میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد ويوسف بن حماد قالا حدثنا عبدالوارث بن سعيد عن ابى عصا عن انس بن مالك ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتنفس فى الانآء ثلاثا اذاشرب ويقول هوامراء واروى))

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ طریقہ زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔''

((حدثنا على بن خشرم حدثنا عيسىٰ بن يونس عن رشيد ين بن كريب عن ابيه عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذاشرب تنفس مرتين))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پیتے تھے تو دو سانس لیتے تھے۔''

((حدثنا ابن ابى عمر حدثناسفين عن يزيد بن يزيد بن جابر عن عبدالرحمن ابن ابى عمره عن جدة كبشة قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فشرب من فى قربة معلقة

Marfat.com

قائما فقمت الی فیھا فقطعته)

''حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر پر تشریف فرما ہوئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لٹکے ہوئے مشکیزہ پر منہ مبارک لگا کر پانی نوش فرمایا' پس میں اُٹھی اور (برکت کے لیے) مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مھدی حدثنا عزرہ بن ثابت الانصاری عن ثمامة ابن عبداللہ قال کان انس بن مالك یتلفس فی الاناء ثلاثا وزعم ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یتنفس فی الاناء ثلثا))

''حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے اور جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے۔''

((حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا ابوعاصم عن ابن جریح عن عبدالکریم عن البرء بن زید ابن ابنة انس بن مالك عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیه وسلم دخل علی ام سلیم قربة معلقة فشرب من فم القربة وھو قائم فقامت ام سلیم الی رأس القربة فقطعتھا))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلیم کے گھر تشریف فرما ہوئے اور وہاں مشکیزہ لٹک رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کی حالت میں اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا' پھر اُم سلیم اُٹھیں اور اس مشکیزہ کا سر کاٹ لیا۔''

((حدثنا احمد بن نصر الینساپوری حدثنا اسحق بن محمد الفروی حدثنا عبیدة بنت نائل عن عائشة بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیھا ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یشرب قائما وقال ابوعیسیٰ وقال بعضھم عبیدة بنت نابل))

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کھڑے بھی پانی (وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زم زم) نوش فرما لیتے تھے۔''

بھینی بھینی خوشبو......رسول اللہ کا عطر لگانا

((حدثنا محمد بن رافع وغیر واحد قالوا انبانا ابو احمد الزبیری حدثنا شیبان عن عبداللہ بن المختار عن موسیٰ ابن انس بن مالك عن ابیه قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سكة یتطیب منھا))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشبو تھی' جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگاتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مھدی حدثنا عزرة بن ثابت عن ثمامة بن

Marfat.com

عبداللہ قال کان انس بن مالک لایرد الطیت وقال انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایرد الطیب))

''حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ خوشبو کے ہدیہ کو واپس نہیں کرتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔''

((حدثنا قتیبہ بن سعید حدثنا ابن ابی فدیک عن عبداللہ بن مسلم ابن جندب عن ابیہ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لاترد الوسائد والدھن والطب واللبن))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں واپس نہیں کرنی چاہئیں، تکیہ، خوشبو اور دودھ۔''

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد الحضری عن سفیان عن الجریری عن ابی نضرۃ عن عجل عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرجال ماظھر ریحہ وخفی لونہ وطیب النساء ماظھر لونہ وخفی ریحہ حدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل بن ابراھیم عن الجریری عن ابی نضرۃ عن الطفاوی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ بمعناہ))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردانہ خوشبو وہ ہے کہ اس کی خوشبو ظاہر ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو، اور زنانہ خوشبو وہ ہے کہ اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو اور رنگ ظاہر ہو۔''

((حدثنا محمد بن خلیفۃ وعمرو بن علی قالا حدثنا یزید بن زریع حدثنا حجاج الصواف عن حنان عن ابی عثمان النھدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعطی احدکم الریحان فلایردہ فانہ خرج من الجنۃ قال ابوعیسیٰ لایعرف لحنان غیر ھذا الحدیث وقال عبدالرحمن بن ابی حاتم فی کتاب الجرح والتعدیل حنان الاسدی من بنی اسد بن شریک وھو صاحب الرقیق عم والد سدد روی عن ابی عثمان النھدی وروی عنہ الحجاج بن ابی عثمان الصواف سمعت ابی یقول ذالک))

''حضرت ابوعثمان النہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو ریحان (ایک خوشبو) دی جائے تو اس کو واپس نہ کیا کرو کیونکہ وہ بہشت سے نکلی ہے۔''

تحفۃ المحبین ...... رسول اللہ کے کلام کی کیفیت

((حدثنا حمید بن مسعدۃ البصری ھدثنا حمید بن الاسود عن اسامۃ بن زید عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسرد سردکم ھذا ولکنہ کان یتکلم بکلام بین فصل یحفظہ من جلس الیہ))

Marfat.com

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو لوگوں کی طرح لگا تار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر۔ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بیٹھا ہوتا اس گفتگو کو یاد کر لیتا۔''

((حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا ابو قتیبة سلم بن قتیبة عن عبدالله بن المثنیٰ عن ثمامة عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعيد الكلمة ثلثا لتعقل عنه))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔''

((حدثنا سفين بن وكيع انباء نا ناجميع بن عمرو بن عبدالرحمن العجلي حدثني رجل من بني تميم من ولدابي هالة زوج خديجة يكنى اباعبدالله عن ابن لابي هالة عن الحسن بن علي قال سالت خالي هندبن ابي هالة وكان وصافا قلت صف لي منطق رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم متواصل الاحزان دائم الفكرة ليست له راحة طويل السكت لايتكلم في غير حاجة يفتح الكلام ويختمه باشداقه ويتكلمه بجوامع الكلم كلامه فصل لافضول ولاتفصير ليس بالجافي ولاالمهين يعظم النعمة وان دقت لايذم منها شيئا غير انه لم يكن يذم ذواقا ولا يمدحه ولاتضغبه الدنيا ماكان لها فاذاتعدى الحق لم يقم لغضه شيء حتى ينتصر له لا يغب لنفسه ولاينتصرلهااذااشاراشار بكفه كلها واذا تعجب قلبها واذا تحدث اتصل بها وضرب براحته اليمنى بطن ابهامه اليسرى واذاغضب اعرض واشاح واذا فرح غض طرفه جل ضحكه التبسم يفترعن مثل حب الغمام))

''امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو کہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمانہ بیان فرماتے تھے' عرض کیا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان کریں' انہوں نے فرمایا: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر محزون و غمگین رہتے' ہمیشہ متفکر رہتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام نہیں ملا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر خاموش رہتے۔ بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے' ابتدائے کلام سے انتہائے کلام تک پورے منہ مبارک کو استعمال کرتے تھے' گفتگو فرماتے وقت جامع کلمات استعمال فرماتے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو انتہائی صاف اور واضح ہوتی' ضرورت سے زیادہ نہیں ہوتی تھی' اور نہ ہی ادائیگی مقصود میں کوئی کمی ہوتی تھی' نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جفا کرنے والے تھے اور نہ ہی آنجناب حقیر وضعیف تھے' آپ نعمت کو بڑی عظمت بخشتے تھے اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نعمت میں سے کسی چیز کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی چیزوں کی نہ مذمت کرتے اور نہ ہی تعریف کرتے' نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دنیاوی امر کی وجہ سے غصہ آتا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دنیاوی امور میں غصہ آتا۔ ہاں جب کوئی شخص حق سے تجاوز کر جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی' یہاں تک (اس

Marfat.com

کمزور اور بے بس کی) کی اعانت میں حمایت فرماتے' انہوں نے اپنی ذات مبارک کے لئے کبھی غصہ نہیں فرمایا اور نہ کبھی اس کا انتقام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے دست مبارک سے اشارہ فرماتے' جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو پورے دست مبارک سے اشارہ فرماتے۔ جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہتھیلی کو پلٹ دیتے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے' پیوستہ ہتھیلی کو (حرکت دیتے) اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے' جب غصہ فرماتے تو انتہائی طور پر اعراض فرما لیتے اور جس وقت خوش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال درجے کا ہنسنا صرف تبسم تھا' اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سفید اور چمک دار اولے کی مانند دکھائی دیتے تھے۔''

اس تبسم پہ لاکھوں سلام......رسول اللہ کی مسکراہٹیں

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا عبادبن العوام اخبرنا الحجاج وهو ابن ارطاة عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قال كان في ساقي رسول الله صلى الله عليه وسلم خموشة وكان لا يضحك الا تبسما فكنت اذاانظرت اليه قلت اكحل العينين وليس باكحل))

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں مبارک ذرا پتلی تھیں۔ آنجناب کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے مگر مسکراتے تھے۔ جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو میں یہی سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد اخبرنا ابن لهيعة عن عبيدالله بن المغيره عن عبدالله بن الحارث بن جزء قال مارأيت احدا اكثرتبسما من رسول الله صلى الله عليه وسلم))

''حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

((حدثنا احمد بن الخالد الخلال حدثنا يحيىٰ بن اسحق السليحانی حدثنا ليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب عن عبدالله بن الحارث قال ماكان ضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم الا تبسما قال ابوعيسیٰ هذا حديث غريب من حديث ليث بن سعد))

''حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا نہیں ہوتا تھا مگر تبسم سے۔''

((حدثنا ابوعماالحسين بن حريث انبانا وكيع حدثنا الا عمش عن المعروربن سويد عن ابی ذررضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انی لاعلم اول رجل يدخل الجنة واخر رجل يخرج من النار يوتیٰ بالرجل يوم القيمة فيقال اعرضواعليه صغار ذنوبه وتضباء عنه كبارها فيقال له عملت يوم كذاكذا وكذاوهومقر لاينكر وهو مشفق من كبارها فيقال اعطوه مكان كل سيئة عملها حسنة فيقول ان لی ذنوباماارها ههنا قال ابوذرفلقدرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحك حتى بدت نواجذه))

Marfat.com

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص دربار الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے گناہ اس کے سامنے رکھ دو' اور اس کے بڑے گناہ اس سے مخفی رکھو۔ پھر کہا جائے گا: اے فلاں! تو نے فلاں دن یہ کہا تھا' فلاں دن تو نے یہ کیا تھا۔؟ وہ اقرار کرے گا' انکار نہ کر سکے گا' اور ان اپنے بڑے گناہوں سے خوفزدہ ہوگا۔ پس کہا جائے گا کہ اسے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جائے' تو وہ بول اُٹھے گا میرے تو اور بھی بہت گناہ ہیں جو میں نے یہاں نہیں دیکھے۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس تم ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہنسے' یہاں تک کہ اگلے دانت نظر آئے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا معاویة بن عمرو حدثنا زائدة عن بیان عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبداللہ قال ماحجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذاسلمت ولارانی الاضحك))

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے منع نہیں فرمایا جس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا اور مجھے نہیں دیکھتے مگر ہنستے ہوئے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا زائدة عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس عن جریر قال ماحجبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذاسلمت ولارانی الاتبسم))

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا جس وقت سے کہ میں مسلمان ہوا اور مجھے نہیں دیکھتے مگر تبسم فرماتے ہوئے۔''

((حدثنا هناد بن السری حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن عبیدة السلمانی عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اخراهل النار خروجا رجل یخرج منها زحفا فیقال له انطلق فادخل الجنة قال فیذهب لیدخل الجنة فیجدالناس قد اخذواالمنازل فیرجع فیقول یارب قد اخذ الناس المنازل فیقول له اتذکر الزمان الذی کنت فیه فیقول نعم قال فیقال له تمن قال فیمتنی فیقال له فان لك الذی تمنیت وعشره اضعاف الدنیا قال فیقول اتسخربی وانت الملك قال فلقدرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ضحك حتی بدت نواجذه))

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں بخوبی جانتا ہوں کہ سب سے آخر میں کون شخص جہنم سے نکالا جائے گا۔ جہنم سے ایک شخص کو گھٹنوں کے بل نکالا جائے گا اور کہا جائے گا چل جا جنت میں داخل ہو جا' پھر اسے جنت میں داخل کرنے کے لئے لے جایا جائے گا۔ پس وہ دیکھے گا کہ بہشت کی تمام منزلوں پر لوگوں نے رہائش اختیار کی ہوئی ہے اور وہاں آرام کر رہے ہیں۔ پھر وہ واپس لوٹے گا اور عرض کرے گا: اے میرے رب! لوگوں نے تو بہشت کی تمام جگہوں پر سکونت اختیار کر لی ہے۔ اسے کہا جائے گا: کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ تو دنیا میں تھا۔ وہ عرض کریگا کہ ہاں! پھر اس سے کہا جائے گا: تو اپنی تمنا یعنی خواہش بیان کر۔ پس وہ اپنی خواہش بیان کرے گا تو اسے کہا جائے

Marfat.com

گا: تیرے لئے وہ ہے جس کی تو نے تمنا کی اور دنیا سے دس گنا۔ وہ کہے گا: اے بادشاہوں کے بادشاہ! کیا تو میرے ساتھ دل لگی کرتا ہے۔؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب اس شخص کی یہ بات بیان فرمارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک دکھائی دینے لگے۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد ابنانا ابوالاحوص عن ابی اسحق عن علی بن ربيعة قال شهدت عليا رضی الله عنه اتی بداية ليركبها فلما وضع رجله فی الركاب قال بسم الله فكما استوی علی ظهرها قال الحمدلله ثم قال سبحن الذی سكرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الی ربنا لمنقلبون۔ ثم قال الحمدلله ثلثا والله اكبر ثلثا سبحنك انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لايغفرالذنوب الاانت ثم ضحك فقلت له من ای شیء ضحلت يا امير المومنين قال رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم صنع كما صنعت ثم ضحك فقلت من ای شیء ضحكت يارسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان ربك كيعجب من عنده اذا قال رب اغفرلی ذنوبی يعلم انه لا يغفرالذنوب احد غيری))

''حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک سواری کا جانور آپ کے لئے لایا گیا تا کہ آپ اس پر سوار ہوں۔ جب پاؤں رکاب میں رکھا تو پڑھا: ''بسم اللہ'' پھر جب پیٹھ پر آرام سے بیٹھ گئے تو فرمایا: ''الحمدللہ'' اس کے بعد پڑھا: ''سبحن الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الی ربنا لمنقلبون'' پھر تین بار الحمدللہ اور تین بار اللہ اکبر فرمایا اور یہ دعا پڑھی: ''سبحنك انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لايغفر الذنوب الاانــت'' یہ دعا پڑھنے کے بعد امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہنسے' میں نے عرض کیا: یا امیر المومنین! کس وجہ سے آپ ہنسے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا جیسا کہ میں نے کیا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے' میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کس وجہ سے آپ ہنسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تیرا پروردگار اپنے بندے سے ضرور اس وقت تک خوش ہوتا ہے جب کہ وہ کہتا ہے: رب اغفرلی ذنوبی يعلم انه لا يغفر الذنوب احدغيری۔''

((حدثنا محمد بن بشار انبانامحمد بن عبدالله الانصاری حدثنا ابن عون عن محمد بن محمد الاسود عن عامر بن سعد قال قال سعد لقد رأيت النبی صلی الله عليه وسلم ضحك يوم الخندق حتی بدت نواجذه قال قلت كيف كان ضحكه قال كان رجل معه ترش وكان سعد راميا وكان يقول كذاوكذا بالترس يغطی جبهته فنزع له سعد بسهم فلما رفع رأسه زماه فلم يخطی هذه منه يعنی جبهته وانقلب وشال برجله فضحك رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی بدت نواجده قال قلت من ای شیء ضحك قال من فعله بالرجل))

''حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی لڑائی کے دن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے' یہاں تک کہ سامنے کے دانت مبارک نظر آ گئے۔ عامر بن سعد نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کس بات پر ہنسے تھے۔؟ انہوں نے فرمایا: ایک کافر کے پاس ڈھال تھی اور سعد اگرچہ بڑے تیرانداز تھے مگر وہ کافراپنی ڈھال کو ادھرادھر کرکے اپنے چہرے کو بچارہا تھا۔ پس سعد بن وقاص نے اپنی ترکش سے تیر نکالا' پس جونہی اس کافر نے اپنا سراٹھایا تو حضرت سعد نے تیر مارا' پس وہ تیر خطا نہ گیا یعنی اس کی پیشانی پر صحیح نشانہ بن گئی اور وہ کافر پلٹ کر گرا اور اس کی ٹانگ اوپر اُٹھ گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتی کہ دانت مبارک نظر آ گئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کس وجہ سے ہنسے۔؟ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے اس کام سے جو انہوں نے اس کافر سے کیا۔''

((حدثنا محمود بن غيلان انبانا ابو اسامة عن شريك عن عاصم الاحول عن انس بن مالك قال ان النبي صلى الله عليه وسلم قال له ياذاالاذنين قال محمود قال ابو اُسامة يعني يمازحه))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''اے دو کانوں والے!'' ابواسامہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ یہ جملہ مزاحاً فرمایا۔

((حدثنا هناد بن السرى حدثنا حدثنا وكيع عن شعبة عن ابى التياح عن انس بن مالك قال ان كان النبى صلى الله عليه وسلم ليخالطنا حتى يقول لاخ لى صغيريا اباعمير مافعل النغير' قال ابو عيسىٰ وفقه هذالحديث ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يمازح وفيه انه كنى غلاما صغيرافقال له يااباعمير وفيه ان لاباس ان يعطى الصبى الطيرليلعب به وانما قال له النبى صلى الله عليه وسلم يا اباعمير مافعل النغير لانه كان له نغير ليلعب به فمات فحزن الغلام عليه فمازحه النبى صلى الله عليه وسلم فقال يااباعمير مافعل النغير))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں بہت مل جل گئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی عمیر کا ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتا تھا پس وہ فوت ہوگیا، بچہ غمزدہ ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے عمیر کے باپ! تمہارا نغیر (پرندہ) کیسا ہے۔؟''

((حدثنا عباس بن محمد الدورى قال حدثنا على بن الحسن بن شقيق حدثنا عبدالله بن المبارك عن اسامة بن زيد عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة قال قالوا يارسول الله صلى الله عليه وسلم انك تداعبنا قال انى لا اقول الاحقا))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مذاق فرماتے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں نہیں کہتا مگر سچی بات۔''

((حدثنا قيبة بن سعيد خالد بن عبدالله عن حميد عن انس بن مالك ان رجلا استحمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انى حاملك على ولد ناقة فقال يارسول الله ماصنع بولد الناقة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهل تلدالابل الاالنوق))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سواری

Marfat.com

کے لئے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ سائل نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی اونٹ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اونٹنی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔''

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن ثابت عن انس بن مالك ان رجلا من اهل البادية كان اسمه زاهرا وكان يهدى الى النبى صلى الله عليه وسلم هدية من البادية فيجهزه النبى صلى الله عليه وسلم اذااراد ان يخرج فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان زاهرا باديتنا نحن حاضروه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحبه وكان رجلا دميما فاتاه النبى صلى الله عليه وسلم يوما وهويبيع متاعه واحتضنه من خلفه ولايبصره فقال من هذاارسلنى فالتفت فعرف النبى صلى الله عليه وسلم فجعل لايالوا اما الصق ظهره بصدر النبى صلى الله عليه وسلم حين عرفه فجعل النبى صلى الله عليه وسلم من يشترى هذالعبد فقال الرجل يارسول الله اذاوالله تجدنى كاسدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكن عندالله لست بكاسد اوقال انت عندالله غال))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جنگل کا رہنے والا تھا جس کا نام زاہر تھا۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو جنگل کا کوئی ہدیہ وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا اور جب وہ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہری تحفے تیار کر کے اسے عطا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت محبت تھی۔ زاہر زشت رو تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے جبکہ وہ سامان فروخت کر رہا تھا' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے سے آکر اُسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ اس طریقہ سے کہ وہ مڑکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پس زاہر نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے! لیکن جب کن انکھیوں سے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانا شروع کیا: اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ زاہر نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مگر تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔ یا فرمایا: تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔''

((حدثنا عبدبن حميد حدثنا مصعب بن المقدام حدثنا المارك بن فضالة عن الحسن قال اتت عجوزالنبى صلى الله عليه وسلم فقالت يارسول الله ادع الله ان يدخلنى الجنة فقال ياام فلان ان الجنة كايدخلها عجوز قال فولت تبكى فقال اخبروها انها لاتدخلها وهى عجوزان الله تعالىٰ يقول انا انشاء نا هن انشاء فجعلنا هن ابكار عربا اترابا))

''حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت (ام زبیر رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں شخص کی والدہ! اللہ تعالیٰ کسی بڑھیا کو بہشت میں داخل نہیں فرمائے گا۔ وہ بڑھیا روتی ہوئی

Marfat.com

واپس چلی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اس بڑھیا کو خبر دے دو کہ بڑھیا بہشت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی بلکہ نوجوان دوشیزہ بن کر آئے گی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے یعنی ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اس طور پر کہ وہ کنواری ہیں۔"

آنکھوں کی ٹھنڈک......رسول اللہ کی نیند

((حدثنا محمد بن المثنى انبانا عبدالرحمن بن مهدى انبانا اسرائيل عن ابى اسحق عن عبدالله ابن يزيد عن البراء بن عازب ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذااخذ مضجعه وضع كفه اليمنىٰ تحت خده الايمن وقال رب قنى عذابك يوم تبعث عبادك حدثنا محمد بن المثنى انبانا عبدالرحمن انبانا اسرائيل عن ابى اسحق عن ابى عبيدة عن عبدالله مثله وقال يوم تجمع عبادك))

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر لیٹتے اور کہتے: "رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك" اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچانا اور عبداللہ کی روایت کے مطابق بجائے: یوم یبعث عبادك کے یوم یتمجع عبادك ہے۔"

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا عبدالرزاق حدثنا سفين بن عبدالملك ابن عمير عن ربعى ابن حراش عن حذيفة قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذاأوىٰ الى فراشه قال اللهم باسمك اموت واحيى واذااستيقظ قال الحمدلله الذى احيانا بعد مااماتنا واليه النشور))

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک کی طرف متوجہ ہوتے تو کہتے: "اللهم باسمك اموت واحى" اے اللہ! تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں' اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو کہتے: "الحمدلله الذى احيانا بعدما اماتنا واليه النشور" ہر قسم کی تعریف خاص اللہ جل جلالہ کے لئے ہے اور وہ ذات مبارک جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی جل جلالہ کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے۔"

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا المفضل بن فضالة عن عقيل اراه عن الزهرى عن عروة عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذاأوىٰ فراشه كل ليلة جمع كفيه فنفث فيهما وقرء قل هوالله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم مسح بهما مااستطاع من جسده يبداء بهما رأسه ووجهه وماقبل من جسده يصنع ذالك ثلاث مرات))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اپنے بستر پر آرام فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو دعا کی طرح اکٹھا کر کے ان دونوں پر سورۃ اخلاص' سورۃ فلق' اور سورۃ الناس پڑھ کر دم

Marfat.com

کرتے پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو تمام بدن پر ملتے جہاں تک وہ پہنچتیں، سر اور چہرے سے شروع کرتے اور اگلے تمام بدن پر اور تین بار اسی طرح فرماتے۔"

((حدثنا محمد بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن سلمة بن کھیل عن کریب عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نام حتی نفخ و کان اذا نام نفخ فاته بلال فاذنه بالصلوٰة فقام وصلی ولم یتوضاء وفی الحدیث قصة))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے بھرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب نیند فرماتے تو خراٹے بھرتے۔ اب بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز کی اطلاع دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا' اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔"

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذااوی الی فراشه قال الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وانا فلم ممن لاکافی له ولامووی))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر آرام فرماتے تو کہتے: "الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وکفانا واوانا فکم ممن لاکافی لی ولامودی" ہر قسم کی تعریف اللہ جل جلالہ کے لئے ہے جس نے ہمیں پیٹ بھر کر کھانا دیا اور ہمیں سیراب کیا اور ہماری مشکلات میں کفایت فرمائی اور ٹھکانا مرحمت فرمایا سو بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ ہی ٹھکانہ دینے والا ہے۔"

((حدثنا الحسین بن محمد الجریری هدثنا سلیمان بن حرب حدثنا حماد بن سلمه عن حمید عن بکر بن عبدالله المزنی عن عبدالله بن رباح عن ابی قتاده ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذاعرس بلیل اضطجع علی شقه الایمن واذاعرس قبیل الصبح نصب ذراعه ووضع رأسه علی کفه))

"حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اخیر رات میں سفر سے آرام کے لئے اُترتے تو دائیں پہلو پر آرام فرماتے اور جب صبح کے قریب سفر سے آرام کے لئے اُترتے تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور اپنی ہتھیلی پر سر اقدس رکھ کر آرام فرماتے۔"

شکر گزاری رب......رسول اللہ کی عبادت

((حدثنا قتیبة بن سعید وبشر بن معاذ قالا حدثنا ابوعوانة عن زیاد ابن علاقة عن المغیرة بن شعبة قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی انتفخت قد ماه فقیل له اتتکلف هذاوقد غفرالله لك ماتقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اکون عبداشکورا))

Marfat.com

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک پھول جاتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے معاملات بخش دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آیا میں شکر ادا کرنے والا عبد نہ بنوں۔؟''

((حدثنا ابو عمار الحسين بن حريث حدثنا الفضل بن موسىٰ عن محمد بن عمر و عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى حتى ترم قدماه قال فقيل له تفعل هذا وقد جآءك ان الله تعالىٰ قد غفرلك ماتقدم من ذنبك وماتاخر قال افلا اكون عبدا شكورا))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک پھول جاتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں اتنی مشقت اُٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے گناہ بخشے آپ کے اگلوں کے اور پچھلوں کے۔ ارشاد فرمایا: آیا میں شکر کرنے والا عبد نہ بنوں۔؟''

((حدثنا عيسىٰ بن عيسىٰ بن عبدالرحمن الرملى حدثنى عمى يحيىٰ بن عيسىٰ الرملى عن الاعمش عن ابى صالح عن ابى هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم يصلى حتى تنتفخ قدماه فيقال له يارسول الله اتفعل هذا وقد غفر الله لك ماتقدم من ذنبه وماتاخر قال افلا اكون عبدا شكورا))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے ہوئے اتنی نماز پڑھتے کہ دونوں پاؤں مبارک پھول جاتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی لمبی نماز پڑھتے ہیں کہ پاؤں مبارک سوج جاتے ہیں' حالانکہ بے شک للہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے گناہ بخشے' آپ کے اگلوں کے اور آپ کے پچھلوں کے تو ارشاد فرمایا: آیا میں شکر کرتے والا عبد نہ بنوں۔؟''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابى اسحق عن الاسود بن يزيد قال سالت عائشة عن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالت كان ينام اول الليل ثم يقوم فاذا كان من السحر اوتر ثم اتى فراشه فاذا كانت له حاجة الم باهله فاذاسمع الاذان وثب فان كان جنبا افاض عليه من المآء والاتوضاء وخرج الى الصلوٰة))

''اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رات آرام فرماتے تھے' پھر نیند سے بیدار ہوتے۔ پس جب رات کا آخر ہوتا تو وتر پڑھتے، پھر اپنے بستر پر تشریف فرما ہوتے' اگر ضرورت سمجھتے تو اپنی کسی بیوی کے پاس جاتے' جب اذان سنتے تو فوراً اٹھتے' اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرماتے اور نماز کے لئے چلے جاتے۔''

Marfat.com

((عن قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس حدثنا اسحق بن موسىٰ الانصارى حدثنا معن عن مالك عن مخرمة بن سليمان عن كريب عن ابن عباس انه اخبره انه بات عند ميمونة وهى خالته قال فاضطجعت في عرض الوسادة وضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى طولها فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذاانتصف الليل اوقبله بقليل فاتيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يمسح النوم عن وجهه ثم قراء العشرالايت الخواتيم من سورة آل فرعون ثم قام الى شن معلق فتوضامنه فاحسن الوضوء ثم قام يصلى قال عبدالله بن عباس فقمت الى جنبه فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يداه اليمنىٰ علىٰ علىٰ راسى ثم اخذباذنى اليمنى ففتلها فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتينن قال معن ست مرات ثم اوتر ثم اضطجع ثم جآء ه الموذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ میمونہ کے گھر میں رات گزاری (اور وہ ان کی خالہ ہیں) میں تکیہ کی چوڑائی پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ کی لمبائی پر لیٹ گئے' کم وبیش آدھی رات گزر گئی کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے نیند پونچھی' پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' پھر اُٹھے پانی کے مشکیزہ کی جانب جو لٹکا ہوا تھا اس سے پانی لیکر نہایت ہی احسن وضو فرمایا' میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا پھر میرا دایاں کان پکڑا اور میرا کان مروڑا' پھر حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ چھ بار پڑھیں۔ معن نے کہا کہ چھ بار' پھر وتر پڑھے اس کے بعد لیٹ گئے' پھر موذن آیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور دو ہلکی سنتیں پڑھیں، پھر صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لے گئے۔''

((حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء حدثنا وكيع عن شعبة عن ابى جمرة عن ابن عباس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ثلث عشرة ركعة))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔''

((حدثنا قتيبه بن سعيد حدثنا ابوعوانة عن قتاده عن زرارة بن اوفى عن سعد بن هشام عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذالم يصل بالليل منعه من ذالك النوم اوغلبته عيناه صلى من النهار ثنتى عشرة ركعة))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز نہ ادا کر سکتے یعنی نیند کی وجہ سے یہ نماز نہ پڑھ سکتے یا آنکھوں میں نیند غالب آجاتی تو دن میں بارہ رکعت یہ نماز ادا کر لیتے۔''

((حدثنا محمد بن العلاء حدثنا ابواسامة عن هشام يعنى ابن حسان عن محمد بن سيرين عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اذاقام احدكم من الليل فليفتتح صلوته بركعتين خفيفتين))

Marfat.com

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سے کوئی ایک رات کی نماز کے لئے بیدار ہوتو اپنی نماز کا آغاز دو ہلکی رکعتوں کے ساتھ کرے۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس ح وحدثنا اسحق بن موسى حدثنا معن حدثنا مالك عن عبدالله بن ابى بكر عن ابيه ان عبدالله بن قيس بن مخرمة اخبره عن زيد بن خالدالجهنى انه قال لارمقن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوسدت عتبة اوفسطاطه فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين خفيفتين ثم صلى ركعتين طويلتين طويلتين طويلتين ثم صلى ركعتين وهمادون اللتين قبلهما ثم ركعتين وهمادون اللتين قبلهما ثم اوترفذالك ثلث عشرة ركعة))

''حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بہت ہی غور سے دیکھتا رہا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ اقدس کی دہلیز کا میں نے تکیہ بنایا' یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ مبارک کے دروازہ پر میں نے تکیہ لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں، پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل طویل طویل دو رکعتیں پڑھیں' پھر ان سے ہلکی دو رکعتیں پڑھیں' پھر وتر پڑھے اور یہ تیرہ رکعت ہوگئیں۔''

((حدثنا اسحق بن موسىٰ حدثنا معن حدثنا مالك عن سعيد بن ابى سعيد المقبرى عن ابى سلمة بن عبدالرحمن انه اخبره انه سال عائشة كيف كان صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فى رمضان فقالت ماكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليزيد فى رمضان ولا فى غيره على احدى عشرة ركعة يصلى اربعا لاتسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلى ثلاثا قالت عائشة قلت يارسول الله اتنام قبل ان توتر قال ياعائشة ان عينى تنامان ولا ينا قلبى))

''حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان مبارک کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور بغیر رمضان کے گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ پڑھتے چار رکعتیں' نہ پوچھ کہ کتنی عمدگی سے ادا فرماتے اور نہ ہی ان کی طویل ہونے کے متعلق پوچھ' پھر تین رکعت پڑھتے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔''

((حدثنا اسحق بن موسىٰ حدثنا معن حدثنا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى من الليل احدى عشرة ركعة يوترمنها بواحدة فاذافرغ منها اضطجع على شقه الايمن۔ حدثنا ابن ابى عمر حدثنا معن عن مالك عن ابن شهاب نحوه ح وحدثنا قتيبة عن مالك عن ابن شهاب نحوه))

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے جس میں وتر کی ایک رکعت ہوتی تھی، جب آپ یہ نماز پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر آرام فرمانے کے لئے لیٹ جاتے۔''

Marfat.com

((حدثنا هناد حدثنا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل تسع ركعات حدثنا محمود بن غيلان حدثنا يحيىٰ بن آدم حدثنا سفين الثوريٰ عن الاعمش نحوه))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز نو رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن المثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمرو ابن مرة عن ابي حمزة رجل من الانصار عن رجل من بني عبس عن حذيفة ابن اليمان انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل قال فلما دخل في الصلوٰة قال الله اكبر ذو الملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة قال ثم قراء البقرة ثم ركع فكان ركوعه نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربي العظيم سبحان ربي العظيم ثم رفع رأسه وكان قيامه نحوا من ركوعه وكان يقول لربي الحمد لربي الحمد ثم سجدفكان سجوده نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربي الاعلىٰ سبحان ربي الاعلىٰ ثم رفع رأسه فكان مابين السجدتين نحوا من السجود وكان يقول رب اغفرلي حتى قراء البقرة وآل عمران والنسآء والمائدة واوالانعام شعبة الذي شك في المائدة والانعام قال ابوعيسىٰ وابوحمزه اسمه طلحة بن زيد وابوجمرة الضبعي اسمه نضربن عمران))

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو فرمایا: ''الله اكبر ذو الملكوت و الجبروت والكبرياء والعظمة'' پھر سورۃ بقرہ پڑھی، پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کی طرح طویل تھا۔ رکوع میں '' سبحان ربي العظيم سبحان ربي العظيم'' پڑھتے تھے، پھر سر اقدس اٹھایا اور قیام بھی رکوع کی طرح تھا اور ''لربي الحمد لربي الحمد'' پڑھتے تھے، پھر سجدہ فرمایا اور سجدہ بھی قیام کی طرح تھا اور سبحان ربي الاعلى سبحان ربي الاعلىٰ پڑھتے تھے، پھر سر اقدس اٹھایا۔ یہ بھی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا سجدہ کی طرح طویل تھا اور رب اغفرلي رب اغفرلي کہتے تھے، یہاں تک کہ سورۂ بقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ یا الانعام پڑھیں۔ شعبہ وہ شخص ہے جس نے یہ شک کیا ہے کہ یا مائدہ پڑھی یا الانعام پڑھی۔''

((حدثنا ابوبكر محمد بن نافع البصري حدثنا عبدالصمد بن عبدالوارث عن اسماعيل بن مسلم العبدي عن ابي المتوكل عن عائشه رضي الله عنها قالت قام رسول الله صلى الله عليه وسلم باية من القرآن ليلة))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی ایک ہی آیت تمام رات نماز میں پڑھتے رہے۔''

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا سليمان بن حرب حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابي وائل عن عبدالله قال صليت ليلة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يزل قائما حتى هممت

Marfat.com

بامر سوء قيل لهه وما هممت به قال هممت ان اقعدوادع النبی صلی الله علیه وسلم حدثنا یوسف بن وکیع حدثنا جریر عن الاعمش نحوه))

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک امر قبیح کا ارادہ کیا۔ ان سے پوچھا گیا: وہ کیا ارادہ تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے بیٹھنے کا ارادہ کر لیا تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ دینے کا۔''

((حدثنا اسحق بن موسیٰ الانصاری حدثنا معن حدثنا مالك عن ابی النضر عن ابی سلمة عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم كان یصلی جالسا فیقراء وهو جالس فاذابقی من قرأته قدرمایكون ثلثين اواربعين اية قام فقرء وهو قائم ثم ركع وسجد ثم صنع فی الركعة الثانية مثل ذالك))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پس قرأت فرماتے بیٹھے ہوئے، پس جب قرأت میں تیس یا چالیس کے قریب آیتیں باقی رہتیں تو کھڑے ہو جاتے اور باقی قیام میں پڑھتے، پھر رکوع اور سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ادا فرماتے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا هشیم حدثنا خالدالخلداء عن عبدالله ابن شقیق قال سالت عائشة عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تطوعه فقالت كان یصلی لیلا طویل قائما ولیلا طویلا قاعدا فاذا اقراء وهو قائم ركع وسجد وهو قائم واذا قراء وهو جالس ركع وسجد وهو جالس))

''حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے طویل حصہ میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھتے تھے اور طویل حصہ میں بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے، پس جب قیام کی حالت میں قرأت فرماتے تو رکوع اور سجدہ بھی قیام ہی کے دوران کرتے۔ اور جب بیٹھنے کی حالت میں قرأت فرماتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھے ہوئے فرماتے۔''

((حدثنا اسحق بن موسیٰ النصاری حدثنا معن حدثنا مالك عن ابن شهاب عن السائب بن یزید عن المطلب بن ابی وداعة السهمی عن حفصة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی سبحته قاعدا ویقراء باالسورة ویرتلها حتی تكون اطول من اطول منها))

''ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے اور قرآن کی کوئی ایک سورۃ پڑھتے، اور اسے ترتیل سے پڑھتے تا آنکہ وہ سورۃ اپنے سے لمبی سورت سے بڑھ جاتی۔''

((حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا الحجاج بن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی عثمان بن ابی سلیمان ان اباسلمة بن عبدالرحمن اخبره ان عائشة اخبرته ان النبی صلی الله

Marfat.com

علیه وسلم لم یمت حتی کان اکثر صلوته وهو جالس))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال مبارک کے قریب ایام میں نفلی نماز بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسماعیل بن ابراهیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین قبل الظهر و رکعتین بعدها و رکعتین بعد المغرب فی بیته و رکعتین بعدالعشاء فی بیته))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعت اور ظہر کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں اور عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھیں۔''

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسماعیل بن ابراهیم حدثنا ایوب عن نافع عن ابن عمر قال ابن عمر وحدثتنی حفصة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی رکعتین حین یطلع الفجر وینادی المنادی قال ایوب اراه قال خفیفتین))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے میری ہمشیرہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جس وقت اذان دینے والا اذان دیتا صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔ ایوب فرماتے ہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ نافع نے کہا کہ وہ دو رکعتیں ہلکی ہوتی تھیں۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا مروان بن معوية الفزاری عن جعفر ابن برقان عن میمون بن مهران عن ابن عمر قال حفظت من رسول الله صلی الله علیه وسلم ثمانی رکعات رکعتین قبل الظهر ورکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین قبل الظهر ورکعتین بعدها ورکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعدالعشاء قال ابن عمر وحدثتنی حفصة برکعتی الغداة ولم اکن اراهما من النبی صلی الله علیه وسلم))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں ازبر کی ہیں، دو رکعتیں ظہر کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کی نماز کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کی نماز کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کی نماز کے بعد۔ ابن عمر نے فرمایا کہ مجھے میری بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ دو رکعتیں صبح کی حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دو سنتیں نہیں دیکھیں۔''

-((حدثنا ابوسلمة یحییٰ بن خلف حدثنا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عبدالله بن شقیق قال سالت عائشة عن صلوٰة النبی صلی الله علیه وسلم قالت، کان یصلی قبل الظهر رکعتین وبعدها رکعتین وبعد المغرب رکعتین وبعد العشاء رکعتین وقبل الفجر ثنتین))

''حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق میں نے ام المومنین

Marfat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد' اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے پڑھتے تھے۔''

((حدثنا بن المثنی حدثنا محمدبن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحق قال سمعت عاصم بن ضمرة یقول سالنا علیا عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم من النهار فقال انکم لاتطیقون ذالك قال قلنا من اطاق منا ذالك صلی فقال کان اذا کانت الشمس منْ ههنا کهئیتها من ههنا عندالعصر صلی رکعتین واذا کانت الشمس من ههنا کهیئتها من ههنا عندالظهر صلی اربعا ویصلی قبل الظهر اربعا وبعدها رکعتین وقبل العصر اربعا ویصلی قبل الظهر اربعا وبعدها رکعتین وقبل العصر اربعا یفصل بین کل رکعتین بالتسلیم علی الملئکة المقربین والنبیین ومن تبعهم من المومنین والمسلمین))

''عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے' حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نوافل کے بارے میں عرض کیا جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دن میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت کہاں رکھتے ہو۔؟ ہم نے عرض کیا کہ جو ہم سے طاقت رکھتا ہوگا وہ پڑھے گا۔؟ امام الاولیاء کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا: صبح کے وقت جب سورج آسمان پر اتنا چڑھ جاتا ہے جتنا اور پر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہو جاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اس وقت چار رکعت (نماز چاشت) پڑھتے تھے۔ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے، ظہر کے بعد دو رکعت اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے، چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر ملائکہ مقربین انبیاء اور مومنین پر سلام بھیجتے تھے۔''

((حدثنا محمودبن غیلان حدثنا ابوداؤد الطیالسی حدثنا شعبة عن یزید الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعآئشة اکان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الضحیٰ قالت نعم اربع رکعات ویزید ماشاء الله عزوجل))

''حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! چار رکعت اور جتنی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمایا زیادہ فرما دیتے۔''

((حدثنا محمدبن المثنی حدثنی حکیم بن معاویه الزیادی حدثنا زیاد بن عبیدالله بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم کا یصلی الضحیٰ ست رکعات))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چھ رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر انبانا شعبة عن عمروبن مرة عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال ما اخبرنی احدانه رای النبی صلی الله علیه وسلم یصلی

Marfat.com

الضحیٰ الا ام ھانی ء فانھا حدثت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل بیتھا یوم فتح مکۃ فاغتسل فسبح ثمانی رکعات مارأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ قط اخف منھا غیرانہ کان یتم الرکوع والسجود))

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ام ہانی کے سوا مجھے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز چاشت پڑھنے کی خبر نہیں دی۔ پس بے شک ام ہانی نے بیان کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں فتح مکہ کے دن تشریف لے گئے، پھر غسل فرمایا، پھر آٹھ رکعت نماز نفل پڑھی، میں نے اس نماز سے ہلکی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں دیکھی مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے پورے پورے کر رہے تھے۔''

((حدثنا ابی عمر حدثنا وکیع حدثنا کھمس بن الحسن عن عبداللہ بن شقیق قال قلت لعائشۃ اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحیٰ قالت لا الا ان ییجی من مغیبہ))

''حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا: نہیں مگر جب سفر سے واپس آتے تو پڑھتے۔''

((حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی حدثنا محمد بن ربیعۃ عن فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحیٰ حتی یقول لایدعھا ویدعھا حتی نقول لایصلیھا))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب کبھی ترک ہی نہیں فرمائیں گے اور جب ترک فرماتے تھے تو ہم لوگ کہتے کہ اب گویا نہیں پڑھیں گے۔''

((حدثنا احمدبن منیع عن ھشیم حدثنا عبیدۃ عن ابراھیم عن سھم ابن منجاب عن قرثع الضبی اوعن قرعۃ عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدمن اربع رکعات عند زوال الشمس فقلت یارسول اللہ انک تدمن ھذہ الاربع رکعات عند زوال الشمس فقال ان ابواب السماء تفتح عند زوال الشمس فلاترتج حتی یصلی الظھر فاضب ان یصعد لی فی تلک الساعۃ خیرقلت انی کلھن قراء ۃ قال نعم قلت ھل فیھن تسلیم فاصل قال لا حدثنا احمد بن منیع ابومعاویۃ حدثنا عبیدۃ عن ابراھیم عن سھم بن منجاب عن قرغۃ عن القرثع عن ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ))

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زوال سورج کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ زوال آفتاب کے بعد یہ رکعت چار مداومت سے پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک زوال آفتاب کے بعد آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پس ظہر کی نماز پڑھنے کے وقت تک بند نہیں ہوتے۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی نیک کام اس وقت آسمان پر پہنچ جائے۔ میں نے عرض کیا: کیا ہر ایک رکعت میں قرأۃ ہے۔ ارشاد فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ ارشاد فرمایا: نہیں۔''

Marfat.com

((حدثنا محمد بن المثنی حدثنا ابو دائود حدثنا محمد بن مسلم بن ابی الوضاح عن عبدالکریم الجزوی عن مجاهد عن عبدالله بن السائب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی اربعا بعد ان تزول الشمس قبل الظهر وقال انها ساعة تفتح فیها ابواب السماء فاحب ان یصعدلی فیها عمل صالح))

''حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے زوال آفتاب کے بعد چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے: بے شک وہ ایک ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پس میں بہت پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی نیک عمل اس وقت بارگاہ الٰہی میں پہنچ جائے۔''

((حدثنا ابو سلمة یحییٰ بن خلف حدثنا عمر بن علی المقدمی عن مسعر بن کدام عن ابی اسحق عن عاصم بن ضمرة عن علی انه کان یصلی قبل الظهر اربعا و ذکر ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلیها عندالزوال ویمدفیها))

''حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ظہر سے قبل چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ان کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأت پڑھتے تھے۔''

((حدثنا عباس العنبری حدثنا عبدالرحمن بن مهدی عن معوية بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرام بن معویه عن عمه عبدالله بن سعد قال سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الصلوٰة فی بیتی والصلوة فی المسجد قال قد تری مااقرب بیتی من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الی من اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰة مکتوبة))

''حضرت عبداللہ بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہیں یا مسجد میں؟ ارشاد فرمایا: کیا تو دیکھتا نہیں کہ یقیناً میرا گھر مسجد کے کتنا ہی قریب ہے مگر میں گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہوں اس سے کہ مسجد میں نماز پڑھوں سوائے فرض نماز کے۔''

عاشقین کے لیے صبر کی تلقین......رسول اللہ کے روزے

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا حماد بن ززید عن ایوب عن عبدالله بن شقیق قال سالت عائشة عن صیام رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت کان یصوم حتی نقول قدصام ویفطر حتی نقول قدافطر قالت وماصام رسول الله صلی الله علیه وسلم شهرا کاملا منذقدم المدینة الا رمضان))

''حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا شروع کرتے تو ہم لوگ یہ خیال کرتے کہ اب آپ روزہ ہی رکھیں گے اور جب افطار فرماتے تو ہم لوگ یہی خیال کرتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں

Marfat.com

گے، لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے۔"

((حدثنا علی بن حجر هدثنا اسماعیل بن جعفر عن حمید عن انس بن مالك انه سئل عن صوم النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال کان یصوم من الشهرحتی نری ان لا یرید ان یفطر منه ویفطرمنه حتی نری ان لا یرید انه یصوم منه شیئا وکنت لاتشاء ان تراه من اللیل مصلیا الا ان رآیته مصلیا ولانائما الا رایته نائما))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو جناب انس نے جواب دیا کہ کسی ماہ میں تو اتنے روزے رکھتے تھے کہ یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اس میں افطار کرنے کا ارادہ ہی نہیں اور کسی مہینہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ آپ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ اگر تم رات کو نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتے ہو تو ضرور دیکھ لو گے اور اگر سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو وہ بھی میسر ہے۔"

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو دائود حدثنا شعبة عن ابی بشر قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یصوم حتی نقول ما یرید ان یفطر منه ویفطر حتی نقول مایرید ان یصوم وما صام شهرا کاملا منذقدم المدینة الا رمضان))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی مہینہ میں اکثر روزے رکھتے تھے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس مہینہ میں افطار نہیں فرمائیں گے اور کسی مہینہ میں مسلسل افطار ہی فرماتے کہ ہم یہ خیال کرتے کہ اب اس ماہ میں روزے رکھنے کا ارادہ ہی نہیں۔ مدینہ منورہ سے تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے۔"

((حدثنا محمدبن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهده عن سفین عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابی سلمة عن ام سلمة قالت مارأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم یصوم شهرین متتابعین الا شعبان ورمضان قال ابوعیسیٰ هذااسناد صحیح وهکذاقال عن ابی سلمة عن ام سلمة ورری هذالحدیث غیر واحد عن ابی سلمة عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ویحتمل ان یکون ابوسلمة بن عبدالرحمن قدروی هذالحدیث عن عائشة وام سلمة جمیعا عن النبی صلی اللہ علیه وسلم))

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے شعبان و رمضان کے کسی اور مہینے میں پے در پے روزے رکھتے ہوئے۔"

((حدثنا هناد حدثنا عبدة عن محمد بن عمرو هدثنا ابوسلمة عن عائشة قالت لم اررسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصوم فی شهر اکثر من صیام فی شعبان کان یصوم شعبان الا قلیلا بل کان یصوم کله))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے شعبان کے مہینہ کے دوسرے

Marfat.com

کسی مہینہ میں بہت زیادہ روزے نفلی رکھتے نہیں دیکھا۔ شعبان میں بہت کم افطار فرماتے، زیادہ روزے ہی رکھتے بلکہ سارا مہینہ ہی رکھتے۔''

((حدثنا القاسم بن دينار الكوفي حدثنا عبيدالله بن موسیٰ وطاق بن غنام عن شيبان عن عاصم عن زربن حبيش عن عبدالله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم من غرة كل شهر ثلثة ايام وقل ما كان يفطر يوم الجمعة))

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کی ابتداء میں تین دن روزہ رکھتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔''

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو دائود حدثنا شعبه عن يزيد الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يصوم ثلثة ايام من كل شهر قالت نعم قلت من ايه كان يصوم قالت لايبالي من اية صام قال ابوعيسیٰ ويزيد الرشك هويزيد الضبعي البصری وهو ثقة وردی عنه شعبة وعبدالوارث بن سعيد وحماد بن يزيد واسمعيل بن ابراهيم وغير واحد من الائمة وهويزيد القاسم ويقال القاسم والرشك بلغة اهل البصره هو القسام))

''حضرت معاذہ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا ہر مہینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن روزہ رکھتے تھے۔؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: کون سے دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔؟ ارشاد فرمایا: اس بات کی پرواہ نہیں فرماتے تھے کہ کون سے دنوں میں روزہ رکھیں۔''

((حدثنا ابوحفص عمرو بن علی حدثنا عبداللهبن دائود عن ثوربن يزيد عن خالد بن معدان عن ربيعة الجرشي عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يتحرى صوم الاثنين والضميس))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اکثر) روزہ رکھنے کا قصد پیر اور جمعرات کو فرمایا کرتے تھے۔''

((حدثنا ابو مصعب المدينی عن مالك بن انس عن ابی النضر عن ابی سلمة ابن عبدالرحمن عن عائشة قالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم فی شهر اكثرمن صيام فی شعبان))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ شعبان کے مہینہ میں جتنے زیادہ روزے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے دوسرے کسی اور مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے۔''

((حدثنا محمد بن يحيیٰ حدثنا ابوعاصم عن محمدبن رفاعه عن سهيل بن ابی صالح عن ابيه عن ابی هريرة ان النبی صلى الله عليه وسلم قال تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس

Marfat.com

فاحب ان یعرض عملی وانا صائم))
"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال پیر اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں۔ پس میں بہت پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزہ سے ہوں۔"

((حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابواحمد ومعویة بن هشام قالا حدثنا سفین عن منصور عن خیثمه عن عائشة قالت کان رسول الله صلیماالله علیه وسلم یصوم من الشهر السبت والاحدوالثنین ومن الشهر الأخر الثلاثاء والاربعاء والخمیس))
"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ میں تو ہفتہ، اتوار اور پیر کو روزہ رکھتے تھے اور ایک مہینہ میں منگل بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔"

((حدثنا هارون بن اسحاق الهمدانی حدثنا عبدة بن سلیمان عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت کان عاشورة آی یوما تصومه قریش فی الجاهلیة وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصومه فلما قدم المدینة صامه وامر بصیامه فلما افترض رمضان کان رمضان هو الفریضة وترك عاشورآء فمن شاء صامه ومن شاء ترکه))
"ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی قریش عاشورا کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھتے' پھر جب مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو بھی خود اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ پس جب رمضان فرض کیا گیا اور مختص ہو گیا فرض رمضان میں تو ترک کر دیا عاشورا کو۔ لہٰذا اب جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن ابراهیم عن علقمه قال سالت عائشة اکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخص من الایام شیئا قالت کان عمله دیمة وایکم یطیق ماکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یطیق))
"حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دن کو روزہ کے لئے خاص فرماتے تھے؟ ارشاد فرمایا: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل دائمی ہوتا تھا' تم میں سے کون ایسی طاقت رکھتا ہے جیسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔"

((حدثنا هارون بن اسحق هدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعندی امرأة فقال من هذه قلت فلاته لاتنام اللیل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم من الاعمال مایطیقون فوالله لایمل حتی تملوا وکان احب ذالك الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی یدوم علیه صاحبه))
"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون ہے۔؟ میں نے عرض کیا: فلاں ہے جو کہ ساری

Marfat.com

رات نہیں سوتی۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جتنی تم طاقت رکھتے ہواُتنے ہی نیک عمل کرو پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ وہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم خود تھک جاؤ گے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ بات بہت پسندیدہ تھی کہ اس پر عمل کرنے والا مداومت کرے۔''

((حدثنا ابوهشام محمد بن يزيد الرفاعي حدثنا ابن فضيل عن الاعمش عن ابى صالح قال سالت عائشة واُم سلمة اى العمل كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت ماديم عليه وان قيل))

''ابوصالح سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل محبوب تر تھا۔؟ ان دونوں نے ارشادفرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

((حدثنا محمد بن اسماعيل حدثنا عبدالله بن صالح حدثنا معويه بن صالح عن عمرو بن قيس انه سمع عاصم بن حميد قال سمعت عوف بن مالك يقول كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فاستاك ثم توضاء ثم قام يصلى فقمت معه فبداء فاستفتح البقرة فلا يمر باٰية رحمة الا وقف فسال ولا يمر باية عذاب الا وقف فتعوذ ثم ركع فمكث راكعا بقدر قيامه ويقول فى ركوعه سبحان ذى الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة ثم سجد بقدر ركوعه ويقول فى سجوده سبحان ذى الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة ثم قرآء اال عمران ثم سورة يفعل مثل ذالك))

''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی' پھر وضو کیا، پھر اُٹھے نماز پڑھی' میں نے حضور پاک کی اقتداء کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ شروع فرمائی۔ جب بھی کوئی رحمت کی آیت تلاوت فرماتے تو ٹھہر جاتے، پس دعا فرماتے اور جب بھی کوئی عذاب کی آیت فرماتے تو ٹھہر جاتے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے۔ پھر رکوع کیا اور رکوع بھی قیام کے برابر کیا اور رکوع میں سبحان ذى الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة پڑھتے رہے اور سجدے میں بھی سبحن ذى الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة پڑھتے رہے اور سجدہ بھی رکوع کے برابر فرمایا۔ پھر دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران تلاوت فرمائی اسی طرح ہر ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ تلاوت فرماتے۔''

چلتے پھرتے قرآن......رسول اللہ کی تلاوت قرآن مجید

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا الليث عن ابن ابى مليكة عن يعلى بن مهلك انه سال ام سلمة عن قرأة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذاهى تنعت قرأة مفسرة حرفا حرفا))

''یعلی بن مملک سے روایت ہے کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق پوچھا تو

Marfat.com

انہوں نے قرآن مجید پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کے طریقہ پر اور حروف کو ادا کیا روشن، واضح اور الگ الگ۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا وهب بن جرير بن حازم حدثنا ابی قتادة قال قلت لانس بن مالك كيف كان قرأة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مدا))

"حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن مجید کس طرح تھی۔؟ انہوں نے فرمایا: مد سے (لمبا کر کے) پڑھتے تھے۔"

((حدثنا علی بن حجر حدثنا یحییٰ بن سعید الاموی عن ابن جريح عن ابن ابی مليكة عن ام سلمة قالت كان النبی صلى الله عليه وسلم يقطع قراء ته يقول الحمد لله رب العلمين ثم يقف ثم يقول الرحمن الرحيم ثم يقف وكان يقراء ملك يوم الدين))

"ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت میں قرآن مجید کی آیت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے کہ الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر جاتے، پھر پڑھتے الرحمٰن الرحیم، پھر ٹھہر جاتے، پھر مالك يوم الدين پڑھتے تھے۔"

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا الليث عن معويه بن صالح عن عبدالله بن ابی قيس قال سالت عائشة عن قرأة النبی صلى الله عليه وسلم اكان يسر با القرأة ام يجهر قالت كل ذالك قد كان يفعل ربما اسرو ربما جهر قلت الحمد لله الذی جعل فی الامر سعة))

"حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں پوچھا کہ آیا وہ آہستہ تلاوت فرماتے تھے یا اونچی آواز سے۔؟ انہوں نے فرمایا: دونوں طرح پر۔ کبھی تو آہستہ کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا: ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے دین کے امور میں فراخی عطا فرمائی۔"

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا وكيع حدثنا مسعد عن ابی العلاء العبدی عن یحییٰ بن جعده عن ام هانی قال كنت اسمع قرأة النبی صلى الله عليه وسلم بالليل وانا على عريشی))

"ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلاوت قرآن مجید کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں فرماتے تھے اپنے بستر پر سنتی تھی۔"

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو دائود انبانا شعبة عن معاوية بن قرة قال سمعت عبدالله بن مغفل يقول رأيت النبی صلى الله عليه وسلم على ناقته يوم الفتح وهو يقراء انا فتحنالك فتحا مبينا ليغفرلك الله ماتقدم عليه واله وسلم ذنبك وماتاخر قال فقراء ورجع قال وقال معاوية بن قرة لولا ان يجتمع الناس علی لاخذت لكم فی ذالك الصوت اوقال اللحن))

"حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا اس

Marfat.com

حال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ''انافتحنالك فتحاً مبيناً ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر'' آیہ کریمہ تلاوت فرمارہے تھے۔ آپ نے آخر سورۃ تک پڑھا اور نہایت خوش آوازی سے پڑھتے تھے۔ شعبہ نے کہا کہ معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اسی آواز اور لہجہ میں پڑھ کر سناتا۔''

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا نوح بن قيس الحداني عن حسام بن مصك عن قتادة قال مابعث الله نبيا الا حسن الوجه حسن الصوت وكان نبيكم صلى الله عليه وسلم حسن الوجه حسن الصوت وكان لايرجع))

''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ایک نبی کو خوش رو اور خوش آواز مبعوث فرمایا اور تمہارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور حسین آواز والے تھے اور آواز گلے میں گھما کر نہیں پڑھتے تھے۔''

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن حدثنا يحيىٰ بن حسان حدثنا عبدالرحمن بن ابى الزناد عن عمرو بن ابى عمرو عن عكرمة عن ابن عباس قال كان قرأة النبى صلى الله عليه وسلم ربما يسمعها من فى الحجرة وهو فى البيت))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سنی جاتی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوٹھڑی میں فرماتے تو صحن والے سن لیتے۔''

محبین کی آنکھوں کی زینت...... رسول اللہ کی گریہ زاری اور خوف الٰہی سے آنسو بہانا

((حدثنا سويد بن نصر حدثنا عبدالله بن مبارك عن حماد بن سلمة عن ثابت عن مطرف وهو عبدالله بن الشخير عن ابيه قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلى ولجوفه ازير كازير المرجل من البكاء))

''حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ انور سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آتی جیسے ہانڈی کے جوش کی آواز ہوتی ہو۔''

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا معوية بن هشام حدثنا سفين عن الاعمش عن ابراهيم عن عبيد بن مسعود قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم اقراء على فقلت يارسول الله اقراء عليك وعليك انزل قال انى احب ان اسمعه من غيرى فقرأت سورة النساء حتى بلغت وجئنابك على هولاء شهيداقال فرأيت عينى رسول الله تهملان))

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن تو آپ پر اُترا ہے۔؟ ارشاد فرمایا: میں دوسرے شخص سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ تو میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی۔ یہاں تک کہ وجئنابك على هولاء

Marfat.com

شہید اپر پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں آنکھوں مبارک سے آنسو بہ رہے ہیں۔"

((حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا جرير عن عطاء بن السائب عن ابيه عن عبدالله بن عمرو قال انكسفت الشمس يوما على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى حتى لم يكديركع ثم ركع فلم يكديرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم يكدان يسجد ثم سجد فلم يكداان يرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم يكدان يسجد ثم سجدفلم يكدان يرفع رأسه ثم رفع رأسه فلم يكدان يسجد ثم سجد فلم يكدان يرفع رأسه فجعل ينفع ويبكى ويقول رب الم تعدنى ال لا تعذبهم وانا فيهمرب الم تعدنى ان لا تعذبهم وهم يستغفرون ونحن نستغفرك فلما صلى ركعتين انجلت الشمس فقام فحمدالله تعالىٰ اثنىٰ عليه ثم قاك ان الشمس والقمر ايتين من أيت الله لاينكسفان لموت احدو لالحياته فاذا انكسفا فزعواالى ذكر الله تعالىٰ))

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دن سورج گرہن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور نماز شروع کی۔ اتنی دیر قیام فرمایا گویا رکوع کرنے کا ارادہ نہیں اور پھر رکوع اتنا لمبا کیا کہ گویا اس سے اُٹھنے کا ارادہ ہی نہیں، پھر سر اُٹھایا، قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ ہی نہیں کرنا، پھر سجدہ کیا گویا سجدہ سے اُٹھتے ہی نہیں، پھر اسی طرح سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ کیا اور پھر جلسہ کے بعد دوسرا سجدہ بھی طویل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس مبارک آتا جاتا تھا اور رو رہے تھے اور دعا فرماتے تھے: اے اللہ! آیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ میں ان میں موجود ہوں تو تو عذاب انہیں نہیں دے گا؟ اے میرے پروردگار! آیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک یہ استغفار کریں گے انہیں عذاب نہیں ہوگا؟ اور ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں۔ پس جب دو رکعتیں پڑھ چکے سورج کھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہے کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ جب یہ گہنا جائیں تو فوراً اللہ جل جلالہ کی یاد کی طرف دوڑو۔"

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابواحمد حدثنا سفين عن عطاء ابن السائب عن عكرمه عن ابن عباس قال اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنة له تقضى فاحتحنها فوضعها بين يديه فماتت وهى بين يديه وصاحت ام ايمن فقال يعنى النبى صلى الله عليه وسلم اتبكين عند رسول الله فقالت الست اراك تبكى قال لست ابكى انما هى رحمة ان المومن بكل خير علىٰ كل حال ان نفسه تنزع من بين جنبه وهو يحمدالله تعالىٰ))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی قریب المرگ تھی اسے لیا اور گود مبارک میں اٹھایا (کہ دونوں ہاتھوں پر کیا) تو وہ فوت ہوگئی اس حال میں کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں تھی۔ ام ایمن چلا کر رونے لگی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اللہ کے نبی کے سامنے روتی ہے۔؟ انہوں نے عرض کیا: کیا میں آپ کو نہیں دیکھ رہی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں۔؟ ارشاد فرمایا: میرا رونا رونا نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کی رحمت ہے، بیشک مومن ہر حال

Marfat.com

میں خیر ہی میں ہوتا ہے۔ یقیناً جب اس کا نفس نکالا جاتا ہے اس کے پہلو سے اس وقت بھی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثناسفین عن عاصم بن عبیدالله عن القاسم بن محمد عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل عثمان بن مظعون وهومیت وهویبکی اوقال وعیناه تهراقان))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کا بوسہ لیا' اس حال میں کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں مبارک سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔"

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا ابوعامر حدثنا فکیج وهو ابن سلیمان عن هلال بن علی عن انس بن مالك قال شهدنابنه لرسول الله صلی الله علیه وسلم ورسول الله صلی الله علیه وسلم جالس علی القبر فرأیت عینیه تدمعان فقال افیکم رجل لم یقارف اللیلة قال ابوطلحة انا قال انزل فنزل فی قبرها))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حاضر ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی تدفین پر اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب تشریف فرما تھے۔ پس میں نے دیکھا کہ سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو۔؟ ابوطلحہ نے عرض کیا: میں ہوں۔ ارشاد فرمایا: قبر میں اُترو۔ تو وہ قبر میں اُترے۔"

مرکز صدق......رسول اللہ کا بستر

((حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مسهر عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت انما کان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم ینام علیه من ادم حشوه لیف))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک جس پر سوتے تھے چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔"

((حدثنا ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ البصری حدثنا عبدالله بن میمون حدثنا جعفر بن محمد عن ابیه قال سئلت عائشة ماکان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتك قالت من ادم حشوه من لیف وسئلت حفصة ماکان فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتك قالت مسحا نثنیه ثنیتین فینام علیه فلما کان ذات لیلة قلت لوثنیة اربع ثنیات کان اوطاله فثیناه باربع ثنیات فلما اصبح قال مافرشتمولی اللیلة قالت قلنا هوفراشك الا انا ثنیناه باربع ثنیات قلنا هو اوطالك قال ردوه لحالته الاولیٰ فانه منعتنی وطاته صلوتی اللیلة))

"امام محمد باقر علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔؟ انہوں نے فرمایا: چمڑہ کا تھا، بھرا ہوا تھا کھجور کی چھال سے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔؟ انہوں نے فرمایا: ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے ہم بچھا دیتے تھے جس پر آپ سو جاتے۔ پھر ایک رات میں نے یہ کہا کہ اگر اس ٹاٹ کو میں چار تہہ کردوں تو زیادہ نرم ہوجائے گا' میں نے اسے چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اُٹھے تو فرمایا: تم نے رات کو میرے لئے بستر بچھایا تھا۔؟ عرض کیا: یہ آنجناب کا ہی بستر تھا مگر میں نے اسے چار تہہ کر دیا تھا تا کہ آپ کے لئے نرم ہوجائے۔ ارشاد فرمایا: اسے پہلی ہی حالت پر لوٹا دو۔ پس اس کی نرمی میری رات کی نماز میں رکاوٹ بن رہی تھی۔''

رسول اللہ کی انکساری و عاجزی

((حدثنا احم بن منیع وسعید بن عبدالرحمن المخزومی وغیر واحدقالوا حدثنا سفین بن عیینة عن الزهری عن عبید الله عن عبدالله بن عباس عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم انما انا عبدالله فقولوا عبدالله ورسوله))

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ میری تعریف میں ایسا مبالغہ مت کرو جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا۔ میں تو عبداللہ ہوں۔ پس تم بھی کہو اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول۔''

((حدثنا علی بن حجر حدثنا سوید بن عبدالعزیز عن حمید عن انس بن مالك ان امرأة جاء ت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان لی الیك حاجة فقال اجلسی فی ای طریق المدینة شئت اجلس الیك))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا: آپ کے ساتھ ایک کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہر کے کسی راستہ پر بیٹھ جائیں وہاں بیٹھ کر تیری بات سنوں گا۔''

((حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مسهر عن مسلم الاعور عن انس بن مالك قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعود المریض ویشهد الجنازة ویرکب الحمار ویجیب دعوة العبد وکان یوم بنی قریظة علی حمار مخطوم بحبل من لیف علیه اکاف من لیف))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی بیمار پرسی فرماتے تھے' جنازے میں شریک ہوتے تھے' گدھے پر سواری فرمالیتے تھے' ہر آدمی کی دعوت قبول فرماتے، بنی قریظہ کی لڑائی میں آپ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پٹھوں کی تھی اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔''

((حدثنا واصل بن عبدالاعلیٰ الکوفی حدثنا محمد بن فضیل عن الاعمش عن انس بن

Marfat.com

مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعى الى خبزا الشعير والاهالة السنخة فيجيب ولقد كانت له درع عنديهودى فما وجد مايفكها حتى مات))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت دیتا تو آپ قبول فرمالیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ یہودی کے پاس تھی وصال مبارک تک رقم نہ ہونے کی وجہ سے اسے یہودی سے نہ چھڑا سکے۔"

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو دائود الحضرى عن سفين عن الربيع بن صبيح عن يزيد بن ابان عن انس بن مالك قال حج رسول الله صلى الله عليه وسلم على رحل رث عليه قطيفة لاتساوى اربعة دراهم فقال اللهم اجعله حجالا ريآء فيه ولاسمعة))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا۔ اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوسیدہ اور پھٹے پرانے پالان پر سوار تھے' اس پر ایک چادر تھی جو کہ چار درہم کی قیمت کے برابر بھی نہ تھی' اور یہ دعا فرما رہے تھے: اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنانا جس میں نہ دکھاوا ہو اور نہ ہی شہرت۔"

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمان حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن حميد عن انس قال لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وكانوا اذاراوه لم يقوموا لمايعلمون من كراهية لذالك))

"جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی دوسرا شخص نہیں تھا، باوجود اس کے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھڑے نہ ہوتے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔"

((حدثنا سفين بن وكيع حدثنا جميع بن عمير بن عبدالرحمن العجلى حدثنى رجل من بنى تميم من ولدابى هالة زوج خديجة يكنى اباعبدالله عن ابنا بى هالة عن الحسن بن على رضى الله عنها قال سئلت خالى هند بن ابى هالة وكان وصافا عن حلية رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا اشتهى ان يصف لى منها شيئا فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما مفخما يتلاء لاوجهه تلالئواالقمر ليلة البدر فذكر الحديث بطوله قال الحسن فكتمتها الحسين زمانا ثم حدثته فوجدته قد سبقنى اليه فساله عما سالته عنه ووجدته قد سال اباه عن مدخله وعن فخرجه وشكله فلم يدع منه شيئا قال الحسين فسالت ابى عن دخول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان اذا اوٰى الى منزله جزاء دخوله الثلاثة اجزاء جزء لله وجزء لاهله وكزء لنفسه ثم جزء جزء ه بينه وبين الناس فيرد ذالك بالخاصة علىٰ العامة ولايدخرعنهم شيئا وكان من سيرته فى جزء الامة ايثار اهل الفضل باذنه قسمه على قدر فضلهم فى الدين فمنهم ذوالحاجة ومنهم ذوالحاجتين ومنهم ذوالحوائج

Marfat.com

فيتشاغل بهم ويشغلهم فيما يصلهم والامة من مسئلتهم عنه اخبارهم بالذ ينبغى لهم ويقول ليبلغ الشاهد منكما الغائب وابلغونى حاجة من لايستطيع ابلاغها فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لايستطيع ابلاغها ثبت الله قدميه يوم القيمة ولايذكر عنده الا ذلك ولايقبل من احد غيره يدخلون روادا ولايفترقون الا ع ذواق ويخرجون ادلة يعنى على الخير قال فالته عن مخرجه كيف كان يصنع فيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخزن لسانه الا فيما يعنيه ويولفهم ولاينفرهم ويكرم كريم كل قوم ويوليه عليهم ويحذر الناس ويحترس منهم من غير ان يطوى على احد منه بشره ولاخلقه ويتفقدا اصحابه ويسئل الناس عما فى الناس ويحسن الحسن ويقويه ويقبيح القبيح معتدل الامر غير مختلف ولا يغفل مخافة ان يغفلوا ويميلوا لكل حال عنده عاد لايقصر عن الحق ولا يجاوزه الذين يلونه من الناس خيارهم افضلهم عنده اعمهم نصيحة واعظمهم عنده منزلة احسنهم مواساة وموازرة قال فسئلته عن مجلسه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايقوم ولا يجلس الا على ذكر واذاانتهىٰ الى قوم جلس حيث ينتهى به المجلس ويامر بذالك يعطى كل جلسا به بنصيبه لا يحسب جليسه ان احدا اكرم عليه منه من جالسه اوفاوضه فى حاجة صابره حتى يكون هوالمنصرف ومن ساله حاجة لم يرده الا بها اوبميسور من القول قدوسع الناس بسطه وخلقه فصار لهم ابا وصاروا عنده فى الحق سواء مجلسه مجلس علم وحياء وصبروامانة لاترفع فيه الاصوات ولاتوبن فيه الحرم ولاتنثىٰ فلتاته متعادلين يتفاضون فيه بالتقوىٰ متواضعين يوقرون فيه الكبير ويرحمون فيه الصغير ويوثرون ذاالحاجة ويحفظون الغريب))

''حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے دریافت کیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کا بیان بہت فرمایا کرتے تھے اور مجھے اس کی بہت ہی خواہش ہوتی کہ میرے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اوصاف بیان کرے تو انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم خودشاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان والے تھے۔ آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں نے اس حدیث کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیان نہیں کیا۔ پھر جب میں نے یہ حدیث انہیں بیان کی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ پر اس کے جاننے میں سبقت لے گئے ہیں اور دریافت کر چکے تھے جس کے متعلق میں نے پوچھا تھا۔ نیز امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور آپ کے طور وطریقہ کے متعلق دریافت کر چکے تھے اور اس بارے میں ان سے کوئی شے نہیں رہ گئی تھی۔ جناب امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں تشریف لے جانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر مبارک تشریف

Marfat.com

لے جاتے تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں بانٹ دیتے۔ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے' ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر وہ حصہ جو اپنے لئے مخصوص فرماتے اسے دو حصوں میں بانٹ دیتے' کچھ اپنے لئے اور کچھ لوگوں کے لئے' لوگوں کے حصہ میں خواص کو عوام پر ترجیح دیتے' اور ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ سے تھا کہ اجازت کے ساتھ اہل فضل کو ترجیح دیتے اور اس وقت بھی فضل دینی کے اعتبار سے تقسیم فرما لیتے۔ بعض ایک ضرورت والے ہوتے' اور بعض دو ضرورتوں والے ہوتے' اور بعض زیادہ ضرورتوں والے ہوتے' پس اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول رکھتے۔ ان تمام امور میں جس سے ان کی اصلاح ہوتی اور امت کی اصلاح ہوتی' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایسی چیزوں کی خبر دیتے جو کہ ان کے لئے ضروری ہوتیں۔ حضور فرماتے: چاہئے کہ موجود صاحبان ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں یہ احکام پہنچا دیں۔ فرماتے: جو مجھ تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی ضرورت مجھے پہنچاؤ۔ پس بیشک جو امیر تک کسی ایسے شخص کی ضرورت پہنچائے جو خود نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایسی ہی باتیں ہوتی تھیں اور کسی ایک سے سوائے ان باتوں کے اور کچھ قبول نہ فرماتے۔ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی حاجتیں لے کر داخل ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے کچھ چکھنے کے بغیر نہیں جدا ہوتے تھے۔ وہاں سے نکلے تو لوگوں کو دلالت کرنے والے ہوتے خیر کی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک سے باہر قدم رنجہ فرمانے کے بعد کیسے بسر ہوتا تھا۔؟ امیر المومنین نے فرمایا: فضول باتوں سے اپنی زبان مبارک کو محفوظ رکھتے تھے' اور ان کی تالیف قلوب فرماتے' انہیں اپنے سے مانوس کرتے' اور قوم کے سردار کی تکریم فرماتے اور اسی کو ان پر امیر فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ڈراتے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے ان کو دریافت فرماتے اور ہر نیک بات کی تحسین فرماتے اور اس اچھی بات کو مزید تقویت عطا فرماتے' اور بری بات کی برائی بیان فرماتے اور اس کو زائل فرماتے' اور ہر کام میں میانہ روی اختیار فرماتے، نہ کہ متلون اور جلد باز تھے اور کسی وقت بھی مخلوق کی اصلاح سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں وہ لوگ امور دین سے غافل نہ ہو جائیں اور کسی دوسرے کی طرف مائل نہ ہو جائیں' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر کام کے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا تھا اور حق کے ارشاد فرمانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی حد سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی افراد انتہائی بہترین افراد ہوتے۔ آپ کے نزدیک صاحب فضیلت وہ ہوتا جو کہ از روئے نصیحت کرنے کے ہر ایک کی بھلائی چاہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑا مرتبے والا وہ ہوتا ہے جو کہ مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لیتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے لوگوں میں بیٹھنے کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی کرتے اور جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ اس مجلس میں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور اس بات کا حکم بھی فرماتے اور حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ عطا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مبارک میں ہر ایک بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ کوئی ایک اس سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بزرگ نہیں ہے۔ جو شخص کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا اپنی کوئی ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیان کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حوصلہ کے ساتھ تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اُٹھ کر چلا جاتا' اور جو شخص اپنی کسی ضرورت کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتا تو آپ اسے نامراد نہ لوٹاتے۔ اگر وہ چیز میسر نہ ہوتی تو نہایت ہی معقول طریقہ پر عذر فرما دیتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خندہ روئی اور اخلاق کریمانہ ہر ایک کو احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے باپ کی طرح ہو گئے تھے۔ حقوق کے لحاظ سے تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں برابر تھے۔

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک، علم، حیا، صبر اور امانت کا مرقع ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں کوئی بھی اونچی آواز نہ کرتا اور نہ ہی کسی کی بے حرمتی کی جاتی، کسی کی لغزشوں کو شہرت نہ دی جاتی۔ سب لوگ برابر جانے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بڑی عمر والے کی توقیر کی جاتی اور مجلس پاک میں چھوٹی عمر والوں پر شفقت کی جاتی۔ باہم ضرورتمندوں کو ترجیح دیتے۔ مسافر کی رعایت کرتے۔"

((حدثنا محمد بن عبداللہ بن بزیع حدثنا بشر بن المفضل حدثنا سعید عن قتادة عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو اهدى الى كراع لقبلت ولو دعيت عليه لاجبت))

"جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے بکری کے پائے کا بھی ہدیہ بھیجا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔ اگر مجھے اس کی دعوت پر بلایا جائے تو ضرور اس بلاوے کو منظور کرلوں گا۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن حدثنا سفين عن محمد ابن المنكدر عن جابر قال جاء نى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس براكب بحل ولا بردون))

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو خچر یا ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔"

((حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن حدثنا ابونعيم انبانا يحيىٰ بن ابى الهيثم العطار قال سمعت يوسف بن عبداللہ بن سلام قال سمانى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوسف اقعدنى فى حجره ومسح على رأسى))

"یحییٰ بن ابی الہیثم العطار فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن عبداللہ بن سلام سے سنا انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔"

((حدثنا اسحق بن منصور هدثنا ابوداؤد الطيالسى حدثنا الربيع وهو ابن صبيح حدثنا يزيد الرقاشى عن انس بن مالك رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حج على رحل رث وقطيفة كنا نرى تمنها اربعة دراهم فلما استوت به راحلته قال لبيك بحجة لاسمعة فيها ولا ريآء))

"جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا، اور اس ایک کمبلی حاشیہ والی پڑی ہوئی تھی جس کی قیمت کا اندازہ ہماری نظروں میں چار درہم کے قریب تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار ہوئے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ تبارک وتعالیٰ! میں حج کے لئے تیرے حضور میں کھڑا ہوں، ایسے حج کیلئے کہ جس میں لوگوں کو نہ سنانا مقصود ہے اور نہ ہی دکھاوا۔"

(حدثنا اسحق حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن ثابت البنانى وعاصم الاحول عن انس بن مالك ان رجلا خياطا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرب له ثريدا عليه دبآء وكان

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ الدباء و کان یحب الدبآء قال ثابت فسمعت انسایقول فما صنع لی طعام اقدر ان یصنع فیہ دبآء الا صنع))

''جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثرید پیش کی گئی۔ آپ کو کدو کے ٹکڑے بہت پسند تھے۔ میں (عاصم راوی) نے جناب انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اس کے بعد سے میرے (انس کے) لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا' جس میں کدو ڈلانے کی طاقت ہو اور اس میں کدو نہ ڈالا گیا ہو۔''

((حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا عبداللہ بن صالح حدثنا معاویۃ بن صالح عن یحییٰ بن سعید عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ماذاکان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالتن کان بشرا من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ))

''عمرۃ سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مبارک میں کیا کرتے تھے۔؟ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں جوں ڈھونڈ لیتے تھے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے۔''

اس خلق کی کرامت پہ لاکھوں سلام......رسول اللہ کے اخلاق حسنہ

((حدثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا عبداللہ بن یزید المقری حدثنا لیث بن سعد حدثنی ابوعثمان الولید بن ابی الولید عن سلیمان بن خارجۃ عن خارجۃ بن یزید بن ثابت قال دخل نفر علی زید بن ثابت فقالوا لہ حدثنا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماذااحدثکم کنت جارہ فکان اذانزل علیہ الوحی بعث الی فکتبتہ لہ فکنا اذاذکرنا الدنیا ذکرھا معنا واذاذکرنا الاخرۃ ذکرھا معنا واذا ذکرنا الطعام ذکرہ معنا فکل ھذا احدثکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم))

''خارجہ بن یزید بن ثابت فرماتے ہیں کہ چند افراد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' انہوں نے استدعا کی کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کچھ احادیث بیان کریں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کے سامنے کون کون سی باتیں بیان کروں؟ میں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ ہوں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اُترتی تو مجھے بلا بھیجتے تو میں اس وحی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھ لیتا۔ پس جب ہم معاملات کی باتیں کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور جب ہم اخروی امور کا ذکر کرتے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے' اور یہ تمام باتیں ہیں جو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔''

((حدثنا اسحق بن موسیٰ حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن زیاد بن ابی

Marfat.com

زیادعن محمدابن کعب لقرظی عن عمروبن العاص قالکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقبل بوجهه وحدیثه علی اشراالقوم یتالفهم بذالك فکان یقبل بوجهه وحدیثی علی حتی ظننت انی خیرالقوم فقلت یارسول اللہ انا خیراوبوبکرفقال ابوبکر فقلت یارسول اللہ انا خیر ام عمرفقال عمر فقلت یارسول اللہانا خیرام عثمان فقال عثمان فلما سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فصدقنی فلوددت انی لم اکن سئلته))

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرف جو برے سے برا بھی ہوتا اپنے پورے روئے انور کے ساتھ اور نرم گفتگو کے ساتھ متوجہ ہوتے تاکہ وہ اس اخلاق حسنہ کی بدولت حق کی طرف الفت اور رغبت حاصل کرے۔ سو اسی طرح پوری توجہ اور محبت بھری گفتگو میرے ساتھ بھی فرماتے یہاں تک کہ میرا یقین ہو گیا کہ میں قوم کا بہترین فرد ہوں۔ پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بہتر ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بہتر ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آیا میں بہتر ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان۔ جب میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہایت ہی سچا جواب مرحمت فرمایا۔ پس ہر وقت میں اس بات کی خواہش رکھتا کہ اے کاش! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا جعفر بن السلیمان الضبعی عن ثابت عن انس بن مالك قال خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عشرسنین فما قال لی اف قط وما قال لی شیء صنعته لم صنعته ولا لشیء ترکته لم ترکته وکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من احسن الناس خلقا ولامسست خزاولا حریرا ولاشیئا کان الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولاشممت مسکا قط ولا عطرا کان اطیب من عرق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف دس برس تک حاصل رہا۔ مجھے کبھی بھی اف تک نہیں فرمایا اور نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں ایسا کیا؟ اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔؟ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم از روئے اخلاق کے تمام انسانوں میں بہت ہی بہتر تھے۔ میں نے کبھی کوئی ریشم اور ریشمی کپڑا اور کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور میں نے ہرگز کبھی بھی کسی قسم کا مشک اور عطر بھی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھی۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید واحمد بن عبدة هوالضبی والمعنی واحدقالا حدثنا حماد بن زید عن سلم العلوی عن انس بن مالك عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه کان عنده رجل به

Marfat.com

اکثر صفرة قال و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایکاد یواجہ احدابشی عیکسرھہ فلما قام قال للقوم لو قلتم لہ یدع ھذہ الصفرۃ))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زرد نشان تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ایسی تھی کہ کسی کی ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے ہیں، جب وہ شخص چلا گیا۔ اس وقت حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہئے تھا کہ اسے کہتے کہ زردی لگانا چھوڑ دے۔''

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحق عن عبداللہ الجدلی واسمہ عبدبن عن عائشة انها قالت لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولایجزی بالسیئة السیئة ولکن یعفوویصفح))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً بدخلق تھے اور نہ ہی بتکلف فحش بات فرماتے، نہ بازاروں میں شور فرماتے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، لیکن درگزر فرمادیتے اور اعراض فرمادیتے۔''

((حدثنا هرون بن اسحق لهمدانی حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة قالت ما ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ شیئا قط الا ان یجاهد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادما ولا امرأة))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی ایک کو نہیں مارا جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی خادم کو اور نہ ہی بیوی کو کبھی مارا ہے۔''

((حدثنا احمد بن عبدة الضبی حدثنا فصیل بن عیاض عن منصور عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتصرا من مظلمة ظلمها قط مالم ینتهك من محارم اللہ تعالیٰ شیء فاذاانتهك من محارم اللہ تعالیٰ شیء کان من اشدهم فی ذالك غضبا وما خیربین امرین الا اختار اسیرهما مالم یکن ماثما))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور پاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ اپنی ذات (اقدس) کے لئے کسی شخص سے ظلم کا بدلہ لیا ہو، ہاں البتہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں سے کسی کا ارتکاب کرے۔ سو جس وقت اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو کوئی توڑتا تو اس شخص پر از روئے غصہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ غضبناک کوئی دوسرا نہ ہوتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو اختیار فرماتے جو آسان ہوتا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔''

((حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیان عن محمد بن المنكدر عن عروة عن عائشة قالت استاذن رجل علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا عندہ فقال بئس ابن العشیرة اواخ العشیرة ثم اذن لہ فالان لہ القول فلما خرج قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت

Marfat.com

ماقلت ثم النت له القول فقال یاعائشة ان من شرالناس من ترکه الناس او دعه الناس اتقآء فحشه))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے قبیلے کا برا بیٹا ہے یا اپنے قبیلہ کا برا بھائی ہے۔ پھر اسے اجازت دے دی اور بڑی نرمی سے اس کے ساتھ باتیں کیں' جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جناب نے تو اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں دی تھی۔ پھر جب باتیں فرمائیں تو اس کے ساتھ بڑی نرمی سے کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بدترین انسانوں میں سے وہ انسان ہے جس کو لوگ اس کی بدکلامی سے بچنے کی خاطر چھوڑ دیں۔''

((حدثنا سفین بن وکیع حدثنا جمیع بن عمیر بن عبدالرحمن العجلی حدثنی رجل من نبی تمیم من ولد ابی هالة زوج خدیجة یکنی اباعبدالله عن ابن لابن ابی هالة عن الحسن بن علی رضی الله عنهما قال قال الحسین بن علی سئلت ابی عن سیرة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی جلسآئه فقال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم دائم البشر سهل الخلق لئن الجائب لیس بفظ ولاغلیظ ولاصخاب ولا فحاش ولاعیاب ولا مشاح یتغافل عما لایشتهی ولا یونس منه ولا یجیب فیه قد ترك نفسه من ثلاث المرآء والاکبار ومالا یعنیه وترك الناس من ثلاث کان لا یذم احدالا یعیبه ولایطلب عورته ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابه واذا تکلم اطرق جلسائه کانما علی رئوسهم الطیرفاذا سکت تکلموا لایتنازعون عنده الحدیث ومن تکلم عنده انصتوا له حتی یفرغ حدیثهم عنده حدیث اولهم یضحك مما یضحکون منه ویتعجب مما یتعجبون ویصبرللغریب علی الجفوة فی منطقه ومسالته حتی ان کان اصحابه یستجلبونهم ویقول اذا رایم طالب حاجة یطلبها فارفدوه ولایقبل الثناء الامن مکافیء ولا یقطع علی احد حدیثه حتی یجوز فیقطعه بنهی او قیام))

''حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ (حضرت علی المرتضیٰ) سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طور طریقہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیسا تھا۔؟ انہوں نے فرمایا: ہر وقت ہنس مکھ ہوتے، نرم اخلاق والے تھے' نرم طبیعت تھے، نہ تو سخت کلام اور نہ ہی تند خو تھے' نہ تو چلانے والے اور نہ ہی فحش گو تھے' نہ کسی کے عیب بیان کرنے والے اور نہ ہی بخل یا حرص کرنے والے تھے' نہ تو کسی کی مدح کرنے والے تھے اور نہ کسی سے مذاق کرنے والے۔ جو چیز پسند نہ فرماتے، اس سے تغافل برتتے اور اسے ناامید بھی نہ فرماتے اور اس کا جواب نہ دیتے۔ تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل محفوظ کر رکھا تھا۔ جھگڑے سے، تکبر سے اور لایعنی باتوں سے، تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا' نہ کسی کی مذمت کرتے تھے، نہ ہی کسی کا عیب بیان کرتے تھے اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی جستجو کرتے تھے کہ جس کے واقع ہونے سے عار آتی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو نہیں فرماتے تھے مگر وہی جس سے ثواب کی امید ہوتی ہو اور جس

Marfat.com

وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس رضوان اللہ علیہم اجمعین نہایت ہی خاموش آنکھیں نیچے کر کے بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں' پھر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس رضی اللہ علیہم اجمعین گفتگو کرتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی باتوں میں کسی قسم کا جھگڑا نہ کرتے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض معروض کرتا باقی سب کے سب خاموش رہتے' یہاں تک کہ وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاتا۔ ان حضرات کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مبارک میں ایسی ہوتی جیسے ان میں سے پہلے شخص کی بات۔ جس بات سے سب حضرات ہنستے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے اور جس سے سب تعجب فرماتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعجب فرماتے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجنبی یا مسافر کی سخت گفتگو اور بے ادبی پر صبر کرتے تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مسافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لے آتے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ہدایت فرماتے کہ جب کسی ضرورت مند کو دیکھو کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کی امداد کرو۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی تعریف کرنا منظور فرماتے جو حد سے تجاوز نہ کرتا' کسی ایک کی گفتگو منقطع نہیں فرماتے تھے، یہاں تک کہ وہ حد سے نہ بڑھ جاتا، پس اسے منع فرما کر بات ختم فرما دیتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔''

((حدثنا محمد بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن محمدبن المنکدر قال سمعت جابر بن عبد یقول ماسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا))

''حضرت محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا ہو۔''

((حدثنا عبداللہبن عمران ابوالقاسم القرشی المکی حدثنا ابراھیم اب سعد عن ابن شھاب عن عبید اللہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر وکان اجود مایکون فی شھر رمضان حتی ینسلخ فیاتیہ جبریل فیعرض علیہ القرآن فاذالقیہ جبریل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو بھی اچھی چیز ہوتی اس کو عطا کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کا مکمل مہینہ بہت ہی سخاوت فرماتے۔ جب جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قرآن مجید سنانے کے لئے حاضر ہوتے تو اس ملاقات کے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی میں نہایت تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔''

((حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس بن مالک قال کان النبی صلی اللہعلیہ وسلم لا یوخر شیئا لغد))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے دن کے لئے کسی چیز کا بھی ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔''

((حدثنا ھرون بن موسیٰ بن ابی علقمۃ الفروی المدنی حدثنی ابی عن ھشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر بن الخطاب ان رجلا جآء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فسئله ان يعطيه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ماعندي شيء ولكن اتبع على فاذا جائني شيء قضيته فقال عمر يارسول الله قد اعطيته فما كلف الله مالا تقدر عليه فكره صلى الله عليه وسلم قول عمر فقال رجل من الانصار يارسول الله انفق ولاتخف من ذي العرش اقلا لافتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم وعرف البشر في وجهه يقول الانصاري ثم قال بهذاامرت))

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور پاک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے سوال کیا تا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کچھ عطا فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس کچھ بھی نہیں البتہ جو لینا ہے وہ خرید لے اور اس کی قیمت میرے ذمہ ہے۔ پھر جس وقت میرے پاس کچھ آ جائے گا تو میں اسے ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا فرمادیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہیں دی' اس چیز کی جس کا کرنا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات کہنی پسند نہ فرمائی تو انصار میں سے ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! خرچ کیجئے۔! کسی قسم کی کا خوف صاحب عرش سے نہ کیجئے! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور انصاری کی اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر فرخندگی اور تازگی ظاہر ہو رہی تھی۔ پھر ارشاد فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا۔''

((حدثنا على بن حجر حدثنا شريك عن عبدالله بن محمد بن عقيل عن الربيع بنت معوذ بن عفراقالت اتيت النبي صلى الله عليه وسلم بقناع من رطب واجر زغب فاعطاني ملاكفه حليا وذهبا))

''حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں تازہ کھجوروں اور چھوٹی موٹی ککڑیوں کا طباق لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ پس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک بھر کر زیور وسونا مجھے عطا فرمایا۔''

((حدثنا على بنن خشرم وغيرواحد قالوا حدثنا عيسىٰ بن يونس عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقبل الهدية ويثيب عليها))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل عطا فرماتے تھے۔''

نیچی نگاہ پر درود......رسول اللہ کا حیاء فرمانا

((حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو دائود حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت عبدالله بن ابى عتبة يحدث عن ابى سعيد الخدرى قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشدحياء من العذرآء فى خدرها وكان اذاكره شيئا عرف فى وجهه))

Marfat.com

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے بھی بہت زیادہ شرم وحیا رکھتے ہیں جو مکان کے اندر ایک اپنے مخصوص حصہ میں رہتی ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو آپ کے رخ انور سے معلوم ہو جاتا''

((حدثنا محمد غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفین عن منصور عن موسیٰ بن عبداللہ بن یزید الخطمی عن مولی لعائشة قال قالت عائشة مانظرت الی فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوقالت مارأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے محل شرم پر نظر نہیں کی' یا فرمایا کہ میں نے کبھی بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ نہیں دیکھی''

رسول اللہ کا پچھنے لگوانا

((حدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل بن جعفر عن حمید قال سئل انس بن مالك عن كسب الحجام فقال انس احتجم رسول الله صلى الله عليه وسلم حجمه ابو طيبة فامر له بصاعين من طعام و كلم اهله فوضعوا عنه من خراجه وقال ان افضل ماتداويتم به الحجامة او ان من امثل ماتداويتم به الحجامة))

''حمید سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پچھنے (سینگی) لگوانے کی مزدوری کے متعلق دریافت کیا گیا تو جناب انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے (سینگی) لگوائے تھے اور یہ پچھنے ابوطیبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لگائے تھے۔ پس حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صاع خوراک دینے کا امر فرمایا' اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کے ساتھ گفتگو کر کے اس پر سے کمی کروادی اور ارشاد فرمایا: یقیناً بہتر علاج جو تم کرتے ہو وہ پچھنے لگانا ہے یا افضل کی جگہ امثل فرمایا''

((حدثنا عمرو بن علی حدثنا ابو دائود حدثنا ورقاء بن عمر عن عبدالاعلی عن ابی جمیلة عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وامرنی فاعطیت الحجام اجره))

''امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور مجھے امر فرمایا۔ پس میں نے اس حجام کو اس کی اُجرت ادا کر دی''

((حدثنا هرون بن اسحق الهمدانی حدثنا عبدة عن سفین الثوری عن جابر عن الشعبی عن ابن عباس اظنه قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی الاخدعین وبین الکتفین واعطی الحجام اجره ولو کان حراما ملم یعطه))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں رگوں کی طرف اور دو شانوں کے درمیان پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اس کی اُجرت عطا فرمائی۔ اگر یہ حرام ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے عطا نہ

Marfat.com

فرماتے۔"

((حدثنا هرون بن اسحق حدثنا عبدة عن ابن ابی لیلیٰ عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم دعا حجاما فحجمه وساله کم خراجك فقال ثلثة اصع فوضع عنه صاعا وارطاه اجره))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے کو بلایا اور پچھنے لگوائے اور اس سے پوچھا کہ تیرا روزانہ کا کتنا محصول ہے؟ اس نے عرض کیا: تین صاع۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کم کروا دیا اور اس کو مزدوری بھی عطا کر دی۔"

((حدثنا عبدالقدوس بن محمد العطار البصری حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا همام وجریر بن حازم قالا حدثنا قتادہ عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یحتجم فی الاخدعین والكاهل وكان یحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة واحدی وعشرین))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں رگوں کی جانب اور مونڈھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم 17 '18 اور 19 تاریخ کو پچھنے لگواتے۔"

((حدثنا اسحق بن منصور حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن قتادة عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم احتجم وهو محرم بملل علی ظهر القدم))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملل کے مقام پر پاؤں مبارک کی پشت پر پچھنے لگوائے اس حال میں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے ہوئے تھے۔"

رسول اللہ کے اسماء

((حدثنا سعید بن عبدالرحمن المخزومی وغیر واحد قالوا حدثنا سفین عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو الله بی الكفر وانا الحشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاب الذی لیس بعده نبی))

"حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک میرے بہت نام ہیں: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میری وساطت سے کفر کو نیست و نابوت فرماتا ہے اور میں حاشر ہوں یعنی لوگ میدان حشر میں میرے پیچھے ہو کر چلیں گے اور میں عاقب ہوں یعنی عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہے۔"

((حدثنا محمد بن طریف الكوفی حدثنا ابوبكر بن عیاش عن عاصم عن ابی وائل عن حذیفة قال لقیت النبی صلی الله علیه وسلم فی بعض طرق المدینة فقال انا محمد وانا

Marfat.com

احمد وانا نبی الرحمة ونبی التوبة وانا المقفی وانا الحاشر ونبی الملاحم۔ حدثنا اسحق بن منصور حدثنا النضر بن شمیل حدچنا حماد بن سلمة عن عاصم عن زر عن حذیفة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ بمعناہ هکذاقال حماد بن سلمة عن عاصم عن زر عن حذیفة))

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری ملاقات سید عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم سے مدنیہ منورہ کے بعض راستوں پر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں نبی رحمت ہوں اور نبی توبہ ہوں اور تمام انبیاء کے آخر میں آنے والا ہوں' اور میں حاشر ہوں اور میں نبی جہاد ہوں۔''

رسول اللہ کی گزربسر

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین قال کنا عندابی هریرة وعلیه ثوبان ممشقان من کتان فیتمخط فی احدهما فقال بخ یتمخط ابوهریرة فی الکتان لقد رایتنی وانی لاخیر فی مابین منبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وحجرة عائشة معشیا علی فیجی الجاء فیضع رجله علی عنقی یری ان بی جنونا وما بی جنون وما هو الاالجوع))

''حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور ان پر دو گیروے رنگ کے پھولدار کپڑے تھے۔ یہ دونوں کپڑے کتان یعنی سلکی تھے۔ انہوں نے ان دونوں کپڑوں میں سے ایک کے ساتھ اپنے ناک کو صاف کیا، پس فرمایا: زہے زہے ابو ہریرہ! آج کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے البتہ قسم ہے کہ مجھ پر ایسی حالت گزری ہے کہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا۔ پس جب گزرنے والا مجھ پر گزرتا تو یہ سمجھ کر کہ میں مجنون ہوں' میری گردن پاؤں سے دباتا' حالانکہ مجھے کسی قسم کا جنون نہ تھا' بلکہ میری یہ کیفیت تو انتہائی بھوک کی وجہ سے ہوگئی تھی۔''

((حدثنا قتیبة حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن مالك بن دینار قال ماشبع رسول اللہ علیه صلی اللہ علیه وسلم من خبز قط ولا لحم الا علی ضفف قال مالك سالت رجلا من اهل البادیة ماالضفف فقال ان یتناول مع الناس))

''حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز روٹی اور نہ ہی گوشت شکم سیر ہو کر اکیلے (نہیں) کھایا مگر لوگوں کے ساتھ۔ حضرت مالک نے کہا کہ میں نے ایک دیہاتی سے ضفف کے معنی پوچھے تو اس نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کے ساتھ مل کر تناول کرنا۔''

((حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابوالاحوص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ماشئتم لقد رایت نبیکم صلی اللہ علیه وسلم وما یجد

Marfat.com

من الدقل مایملا بطنه))

''سماک بن حرب نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر سے سنا وہ فرماتے تھے کہ آیا کھانے اور پینے میں جو کچھ تم چاہتے ہو تمہیں میسر نہیں ہے، البتہ تحقیق میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ بھر کر ردی کھجور بھی نہ پاتے۔''

((حدثنا هرون بن اسحق حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت ان كنا آل محمد نمكث شهرا مانتوقدبنار ان هو الا التمرو الماء))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یقیناً ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا کہ ہمارے گھر کے چولہے میں آگ نہیں سلگتی تھی سوائے کھجور اور پانی کے اور کوئی غذا نہ ہوتی۔''

((حدثنا عبدالله بن ابی زياد حدثنا سيار حدثنا سهل بن اسلم عن يزيد بن ابی منصور عن انس عن ابی طلحة قال شكونا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم الجوع ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول الله صلی الله عليه وسلم عن بطنه عن حجرين قال ابوعيسیٰ هذا حديث غريب من حديث ابی طلحة لانعرفه الا من هذا الوجه ومعنی قوله ورفعنا عن بطونه عن حجر حجر كان احدهم يشد فی بطنه الحجر من الجهد و الضعف الذی به من الجوع))

''حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹوں پر سے کپڑے اُٹھائے تو ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا' پس حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک سے اپنے کپڑے کو ہٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔''

((حدثنا محمد بن اسماعيل حدثنا أدم بن ابی ياس حدثنا شيبان ابومعاوية حدثنا عبدالملك بن عمير عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی هريرة قال خرج النبی صلی الله عليه وسلم فی ساعة لايخرج فيها ولا ينقاه فيها احدفاتاه ابوبكر فقال ماجاء بك يا ابابكر فقال خرجت القیٰ رسول الله صلی الله عليه وسلم ونظر فی وجهه والتسليم عليه فلم يلبث ان جاء عمر ماجاء بك ياعمر قال الجوع يارسول الله فقال النبی صلی الله عليه وسلم وانا قد وجدت بعض ذلك فانطلقوا الی منزل ابی الهيثم ابن التيهان الانصاری وكان رجلا كثيرا النخل والشجر والشاء ولم يكن له خدم فلم يجدوه فقالوا لامراته اين صاحبك فقالت انطلق يستعذن لنا الماء فلم يلبسوا ان جاء ابوالهيثم بقربة يرعبها فوضعها ثم جاء يلتزم النبی صلی الله عليه وسلم ويفديه بابيه وامه ثم انطلق بهم الی حديقته فبسط لهم بساطا ثم انطلق الی النخلة فجاء بقنوا فوضع فقال النبی صلی الله عليه وسلم افلا تنقيت لنا من رطبه فقال يارسول الله انی اردت ان تختاروا تخيروا من رطبه وبسره فاكلوا وشربوا

Marfat.com

من ذالك الماء فقال النبي صلى الله عليه وسلم هذاوالذي نفسي بيده من النعيم الذي تسئلون عنه يوم القيمة ظل بارد رطب وطيب وماء بارد فانطلق ابوالهيثم ليصنع طعاما فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تذبحن لنا ذات در فذبح لهم عناقا او جديا فاتهم بها فاكلوا فقال النبي صلى الله عليه وسلم هل لك خادم قال لا قال فاذا اتاناسبي فاتنا فاتى النبي صلى الله عليه وسلم براسين ليس معهما ثالث فاتاه ابو الهيثم فقال النبي صلى الله عليه وسلم اخترمنهما فقال يانبي الله اخترلي فقال النبي صلى الله ان المستشار موتمن خذ هذا فاني رايته يصلي واستوص به معروفا فانطلق ابو الهيثم الى امراته فاخبرها بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت امراته انت ببالغ ماقال فيه بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ان تعتقه فقال فهو عتيق فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان الله تعالیٰ لم يبعث نبيا ولا خليفة الا وله بطانتان بطانة تامره بالمعروف وتنهاه عن المنكر وبطانة لا تالوه ومن يوق بطانة السوء فقدوقی))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز خلاف عادت شریفہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپ باہر تشریف نہیں لایا کرتے تھے اور نہ ہی اس وقت کوئی ایک ملاقات کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آتا۔ دریں اثنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اس وقت تیرے آنے کا باعث کیا ہے۔؟ انہوں نے عرض کیا: اس ارادہ ونیت سے گھر سے نکلا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کروں اور چہرہ اقدس کو دیکھوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں سلام عرض کروں۔ پس تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ پس سرور کائنات نے ارشاد فرمایا: اے عمر! تجھے اس وقت کون سی ضرورت لے آئی۔ انہوں نے عرض کیا: بھوک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کچھ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں۔ پھر یہ تینوں حضرات ابی ہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے پاس کافی کھجور درخت اور بکریاں تھیں۔ ان کا کوئی نوکر نہیں تھا۔ یہ انصاری گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی سے پوچھا: تیرا خاوند کہاں ہے۔؟ اس نے کہا: وہ تو ہمارے لئے میٹھا پینے کا پانی لانے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ وہ انصاری پانی سے بھری ہوئی مشک لے آئے جس کو وہ بوجھ کی طرح اٹھا رہے تھے۔ پس فوراً اس مشک کو رکھ دیا، پھر آئے اور آتے ہی فرط محبت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ماں باپ قربان کرنے لگے۔ پھر ان تمام حضرات کو اپنے کھجوروں کے باغ میں لے گئے۔ ان بزرگوں کے لئے بچھونے بچھائے' پھر ایک درخت کی جانب گیا اور کھجور کا خوشہ لے آیا جس میں کچی پکی آدھ کچری کھجوریں تھیں اور ان گرامی قدر بزرگوںؓ کے آگے پیش کردیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے ہمارے لئے پکی کھجوریں چھانٹ کر کیوں نہ توڑی۔؟ ابوالہیثم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ چاہتا تھا کہ آپ خود پکی اور کچی کھجوریں پسند فرما کر تناول فرمائیں۔ تینوں حضرات نے وہ کھجوریں نوش فرمائیں اور پانی پیا۔ پھر سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ بھی اس نعیم میں داخل ہے جس کا سوال قیامت میں ہوگا' ٹھنڈا سایہ' تازہ کھجوریں' اور ٹھنڈا پانی۔

Marfat.com

ابوہیثم جانے لگے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھنا ہمارے لئے دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔ ان حضرات کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا۔ وہ ان صاحبان کے سامنے پکا کر پیش کیا گیا۔ سب نے اسے تناول فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تیرا خادم کوئی نہیں ہے؟ ابوہیثم نے عرض کیا: نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی غنائم میں غلام آئیں تو مجھے یاد کرنا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو غلام پیش کئے گئے۔ ابوہیثم رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے۔ ابوہیثم نے عرض کیا: اے اللہ پاک کے نبی! آپ ہی میرے لئے ایک منتخب فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ غلام لے لے، کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میری ایک وصیت اس کے حق میں قبول کرو وہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کرتے رہو۔ ابوہیثم اپنی بیوی کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بارے میں بتایا تو بیوی نے کہا: اس غلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے تو اس کو پورا نہیں کر سکتا سوائے اس کے تو اسے آزاد کر دے۔ فوراً ابوہیثم نے کہا: غلام آزاد ہے۔ جب اس کی آزادی کی اطلاع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر نبی اور اس کے جانشین کے لئے دو مشیر اور صلاح کار پیدا کرتا ہے جن میں سے ایک مشیر بھلائی کا امر کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ایک مشیر تباہی و بربادی کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا اور جو شخص برے مشیر سے بچا لیا جائے وہ ہر قسم کی برائی سے بچا لیا گیا۔"

((حدثنا عمر بن اسماعيل بن مجالد بن سعيد حدثني ابي عن بيان حدثني قيس بن ابي حازم قال سمعت سعد بن ابي وقاص يقول اني لاول رجل اهراق دما في سبيل الله واني لاول رجل رمى بسهم في سبيل الله لقد رايتني اغزو في العصابة من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ماناكل الا ورق الشجر والحبلة حتى تقرحت اشداقنا حتى ان احدنا ليضع كما تضع الشاة والبعير واصبحت بنو اسد يعزروني في الدين لقد خبت اذا وضل عملي))

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلا شخص میں ہی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کافر کا خون بہایا ہے اور یقیناً سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا ہے۔ بے شک میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل کر جہاد کرتا تھا جن کا گزر اوقات صرف درختوں کے پتوں اور ببول کے کانٹوں پر ہوتا جن سے ہمارے جبڑے پھٹ گئے۔ ہم میں سے ہر ایک بکری اور اونٹ کی طرح پاخانہ کرتا۔ اس کے باوجود قبیلہ بنو اسد کے لوگ مجھ کو اسلام سکھاتے ہیں اور میری ناواقفیت کا یہ عالم ہے تو میرے سب عمل غارت ہو گئے۔"

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عيسىٰ حدثنا عمرو بن عيسىٰ ابو نعامة العدوي قال سمعت خالد بن عمير وشويسا ابا الرقاد قالا بعث عمر بن الخطاب عتبة بن غزوان وقال انطلق انت ومن معك حتى اذا كنتم في اقصى ارض العرب وادنى بلاد العجم فاقبلوا حتى اذا كانوا بالمربد وجدوا هذا الكذان فقالوا ماهذه البصرة فساروا حتى اذا بلغوا حيال الجسر الصغير فقالوا ههنا امرتم فنزلوا فذكروا الحديث بطوله قال فقال عتبة بن غزوان

Marfat.com

لقد رأيتني واني لسابع سبعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم مالنا طعام الا ورق الشجر حتى تفرحت اشدا قنا فالتقطت بردة فقسمتها بيني وبين سعد فما منا من اولئك السبعة احد الا وهو امير مصر من الامصار وستجربون الامراء بعدنا))

''خالد بن عمیر اور شویس ابا الرقاد فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو مقرر فرما کر حکم دیا کہ تم اور تمہارے ساتھی جاؤ یہاں تک کہ منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو۔ جس جگہ سے سرزمین عجم بہت ہی نزدیک رہ جاتی ہے، پس وہ لشکر روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ مربد پہنچا۔ انہوں نے وہاں سفید پتھر دیکھے، لوگوں سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ پھر چل پڑے، یہاں تک کہ چھوٹے پل کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے آپس میں کہا: یہ جگہ وہی ہے جس جگہ ہمیں اترنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر تمام واقعہ راویوں نے مفصل بیان کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے کہا: البتہ تحقیق مجھ پر ایک ایسا دور گزرا ہے کہ میں حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے ساتواں فرد تھا۔ ہمارے پاس کچھ بھی کھانے کا نہیں ہوتا تھا مگر درختوں کے پتے۔ ان کے کھانے سے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے تھے۔ نیز مجھے ایک دفعہ ایک چادر ملی جو کہ نصف میں نے اور نصف سعد نے لے لی۔ آج یہ عالم ہے کہ ہم ان سات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک صحابی کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے' اور عنقریب تم ہمارے بعد کے حکام کو آزما کر دیکھو گے۔''

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن حدثنا روح بن اسلم ابوحاتم البصري حدثنا حماد بن سلمة حدثنا ثابت عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد اُخفت في الله ومايخاف احد ولقد اوذيت في الله ومايوذى احد ولقد اتت على ظلثون من بين ليلة ويوم ومالى ولبلال طعام ياكله ذو كبد الا شيء يواريه ابط بلال))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنا ڈرایا گیا ہوں اتنا کسی ایک کو بھی نہیں ڈرایا گیا اور قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جتنا دکھ مجھے دیا گیا ہے کسی ایک شخص کو اتنا دکھ نہیں دیا گیا ہے۔ قسم ہے گزرے تھے مجھ پر تیس دن رات' حالانکہ میرے لئے اور بلال کے لئے کھانا نہیں ہوتا تھا کہ ہم کھاتے جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس تھوڑے سے کھانے کے جو بلال کی بغل میں چھپا ہوا ہوتا۔''

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن انبانا عفان بن مسلم حدثنا ابان بن يزيد العطار حدثنا قتادة عن انس بن مالك ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يجتمع عنده غداء ولا عشاء من خبز ولحم الا علىٰ ضفف قال عبدالله قال بعضهم هو كثرة الايدى))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر صبح اور شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت جمع نہیں ہوا مگر بہت مہمانوں کی موجودگی میں۔ عبداللہ نے کہا کہ بعض نے کہا کہ ضفف کے معنی ہیں: کھانے میں بہت ہاتھ۔''

((حدثنا عبدبن حميد حدثنا محمد بن اسماعيل بن ابى فديك حدثنا ابن ابى ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن الهدلى قال كان عبدالرحمن بن عوف لنا جليسا وكان نعم

Marfat.com

الجليس وانه القلب بناذات يوم حتى اذا دخلنا بيته ودخل فاغتسل ثم خرج وأيتنا بصحفة فيها خبز ولحم فلما وضعت بكى عبدالرحمن فقلت له ياابا محمد مايبكيك قال هلك رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يشبع هو واهل بيته من خبزالشعير فلا ارانا اخبرنا لما هو خيرلنا))

''نوفل بن ایاس ہذلی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ہم نشین تھے اور وہ ایک بہترین نے ہم نشین تھے۔ ان کے ساتھ واپسی پر ایک دن ہم آئے تو ان کے گھر چلے گئے، وہ اندر تشریف لے گئے، غسل فرمایا، پھر باہر آئے۔ ہمارے سامنے ایک بڑا کاسہ لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ رکھ دیا گیا تو عبدالرحمٰن رو پڑے۔ میں نے ان سے عرض کیا: اے ابومحمد! کونسی ایسی بات تھی جس کی وجہ سے آپ پر گریہ طاری ہوا۔؟ انہوں نے فرمایا: حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے مگر انہوں نے اور ان کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ پس میرے خیال میں جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقت دیا گیا ہے تو یہ آسودگی کی حالت ہمارے لئے کچھ اچھی نہیں۔''

رسول اللہ کی عمر مبارک

((حدثنا احمد بن منيع حدثنا روح بن عبادة حدثنا زكريا بن اسحق حدثنا عمرو بن دينار عن ابن عباس قال ملت النبى صلى الله عليه وسلم بمكة ثلاث عشرة سنة يوحى اليه وباالمدينة عشرا وتوفى وهو ابن ثلث وستين))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز ہے اس حال میں آنجناب پر وحی ہوتی رہی اور دس برس مدینہ منورہ میں گزارے اور وصال مبارک ہوا جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

((حدثنا محمد بشار حدثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن ابى اسحق عن عامر بن سعد عن جرير عن معاوية انه سمعه يخطب قال مات رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن ثلث وستين وابوبكر وعمر وانا بن ثلث ستين))

''جریر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ وہ خطبہ دے رہے تھے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا جبکہ ان کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ ابوبکر اور عمر کی عمر بھی اتنی ہی تھی اور اس وقت میری عمر بھی تریسٹھ برس ہے۔''

((حدثنا حسين بن مهدى البصرى حدثنا عبدالرزاق عن ابن جريح عن الزهرى عن عروة عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم مات وهو ابن ثلث وستين سنة))

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت وصال فرمایا جبکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔''

((حدثنا احمدبن منيع ويعقوب بن ابراهيم اكدورقى قالا حدثنا اسماعيل بن علية عن

Marfat.com

خالدالحذاء حدثنی عمار مولیٰ بنی ہاشم قال سمعت ابن عباس یقول توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن خمس وستین))

''عمار مولیٰ بنی ہاشم نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینسٹھ برس کی تھی۔''

((حدثنا محمد بن بشار ومحمد بن ابان قالا حدثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن قتادة عن الحسن عن دغفل بن حنظلة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبض وھو ابن خمصس وستین سنة قال ابوعیسیٰ ودغفل لانعرف له سماعا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم))

''حضرت دغفل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض کی گئی جبکہ عمر شریف پینسٹھ برس کی تھی۔ صاحب شمائل ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ دغفل کو ہم نہیں پہچانتے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہو لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ جوان تھا۔''

((حدثنا اسحق بن موسیٰ الانصاری حدثنا معن ھدثنا مالك بن انس عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن انس بن مالك انه سمعه یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر ولا بالابیض الامھق ولا بالادم ولا بالجعد القطط ولا بالسبط بعثه اللہ تعالیٰ علی راس اربعین سنة فقام بمکة عشر سنه بن وبالمدینة عشر سنین وتوفاه اللہ تعالیٰ علی رأس ستین سنة ولیس فی رأسه ولحیته عشرون شعرة بیضاء حدثنا قتیبة ابن سعید عن مالك بن انس عن ربیعة بن ابی عبدالرحمن عن انس بن مالك نحوه))

''ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کہتے ہیں کہ انس بن مالک سے میں نے سنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ دراز قد تھے نہ پستہ قد نہ بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر شریف میں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد دس (اکثر روایات میں ہے کہ تیرہ) برس مکہ مکرمہ میں اور دس برس تک مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساٹھ (اکثر اور مشہور روایات میں ہے کہ تریسٹھ) برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

((حدثنا ابوعمار الحسین بن حریث وقتیبة بن سعید وغیر واحد قالوا حدثنا سفین عن عینیه عن الزھری عن انس بن مالك قال اخر نظرة نظرتھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکشف الستارة یوم الاثنین فنظرت الی وجھه کانه ورقة مصحف والناس یصلون

Marfat.com

خلف ابی بکر فکاد الناس ان یضربوا فاشار الی الناس ان اثبتوا وابوبکر یومهم والقی السجف وتوفی من اخر ذالك الیوم))

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آخری دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو مجھے دیکھنا نصیب ہوا تو وہ اس وقت تھا جبکہ پیر کے دن آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹا کر نمازیوں کو دیکھا۔ پس جب میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر نظر ڈالی تو گویا وہ قرآن مجید کا ایک ورق نظر آیا۔ صحابہ کرام جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ صحابہ مضطرب ہونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا: اپنی اپنی جگہ پر رہو اور ابوبکر تمہارا امام ہو اور پردہ گرادیا اور اسی دن پچھلے پہر وصال پا گئے۔''

((حدثنا حمید بن مسعد البصری حدثنا سلیم بن اخضر عن ابن عون عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت کنت مسندة النبی صلی الله علیه وسلم الی صدری او قالت الی حجری فدعا بطست لیبول فیه ثم بال فمات صلی الله علیه وسلم))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے کے آسرے پر لئے ہوئے تھی یا یہ فرمایا کہ حضور کا سر میری گود میں تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلفچی منگوائی تا کہ اس میں جھوٹا پیشاب کریں پھر چھوٹا بول کیا پھر وصال ہوا۔''

((حدثنا قتیبة حدثنا اللیث عن ابن الهاد عن موسیٰ بن سرجس عن القاسم بن محمد عن عائشة انها قالت رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو بالموت وعنده قدح فیه مآء هو یدخل یده فی القدح ثم یمسح وجهه بالمآء ثم یقول اللهم عنی علی المنکرات الموت او قال علیٰ سکرات الموت))

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ وصال کے وقت پڑا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کاسہ میں ہاتھ ڈالتے، پھر اس پانی سے اپنا چہرہ اقدس تر فرماتے۔ پھر فرماتے جاتے: اے میرے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔ یا منکرات کے بجائے سکرات فرمایا۔''

((حدثنا الحسن بن الصباح البزاز حدثنا مبشربن اسماعیل عن عبدالرحمن بن العلاء عن ابیه عن ابن عمر عن عائشة قالت لا اغبط احدبهون موت بعدالذی رایت من شدة موت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ابوعیسیٰ سالت ابازرعة فقلت له من عبدالرحمن بن العلاء هذا قال هوعبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی تکلیف دیکھنے کے بعد اب مجھے کسی ایک آدمی کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔''

((حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء حثنا ابومعاویة عن عبدالرحمن ابن ابی بکرهوابن الملیکی عن ابی ملیکة عن عائشة قالت لما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم اختلفوا

Marfat.com

فی دفنه فقال ابوبکر سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا ما نسیته قال ماقبض الله نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه ادفنوه فی موضع فراشه))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرنے کہ جگہ پر مختلف آراء پیدا ہو گئیں۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جسے میں نہیں بھولا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: انبیاء کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی آپ کے بستر کی جگہ پر دفن کر دیا۔''

((حدثنا محمد بن بشار و عیاش العنبری و سوار بن عبدالله و غیر واحد قالوا حدثنا یحییٰ بن سعید عن سفین الثوری عن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبیدالله بن عبدالله عن ابن عباس و عائشة رضی الله عنهم ان ابا بکر قبل النبی صلی الله علیه وسلم بعد مامات))

''حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو چوما۔''

((حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا مرحوم بن عبدالعزیز العطار عن ابی عمران الجونی عن یزید بن بابنوس عن عائشة ان ابابکر رضی الله عنه دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد وفاته فوضع فمه بین عینیه و وضع یدیه علی ساعدیه وقال وانبیاه واصفیاه واخلیلاة))

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تشریف لائے، دونوں آنکھوں کے درمیان منہ رکھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور فرمایا: ہائے نبی! ہائے صفی! ہائے خلیل۔!''

((حدثنا بشر بن هلال الصواف البصری حدثنا جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس قال لما کان الیوم الذی دخل فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة اضآء منها کل شیء فلما کان الیوم الذی مات فیه اظلم منها کل شیء وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا لفی دفنه صلی الله علیه وسلم حتی انکرنا قلوبنا))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہو گیا۔سو جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ منورہ تاریکی میں ڈوب گیا۔اور ہم نے قبر مبارک کی مٹی سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے اور ہم تدفین میں مصروف تھے مگر ہمارے دل یہ ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔''

((حدثنا محمد بن حاتم حدثنا عامر بن صالح عن هشام بن عروه عن ابیه عن عائشة قالت توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین))

Marfat.com

''ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر (دوشنبہ) کے دن وصال پایا۔''

((حدثنا محمد بن ابی عمر حدثنا سفین بن عیینة عن جعفر بن محمد عن ابیه قال قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین فمکث ذالك الیوم ولیلة الثلاثاء و دفن من الیل وقال سفین وقال غیره یسمع صوت المساحی من اخر اللیل))

''امام باقر علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف پیر کے دن ہوا۔ پس یہ دن اور منگل (سہ شنبہ) کا دن وجود اطہر گھر میں رہا اور بدھ کی رات (شب چہار شنبہ) دفن کیے گئے۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقر کی حدیث میں تو اتنا ہی ہے لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ رات کے آخری پہر میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔''

((حدثنا نصربن علی الجهنمی حدثنا عبدالله بن دائو دقال حدثنا سلمة بن بنیط اخبرنا عن نعیم بن ابی هند عن نبیط بن شریط عن سالم بن عبید وکانت له صحبة قال اُغمی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه فافاق فقال حضرت الصلوٰة فقالوا نعم فقال مروا بلا لا فلیوذن ومروا ابابکر فلیصل الناس اوقال باالناس ثم اغمی علیه فافاق فقال حضرت الصلوٰة قالوا نعم فقال مروا بلا لا فلیوذن ومروا ابابکر فلیصل باالناس فقالت عائشة ان ابی رجل اسیف اذاقام ذالك المقام بکی فلا یستطیع فلوامرت غیره قال ثم اغمی علیه فافاق فقال مرو بلا لافلیوذن ومروا ابابکر فلیصل باالناس فانکن صواحب اوصواحباب یوسف قال فامر بلال فاذن وامرابا بکر فصلی باالناس ثم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وجد خفة فقال انظروا الی من فصلی بالناس ثم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وجد خفة فقال انظروا الی من اتکی علیه فجاء ت بریدة ورجل اخرفاتکاء علیهما فلما راٰه ابوبکر ذهب لینکص فاوماالیه اب یثبت مکانه حتی قضیٰ ابوبکر صلوته ثم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبض فقال عمرووالله لااسمع احدا یذکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبض الاضربته بسیفی هذا قال الناس امیین لم یکن فیهم نبی قبله فامسك الناس قالوا یاسالم انطلق الی صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فادعه فاتیت ابابکر وهو فی المسد فاتیته ابکی دهشا فلما راٰنی قال لی اقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم قلت ان عمر یقول لااسمع احدا یذکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبض الا ضربته بسیفی هذا فقال لی انطلق فانطلقت معه فجاء هووالناس قد دخلوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یاایهاالناس افرجوالی فجاء حتی اکب علیه ومسه فقال انك میت وانهم میتون ثم قالوا یاصاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم فعلموٓا ان قد صدق قالوا یاصاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم انصلی علی رسول الله

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا وکیف یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس قالوایاصاحب رسول اللہ ایدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا این قال فی المکان الذی قبض اللہ فیہ روحہ فان اللہ لم یقبض روحہ الا فی مکان طیب فعلموا ان قد صدق ثم امرھم ان یغسلہ بنوابیہ واجتمع المھاجرون یتشاورزن فقالوا انطلق بنا الی اخواننا من الانصار ندخلھم معنا فی ھذاالامر فقالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فقال عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ من لہ مثل ھذہ الثلث ثانی اثین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا من ھما قال ثم بسط یدہ فبایعہ و بایعہ الناس بیعۃ حسنۃ جمیلۃ))

''صحابی رسول سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیماری کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور پھر آرام ہو جاتا تو ارشاد فرماتے: کیا نماز کا وقت ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں۔ ارشاد فرمایا: بلال کو ہو کہ اذان کہے اور ابوبکر صحابہ کو نماز پڑھائیں۔ پھر بے ہوشی طاری ہوئی اور پھر آرام ہو گیا تو ارشاد فرمایا: کیا نماز کا وقت ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں! ارشاد فرمایا: بلال کو کہو اذان دے اور ابوبکر صحابہ کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا: بیشک میرا باپ رقیق القلب ہے جب وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑا ہوگا تو بے ساختہ رو پڑے گا۔ لہٰذا وہ آپ کی جگہ پر نہیں کھڑا ہو سکے گا۔ لہٰذا آرزو رکھتی ہوں کہ کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی اور پھر آرام ہو گیا' تو ارشاد فرمایا: بلال کو کہو اذان کہے اور ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائے۔ پس یقیناً تم یوسف علیہ السلام کے واقعہ والی عورتیں بن رہی ہو۔ سالم بن عبید نے فرمایا کہ چونکہ بلال کو امر کیا گیا تو اس نے اذان دی' اور ابوبکر کو امر کیا گیا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آرام محسوس فرمایا' تو ارشاد فرمایا: دیکھو کوئی ہے جس پر سہارا لے کر مسجد تک جاؤں۔؟ جنابہ بریرہ اور ایک دوسرے شخص آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر سہارا لیا۔ پس جب ابوبکر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے نماز پوری کر لی۔ بالآخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس نے بھی یہ بات کہی اور میں نے سنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے اس کی گردن اپنی تلوار سے اڑا دوں گا۔ لوگ عام طور پر ناخواندہ تھے' نیز ان میں پہلے کوئی نبی بھی نہ ہوا تھا' لہٰذا لوگ چپ ہو گئے۔ صحابہ نے کہا: اے سالم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کو بلا لو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محلّہ کی مسجد میں تھے کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں روتا ہوا دہشت زدہ ان کے پاس پہنچا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔؟ میں نے کہا: عمر فرماتے ہیں کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ چلو۔ سو میں ان کے ساتھ آ گیا۔ اُس وقت صحابہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: اے لوگو! مجھے راہ دے دو۔ پس آئے یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گر پڑے اور وجود مبارک سے لپٹ گئے اور فرمایا: یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انتقال کرنا ہے اور بیشک انہوں نے بھی مرنا ہے۔ پھر صحابہ نے کہا: اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے رفیق! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ پس صحابہ کو یقین آ گیا۔ صحابہ نے کہا: اے رفیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھیں۔؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ صحابہ نے عرض کیا: کس طرح؟ فرمایا: ایک گروہ داخل ہو پس تکبیر کہیں دعا کریں اور نماز پڑھیں۔ پھر وہ باہر چلے آئیں۔ پھر دوسرا گروہ آئے تکبیر کہے، نماز پڑھے اور دعا کہے، پھر باہر چلا آئے حتیٰ کہ ساری مخلوق اسی طرح حجرہ مبارکہ میں داخل ہو۔ صحابہ نے عرض کیا: اے رفیق رسول! کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! صحابہ نے کہا: کہاں؟ ابوبکر صدیق نے فرمایا: جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے وہی مدفن ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک جگہ پر کیا ہے۔ پس صحابہ جان گئے کہ انہوں نے صحیح فرمایا ہے۔ پھر ابوبکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے بیٹوں کو فرمایا کہ تم غسل دو۔ اور مہاجر جمع ہو کر باہم دگر مشورے کر رہے تھے۔ سو مہاجرین نے ابوبکر صدیق کو کہا کہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائیوں انصار کی طرف چلیں تاکہ وہ بھی اس مشورہ میں شریک ہو جائیں۔ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو۔ عمر بن الخطاب نے کہا کہ کون ہے جس میں یہ تین فضیلتیں جمع ہیں "صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے کہ غم نہ کھا' بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" تم جانتے ہو وہ دونوں کون سی ہستیاں تھیں۔؟ پھر عمر نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر لوگوں نے بیعت کر لی۔ بیعت نیک اور بہترین۔"

((حدثنا نصر بن علی حدثنا عبداللہ بن الزبیر شیخ باھل قدیم بصری حدثنا ثابت البنانی عن انس بن مالك قال لما وجد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من کرب الموت ماوجد فقالت فاطمة واکرباہ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لاکرب علی ابیك بعد الیوم انه قد حضر من ابیك مالیس بتارك منه احد الوفاۃ یوم القیامة))

"جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف محسوس فرما رہے تھے تو وہ تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی گزر رہی تھی تو جنابہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہائے میرے ابا جان کی تکلیف۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے میری بیٹی!) آج کے دن کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ یقیناً تیرے باپ پر وہ چیز موجود ہوئی ہے جو قیامت تک کسی ایک سے ٹلنے والی نہیں۔"

((حدثنا ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ البصری ونصر بن علی قالا حدثنا عبدربه بن بارق الحنفی قال سمعت جدی ابا امی سماك بن الولید یحدث انه سمع ابن عباس یحدث انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من کان له فرطان من امتی ادخله اللہ تعالیٰ بهما الجنة فقالت له عائشة فمن کان له فرط من امتك قال ولمن کان له فرط یاموفقة قالت فمن لم یکن له فرط من امتك قال انا فرط لامتی لن یصابوا بمثلی))

"جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے میری اُمت سے دو چھوٹے بچے فوت ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توحید گی کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے اگر کسی کا ایک چھوٹا بچہ ہی فوت ہوا ہو۔؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں جس کا

Marfat.com

ایک چھوٹا بچہ بھی فوت ہوا ہو۔اے عائشہ! تو نیک امور میں توفیق دی گئی ہے۔عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پھر عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے اگر کسی کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو پھر۔؟ ارشاد فرمایا: تو ان کے لئے میں ذخیرہ آخرت ہوں،اس لئے کہ میرے وصال کا رنج آل اولاد سب سے زیادہ ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث

((حدثنا احمد بن منیع حدثنا حسین بن محمد حدثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن عمرو بن الحارث اخی جویریه له صحبة قال ماترك رسول الله صلی الله علیه وسلم الاسلاحه وبغلته وارضا جعلها صدقة))

''حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ (جو کہ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہے) سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی نہیں چھوڑ ا مگر اپنے ہتھیار، ایک اپنی خچر اور کچھ زمین جو کہ صدقہ فرمادی۔''

((حدثنا محمد بن المثنی حدثنا ابو الولید حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال جاء ت فاطمة الی ابی بکر رضی الله عنهما فقالت من یرثك فقال اهلی وولدی فقالت مالی لا ارث ابی فقال ابوبکر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لانورث ولکنی اعول علی من کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعوله وانفق علی من کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یمنفق علیه))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (خاتون جنت) فاطمۃ الزہرا علیہا السلام جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف فرما ہوئیں اور فرمایا: آپ کا وارث کون ہوگا۔؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے گھر والے اور میری اولاد۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اپنے والد صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث کیوں نہیں بن سکتی۔؟ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری وراثت نہیں ہے اور لیکن میں روٹی کپڑا ان کو دیتا ہوں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کپڑا مرحمت فرماتے تھے اور میں ان لوگوں پر خرچ کروں گا جن پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرماتے تھے۔''

((حدثنی محمد بن المثنی حدثنا یحییٰ بن کثیر العنبری ابو غسان حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی البختری ان العباس وعلیا جآء الی عمر یختصمان یقول کل واحد منهما لصاحبه انت کذاانت کذا فقال عمر لطلحة والزبیر وعبدالرحمن بن عوف وسعد انشدکم بالله اسمعتم رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کل مال نبی صدقة الا ماطعمه انا لانورث وفی الحدیث قصة))

''ابوالبختری سے روایت ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس حال میں کہ دونوں حضرات باہم جھگڑ رہے تھے۔ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے تو جناب عمر نے جناب طلحہ، جناب زبیر، جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور جناب سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب فرما کر فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم

Marfat.com

ولاتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ وہ فرماتے تھے: نبی کا سارا کا سارا مال صدقہ ہوتا ہے مگر صرف اتنا جو کہ وہ اپنے اہل وعیال کو کھلائے۔ ہماری وراثت نہیں ہے اور اس حدیث میں ایک واقعہ ہے۔"

((حدثنا محمد بن اکمثنی حدثنا صفوان بن عیسیٰ عن اسامة بن زید عن الزهری عن عروة عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لانورث ماترکنا فهو صدقة))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

((حدثنا محمد بن بشار هدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایقسم ورثتی دینارا ولادرهما ماترکت بعد نفقه نسائی ومونة عاملی فهوصدقة))

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میرے وارث) تقسیم نہ کریں میرے مال سے آپس میں، دینار کو یا درہم کو۔ جو کچھ میری بیویوں اور میرے عامل کے خرچہ کے بعد بچ جائے وہ صدقہ ہے۔"

((حدثنا الحسن بن علی الخلال حدثنا بشربن معمر قال سمعت مالك بن انس عن الزهری عن مالك بن اوس بن الحدثان قال دخلت علی عمر فدخل علیه عبدالرحمن بن عوف وطلحة وسعدوجاء علی والعباس یختصمان فقال لهم عمر انشدکم بالذی باذنه تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا نورث ماترکنه صدقة فقالواالله‌هم نعم وفی الحدیث قصة طویلة

"مالک بن اوس فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہم بھی تشریف لے آئے اور علی المرتضیٰ اور عباس رضی اللہ عنہم بھی باہم جھگڑتے ہوئے آ گئے تو حضرت عمر نے ان صحابہ کبار کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہیں اس ذات اقدس کی قسم جس کے حکم وارادہ سے یہ زمین وآسمان قائم ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہماری وراثت نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔؟ پس ان تمام حضرات نے کہا: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس حدیث میں ایک طویل واقعہ ہے۔"

((حدثنا محمدبن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن عاصم بن بهدلة عن زربن حبیش عن عائشة قالت ماترك رسول الله صلی الله علیه وسلم دینارااولادهما ولا شاة ولا بعیرا قال واشك فی العبد والامة))

"ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وصال کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو دینار نہ ہی درہم نہ ہی بکری اور نہ ہی اونٹ چھوڑا۔ راوی فرماتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے غلام اور لونڈی کا ذکر نہیں فرمایا۔"

Marfat.com

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا

((حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا سفین عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطان لایتمثل بی))

''جناب عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔''

((حدثنا محمد بن بشار ومحمد بن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لایتصور اوقال لایتشبه بی))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا' پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا' اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا یا فرمایا: میری مانند نہیں ہو سکتا۔''

((حدثنا قتیبة حدثنا خلف بن خلیفة عن ابی مالك الا شجعی عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی فی المنام فقد رانی قال ابوعیسیٰ وابومالك هذاهوسعد بن طارق بن اشیم وطارق بن اشیم هومن اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وقدروی عن النبی صلی الله علیه وسلم احادیث وسمعت عل بن حجر یقول قال خلف بن خلیفة رایت عمروبن حریث صاحب النبی صلی الله علیه وسلم وانا غلام صغیر))

''حضرت طارق بن اشیم سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا' پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔''

((حدثنا قتیبة هوابن سعید حدثنا عبدالواحد بن زیاد عن عاصم بن کلیب حدثنی ابی انه سمع اباهریرة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی فی المنام فقدرانی فان الشیطن لایتمثلنی قال ابی فحدثت به ابن عباس فقلت قدرایته فذکرت الحسن بن علی فقلت شبهته به فقال بن عباس انه کان یشبهه))

''کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے نیند میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی' اور میں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ پس مجھے حسن رضی اللہ عنہ یاد آ گئے۔ سو میں نے (ابن عباس کو) کہا کہ وہ شبیہ مبارک جو خواب میں میں نے دیکھی تھی وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زیادہ مشابہ تھی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک وہ ان کے ہم شکل تھے۔''

Marfat.com

((حدثنا محمد بن بشار ابن ابی عدی ومحمد بن جعفر قالا حدثنا عوف بن ابی جمیلة عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی النوم فقال بن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول ان الشیطن لایستطیع ان یتشبه بی فمن رانی فی النوم فقدرانی هل تستطیع ان تنعت هذاالرجل الذی رایته فی النوم قال نعم انعت رجلا بین الرجلین جسمه ولحمه اسمرالی البیاض اکحل العینین حسن الضحك جمیل دوائرالوجه قد ملات لحیته مابین هذه الی هذه قدملات نحری قال عوف ولاادری ماکان مع هذاالنعت فقال ابن عباس لورایته فی الیقظة مااستطعت ان تنعته فوق هذا۔ قال ابوعیسیٰ ویزید الفارسی هویزید بن هرمز وهواقدم من یزید الرقاشی وروی یزید الفارسی علی ابن عباس رضی الله عنهما اهادیث ویزید الرقاشی لم یدرك ابن عباس وهو یزید بن ابان الرقاشی وهو یروی عن انس بن مالك ویزید الفارسی ویزید الرقاشی فلاهما من اهل البصرة وعقف بن ابی جمیلة هوعوف الاعربی حدثنا ابو دائود سلیمان بن سلم البلخی حدثنا النضربن شمیل قال قال عوف الاعرابی انا اکبر من قتادة))

”یزید الفارسی سے روایت ہے اور وہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا۔ اس وقت ابن عباس زندہ تھے۔ میں نے یہ خواب ابن عباس کو بیان کی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً فرماتے تھے کہ بیشک شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ میری صورت پہ آسکے، لہٰذا جس نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیا تو صورت مبارکہ کو جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود مبارک اور قد مبارک دونوں درمیانہ اور معتدل تھے۔ رنگ مبارک گندمی مائل باسفیدی تھا' آنکھیں مبارک سرمگیں' خدنہ رو' خوبصورت' گول چہرہ اقدس' گھنی داڑھی مبارک چہرہ اقدس کو گھیرے ہوئے تھی' سینہ پاک پر آئی ہوئی تھی۔ عوف فرماتے ہیں کہ یزید الفارسی نے اور جو صفتیں بیان کیں وہ مجھے یاد نہیں رہیں۔ پھر ابن عباس نے فرمایا: (اے یزید الفارسی) اگر تو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری بھی دیکھتا تو اس توصیف سے بڑھ کر حلیہ مبارک کے اوصاف بیان نہ کر سکتا۔“

((حدثنا عبدالله بن ابی زیاد حدثنا یعقوب بن ابراهیم بن سعد حدثنا ابن اخی ابن شهاب الزهری عن عمه قال قال ابوسلمة قال ابوقتادة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رانی یعنی فی النوم فقد رای الحق))

”جناب ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا۔“

((حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن حدثنا معلی بن اسد حدثنا عبدالعزیز ابن المختار حدثنا ثابت عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان

Marfat.com

الشیطن لایتخیل بی قال ورئویا المومن جزء من ستة واربعین جزء من النبوة))

''جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔ پس یقیناً شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس جز میں سے ایک جز وہوتا ہے۔''

☆☆☆

باب نمبر 4:

مغربی مفکرین اور عظمت مصطفیٰ کے مختلف پہلو

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک انصاف پسند مغربی مفکرین جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ کی شخصیت پر اپنی تمام تر توجہات مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ وہ آپ ﷺ میں شخصیت میں موجود عظمت کے گونا گوں پہلوؤں کی تلاش میں اور ان مظاہر قوت سے روشناس ہونے اور آگاہی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائے ہیں۔

ریون پاسورٹ سمٹ:

ریون پاسورٹ سمٹ آکسفورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں نے ''محمد والمحمد یہ'' کے موضوع پر ۱۸۷۳ میں دیا، کہتے ہیں:

''جو کچھ سابق مورخین نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی رسالت کے بارے میں لکھا اس میں ہم کسی قسم کے قصے کہانیاں ،اوہام اور ناممکن باتیں نہیں پاتے۔ ہر چیز اس میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یوں لگتا ہے کہ گویا آپ کی ذات چاشت کا سورج ہے جس کی شعاعوں کے نیچے ہر چیز چمک رہی ہو اور عجیب بات یہ ہے کہ کوئی بھی اور ایسی علمی شخصیت نہیں پائی جاتی جن کے بارے میں اتنے طویل زمانوں تک لکھا جاتا رہا ہو جو حضرت محمد رسول ﷺ کے بارے میں لکھا گیا تا ابد لکھا جاتا رہے گا۔''

مارگولیتھ:

مارگولیتھ نے اپنی کتاب ''محمد'' جو مختلف امتوں کی عظیم شخصیتوں کے بارے میں سن ۱۹۰۵ طبع ہوئی ذکر کیا۔ لکھتے ہیں:

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے جناب حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر لکھا ہے ان کے ناموں کا ذکر ختم ہونے کو نہیں آتا اور وہ لوگ اس مصنف کے لیے یہ بڑا اعزاز سمجھتے ہیں کہ اس نے سیرت رسول علی صاحبہا اسلام پر لکھنے والوں میں اپنی جگہ بنا کر شرف واعلیٰ منزلت حاصل کر لی۔ مجلۃ ''مقتبس'' جس کو تقریباً اسی سال سے زیادہ عرصہ سے محمد کرد علی نکال رہے ہیں اس رسالہ نے یورپی زبانوں میں جو کچھ سیرت نبویہ کے بارے میں لکھا اس کا جائزہ لیا گیا تو یہ تقریباً تیرہ سو کتابیں بنتی ہیں تو پھر اس کا کیا اندازہ ہے جو اسی (80) سالوں کے آخر تک مختلف زبانوں اور عربی زبان میں لکھا گیا۔''

روگے گارودی:

یہ روگے گارورد ی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نواز کر احسان فرمایا۔ یہ نعمت اس وقت انہیں نصیب

Marfat.com

ہوئی جب انہوں نے ایک لمبا سفر اختیار کیا اور اس دوران کئی ادیان، عقائد اور مختلف نظریات کے مطالعہ میں منہمک رہے۔ جب انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور اس کی حقیقت سے آشنا ہوئے تو اس کے علاوہ باقی سب ادیان سے انکار کر دیا اور اس کا برملا اعلان کرتے ہوئے پکار اٹھے، کیونکہ وہ اب خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر یہ فیصلہ دیا کہ اسلام ہی دین حق ہے اور اس میں ہی انسانیت کی نجات کا واحد حل ہے جو اپنے تاریک انجام کے آگے دم توڑ رہی ہے، اس کے دہانے اس کو کمزور، کہنہ ادیان ناکام اور پرفریب نظریات نے لا کھڑا کیا ہے۔ گارودی بڑی تفصیل کے ساتھ اسلام اور انسانیت کے مستقبل کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((”انالخصارة الجديدة تنبع من الاسلام عقيدة ومنهج حياة“))

”بے شک جدید تہذیب عقیدہ اور منہج حیات (طریقہ زندگی) کے لحاظ سے اسلام سے ہی پھوٹتی ہے۔“

بعد ازاں وہ اپنی بات کا رخ اسلام کے اندر جو نرمی و سہولیات پائی جاتی ہے اس طرح موڑتے ہوئے کہتے ہیں:

”بے شک قران کریم نے اہل کتاب یعنی اصحاب تورات وانجیل کا اعتراف کیا ہے اور انہیں اس بات کا اختیار دیا کہ چاہے تو وہ جس دین پر ہیں اس پر قائم رہیں یا چاہیں تو اسلام میں داخل ہو جائیں اور جناب رسول محمد ﷺ فرماتے ہیں:

((لافضل لعربی علی عجمی الابالتقوی))

”کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں بجز تقویٰ کے۔“

لوگ اسلام میں تقویٰ کے ذریعے ہی سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں اور عمل صالح کے ذریعے ہی سے ایک دوسرے پر فضیلت اور سبقت لے جاتے ہیں نہ کہ امارت، مرتبہ اور حسب ونسب کے ذریعے سے، اللہ کے حضور سب برابر ہیں۔ اسلام میں طبقے نہیں، نہ ہم اس میں مخصوص، چنی ہوئی قومیں یا ممتاز گروہ ہیں۔ اسلام بڑی عمدہ شکلوں اور صورتوں میں بھائی چارے، خود کفالت اور مساوات کا دین ہے۔ اسلام اپنی نشر واشاعت کے لیے قوت اور ہتھیاروں کا محتاج نہیں، کیونکہ اس کی طبیعت، اس کے احکام، اس کی نرمی وسہولت پسندی، اس کا اعلیٰ نمونہ ہونا جو اس کے رسول کریم ﷺ نے چھوڑا ہے، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے لوگوں کے دلوں کی طرف اس کا راستہ کھول دیا۔ گارودی جناب نبی کریم ﷺ کی اس حدیث شریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

((رجعنا من الجهادالاصغر الی الجهادالاکبر))

”ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے۔“

جہاد اکبر نفس کی خواہشات اور اس کے میلانات مثلاً: ظلم، طمع، غرور، خودستائی، کمزوری، مال کی محبت اور اس پر مر مٹنے کے خلاف جہاد ہے۔

پھر کہتے ہیں:

”یہ عظیم نبوی طرز عمل، ان انقلابیوں کے لئے ایک اہم سبق کی اہمیت رکھتا ہے جو سوائے اپنی ذاتوں کے باقی ہر چیز میں تبدیلی چاہتے ہیں۔“

پھر گارودی چند احادیث نبویہ شریفہ کا جائزہ لیتے ہیں اور ان میں جو جمال اور اعلیٰ انسانیت کا درس پایا جاتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں۔ گارودی درجہ ذیل احادیث پر زور دیتے ہیں اور انہیں اپنا محور نظر بناتے ہیں:

Marfat.com

((لایو من احد کم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔''

اور اس حدیث شریف پر:

((المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایخذله ولایکذبه ولایحقره))

''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے، نہ ہی اس کا ساتھ چھوڑتا ہے، نہ اسے جھٹلاتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔''

اور اس حدیث شریف پر:

((کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه))

''ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔''

((المومن للمومن کالبنیان یشدبعضه بعضاً))

''ایک مومن کی مثال دوسرے مومن کے لیے اس عمارت کی سی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کے لیے باعث تقویت ہو۔''

اس کے بعد گارودی کہتے ہیں:

''یہ احادیث مذکورہ بالا ایک عام قانون کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا اپنی زندگیوں میں اہتمام کرنا تمام مسلمانوں کے لیے لازم ہے، کیونکہ یہ مسلمان ایک ایسی امت ہیں جن کے بڑے بلند پایہ مطامح نظر ہیں جو مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں۔ اسلام یک ایسا دستور ہے جو ان کے آپس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ایک ایسی حقیقی دوستی اور مضبوط اور سچی محبت قائم کرنا اس کا مقصود ہے جو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ پختہ بنیادوں پر تعلق استوار کرتی ہے اور حقیقتاً انہیں اس سیسہ پلائی دیوار کی مانند بناتی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچا رہا ہو۔''

ٹالسٹائے:

عظیم روسی مصنف کو یہ بات بہت بری لگی کہ اعدائے اسلام، اسلام اور اس کے نبی کریم ﷺ کے خلاف اپنے زہریلے نشتر چلائیں۔ وہ یوں لکھتے ہیں:

''بے شک یہ نبی ﷺ ان عظیم مصلحین میں سے تھے جنہوں نے انسانیت کی عظیم خدمات کیں اور آپ کے بطور فخر یہ کافی ہے کہ آپ ﷺ نے مکمل طور پر نور حق کی طرف اپنی امت کی رہبری کی اور انہیں امن و سلامتی کی طرف جھکا دیا اور خون ریزیوں سے اسے روک دیا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے لیے بطور فخر یہ بھی کافی ہے کہ آپ نے ترقی و تقدم کا راستہ کھول دیا۔ یہ بڑا عظیم کام ہے ۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانی استطاعت سے مافوق الفطرت، قوت، ہمت، اور علم عطا کیا ہو۔ اسی لیے آپ قدر و منزلت اور احترام و اجلال کے لائق ہیں۔''

رینے گرینیو:

رینے گرینیو یا عبدالواحد یحییٰ جیسا کہ اس نے اپنا اسلامی نام رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''میں نے کسی ایسی نص الٰہی کو مضبوطی سے تھام لینے کا ارادہ کر لیا جس کی طرف باطل نہ آگے کی طرف سے اور نہ پیچھے کی طرف

Marfat.com

سے راہ پاتا ہوں۔ طویل، عمیق، کمزور و لاغر بنا دینے والے مطالبہ کے بعد میں نے سوائے قرآن کریم کے اور کوئی نص الٰہی اس پر پوری اترتی نہ پائی۔ یہی وہ واحد کتاب ہے جس نے مجھے مطمئن کر دیا اور جو کچھ میرے دل میں آیا اور جیسا کہ میں چاہتا تھا ویسا اس میں مجھے مل گیا۔ رسول اسلام، وہ رسول ہیں جن سے میں نے محبت کی اور ان کے جھنڈے تلے چل کر سعادت مند ہوا اور ان کے اقوال وافعال نے مجھے نفسانی خوشی وروحانی سکون کے ساتھ ڈھانپ لیا، اگر آپ ﷺ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو انسانیت مادیت، الحاد، اخلاقی انحطاط، اور روحانی بربادی کے سمندر میں غرق ہو جاتی۔''

اس کے بعد ثقافت اسلامیہ اور مغرب پر اس کے اثرات کے بارے اثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''بے شک ثقافت اور اسلامی علوم سرچشمہ نور و ہدایت ہیں۔ اگر علمائے اسلام اور مسلمان فلاسفر نہ ہوتے تو مغرب والے جہالت اور ظلمت کی اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے۔''

الفانس ڈینیا:

یہ فنکار عالمی مصور لفونس ایٹیین ڈینیا ہیں جنہوں نے لمبا عرصہ فکر و تأمل کرنے کے بعد اسلام قبول کیا اور ان کا نام ناصر الدین رکھا گیا اور یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار رہتے تھے۔ مستشرقین نے جن غلط اور گمراہ کن معانی و مفاہیم کی اشاعت کی تھی انہوں نے اس کے دفاع اور حقیقت اسلام کے بارے میں ان کی تصحیح میں کوئی دقیقہ اور فرد گزاشت نہ کیا۔ انہوں نے سیرت نبویہ علی صاحبہا اسلام پر ایک کتاب لکھی اور اسے ان شہداء کی ارواح کے ساتھ منسوب کیا جو بڑی جنگ یعنی جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

الفونس کہتے ہیں:

''عقیدہ محمد (علی صاحبہا اسلام) انسانی سوچ و بچار کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ ایک انسان بیک وقت صحیح الاسلام اور صحیح العقیدہ مسلمان اور آزاد خیال ہو سکتا ہے۔''

نیز کہتے ہیں:

''دیگر ادیان عالم کی طرح دین اسلامی میں معبود نے انسانی شکل اور اس کے علاوہ دیگر اشکال اختیار نہیں کیں۔ بے شک یہود کا معبود 'یاہو' ہے، جس کی پاکیزگی میں مثال بیان کرتے ہیں اور اسے بڑے شرم ناک اور گھٹیا شکلوں میں پیش کرتے ہیں۔ ایسا ہی مصور انجیلوں کے نسخوں میں بھی معبود دکھائی دیتا ہے۔ جہاں تک اسلام میں معبود کا تعلق ہے اس کے بارے میں قرآن کریم نے ہم سے مفصل بیان فرمایا ہے اور جناب رسول کریم ﷺ کے دین میں کسی مصور یا سنگ تراش نے جرأت نہیں کی کہ اس پر اس کا قلم چل سکے یا کوئی سنگ تراش اسے گھڑ سکے۔ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کوئی صورت نہیں، نہ اس کے لیے کوئی حدود و جہات ہیں۔ نہ اس کا کوئی شبیہ اور مثیل ہے۔ وہ ایک ہے، اکیلا ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے، جس کی کوئی اولاد نہیں، جس کو کسی نے نہیں جنا اور کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔''

کارلائل:

ان منصف مزاج مفکرین میں سے ایک انگریز مصنف کارلائل ہیں، جو ہیرو ازم سے محبت رکھتے تھے اور وہ ہر میدان میں اس کی خصوصیات کے حامل حضرات کی کھوج میں لگے رہتے تھے۔ اپنی اس لگن کے پیش نظر انہوں نے ''الابطال'' کے عنوان سے ایک کتاب بھی تالیف کی جس میں رسول اسلام علی صاحبہ السلام کے لئے ایک کامل فصل مختص کی۔ اس میں انہوں نے اسلام کے

Marfat.com

بارے جن اکاذیب (جھوٹ) کی اشاعت کی جاتی ہے ان کی تصدیق کرنے اور اس کے نبی علی صاحبہ السلام کے بارے جن لغویات اور تعدیات (درست درازیوں) کا چرچا کیا جاتا ہے، اس سے لوگوں کو خبردار اور متنبہ کیا اور کہا کہ وہ رسالت جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے وہ کروڑوں انسانوں کے لئے چودہ صدیوں سے ایک چمکتا ہوا چراغ اور شمع ہدایت رہی ہے۔ تو پھر کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ یہ رسالت جس پر یہ کروڑوں انسان زندہ رہے ہیں اور پھر اسی پر مر گئے جھوٹ یا دھوکہ ہو سکتی ہے؟ پھر انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی ایسا جھوٹا آدمی دیکھا ہے جو یہ کر سکا ہو کہ کوئی نیا دین وجود میں لایا ہو اور ایسی صورت میں اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرے جس صورت میں اسلام کی نشر و اشاعت ہوئی؟ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ جو رسالت جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پہنچائی وہ سوائے حق و سچ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ تو سوائے ایک سچی آواز کے اور کچھ نہیں جو ایک انجانے جہان سے آ رہی ہے۔ وہ تو بس ایک روشن ستارہ ہے، جس نے سارے جہان کو منور کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

((و ذلك فضل الله يو تيه من يشاء))

''اور یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔''

پھر وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((لقد احببت محمداً ﷺ لخلو نفسه من الرياء والنفاق وبر تهامن التصنع والطمع وحب الدنيا لقد كان منفرداً بنفسه العظيمة وخالق الكون والكائنات وقد راى سر الوجود يسطع امام عينيه ياحواله ومحاسنه))

''میں حضرت محمد ﷺ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ آپ کا دل ریاکاری اور منافقت سے پاک تھا۔ بناوٹ، لالچ اور حب دنیا سے بری تھا۔ آپ کو اپنے نفس عظیمہ اور خالق کون و مکان کے ساتھ یکسوئی حاصل تھی اور آپ نے راز وجود کا اس کے سارے احوال اور محاسن کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے چمکتے دیکھا۔''

لکھتے ہیں:

''جناب حضرت محمد ﷺ کی آواز پاکیزہ اور منزہ صحرائی طبیعت کے قلب سے آ رہی تھی۔ یہی سبب ہے کہ کانوں سے فوراً ہی دلوں تک پہنچی اور اس کے کلمات دلوں میں گھر کر گئے۔ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نہ تو متکبر تھے اور نہ ہی ذلیل۔ آپ چھوٹی موٹی طمع سازیوں سے راضی نہیں ہوتے تھے، اوہام باطلہ کا خوف آپ کو مضطرب نہیں کرتا تھا اور آپ نے اپنی عاجزی والی جگہ اور پیوند لگے کپڑوں کے ساتھ شاہان عالم اور قیاصرہ کو ان کی اصلاح کی خاطر انہیں عذاب الٰہی کا ڈر سنانے کے لئے متنبہ کیا اور ان سے مخاطب ہوئے۔ بے شک حق کے سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا آپ نے کبھی بھی خوف نہ کیا اور جس مال، مرتبہ اور اقتدار کی پیش کش آپ کو کی گئی آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور اس حال میں زندگی بسر فرمائی کہ آپ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے تھے۔ فقر کو اختیار کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اجتہاد کرنے والے تھے اور وہ خطرات جو آپ کو پیش آسکتے تھے اور وہ رکاوٹیں جو آپ کے راستہ میں حائل ہو سکتی تھیں ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین حق کو زمین پر غلبہ عطا فرمایا اور پھیلتا ہی گیا اور بارآور ہوا۔''

Marfat.com

لارڈ ہاڈلے

وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا، اس کا نعرہ لگایا اور اس کے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کلمہ حق کہا ان میں سے ایک لارڈ ہاڈلے بھی ہیں۔ یہ وہ ہیں جو لکھتے ہیں:

''میں نے غور فکر کیا اور چالیس سال تک گوشہ نشین رہا تا کہ حقیقت کو پالوں اور اس بات کا اعتراف کرنا میرے لیے ضروری ہے کہ شرق مسلم کے میرے سفر نے مجھے احسان ومنی بر سہولت دین محمدی (علی صاحبہ السلام) کے احترام سے بھر دیا۔ یہ وہ دین ہے جو ایک انسان کو عمر بھر کے لیے حقیقی انسان بنا دیتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس اسلام کا راستہ دکھایا ہے جو میرے دل میں ایک پختہ حقیقت بن گیا ہے اور مجھے وہ سعادت وطمانیت نصیب کی ہے جو اس سے پہلے میرے حصے میں نہیں آئی تھی۔ میں تو بلاشبہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں تھا۔ بعدازاں اسلام نے مجھے فراخ زمین کی طرف نکالا، جس کا دن سورج منور کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ میں سمندر کی خالص اور پاکیزہ ہوا سونگھنے لگا۔''

لارڈ ہاڈلے حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں بحیثیت ایک اعلیٰ وارفع اور کامل نمونہ ہونے کے گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''بے شک نبی عربی ﷺ کے بڑے قوی اور مضبوط اخلاق تھے اور آپ کی ایک ایسی شخصیت تھی جس کو زندگی کے ہر ہر قدم پر تولا گیا، اس کی چھان بین کی گئی اور اس کو آزمایا گیا، مگر اس میں مطلقاً کوئی نقطہ (کمی وعیب) نہ نکلا، چونکہ آج ہم ایک کامل نمونے کے محتاج ہیں جو زندگی میں ہماری ساری احتیاجات کو پورا کرنے والا ہو تو یہ حاجات نبی مقدس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت ہی پورا کرسکتی ہے اور یہ ایک ایسی شخصیت ہے جو ہمیں ترقی یافتہ، عقل، سخاوت وکرم، شجاعت، پیش قدمی، صبر، بردباری، سکون، عفو، تواضع اور حیاء کا عکس دکھاتی ہے اور اس میں ان تمام اصلی وحقیقی اخلاق کا پرتو نظر آتا ہے جو انتہائی اعلیٰ وارفع شکل میں انسانیت کی تعمیر کرتے ہیں اور یہ سارا کچھ ہم آپ کی شخصیت میں نورانی رنگوں میں دیکھتے ہیں۔''

ڈاکٹر گرینئے:

ڈاکٹر گرینئے بڑے سرور اور انبساط میں اپنے اسلام لانے کا سبب بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

''میں نے قرآن کریم کی وہ آیات تلاوت کیں جن کا طبی علوم حفظان صحت اور طبیعات کے ساتھ تعلق ہے۔ میں ان کا مطالعہ کرنے لگ گیا۔ پھر میں نے ان کا اس طبی علوم، حفظان صحت اور طبعی معلومات کے ساتھ موازنہ کیا جو میں نے یونیورسٹی میں پڑھی تھیں، تو نتیجۃً میں نے قرآنی آیات کو بالکل ان پر منطبق پایا۔ چنانچہ میں اس لئے اسلام لایا کیونکہ مجھے اس کا پختہ یقین ہوگیا کہ حضرت محمد ﷺ ایک ہزار سال کے عرصے سے بھی پہلے واضح حق لے کر آئے جس تک ہماری اپنے اس جدید زمانہ میں بھی رسائی نہیں ہوسکی اور مجھے یقین واثق ہے کہ اگر ہر صاحب علم وفن جیسا کہ میں نے کیا ہے اگر اس طرح کرے کہ وہ اپنے علم وفن اور جدید معلومات کا قرآنی تعلیمات کے ساتھ موازنہ کرے تو وہ ضرور بر ضرور میری طرح دائرہ اسلام میں داخل ہوجائے گا، سوائے اس شخص کے جو اسلام سے روگردانی کرنے والا ہو یا اس کے دل میں بیماری ہو۔''

مائیکل ہارٹ:

یہ ہیں مائیکل ہارٹ مشہور عالم خلاباز جو انسانوں میں پائی جانے والی عظمت اور ان میں سے جن کے نام آج تک زندہ میں، ان کا کھوج لگانے پر فریفتہ ہیں۔ انہوں نے ایم کتاب تصنیف کی ہے جس کا عنوان ہے ''الخالدون مائۃ اعظم محمد رسول

Marfat.com

اللہ'' (سو وہ ہمیشہ رہنے والے جن کے سب سے بڑے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں) مائیکل مسلمان نہیں وہ ایک امریکی مسیحی محقق ہیں۔ انہوں نے شخصیات میں سے سوان شخصیتوں کا انتخاب کیا ہے جنہوں نے انسانی زندگی پر واضح اور نمایاں اثرات چھوڑے ہیں۔ ان سو (۱۰۰) میں سے سرفہرست رسول اعظم حضرت محمد ﷺ کی شخصیت کے ذکر کو لائے ہیں۔ یہ بلاشبہ مغرب کی طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ کی اور اسلام کی انسانیت اور تہذیب پر فضیلت کا کھلا اعتراف ہے، جو کچھ مائیکل اپنی کتاب میں کہتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اسے دل و جان سے سنیں، وہ لکھتا ہے:

''بے شک حضرت محمد علیہ السلام تاریخ میں وہ واحد انسان ہیں جنہوں نے دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں مطلق کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے اسلام اور اس کی اشاعت کی طرف اس طرح لوگوں کو دعوت دی جس طرح عظیم ادیان میں سے کسی بھی بڑے دین کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ آپ ﷺ بیک وقت ایک سیاسی، فوجی، اور دینی قائد بنے۔ باوجود اس کے کہ آپ کی وفات کو تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں مگر آپ ﷺ کا اثر تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو ہے۔ آپ کی نظر کرم سے مسلمانوں نے اپنی دعوت کے باعث ایک وسیع سلطنت قائم کی جو حدود ہند سے لے کر محیط اطلس تک پھیلی ہوئی تھی اور یہ سب سے بڑی سلطنت تھی جو آج تک تاریخ میں کبھی بھی وجود میں آئی ہو۔ مسلمان جس شہر میں بھی داخل ہوئے وہاں اسلام پھیلایا۔ رسول محمد ﷺ قواعد اسلام، اصول شریعت، اجتماعی اور اخلاقی طرز عمل اور لوگوں کی دینی زندگی کے مابین معاملات کے اصول کی بنیاد رکھنے کے واحد اور پہلے ذمہ دار ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم صرف آپ پر ہی نازل ہوا اور مسلمان قرآن میں ہر وہ چیز پاتے ہیں جس کی انہیں دنیا اور آخرت میں ضرورت ہے۔''

عرض مولف: ((سیدی یارسول اللہ ﷺ))

''اے میرے سردار! اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ!''

یا اشرف المرسلین و خاتم النبیین

یامن علیك صلی اللّٰہ والملائکته اجمعون

''اے تمام رسولوں میں سے اشرف رسول! اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی! اے وہ ہستی جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔''

آپ کی شخصیت میں عظمت کے جو گنا گوں پہلو پائے جاتے ہیں ان کا شمار کیسے ممکن ہے؟ بے شک اس دنیا کے ہر بڑے آدمی میں عظمت کے مختلف پہلوؤں میں سے کوئی نہ کوئی پہلو ضرور پایا جاتا ہے جو اس کے لیے طرۂ امتیاز ہوا کرتا ہے مگر آپ تو عظمت کے تمام پہلوؤں کے ساتھ منفرد و ممتاز ہیں۔ آپ برگزیدہ ہیں اور تمام پہ فائق ہیں۔

علما و مفکرین بھی کوشش کریں گے اور کرتے رہیں گے، لیکن وہ آپ کی شخصیت میں پائے جانے والے عظمت کے گونا گوں پہلوؤں کا احصار نہیں کرسکیں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

الجزء الثالث:

محبت واطاعت رسول کے تقاضے

محبت کرنے والے پر محبت رسول ﷺ کے آثار کا ظہور لازمی ہے، خواہ وہ صحابہ ہوں یا ان کے بعد کے لوگ، وہ آثار کثیر ہیں مگر ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ کون اس محبت میں سچا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے یہ ہماری تحریر، ہمارے لئے اور تمام قارئین کیلئے حجت ہم پر حجت نہ بنائے اور یہ ہمارے لیے مفید ہو اور جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں یہ ہمارا حال بن جائے۔ آمین!

باب نمبر 1:

محبت رسول کا تقاضہ......اطاعت رسول

اطاعت کا سبب بننے والی دو چیزیں:

اطاعت کا باعث دو چیزیں ہیں:

1: محبت۔ 2: خوف۔

اگر اطاعت کا باعث عتاب وسزا کا خوف ہو تو یہ نافع نہیں اور نہ ہی اس پر ثواب ہے، جیسے ہی مطیع موقع پائے گا اطاعت چھوڑ دے گا، مثلاً: جب آمر فوت ہو گیا یا معزول کر دیا گیا یا موجود نہیں تو اب مطیع عمل نہیں کرے گا، کیونکہ وہ تو اسے بوجھ محسوس کر رہا تھا جو زائل ہو گیا، لیکن جب اطاعت کا باعث محبت وشوق ہو گا تو آمر کی موجودگی یا عدم موجودگی اسے متاثر نہیں کرے گی، کیونکہ اب عمل مطیع دلی خواہش اور ثواب کی نیت سے بجا لا رہا ہے۔ محبت کی شان بھی یہی ہے کہ محب مطیع ہوتا ہے۔

اطاعت کے بغیر محبت متصور ہی نہیں:

اطاعت کے بغیر محبت کا وجود متصور نہیں ہو سکتا جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

تعصی الالہ وانت تظھر حبہ
ھذا لعمری فی القیاس بدیع
لو کان حبك صادق لا طعتہ
ان المحب لمن یحب مطیع

Marfat.com

في كل يوم يبتديكك بنعمة

منه وانت لشكر ذاك مضيع

''اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور دعویٰ محبت کا؟ اللہ کی قسم! یہ عجیب تماشا ہے۔! اگر اس کی محبت میں سچا ہے تو اس کی اطاعت کر کیونکہ محبت، محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔ ہر دن تو اس کی نعمت سے شروع کرتا ہے اور اسے ضائع کر کے شکر یہ ادا کر رہا ہے؟''

محبت کا تصور قاضی عیاض کے نزدیک:

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''جو کسی سے محبت رکھتا ہو وہ اس کی پیروی کرتا ہے۔ ورنہ وہ محبت میں سچا نہیں فقط مدعی ہے، حضور ﷺ کی محبت میں وہی سچا ہوگا جس پر محبت کے آثار کا اظہار ہو اور سب سے پہلی علامت یہ ہے آپ ﷺ کی اقتداء، آپ ﷺ کے طریقہ کو اپنانا، آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی اتباع آپ ﷺ کے احکام پر عمل اور نواہی سے بچنا تنگی وآسانی میں آپ ﷺ کے اخلاق کو اپنانا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله))(سورة آل عمران: 31)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔''

آپ ﷺ کی تعلیمات کو ترجیح دینا، انہیں خواہش نفس سے مقدم رکھنا جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

((والذين تبؤ والدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدور هم حاجة مما اوتو ويوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة))(الحشر: 9)

''اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔''

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اتباع سنت میں مروی حدیث نقل کر کے قاضی عیاض نے فرمایا:

''جو شخص اس صفت سے متصف ہو گیا وہ اللہ ورسول ﷺ سے کامل طور پر محبت کرنے والا ہے اور جس نے ان میں سے کسی امر کی مخالف کی وہ محبت میں ناقص ہے، لیکن اس کے نام سے نہیں نکلے گا۔''

محبّ سے کوتاہی ونافرمانی بھی ہوسکتی ہے:

یہاں ہم ایک اہم امر پر تنبیہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر نافرمانی کرنیوالے سے محبت چھن نہیں جاتی گرچہ مفروض یہی ہے کہ محبّ مطیع ہوتا ہے، نافرمان نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی محبّ سے نافرمانی سرزد ہو جاتی ہے، مثلاً: شراب پینے والے صحابی کا واقعہ جنہیں شراب پینے پر بار بار سزا دی گئی، آخری دفعہ حضرت عمر نے ان پر لعنت کی کہ کتنی دفعہ تیرے ساتھ ایسے ہوا ہے۔؟

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تلعنوه فوالله ما علمت انه يحب الله ورسوله))(بخاري ، كتاب الحدود)

''اس پر لعنت نہ کرو۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔''

Marfat.com

حضور ﷺ نے یہ تصدیق فرمادی کہ یہ محبت میں سچا ہے لیکن اطاعت میں کوتاہی کرنے والا ہے، اس لئے سچے مومن پر لازم ہے کہ وہ شریعت کے مخالف فعل سے نفرت کرے مگر مومن عاصی کی ذات سے نفرت نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی زبان سے بیان فرمایا:

((قالوا ان لم تنتہ یلوط لتکونن من المخرجین o قال انی لعملکم من القالین o رب نجنی واھلی مما یعملون o فنجینہ واھلہ اجمعین o الا عجوزا فی الغبرین))(الشعراء: 171,167)

''قوم کے لوگوں نے کہا: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیئے جاؤ گے۔ فرمایا: میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام سے بچا۔ تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے عمل سے نفرت کی ہے، ان سے نفرت نہیں، ورنہ ان کیلئے دعا کیوں کرتے؟ مومن مطیع اور محبؐ کی شان یہی ہے کہ وہ عاصی مومن سے جب کوئی مکروہ فعل دیکھتا ہے تو اس فعل سے نفرت کرتا ہے اور مومن کیلئے ہدایت وتوفیق کی دعا کرتا ہے۔

محبت اور اطاعت لازم وملزوم ہیں:

محبت اور اطاعت آپس میں متلازم ہیں۔ ان میں جدائی نہیں ہوسکتی، سچی محبت اطاعت میں اضافہ کا سبب ہے اور اطاعت صحیحہ نافعہ، محبت بڑھاتی ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله و یغفر لکم ذنوبکم))(آل عمران: 31)

''اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

اگر محبت سچی وصادق ہو تو یہ متابعت پر مجبور کردیتی ہے۔ اس طرح حقیقی اتباع محبت کا پیکر بنادیتی ہے، اس لئے یہ ایک دوسرے کا متبادل نہیں، حضور ﷺ کے اس فعل سے بات خوب واضح ہوجاتی ہے۔ جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی:

((انا فتحنالك فتحاً مبیناًo لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر و یتم نعمته علیك ویھدیك صراطا مستقیما o وینصرك الله نصراً عزیزاًo))(الفتح: 3,1)

''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔''

اور یہ بات مسلمہ اور سابقہ انبیاء علیہم السلام میں معروف تھی کہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام معاملات پر اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے، کیونکہ حدیث حضرت ابو ہریرہ میں ہے کہ روز قیامت لوگ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر کہیں گے:

Marfat.com

((یا محمد انت رسول الله و خاتم الانبیاء وقد غفرلك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر اشفع لنا الی ربك))(بخاری و مسلم)

''اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں، انبیاء میں سے آخری اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے معاملات پر بخشش کی خوشخبری دی ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کرو۔''

شفاعت کے بارے میں ہی حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے:

((ولکن اتوا محمد ﷺ عبد قد غفر له ما تقدم من ذنبه و تاخر))(بخاری و مسلم)

''تم محمد ﷺ کی خدمت میں جاؤ وہ ایسی شخصیت ہیں جنہیں تمام معاملات پر بخشش کی خوشخبری سنا رکھی ہے۔''

اس مقام پر فائز ہونے کے باوجود اپنے رب کے حضور اتنی عبادت کرتے کہ قدم مبارک سوج جاتے، حالانکہ نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبت کرتا ہے، لیکن عبادت و اطاعت کے معاملہ میں کس قدر محنت و جدوجہد کی جارہی ہے کہ قدم مبارک تک سوج رہے ہیں۔

بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ سے ہے:

((قام حتی تفطر رجلاه فقالوا له اتصنع هذا قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر؟))

''آپ ﷺ اتنا قیام فرماتے کہ مبارک پاؤں سوج جاتے، عرض کیا: آپ ﷺ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے معاملات پر بخشش کی خوشخبری دی۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((افلا اکون عبدا شکورا))

''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟''

اگر فقط محبت کافی ہوتی تو آپ ﷺ اتنی محنت و جدوجہد کیوں فرماتے؟ حتیٰ کہ قدم مبارک سوج رہے ہیں، اسی پر اکتفا فرمالیتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فضل فرما رکھا تھا لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے آپ ﷺ نے خوب محنت و مشقت فرمائی ہے۔

اسی طرح جو رسول اللہ ﷺ کا سچا محب ہے، اس پر آپ ﷺ کی کامل اتباع و اطاعت بلکہ حسب استطاعت عمل کرنا لازم ہے، تاکہ آپ ﷺ کی معیت نصیب ہو۔

صحابہ کرام نے تو اسی طرح کیا آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں بھی اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی، بلکہ ان میں سے بعض نے اطاعت میں اس قدر اضافہ اور زیادتی کی کہ آپ ﷺ کو انہیں اعتدال اور وسط کی طرف لانا پڑا کیونکہ عمل قلیل پر دوام اور استمرار اس عمل کثیر سے بہتر ہوتا ہے جو ترک کر دیا جائے۔

جب حضرت عمرو بن العاص نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی شادی کی تو وہ عبادت و اطاعت کی وجہ سے بیوی کے پاس نہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اعتدال کا حکم فرمایا۔

انہی سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ مجھے معلوم ہوا:

Marfat.com

((انك تصوم النهار و تقوم الیل؟))

''تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟''

میں نے عرض کیا:

''ہاں! یا رسول اللہ ﷺ!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایسا نہ کرو۔''

((صم و افطر و قم و نم فان لجسدك عليك حقاً وان لعينيك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا وان لزورك عليك حقا))(بخاری و مسلم)

''(نفلی) روزہ رکھو بھی اور چھوڑو بھی، قیام بھی کرو اور آرام بھی کیا کرو، کیونکہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیرے آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے، اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔''

جب حضرت ابو درداء نے دنیا کو ترک کر دیا تو ان سے ملنے ان کے بھائی حضرت سلمان گئے، حضرت ام درداء کو خستہ حالت میں دیکھا تو پوچھا کیا وجہ ہے؟ انہوں نے بتایا:

((اخوك ابو الدرداء ليس له حاجة فى الدنيا))

''تمہارے بھائی ابو درداء کو دنیا کی ضرورت ہی نہیں۔''

تو حضرت سلمان نے حضرت ابو دردا کو بھی وہی کلمات کہے جو رسول اللہ ﷺ نے ابن عمر سے کہے تھے، جب اس بات کا تذکرہ ابو درداء نے حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((صدق سلمان))(بخاری، کتاب الصیام)

سلمان نے صحیح کہا۔

اسی طرح کا جواب آپ ﷺ نے ان صحابہ کو دیا تھا جنہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے پوچھا تھا۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

((اما والله انى لا خاشكم لله واتقاكم لكن اصوم وافطر واصلى وارتقد وازوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى))(بخاری و مسلم)

''اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے خوف رکھتا ہوں، میں سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہوں، لیکن روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کیے ہیں تو جس نے میرے طریقہ کو چھوڑ دیا وہ ہمارا نہیں۔''

جب حضرت عثمان بن مظعون نے عورتوں اور نکاح سے الگ ہونے اور عبادت کیلئے فارغ ہونے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے ہے:

((رد رسول الله ﷺ على عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لا ختصينا))

Marfat.com

(بخاری ومسلم، کتاب النکاح)

”عثمان بن مظعون نے مجرد ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اسے ردفرمادیا۔ اگر اس کی اجازت ہو جاتی تو ہم اپنے آپ کو خصی کر لیتے۔“

اس مذکورہ اختصار کا معنی عبادت میں کمی نہیں بلکہ عبادت میں اضافہ اور کثرت ہی مطلوب ہے، فرض، فرض ولازم جبکہ نوافل کی کثرت مستحب ہے، ہاں اس قدر کثرت نہیں کہ کام انسانی طاقت سے باہر ہو جائے اور بعد میں ترک عبادت کا سبب بن جائے یا اس کی وجہ سے دیگر واجبات ترک ہونے لگ جائیں بلکہ اعتدال مطلوب ہے اور حقوق کے درمیان نظم وضبط بھی مطلوب ہے، دونوں احوال میں سنت اور آپ ﷺ کے طریقہ پر قائم رہنا اور اس سے باہر نہ جانا لازم ہے۔ اتباع سنت کا التزام کرتے ہوئے نوافل میں اور اطاعت وعبادت میں کثرت پر آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے جو آپ ﷺ نے اپنے اللہ تعالیٰ سے روایت فرمایا ہے:

((من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضته علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی اخبه فاذا احبته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها و رجله التی بمشی بها وان سالنی لا عطینه ولن استعاذ بی الا عیدنه)) (بخاری، باب التواضع)

”جس نے میرے کسی دوست سے عداوت کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں جن چیزوں سے میرا بندہ میرا قرب پاتا ہے، ان میں فرائض سب سے اہم ہیں، بندہ جب نوافل کے ذریعہ قرب پاتا ہے تو وہ میرا محبوب بن جاتا ہے، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی قوت سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی قوتِ بصر بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بنتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں عطا کرتا ہوں اور مجھ سے سایہ رحمت مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں۔“

بندہ جتنے اعمال بجالاتا ہے، ان میں فرض تقرب کے حوالے سے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور نوافل میں کثرت، عبد کو اللہ کا مقرب بنانے میں محبوب ہے بلکہ یہ اس مقرب بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہے لیکن ان میں طاقت کے مطابق اور سنت کے موافق ہونا اور بدعت وایجاد سے دور رہنا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان لکل عابد من شرة ولکل شرة فترة فاما الی سنة واما الی بدعة فمن کانت فترته الی سنة فقد اهتدی ومن کانت فترته الی غیر ذلك فقد هلك))

”بلاشبہ ہر عابد کیلئے ذوق وشوق ہے اور ہر شوق کیلئے کمزوری رکاوٹ ہے، پس یا تو سنت کی طرف رغبت ہوگی یا بدعت کی طرف جس کی رغبت سنت کی طرف ہوگی وہ ہدایت پا جائے گا اور جس کی رغبت اس کے علاوہ کی طرف ہوگی وہ ہلاک ہوگیا۔“

اسے امام احمد، طبرانی، طحاوی، ابن حبان وغیرہ نے سند صحیح سے روایت کیا۔

یہ روایت حضرت ابو ہریرہ، حضرت جعدہ بن بصیرہ، ابن عباس اور حضرت ابوامامہ سے بھی مروی ہے۔

(مسند احمد 2-158)

Marfat.com

عبادت میں کثرت منع نہیں یہ تو امور محمودہ میں سے ہے، ہاں ایسی زیادتی جس سے بے ذوقی اور ملال ہو جائے منع ہے یا نفلی عبادت میں اتنا مبالغہ کرنا کہ اس سے افضل عمل ترک ہو جائے یا فرض کا وقت نکل جائے مثلاً: ایک آدمی ساری رات قیام کرتا ہے اور رات کے آخری حصے میں سو جاتا ہے کہ صبح کی جماعت رہ جاتی ہے یا اس کا مستحب وقت نکل جاتا ہے یا فرض نماز فوت ہو جاتی ہے تو شریعت میں ایسی شدت جو یہاں تک پہنچا دے منع ہے۔

((ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الاغلبه فسددوا وقاربوا وابشروا واستعینوا بالغدوة والروحة و شئی من الداجة))(بخاری، کتاب الایمان)

''دین سراپا آسانی ہے جو دین میں شدت اختیار کرے گا وہ مغلوب ہو جائے گا، لہٰذا اعتدال پر قربت پیدا کرو، مژدہ سنایا کرو، صبح وشام اس سے مدد طلب کیا کرو اور رات کے کچھ حصہ سے۔''

اس لئے اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے نہ کمی اور نہ زیادتی، اوقات نشاط میں عبادت کی تعلیم دی اور تین اوقات کا ذکر کیا، صبح، شام اور رات کا کچھ حصہ۔

حضور ﷺ نے واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ پسند ہے جس پر دوام ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یایها الناس علیکم من الاعمال ما تطیقون فان الله لا یمل حتی تملوا وان احب الاعمال الی الله ما دوم علیه وان قل))(بخاری و مسلم، کتاب الایمان)

''اے لوگو! تم پر حسب طاقت اعمال لازم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک ملال نہیں فرماتا جب تم ملال میں نہ پڑھو، اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ محبوب و پسند ہے جس پر دوام ہو اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

اس لئے کہ دائمی قلیل عمل سے اطاعت کا سلسلہ جاری رہتا ہے کبھی ذکر سے، کبھی مراقبہ، کبھی اخلاص اور کبھی توجہ الی اللہ سے بخلاف کثیر شاق عمل کے اس میں یہ نہیں، قلیل دائمی میں اس کثیر سے اضافہ بطور ثواب ہوتا رہتا ہے۔ جو ختم ہو جانے والا ہو۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

''احب الدائم (دائمی عمل زیادہ محبوب ہے) کے دو معانی ہیں: پہلا: عمل شروع کر کے چھوڑنے والا ایسے ہی ہے جیسے وصل کے بعد اعراض کرنے والا اور ایسا شخص قابل مذمت ہوتا ہے اس لئے اس شخص کے حق میں وعید آئی ہے۔ جس نے کسی آیت کو یاد کر کے بھلا دیا اگرچہ حفظ سے پہلے اس کی یہ ذمہ داری نہ تھی۔ دوسرا: دائمی خیر کرنے والا، مالک کی خدمت میں ہی رہتا ہے، جو ہر روز کسی نہ کسی وقت چوکھٹ پر آ پہنچتا ہو اس کے برابر وہ کہاں ہو سکتا ہے جو ایک مرتبہ پورا دن آئے پھر نہ آئے۔''

(فتح الباری:1-103)

خلاصہ یہ ہے کہ محبت اور اطاعت کے درمیان تلازم ہے۔ محبت صادقہ اطاعت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اطاعت صحیحہ، محبت میں کمال پیدا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ لیجئے:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم))(آل عمران: 31)

Marfat.com

''اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

جیسا کہ ان کے درمیان اس طرح بھی تلازم ہے کہ محبت صادقہ دونوں احوال میں اتباع میں ابھارتی ہے۔ حالت اقبال، حالت فترت اور دونوں سنت کے مطابق ہوں۔ اور محب صادق سوائے حالت غفلت کے معصیت کا مرتکب نہیں ہوتا۔

دعویٰ محبت...... محبت رسول اور اس کے تقاضے:

اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو شخص کسی شے کا دعویٰ کرے خصوصاً جب وہ شے مخفی ہو تو اسے وہ امتحان کے ذریعے واضح فرمادیتا ہے۔ جب یہود و نصاریٰ نے یہ دعویٰ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ لہٰذا وہ خوب ذلیل و رسوا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا اس سلسلہ میں مبارک فرمان ہے:

((وقالت الیھود والنصری نحن ابنؤا اللّٰہ واحبّاؤہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم ان انتم بشر ممن مخلق یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء))(المائدۃ: 18)

''اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ تم فرمادو: پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات میں سے، جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے۔''

یعنی محب، محبوب کو عذاب نہیں دیتا تو اگر یہ جھوٹے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دیتا، ان کی کذب بیانی یہ بھی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے:

((لم یلد ولم یولد))(سورئہ اخلاص: 3)

''نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔''

پھر محب، اپنے محبوب کی ملاقات چاہتا ہے تو جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کا دعویٰ کیا تھا تو یہ تو ان کا نہایت بلند مقام تھا پھر انہیں موت کی دعا کرنی چاہیے تھی لیکن وہ ایسا کیسے کر سکتے تھے؟ اللہ تعالیٰ یہود کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

((قل ان کانت لکم الدار الاٰخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین ٥ ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین))(البقرہ :95,94)

''تم فرماؤ: اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ کہ اوروں کیلئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو، اگر سچے ہو اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔''

((قل یایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین ٥ ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظلمین))(الجمعہ 7,6)

''تم فرماؤ: اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کوتاہیوں کے سبب جو انکے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔''

ہر مدعی کا یہ حال ہے، شواہد امتحان ہی اسے واضح کرتے ہیں، یہ یہود حضور ﷺ کو سچا سمجھتے تھے مگر آپ ﷺ کی تکذیب

Marfat.com

کی، پھر اس دنیاوی زندگی کے حریص بن گئے اور موت کی تمنا سے بھاگ گئے اگر تمنا کرتے تو سب مرجاتے کوئی یہودی زمین پر باقی نہ رہتا۔

جبکہ محب صادق، محبوب کی ملاقات ووصال کیلئے تڑپتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی عادت ہے وہ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے، اگر وہ سچے ہوں تو ان کے درجات بلند اور ان میں اضافہ فرماتے ہوئے ثواب کبیر عطا فرماتا ہے اور اگر جھوٹے ہوں تو پھر انہیں رسوا وذلیل فرمادیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم o احسب الناس ان يتركوا ان قولوا امنا وهم لا يفتنون o ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا وليعلمن الكذبين))(العنكبوت:3,1)

"الم o کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی اور بے شک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔"

یہی وجہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام پر سب سے بڑھ کر آزمائش اور امتحانات آتے ہیں تاکہ ان کے درجات میں مزید ترقی عطا کی جائے اور خوب ثواب پائیں اور جیسے جیسے انسان قرب پاتا ہے اور ان کے مشابہ ہوتا ہے تو اس پر بھی آزمائش زیادہ آتی ہے، اس لئے محبین، انبیاء علیہم السلام کے بعد زیادہ آزمائے جاتے ہیں، کیونکہ وہ انبیاء کے ساتھ مشابہت، امثال اور مشاکلت کے مدعی ہوتے ہیں، اگر تو وہ محض لاف زنی کرنیوالے ہوتے ہیں، ننگے ہوجائیں گے اور اگر سچے ہوں گے تو درجہ معیت پالیں گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!

((اى الناس اشد بلاء ؟))

"سب سے بڑی آزمائش کس کی ہوتی ہے؟"

آپ نے فرمایا:

((الانبياء ثم الصالحون ثم الامثل من الناس يبتلي الرجل على حسب دينه فان كان فى دينه صلابة زيد فى بلائه دين كان فيدينه رقة خفف عنه ولا يزال البلاء بالعبد حتى يمشى على الارض وما خطيئة))(مسند احمد :172,1)

"حضرات انبیاء کی، پھر صالحین کی، پھر جوان کے قریب ہے۔ پھر لوگوں میں سے جو ان کے قریب ہے۔ ہر آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں پختگی ہو تو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے اور اگر دین میں نرمی ہو تو پھر اس سے رعایت کی جاتی ہے۔ بندے پر آزمائش قائم رہتی ہے حتیٰ کہ زمین پر چلتا ہے اور اس کے ذمہ خطا نہیں ہوتی۔"

حدیث میں الفاظ "فان كان فى دينه صلابة" (اگر اس کے دین میں پختگی ہوئی) غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے دین میں نرمی یا پختگی کا سوال ہی نہیں، ان کا معاملہ اس سے بالاتر ہے۔ یہ بات صالحین کی ہے جب ان پر ابتلا آتا ہے اور وہ صبر وہمت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ جھاڑ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ زمین پر چل رہے

Marfat.com

ہوتے ہیں مگر ان کے ذمہ خطا نہیں رہتی۔

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جیسے جیسے انسان کا ایمان قوی، اس کا رتبہ بلند اور مقام اعلیٰ ہو اس پر آزمائش بھی زیادہ ہوتی ہے، تا کہ وہ درجات عالیہ اور خوب قرب پاسکے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس نے عرض کیا تھا۔ آزمائشوں کی مختلف انواع ذکر کرنے کے بعد عام فرمادیا:

((واللہ یا رسول اللہ انی لا حبک))

''یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے۔''

فرمایا:

((ان البلایا اسرع الی من یحبنی من السیل الی منتھاہ))(مسند احمد، ترمذی)

''میرے ساتھ محبت کرنے والے پر مصیبتیں اس طرح آتی ہیں جیسے سیلاب اپنی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔''

((الذین اذا اصابتھم مصیبۃ))(البقرہ:156)

''جب ان پر کوئی مصیبت پڑے۔''

تا کہ ہر آزمائش کا بیان ہو جائے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا:

((اذا انقطع شع احد کم فلیستر جع فانہ من المصائب))(مستدرک:4-331)

''اگر کسی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو انا للہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبت ہے۔''

یہ روایت حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو امامہ اور حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے۔

بلکہ جب کسی مسلمان کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو یہ مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمادیتا ہے، سیئات مٹادیتا ہے اور اس کے بعض گناہ بھی معاف فرمادیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مامن مسلم یصیبہ اذی شوکۃ فما فوقھا انہ کفر اللہ بھا سیاتہ ما تحط الشجرۃ ورقھا))

(بخاری ومسلم، کتاب المرضیٰ)

''کسی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے کم درجہ کی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس طرح اس کے گناہ معاف فرماتا جیسے درخت کے پتے جڑھتے ہیں۔''

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

((فی کل ما یصاب بہ المسلم کفارۃ حتی الغکبۃ ینکبھا او الشوکۃ یشاکھا))(مسلم، کتاب البر)

حدیث اول میں شوکۃ فما فوقھا مراد جنس کانٹا نہیں، تنوین یہاں تقلیل کیلئے ہے تا کہ اس سے بڑے اور حقیر کا اس پر ترتب ہو سکے، اس میں دونوں کا احتمال یعنی کانٹے سے کوئی شے بڑی ہو یا اس سے حقیر ہو۔

جب انسان، عافیت میں ہو تو ابتلا نہ مانگے، جب آرام میں ہو، مشقت نہ مانگے، جب غنی ہو فقر کا سوال نہ کرے، جب

Marfat.com

صحت مند ہو مرض نہ مانگے ،اس لئے کہ بعض ایسی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے جس کے نہ اٹھانے کی طاقت اور نہ اسے دفع کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔اسی لئے آپ ﷺ مصیبت کی تکلیف سے پناہ مانگا کرتے۔

((يتعوذ من جهد البلاء و ترك الشقاء))(بخاری و مسلم ، کتاب الدعوات)

''تکلیف ومعصیت کی پریشانی سے اور بدبختی سے پناہ مانگتے تھے۔''

بخاری میں الفاظ ہیں:

((تعوذو ابالله من جهد البلاء))

''تکلیف کی پریشانی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔''

حافظ ابن حجر نے امام ابن ابطال سے نقل کیا کہ ''جهد البلاء'' سے مراد ہے:

((كل ما اصابالمر من شدة مشقة و ما له طاقة له بحمله و لا يقدر على دفعه))

(فتح الباری 11-149)

''ہر وہ تکلیف جس کا برداشت کرنا دشوار ہو اور اس کے دور کرنے کی طاقت نہ ہو۔''

اسی لئے آپ ﷺ اپنے لئے عافیت کی دعا کیا کرتے:

((للهم انى اسالك العافية))

''اے اللہ! میں آپ سے عافیت مانگتا ہوں۔''

صحابہ کو آپ ﷺ نے اس دعا کی تعلیم دی:

((اللهم عافنى فى بدنى اللهم عافنى فى جسدى اللهم عافنى فى بصرى))

(مسلم، کتاب الذکر)

''اے اللہ! میرے بدن میں عافیت عطا فرما، اے اللہ! میرے جسم کو عافیت عطا فرما۔ اے اللہ! میری آنکھوں کو عافیت عطا فرما۔''

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے:

((لاتتمنوالقاء العدو واسا لوا الله العافية))(بخاری و مسلم ، کتاب الجهاد)

''دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہا کرو۔''

سیدنا ابو بکر صدیق سے مروی ہے:

((لان اعافى فاشكر احب من ان ابتلى فاصبر))(فتح البارى 6-156)

''مجھے عافیت میں شکر کرنا آسان ومحبوب ہے، اس سے کہ مصیبت میں صبر کروں۔''

بعض اوقات انسان ابتلا وتکلیف کا سوال کرتا ہے تو اس پر ایسی تکلیف آجاتی ہے کہ اس کے اٹھانے سے وہ عاجز ہوتا ہے اور اس پر صبر نہیں کر سکتا تو وہ اس سے جزع وضعف کے سوا کچھ نہیں پاتا تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر اس کا معاملہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابی بن کعب والا ہو تو کیا ہی بات ہے، لیکن اتنا صبر واستقلال آج کس میں ہے؟

ہم اللہ تعالیٰ سے صحت وبدن اور دین ودنیا میں عافیت اور معافات مانگتے ہیں اور اگر وہ ابتلا فرمائے تو اس میں صبر وتحمل

Marfat.com

عطا فرمائے اور اسے اللہ تعالیٰ مزید فضل کا سبب بنا دے کیونکہ وہ تو ثواب جزیل اور اجر عمیم کا مالک ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی جو نہایت ہی چوزے کی طرح کمزور ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں پوچھا:

((هل كنت تدعو بشيء))

''کیا تم نے اللہ سے کوئی شی مانگی تھی؟''

عرض کیا: ہاں! میں نے یہ مانگا تھا:

((اللهم ما كنت معا قبى به في الاخرة فعجله في الدنيا))

''اے اللہ! جو کچھ (سزا و عذاب) مجھے آخرت میں دینا ہے وہ مجھے دنیا میں ہی عطا فرما دے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ!

((لا تستطيعه افلا قلت اللهم اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار))

''کیا تو یہ دعا نہیں کرسکتا: اے اللہ! میری دنیا بھی بہتر فرما اور آخرت بھی اور ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما۔''

اس مسلمان نے اسی طرح دعا کی تو اسے شفاء ہوگئی۔ (مسلم، کتاب الذکر)

تو آپ ﷺ نے اس کی علت طاقت نہ رکھنا ہی بیان فرمائی ہے۔ باقی یہ کوئی شرط نہیں کہ ہر محبت کو ضروری آزمایا جاتا ہے۔ جو آرام میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا رہے کیونکہ بلا کی مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی یہ پریشانی وغم اور کبھی قتل، بعض اوقات بڑی آزمائش معاف فرما کر چھوٹی ڈال دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا کرم کرنے والا ہے۔

اس لئے بھی کہ بلا نعمت کے مقابلہ میں ہوتی ہے، جس پر نعمت زیادہ ہوگی اس کی بلا بھی شدید ہوگی، اس لئے انبیاء علیہم السلام پر سب سے سخت امتحان آتا ہے، آزاد کی سزا غلام کی سزا سے دوگنی ہوتی ہے۔ امہات المومنین سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ينساء النبي من يات منكن بفاحشة مبينة تضعف لها العذاب ضعفين وكان ذلك على الله يسيرا ٥ ومن يقنت منكن لله ورسوله وتعمل صالحا نوتها اجرها مرتين واعتدنا لها رزقا كريما ٥ ينساء النبي لستن كاحد من النساء)) (الاحزاب: 32,30)

''اے نبی کی بیویو! جو تم میں صریح حیاء کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دوگنا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دوگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کیلئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔''

وہ واقعی دیگر خواتین کی طرح نہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر نعمت ہے کہ وہ تمام اہل ایمان کی مائیں اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ اس نعمت کے برابر کسی کے پاس نعمت کہاں؟ تو جب ان کا ثواب دوگنا ہے تو عقاب بھی دوگنا ہوگا، لیکن جس کا درجہ کم ہے اس کا ابتلاء بہت کم ہوگا لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دنیا سے بغیر خطا جائے گا کیونکہ اس امت کی سزا دنیا میں ہے بخلاف سابقہ امم کے۔

Marfat.com

امام ابن جوزی نے حدیث حضرت ابن مسعود کے تحت لکھا ہے:
''حدیث اس پر دال ہے کہ قوی بوجھ کو اٹھالیتا ہے اور ضعیف پر نرمی کی جاتی ہے، مگر یہ کہ جیسے جیسے ابتلاء میں ڈالنے والے کی معرفت زیادہ ہوتی چلی جائے گی، بلا آسان ہو جائے گی، بعض کی نظر بلا کی وجہ سے اجر پر ہوتی ہے اس کیلئے بھی آسان ہو جاتی ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ اس شخص کا ہے جو یہ جانے مالک اپنی ملکیت میں، جو چاہے کرے، وہ اسے تسلیم کرے اعراض نہ کرے۔ پھر اس سے بلند اس کا مرتبہ ہو جو محبت کی وجہ سے دفع بلا طلب ہی نہیں کرتا پھر آخری مرتبہ اس کا ہے جو بلا میں لذت پاتا ہے۔ کیونکہ وہ اختیار سے بھی نکل چکا ہے۔'' (فتح الباری 10-112)

حضرت انبیاء علیہم السلام کے امتحانات کو اسی پر محمول کرو، حضرت آدم و نوح ہوں یا حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل ہوں یا حضرت یعقوب یا حضرت ایوب و حضرت یوسف اور آخری ہمارے نبی علیہم وعلی نبینا الصلاۃ والسلام انہوں نے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بلند درجات پائے ہیں اور اپنے متبعین کیلئے عظیم کردار پیش کیا ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزماتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے۔

جب محب صبر کا مظاہرہ کرتا ہے اس کے اندر کی طہارت، اس کے جوہر کی صفائی اس کے تعلق کی صحت، اس کی دوستی کی سچائی اور اس کی اتباع کا کمال سامنے آجاتا ہے۔ پھر وہ محبوب کی معیت و سنگت پاتا ہے اسے اور قرب ملتا ہے، اس کی محبت اس کیلئے نافع ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ عمل میں کوتاہی کرنے والا ہو، سچی محبت، قلت عمل کے باوجود نافع ہوا کرتی ہے، قلت عمل سے ہماری مراد فرائض و نوافل کی محافظت کے علاوہ ہے، یعنی کثرت نوافل نہ ہو، اس لئے کہ دائمی قلیل عمل، کثیر ختم ہونے والے عمل سے افضل ہوا کرتا ہے۔

جیسے کہ سچی محبت، گناہوں سے معصوم نہیں بنا دیتی بلکہ کبھی محب معصیت کا ارتکاب کر سکتا ہے، خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جیسا کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک گزرا:

((لتلعنه فانه يحب الله ورسوله)) (بخاری)

''اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔''

سچی محبت، عمل کے خلل، نقص اور کمی کو پورا کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ محب، محبوب کی معیت کو پالیتا ہے، حالانکہ وہ ان جیسے اعمال کی اطاعت نہیں رکھتا۔

محب، عمل پر حریص ہوتا ہے لیکن اس کے اور ادائے کامل کے درمیان کئی عوارضات لاحق ہوتے ہیں، مثلاً ضعف جسم، بیماریاں، قلت وقت، کسب معاش، بچوں کی پرورش، بوڑھے والدین کی خدمت، قلت رزق وغیرہ۔

اس کی اس ارشاد سے وضاحت ہو جاتی ہے:

((ان الرجل يحب القوم ولا يستطيع ان يعمل عملهم))

''بعض اوقات آدمی کسی سے محبت رکھتا ہے مگر ان جیسا اعمال کی طاقت نہیں رکھتا۔''

''لا یستطیع'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ محب ادائیگی پر حریص ہے، لیکن اسے طاقت نہیں۔

((ولو كان له طاقة لفعل))

''اگر اسے طاقت ہوتی تو وہ کر گزرتا۔''

Marfat.com

اس پر بہت سے مظاہر ہیں۔
حضرت ابو کبشہ انماری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((عبد رزقه الله مالاً وعلماً فهو يتقي فيه ربه ويصل فيه رحمة ويعلم لله فيه حقاً فهذا بافضل المنازل و عبد رزقه الله علماً و لم يرزقه مالا فهو صادق النية يقوله لو ان لي مالا لعملت بعمل فلان فهو بنيته فاجر هما سواء))(مسند احمد: 4-230)
''بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا فرمایا اور وہ اس میں تقویٰ اختیار کرے ہوئے صلہ رحمی سے کام لیتا ہے اور اللہ کی خاطر پھیلاتا ہے تو یہ افضل درجہ ہے، دوسرا وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا مگر مال نہ دیا لیکن سچی نیت والا ہے کہ اگر مجھے مال ملے تو میں بھی فلاں کی طرح راہ خدا میں خرچ کروں تو ان دونوں کا اجر برابر ہے۔''
یہ دونوں اجر میں برابر ٹھہرے حالانکہ دوسرے کے پاس مال نہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا اور اس کی نیت صحیح ہے تو اس کا اجر پہلے کی طرح ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:
((انما الاعمال بالنيات))
''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''
اب محبّ صادق اور محض مدعی محبت کا فرق واضح ہو چکا ہے، محبّ صادق امتحان کے وقت ثابت قدم رہ کر محبوب کی معیت، قرب، بلند درجات اور گناہوں کی بخشش کروالیتا ہے اور مدعیان محبت کو آزمائش و امتحانات ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں، وہ راستہ بھٹک جاتے ہیں، ان کے درجات ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ ان کو رسوا فرما دیتا ہے۔
نساله تعالیٰ مزيد فضله و رضاه من غير ابتلاء ولا محنة آمين

عمل کی طاقت اور محبت کا رویہ:

جیسا کہ پہلے گزرا اطاعت کے باعث دو امور ہیں:
1: شوق۔ 2: خوف۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
((ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال لها وللارض اتيا طوعاً او كرهاً قالتا اتينا طائعين)) (حم السجدہ: 11)
''پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے، دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔''
جیسا کہ عبادت کا باعث بھی یہی امور ہیں۔ شوق و خوف۔
اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:
((وله اسلم من في السموات والارض طوعاً و كرهاً))(آل عمران: 83)
''اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا ناخوشی سے۔''

Marfat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

((للہ یسجد من فی السموات والارض طوعا و کرھا))(الرعد:15)

''اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے یا ناخوشی سے۔''

اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی اس کی عبادت ہے، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دے رکھا ہے تو جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ ﷺ کی اطاعت ترک کر دی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت ہی رؤف و رحیم ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے نبی وصفی ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت اور اہل ایمان کے لئے رؤف و رحیم اور تمام مخلوق کے لئے سراپا رحمت بنایا۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء و حکمت کے تحت لوگوں کو قوت، فہم، ادراک اور طول وضخامت میں مختلف بنایا ہے اس طرح اس نے اطاعت و فرمانبرداری میں بھی لوگوں کو مختلف بنایا، لیکن یہاں ایک حد ہے جس سے انسان نیچے نہیں آ سکتا ہے اور بلندی کیلئے میدان کھلا چھوڑ دیا ہر کوئی اپنی بلند ہمتی، اطاعت، خوشی، نیت، صدق اور محبت سے جتنا آگے بڑھ سکتا ہے بڑھ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین حصص میں تقسیم فرما دیا ہے:

1۔ خیرات میں آگے بڑھ جانے والے۔

2۔ معتدل۔

3۔ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے۔

اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے:

((ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظلم لنفسه ومنھم مقتصد و منھم سابق بالخیرت باذن الله ذلك هو الفضل الکبیر o جنت عدن یدخلونها یحلون فیها من اساور من ذھب ولولوء اولباسھم فیھا حریر o وقالوا الحمد لله الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور o الذی احلنا دارالمقامة من فضله لا یمسنا فیها نصب ولا یمسنا فیها لغوب o والذین کفروا لھم نار جھنم لا یقضی علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم))(فاطر:36,32)

''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا، یہی بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے۔ وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے اور کہیں گے: سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا۔ بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا، اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تھکان لاحق ہو اور جنہوں نے کفر کیا ان کیلئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کی قضا آئے کہ مر جائیں اور نہ ان پر ہلکا کیا جائے۔''

Marfat.com

پہلی آیت میں اس امت کا انتخاب، کتاب کا وارث اور تین حصص میں اس کی تقسیم بیان کی پھر ان کا ثواب بیان فرمایا، آخری آیت کے الفاظ والذین کفروا بتا رہے ہیں اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا اسی امت سے ہوگا اور یہ وہ تیسری قسم ہے جو دوزخ میں داخل ہوگی، پھر وہاں شفاعات اور کبیر متعال رب کی رحمت بہا کر جنت میں منتقل کر دے گی۔

اس آیت میں اسی چیز کا بیان ہے جو سورۃ واقعہ میں ہے:

((وکنتم ازواجا ثلثة o فاصحب المیمنة ما اصحب المیمنة واصحب المشئمة ما اصحب المشئمة والسبقون السبقون o اولئك المقربون))(الواقعہ: 11,7)

''اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے تو داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہ مقرب بارگاہ ہیں۔''

تو اصحاب المیمنہ وہ ہوں گے جو عرش کی دائیں طرف اور ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، اصحاب شمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو عرش کے بائیں طرف اور اعمال نامے بائیں ہاتھ میں ہوں گے، رہ گئے سابقون تو وہ سامنے ہوں گے ان میں انبیاء ورسل، صدیقین اور شہدء ہوں گے۔

تو قسم اول (خیرات میں سابق) وہ لوگ ہیں جو فرائض، واجبات اور مستحبات کو بجالاتے ہیں اور محرمات، مکروہات اور بعض مباحات کے بھی تارک ہوتے ہیں۔

دوسری قسم (معتدل) وہ لوگ ہیں جو فرائض کی پابندی کرتے ہیں، محرمات سے کرتے ہیں، کبھی بعض مستحبات کو ترک کر دیتے ہیں اور بعض مکروہات اپنا لیتے ہیں۔ تیسری قسم (ظالم) جو بعض فرائض میں کوتاہی برتتے ہیں جیسا کہ وہ بعض محرمات کو بجالاتے ہیں۔

یہی نظیر ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی:

((واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملاً صالحاً و اخر سیئا عسی الله ان یتوب علیهم ان الله غفور رحیم))(التوبہ 102)

''اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا اک کام اچھا اور دوسرا برا، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

جیسے کہ حضرت سمرہ جندب والی حدیث اس کو واضح کر رہی ہے:

((اما القوم الذین کانوا شطر منهم حسنوا شطر منهم قبیح فانهم خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا تجاوز الله عنهم))(بخاری، کتاب التفسیر)

''قوم میں کچھ لوگ حسن اور کچھ قبیح ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اعمال صالح اور سیئات میں اختلاط کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا۔''

خود اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اطاعت ومغفرت اور اپنی جنت کی طرف جلدی کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

((واللہ یدعوا الی دار السلم))(یونس: 25)

''اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے۔''

Marfat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

((وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین))

(آل عمران:133)

''بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ، تیار ہوئی ہے ان کیلئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

پیچھے گزرا حضورﷺ جنت کی طرف داعی ہیں، اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ کی دعوت اور اس کے رسول کی دعوت قبول کی مگر قبولیت میں اختلاف ہے اس کی بھی تین اقسام ہیں:

1: جو ثواب کے شوق اور عقاب کے خوف سے عمل کرے

2: جو مقام، قرب اور بلند درجات کیلئے عمل کرے۔

3: جو اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے حق کی ادائیگی اور بطور شکر عمل کرے۔

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ آخرت کے لئے عمل کرنے والے دو طرح کے ہیں:

1: جو اجر و ثواب کیلئے عمل کریں۔

2: جو درجات کی بلندی کیلئے عمل کریں، یہ لوگ آپس میں مسابقت کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں دوسرے سے بڑھ کر قرب نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید میں دونوں اقسام کا ذکر یوں فرمایا ہے:

((ان المصدقین والمصدقت واقرضوا اللہ قرضاً حسناً یصعف لھم ولھم اجر کریم))

(الحدید:18)

''بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کو دوگنا اجر ملے گا اور ان کیلئے عزت کا ثواب ہے۔''

یہ اصحاب اجر و ثواب کا تذکرہ ہے۔ پھر فرمایا:

((والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون))(الحدید:19)

''اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔''

یہ اصحاب منزلت و قرب کا ذکر ہے۔ ان کے بعد شہداء کا ذکر فرمایا۔ یا تو ان کا ذکر بطور وصف ہے تو اب صدیقین اور شہداء کا ایک مقام ہوگا یا بطور عطف ہے تو اب شہداء سے نیا کلام ہوگا اس کے بعد اشقیاء کا تذکرہ فرمایا۔ پھر لکھا: مقصود یہ ہے کہ اللہ تالیٰ نے یہاں اصحاب اجر و مراتب کا ذکر کیا ہے اور یہ وہی دو چیزیں ہیں جن کا ذکر فرعون نے جادوگروں سے بطور لالچ کیا تھا، جب انہوں نے فرعون سے کہا:

((اء ن لنا لاجرا ان کنا نحن الغلبین قال نعم وانتم اذا لمن المقربین))(الشعراء:42,41)

''کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے؟ بولا ہاں اور اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے۔''

Marfat.com

یعنی میں نے تمہارے لئے اجر اور اپنے ہاں مقام اور قرب مقرر کر دیا ہے تو کچھ عاملین، اجر کی خاطر عمل کرتے ہیں اور عارفین مراتب، منزلت اور قرب الٰہی کے لئے عمل کرتے ہیں، ان کے اعمال قلب ان پہلوں سے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے اعمال بدنی بھی ان سے زیادہ ہوتے ہیں۔

ایک بلند ترین مرتبہ:

ہم کہتے ہیں یہاں ایک اور مرتبہ بھی ہے جو ان دونوں سے بلند ہے کہ بندہ عمل اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے حق کی ادائیگی اور اس کی غیر محدود نعمتوں پر بطور شکر یہ کرے اس معنی کی وضاحت سورۃ الفتح کا نزول کر رہا ہے، کیونکہ اس میں ہے:

((لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر))(الفتح:2)

''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے۔''

دیکھا کتنا بلند مقام حاصل ہو گیا، اب اس کے بعد آپ بذریعہ عبادت کیا حاصل کریں گے؟

حالانکہ آپ ﷺ اتنی دیر عبادت کرتے ہیں کہ پاؤں مبارک سوجھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں:

((افلا اکون عبدا شکورا))

''میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

''افلا'' میں ''فا'' سببیت کیلئے ہے، اب محذوف عبارت یوں ہوگی۔

((اء ترک تھجدی لما غفر لی فلا اکون عبدا شکورا!))

''کیا میں اس لئے تہجد ترک کر دوں کہ میری مغفرت ہوگئی ہے، میں کیوں نہ شکر گزار بندہ بنوں۔؟''

یعنی مغفرت تو اس تہجد کے بطور شکر یہ پڑھنے کا سبب ہے تو میں اسے کیسے ترک کر دوں؟

اسی لئے امام قرطبی نے فرمایا:

''جن لوگوں نے آپ ﷺ سے عبادت میں مشقت کے بارے میں پوچھا تھا ان کے ذہن میں تھا کہ عبادت فقط گناہوں پر خوف اور مغفرت و رحمت کی خاطر کی جاتی ہے اور جس کیلئے اللہ تعالیٰ مغفرت کی ضمانت قرآن میں بیان کر دے وہ اب اس چیز کا محتاج نہیں رہ جاتا تو آپ ﷺ نے ان کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عبادت کا سبب محض یہی نہیں بلکہ ایک اور سبب بھی ہے، وہ یہ ہے کہ مغفرت پر شکر ادا کیا جائے کیونکہ یہ ایسی نعمت ہے جس پر کسی کا استحقاق نہیں لہٰذا اس پر کثرت شکر لازم ہے اور شکر کیا ہے؟ نعمت کا اعتراف اور خدمت کیلئے حاضر رہنا، جس میں یہ صفت کثرت کے ساتھ ہو اسے ''شکور'' کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وقلیل من عبادی الشکور))(سبا 13)

''میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔''

حضور ﷺ کے مبارک فرمان:

((افلا اکون عبدا شکورا))

''میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

Marfat.com

اس میں دو امور ہیں:

1: آپ ﷺ کا عبد ہونا۔

2: اور آپ ﷺ کا عبد شکور ہونا۔

لفظ شکور، شاکر سے مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ شکر کرنے والے، یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اعلیٰ مقامات مثلاً: آپ ﷺ پر نزول قرآن کے بیان میں، اسراو معراج کے موقع پر اسی طرح دعوت شروع کرنے کے موقعہ آپ ﷺ کا وصف، عبدیت ہی ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتب))(الکهف: 1)

''سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔''

((تبرك الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا))(الفرقان: 1)

''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((سبحان الذی اسری بعبده لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی))(بنی اسرائیل: 1)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔''

تیسرے مقام پر ہے:

((والنجم اذهوی (الی قولی تعالی) فاوحی الی عبده ما اوحی))(النجم: 10,1)

''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اترے۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔''

چوتھے مقام پر فرمایا:

((وانه لما قام عبد الله یدعوه کادو یکونون علیه لبدا))(الجن: 19)

''اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کو کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ لقب عطا فرمایا اور ساتھ ساتھ مغفرت کا اعلان بھی فرما دیا تو پھر آپ ﷺ کی عبادت، اب اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے حق کی ادائیگی اور اس کے انعامات پر شکر ہے اور یہ آپ ﷺ کے خاص نہیں ورنہ اہل بدر کے بارے میں کیا کہا جائے گا ان کے بھی اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی بشارت ہے۔

حضرت علی سے قصہ حضرت حاطب میں مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروق کو ان کے بارے میں فرمایا تھا:

((انه شهد بدرا وما یدریك لعل الله اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا انتم فقد غفرت لکم))

''وہ بدری ہیں۔ تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر خصوصی کرم فرمایا اور فرمایا: اب تم جو کرو میں نے تمہیں معاف فرما دیا ہے۔''

بخاری کی ایک روایت میں ہے:

Marfat.com

((فقد وجبت لکم الجنة))

''تمہارے لئے جنت ثابت ہو چکی ہے۔''

ایک روایت میں ہے:

((ان اللہ اطلع علی اهل بدر))(بخاری، کتاب الجهاد)

''اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر رحمت فرمائی ہے۔''

اسی طرح ان لوگوں کا حکم جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں عمل سے

((غفرله ما تقدم منذنبه وما تاخر))

''اس کے سابقہ اور آئندہ گناہ معاف ہو گئے۔''

اس طرح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی بیعت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

((لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم))(الفتح :18)

''تحقیق اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا، جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، پس اللہ تعالیٰ جانتا تھا جو ان کے دلوں میں تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون نازل فرمایا۔''

تو کیا یہ تمام لوگ گناہوں کی مغفرت کیلئے عبادت کرتے رہے؟ ان کے تو تمام گناہ معاف کر دیئے گئے تھے یا وہ اللہ تعالیٰ سے بلند درجات، مقام رفیع اور قرب الٰہی مانگتے تھے یا اس کے انعامات پر شکر اور اللہ تعالیٰ کا حق عبودیت ادا کرنے کیلئے عبادت کرتے تھے، آخری دونوں صورتوں کا احتمال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی فضیلت دینے والا ہے کیونکہ نعمت پر شکر بھی شکر کا محتاج ہے لہٰذا انسان عاجز ہی ٹھہرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا آخرت کیلئے عمل والے تین طرح کے ہیں:

1: ثواب واجر کے طالب اور عقاب سے خائف۔

2: اللہ تعالیٰ سے قرب، منزلت اور درجہ کی طلب اور ناراضگی وبعد کا ڈر۔

3: اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا حق اور اس کی نعمتوں پر شکر۔

یہ تینوں اقسام اپنی عبادات واطاعت میں اتباع کی پابند ہیں۔

اب فقط دروازہ رسول کھلا ہے...... باقی سب دروازے بند:

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کھلا نہیں چھوڑ دیا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق جس طرح چاہے کرے، اپنے تصورات کے مطابق عبادت کرتی پھرے اور اپنی اپنی مرضی کے مطابق اطاعت کرتی پھرے اور اپنی اپنی اختراعات وایجادات کے مطابق زندگی بسر کرے، بلکہ اس کو پابند کیا گیا ہے، اس پر تمام دروازے اور راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ صرف ایک دروازہ کھلا رکھا ہے جس سے بندہ داخل ہو کر اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر پاتا ہے، اس دروازے کیلئے ایک ہی راستہ متعین کیا گیا ہے۔ اس کو سب سے چھوٹا، واضح، روشن اور مستقیم بنایا گیا ہے جو اس پر چلے امن پائے، جو اس پر چلے اللہ کا وصال پائے، جو اس

Marfat.com

طریق کواپنائے نجات وسعادت پائے اور وہ ہے، باب النبی ﷺ، آپ ﷺ کا طریقہ واضح اور روشن ہے۔ آپ ﷺ کا راستہ ہی مستقیم ہے، آپ ﷺ کا دین ہی روشن ہے خواہ کوئی ہو آپ ﷺ کی راہ اور طریق کو چھوڑ کر جو بھی عبادت ہو گی اسے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

مطیع کیلئے خواہ وہ حالت خوشی وتوجہ ہو یا حال فترت ہو، لازم ہے کہ وہ طریق سنت پر ہو، ابھی پیچھے گزرا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فمن کانت فترته الی سنة فقد اهتدی ومن کان فتره الی غیر ذلك فقد هلك))

''جس نے اپنی فطرت سنت بنالی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس کے علاوہ راہ اپنائی وہ ہلاک ہو گیا۔''

یہی وہ بات ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے واضح فرما دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یوں نہیں چھوڑ دیا کہ بحث میں پڑے اور راستہ تلاش کرتی رہے کوئی رہنما ڈھونڈتی پھرے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بڑا ہی مختصر اور بڑا ہی واضح راستہ عطا کیا جو اللہ تعالیٰ کا صراط مستقیم اور نبی کریم ﷺ کا طریق ہے اور آپ ﷺ کا طریق نہایت ہی واضح اور روشن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ذلکم وصٰکم به لعلکم تتقون))

(الانعام:153)

''اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی، یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔''

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بیعت لیتے تو اس اور سابقہ دو آیات پر لیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

((وانك لتهدی الی صراط مستقیم (ای صراط الله))

(الشوریٰ:53,52)

''اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ یعنی اللہ کی راہ، بتاتے ہو۔''

صراط مستقیم سے مراد ''اللہ کا راستہ'' ہے۔

خود حضور ﷺ نے واضح فرمایا:

''میں داعی ہوں، جس نے میری بات قبول کر لی وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جو اسلام میں داخل ہو گیا جنت میں داخل ہو گیا۔''

حدیث میں فرشتوں کی زبان سے ہے کہ اس شخص کی مثال اس جیسی ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دستر خوان بچھایا اور دعوت دینے والے کو بھیجا جس نے دعوت قبول کی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور کھانا تناول کیا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ کھانا کھا سکا۔'' (بخاری)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

Marfat.com

((کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی))

''سوائے منکر کے ہر امتی جنت میں داخل ہوگا۔''

صحابی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! انکار کرنیوالا کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابی))(بخاری)

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ ہر وہ عمل جو میری سنت، طریق، منہج سے ہٹ کر وہ خواہ عمل کرنے نے اس کو اختراع وایجد کیا ہو یا کسی غیر نے ایجاد کیا ہو وہ رد کردیا جائے گا۔

((ان الباب مغلق الا من طریقه))

''آپ ﷺ کے طریق کے علاوہ ہر دروازہ بند کردیا گیا ہے۔''

آپ ﷺ کے طریق کے علاوہ یہاں کوئی راستہ نہیں۔

سیدہ عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من احدث فی امرنا لیس منه فهورد))(بخاری و مسلم)

''جس نے ہمارے دین میں کوئی اختراع کی وہ مردود ہوگی۔''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((من عمل عملا لیس علیه امرنا فهورد))

270607

''جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے تحت نہیں وہ مردود ہے۔''

پہلی حدیث کے الفاظ صرف اس معاملہ کو شامل تھے، دوسرے الفاظ عام کو بھی شامل ہیں۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر وہ صحابہ کے ساتھ حشر و قرب چاہتے ہیں، تو ان کی اتباع کریں، ان کے مسلک کو اپنائیں، ان کے نقش قدم پر چلیں، رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت میں ان کا طریق اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تا کہ ہم صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

((والسبقون الاولون من المهجرین والانصار والذین اتبعو هم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری تحتها الانهر خالدین فیها ابدا ذلك الفوز العظیم))

(التوبہ:100)

''اور سب میں پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے رضی اور ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔''

Marfat.com

لیکن جولوگ ان کے طریق نہیں اپنائیں گے محبت واطاعت اورعقیدہ میں اہل ایمان نہیں ان کے لئے عذاب شدید ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی و نصلہ جھنم وساء ت مصیرا))(النساء:115)

''اور جورسول کے خلاف کرے بعداس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اوراسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس کام اور دیگر کاموں کو خالصتاً اپنی رضا کے لئے بنا دے، ہمارے لئے اس دن میں ذخیرہ بنا دے جس میں مال واولاد نفع نہ دے گی، وہ ہمارے گناہ اور سیاہ کاریوں کو معاف فرما دے، وہ ہماری اور ہماری اولاد کی اصلاح فرما دے، ہمارے باطن کو ہمارے ظاہر سے بہتر بنا دے اور ہمارے ظاہر کو صالح کر دے، یہ بھی دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں، ہماری اولاد، اہل کو اپنی محبت اور اپنے حبیب وصفی ﷺ کی محبت کی ایسی سرشاری عطا فرمادے کہ وہ ہمیں اپنی ذات، اہل اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو جائے، ہم تمام کو اپنی اطاعت وغلامی اور اپنے حبیب وصفی ﷺ کی اطاعت کا شرف بخشے، آپ ﷺ کی امت میں حشر ہو، آپ ﷺ کی صحبت وقرب میسر آئے، حوض مبارک پر جانا نصیب ہو اور آپ ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے مبارک مشرب نصیب ہو جس کے بعد پیاس نہیں لگے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا عطا فرمائے، اپنے عذاب سے محفوظ و مامون کر دے، ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے، ہمیں فوز عظیم اور فضل کریم سے نواز دے، بلاشبہ وہ جواد وکریم ہے۔

اس ذات اقدس واکرم سے دعا ہے (جس نے بغیر کسی استحقاق کے ہم پر نعمتیں کیں، ہماری کوتاہیوں کے باوجود اپنے فضل کا دروازہ ہم پر ہمیشہ کھلا رکھا، ہمیں سب سے بہتر امت میں پیدا فرمایا) کہ وہ ہمارے کانوں، دلوں زبانوں اور تمام اعضاء کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق دے، ہر اس عمل سے محفوظ فرما دے جو اس کی تعلیمات کے خلاف ہو، ہمیں ہمارے نفس کے سپرد نہ فرمائے کیونکہ اگر اس کے سپرد کر دیا تو وہ ہمارے لئے کہاں کافی ہے؟ ہمیں گناہوں سے دوری اور خصوصی توفیق نصیب ہو، ہماری زبانیں ایسی حق گو ہو جائیں کہ اس کی باتوں میں کسی شبہ وشک کی گنجائش نہ رہے، اس میں خواہش نفس اور غفلت کا دخل نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ سے یہ بھی عرض ودعا ہے ہمیں قول میں صدق اور عمل میں اخلاص عطا فرمائے، ہمیں اور ہمارے احباب کو روز قیامت حبیب مصطفیٰ ﷺ کے مبارک جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرمائے، وہ ہمیں معاف فرما دے، ہمارے والدین، آباء، مشائخ اور احباب تمام کو معاف فرما دے، ہماری اہل، اولاد اور ذریت کے حوالے سے حفاظت فرمائے۔

((رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صلحاً ترضہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین))

(الاحقاف:15)

Marfat.com

''میرے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لئے میری اولاد میں اصلاح رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔''

((رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحاً ترضه وادخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین))(النمل:19)

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے ان بندوں میں شامل فرما جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں۔''

اے اللہ! ہمیں بد بخت اور محروم نہ بنا، اے اللہ! ہماری زبان کو عذاب سے بچا جو تیرے بارے میں اور تیرے حبیب ﷺ کے بارے میں تیری مخلوق کو آگاہ کرتی ہے، ہماری آنکھوں کو عذاب سے بچا جو ان علوم کو دیکھتی ہیں جو تیری طرف رہنمائی کرتے ہیں، ہمارے قدموں کو عذاب سے بچا جو تیری اطاعت و بارگاہ کی طرف چل کر آتے ہیں۔ ان ہاتھوں کو بچا جو تیرے حبیب ﷺ کی احادیث لکھتے ہیں، ہمارے دل کو بچا جو تیرے ساتھ اور تیرے حبیب ﷺ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور اس جسم کو بچا جو تیری ہی بارگاہ اقدس میں جھکتا ہے۔ برحمتک یا ارحم الرحمین۔!

اے اللہ! ہمیں آگ میں داخل نہ فرما اور نہ مجھے اس میں رسوا فرما، ہمارے خاندان یہی جانتے ہیں کہ ہم نے تیرے دین اور شریعت کا دفاع کیا ہے، تیرے کلام وحی کو واضح کیا ہے، تیرے نبی وخلیل اور صفی ﷺ کی عظمت کو آشکارا کیا ہے۔

اے اللہ! ہمارے ایمان اور دین کی ہماری ذات، ہمارے اہل، ازواج، اولاد، ذریات اور احباب میں حفاظت فرما۔ یا ارحم الراحمین۔!

اے اللہ! ہمیں ہماری نظروں میں حقیر بنا دے، ہمیں اس سے بہتر بنا دے جو ہمارے بارے میں گمان کیا جاتا ہے، ہمارے دشمن و حاسد کو ہمارے بارے میں خوش نہ فرما، ہمارے مخفی معاملات کو معاف فرما، جس طرح تو نے سابقہ زندگی میں پردہ ڈالا اسی طرح بقیہ زندگی میں بھی پردہ نصیب فرما، میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دے اور میرے ظاہر کو صالح کر دے یا ارحم الراحمین۔!

☆☆☆

باب نمبر2:

محبتِ رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کے وصال کے بعد استمرار محبت

صحابہ کرام میں اعلیٰ درجہ کی محبت تھی اس میں کوئی شک نہیں اگر چہ آپس میں اس درجہ میں متفاوت تھے، ان کی محبت کا ظہور متعدد مواقع پر بصورت تعظیم، توقیر، قربانی اور تبرک کے، ہوتا تھا۔ اسی طرح بعد کی امت کو بھی آپ ﷺ سے اس طرح محبت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((من اشد امتی لی حبا، ناس یکونون بعدی یو داحد هم لورانی باهله وماله))

(مسلم، کتاب الجنۃ)

"میرے ساتھ سب سے سخت محبت کرنے والے میرے بعد آئیں گے جو چاہیں گے: کاش! ہمیں اہل اور مال خرچ کر کے آپ ﷺ کی زیارت ہو جائے۔"

تو محبّ چاہے گا مجھے آپ ﷺ کی ایک دفعہ زیارت ہو جائے، خواہ اس کیلئے مجھے اہل اور مال خرچ کرنا پڑے تو اس کی محبت کسی ہو گی؟ جب ایسا شخص سب سے زیادہ سخت محبت کرنے والوں میں سے ہے تو جو ان میں سے اشد ہو گا اس کا عالم کیا ہو گا؟ یہ صحابہ کا حال تھا اور ان کے سربراہ سیدنا ابوبکر صدیق ہیں۔

☆☆☆

باب نمبر 3:

محبت رسول کا تقاضہ...... اللہ تعالیٰ سے محبت، کیونکہ اللہ نے ہی آپ کو مبعوث فرمایا

محبت رسول اللہ ﷺ کے آثار اور نتائج میں سے اعلیٰ ثمر اللہ عزوجل کی محبت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات مقدسہ ہے جس نے حضور ﷺ کی صورت میں ہم پر احسان فرمایا، آپ ﷺ کو ہمارا رسول بنایا، آپ ﷺ کو سراپا رحمت بنایا، سراج منیر اور طریق مستقیم کا رہنما، تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لانے والا بنایا، آپ ﷺ کے ذریعے ایسے طریق مستقیم کی رہنمائی کی، جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ کو آسان شریعت اور دین قویم عطا فرمایا، ہمارے لئے انتظار اور انتظام کرنے والے، جنت نعیم تک پہنچانے والے اور آپ ﷺ کے وسیلہ اور برکت سے ہمیں تمام المخلوق پر فضیلت عطا فرمائی، تو جو شخص اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرے گا یقیناً اسے محبت الٰہی بھی نصیب ہو گی، کیونکہ آپ ﷺ کو بھیجنے والا اللہ عزوجل ہی ہے۔ جیسا کہ جو بھی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا اسے اس کے رسول ﷺ سے بھی محبت نصیب ہو گی کیونکہ آپ ﷺ اس کے رسول اس کی طرف رہنمائی کرنے والے اور اس کے بارے میں خبر دینے والے ہیں۔ ان دونوں محبتوں میں ہرگز انفعال اور جدائی نہیں کیونکہ اللہ کی محبت ہی اصل ہے، اور اس کے رسول ﷺ کی محبت تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی اتباع اپنی محبت کا سبب قرار دیا ہے:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله))(آل عمران: 31)

"اے محبوب! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔"

تو اللہ تعالیٰ کی محبت صرف اس کے رسول ﷺ کی اتباع ہی سے نصیب ہو گی اور اتباع نام ہی محبت و اطاعت کا ہے۔ رسول ﷺ کی اتباع کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے محبت کو ثابت رکھا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان:

((ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما))

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اسے ہر شے سے بڑھ کر محبوب ہوں۔''

تو یہ محبت واحد ہے دو محبتیں نہیں، جو بھی ان میں سے کسی کو چھوڑے وہ محب ہو ہی نہیں سکتا، وہ اپنے دعویٰ میں سچا نہیں بلکہ ناقص الایمان ہے۔

☆☆☆

باب نمبر4:

محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کی اقتداء اور اخلاق سے اتصاف

مظاہر و آثار محبت میں سے ایک یہ ہے کہ محبّ، محبوب کی صفات کو اپناتا ہے، اس کے افعال و احوال کی اقتداء کرتا ہے اور بڑے شوق سے ان کی جستجو کرتا ہے، ورنہ وہ محب صادق کہاں؟ جب عام محب کا یہ حال ہے تو جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کیلئے اسوۂ حسنہ بنایا، آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا اور آپ ﷺ کی مخالفت و نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے تو حضور ﷺ کے محبّ پر یہ لازم ہے کہ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے اخلاق و صفات سے متصف کرے اور آپ ﷺ کے افعال و احوال کی پیروی کرے (یہ تمام حسب طاقت لازم ہیں) ورنہ محبّ صادق نہیں بن سکے گا۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے میں اتباع رسول ضروری ہے، تاکہ خشیت و خشوع اور ورع و حیاء میں اضافہ ہو، آپ ﷺ کی اتباع عبادت میں یعنی فرائض و نوافل نماز، روزہ اور رقت و بکاء میں اتباع، اخلاق میں اتباع، حلم، تواضع، محبت، شفقت، کرم، شجاعت، زبان کی حفاظت، سچ، گناہوں سے دوری، صفات میں اتباع، وقار، رقت قلب، صبر، آس، غمخواری، بچوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، صفائی نفس، جسم کی طہارت، دعوت میں اتباع، اخلاص، ہدایت، مخلوق کی حرص، اہل ایمان کا درد، اس کے علاوہ ہر معاملہ میں اتباع کی جائے جو شخص محبت نبی ﷺ کا دعویٰ کرتا ہے مگر کھانے، پینے، لباس، صورت، بیٹھنے اٹھنے میں، کلام، اعتقاد، عبادت میں آپ ﷺ کی اتباع نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے کیونکہ محبت کی شرط جس قدر طاقت ہو محبوب کی موافقت اور عدم تکلف ہے، بلکہ وہ احوال اس کی طبیعت بن جاتے ہیں، اور اس میں یہ بھی شرط ہے ان میں اپنی طرف سے کسی شے کا اختراع نہیں کرنا بلکہ اس کے مطابق چلنا ہے جو شریعت نے بیان کر دیا ہے اور ان میں اخلاص اور نیت کی سچائی نہایت ضروری شے ہے۔

☆☆☆

باب نمبر5:

محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کا خیال

آپ ﷺ سے محبت کرنے والے کی علامت یہ بھی ہے کہ جس سے آپ ﷺ نے محبت فرمائی اس سے محبت کرے مثلاً: قرآن کریم، سنت نبوی، امت کی ہدایت اور اس کی خیر خواہی، اس کے مصالح کیلئے کوشش کرنا، اس کی محبت جو آپ ﷺ سے

Marfat.com

محبت رکھتا ہو، آپ ﷺ کے کھانے پینے اور لباس سے محبت اور ان تمام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کیونکہ ان دونوں محبتوں میں ہرگز انفعال نہیں۔ اس طرح جسے آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اسے ناپسند سمجھا جائے، اگرچہ انسان کا وہ کتنا ہی عزیز رشتہ کیوں نہ ہو، صحابہ کرام کو یہی شان نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیر تھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ))

(المجادلہ۔22)

"تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ جب انہیں علم ہوگیا کہ ان کا چچا خدا کا دشمن ہے۔

((وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ ان عدو للہ تبرأ منہ ان ابراھیم لا واہ حلیم))(التوبہ:114)

"اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکے تھے، پھر جب ابراہیم پر راز کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے لاتعلق ہوگئے، بے شک ابراہیم بہت آہیں کرنے والے متحمل ہیں۔"

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بہت اعلیٰ مثال بیان کر دی ہے کہ ملائکہ کو اس سے محبت کا حکم ہے جس سے اللہ محبت فرماتا ہے اور انہیں اس سے نفرت کا حکم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نفرت فرماتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے۔ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل اس سے محبت کرتا ہے پھر آسمانوں پر منادی کروائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے پیار کرتا ہے تم بھی کرو تو تمام اہل آسمان اسے محبوب بنا لیتے ہیں۔ پھر زمین میں اسے قبولیت عطا فرما دی جاتی ہے، اللہ جب کسی بندے کو ناپسند کرے، جبریل اسے ناپسند کرتا ہے۔ پھر آسمانوں میں ندا دی جاتی ہے: اللہ تعالیٰ فلاں کو ناپسند کرتا ہے تم تمام اسے ناپسند رکھو تو وہ تمام اسے ناپسند رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کے خلاف ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔

(البخاری، کتاب بدء الخلق)

جب پہلا شخص محبوب ہوا تو جبریل اور تمام اہل سماء اس سے محبت کرنے لگے اور دوسرا ناپسند تھا تو اسے تمام نے ناپسند رکھا اور ہر ایک کے استحقاق کے مطابق زمین میں محبت یا بغض رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا:

((اللھم انی احبہ فاحبہ واحبب من یحبہ))(البخاری، مناقب الحسن)

"اے اللہ! میں اس سے پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے پیار فرما اور ہر اس سے پیار فرما جو اس سے پیار کرے۔"

حضرت اسامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسن اور میرے بارے میں فرمایا:

Marfat.com

((اللھم انی احبھما فاحبھما))(البخاری، مناقب الحسن)

''اے اللہ! میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں آپ بھی ان سے پیار فرمائیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ لوگوں نے اسامہ کے بارے میں طعن کیا تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ اوران کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنھما کے بارے میں فرمایا:

((ایم اللہ ان کان لا حب الناس الی وایم اللہ ان ھذا لھا لخلیق وایم اللہ ان کان لا حبھم الی من بعدہ فاوصیکم بہ فانہ من صالحیکم))(البخاری، کتاب الایمان والنذور)

''اللہ کی قسم! مجھے یہ تمام سے محبوب ہے، اللہ کی قسم! یہ نہایت ہی خلیق ہے، اس کے باعث ان کے بیٹے سے مجھے محبت ہے، تمہیں اس کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کیونکہ تم میں صالحین میں سے ہے۔''

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کے بارے میں فرمایا:

((من احبنی فلیحب اسامۃ))(مسلم، کتاب النقن)

''جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اسامہ سے بھی محبت رکھے۔''

صحابہ وتابعین اور تبع تابعین آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کا خیال رکھنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ رکھتے تھے۔ خواہ وہ کھانا پینا ہو یا لباس۔

1۔ کدو سے پیار

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک درزی نے آپ ﷺ کی دعوت پکائی، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی، شوربا جس میں کدو، اور گوشت تھا، پیش کیا گیا۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ نے پیالہ میں سے کدو چن چن کر تناول فرمائے۔

((فلم ازل احب الدباء منذ یومئذ))(بخاری، باب الخیاط)

''اس دن کے بعد میں ہمیشہ کدو پسند کرتا ہوں۔''

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا:

((فما صنع لی طعام بعد اقدر علی ان یصنع فیہ دباء الاصنع))(مسلم، کتاب الاشربہ)

''اس کے بعد میرے لئے جو کھانا بھی تیار کیا گیا اس میں کدو شامل رہا بشرطیکہ وہاں کدو دستیاب ہو۔''

ترمذی میں سند ضعیف ہے لیکن سابق حدیث اس کی شاہد ہے۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ انہوں نے اس سبزی کو مخاطب ہوکر فرمایا:

((یا لک من شجرۃ من احبک الا یحب رسول اللہ ﷺ ایاک))

''اے سبزی! میں تجھ سے محبت کیوں نہ کروں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے تجھ سے پیار کیا ہے۔''

بخاری ومسلم کی روایت ہی کافی تھی مگر اس میں دلالت واضح ہوگئی ہے۔

تو حضرت انس کو کدو سب سے زیادہ محبوب ہوگیا کیونکہ اسے اللہ کے محبوب ﷺ نے پسند فرمایا تھا تو حضرت انس کی

Marfat.com

کوشش ہوتی کہ ہر سالن میں کدو موجود ہو۔

2۔ عمل مصطفیٰ سے محبت:

صحابی نے حضور ﷺ کو کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اگرچہ آپ ﷺ نے واضح طور پر حکم نہیں دیا مگر صحابہ پھر بھی اس عمل سے محبت کرتے۔ چنانچہ حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں، میں مزینہ قبیلہ کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا:

((فبا یعناه وان قمیصه لمطلق الازار))

''جس وقت ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی اس وقت آپ ﷺ کا مبارک گریبان کھلا تھا۔''

میں نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

((ثم ادخلت یدی فی جیب قمیصه فمست الخاتم))

''اور آپ ﷺ کے قمیض کے اندر ہاتھ داخل کر کے مہر نبوت کو مس کیا۔''

راوی حدیث عروہ بن عبداللہ کا بیان ہے:

((فما رایت معاویة ولا ابنه قط الا مطلقی ازرارهما فی شتاء ولاحر ولا یزرران ازرارهما ابدا))(مسند احمد:3-234)

''میں نے معاویہ اور ان کے بیٹے کو سردیوں و گرمیوں میں کھلے گلے ہی میں دیکھا، انہوں نے گلے پر کبھی بٹن استعمال نہیں کیے۔''

اسے امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، طیالسی، ابن ابی شیبہ، ابن جعد، ابن حبان اور دیگر محدثین نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

عبید بن جریج نے جب حضرت عبداللہ بن عمر سے دو ارکان کعبہ کو ہاتھ لگانے، سبتی جوتا پہننے، زرد رنگ کا جوتا پہننے اور یوم ترویہ میں تلبیہ کہنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: ارکان کو اس لئے مس کرتا ہوں:

((لم ار رسول الله ﷺ یمس الا الیمانین))

''میں نے آپ ﷺ کو ان دو ارکان کے علاوہ کسی کو مس کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

سبتی جوتا اس لئے پہنتا ہوں:

((فانی رایت رسول الله ﷺ یلبس النعل التی لیس فیها شعر ویتوضا فیها فانا احب ان الیسها))(بخاری کتاب الوضو)

''میں نے آپ ﷺ کو ایسے نعل پہنے ہوئے دیکھا جن پر بال نہ تھے اور انہی میں آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اس لئے میں بھی ایسے جوتے پہننا پسند کرتا ہوں۔''

3۔ سیدہ عائشہ اور رسول اللہ کی پسند و ناپسند کا خیال رکھنا:

حضرت کریمہ بنت ہمام کا بیان ہے کہ ایک خاتون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مہندی لگانے کے بارے میں پوچھا تو

Marfat.com

انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

((ولکنی اکرھه کان حبیبی رسول الله ﷺ یکره ریحه))(مسند احمد:6-201)

"لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی کیونکہ میرے حبیب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خوشبو پسند نہ تھی۔"

اسے امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے روایت کیا، امام ابو داؤد اور امام منذری نے اس پر سکوت فرمایا ہے، یعنی خضاب مہندی کے ساتھ جائز ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی بو پسند نہ تھی، اس لئے سیدہ نے اسے ناپسند رکھا، محب کی شان یہی ہوتی ہے کہ محبوب کی پسند کو پسند اور اس کی ناپسند کو ناپسند رکھتا ہے۔

4: عمل نبی کے مقابل کوئی چیز نہ لائی جائے:

امام حلیمی فرماتے ہیں:

"تعظیم نبی ﷺ میں یہ بھی شامل ہے، آپ ﷺ سے مروی مبارک قول کے مقابل آپ ﷺ کے کسی مبارک فعل یا حال کے مقابل کوئی شے نہ لائی جائے، لوگوں کے درمیان جو چیزیں گھٹیا محسوس کی جائیں ان کا اطلاق آپ ﷺ پر ہرگز نہ کیا جائے، مثلاً: یہ نہ کہا جائے آپ ﷺ فقیر (محتاج) تھے۔ جب آپ ﷺ کی بھوک کی شدت کا تذکرہ کیا جائے تو مسکین نہ کہا جائے، جیسے کہ کسی دوسرے پر رحم کھاتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ جب یہ کہا جائے، حضور ﷺ اس چیز کو پسند فرماتے تھے تو اس کے مقابل یہ نہ کہا جائے میں تو اسے پسند نہیں کرتا، اسی طرح جب یہ بیان کیا جائے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا تو کوئی یہ کہے میں تو تکیہ لگا کر کھاتا ہوں اور پھر تکیہ لگا کر کھائے، کیونکہ ایسی چیزیں انسان پر کفر کا دروازہ کھولنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ محب وہی کرے جو محبوب نے کیا، حسب طاقت ہر حال میں اس کی اقتداء کرے، اس کی ناپسند اور منع کردہ چیز سے بچے، ورنہ محب صادق قرار نہیں پائے گا۔"

☆☆☆

باب نمبر 6:

محبت رسول کا تقاضہ...... آپ ﷺ کے ذکر کی تعظیم

وصال اقدس کے بعد تعظیم:

حضور ﷺ کی حرمت و توقیر اور احترام و تعظیم اسی طرح لازم ہے جیسے آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تھا اور آپ ﷺ کے ذکر، آپ ﷺ کی حدیث کا تذکرہ یا سنت کا، اسی طرح نام و سیرت کے سماع کے وقت تعظیم لازم ہے، وصال کے بعد جب آپ ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو صحابہ رو پڑتے، اگر کوئی آپ ﷺ کے گھر کے پاس سے گزرتا تو چہرہ کو ڈھانپ کر اور جھکا کر گزرتا۔ جب آپ ﷺ کی سنت کا تذکرہ چھڑ جاتا تو وہ باقی تمام کو بھول جاتے۔

حضرت ابن مسعود اور ذکر پیغمبر کی تعظیم:

حضرت عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ میں ہر جمعرات حضرت عبداللہ بن مسعود کی زیارت کرتا۔

((فما سمعه یقول لشئی قط قال رسول الله ﷺ حتی کانت ذات عشیة فقال قال رسول الله

Marfat.com

ﷺ فاغرورقت عيناه وانتفخت او داجه فانا رايته محلولة ازراه))

’’آپ کو میں نے کبھی نہیں سنا کہ یہ نہ کہا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حتی کہ ایک شام ابھی یہ الفاظ ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘‘ کہے ہی تھے کہ ان کی آنکھیں برس پڑیں اور گلے کے پٹھے پھول گئے اور کہا: میں نے آپ ﷺ کی کھلے گلے کی صورت میں زیارت کی ہے۔‘‘

اسے دارمی، ابن ماجہ نے سند صحیح سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا اور یہ بخاری ومسلم کی شرط پر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر اور ذکر پیغمبر:

حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں ہے:

((كان لا يذكر النبي ﷺ الابكى))(ابن سعد، دارمی: 1=40)

’’جب بھی حضور ﷺ کا تذکرہ ہوتا رو پڑتے۔‘‘

ذکر رسول اور صحابہ کا رونا:

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا:

’’چلو حضرت ام یمن کی ملاقات کیلئے جاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔‘‘

جب ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں، دونوں صحابہ نے رونے کی وجہ پوچھی اور فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کیلئے یہاں سے بہتر ہے۔‘‘

وہ کہنے لگیں: میں اس لئے نہیں رو رہی کہ وہاں بہتر نہیں وہاں تو آپ ﷺ کیلئے یقیناً یہاں سے خیر ہے۔

((ولكن ابكى ان الوحى قدانقطع من السماء))

’’میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔‘‘

((فجعلا يبكيان معها))(مسلم، فضائل الصحابه)

’’تو اس کے ساتھ دونوں نے رونا شروع کر دیا۔‘‘

حضرت ابوبکر اور ذکر رسول کی تعظیم:

متعدد روایات میں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں ہے کہ وہ منبر پر کھڑے ہوئے، جبیر بن نفیر کی روایت میں ہے، منبر نبوی کی ایک جانب کھڑے ہوئے اور حضور ﷺ کا ذکر کر کے رو پڑے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے:

((قام ابو بكر على المنبر فقال قد علمتم ماقام به رسول الله ﷺ وبكى ثم اعادها ثم بكى ثم اعادها ثم بكى))

’’سیدنا ابوبکر منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا: تم جانتے ہو جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے، پھر وہ رو دیئے اس طرح تین دفعہ کیا۔‘‘

پھر فرمایا:

’’لوگو! اس دنیا میں معافی اور عافیت سے بڑھ کر کوئی شے افضل نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہی مانگا کرو۔‘‘

Marfat.com

اسے امام احمد، حمیدی، نسائی، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری نے الادب میں، ترمذی اورابن ماجہ نے نقل کیا۔

(مسنداحمد:1-3)

امام زہری کی حالت:

امام ابن عینیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام زہری (محمد بن شہاب قریشی جو کہ فقیہ، حافظ حدیث، ان کی جلالت پر اہل علم کا اتفاق ہے، یہ اہل حجاز وشام کے امام ہیں) نہایت ہی خوش وخرم رہنے والے تھے۔

((فاذا ذکر عندہ النبی ﷺ فکانہ ما عرفك ولا عرفتہ))

"جب ان کے پاس حضور ﷺ کا تذکرہ کیا جاتا تو اس طرح ہو جاتے نہ تجھے ہی پہچانتے نہ تو ان کو پہچانتا۔"

صفوان بن سلیم کی حالت:

امام ابن عینیہ کہتے ہیں کہ میں صفوان بن سلیم (ثقہ ہیں) جو عابد اور مجتہد تھے، کے پاس جایا کرتا۔

((فاذا ذکر النبی ﷺ بکی فلا یزال یبکی حتی یقوم الناس عنہ ویترکوہ))

"جب ان کے پاس حضور ﷺ کا ذکر ہوتا تو اتنا روتے اور روتے رہتے یہاں تک کہ لوگ چھوڑ کر چلے جاتے۔"

حضرت قتادہ اور ذکر پیغمبر:

حضرت قتادہ کے بارے میں مروی ہے:

((کان اذا سمع الحدیث اخذہ العویل والزویل))(الشفاء:2-597)

"جب وہ حدیث کا سماع کرتے تو چیخ وپکار کے ساتھ رو پڑتے۔"

یہ تمام کے تمام واقعات ذکر نبی ﷺ کی توقیر، تعظیم اور اجلال کے ہیں۔

عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کا طرز عمل:

حضرت عبدالرحمن بن قاسم (بن محمد بن ابی بکر صدیق یہ ثقہ، جلیل اور صاحب ورع ہیں) کے بارے میں امام ابن عینیہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے دور کے لوگوں میں سے افضل تھے۔

((یذکر النبی ﷺ فینظر الی لونہ کانہ نزف منہ الدم و قد جف لسانہ فی فمہ ھیبۃ لرسول اللہ ﷺ))

"حضور ﷺ کا ذکر ہوتا تو ان کا رنگ ایسا ہو جاتا، جیسے خون ابھی بہنے والا ہے، حضور ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان منہ میں خشک ہو جاتی۔"

عامر بن عبداللہ اور ذکر پیغمبر کے وقت حالت:

امام ابن عینیہ کہتے ہیں کہ میں عامر بن عبداللہ بن زبیر (جو نہایت ثقہ، عابد، کثیر اور صاحب قدر ومنزلت ہیں) کے ہاں آیا کرتا تھا۔

((فاذا ذکر عند النبی ﷺ بکی حتی لا یبقی فی عینیہ دموع))

Marfat.com

"جب ان کے پاس حضور ﷺ کا تزکرہ ہوتا تو اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو نہ رہتے۔"

افضل التابعین...... محمد بن منکدر اور ذکر پیغمبر:

حضرت مصعب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں میں نے محمد بن منکدر (جو ثقہ اور مدینہ کے افضل تابعین میں سے ہیں) کی زیارت کی ہے۔ وہ قراء کے سربراہ تھے۔

((لا نکاد نسالہ عن حدیث ابدا الابکی حتی ترجمہ))

"ہم ان سے جب حدیث رسول ﷺ کے بارے میں پوچھتے تو وہ رو پڑتے حتیٰ کہ ہمیں ان پر ترس آتا۔"

امام جعفر اور حدیث رسول بیان کرنے کا طریقہ:

حضرت مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر کی زیارت کی، وہ کثیر المزاح اور متبسم تھے۔

((فاذا ذکر عندہ النبی ﷺ اصفر، وما رایتہ یحدث عن رسول اللہ ﷺ الا عن طھارۃ))

"جب ان کے پاس حضور ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا اور ہم نے انہیں بغیر وضو حدیث رسول بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

امام مالک اور ذکر پیغمبر پر حالت غیر ہونا:

حضرت مصعب بن عبداللہ، حضرت امام مالک کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

((انا ذکر النبی ﷺ یتغیر لونہ و ینتحب حتی یصعب ذلکی علی جلسائہ فقیل لہ یوماً فی ذلک فقال لو رایتم ما رایت لما انکر تم علی ما ترون))

"جب ان کے پاس حضور ﷺ کا ذکر ہوتا تو ان کا رنگ بدل جاتا، حالت غیر ہو جاتی حتیٰ کہ اہل مجلس پریشان ہوتے۔ ایک دن ان سے پوچھا گیا تو فرمایا: اگر تم وہ دیکھ لو جو میں دیکھتا ہوں تو پھر محسوس نہ ہو۔"

ذکر رسول پر رو پڑنا:

حضرت امام مالک سے حضرت ایوب السختیانی (جو ثقہ، حجت اور کبار اور عباد سے ہیں) کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

میں نے جس جس سے حدیث لی ہے ان تمام میں حضرت ایوب افضل ہیں، انہوں نے دو حج فرمائے۔

((ولا اسمع منہ غیر انہ کان اذا ذکر النبی ﷺ بکی حتی ارحمہ فلما رایت منہ ما رایت واجلالہ للنبی ﷺ کتبت عنہ))(الشفاء :2-596)

"میں نے ان سے حدیث نہیں لی تھی مگر جب ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوتا تو رو پڑتے حتیٰ کہ مجھے بھی دکھ ہونے لگتا، جب میں نے ان کا یہ عمل دیکھا اور حضور ﷺ کا احترام تو میں نے ان سے حدیث لکھی۔"

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 7:

محبت رسول کا تقاضہ......اہل بیت سے محبت و تعظیم

اجر تبلیغ:

حضورﷺ کی محبت و توقیر کی ایک صورت، آپﷺ کے اہل بیت، رشتہ داروں سے محبت اور ان کی توقیر ہے، اس کے بارے میں متعدد نصوص ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ))(الشوریٰ:23)

''اے نبی! فرما دیجئے میں (اس دعوتِ حق پر) کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔''

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انصارِ مدینہ نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام پر مصارف بہت زیادہ ہیں اور مال وغیرہ کچھ بھی نہیں تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و احسانات یاد کر کے بہت سا مال و اسباب جمع کیا، سب کا سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم آپ کی وجہ سے گمراہی سے ہدایت کی طرف آئے۔ آپ کی وجہ سے ہی ہمیں خدا شناسی ملی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور آمدن کچھ بھی نہیں اس لیے یہ مال و دولت آپ کی بارگاہ میں ہدیہ کرتے ہیں قبول فرمائیں۔''

اس وقت مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مال و اسباب واپس کر دیا۔
(تفسیر خزائن العرفان، صفحہ نمبر 703)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:

''یارسول اللہ! آپ کے قرابت داروں سے کون مراد ہے؟''

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

((''عَلِیٌّ وَّفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا''))

''علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔'' (تفسیر مظہری، از قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 318)

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:

((''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ''))

''یارسول اللہ! آپ کے وہ قریبی کون ہیں جن کی محبت ہم مسلمانوں پر واجب ہے؟''

آپ علیہ السلام نے فرمایا!

Marfat.com

(("عَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا"))
"وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے حسن و حسین ہیں۔"
(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 25 صفحہ نمبر 31)(تفسیر روح البیان، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 311)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:
"اے اللہ کے رسول! وہ کون سے قریبی ہیں جن کی محبت قرآن کے حکم سے ہم پر واجب ہے؟
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
"علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور ان دونوں کی اولاد۔"
حضرت ابن عربی مزید لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"اس شخص پر جنت حرام کردی گئی جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عزت کے بارے میں تکلیف دی۔ جس نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکا تو اس کے احسان کا بدلہ کل قیامت کے دن میں دوں گا جب وہ مجھے ملے گا۔"
(تفسیر ابن عربی، از امام محی الدین ابن عربی جلد ثانی، صفحہ نمبر 433 مطبوعہ بیروت)(تفسیر روح البیان، از علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 311)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسن وحسین، ان کی اولادیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات و باندیاں بھی شامل ہیں۔

ہر قسم کی ناپاکی سے پاک:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
((انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا))(الاحزاب:33)
"اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے دور کردے ہر قسم کی ناپاکی کو اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔"
"رجس" کے معنی گندی چیز کے ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ناپسندیدہ چیز کو "رجس" کہتے ہیں، خواہ وہ عمل ہو یا غیر عمل اور اکثر علماء کرام نے اس سے گناہ مراد لیا ہے اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!
(("اَنَا وَاَهْلُ بَيْتِيْ مُطَهَّرُوْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ"))(روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 12)
"میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔"
اس آیت تطہیر کے شانِ نزول کے بارے میں اُمّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے گھر کے دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا:
(("يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ"))
"اے اللہ کے نبی! کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں؟"

Marfat.com

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا!

((''اِنَّكَ اِلٰی خَیْرٍ اَنْتَ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ''))

''یقیناً آپ بھلائی پر اور نبی کی ازواج میں سے ہیں۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم موجود تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنی کالی دھاری دار چادر ڈال دی اور عرض کیا:

((''اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا''))

(تفسیر خازن، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 449)

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور فرمادے اور انہیں خوب پاک فرمادے۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد چالیس دن صبح فجر کے وقت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لاکر فرماتے:

((''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ''))

(اشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ نمبر 8، مطبوعہ مصر)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔ نماز پڑھو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد چھ ماہ تک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول سات ماہ تک جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کیلئے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو آپ بلند آواز سے فرماتے:

((''یَآ اَھْلَ الْبَیْتِ الصَّلٰوۃُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا''))(تفسیر در منشور، از امام جلال الدین سیوطی، جلدنمبر 5، صفحہ نمبر 189)

''اے اہل بیت! نماز کا وقت ہے، نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے دور کردے ہر قسم کی ناپاکی اور اچھی طرح تمہیں پاک صاف کردے۔''

اسی طرح امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 144 میں اس آیت تطہیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کے بعد دعا فرمائی اور پھر فرمایا:

''اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَھُمْ وَسَلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَھُمْ وَعَدُوٌّ لِّمَنْ عَادَاھُمْ''

''جوان (اہل بیت) سے جنگ کریں گے میں ان سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح کریں گے میں ان سے صلح کروں گا اور جو ان سے دشمنی کریں گے میں ان سے دشمنی کروں گا۔''

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفوس قدسیہ پہ اپنی چادر ڈال کر عرض کیا!

''اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اٰلُ مُحَمَّدٍ فَاجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ''

(صواعق محرقہ، صفحہ نمبر 144)

Marfat.com

''اے اللہ! یہ آلِ محمد ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ وبرکات آل محمد پر نازل فرما، بے شک تو ہی تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔''

کتاب اللہ اور اہل بیت:

حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حمد وصلوۃ کے بعد لوگوں میں (محمد رسول اللہ) انسان ہوں کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام (واپسی) آ سکتا ہے اور میں اسے قبول کروں گا۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے پہلی کتاب اللہ ہے اس میں ہدایت ونور ہے۔ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑلو اور اس سے چمٹے رہو۔''

کتاب اللہ کے بارے میں آپ ﷺ نے متوجہ فرمایا، پھر فرمایا:

''اور میری اہل بیت، میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ کا خوف دلاتا ہوں۔''

یہ جملہ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔ (مسلم، فضائل الصحابہ)

اہل ارض کے لیے امان:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے!

''اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ھَلَکَ اَھْلُ بَیْتِیْ جَاءَ اَھْلَ الْاَرْضِ مِنَ الْاٰیَاتِ مَاکَانُوْا یُوْعَدُوْنَ''

''میرے اہل بیت اہل زمین کیلئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشانیاں آئیں گی جن سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔''

اہل بیت کا مقام:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

((''اِجْعَلُوْا اَھْلَ بَیْتِیْ مِنْکُمْ مَکَانَ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَمَکَانَ الْعَیْنِ مِنَ الرَّأْسِ وَلَا تَھْتَدِی الرَّأْسُ اِلَّا بِالْعَیْنَیْنِ'')) (اشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ نمبر 28)

''میرے اہل بیت کو اپنے درمیان وہ مقام دو جو جسم میں سر کا اور سر میں آنکھوں کا ہے اور سر تو فقط آنکھوں کے ذریعے ہدایت پاتا ہے۔''

سفینہ نوح:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((''اَلَا اِنَّ مِثْلَ اَھْلُ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مِثْلَ سَفِیْنَۃُ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ''))

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 595)

''خبردار کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔''

Marfat.com

اہل بیت سے محبت رسول اللہ کی وجہ سے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((''اَحِبُّوْا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ''))

(جامع ترمذی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 219)

''اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمتوں سے غذا عطا فرماتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرو، میرے اہل بیت سے میرے سبب سے محبت کرو۔''

محبت اہل بیت صاحب ایمان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''لَا يُحِبُّ نَاوَ اَهْلَ الْبَيْتِ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَّلَا يَبْغَضُنَا اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِيٌّ''

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 232)

''مجھ سے اور اہل بیت سے مومن اور متقی محبت رکھتا ہے اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے۔''

اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ اَبْغَضَ اَهْلَ الْبَيْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ''

''جو اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔''

اہل بیت کے مخالف کی عبادت قبول نہیں ہوتی:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشرف المؤبد لآل محمد'' میں امام حاکم اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''اگر کوئی شخص بیت اللہ کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت محمد کی دشمنی پر مر جائے تو دوزخ میں جائے گا۔''

اہل بیت پر درود کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ''

''ہر دعا کو روک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ محمد اور محمد کی آل پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔'' (فیض القدیر، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 19)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ دعا کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک محمد اور محمد کے اہل بیت اطہار پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔''

اہل بیت کا مخالف:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

Marfat.com

(("مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ عِتْرَتِیْ وَالْاَنْصَارَ فَهُوَ لِاَحَدِ ثَلَاثٍ اِمَّا مُنَافِقٌ وَّاِمَّا لِزَانِیَةٍ وَاِمَّا لِغَیْرِ طُهْرٍ یَعْنِیْ حَمَلَتْهُ اُمُّهُ عَلٰی غَیْرِ طُهْرٍ")) (اشرف المؤید لآل محمد، صفحہ نمبر 92)

"جو شخص میری عترت اور انصار کو نہیں پہچانتا (ان کی تعظیم نہیں کرتا) تو اس میں تین میں سے ایک ضرور نقص ہو گا یا تو وہ منافق ہو گا یا وہ حرامی بچہ یا جب اس کی ماں اس سے حاملہ ہوئی ہو گی تو وہ پاک نہ ہو گی (یعنی حیض و نفاس والی ہو گی)۔"

یہودیوں کے ساتھ حشر:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اے لوگو! جو شخص اہل بیت کے ساتھ بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا۔"

قربت نبی:

وہ خوش قسمت جن کے دل میں عشق اہل بیت موجزن ہے قیامت کے دن ان کی شان دیکھنے والی ہو گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میرے اہل بیت اور میرے وہ امتی جو ان سے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن حوض کوثر پر ان دو انگلیوں کی طرح (آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی جوڑ کر اشارہ کیا) وارد ہوں گے۔"

جنتی درخت:

حضور رحمت عالم علیہ السلام کا ارشاد عالی شان ہے:

"میں اور میرے اہل بیت جنت کے درخت ہیں اور ان کی شاخیں دنیا میں ہیں تو جو ان شاخوں کو محبت و عقیدت کے ساتھ تھامے وہ اپنے رب کی طرف سے راستہ پائے گا۔" (ذخائر العقبیٰ، صفحہ نمبر 16، مطبوعہ مصر)

اولاد النبی کی عزت کرنے والا:

یہ تو اہل بیت کا معاملہ ہے، اب ذرا اس عاشق کے متعلق بھی فرمانِ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سنئے جو ان سے محبت کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

(("اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ مُشَفَّعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُکْرِمُ لِذُرِّیَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِیْ لَهُمْ فِیْ اُمُوْرِهِمْ عِنْدَمَا اضْطُرُّوْا اِلَیْهِ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ"))

"قیامت کے دن میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ ایک وہ جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہو گا، دوسرا وہ جو ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو گا، تیسرا وہ کہ جب اہل بیت مجبوری کی حالت میں اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہو گا اور چوتھا وہ جو دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہو گا۔"

سیدنا ابو بکر صدیق اور رسول اللہ کے رشتہ دار:

سیدنا ابو بکر صدیق کا اپنا عمل یہ ہے، فرمایا:

((والذین نفسی بیده لقرابة رسول الله ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی))

(بخاری، فضائل الصحابہ)

Marfat.com

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! حضور ﷺ کے رشتہ دار مجھے اپنے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہیں۔''

اہل بیت کی محبت:

سیدنا ابوبکر صدیق سے منقول ہے:

((ارقبوا محمد ﷺ فی اهل بيته))(بخاری، فضائل الصحابه)

''حضور ﷺ کی اہل بیت سے محبت کیا کرو۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکر کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت نبوی کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور ان کے ساتھ برائی نہ کرو۔''

حضرت عمر کا عمل:

سیدنا عمر فاروق نے حضرت اسامہ بن زید کو وظیفہ میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ پر ترجیح دی، کیونکہ حضرت اسامہ حضور ﷺ کے محبوب (حضرت زید) کے صاحبزادے تھے۔

امام شافعی کا عقیدہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد کیا خوب کہتے ہیں!

يَآاَهْلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ
كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اَنَّكُمْ مَنْ لَّمْ يَصِلْ عَلَيْكُمْ لَاصَلٰوةَ لَهٗ

''اے اہل بیت رسول! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم المرتبت ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جو کوئی بھی نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔''

☆☆☆

باب نمبر 8:

محبت رسول کا تقاضا......ازواج النبی سے محبت اور ان کی تعظیم

امہات المومنین:

محبت رسول تقاضا کرتی ہے کہ ازواج مطہرات سے محبت کی جائے، کیونکہ وہ آپ ﷺ کی بیویاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((النبی اولی بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهتهم))(الاحزاب:6)

''یہ نبی (ﷺ) مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

Marfat.com

ام المومنین کے وصال پر سجدہ:

یہی وجہ ہے کہ جب صبح کی نماز کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس کو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاح اہلیہ محترمہ کا وصال ہو گیا تو انہوں نے سجدہ کیا، عرض کیا گیا:

((اتسجد هذه الساعة؟))

''اس وقت سجدہ کی کیا حکمت ہے؟''

فرمایا: کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا:

((اذا رأيتم آية فاسجدوا فاى آية اعظم من ذهاب ازواج النبى صلى الله عليه وسلم))

(ابوداؤد، باب السجود عند الایات)

''جب تم کسی نشانی کو دیکھو تو سجدہ کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ کے وصال سے بڑھ کر کیا نشانی ہو سکتی ہے؟''

اسے ابوداؤد، ترمذی اور بغوی نے نقل کیا اور اسے حسن کہا، امام بغوی نے اس اہلیہ محترمہ کا اسم گرامی حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خطاب فرمانا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ينساء النبى لستن كا حدمن النساء ان اتقيتن))

((اما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا))(الاحزاب 32-33)

''اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو۔''

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت ہیں جیسا کہ حدیث زید بن ارقم میں ہے۔

ازواج النبی اہل بیت میں شامل ہیں:

سورتِ نمل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی اہل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

''اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا''(القرآن المجید، پارہ نمبر 19، سورۃ النمل، آیت نمبر 7)

''جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے فرمایا مجھے ایک آگ نظر آتی ہے۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

''وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 4 سورۃ آل عمران، آیت نمبر 121)

''اور یاد کیجئے یا رسول اللہ! جب آپ صبح کو اپنے دولت خانہ (حضرت عائشہ کے گھر) سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے

Marfat.com

مورچوں پر قائم کرتے۔''

اور اسی طرح قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہلِ بیت فرمایا ہے!

''قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 12، سورۃ ہود، آیت نمبر 73)

''فرشتے بولے: کیا اللہ تعالیٰ کے کام کا تعجب کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر ہوں اے نبی کے گھر والو۔''

رسول اللہ کا نکاح اللہ کے حکم سے ہوا:

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے جن عورتوں کو اپنے عقد میں لیا ان کو اپنی مرضی سے نہیں لیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لیا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''مَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ نِسَائِيْ وَلَا زَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِيْ اِلَّا بِاِذْنٍ جَاءَنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَنِ اللّٰهِ''

(حلیۃ اولیاء، لابی نعیم، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 251)

''میں نے اپنی ازواج میں سے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی کوئی بیٹی کسی کے نکاح میں دی مگر اس اجازت سے جو جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر میرے پاس آئے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے کسی خاتون کے ساتھ بھی نکاح نہیں فرمایا بلکہ تمام نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمائے۔

شادی فقط اہل جنت سے:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ اَحَدًا مِنْ اُمَّتِيْ وَلَا يَتَزَوَّجُ اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اِلَّا كَانَ مَعَ الْجَنَّتِ فَاَعْطَانِيْ ذَالِكَ'' (الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 186)

''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں اھل جنت کے سوا کسی سے نکاح نہ کروں، شادی صرف اھل جنت سے ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا۔''

ایک اور حدیث اقدس میں ہے!

''بے شک اللہ تعالیٰ میرے لیے بس وہی عورتیں پسند فرماتا ہے اور میری بیٹیوں کے لیے وہی مرد پسند فرماتا ہے جو اہل جنت سے ہو۔'' (جمرۃ النساب، صفحہ نمبر 710)

ان احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ تمام کی تمام ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن اجمعین جنتی ہیں اور ان تمام ازواج میں سے کسی ایک کے متعلق غلط سوچ رکھنے والا اصراط مستقیم پر نہیں۔

ازواج النبی سے نکاح نہیں ہوسکتا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

''وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ

Marfat.com

اللّٰهِ عَظِيْمًا۝" (القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 53)

"(اے ایمان والو!) تم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی، بیشک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو پہلا حکم دے رہا ہے وہ یہ ہے کہ تم کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ تم ایسا کام کرو جس سے میرے پیارے محبوب علیہ السلام کو ذرا برابر بھی تکلیف پہنچے۔ یہاں تک فرمایا! "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" یعنی اپنی آواز بھی میرے محبوب علیہ السلام سے اونچی مت کرو اور اگر ایسا ہو گیا تو "اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ" تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ تو جب ایک ادنیٰ سی بے ادبی کی وجہ سے تمام اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اہل بیت رسول سلام اللہ علیہم اجمعین کی شان میں بے باکیاں کرتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کی رفعت و شان ظاہر کرنے کیلئے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ تم ان کو عام عورتیں خیال مت کرو بلکہ یہ تم پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں، یہ امہات المومنین ہیں اور تم اس چیز کو معمولی خیال نہ کرو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اور ایذائے رسول علیہ السلام کی جس قدر بھی اقسام ہو سکتی ہیں ان میں سب سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کوئی بات یا عمل کیا جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

(("اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ"))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ احزاب، آیت نمبر 6)

"نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

علمائے لغات نے اولیٰ کا معنیٰ "زیادہ قریب، زیادہ حقدار اور زیادہ مالک" کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ تینوں معنیٰ درست ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ تعظیم و حرمت اور ہمیشہ کیلئے ان سے نکاح نہ ہونے کے لحاظ سے وہ امہات المومنین ہیں نہ کہ ان کو دیکھنا اور ان کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جیسا کہ حقیقی ماں کے ساتھ آدمی خلوت میں بیٹھ سکتا ہے۔ یہ سب ان کے حق میں حرام ہے اور اس لحاظ سے وہ اجنبیوں کی طرح ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کی بیٹیوں کی اخوت المومنین اور نہ ہی ان کی بہنوں اور بھائیوں کو خالات المؤمنین اور اخوال المؤمنین کہا جاتا ہے۔

(معالم التنزیل للبغوی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 507)

ازواج النبی جیسی کوئی عورت نہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے!

Marfat.com

"یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 32)

"اے نبی کی ازواج! تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح (بلکہ تم تمام جہاں کی عورتوں سے افضل ہو)۔

اس آیت مبارکہ میں ازواجِ مطہرات کو جو تمام خواتین سے افضل و ممتاز فرمایا جارہا ہے وہ اس افضل ترین نسبت کی وجہ ہے جو کہ ان کو ازواجِ رسول علیہ السلام ہونے پر ملی اور یہ ایسی عظیم الشان نسبت ہے کہ اس جیسی کوئی اور نسبت ہو نہیں سکتی۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جب ازواج مطہرات سلام اللہ علیھن اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہو جانے سے تمام عالمین کی خواتین سے افضل و اعلیٰ ہونے کا اعزاز عطا فرما دیا تو جس کی وجہ سے انہیں یہ اعزاز عطا ہوا وہ خود کس شان کا حامل ہوگا؟

ازواج النبی کو حکم:

ارشاد ربانی ہے!

"وَاذْکُرْنَ مَایُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا o"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 34)

"(اے ازواج رسول!) یاد رکھو کہ اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا لطف فرمانے والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات کے گھروں کو وحی الٰہی اور حکمتِ ربانی کا گہوارہ قرار دیا ہے۔ یعنی یہی وہ مراکز ہیں جہاں سے تمام عالمین کی ہدایات کیلئے احکاماتِ الٰہی بزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ ہوئے۔

اس آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ بھی حکم ہورہا ہے کہ تم میرے محبوب علیہ السلام سے میری آیتوں اور حکمت کی باتوں کو یاد کرو تاکہ خواتین کی تربیت کا اہتمام ہو سکے۔ حقیقت میں یہ امہات المؤمنین ہی ہیں جن کی وجہ سے نا صرف خواتین نے فرامینِ رسول علیہ السلام کو یاد کیا بلکہ مردوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ان کی فیض یافتہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دُنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اُمہات المؤمنین ہی کے گھر عوام الناس کے لئے درسگاہیں اور منبعِ فیوض برکات تھے۔

☆☆☆

باب نمبر 9:

محبت رسول کا تقاضہ.....صحابہ کرام سے محبت و تعظیم

عظمت صحابہ:

رسول اللہ ﷺ کی محبت و توقیر کا ہی ایک شعبہ آپ ﷺ کے صحابہ سے محبت اور ان کی تعظیم ہے، خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار، ان کیلئے استغفار کی جائے، ان پر طعن نہ کیا جائے اور نہ ان سے حسد و بغض رکھا جائے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((للفقراء المھجرین الذین اخرجوا من دیار ھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصدقون ٥ والذین تبوّؤ الدار والا یمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاؤلئک ھم المفلحون ٥ والذین جاء و من بعدھم یقرلون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم)) (الحشر :8-10)

''ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔''

متاخر صحابہ کو حکم:

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تسبوا اصحابی فلو ان احد کم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ))

(بخاری، فضائل الصحابہ)

''میرے صحابہ پر طعن نہ کرو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ سے ایک مد کیا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ گا۔''

یہ خطاب متاخر صحابہ کیلئے ہے مثلاً: حضرت خالد بن ولید جیسے صحابہ کیلئے کہ متقدم صحابہ مثلاً: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے صحابہ کو گالی نہ دو تو جو شرف صحبت پا ہی نہیں سکے یا ان کا عہد اصحاب رضوان اللہ عنہم سے بہت دور ہے ان کا حال کیا ہوگا؟

ابتداء خلق سے لے کر قیام قیامت تک اس زمین پر سب سے بہتر دور والے صحابہ ہی تھے اور وہی ہمارے عادل شہداء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آئمہ نے اس شخص کو زندیق و کافر قرار دیا جو اس پر طعن کرے یا ان سے حسد رکھے، جب ان کے ساتھ بغض وعداوت حرام ہے تو ان کی محبت وتوقیر لازم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے:

((والسبقون الا ولون من المھجرین ولا نصار والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم))

(التوبہ 100)

Marfat.com

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔''

تو جو اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت اور اس میں ہمیشہ رہنا اور عظیم کامیابی چاہتا ہے وہ ان کی احسان کے ساتھ اتباع کرے اور اتباع میں محبت، توقیر اور احترام بھی شامل ہے۔ ہماری گفتگو کا مقصد ان کے لئے عصمت ثابت کرنا نہیں کیونکہ یہ محال ہے، وہ نبی نہیں ہیں، ان سے غلطی بلکہ نافرمانی بھی ہو سکتی ہے، ایسے معاملہ میں ان کی اطاعت نہ کی جائے لیکن مقام صحابیت اور محبت ان کیلئے ثابت رہے گی۔

سب سے اچھائی کا وعدہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

((وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى))

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 10)

''ان سب (صحابہ کرام) سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔''

یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی صحبت اور تربیت نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کے حکم کے مطابق ''صِبْغَةَ اللهِ'' میں رنگ جانے کا اعزاز ملا۔ انہوں نے جمالِ رسول کو اس درجہ محفوظ کر لیا تھا کہ یہ ہر قسم کی آلائش سے پاک ہو گئے تھے۔

قلوب صحابہ کی آزمائش:

جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ جماعت ہے جس کے متعلق قرآن بھی گواہی دیتا ہے کہ وہ سچے تھے، صادق تھے، ایمان والے تھے۔ ''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ'' اور ''اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ'' تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

((اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى))

(القرآن المجید، پارہ 26، سورۃ نمبر 49 (الحجرات)، آیت نمبر 3)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا۔''

مشیر رسول:

انہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا مشیر ٹھہرا کر ان کی فضیلت وعظمت میں مزید اضافہ فرمایا اور درج ذیل آیتِ کریمہ کو نازل فرمایا:

((''فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ''))

(القرآن المجید، پارہ 4، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 159)

''تو (اے غیب کی خبریں دینے والے نبی!) تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔''

Marfat.com

امر بالمعروف کا فریضہ:

انہیں کی بزرگی و شرف میں چار چاند لگا کر نور افروز عالم بنا دیا گیا۔ اس پر یہ آیت شاہد ہے:

((کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ))

(القرآن المجید، پارہ 4، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت نمبر 110)

"تم بہتر ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

صفات صحابہ:

انہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اخلاقِ حسنہ کے متعلق کلام ذیل نازل فرما کر ان کے جلالِ سطوت اور کمالِ فضیلت کو اس طرح روشن اور ظاہر فرما دیا:

((مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا))

(القرآن المجید، پارہ 26، سورۃ نمبر 48 (الفتح)، آیت نمبر 29)

"محمد (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔ جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کام والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔"

جنتوں کے حقدار:

انہی کے متعلق قرآن بیان کرتا ہے:

(("وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○"))

(القرآن المجید، پارہ 11، سورۃ نمبر 9 (التوبۃ)، آیت نمبر 100)

"اور سب میں اگلے، پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے○"

خلافت کا وعدہ:

انہی کے ساتھ مالکُ الملک نے حکومتِ ارضِ مقدس کا وعدہ فرمایا اور پھر ابدُ الآباد کے لیے اوراقِ تاریخ کو ان کی

Marfat.com

صداقت پر شاہد موثق بنا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

((''وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا''))

(القرآن المجید، پارہ 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 55)

''اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔''

افضل ترین امت:

انہی کی منقبت کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

((''وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ''))

(القرآن المجید، پارہ 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ) آیت نمبر 143)

''اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں بنایا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔''

انہی کی عظمت وشان اور رفعتِ مکان کے صدقے میں مومن مردوں اور عورتوں کو بشارتِ عظیمہ کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

قیامت کے دن آگے پیچھے نورانیت:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

((يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝))

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت 12)

''جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے ۝''

صدیقین وشہداء:

انہی کے متعلق ایک اور جگہ فرمایا:

((وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ))

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 19)

''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے اجر اور نور ہوگا۔''

Marfat.com

رضائے الٰہی:

یہی وہ جماعت ہے جن کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے:

((لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاo))

(القرآن المجید، پارہ 26، سورۃ نمبر 48 (الفتح)، آیت نمبر 18)

"بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔"

وعدہ جنت:

انہی کے متعلق فرمایا گیا:

((لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی))

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 10)

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔"

انصار صحابہ کی فضیلت:

انہی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

((وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo))

(القرآن المجید، پارہ 28، سورۃ نمبر 59 (الحشر)، آیت نمبر 9)

"اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔"

قربِ نبی:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام سے صحابہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ ہمیں دنیا میں تنہا چھوڑ کر نہ جائیں کیونکہ اگر آپ ہم سے جدا ہو گئے تو پھر آپ کا دیدار کیسے نصیب ہو گا۔؟"

تو اللہ نے یہ آیت نازل فرما دی:

((من یطیع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً))

Marfat.com

''جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھی ہونگے' جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین اور ایسے لوگوں کی سنگت بہت ہی خوب ہے۔''

اولین مہاجرین وانصار:

ارشاد الٰہی ہے:

((والسبقون الا ولون من المهجرين والانصار والذين اتبعواهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها ابدًا ذلك الفوز العظيم))

(القرآن الکریم)

''سب سے پہلے اور اول مہاجروں اور انصار میں سے اور جنہوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے اور اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

چنے ہوئے بندے:

انہی کے متعلق قرآن فرماتا ہے:

((ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا))

(القرآن المجید، پارہ 22، سورۃ نمبر 35 (الفاطر) آیت نمبر 32)

''پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول:

((قل الحمد لله والسلام على عباده الذين اصطفىٰ))

''فرما دیجیے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اللہ کے برگزیدہ بندوں پر، کی تفسیر نبی علیہ السلام کے صحابہ ہیں، جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی سنگت کے لیے چن لیا۔''

ان احادیث کو خیثمہ بن سلیمان صحابی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

مراد کو پہنچنے والے:

انہی کی شان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

((لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥))

(القرآن المجید، پارہ 10، سورۃ نمبر 9 (التوبہ) آیت نمبر 88)

''لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں، جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔''

Marfat.com

اگر صحابہ صاحب اقتدار ہوتے تو:

ابوصالح فرماتے ہیں کہ قول باری تعالیٰ:

((الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ))

''وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔'' سے مراد نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ ہیں۔''

صحابہ ستاروں کی طرح ہیں:

اس جماعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

((اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ))

''میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کی طرح ہیں کہ تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروں گے ہدایت پا جاؤ گے۔''

صحابہ کو دیکھنے والا بھی معزز ہے:

ایران سے چھپنے والی کتابوں میں بھی صحابہ کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے:

((عن امیر المومنین علیه السلام ۔ قال سمعت رسول اللهﷺ صلی الله علیه وسلم یقول طوبی لمن رآنی اورآی من رآنی اورآی من رآی من رآنی))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبارک ہے اسے جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔''

(امالی شیخ صفحہ 281 تا 282 (2) بحار الانوار نبینا صلی اللہ علیہ وسلم باب فضل المہاجرین والانصار، 22 صفحہ 311)

ہجرت کی قبولیت کی دعا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جو آپ کی مرض اور نبی علیہ السلام کی عیادت کے متعلق ہے۔ اس میں نبی علیہ السلام کی یہ دعا موجود ہے:

''اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت قبول فرما اور انہیں اُلٹے قدم واپس نہ پلٹا دے۔''

اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

صحابہ کو رسول اللہ کے لیے دیگر لوگوں سے چنا گیا:

حضرت عبدالرحمٰن بن سلم بن عبداللہ (دادا، باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے متوارثا) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے مجھے (انبیاء میں سے) چنا اور میرے لیے ساتھی چنے، انہیں سے میرے سسر اور مددگار بنائے تو جو انہیں برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ روز قیامت اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔''

اسے ابن مہندی نے اپنی مشیخت میں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

بہترین لوگ جن میں رسول اللہ تشریف لائے:

انہی کی منقبت کو سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کے ارشادِ عالی نے اس طرح آشکار فرمایا ہے:

((خَیْرُ اُمَّتِیْ الْقَرْنُ الَّذِیْ بُعِثْتُ فِیْهِمْ))

''میری امت کے عظیم لوگ وہ ہیں جن میں مجھے بھیجا گیا ہے۔''

بہترین زمانہ والے لوگ:

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

((خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ))

''سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں۔''

صحابہ کو پسند کرنے والا مومن ہے:

ایک اور حدیث میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی شانِ رفعت مکان کو اتنا بلند فرما دیا کہ اُن کے ادب، تعظیم اور احترام کو علامتِ ایمانی اور ذوقِ ایقانی قرار دیا، فرمایا:

((مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتَهٗ وَسَاءَ تْهُ سَیِّئَتَهٗ فَذٰلِکُمُ الْمُؤْمِنُ))

''تم میں سے وہی مومن ہیں جن کو صحابہ کے کام اچھے لگیں اور ان کو برا کہنا برا معلوم ہو۔''

صحابہ کے صدقہ کا ثواب:

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْاَنَّ اَحَدًا اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّاَحَدِهِمْ وَنَصِیْفَهٗ))

''میرے صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو برا مت کہو۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مُد (ناپنے کا ایک پیمانہ) بلکہ نصفِ مُد کے ثواب کے برابر بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔''

صحابیِ رسول رہنما ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا کوئی صحابی کسی علاقے میں انتقال کر جائے تو وہ روزِ قیامت اس علاقہ والوں کے لیے باعث نور اور راہنما ہوگا۔''

صحابہ کی مثال:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے درمیان میرے صحابہ کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔''

Marfat.com

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''ہائے افسوس قوم کا نمک جاتا رہا (صحابہ دنیا سے اٹھ گئے)۔''

جب تک صحابہ یا ان کے شاگرد یا ان کے شاگرد موجود رہیں گے بھلائی عروج پر رہے گی:

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

''اے لوگو! تم بھلائی میں رہو گے جب تک کوئی ایک بھی مجھے دیکھنے اور میری سنگت کرنے والا (صحابی) تمہارے اندر موجود ہے۔ اللہ کی قسم! تم بھلائی میں رہو گے جب تک میری سنگت اور دید کرنے والے کو کوئی دیکھنے والا (تابعی) تمہارے اندر موجود ہے۔ اور اللہ کی قسم! تم بھلائی میں رہو گے جب تک کوئی ایسا شخص تم میں موجود ہے جس نے میرا دیدار اور میری سنگت کرنے والوں کو دیکھنے والوں کو دیکھا ہے (تبع تابعی)۔''

غیر صحابی اور صحابی کے ثواب کا موازنہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو ایک صحابی کے چار سیر بلکہ دو سیر گندم خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔''

اسے بخاری و مسلم نے اور ابوبکر برقانی نے بخاری مسلم کی شرائط پر روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ تمہاری ساری عمر کے نیک اعمال اُن کی ایک لحظہ نیکی کے برابر نہیں ہو سکتے۔''

اسے علی بن حرب طائی اور خیثمہ بن سلیمان نے روایت کیا ہے۔

دشمن صحابی کا عمل قبول نہیں ہوتا:

حضرت عبدالرحمٰن بن سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم (تینوں دادا، باپ اور بیٹا ایک دوسرے سے متوارثا) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سے مجھے چنا اور میرے لیے ساتھی چنے، پھر انہیں میں سے میرے سسر اور مددگار بنائے تو جو انہیں برا کہے اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ روز محشر اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔''

صحابی کا شاگرد بھی جنتی ہے:

ایک اور جگہ صحابہ کو دیکھنے والے کو جہنم سے آزادی کی نوید سنائی گئی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَانِی اَوْرَای رَانِی))

''اس شخص کو (دوزخ کی) آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا پھر اس شخص (صحابی) کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا۔''

Marfat.com

صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ تمہارے ساری عمر کے نیک اعمال ان کی ایک لحہ بھر کی نیکی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔''

حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ))

''اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو! ۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ جان لو کہ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے تو وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھنے کے سبب ان سے دشمنی کرتا ہے اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی تو بیشک اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس شخص نے مجھے اذیت پہنچائی تو اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے اللہ کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب اللہ اس کو اپنے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔''

صحابہ کو برا کہنے والے شریر ترین لوگ ہیں:

ایک اور جگہ صحابہ کے دشمنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَشَرَّ اُمَّتِیْ اَجْرَؤُھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ))

''بیشک میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ کے گستاخ ہیں۔''

صحابہ کو برا کہنے والوں کو کیا کہنا چاہئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ))

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو برا کہتے ہوں تو تم کہو اللہ کی لعنت ہو تمہاری اس بری حرکت پر۔''

پہلے صحابی:

مسلمہ حقیقت ہے جس کو خاص و عام سب نے اپنی کتب میں لکھا ہے:

((اول من اسلم فھو ابو بکر))

''سب سے پہلے ایمان لانے والے ابو بکر صدیق ہیں۔'' (مفسر علامہ قمی شیعہ)

مردوں میں سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

شیعہ عالم علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان میں لکھتا ہے:

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں اور ان کے بعد جس نے کلمہ پڑھا وہ ابوبکر ہیں۔''

حضرت علی اسد اللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! ابوبکر صدیق کئی باتوں میں ہم سے سبقت لے گئے۔ وہ اسلام لانے میں سبقت لے گئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنا مال خرچ کرنے میں ہم سے سبقت لے گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اے لوگو! جب ساری کائنات میرا انکار کر رہی تھی اس وقت ابوبکر صدیق نے میری تصدیق کی۔ جب ساری دنیا میرے ساتھ عداوت کر رہی تھی، میرے ساتھ دشمنی کر رہی تھی تو اس وقت صدیق اکبر نے میری محبت کا اقرار کیا۔ جب ساری دنیا میرے خون کی پیاسی تھی تو اس وقت صدیق اکبر نے مجھ پر اپنا تن من سب کچھ نثار کر دیا۔''

مصاحبت ابوبکر صدیق:

امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور فرمایا:

''اے ابوبکر! میں ہجرت کرنا چاہتا ہوں ساتھ کس کو لے کر جاؤں۔؟''

ابھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرائیل نے آ کر کہا:

((ان الله امرك ان تصتحب ابا بكر))

''بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنے سفر میں ابوبکر صدیق کو اپنا ساتھی بنائیے۔!''

حضرت عمر کا دبدبہ:

روضۃ الشفاء کا مصنف لکھتا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے اس انداز میں نکلتے ہیں کہ دائیں طرف صدیق اکبر، بائیں طرف حضرت امیر حمزہ، درمیان میں رسول اللہ، آپ کے آگے حضرت علی اور ان کے آگے حضرت عمر فاروق جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے چالیس صحابہ کرام کا لشکر ہے۔ جب یہ لوگ کعبہ کے قریب پہنچے تو کافر کہنے لگے: آج تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہنے لگے: آج ہم اللہ تعالیٰ کا نام خانہ کعبہ میں لیں گے۔ وہ کہنے لگے: ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ جب مکہ والوں نے یہ کہا کہ ہمارے ہوتے اللہ تعالیٰ کا نام کوئی نہیں بلند کر سکتا تو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہے کوئی اپنی اولاد کو یتیم کرنے والا تو آئے اور عمر کے ساتھ مقابلہ کرے۔ لوگو! آج عمر اسلام کی آغوش میں آ گیا ہے۔ آج عمر اللہ کا نام بلند کر کے ہی رہے گا۔''

روضۃ الشفاء کا مصنف مزید لکھتا ہے:

''کعبہ کے اندر سب سے پہلے جس نے علی الاعلان نماز با جماعت پڑھی وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔''

Marfat.com

جنت صحابہ کی مشتاق ہے:

((وروی: ان الجنة تشتاق الی ابی بکر و عمر وعثمان و علی و سلیمان))

''مروی ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور سلیمان فارسی ایسے لوگ ہیں کہ جنت ان کی مشتاق ہے۔''

بدر و حدیبیہ میں شریک صحابہ کی فضیلت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے ساتھ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا:

''فلاں باغ میں جاؤ! وہاں ایک عورت ہوگی جس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے آؤ۔''

چنانچہ ہم گھوڑے دوڑاتے وہاں پہنچے، وہ عورت وہاں موجود پائی۔ ہم نے کہا:

''خط ہمارے حوالے کر دے!''

کہنے لگی:

''میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔''

ہم نے اسے دھمکی دی۔ تب اس نے اپنے بالوں سے خط نکالا جس کا مضمون یہ تھا:

''حاطب ابن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کی طرف یہ خط ہے۔ نبی علیہ السلام تم پر حملہ کرنے والے ہیں۔''

جب یہ خط نبی علیہ السلام کو پیش کیا گیا تو آپ نے حاطب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''یہ کیا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ذرا ٹھہریئے! میری بات سن لیجئے۔! میں مکہ سے ہجرت کر کے یہاں مدینہ چلا آیا جب کہ میں نسباً قریش میں سے نہ تھا اور آپ کے دیگر مہاجرین ساتھی قریش میں سے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اہل وعیال کی نگہداشت قریش نے اپنے ذمہ لی ہے اور میرے گھر والوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں تو میں نے قریش پر ایک احسان کرنا چاہا کہ اس کی وجہ سے میرے گھر کو کچھ تحفظ مل جائے اور میں نے یہ کام دین سے برگشتہ ہو کر نہیں کیا، کیونکہ مجھے تو اسلام کے دامن رحمت میں پناہ مل چکی ہے۔''

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''حاطب سچ کہتا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ اس منافق کا سر اتار دوں۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

''حاطب بدر میں شریک تھا اور تم کیا جانو اللہ نے بدریوں پر نظر کرم فرمائی اور فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔''

سہل بن مالک اپنے والد سے اور وہ سہل کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے بدر اور حدیبیہ والوں کی بخشش فرما دی ہے۔''

اسے خلعی اور حافظ دمشقی نے اپنے اپنے معجم میں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت اُم مبشر رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جبکہ آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے:

''جس شخص نے بھی درخت کے نیچے (حدیبیہ) میری بیعت کی ہے انشاء اللہ! وہ جہنم میں نہ جائے گا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب کا غلام نبی کریم علیہ السلام کے پاس ان کی شکایت لایا اور کہا:

''اللہ کی قسم! حاطب ضرور جہنم میں جائے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم جھوٹ کہتے ہو! حاطب نے بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا:

''آپ کے صحابہ میں افضل کون شمار ہوتے ہیں؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بدری صحابہ!''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یونہی آسمانوں میں وہ فرشتے سب سے افضل ہیں جو بدر میں مسلمانوں کی امداد کو اترے تھے۔''

اسے ابن بشران نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

''جس نے بھی درخت کے نیچے بیعت کی ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔''

اسے ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے اور اپنی سیرت میں اسے بیان کیا ہے۔ ''اور حدیبیہ میں'' کا لفظ بڑھایا ہے اور ساتھ ہی یہ لفظ لکھے ہیں:

''نبی علیہ السلام نے فرمایا: آگ میں داخل نہ ہوگا وہ شخص جس نے مجھے دیکھا اور ایمان لایا یا ایمان کے ساتھ میرے دیکھنے والے کو دیکھ لیا۔''

عشرہ مبشرہ کے فضائل:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر جنت میں جائیں گے، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعد بن زید جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔''

حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دس آدمی جنتی ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید۔''

نو افراد گن کر دسویں کا ذکر کیے بغیر آپ چپ ہو گئے۔ لوگوں نے کہا:

Marfat.com

''آپ کو اللہ کی قسم! دسویں کا نام لیں۔''

فرمایا:

''تم نے مجھے اللہ کی قسم دے دی ہے اس لیے بتلاتا ہوں کہ وہ دسواں ابوالاعور (یعنی میں سعید بن زید) ہے۔''

اسے ترمذی نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے:

''امام بخاری نے اس باب میں اسے سب سے صحیح حدیث قرار دیا ہے یعنی سابق الذکر حدیث عبدالرحمٰن بن عوف سے بھی یہ حدیث زیادہ قوی ہے۔''

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قریش میں سے دس افراد جنتی ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن مالک اور ابوعبیدہ بن جراح۔''

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں:

''حضرت سعید نے فرمایا: دس جنتیوں میں ایک صحابی اور بھی ہے۔ اور غالباً وہ خود حدیث کے راوی (حضرت سعید بن زید) ہیں۔''

اس حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ صرف دس صحابی جنتی ہیں اور باقی جنتی نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دس وہ صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی کہا ہے۔ یہ وہ خوش نصیب جنتی ہیں جنہیں زبان نبوت سے مژدہ جنت مل گیا۔

اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے اور طبرانی نے اپنے معجم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے جس میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا صاف نام موجود ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

''اے عائشہ! تمہیں ایک بشارت نہ دوں؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیوں نہیں؟''

فرمایا:

''تمہارے والد ابوبکر جنتی ہیں، وہاں ان کے ساتھی ابراہیم علیہ السلام ہونگے۔ عمر جنتی ہیں، ان کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام ہوں گے۔ عثمان جنتی ہیں ان کا ساتھی میں خود ہوں گا۔ علی جنتی ہیں ان کے ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہوں گے۔ طلحہ جنتی ہیں وہاں ان کے ساتھی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ زبیر جنتی ہیں ان کے ساتھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوں گے۔ سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، ان کے ساتھی سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہوں گے۔ سعد بن زید جنتی ہیں ان کے ساتھی موسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں ان کے ساتھی ادریس علیہ السلام ہوں گے۔''

پھر فرمایا:

Marfat.com

''اے عائشہ! میں سید المرسلین ہوں۔ تمہارا والد افضل الصدیقین ہے اور تم ام المومنین ہو۔''

روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں عشرہ مبشرہ کی ارواح کو جمع فرمایا اور ان کے انوار سے ایک پرندہ بنایا جو جنتوں میں رہتا ہے۔

اسے دیگر مصنفین نے اپنی اپنی سیرت کی کتب میں بیان کیا ہے۔

گویا عشرہ مبشرہ کو دنیا میں پیدا کرنے سے پہلے ہی عالم ارواح میں اکٹھا کر دیا تھا اور جب دنیا میں آئے تو عالم ارواح کی طرح یہاں بھی اکٹھے ہو گئے۔ نسب میں بھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بھی، رشتہ مواخات میں بھی اور پھر جنت میں بھی اکٹھے ہوں گے۔ تو خوش بخت ہے وہ انسان جس نے ان سے محبت کی اور کسی ایک میں فرق نہ کیا اور اُن کے راستے پر چلا اور بدبخت ہے وہ انسان جوان کے باہمی اختلافات میں الجھا رہا اور کسی ایک میں فرق کرنے کا خطرہ مول لیا اور نفس کی پیروی کرتے ہوئے ایک کی گستاخی کا مرتکب ہوا۔ اللہ ہی کو حمد ہے جس نے ہمیں اس گناہ سے محفوظ رکھا۔ دعا یہ ہے کہ یہ کرم ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! تو نے میرے صحابہ کی وجہ سے امت کو برکت عطا فرمائی ہے۔ تو ان سے یہ برکت واپس نہ لے۔ انہیں ابوبکر کی محبت پر اکٹھا کر دے۔ اس کا کام نہ بکھیر! کیونکہ اس نے ہمیشہ اپنی رضا پر تیری رضا کو ترجیح دی ہے۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کو عزت، عثمان کو صبر، علی کو توفیق، طلحہ کو بخشش، زبیر کو ثابت قدمی، سعد کو سلامتی اور عبدالرحمٰن کو وقار عطا فرما۔ اے اللہ! اول مہاجرین وانصار کو اور نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے تمام مسلمانوں کو (جنت میں) میرا ساتھی بنا دے۔''

اسے حافظ ثقفی نے اور واحدی نے مسنداً روایت کیا ہے اور واحدی نے ''ان سے برکت واپس نہ لے'' کے بعد یہ الفاظ زائد کیے ہیں:

''اے اللہ! تو نے میرے صحابہ کو ابوبکر کی وجہ سے برکت عطا فرمائی ہے تو ان سے یہ برکت واپس نہ لے اور ابوبکر کی محبت پر انہیں اکٹھا کر دے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے صحابہ کے لیے جنت کا سوال کیا تو اللہ نے انہیں یقیناً جنت سے نواز دیا۔''

اسے ابوالخیر حاکمی قزوینی نے روایت کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب جل شانہ سے سوال کیا کہ وہ شخص دوزخ میں نہ جائے جس نے مجھے سسر بنایا یا جسے میں نے سسر بنایا۔''

(لوامع التنزیل، جلد دوم صفحہ 476)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے تشریف لائے اور فرمایا:

''اے محمد کے ساتھیو! آج رات میں نے جنت میں تمہارے مکانات کا اپنے مکان سے قرب دیکھا ہے۔''

یہ کہہ کر آپ حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

Marfat.com

''اے علی! کیاتم یہ پسند کرو گے کہ جنت میں تمہارا مکان میرے مکان کے سامنے ہو جیسے دو بھائیوں کے منازل باہم بالمقابل ہوتے ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیوں نہیں؟''

یہ کہتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ گریاں ہوگئے۔ پھر آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''میں ایک ایسے شخص کا نام اوراس کے والدین کا نام بھی جانتا ہوں جب وہ جنت میں آئے گا تو وہاں کا ہر مکان اور پانی کا ہر گھونٹ مرحبامرحبا پکاراُٹھے گا۔''

حضرت سلمان فارسی عرض کرنے لگے:

''یارسول اللہ! ایسا شخص ناکام کب ہوسکتا ہے۔؟''

فرمایا:

''وہ ابوبکر ہے۔''

پھر آپ نے حضرت عمر کی طرف التفات فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے ابوحفص! میں نے جنت میں سفید جوہر سے بنا ایک محل دیکھا جس پر سفید موتیوں کا جڑاؤ کیا ہوا تھا۔ میں نے فرشتہ رضوان سے پوچھا: یہ محل کس کے لیے ہے؟ کہنے لگا: ایک قریشی جوان کے لیے۔ میں نے سمجھا کہ شاید میرا ہے۔ وہ خود ہی بول اٹھا: یہ عمر بن الخطاب کا ہے۔ پھر میں نے اس کے اندر جانا چاہا تو مجھے تیری غیرت یاد آگئی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر آب دیدہ ہوگئے اور عرض کرنے لگے:

''یارسول اللہ! کیا مجھے آپ پر غیرت آئے گی؟''

پھر آپ نے عثمان غنی کی طرف رخ منور کیا اور فرمایا:

''ہر نبی کا ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرے جنت کے ساتھی تم ہو۔''

پھر عبدالرحمٰن کی طرف نگاہ التفات اٹھی تو فرمایا:

''کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں تمام صحابہ سے دیر کے ساتھ آتے دیکھا ہے۔؟ کیا سبب ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''مجھ سے حساب ہوتا رہا کہ فلاں مال تمہیں کہاں سے ملا؟ کہاں خرچ کیا؟ بلکہ مجھے تو گمان گزرا کہ شاید آپ کو نہ دیکھ پاؤں گا۔ میرے سو اونٹ مصر سے مال تجارت سے لدے ہوئے آئے ہیں، جنہیں میں مدینہ کے یتیموں اور بیواؤں میں تقسیم کرنے کا اعلان کرتا ہوں شاید کہ اسی سبب سے اللہ میرا حساب آسان کردے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ اور زبیر کی طرف دیکھا تو فرمایا:

''ہر نبی کے حواری (مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری تم دونوں ہو۔''

اسے قاضی ابوبکر یوسف بن فارس نے روایت کیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا:

''اگر نبی علیہ السلام اپنے بعد کسی کو خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟''

Marfat.com

فرمایا:

''ابوبکر کو۔''

عرض کیا گیا:

''(اگر بالفرض زندہ نہ ہوتے تو) اس کے بعد کسے بناتے؟''

فرمایا:

''عمر کو۔''

سوال ہوا:

''پھر کسے بناتے؟''

فرمایا:

''ابوعبیدہ بن جراح کو۔''

اس کے آگے سیدہ نے کسی کا نام نہیں لیا۔

شفیق کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب صحابہ میں زیادہ عزیز کون تھا۔؟''

فرمایا:

''ابوبکر۔''

میں نے کہا:

''اس کے بعد کون؟''

فرمایا:

''عمر۔''

میں نے کہا:

''اس کے بعد کون؟''

فرمایا:

''ابوعبیدہ بن جراح۔''

میں نے کہا:

''اس کے بعد کون؟''

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔

اسے ترمذی نے روایت کیا اور حسن حدیث قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ارشاد الٰہی ہے:

((مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فازرہ فاستغلظ فستوی علی

Marfat.com

سوقه))(سورة فتح، آیت 29)

"نبی کے صحابہ کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے جس نے اپنے پتے نکالے، پھرانہیں قوت دی تو وہ گھنی ہوگئی اور اپنی شاخ پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔"

یہاں کھیتی سے مراد نبی علیہ السلام ہیں، پتے ابوبکر صدیق کی ذات ہے، یہ کھیتی عثمان غنی کی برکت سے گھنی ہوئی اور علی مرتضیٰ کی قوت پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

اسے جوہری نے اور ابن عبداللہ نے اپنی امالی میں روایت کیا ہے۔

خلفاء کی فضیلت:

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں سورۃ العصر تلاوت کی۔ پھر عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! اس سورۃ کی تفسیر کیا ہے۔؟"

فرمایا:

"والعصر اللہ فرماتا ہے: مجھے قسم ہے دن کی آخری ساعات کی۔"

((ان الانسان لفی خسرا))

(بے شک انسان سخت نقصان میں ہے) یہ ابوجہل ہے۔

((الا الذین آمنوا))

"(سوائے ایمان والوں کے) یہ ابوبکر صدیق ہیں۔"

((وعملو الصالحات))

"(اور اچھے عمل کرنے والوں کے) یہ عمر فاروق ہیں۔"

((وتواصوا بالحق))

"(جو سچی بات کی تلقین کرتے ہیں) یہ عثمان غنی ہیں۔"

((وتواصوا بالصبر))

"(اور جو صبر کی وصیت کرتے ہیں) یہ علی مرتضیٰ ہیں۔"

اسے واحدی نے بیان کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انبیاء و مرسلین کے سوا تمام جہانوں پر اللہ نے میرے صحابہ کو عظمت دیدی ہے۔ پھر صحابہ میں سے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو افضلیت سے نواز دیا اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنادیا ہے۔ پھر امت میں سے جو لوگ پہلی سے چوتھی صدی تک آئیں گے بعد والوں سے افضل ہیں۔"

اسے بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور بزار سے عبدالحق نے کتاب "الاحکام" میں اسے لیا ہے۔ جبکہ ابن سمان

Marfat.com

نے بھی الموافقہ میں یہ حدیث مختصراً نقل کی ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کے سوا اگلے پچھلے تمام جہانوں پر میرے صحابہ کو افضلیت عطاء فرمائی ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

''اے علی! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا وزیر' عمر کو مشیر' عثمان کو سہارا اور تجھے اپنا مددگار بناؤں۔ تو تم چار ہوئے۔ جن کے متعلق اللہ نے ام الکتاب (لوح قدرت) میں لکھ دیا ہے کہ انہیں دوست رکھے گا تو مومن اور ان سے حسد رکھے گا تو صرف منافق۔ تم ہی میرے جانشین۔ میری ذمہ داریوں کو اٹھانے والے اور امت کے آگے میری صداقت کی دلیل ہو۔ لہٰذا یہ رشتہ توڑ نہ دینا اور سیدھے راستے سے دائیں بائیں ہٹ نہ جانا۔''

اسے ابن سمان نے موافقہ میں روایت کیا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور طریق کے ساتھ بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان چار آدمیوں کی محبت صرف اور صرف مومن کے دل میں ہی یکجا موجود ہو سکتی ہے: ابوبکر' عمر' عثمان اور علی۔''

اسے ابن سمان اور ابن ناصر سلامتی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان چاروں (سیدنا ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) سے اللہ کے محبوبان محبت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمن بغض رکھتے ہیں۔''

اسے ملاں نے سیرت میں روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر میرا وزیر ہے اور امت میں میرا نائب' عمر میرا حبیب ہے اور میری زبان سے بولنے والا' عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی اور میرا علم بردار ہے۔''

اسے ابن سمان نے موافقۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ ابوبکر پر رحمت نازل کرے جس نے مجھ سے اپنی بیٹی بیاہی پھر مجھے دار ہجرت (مدینہ منورہ) کی طرف اٹھا لایا۔ غار میں میرا ساتھی رہا اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا۔ عمر پر اللہ رحم کرے جو سچی بات کہہ دیتا ہے خواہ وہ کڑوی ہو۔ جب کوئی بھی اس کا ساتھی نہ ہو (تنہا مجبور ہو) تو بھی حق بات کہہ دیتا ہے۔ عثمان پر اللہ کی رحمتیں ہوں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور علی پر اللہ رحمت برسائے۔ اے اللہ! علی جہاں جائے حق اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔''

اسے ترمذی خلعی اور ابن سمان نے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''لوگو! تمہیں کیا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اختلاف رکھتے ہو؟ جانتے نہیں کہ میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کی محبت اللہ نے امت پر روز قیامت تک فرض فرما دی ہے۔؟''

Marfat.com

پھر فرمایا:

''ابوبکر کہاں ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں یہ موجود ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے قریب آجاؤ!''

آپ نے انہیں سینے سے چمٹا کر ان کی آنکھوں کے درمیان ماتھے کا بوسہ لیا۔ ہم (صحابہ) نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارک رخساروں پر آنسو بہا رہی ہیں۔ پھر آپ نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا:

''مسلمانو! یہ ابوبکر صدیق ہے۔ تمام مہاجرین و انصار کا سردار اور میرا ساتھی ہے۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس نے میری تصدیق کی۔ لوگوں نے مجھ سے صرفِ نظر کیا تو اس نے مجھے پناہ دی اور بلال کو میری رضا کے لیے اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا۔ اس سے دشمنی رکھنے والے پر اللہ اور تمام جہان کی لعنت اور اللہ اس سے بری ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ہاں سرخرو ہونا چاہتا ہے وہ ابوبکر صدیق کی عداوت سے باز آجائے۔ یہ باتیں دوسروں تک پہنچا دو۔''

پھر فرمایا:

''ابوبکر! بیٹھ جاؤ! اللہ نے تمہارے لیے ان باتوں کا فیصلہ فرما دیا ہے۔''

پھر فرمایا:

''عمر بن خطاب کہاں ہے؟''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جلدی سے سامنے آگئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قریب آجاؤ۔''

وہ قریب آئے تو آپ نے انہیں سینے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ ہم (صحابہ) نے آپ کے رخساروں پر آنسو بہتے دیکھے۔ پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر باآواز بلند فرمایا:

''مسلمانو! یہ عمر بن الخطاب تمام مہاجرین و انصار کا سردار۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اسے اپنا مددگار اور مشیر بناؤں۔ اس کے دل، زبان اور ہاتھ پر اللہ حق بات اتارتا ہے، خواہ کوئی حمایتی نہ ہو۔ یہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا چاہے سچی بات کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔ احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں کسی انسان کی ملامت گہری کو خاطر میں نہیں لاتا۔ شیطان اس کی شخصیت سے بھاگتا ہے۔ یاد رکھو! عمر جنتیوں کا نور ہے۔ اس کے دشمن پر اللہ اور تمام جہانوں کی لعنت ہے۔ اللہ بھی اس سے بری اور میں بھی اس سے بری۔''

پھر فرمایا:

''عثمان بن عفان کہاں ہے۔؟''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فوراً سامنے آئے اور عرض کیا:

Marfat.com

''میں حاضر ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قریب بلا کر سینے سے لگایا۔ آپ کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا:

''مسلمانو! یہ مہاجرین وانصار کا سردار ہے۔ انہی کے بارے میں اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اسے اپنا سہارا اور داماد بناؤں۔ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اسی سے بیاہتا۔ اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اس کے دشمن پر اللہ اور تمام جہانوں کی لعنت ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی بن ابی طالب کہاں ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ عجلت میں سامنے آکر بولے:

''میں حاضر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے قریب آؤ!''

وہ قریب آئے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ جبکہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

اس کے بعد آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا:

''مومنو! یہ مہاجرین وانصار کا سردار ہے۔ میرا بھائی، میرے چچا کا بیٹا اور میرا داماد ہے۔ میرے گوشت، خون اور بالوں کا حصہ ہے۔ حسن وحسین کا والد ہے جو نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ یہ تمہارا دوست ہے اور اللہ کا شیر ہے۔ اور دشمنانِ الٰہی کے لیے لٹکتی تلوار ہے۔ اس کے دشمن پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ اللہ بھی اس سے بری اور میں بھی اس سے بری۔ جو شخص اللہ کے ہاں سرخرو ہونا چاہتا ہے وہ علی کی عداوت سے باز رہے۔ جو لوگ موجود ہیں وہ دوسروں تک یہ باتیں پہنچادیں۔''

پھر فرمایا:

''ابوالحسن! بیٹھ جاؤ اللہ نے تمہارے لیے یہ باتیں لکھ دی ہیں۔''

اسے ابو سہل نے شرف النبوت میں بیان کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر، عمر اور علی کی محبت ایسے ہی فرض قرار دیدی ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض ہے۔ جو ان کی عظمت کا منکر ہے اللہ نہ اس کی نماز قبول کرے گا، نہ زکوٰۃ، نہ حج۔''

اسے ملاں نے سیرت میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کی تلاش میں نکلا تو آپ کو مدینہ شریف کے باغات میں سے ایک باغ میں ایک درخت کے نیچے محو استراحت پایا۔ میں نے آپ کو بیدار نہ کرنا چاہا۔ البتہ کھجور کی ایک خشک ٹہنی میں نے کسی مقصد کے لیے توڑی تو اس کی آواز سے آپ جاگ گئے اور یوں گویا ہوئے:

''تمہیں اور دوسرے تیسرے اور چوتھے شخص کو جنت کی مبارک باد ہو۔''

Marfat.com

اتنے میں ابو بکرؓ آ گئے۔ آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ پھر عمر آئے تو انہیں بھی بشارت دی گئی۔ پھر عثمان آئے تو انہیں بھی جنت کا مژدہ سنایا گیا، پھر حضرت علی آ گئے تو انہیں بھی آپ نے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔''

اسے ابو بکر اسماعیلی نے اپنے معجم میں روایت کیا ہے۔

حضرت کعب بن عجزہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمہیں جنتی مردوں کی خبر نہ دوں؟''

ہم نے عرض کیا:

''کیوں نہیں! یا رسول اللہ''

فرمایا:

''نبی جنت میں ہے، صدیق جنت میں ہے، شہید جنت میں ہے اور اللہ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے والا شخص بھی جنتی ہے۔''

اسے خثیمہ بن سلیمان نے روایت کیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابو بکر کے لیے صدیقیت ثابت ہے اور صحابہ ثلاثہ کے لیے شہادت۔

اسے ابو الحسن حزی نے روایت کیا ہے۔

اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''امیر المومنین! نبی علیہ السلام کے بعد کون افضل ہے؟''

فرمایا:

''ابو بکر۔''

میں نے کہا:

''پھر کون؟''

فرمایا:

''عمر فاروق''

میں نے کہا:

''پھر کون؟''

فرمایا:

''عثمان غنی''

میں نے کہا:

''پھر کون؟''

فرمایا:

''میں خود۔''

Marfat.com

اسے ابو القاسم نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک بار طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:
''یاد رکھو! اس امت میں نبی علیہ السلام کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں۔ پھر ان کے بعد عثمان غنی اور ان کے بعد میں خود ہوں۔ میں نے یہ بات تمہاری گردنوں میں ڈال دی ہے، اب تم کوئی عذر نہیں کر سکتے (کہ ہمیں خلفاء ثلاثہ کی عظمت کا علم نہ ہوا تھا)۔''
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ میرے جانشینوں پر رحم کرے۔''
عرض کیا گیا:
''وہ کون ہیں یا رسول اللہ!''
فرمایا:
''جو میرے بعد آئیں گے۔ میری احادیث اور میری سنت کو پیش نظر رکھیں گے اور انہیں لوگوں تک پہنچائیں گے۔''
اسے نظام الملک نے روایت کیا ہے۔
حضرت علی فرماتے ہیں:
''میرے اور ابو بکر صدیق کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل و اسرافیل ہے۔''
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:
''اللہ ان پر رحم کرے۔ ان کی یہ صفات تھیں: قرآن کی تلاوت کرنا۔ گناہ سے نفرت کرنا۔ نیکی کا حکم کرنا۔ برائی سے روکنا۔ رضائے الٰہی کے لیے صبر کرنا۔ بے حیائی کی طرف رغبت سے بے خبری۔ رات بھر کی عبادت۔ دن بھر کا روزہ۔ معرفت الٰہی۔ خوف الٰہی۔ اللہ کی حرام کردہ امور سے دوری۔ اور ہلاک کرنے والے اعمال سے اعراض۔ صدیق اکبر تقویٰ و قناعت میں ساتھیوں پر سبقت لے گئے تھے۔ ان کی امانت اور نیکی بے مثل تھی۔ جو ان پر اعتراض کرے اللہ کی اس پر تا روزِ قیامت لعنت ہو۔''
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:
''صدیق اکبر کی مہر کا نقش کیا تھا۔؟''
فرمایا کہ آپ کی مہر پر یہ کندہ تھا:
((عبد ذلیل لرب جلیل))
''عزت والے رب کا حقیر بندہ۔''
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ عمر فاروق کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟
آپ نے فرمایا:
''اللہ ابو حفص پر رحم کرے۔! آپ اسلام کے علم بردار۔ یتیموں کے ملجاء۔ ایمان کے مرکز۔ احسان کی انتہا۔ کمزوروں کے

Marfat.com

میز بان۔ بادشاہوں کے لیے دلیل راہ دین حق کا قلعہ اور دستگیر موموناں تھے۔ آپ نے دین واضح تر کر دیا اور ممالک فتح کر کے چپے چپے پر ذکر اللہ جاری کر دیا۔ مشکل کا وقت ہو یا آسانی کا آپ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہا کرتے تھے۔ آپ سے بغض رکھنے والے کو اللہ روز قیامت شرمندہ کرے گا۔''

پوچھا گیا:

''آپ کی مہر کا نقش کیا تھا۔؟''

حضرت عباس نے فرمایا:

((اللہ المعین لمن صبر))

''صبر کرنے والوں کا اللہ مددگار رہے۔''

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا:

''آپ عثمان غنی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''اللہ! ابو عمرو پر رحم کرے! آپ نیک لوگوں میں سے بہتر۔ دوستوں میں سے برگزیدہ، کثیر الاستغفار، شب زندہ دار، دوزخ کا ذکر چھڑ جانے پر کثرت سے گریہ کناں، شب و روز مفید کاموں میں مشغول، ہر بزرگی کے خواہاں' آخرت میں نجات دلانے والے ہر عمل کے شیدا' ہر ہلاکت خیز عمل سے گریزاں، وفادار، باکردار، پاک باز، جنگ تبوک کے تنگدست اسلامی لشکر کے سرپرست' بیر رومہ کے واقف اور داماد رسول تھے۔ آپ کے قاتلوں کو اللہ قیامت تک دردناک عذاب میں مبتلا رکھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

''حضرت عثمان کی مہر کا نقش کیا تھا۔؟''

آپ نے فرمایا:

((اللھم احینی سعیدًا و امتنی شھیدًا))

''اے اللہ! مجھے سعادت کے ساتھ زندہ رکھ اور شہادت کے ساتھ مار۔''

اور اللہ کی قسم! واقعتاً آپ سعادت کے ساتھ دنیا میں رہے اور شہادت کے ساتھ یہاں سے گئے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

''آپ حضرت علی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟''

حضرت ابن عباس نے فرمایا:

''اللہ ابوالحسن پر رحمت نازل کرے۔! آپ ہدایت کا مینار' تقوے کی کان' عقل کا پہاڑ' دانائی کا محور' مجسم فیاضی' انسانی علوم کی انتہا' اندھیروں میں چمکتے نور' دین متین کے داعی' اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے' خلفاء میں سب سے زیادہ متقی' نبی علیہ السلام کے بعد قائم ہونے والی خلافت کمیٹی کے ممبران میں سب سے زیادہ معزز' صاحب قبلتین' حسنین کریمین کے پدر اور خیر النساء کے شوہر تھے۔ آپ سے بہتر کوئی آدمی نہ میری آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا۔ آپ حرب و ضرب کے ماہر اور ہم پلہ دشمنوں کے لیے ہلاکت تھے۔ آپ سے حسد رکھنے والے پر اللہ اور اس کی تمام مخلوق کی قیامت تک لعنت ہو۔''

Marfat.com

پوچھا گیا:
''حضرت علی کی مہر کا نقش؟''
فرمایا:
((اللّٰہ الملک))
''اللہ ہی کی تمام حکومتیں ہیں۔''
(مروج الذہب۔ بلمسعودی الشیعی ج 3 صفحہ 7۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن مجتبیٰ ج 1 صفحہ 301 تا صفحہ 304)

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفی لوگوں کا ایک گروہ آیا اور آپ کے سامنے پہلے تین صحابہ کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔ آپ نے ان سے فرمایا:
''اے صحابہ پر اعتراض کرنے والو! کیا تم مہاجرین میں سے ہو جن کے متعلق قرآن یہ کہتا ہے:
((الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ ورسولہ اولئك ھم الصدقون))
''وہ لوگ جو اپنے گھروں اور مالوں کو چھوڑ کر اللہ کے فضل اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے نکلے، اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی، یہی لوگ سچے ہیں۔''
عراقی وفد نے جواب دے دیا:
''ہم مہاجرین میں سے نہیں ہیں۔''
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''کیا تم انصار میں سے ہو جن کی عظمت قرآن میں یوں مذکور ہے:
((الذین تبوء وا الدار والایمان من قبلھم))
''وہ لوگ جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور ایمان لائے پہلے۔''
وفد نے جواب دیا:
''ہم انصار میں سے بھی نہیں۔''
آپ نے فرمایا:
''پھر تمہیں ان مقدس ہستیوں کے متعلق اعتراضات کرنے کا کیا حق ہے؟''
((اخرجوا فعل اللہ بکم))
''میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ! اللہ تمہیں اس بری حرکت کی سزا دے۔''
(کشف الغمہ، جلد دوم، صفحہ 78۔ جلاء العیون، جلد اول، صفحہ 393)

حضرت عبداللہ بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:
''میں ان کی فضیلت کا قائل ہوں اور ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔''

Marfat.com

عرض کیا گیا:

''ممکن ہے آپ یہ بات بطور تقیہ کہہ رہے ہوں جب کہ آپ کے دل میں یہ بات نہ ہو۔''

آپ نے فرمایا:

''اگر ایسا ہو تو مجھے نبی علیہ السلام کی شفاعت نہ ملے۔''

حضرت عبداللہ بن امام حسن فرماتے ہیں:

''حضرت ابو بکر وعمر پر اللہ درود بھیجتا ہے اور جوان پر درود نہ پڑھے تو اللہ اس پر سے رحمت اٹھالیتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن امام حسن نے ایک رافضی سے فرمایا:

''اگر تم ہمسائے نہ ہوتو تمہیں قتل کر دینا بہت بڑا اجر ہے۔''

ابی محمد بن صالح حضرت عبداللہ بن امام حسن کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مجھے فرمایا:

''اے ابن صالح! مجھے کعبہ کے رب کی قسم! امامت کے بارے میں تمہارا عقیدہ سراسر باطل ہے (کہ ایک امام کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا ہوتا ہے اور ایک ہی نسل سے ہوتے ہیں۔ یا پھر یہ کہ امامت فقط حضرت علی کی نسل سے خاص ہے اور امام گناہوں سے انبیاء کی طرح معصوم ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہوتا ہے وغیرہ۔)''

حضرت حسن مثنیٰ نے ایک غالی رافضی سے فرمایا:

''تم پر ہلاکت ہو۔ ہم سے صرف اسلامی محبت رکھو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہمیں چاہو۔ نافرمانی کریں تو ہماری مخالفت کرو۔''

وہ رافضی کہنے لگا:

''آپ تو نبی علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار ہیں۔''

فرمایا:

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری بغیر اعمال صالحہ کارگر ہوتی تو رسول کے قریبیوں کو نفع کر دیتی۔ مجھے تو ڈر ہے کہ اگر ہم دین کی پیروی نہ کریں تو ہمیں دوگنا عذاب ہو اور یہ امید بھی ہے کہ ہر نیکی کا ثواب ہمیں دوگنا ملے گا۔ اگر ہمارے آباؤ اجداد اور ہماری ماؤں نے ہمیں دین کی باتیں نہیں بتلائیں اور ہمیں ان کی ترغیب ونصیحت نہیں کی تو انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ تم لوگوں کی نسبت ہم اپنے آباء کے زیادہ قریب اور تربیت وتبلیغ کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر واقعتاً یہ بات درست ہوتی (جیسا کہ اہل تشیعہ کا عقیدہ ہے) کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو مسلمانوں کا فرمانروا بنایا تھا اور لوگوں کو ان کی حکومت تسلیم کرنے کا امر فرمایا تھا تو پھر حضرت علی اس بات میں بہت بڑے مجرم ہیں کہ انہوں نے اللہ کے نبی کا فرمان پورا کرنے کی جدوجہد کیوں نہیں کی۔''

رافضی کہنے لگا:

''نبی علیہ السلام نے کیا یہ نہیں فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے؟''

حضرت حسن مثنیٰ نے فرمایا:

''اگر ایسا ہی تھا تو نبی علیہ السلام نے علی کی خلافت صاف صاف اعلان کیوں نہ کیا: من کنت مولاہ جیسا مبہم اعلان کیوں کیا۔؟ جب کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ قرآن وحدیث میں بڑی صراحت سے بیان ہوئے ہیں۔ نبی علیہ السلام کو تو پھر یوں

Marfat.com

اعلان کرنا چاہئے تھا۔لوگو! یاد رکھو میرے بعد خلیفہ علی ہے۔ اللہ کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو (مگر ایسے اعلان نہیں فرمایا گیا۔)''

ابن ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا تو امام باقر نے فرمایا:

''وہ دونوں عدل کرنے والے حکمران تھے۔تم ان سے دوستی رکھو اور ان کے دشمنوں سے نفرت کرو۔''

یہ کہہ کر آپ اپنے بیٹے (امام جعفر) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے جعفر! کیا تمہارا نانا صدیق اکبر نہیں؟ مجھے اپنے نانا نبی علیہ السلام کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے نفرت نہ رکھوں۔''

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت نہ جاننے والا شخص سنت نبوی سے جاہل رہا ہے۔''

امام باقر سے سوال کیا گیا:

''شیخین (حضرت ابوبکر وعمر) کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''وہ میرے محبوب ہیں۔میں ان کے لیے استغفار کرتا ہوں اور میں نے تو اپنے خاندان اہل بیت میں جسے بھی دیکھا ابوبکر وعمر کا گرویدہ ہی پایا ہے۔''

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے اس قوم کے بارے میں سوال کیا گیا جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتی ہے تو آپ نے فرمایا:

''یہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔''

مفضل بن عمر اپنے باپ سے اور مفضل کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا۔آپ نے فرمایا:

''ابوبکر صدیق کا دل مشاہدہ ربوبیت سے بھرا تھا اور آپ اللہ کے سوا سب کچھ غیر موجود پاتے تھے۔اسی لیے آپ ہر وقت یہ کہتے رہا کرتے تھے: لاالہ الا اللہ۔عمر فاروق کی نگاہ میں ماسویٰ اللہ سب کچھ حقیر وصغیر تھا۔اس لیے آپ کا تکیہ کلام تھا: اللہ اکبر۔عثمان غنی اللہ کے سوا ہر ایک چیز کو ناپائیدار اور فانی سمجھتے تھے اور تمام صفات کا جامع صرف اللہ ہی کو جانتے تھے۔اسی لیے اکثر کہتے رہا کرتے تھے: سبحان اللہ۔اور حضرت علی بن ابی طالب سمجھتے تھے کہ جہان اللہ ہی سے ہے، اللہ ہی کے ارادہ کے ساتھ قائم ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔اس لیے آپ الحمد للہ سے رطب اللسان رہتے تھے۔''

اسے خجندی نے اربعین میں روایت کیا ہے۔

امام جعفر خود فرماتے ہیں:

''مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ جنا ہے تو کیا کوئی آپ اپنے باپ کو گالی دے سکتا ہے۔؟''

(احقاق الحق، صفحہ 7) اور ناسخ التواریخ حالات امام جعفر ج 1 صفحہ 11)

Marfat.com

امام جعفر سے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:
''جو ان سے بیزار ہے میں اس سے بیزار ہوں۔''
عرض کیا گیا:
''شاید آپ یہ بات بطور تقیہ فرما رہے ہیں؟''
فرمایا:
''نہیں اس طرح تو میں اسلام سے نکل جاؤں گا اور مجھے نبی علیہ السلام کی شفاعت حاصل نہ ہوگی۔''
امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''جتنی مجھے حضرت علی کی شفاعت کی آرزو ہے اسی قدر میں ابو بکر صدیق کی شفاعت کا طلب گار ہوں۔''
امام جعفر صادق کا ارشاد ہے:
''حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق پر تبرّا کرنے والے سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے۔''
امام موسیٰ کاظم فرماتے ہیں:
''میرے والد ماجد امام جعفر صادق نے فرمایا: ابو بکر میرا نانا ہے اور عمر میرا داماد۔ تو کیا میں اپنے نانا اور داماد کو گالی دوں۔؟''
یہ تمام احادیث جو ائمہ اہل بیت کے مذکورہ اقوال پر مشتمل ہیں حافظ ابو سعید رازی نے الموافقہ کتاب میں بیان کی ہیں۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا:
''یارسول اللہ! اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے مگر ان میں شامل نہیں۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''روز قیامت انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''
اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا:
''یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی۔''
آپ نے فرمایا:
''تو نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟''
اس نے عرض کیا:
''میں نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت تیار کر رکھی ہے۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تو پھر تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''اسلام لانے کے بعد ہمیں اس سے بڑھ کر کبھی خوشی نہ ہوئی جتنی نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر ہوئی کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ میں (حضرت انس) تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے

Marfat.com

محبت رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میرا حشر اُن کے ساتھ ہوگا، اگر چہ اُن جیسے میرے اعمال نہیں ہیں۔"

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی مسلم میں موجود ہے۔

صحابہ کرام آپس میں بھائی بھائی ہیں:

1: حضرت زید بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فلاں بن فلاں کہاں ہے؟"

آپ نے صحابہ کے چہرے ملاحظہ فرما کر ان میں سے کچھ کو غیر حاضر پایا تو انہیں بلا بھیجا۔ جب تمام اکٹھے ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد وثناء کہی۔ پھر فرمایا:

"آج میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں، اسے یاد کرلو اور بعد میں آنے والوں کو آگاہ کردو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو برگزیدہ بنایا۔"

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

((اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس))

"اللہ فرشتوں سے رسول چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔"

اور میں بھی تم (صحابہ) میں سے بعض کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں اور تمہارے درمیان بھائی چارہ قائم کرنے والا ہوں جیسا کہ اللہ نے فرشتوں کے مابین اخوت کے رشتے بنائے ہیں۔ تو اے ابوبکر! اٹھو اور میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ مجھ پر تمہارے کئی احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ ہی تمہیں دے گا۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو تمہیں بناتا۔ تم میرے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہو جو قمیص کو بدن سے ہوتی ہے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عمر! میرے قریب آجاؤ۔"

وہ قریب آگئے تو آپ نے فرمایا:

"عمر تم سب سے زیادہ ہماری مخالفت کیا کرتے تھے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ تمہارے ساتھ یا ابوجہل بن ہشام کے ساتھ اسلام کو شوکت دے دی جائے تو اللہ نے میری دعا کو تمہارے حق میں قبول فرمایا۔ تو تم میرے ساتھ جنت میں ہوگے۔ ساری امت میں سے تیسرے نمبر پر جنت میں داخل ہونے والے۔"

یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک طرف ہٹ گئے تو نبی علیہ السلام نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ارشاد فرمایا:

"اے ابوعمرو عثمان! میرے قریب آجاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ قریب ہونے لگے، حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لیے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور تین بار سبحان اللہ العظیم کہا۔ پھر عثمان غنی کو دیکھا تو ان کی چادر کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھوں

Marfat.com

سے وہ چادر باندھ دی اور فرمایا:

''چادر کے دونوں پلو سینے کے اوپر سے گزار لو۔! آسمانوں میں تمہاری تعریف کی جاتی ہے۔تم روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے جب کہ تمہاری گردن کی رگوں سے خون بہتا ہوگا۔ میں کہوں گا: تمہارے ساتھ یہ حشر کس نے کیا ہے؟ تم کہو گے: فلاں فلاں نے۔ یہی بات ہوتی ہوگی کہ کوئی آواز دینے والا آسمانوں سے آواز دے گا: یاد رکھو! عثمان تمام مظلومین کا امیر ہے۔''

چنانچہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور فرمایا:

''اے اللہ کے امین! میرے قریب آؤ! تم اللہ کے امین ہو۔آسمانوں میں تمہیں امین کہا جاتا ہے۔ جو تمہارا حق ہے اللہ اس پر تمہیں ضرور قبضہ دے گا۔میرے پاس تمہارے لیے ایک دعا ہے جو ابھی تک میں نے بارگاہ الٰہی میں پیش نہیں کی۔''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! پیش کر دیجئے۔''

آپ نے فرمایا:

''تم نے مجھ پر ایک امانت لا رکھی ہے (دعا کی قبولیت اور طلب کردہ چیز کا حصول)''

پھر فرمایا:

''عبدالرحمٰن! تمہارا ایک مقام ہے۔اللہ تمہیں کثرت سے مال عطا فرمائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی کثرت کو اپنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر تعبیر فرمایا۔چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت عثمان غنی کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔

پھر حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا۔ارشاد ہوا:

''قریب آ جاؤ۔''

وہ قریب آ گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم دونوں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح میرے حواری ہو۔''

پھر دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا تو وہ ایک طرف ہو گئے۔

پھر حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سعد کو بلایا گیا اور فرمایا:

''تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔''

پھر ابو درداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا اور فرمایا:

''تم ہمارے اہل بیت میں سے ہو۔اللہ نے تمہیں پہلا اور آخری علم اور پہلی اور آخری کتاب عطا فرمائی ہے۔''

پھر فرمایا:

''ابو درداء! کیا اللہ نے تمہیں راہ حق عطا نہیں فرما دی؟''

عرض کیا:

''ہاں یارسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان۔''

فرمایا:

''اے ابو درداء! اگر تم گم ہو جاؤ گے تو امت تمہیں تلاش کرے گی۔ اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہ چھوڑیں گے۔تم

Marfat.com

بھاگو گے بھی تو وہ تمہیں ڈھونڈ لیں گے۔ اس لیے اپنی عزت کو فقر والے دن کے لیے ادھار دے دو (آج لوگوں کے کام آؤ کل وہ تمہارے کام آئیں گے) اور جان لو کہ اعمال کی جزا آنے والی ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد کے درمیان بھائی چارہ کر دیا۔ پھر صحابہ کے دمکتے ہوئے چہروں کو دیکھ کر فرمانے لگے:

''صحابہ! تمہیں مبارک ہو! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ تم ہی سب سے پہلے حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے۔ جنت میں تمہارے گھر بہت بلند و بالا ہونگے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا:

''اللہ ہی کی حمد ہے۔ جسے وہ اپنا محبوب بنالے اسے گمراہی سے نجات دے دیتا ہے۔''

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے:

''میری تو جان نکل گئی تھی اور کمر ٹوٹ گئی تھی جب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سوا سب کی تعریف کر رہے اور بھائی چارہ قائم کر رہے ہیں۔ اگر مجھ پر کوئی ناراضگی ہے تو جیسے آپ کی مرضی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اللہ کی قسم! جس نے مجھے نبی بنایا۔ میں نے تمہیں سب سے پیچھے رکھا ہی صرف اپنا بھائی بنانے کے لئے ہے۔ تمہارا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ تم میرے بھائی اور وارث ہو۔''

اس حدیث کو حافظ ابو القاسم دمشقی نے چالیس لمبی حدیثوں کے مجموعہ میں بیان کیا ہے۔

انصار صحابہ کی فضیلت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے ایسی احادیث مروی ہیں جن میں انصار کے مقام رفیع، منصب عالی، خدمت دین کے بے مثال کارناموں، واجبات و فرائض کی عمدہ ادائیگی اور مسلمانوں پر ان کے احترام و اجلال کے وجوب کا بیان ہے، اس طرح ایسی احادیث طیبہ بھی وارد ہیں جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے، حتیٰ کہ آپ نے انصار کی محبت کو ایمان اور ان سے بغض و عناد کو کفر و منافقت کی علامت شمار کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے متعلق حسن ظن اور ان کی محبت عطا فرمائے اور روز قیامت مرسلین کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ آمین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو خوفزدہ کرنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ نے فرمایا: جس نے ان کو ڈرایا دھمکایا گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا دھمکایا، آپ پر زیادتی کی اس لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہے۔

ابن حبان نے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں:

((من اخاف اهل المدينه اخافه الله))

''جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کرے گا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جس نے انصار کے اس محلّہ کو ڈرایا اس نے (اپنے پہلوؤں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) انہیں (یعنی مجھے) ڈرایا۔''

احمد، الطیالسی، بخاری فی تاریخہ الطبر انی البزار نے اسے حدیث پاک کو صحیح رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔

انصار کی فضیلت میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہ اس تمام کا جز ہے جو ان کی عظمت وفضیلت میں وارد ہے، میں نے سوائے ایک دو احادیث کے باقی تمام صحیحین سے نقل کی ہیں، کیونکہ ان پر زیادہ اعتماد ہے اور دلوں پر زیادہ مؤثر ہیں، ورنہ دوسری کتب میں ان کی فضیلت میں صحیح احادیث کثرت سے وارد ہیں، یہاں تو انتہائی اختصار کے ساتھ ان کی عالی منصب، بلند مرتبہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے محبت ذکر کی گئی ہے، وہ ہماری طرف سے انتہائی، عزت واحترام اور کامل محبت کے مستحق ہیں اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ ان کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض نفاق وگمراہی ہے، یقیناً وہ ہر مدح وتوصیف کے لائق ہیں کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، مہاجرین کو پناہ دی اور اپنا ہر فرض ادا کیا اور پورا پورا ادا کیا لیکن عاجز بندے ان کی قربانیوں، جانفشانیوں کا صلہ دینے سے قاصر ہیں، اس لئے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے جناب سے صلہ واجر عطا فرمائیں گے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان ویقین کی شہادت دیں گے اور ان کی شفاعت کریں گے، اللہ تعالیٰ پردہ پوش، بہت رحمت فرمانے والا اور انعام فرمانے والا ہے۔

جب ایمان کی علامت انصار کی محبت قرار دی گئی ہے، تو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا ہے وہ ان سے بغض نہیں رکھ سکتا بلکہ ہر مومن ان سے دل وجان سے پیار کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس طرح مومن انصار سے بغض نہیں رکھتا اسی طرح کسی منافق کے دل میں ان کی محبت نہیں ہوتی۔''

اس کے متعلق کثیر نصوص وارد ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا یبغض الانصار رجل یومن باللہ و الیوم الاخر))(صحیح مسلم)

''اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا انصار سے بغض نہیں رکھتا۔''

انصار میں یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم موجود تھی کہ وہ اپنی ذات کی پرواہ نہ کرتے تھے اور دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، اس صفت میں شاید ہی کوئی ان کا ہمسر وہم پلہ ہو۔ اس صفت کا اظہار ان سے کئی مرتبہ انفرادی طور پر بھی ہوا اور اجتماعی طور پر بھی۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا:

''میری ایک بیوی سے تم نکاح کرلو اور مال بھی نصف نصف تقسیم کرلو۔''

لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے استغناء کا مظاہرہ کیا اور کہا:

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے (مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں)'' (صحیح بخاری)

اسی طرح حدیث انس میں بھی اس طرح کا واقعہ مذکور ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کی زمین انہیں عطا فرمائیں تو انصار نے عرض کیا:

Marfat.com

''حضور! اگر آپ ہمیں عطا فرمائیں تو ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی اسی کی مثل زمین عطا فرمائیں۔''
لیکن اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا:
''اے انصار! تم میرے بعد اپنے اوپر دوسروں کی ترجیح پاؤ گے مگر میری ملاقات تک صبر کرنا۔'' (صحیح بخاری)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:
''حضور! آپ ہماری کھجوروں کے باغات ہمارے اور ہمارے مہاجرین بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔''
آپ نے فرمایا:
''ایسا نہیں ہوگا۔''
پھر انصار نے کہا:
''تم ہماری جگہ پر کام کرو ہم تمہیں پھلوں میں شریک کرلیں گے۔''
پھر انصار و مہاجرین نے کہا:
''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دل کے کانوں سے سنا اور دل و جان سے اس کی اطاعت کی۔'' (صحیح بخاری)
حضرت ابوایوب صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''انصار، مزینہ، جہینہ، غفار اور اشجع اور جو بنو عبداللہ سے ہیں، دوسرے لوگوں کے علاوہ میرے موالی و مددگار ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم ان کے مددگار ہیں۔'' (صحیح مسلم)

بنو عبداللہ سے مراد بنو عبدالعزیٰ جو غطفان ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بنو عبداللہ رکھا تھا اور عرب ان کو بنو محولہ کہتے تھے کیونکہ ان کے باپ کا نام تبدیل کیا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل میں سے اپنی ولایت کیلئے انصار کو مخصوص فرمایا ہے، نیز اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانوں اور ان کی مصلحتوں کا کفیل اور ضامن ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''قریش، انصار، مزینہ، جہینہ، اسلم، غفار اور اشجع میرے مددگار ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کے علاوہ کوئی مددگار نہیں۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

انصار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتنی شفقت تھی کہ مسلمانوں کے ہر حکمران کو آپ نے وصیت فرمائی کہ وہ انصار سے بہتری و بھلائی کا سلوک کرے۔ یہ شفقت اور نوازش اس لئے کہ ان پر جو حق اور واجب تھا وہ انہوں نے ادا کردیا اور اب مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان کے حقوق ادا کریں۔ ان کے حقوق میں سے یہ ہے کہ ان کے اچھے اعمال کو قبول کیا جائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کیا جائے بشرطیکہ حدود کا موجب نہ ہوں۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے اپنے اوپر ایک چادر لپیٹی ہوئی تھی اور اس پر درد کی وجہ سے تیل آلودہ ایک پٹی باندھی ہوئی تھی، آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا:
''اے لوگو! دوسرے لوگ بڑھیں گے اور انصار کم ہوجائیں گے، حتیٰ کہ کھانے میں نمک کے برابر رہ جائیں گے، جو تم میں سے

Marfat.com

والی بنے وہ کسی کو نقصان پہنچائے یا نفع مگر اسے انصار کے محاسن کو قبول کرنا چاہیے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا چاہیے۔''
(صحیح بخاری)

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں گھر سے باہر تشریف لانے کا آخری دن تھا کیونکہ آپ کا اسی مرض میں وصال ہو گیا تھا۔ اس حدیث پاک میں نبوت کی علامات میں سے ایک علامت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

''دوسرے لوگوں کے مقابلہ انصار کم ہو جائیں گے۔''

اسی طرح آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''خلافت ان کے ہاتھ میں نہ ہوگی۔''

اسی طرح آپ نے فرمایا:

''انہوں نے مہاجرین کو نصرت و پناہ دے کر اپنے فرائض ادا کر دیئے ہیں اور اب ان کے حقوق باقی ہیں۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس انصار کی ایک مجلس سے گزرے، وہ رو رہے تھے، پوچھا:

''رونے کی کیا وجہ ہے؟''

انہوں نے بتایا:

''ہم حضور کی اپنے ساتھ گزری ہوئی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق نے اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ فوراً باہر تشریف لائے جبکہ آپ نے حاشیہ دار چادر سر پر باندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد آپ منبر پر کبھی نہ چڑھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا:

''اے لوگو! میں تمہیں انصار کے بارے وصیت کرتا ہوں۔ وہ میرے خاص معتمد ہیں، انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور اب صرف ان کے حقوق باقی ہیں، ان کی اچھائیوں کو قبول کرو اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرو۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

کبھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے کہ آپ ان کیلئے، ان کے بیٹوں کیلئے، ان کے پوتوں کیلئے، ان کی عورتوں کے لئے اور ان کے متبعین کے لئے دعا فرماتے تھے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور انعام ہے، جس کے ساتھ انصار کو نوازا گیا۔

خندق کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے لئے اصلاح، عزت و مغفرت کی دعا فرمائی، عرض کی:

اللھم لاعیش الا عیش الاخرۃ
فاصلح المھاجر و الانصار

''اے اللہ! زندگی فقط آخرت کی زندگی ہے۔ انصار و مہاجرین کو اصلاح، عزت عطا فرما اور ان کی مغفرت فرما۔

اسی طرح حضرت سہل بن سعد اور حضرت انس کی احادیث میں جو بخاری اور مسلم میں ہیں اور اسی طرح بخاری شریف میں حضرت زید کی حدیث میں ان کے متبعین کے حق میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر ہے۔

Marfat.com

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! انصار کی، ان کے بیٹوں کی اور ان کے پوتوں کی مغفرت فرما۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

ترمذی میں ''ان کی عورتوں کی مغفرت فرما'' کے الفاظ زائد ہیں اور مسلم شریف میں ''لذراری الانصار والموالی الانصار'' کے الفاظ بھی ہیں، یعنی اے اللہ! ان کے بچوں اور ان کے مددگاروں کی بھی مغفرت فرما۔

اللہ تعالیٰ نے انصار پر اپنے احسان و کرم نوازی کی حد فرمادی کہ انہیں تمام لوگوں سے زیادہ اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بنادیا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بن گیا وہ یقیناً کامیاب و کامران ہے اور سعادت دارین کا مستحق ہے اور انصار کو یہی نعمت بدرجہ اتم میسر تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بچوں اور عورتوں کو ایک شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''تمام لوگوں سے زیادہ تم مجھے محبوب ہو، تمام لوگوں سے زیادہ تم مجھے محبوب ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد انصار تھے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک انصاری عورت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے گفتگو فرمائی تو فرمایا:

((والذی نفسی بیدہ انکم احب الناس الی مرتین و عند مسلم ثلاث مرات))

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو، دو مرتبہ فرمایا۔ مسلم شریف میں ہے کہ تین مرتبہ فرمایا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عظمت، بلند مرتبہ اور ان کی دلجوئی کیلئے فرمایا:

''اگر ہجرت کی عظمت و فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔''

یقیناً ہجرت کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ ہر کام کی علیحدہ ایک فضیلت و عظمت ہوتی ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح حنین کے موقع پر مال غنیمت تقسیم کیا اور مولفۃ القلوب کو زیادہ مال عطا کرنے کے بعد انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ لوگ تو اپنے ساتھ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم کو لے جاؤ؟''

تمام انصار نے بیک زباں ہو کر کہا:

''حضور! کیوں نہیں۔''

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

''اگر لوگ ایک راستہ پر چلتے اور انصار دوسرے راستہ پر چلتے تو میں انصار کے راستہ پر چلتا۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

اسی موضوع پر حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث بھی ہے۔

امام خطابی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''عربوں کی عادت تھی کہ انسان اپنی رہائش اور سفر اپنی قوم کے ساتھ کرتا تھا اور حجاز کی زمین کثیر وادیوں اور گھاٹیوں پر مشتمل ہے، سفر کے لئے راستے مختلف ہیں، ہر قوم اپنا راستہ اور وادی اختیار کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی معیت کا ارادہ فرمایا۔''

امام موصوف فرماتے ہیں:

''یہ بھی احتمال ہے کہ وادی سے مراد مذہب و مسلک ہو جیسے کہا جاتا ہے ''فلان فی واد وانا فی واد'' فلاں کا یہ مسلک ہے اور میرا یہ مسلک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔''

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلتے اور انصار دوسری وادی میں چلتے تو میں انصار کی وادی میں چلتا۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

انصار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عزت ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وادی اور گھاٹی میں چلنا پسند کیا، ان کی زمین کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا، اگر آپ کا مہاجر ہونا مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو آپ انصار میں سے ہوتے مگر تقدیر الٰہی میں تغیر و تبدیل نہیں ہوتا جیسی ترتیب زندگی مقدر تھی ویسا ہی ہونا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں (اور انصار دوسری وادی میں) تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

انصار پر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور موت ان کے ساتھ ہے، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ اور انصار کی طرف ہجرت فرمائی کسی اور کو یہ شرف نہیں بخشا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے واقعہ میں بیان فرماتے ہیں کہ کسی انصاری نے دوسرے سے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے قرابتداروں کی محبت غالب آ گئی اور اپنے ہم وطنوں پر رحم آ گیا۔''

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

فوراً وحی کا نزول ہونے لگا۔ جب وحی آتی تو ہم پر مخفی نہ ہوتی کیونکہ جب وحی آتی تو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا حتیٰ کہ وحی ختم ہو جاتی۔ جب وحی ختم ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے انصاریو!''

سب نے بیک زبان کہا:

''حضور! ہم حاضر ہیں! یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''تم نے کہا کہ مجھ پر اپنے ہم وطنوں کی محبت غالب آ گئی ہے؟''

انصار نے عرض کیا:

''حضور بات تو ہوئی ہے۔''

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

''ایسا ہرگز نہیں! بے شک میں اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ اور اس کا معزز رسول ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہاری طرف ہجرت کی ہے، میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔''

انصار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خطاب سن کر روتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا:

''حضور ہم نے جو کچھ کہا ہے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کہا ہے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا اعذر قبول کرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

محبت اللہ کیلئے ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، اور یہ انسان کی انتہائی تکریم اور عزت افزائی ہے۔

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے بارے میں یہ فرماتے سنا:

((لا یحبھم الا مؤمن ولا یبغضھم الا منافق من احبھم احبه الله و من ابغضھم ابغضه الله))
(صحیح بخاری و مسلم)

''جو ان (انصار) سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے۔''

ابن التین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''انصار سے محبت اور ان سے بغض سے مراد یہ ہے کہ کوئی ان سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ دین کی سربلندی کا باعث بنے اور کوئی ان سے اس لئے بغض و عداوت رکھتا ہے کہ انہوں نے اپنے اموال و جان قربان کر کے دین اسلام کو کیوں ترقی دی۔؟''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انصار پر یہ بھی فضل تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خاص راز دار اور اپنا پسندیدہ بنایا اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قریبی بنایا، حتیٰ کہ انہیں استر (جسم سے ملے ہوئے کپڑے) سے اور دوسرے لوگوں کو ابرہ (استر سے اوپر والا کپڑے) سے تشبیہ دی۔

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فتح حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت عطا فرمایا تو آپ نے وہ تمام مال غنیمت مولفۃ القلوب (نئے مسلمانوں) میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو کچھ نہ عطا فرمایا، جب انہیں مال غنیمت لوگوں کی طرح نہ ملا تو ان کے دلوں میں بقاضائے بشریت ناگواری آئی، دل کی کیفیات کی خبر رکھنے والے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے حال کے مطابق خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے انصار کے گروہ! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا، تم منتشر تھے اور اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تمہیں جمع فرما دیا، تم نادار و مفلس تھے اور میرے واسطہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کر دیا۔''

جب بھی حضور کوئی ارشاد فرماتے انصار کہتے:

''اللہ تعالیٰ اور ان کا رسول زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔''

Marfat.com

پھر فرمایا:

''تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟''

راوی فرماتے ہیں:

''جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو انصار یہی کہتے:

''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔''

پھر فرمایا:

''اگر تم چاہو تو کہو: آپ ہمارے پاس یہ لے آئے یہ لے آئے، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ تو اپنے گھروں میں بکریاں اور اون لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ کو لے جاؤ۔؟ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی انصاری ہوتا۔ اگر لوگ اپنی اپنی گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار استر ہیں اور لوگ ابرہ۔ تم میرے بعد ترجیحات دیکھنا تو صبر کرنا حتیٰ کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے آملو۔'' (صحیح بخاری)

شعار: وہ کپڑا جو جسم سے لگا ہوتا ہے۔

وثار: وہ کپڑا جو شعار کی اوپر والی جانب ہوتا ہے۔

اس حدیث پاک کی ابتداء میں انصار کو عتاب ہے، مگر آخر میں ان کی عظمت وفضیلت کا بیان ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خاص معتمد بنایا ہے، ان کو اپنا قریبی اور نزدیکی بنایا ہے اور ان کی طرف اپنی نسبت فرمائی ہے کیونکہ فرمایا:

''اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا۔''

اس حدیث پاک میں علوم نبوت کا اظہار ہے کیونکہ جو انصار کی خصوصیت تھی اس کا علیحدہ ذکر فرمایا اور اس چیز کو جدا ذکر فرمایا جس میں دوسرے لوگ بھی شریک تھے۔

انصار کو یہ عظمت بھی حاصل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنا خاص معتمد بنایا اور انہیں اپنی جماعت بنایا جن پر اعتماد کیا جائے گا، اسی طرح انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے راز و رموز اور امانت رکھنے کی جگہ کے متعلق بتایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انصار میرا معدہ اور صندوق ہیں۔ بے شک لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے۔ تم ان کی نیکیوں کو قبول کرنا اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا۔'' (صحیح بخاری ومسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''کرشی وعیبتی'' یہ ایسے الفاظ ہیں جن سے پہلے کسی نے کلام نہیں کیا۔ اس سے مراد معتمد علیہ، امانت وراز رکھنے کی جگہ ہے کیونکہ الکرش حیوان کے معدہ اور اوجھ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے حیوان کی نمو اور بالیدگی ہوتی ہے اور العیبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی نفیس چیزوں کو محفوظ کرتا ہے، یہ دونوں چیزیں کسی چیز کو پوشیدہ رکھنے کیلئے ہیں۔ (فتح الباری)

میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں انصار اور جمیع صحابہ کے متعلق حسن ظن عطا فرمائے اور ہمیں ان کی محبت پر موت عطا فرمائے اور ان کی معیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے قیامت کو جمع فرمائے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 10:

محبت رسول کا تقاضہ......آپ ﷺ کے دیدار کا شوق

حضور ﷺ سے محبت رکھنے والے کا ایک وصف یہ بھی ہونا ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ آپ ﷺ کی زیارت کیلئے تڑپتا رہے، اگر محب اور دیدار نبی ﷺ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو تو اسے دور کرنے کیلئے پوری جدوجہد کرے، اس کی ملکیت میں جو کچھ اہل و مال ہے اسے آپ ﷺ کی زیارت کیلئے خرچ کر دے، خواہ ایک دفعہ ہی ہو، تو اگر یہ چاہتا ہو کہ مجھے ہمیشہ یہ شرف نصیب رہے، اسے کتنی محنت درکار ہوگی؟ ہمیں حضور ﷺ نے اپنے محبت کرنے والوں کے بارے میں یہی بتایا کہ وہ میرے ایک دیدار کیلئے اپنا اہل اور مال سب کچھ خرچ کر دیں گے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ شدید محبت کرنیوالے بعد میں آئیں گے۔

((یود احد هم لورانی باهله و ماله))(مسلم، کتاب الجنه)

''وہ چاہیں گے تمام مال واہل خرچ کر کے میرا دیدار کر لیں۔''

انہوں نے بعد میں آنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے دیدار کا شرف نہیں پایا ہوگا، اس لئے آپ ﷺ نے ''من اشد امتی لی حبا'' فرمایا ہے۔ تو جب پچھلے محبین کیلئے محض چہرہ اقدس پر ایک نظر تمام اہل، مال اور لوگوں سے محبوب ہے تو اس کا عالم کیا ہوگا جو ایک سے زیادہ دفعہ دیدار، گفتگو اور مجلس چاہتا ہوگا؟

جن لوگوں کو آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہوا، آپ ﷺ کے ساتھ زندگی گزاری وہ آپ ﷺ کے دیدار کے دوسروں سے زیادہ شوق رکھنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے:

((لیاتین علی احد کم یوم ولا یرانی ثم لان یرانی احاب الیه من اهله و ماله معهم))

(مسلم، کتاب الفضائل)

''تم پر ایک دن آئے گا جب میری زیارت نہ ہوگی تو پھر اہل و مال خرچ کر کے زیارت کی آرزو کرو گے۔''

آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی صحابہ کرام کی نسبت سے ہے کہ ان پر ایک دن آئے گا جب انہیں حضور ﷺ کا دیدار نہیں ہوگا، اس لئے آپ ﷺ کا رفیق اعلیٰ کی طرف وصال ہو جائے گا تو ان کیلئے ایک دفعہ آپ ﷺ کی زیارت ان کے اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہوگی یعنی وہ تمنا کریں گے کہ سارا مال و اولاد خرچ کر کے زیارت ہو جائے خواہ ایک ہی دفعہ ہو۔ اس ارشاد مبارک میں اس دور میں موجود افراد کو زیارت، محبت اور آپ ﷺ سے ملاقات توجہ بھی دلائی گئی ہے کہ اس میں ہرگز کوتاہی نہ برتیں۔

Marfat.com

رہا آپ ﷺ کا پہلا مبارک فرمان وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں نہ تھے، بعد میں پیدا ہوئے یا آپ ﷺ کے بعد اسلام لائے تو یہی لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش اہل و مال خرچ کر کے مجھے آپ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہو جائے، سچے محبّ کا یہی حال وصفت ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے محبوب کے دیدار کی تمنا رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابیات اپنی اولاد کو اس پر شدید ناراض ہوتیں اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے میں تاخیر کرتی، حضرت حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ میری والدہ نے مجھ سے پوچھا:

((متی عهدك))

''حضور ﷺ کی زیارت کب کی؟''

میں نے عرض کیا: اتنے دنوں سے نہیں گیا:

((فنالت منی و سبتنی))

''مجھ سے ناراض ہوئیں اور سخت ست کہا۔''

میں نے عرض کیا:

((دینی اتی رسول الله ﷺ فاصلی معه المغرب واساله ان یسغفر لی ولك))

(مسند احمد: 1-391)

''مجھے اجازت دو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ ﷺ سے اپنے اور تمہارے لئے دعا مغفرت کرواؤں۔''

اسے امام احمد، ترمذی نے حسن کہا اور نسائی نے السنن الکبری میں نقل کیا ہے۔

صحابہ کرام کا شوق دیدار اور دوری پر عدم صبر طویل، شائع اور معروف ہے۔

صحابہ سفر سے واپسی پر پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے، سلام عرض کرتے اور اپنے گھر، اہل اور اولاد میں جانے سے پہلے آپ ﷺ کے مبارک دیدار کا شرف پاتے جیسا کہ پیچھے حضرت عمران بن حصین سے مروی حدیث کے حوالے سے گزرا ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 11:

محبت رسول کا تقاضہ......آپ کے زمانہ سے محبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ کی ظاہری حیات میں جنم کی خواہش، عدم ملاقات اور عدم صحبت پر افسوس و حسرت کا اظہار کرنا ایک محبّ کی نشانی ہے۔ محبّ چاہتا ہے مجھے ہمیشہ محبوب کی مجلس نصیب رہے۔ اس سے زیادہ دوری اور بُعد ہو، شان صحابہ خصوصاً کبار کا یہی حال تھا، بہت کم ہی ہوا کہ کوئی مجلس یا دن ایسا ہو جس میں انہوں نے اپنے آقا اور محبوب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف نہ پایا ہو، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ محبّ، محبوب سے مجلس کے فوت ہونے، اس سے غائب اور دور ہونے یا

Marfat.com

اس کی مجلس ومشاہدہ کیلئے حضور پر عدم قدرت پر تاسف اور افسوس کرتا ہے۔ یہ محب رسول ﷺ پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں ہونے کی تمنا کرے اور یہ کہے: کاش! آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لاتا، کاش! آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں پیدا ہوتا، آپ ﷺ کی مجلس میں زانوتلمذ طے کرتا، آپ ﷺ کا دفاع کرتا، آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتا، جان و مال آپ پر فدا کر دیتا اور آپ ﷺ کے سامنے شہید ہو جاتا جیسا کہ محب رسول ﷺ، ان چیزوں پر حسرت و افسوس کا اظہار کرے۔

"افسوس! میں آپ ﷺ کی مجلس سے محروم رہا، افسوس! میں آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکا، میں آپ ﷺ کو نہ پا سکا، میں آپ ﷺ سے بلاواسطہ استغفار نہ کروا سکا۔"

محب رسول ﷺ پر یہ لازم ہے کہ آپ ﷺ کے نہ پانے کو معمولی نہ سمجھے، آپ ﷺ سے عدم ملاقات کو سب سے بڑی مصیبت تصور کرے کہ اس سے برابر کوئی مصیبت نہیں۔ چہ جائیکہ کہ اس سے بڑھ کر ہو، ایسا کیوں نہ ہو؟ نبوت منقطع ہوگئی، وحی کا سلسلہ رک گیا، تو آپ ﷺ کا وصال ہر مسلمان کیلئے عموماً اور محب کے نزدیک خصوصاً سب سے بڑی پریشانی ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم پر کوئی مصیبت آئے:

((فلیذکر مصیبة بی فانها من اعظم المصائب))

"تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کیونکہ یہ تمام مصائب سے بڑی ہے۔"

یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ اسے ابن ماجہ، بیہقی، طبرانی اور ابن عبدالبر نے سیدہ عائشہ سے روایت کیا۔

☆☆☆

باب نمبر 12:

محبت رسول کا تقاضہ..... محبوب ﷺ کی تعلیمات سے محبت اوران کو دل وجان سے قبول کرنا

سچا محب اپنے محبوب کی تعلیمات سے محبت کرتا ہے، بلکہ ہر اس شے سے محبت کرتا ہے جس کا کسی طرح محبوب سے تعلق ہو۔ اگر چہ وہ جماد یا حیوان ہی کیوں نہ ہوں، پھر اس کا کیا مقام ہوگا؟ جو محبوب کی فکر ہو بلکہ اس وقت اس کا کیا مقام ہوگا جب اس محبوب کا مقصد بھی ہو۔ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب وہ تعلیمات سراپا دین ہوں؟ کیونکہ اس کے نزدیک تو اس کا سب کچھ محبوب ہے، وہ اس سے تمسک کرے گا، اس کو مضبوطی سے پکڑے گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں برتے گا، پھر ان تعلیمات کا کیا مقام ہے؟ جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے انہیں بجالانے کا حکم دیا ہے اور اپنے محبوب مومن کے لئے انہیں پسند فرمایا ہے۔ اے اہل اسلام! جو کچھ حضور ﷺ ہماری طرف لے کر تشریف لائے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے مکمل فرما کر ہمارے لئے پسند فرمایا ہے۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً))

Marfat.com

(المائدہ:3)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا۔''

پس مومن اپنی ذات کیلئے وہی پسند کرے گا جو اس کیلئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند کیا ہے۔ اس وقت تو اور ہی معاملہ بن جاتا ہے جب اسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمایا اپنا محبوب بنایا اور اسے اپنا دین قرار دے دیا جیسا کہ باری تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے:

((ان الذین عند اللہ الاسلام))(آل عمران:19)

''بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔''

اور یہ بھی واضح فرما دیا جو اس کے علاوہ دین اختیار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود اور غیر مقبول ہوگا۔

((ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وهو فی الآخرۃ من الخسرین))(آل عمران:85)

''اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔''

تو مومن محب اپنے محبوب کی لائی ہوئی تمام تعلیمات کو کامل طور پر تسلیم کرے گا اور محبوب بنالے گا اور وہ ایسا کیوں نہ کرے گا جبکہ اس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے:

((فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما))(النساء:65)

''تو اے محبوب ﷺ! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے جان لیں۔''

تو ایمان حقیقی اسی کو حاصل ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو اپنے نفس پر قول، فعل، اخذ، ترک، حب، بغض، رضا، ناراضگی میں ہر طرح نافذ کرے کیونکہ حقیقت ایمان دو امور کے ثبوت کے بغیر محقق ہو ہی نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اس کے قہر کی صورت میں رضا و تسلیم، یہی وجہ ہے جس میں اس چیز کا تحقق ہو جائے وہ ایمان کی حلاوت پالیتا ہے، جیسا کہ حدیث حضرت عباس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ذاق طعم الایمان من رضی باللہ رباً وبالا سلام دیناً وبمحمد ﷺ رسولاً))

(مسلم، کتاب الایمان)

''اس نے ایمان کا ذائقہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر مطمئن ہو گیا۔''

تو جو شخص محبوب کی تعلیمات کو دل و جاں سے قبول کرے گا وہ ان کی طرف دوسروں کو دعوت بھی دے گا، اس کی اشاعت و تبلیغ کا بندوبست بھی کرے گا جیسا کہ خود انہیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی جدوجہد کرے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 13:

محبت رسول کا تقاضہ......احادیث سے محبت، ان کی تعظیم، حفاظت، تدوین اور روایت

علامت محبت:

محبت رسول کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ رسول اللہ کی سنت کی تعظیم اور محافظت کی جائے، اس کے مخالف پر نکیر کی جائے، حدیث سے احتجاج کیا (دلیل مانا) جائے اور اس کے احترام و توقیر پر لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔

چاندی کے برتن میں پانی نہ پینا:

حضرت عبداللہ بن علیم کہتے ہیں کہ ہم مدائن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، آپ نے پانی طلب فرمایا، ایک دھقان چاندی کے برتن میں پانی لایا، آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: میں نے تمہیں بتایا نہیں میں اس میں پانی نہیں پیوں گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لا تشربوا فی اناء الذهب والفضة ولا تلبسوا الديباج والحرير فانه لهم فی الدنيا وهو لكم فی الاخرة يوم القيامة))(بخاری ، كتاب الالطعمه)

''سونے چاندی کے برتنوں میں نہ پیو! دیباج اور حریر نہ پہنو! یہ ان کے لئے دنیا میں ہے، تمہارے لئے یہ آخرت میں ہے۔''

آپ اس علاقہ کے رئیس پر خاموش نہ رہے بلکہ برتن کو پھینکا اور فرمایا:

''میں اس میں پانی نہیں پیوں گا۔''

سنت کے مخالف سے ترک کلام:

حضرت عبداللہ بن مغفل سے ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو سنگریزی پھینکتے ہوئے دیکھا تو کہا:

((لا تخذف فان رسول الله ﷺ نهى عن الحذف))

''سنگریزے نہ پھینکو رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا:

''اس سے نہ تو شکار ہوتا ہے، نہ دشمن کو مارا جاسکتا ہے، اس سے یا تو اس کا دانت ٹوٹ جائے گا یا کسی کی آنکھ نکل جائے گی۔''

اس کے بعد اسے پھر سنگریزے پھینکتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا:

((احدثك عن رسول الله ﷺ انه نهى عن الخذف لا اكلمك كذا و كذا))

''میں نے تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور تو پھر سنگریزے پھینک رہا ہے؟ اب میں تیرے ساتھ گفتگو ہی نہیں کروں گا۔''

مسلم کے الفاظ ہیں:

Marfat.com

((لا اکلمك ابداً))(بخاری، کتاب الصید)

''میں تیرے ساتھ کبھی بھی گفتگو نہیں کروں گا۔''

حضرت عبداللہ ابن عمر اور سنت سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خواتین تم سے مساجد کیلئے اجازت چاہیں تو انہیں منع نہ کرو، اس پر ان کے بیٹے بلال بن عبداللہ نے کہا: واللہ ہم انہیں منع کریں گے۔ حضرت عبداللہ نے اسے خوب برا بھلا کہا۔ اس قدر ہم نے کسی سے انہیں ناراض ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر فرمایا:

((اخبرك عن رسول الله ﷺ وتقول والله لنمنعن))(مسلم، کتاب الصلاۃ)

''میں تجھے رسول اللہ ﷺ سے بیان کررہا ہوں اور تو کہہ رہا ہے ہم منع کریں گے (یعنی تجھے یہ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی؟)''

تو جب بیٹے نے سنت کے خلاف بات کی تو آپ خاموش نہ رہے، حالانکہ بیٹے کے یہ کہنے کی بھی وجہ تھی کہ خواتین میں تغیر آچکا تھا جیسا کہ بعض روایات میں اس پر تصریح ہے۔(فتح الباری 2-348)

اسی طرح کے کثیر واقعات ہیں۔

حدیث وسنت کو پاکیزہ حالت میں بیان کرنا:

اس لئے خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع'' میں یہ عنوان قائم کئے:

((من کرہ التحدیث علی غیر طھارۃ، من کان اذا اراد التحدیث علی غیر طھر تیمم))

(الجامع الاخلاق الراوی، 1-410)

''ان لوگوں کا بیان جن کے نزدیک ناپاکی کی حالت میں حدیث بیان کرنا ناپسندہ ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ناپاکی میں حدیث بیان کرنا چاہتا تو تیمم کرلیتا۔''

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ارشادات مبارکہ کیلئے وضو مستحب ہے۔ آپ وضو کے بغیر حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت جعفر بن محمد کا عمل بھی یہی تھا۔

عبداللہ بن صالح سے منقول ہے کہ امام مالک اور امام لیث دونوں

((لا یکتبان الحدیث الا وھما طاھران))

''طہارت کے بغیر حدیث نہیں لکھتے تھے۔''

حضرت اعمش کے بارے میں ہے کہ جب بغیر وضو حدیث بیان کرنا پڑ جاتی تو تیمم کرلیتے۔(الشفاء:2-601)

حضرت ضرار بن مرہ شیبانی کوفی کا بیان ہے:

((کانوا یکرھون ان یحدثوا بحدیث علی غیر وضوء))

''صحابہ کرام بغیر وضو حدیث بیان کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔''

بیٹھ کر حدیث سننا سنانا:

ہمارے اکابرین حدیث کی یہاں تک تعظیم کرتے تھے کہ چلنے کی حالت یا کھڑے ہونے کی حالت میں حدیث بیان کرنا

Marfat.com

ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ دونوں راوی اور سامع بیٹھ جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ہم امام مالک کے پاس تھے، وہ حدیث بیان کر رہے تھے، انہیں بچھو نے سولہ دفعہ ڈھنگ مارا، ان کا رنگ متغیر اور زرد ہو گیا، لیکن حدیث بیان کرنا نہ چھوڑی، جب فارغ ہوئے تو طلبہ چلے گئے۔ میں نے عرض کیا: حضرت آج میں کچھ عجیب معاملہ دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا: ہاں! مجھے بچھو نے سولہ دفعہ کاٹا مگر میں نے صبر کیا۔

((انما صبرت اجلالاً لحدیث رسول الله))

''میں نے یہ صبر فقط رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم میں کیا۔''

جریر بن عبدالحمید قاضی نے آپ سے حالت قیام میں حدیث پوچھی تو آپ نے فرمایا:

''اسے قید میں ڈال دو۔''

بتایا گیا یہ تو قاضی ہیں۔ فرمایا:

''قاضی کو زیادہ ادب سکھانا چاہیے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام مالک کے ساتھ عقیقی کے پاس گیا۔ میں نے ان سے ایک حدیث پوچھی تو مجھے جھڑک دیا اور فرمایا:

((کنت فی عینی اجل من ان تسأل عن حدیث رسول الله ونحن نمشی))

''میری نگاہ میں تو اس سے بلند ہے کہ تو ہم سے چلتے ہوئے حدیث رسول ﷺ پوچھے۔''

امام مالک سے پوچھا گیا:

''آپ حضرت عمرو بن دینار سے حدیث کیوں نہیں لیتے؟''

فرمایا:

''میں ان کے پاس گیا مگر وہاں لوگ حالت قیام میں حدیث لکھ رہے تھے۔''

((فاجللت حدیث رسول الله ان اکتبه وانا قائم))

''میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا مقام کھڑے ہو کر لکھنے سے بلند سمجھتا ہوں۔''

امام مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سعید بن مسیب کے پاس حدیث لینے آیا، آپ بیمار تھے، اس نے حدیث پوچھی تو آپ لیٹے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی، اس شخص نے کہا:

''میں چاہتا تھا کہ آپ اسی حال میں حدیث بیان کر دیتے۔''

فرمایا:

((کرھت ان احدثك عن رسول الله ﷺ وانا مضطجع))

''میں نے ناپسند سمجھا کہ میں لیٹ کر تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناؤں۔''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((فانی اعظم ان احدث بحدیث رسول الله وانا مضطجع))

''میں اس بات کو اس سے عظیم سمجھتا ہوں کہ میں لیٹ کر رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناؤں۔''

Marfat.com

حضرت مالک بن انس کا گزر شیخ ابو حازم پر ہوا، وہ حدیث بیان کر رہے تھے، یہ گزر گئے اور فرمایا: میں نے وہاں ایسی جگہ نہ پائی جہاں میں بیٹھتا۔

((فکرھت ان اخذ حدیث رسول اللہ ﷺ وانا قائم))

''میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کھڑے ہوکر حاصل کرنا پسند نہیں کرتا۔''

حدیث بیان کرتے وقت آواز بلند نہ کرنا:

حماد بن زید کہتے ہیں کہ ہم حضرت ایوب السختیانی کے پاس تھے۔ آپ نے شور سن کر فرمایا: یہ کیا شور ہے تمہیں علم نہیں؟

((ان رفع الصوت عند الحدیث عن رسول اللہ ﷺ کرفع الصوت علیہ فی حیاتہ))

(الجامع الاخلاق:1-195)

''رسول اللہ ﷺ کی حدیث لیتے وقت آواز بلند کرنا اسی طرح ہے جیسے آپ ﷺ پر ظاہری حیات میں بلند کیا جانا ہے۔''

حضرت حماد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ (الجامع الاخلاق:1-195)

اسی طرح امام مالک سے مروی ہے کہ فرمایا:

((من رفع صوتہ عند حدیث رسول اللہ ﷺ فکانما رفع صوتہ فوق صوت رسول اللہ ﷺ))(الجامع الاخلاق الراوی، 1-406)

''جو شخص حدیث رسول اللہ ﷺ لیتے دیتے وقت آواز بلند کرتا ہے، وہ گویا آپ ﷺ کی آواز سے آواز بلند کر رہا ہے۔''

امام محمد بن سیرین گفتگو کرتے سنتے سناتے، مگر:

((فانا جاء الحدیث خشع))(الجامع الاخلاق:1-412)

''جب حدیث بیان کی جاتی تو خشوع کرتے (آواز دھیمی رکھتے)۔''

آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

((لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی))

''اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے۔''

کا مفہوم یہ بیان فرماتے:

''جس طرح آپ ﷺ کی حیات میں آپ کا قول مبارک سنتے وقت خاموشی لازم ہے اس طرح (بعد از وصال) آپ ﷺ کی حدیث سنتے وقت بھی خاموشی لازم ہے۔'' (الشفاء 2-599)

حدیث کی تعظیم اور امام بیہقی کا ارشاد:

امام بیہقی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید اور کتب حدیث پر نہ کوئی کتاب رکھی جائے اور نہ اور کوئی چیز، اگر گرد وغیرہ لگے تو اسے صاف کیا جائے، جس کاغذ پر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو اس سے طعام والے ہاتھ صاف نہ کئے جائیں، اسے بے ادبی کے ساتھ پھاڑا نہ جائے، لیکن اب اسے اگر محفوظ کرنا ہو تو اسے پانی سے دھو دیا جائے یا

Marfat.com

آگ میں جلا دیا جائے۔"

موجودہ دور میں حدیث کی تعظیم کا طریقہ کار:

ہم کہتے ہیں کہ سابقہ دور میں مخطوطوں کا دھونا ممکن تھا، لیکن ہمارے دور میں سیاہی پانی سے زائل نہیں ہوتی اور نہ ہی طباعت پانی سے زائل ہوتی ہے لہٰذا حرق (جلانا) یا دفن ہی متعین ہے۔ اگر پاک جگہ اور لوگوں کی راہ گزر سے دور ہو تو افضل ہے، اور نہر جاری میں بہا دیا جائے تو بھی حرج نہیں۔

خلاصہ گفتگو:

یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا کہ چلتے پھرتے، لیٹ کر یا بغیر طہارت حدیث نہ بیان کی جائے یہ سب کچھ حدیث نبوی ﷺ کی توقیر، تعظیم اور تنزیہ کی وجہ سے ہے، اگر کوئی محدث ان احوال میں حدیث بیان کرتا ہے تو گنہگار نہ ہوگا اور نہ ہی اس نے امر ممنوع کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ سب سے اعلیٰ کتاب قرآن مجید ہے، اس کی قرأت ان احوال میں جائز ہے تو حدیث شریف کی قرأت بھی جائز ہوگی۔

حدیث کا معنیٰ مفہوم اور اہمیت:

لفظ حدیث کے لغوی معانی ہیں: کوئی خبر یا کوئی بیان، (یا کوئی نئی بات)"

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((واما بنعمة ربك فحدث))(سورة الضحیٰ: آیت 11)

"اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

((فبای حدیث بعده یؤمنون))(سورة المرسلت: آیت 50)

"تو پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لاؤ گے۔"

محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل یا تقریر۔"

شرعی اصطلاح میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال، تقاریر وسیرت وچال، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک آپ کی زندگی مطہرہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا اس پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا تاکہ آپ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے۔

حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جبکہ قرآن کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ حدیث کے معانی ومضامین من جانب اللہ ہی ہوتے تھے مگر الفاظ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے تھے۔

قرآن مجید کے بعد شریعت کا مآخذ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حدیث ہی سنت کی حقیقت جاننے کا واحد ذریعہ

Marfat.com

ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح اور اس کے احکامات کی تکمیل حدیث سے ہوتی ہے۔قرآن مجید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قرآن کے پہلے شارح اور مفسر ہیں۔قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہی تمام بنی نوع انسان کیلئے قابل تقلید ہے اور عملی نمونہ ہے۔لہٰذا قرآن مجید کی جو تشریح و تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ہو وہی اعلیٰ وارفع ہے۔اسی کا نام سنت ہے جو حدیث کی بدولت ہمیں ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن مجید میں فرمایا ہے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے احادیث نبوی کا جاننا اور اس پر عمل کرنا از حد ضروری ہے۔احادیث پر عمل کے بغیر قرآنی آیات پر عمل کرنا ناممکن ہے۔مثال کے طور پر قرآن میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، لیکن ان کے مسائل اور غرض وغایت کے جاننے کیلئے احادیث کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مبارک زندگی ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة))(سورة الاحزاب :آیت 21)

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کا نام ہے۔اس لئے سرور کونین اور محسن انسانیت کے پیغام ہدایت کو سمجھنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ کے واقعات اور پر مغز اور پر حکمت تعلیمات سے واقف ہونا از حد ضروری اور لازمی ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ ہی کی شریعت ہمیشہ اور دائمی ہے اور قیام قیامت تک محفوظ ہے۔انسان کیلئے تمام شعبہ ہائے زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بطور عملی نمونہ ہے۔زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس میں ہمارے لئے ہدایت اور راہنمائی موجود نہ ہو۔ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم دامن رسول کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

احادیث نبوی کو دین اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی اہمیت بھی حاصل ہے۔عہد نبوی کی تاریخ، اجتماعی حالات اور اس زمانے کے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور ثقافت سب کچھ حدیث ہی کی وجہ سے محفوظ ہے۔گویا کہ عہد رسالت کا پورا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کا طرز معاش کیا تھا، وہ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے، ان کے معاشی اور اقتصادی حالات کس طرح کے تھے، ان کا رہنے سہنے کا طریقہ وسلیقہ کیا تھا، وہ کن چیزوں کو پسند کرتے تھے اور کن چیزوں کو ناپسند۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنو بكم والله غفور رحيم))

(سورۃ آل عمران: آیت 31)

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

Marfat.com

اسی سورت میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین))(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 164)

''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اطاعت نبی سے ہی اللہ کی اطاعت نصیب ہوگی۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان سے نہ صرف محبت کرے گا، بلکہ اس کے گناہوں کی بخشش بھی فرما دے گا۔

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے رسول مبعوث فرما دیا اور یہ واقعی احسان عظیم ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے گا۔ جسے سمجھنا ہر انسان کیلئے آسان ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرائض بیان کئے گئے ہیں۔

1: آیات قرآنی کی تلاوت۔

2: تزکیہ نفس۔

3: کتاب وحکمت کی تعلیم۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کیلئے معلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قرآن مجید کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ اس کی مکمل طور پر تشریح اور توضیح کو بھی بیان فرمایا اور لوگوں کو عبادات اور معاملات کے عملی نمونے پیش فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر سنایا، انسانوں کا تزکیہ نفس کیا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔

تعلیم وتربیت کے تین طریقے ہوتے ہیں:

1: بذریعہ اقوال۔

2: بذریعہ افعال۔

3: بذریعہ تقاریر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم انسانوں کی جو تعلیم وتربیت فرمائی اور راہ ہدایت سے روشناس کرایا اسی کا نام حدیث اور سنت ہے۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللاً مبیناً))(سورۃ الاحزاب :آیت 36)

''اور کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یادرکھو) اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

اس آیت مبارکہ کے مطابق ہر کسی کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرمائیں اسے من وعن قبول کرنا لازمی ہے۔ لہٰذا احدیث اور سنت کے تمام اقوال وافعال کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارک الله و لا تکن للخائین خصیماً))

(سورۃ النساء: آیت 105)

"یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جس سے اللہ نے آپ کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں۔"

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الاخر ذلك خیر و احسن تاویلاً))

(سورۃ النساء: آیت 59)

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اولی الامر کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت ہی اچھا ہے۔"

تمام انسانوں کیلئے اصلی دین یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کریں۔ اس کے علاوہ جو لوگ ان کے درمیان اولی الامر اور اختیار والے ہیں ان کی پیروی کریں، اسی طرح فقہاء کرام کی پیروی کریں۔ اولی الامر اور فقہاء کی پیروی اسی صورت میں ہوگی جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کا کام کرتے ہوں اور اگر مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا پیدا ہو جائے تو انہیں چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کریں۔ پھر اللہ و رسول جو فیصلہ بھی فرما دیں اسے من وعن تسلیم کیا جائے۔ زندگی کے تمام معاملات اور مسائل کا حل قرآن اور حدیث کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

حدیث کا انکار سراسر قرآن کا انکار ہے، کیونکہ یہ قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ نزاع کے موقع پر قرآن کے بعد احادیث نبوی کی طرف رجوع کیا جائے۔

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون))(سورۃ النور: آیت 56)

"نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر نماز کسی طرح ادا کرنی ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ نماز کی شرائط کیا ہیں؟ زکوٰۃ کیا ہیں؟ اور مصارف زکوٰۃ کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئیں۔

Marfat.com

قرآن مجید نے نماز وزکوٰۃ اور دوسری عبادات کے تفصیلی احکامات کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جانب اشارہ فرما دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات و معاملات کیلئے عملاً نمونہ پیش فرمایا۔ لہٰذا ہر قسم کی عبادات اور معاملات کی ادائیگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی لازمی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل فرمائی ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ قال من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصا اللہ))

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام۔ جلد 9: صفحہ 77)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"

اس حدیث میں واضح طور پر ارشاد فرما دیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی ااطاعت ہے۔ جو انسان یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے اسے چاہیے کہ وہ دامن رسول کو مضبوطی سے تھام لے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو خود بخود اپنا محبوب بنائے گا۔ اس کے برعکس اگر اطاعت رسول میں ذرا سی لغزش آئی تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے درمیان دراڑ پڑ جائے گی۔ جو انسان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا گویا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

((عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال مامن الانبیاء نبی الا اعطی من الایات مامثلہ اومن او آمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیت و حیاً اوحاہ اللہ الی فارجوا انی اکثر ھم تابعا یوم القیامۃ))(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 113)

"ہر نبی کو جس قدر آیات دی گئی ہیں اسی قدر اس پر ایمان لایا گیا (اسی قدر) لوگ ایمان لائے اور مجھے تو وحی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اسی لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہوں گے۔"

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ اسی امتیازی حیثیت کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی متلو کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو بھی عطا فرمائی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء کے ماننے والوں کی نسبت میری اتباع کرنے والے اور میرے ماننے والے زیادہ ہوں گے۔

((عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی، قالوا! یا رسول اللہ ﷺ ومن یابی ؟ قال من اطاعنی دخل الجنۃ، ومن عصانی فقد ابی))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 114)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا، سوائے اس کے کہ جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اسی نے (تو جنت

Marfat.com

میں جانے سے) انکار کیا۔"

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رغب عن سنتي فليس مني)) (صحيح بخاری و مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔"

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا كما رأيتموني اصلى)) (صحيح بخاری)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"

حدیث میں ہے

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم امرين ما تضلوا ما تمسكتم بهما، كتاب الله وسنة رسوله)) (موطا امام مالك)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق منصب خلافت پر فائز ہوئے تو منکرین زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا۔ مدینہ منورہ میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور استدلال یہ پیش کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ حکم صرف ان کے زمانے تک ہی محدود تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے قتال کا اعلان فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"آپ ایسے لوگوں سے کیونکر قتال کریں گے کہ جو لوگ کلمہ گو ہیں اور توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں۔؟"

حضرت ابو بکر صدیق نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا اور اختلاف رائے سے قطعاً متاثر نہ ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے صاف کہہ دیا:

"اللہ کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا تھا، کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تھا۔ لشکر اسامہ جرف کے مقام پر ہی پہنچ پایا تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر پہنچ گئی۔ لشکر اسی جگہ ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس وقت اس طرح کے حالات پیدا ہو چکے تھے کہ ہر طرف منافقت کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق سے مسلمانوں کی تعداد کی قلت کی بناء پر کہا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے الگ نہ کریں۔ مگر حضرت ابو بکر صدیق نے کہا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ کی مہم کو اس کے کام پر روانہ کروں گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور اگر تمام بستیوں میں میرے سوا اور کوئی نہ رہے تو میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔"

(تاریخ طبری، حصہ دوم خلافت راشدہ، صفحہ 37)

Marfat.com

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص مر جائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔''
(صحیح مسلم شرح نووی، جلد 1، کتاب الایمان، ص 111)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد) یہ پڑھا کرتے تھے:

((سبحنك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك ولا اله غيرك))

''اے اللہ! تو پاک ہے اور ہم تیری پاکی تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند و برتر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' (ترمذی وابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ عدل وانصاف سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرماتے ہیں:

''انسان کے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں:

1: ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری وساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)

2: تمام لوگوں میں باہمی عدل وانصاف قائم کرنا۔

3: مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:
''نماز عید الاضحیٰ کی دو رکعتیں ہیں اور عید الفطر کی دو، مسافر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں اور نماز جمعہ کی دو رکعتیں اور یہ سب پوری ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق ان میں قصر نہیں۔'' (سنن نسائی، صفحہ 497)

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو اللہ کی راہ میں لڑا بشرطیکہ مسلمان اتنی دیر تک جتنی دیر اونٹنی کے دودھ دوہنے میں ٹھہرا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔'' (سنن ابن ماجہ)

1: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:
''اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کا مطلب حاصل نہ کر سکتا۔ جب کوئی ایسی بات بیان کروں جو کتاب اللہ و حدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور کتاب اللہ اور حدیث نبوی کی اتباع کرو۔''

2: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:
''جس نے حدیث نبوی کا رد کیا وہ ہلاک ہوا۔''

3: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
''جو سنت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوئی ہو اس کے خلاف کسی کی بھی رائے قابل قبول نہیں ہے۔''

احادیث نبوی کا گراں قدر سرمایہ چودہ سو تیس سال کے طویل عرصے میں کون کون سے مراحل طے کر کے ہم تک پہنچا ہے اور وہ کتنی پاکیزہ ہستیاں تھیں جنہوں نے حکمت و دانائی و ہدایت و راہنمائی کے انمول خزانوں کو آنے والی نسلوں تک حفاظت کے ساتھ منتقل کرنے کیلئے اپنی مبارک زندگیاں وقف کر دیں اور اس سلسلے میں کٹھن سے کٹھن حالات کا مقابلہ کیا اور جان کی

Marfat.com

قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔

حفاظت حدیث:

احادیث نبوی ہم تک مندرجہ ذیل تین قابل اعتماد ذرائع سے پہنچی ہیں:

1: حفاظت حدیث بذریعہ تعامل امت۔

2: حفاظت بذریعہ حفظ، یعنی سلسلہ درس وتدریس۔

3: حفاظت حدیث بذریعہ تحریری یادداشتیں اور صحائف۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر موجودہ وقت تک مسلمانوں کا حدیث پر عمل ''تعامل امت'' کہلاتا ہے۔ احادیث کو نہ صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کیا جاتا ہے بلکہ پورا اسلامی معاشرہ احادیث پر عمل پیرا ہوتا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشندہ ستارے یعنی صحابہ کرم اس کا عملی نمونہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہمہ وقت احادیث پر عمل کرتے تھے۔ بعض دفعہ جب صحابہ کرام دوسروں کے سامنے کوئی عمل کرتے تو فرماتے:

''ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔''

صحابہ کرام کی نفوس پاکیزہ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز گفتگو، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے اور آپ کے اخلاق کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش فرمائی۔

حدیث نبوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر عمل کرنے سے ہی احادیث کی حفاظت ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کا طرز زندگی بھی حفاظت حدیث اور اشاعت حدیث کا ایک ذریعہ تھا۔ جس کے سبب سنت رسول آئندہ کی نسلوں میں منتقل ہوئی۔

قوت حافظہ انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک بہت بڑا انعام ہے۔ قوت حافظہ کی اہمیت کے پیش نظر علماء میں مشہور ضرب المثل تھی:

''حقیقی علم وہ ہے جو دلوں میں محفوظ ہو نہ کہ کاغذ پر لکھا جائے۔''

عرب کے لوگ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔ عرب شعراء ہزاروں کی تعداد میں اشعار زبانی یاد کر لیتے تھے۔ عرب لوگ قدرتی طور پر قوی الحافظہ واقع ہوتے تھے اور انہیں اپنے حافظے پر بڑا یقین ہوتا تھا۔ وہ لکھ کر یاد کرنے کو ایک خامی خیال کرتے تھے۔

درحقیقت محبت اور عظمت کا تعلق ہی ایسا ہے کہ اس کے تقاضوں کو یاد رکھنے کیلئے اضافی محنت اور کوشش کی ضرورت نہیں رہتی۔ صحابہ کرام کا جو تعلق اور لگاؤ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ سے تھا، تو کوئی شک نہیں کہ ضعیف الحافظہ بھی قوی الحافظہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مشہور ہے کہ لمبے سے لمبے قصیدے کو ایک بار سنتے تھے تو انہیں زبانی یاد ہو جاتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ تعداد میں احادیث مروی ہیں۔ آپ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔

Marfat.com

ان کی قوت حافظہ کا واقعہ یوں ہے:

''حضرت ابو ہریرہ کے حافظے کی قوت کا یہ عالم فی الحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ تھا۔ یہ وہی ابو ہریرہ ہیں جن کو باوجود کوشش کے احادیث یاد نہ ہوتی تھیں، مگر ایک بار بڑی حسرت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس کمزوری کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر پھیلا۔ حضرت ابو ہریرہ نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خالی ہاتھوں کو لپ بنا کر ان کی چادر میں ڈال دیا، پھر فرمایا: چادر سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: چنانچہ میں نے چادر کو لپیٹ لیا، پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ اس قدر تیز ہو گیا کہ اس واقعہ کے بعد کسی بات کو ایک بار سن لیتے تو پھر کبھی نہ بھولتے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود حدیث کی حفاظت و روایت چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی آپ گفتگو فرماتے تو دھیمی آواز کے ساتھ آہستہ آہستہ اور انتہائی وضاحت کے ساتھ فرماتے تاکہ سننے والا اچھی طرح مستفید ہو جائے۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضروری بات کو بار بار دھراتے تاکہ حاضرین مجلس کو اچھی طرح یاد ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((فلیبلغ الشاهد الغائب))

''جو موجود ہیں وہ میری احادیث غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

((تسمعون و یسمع منکم و یسمع ممن یسمع منکم))

''تم (صحابہ احادیث) مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

((نضر الله امرا سمع مقالتی فوعاها، حتی یؤ دیها الی من لم یسمعها))

''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی، یہاں تک کہ وہ بات اس شخص تک پہنچا دی جس نے اسے نہیں سنا تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار))

''جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

اسلام کے آغاز میں جب نزول قرآن کا سلسلہ جاری تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عارضی طور پر احادیث کی کتابت سے منع فرمایا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کے ساتھ کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو جائے۔ مگر جب قرآن اور حدیث میں فرق پختہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو احادیث لکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ کئی ایک صحابہ بلکہ صحابیات نے بھی احادیث کے مجموعے تیار کیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''میں حضور اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کی گفتگو لکھ لیا کروں۔ اس معاملے میں دل (حفظ) کے علاوہ اپنی تحریر سے مدد لینا چاہتا ہوں کیا یہ درست ہے۔؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ معاملہ میری احادیث کیلئے ہے تو تم اپنے دل (حفظ) کے علاوہ تحریر سے بھی مدد لے سکتے ہو۔''

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

''یا رسول اللہ! ہم آپ سے بعض چیزیں سنتے ہیں۔ کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لکھ لیا کرو! کوئی حرج نہیں۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے حدیث سنتے اور لکھتے تھے۔''

مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث نبوی کے صحائف بھی تحریر فرمائے۔ چند ایک صحائف مندرجہ ذیل ہیں:

1: صحیفہ صادقہ۔

2: صحیفہ صحیحہ۔

3: صحیفہ علی۔

4: صحیفہ جابر۔

صحیفہ صادقہ عہد نبوی کا احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔ اس صحیفے کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے مرتب کیا۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا بڑا ذوق و شوق تھا۔ آپ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے اسے ضبط تحریر فرما لیتے تھے۔ سارا کام آپ خود سے نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء سے کرتے تھے۔ آپ کا یہ مجموعہ قریباً ایک ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ ایک عرصہ تک یہ صحیفہ آپ کے خاندان کے پاس محفوظ تھا۔ اب یہ احادیث مسند احمد میں موجود ہیں۔

صحیفہ صحیحہ کو حضرت ہمام بن منبہ نے مرتب کیا تھا جن کی وفات 101 ہجری میں ہوئی۔ آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد تھے۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ کی روایات کو قلم بند کیا تھا۔ اس کی اکثر روایات بخاری و مسلم میں بھی ملتی ہیں۔ اس صحیفے کے قلمی نسخے آج بھی دمشق کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس میں تقریباً 138 احادیث موجود ہیں۔

صحیفہ علی کافی ضخیم تھا۔ اس میں زکوٰۃ، حرمت مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامی دستور کے نکات درج تھے۔

حضرت جابر کے تلامذہ نے آپ کی روایات کو تحریری طور پر مرتب کر لیا تھا۔ اس مجموعے میں مناسک حج اور خطبہ حجۃ الوداع کی تفصیل موجود ہے۔

اسلامی اصطلاح میں صحابہ سے مراد ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے کار یعنی وہ بزرگ ہستیاں جنہوں نے حالت ایمان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسلام کی حالت میں وفات پائی۔''

قرآن مجید کے احکامات کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ شاگرد تھے۔ صحابہ کرام نے براہ راست تعلیمات نبوت کو اخذ کیا۔ اس لئے جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک

Marfat.com

سے سنتے تھے اسے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے تھے اور ہو بہو آپ کے اعمال کی نقل فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں میرے صحابہ کا مرتبہ وہی ہے جو کھانے میں نمک کا ہوتا ہے اور کوئی کھانا نمک کے بغیر اچھا نہیں ہو سکتا۔''

ایک موقع پر فرمایا:

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔''

صحابہ کرام ہی کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو تمام دنیا تک پہنچانے کیلئے پیغمبر الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا والوں کے درمیان واسطہ بنی۔

صحابہ کرام ہی قرآن اور حدیث کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد احادیث نبوی کو دوسروں تک پہنچانے کو اپنا فرض منصبی تصور کر لیا۔ بعض صحابہ نے احادیث جمع کرنا شروع کر دیں اور اس سلسلے میں انہوں نے دور دراز کے علاقوں کی طرف سفر کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ صحابہ کرام ایسی مبارک ہستیاں تھیں کہ جن کے سامنے نزول قرآن ہوا تھا اور احادیث کو بلا واسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ لہٰذا علم و فضل میں ان کا جو مقام و مرتبہ ہے دنیا میں کسی ہستی کو نصیب نہیں ہوا۔

بعض صحابہ کو فقہ پر عبور حاصل تھا وہ فقیہ کہلائے۔ کچھ صحابہ حدیث میں ماہر تھے تو وہ محدث کہلائے اور بعض کو قاری کا لقب ملا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت ہے جس نے حفاظت حدیث میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور احادیث نبوی دوسروں تک منتقل فرمائیں۔ چند صحابہ کرام اور تعداد روایات مندرجہ ذیل ہیں:

1:	حضرت ابو ہریرہ	وفات 59 ہجری	تعداد روایات: 5374
2:	حضرت عبداللہ بن عباس	وفات 68 ہجری	تعداد روایات: 660
3:	حضرت عائشہ صدیقہ	وفات 58 ہجری	تعداد روایات: 2210
4:	حضرت عبداللہ بن عمر	وفات 74 ہجری	تعداد روایات: 1630
5:	حضرت جابر بن عبداللہ	وفات 78 ہجری	تعداد روایات: 1560
6:	حضرت انس بن مالک	وفات 93 ہجری	تعداد روایات: 1286
7:	حضرت ابو سعید خدری	وفات 74 ہجری	تعداد روایات: 1170

حضرت ابو بکر صدیق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریبی ساتھی اور دوست تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی قربت اور محبت آپ کو نصیب ہوئی کسی اور کے حصے میں نہ آئی۔ جو کیفیات آپ کو نصیب ہوئیں اور برکات نبوت اور تعلیمات نبوت سے جس قدر آپ نے استفادہ کیا کوئی دوسرا نہ کر سکا۔

حضرت ابو بکر صدیق قرآن مجید کے بعد حدیث نبوی کو دوسرا ماخذ قانون تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

Marfat.com

''میرے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو حدیثیں جمع کیں۔ پھر ایک رات بڑی بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگے۔ اس سے مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے کہا: آپ مرض کی وجہ سے کرتے ہیں یا کوئی اور بات ہے؟ جب صبح ہوئی تو مجھ سے کہا: بیٹی! تمہارے پاس جو حدیث کی کتاب ہے وہ لے آ ؤ۔ چنانچہ میں وہ لے کر آئی تو آپ نے آگ منگا کر اسے جلا دیا۔ میں نے کہا: آپ نے اسے کیوں جلایا۔؟ فرمایا: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں مرجاؤں اور یہ کتاب چھوڑ جاؤں۔ شاید اس میں کسی ایسے شخص کی بھی حدیث ہو جو میرے نزدیک تو معتبر ہو اور وہ حقیقت میں معتبر نہ ہو اور میں نے اسے نقل تو کر دیا اور وہ صحیح نہ ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق کا خطبہ خلافت پڑھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی اور آپ اطاعت نبوی پر کس طرح ثابت قدم تھے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

''میری اطاعت کرو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں، لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چھوڑ دوں (نافرمانی کروں) تو میری کوئی اطاعت تم پر فرض نہیں۔''

اسی طرح منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کر کے بھی حفاظت حدیث کا حق ادا کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق نے متعدد احادیث روایت کی ہیں جن کے وہ اکیلے راوی ہیں۔ آپ کے سامنے جب کوئی حدیث آتی تو اطمینان قلب کی خاطر شہادت قبول کرتے تھے۔

روایت حدیث کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محدثین کیلئے تحقیق و تثبت کا طریقہ جاری کیا۔ اگر کبھی آپ کو صحت حدیث میں اندیشہ ہوتا تو جب تک آپ کو اطمینان نہ ہو جاتا اس وقت تک آپ اس حدیث کو قبول کرنے میں توقف فرماتے۔ حضرت عمر فاروق اس ڈر اور خوف سے کہ کہیں کوئی صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوئی غلط بات نہ منسوب کر دے، اس لئے آپ صحابہ کرام سے فرماتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کم سے کم احادیث بیان کریں۔ دوسرا یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں لوگ ہمہ تن احادیث کی طرف مائل ہو کر حفظ قرآن سے توجہ نہ ہٹا لیں۔

ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تین بار سلام کہا اور جواب نہ پا کر واپس چلے گئے۔

حضرت عمر فاروق نے آدمی بھیج کر بلایا اور پوچھا:

''تم واپس کیوں چلے گئے؟''

وہ بولے:

''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین دفعہ سلام کہے اور جواب نہ پائے تو واپس چلا جائے۔''

حضرت عمر نے فرمایا:

''اس کا کوئی ثبوت پیش کرو! ورنہ خیر نہیں۔!''

ابوموسیٰ گھبرائے صحابہ کے پاس آئے۔ صحابہ نے پوچھا:

''کیا بات ہے آپ کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔؟''

انہوں نے ماجرا سنایا اور بولے:

Marfat.com

''تم میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے؟''
صحابہ نے کہا:
''ہاں! ہم سب نے یہ حدیث سنی ہے۔''
پھر ان کے ساتھ ایک صحابی گئے جنہوں نے حضرت عمر کے پاس شہادت دی کہ ابوموسیٰ ٹھیک کہتے ہیں، واقعی ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد 1-2، صفحہ 30)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث قبول کرنے میں حضرت عمر کس قدر محتاط رہتے تھے اور آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایسے لاپروائی سے کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کی جائے۔

حضرت عمر فاروق بھی سنت رسول کو قانون کا ماخذ تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں قاضی شریح کو ایک خط میں ہدایت فرمائی تھی:

''اگر تم کوئی حکم قرآن مجید میں پاؤ تو اس کے مطابق فیصلے کرو اور اس کی موجودگی میں کسی اور چیز کی جانب توجہ نہ کرنا اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید میں نہ ہو تو جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ملے اس پر عمل کرو۔''

روایت حدیث میں حد درجہ محتاط رہنے کے باوجود حضرت عمر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی تعداد میں احادیث روایت کی ہیں، جن کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔

ابونعیم اصفہانی کا قول ہے:

''علاوہ ان حدیثوں کے جن میں حضرت عمر بحیثیت روای کے شریک ہیں سو سے اوپر حدیثیں ایسی ہیں جن کے الفاظ اور متون آپ ہی کے توسط سے ہم تک پہنچے ہیں۔ بخاری اور مسلم دونوں میں مجموعی طور پر آپ سے اکیاسی احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث میں چونتیس بخاری کی اور اکیس مسلم کی امتیازی خصوصیت ہیں اور چھبیس متفق ہیں، یعنی دونوں کتابوں میں مشترک ہیں۔''

حضرت عثمان ذوالنورین تیسرے خلیفہ المومنین تھے۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں یکے بعد دیگرے تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ شرافت اور تقویٰ کے لحاظ سے ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ روایت حدیث کے سلسلے میں آپ نے بہت زیادہ احتیاط برتی ہے۔ آپ حدیث نبوی کو قرآن کے بعد دوسرا درجہ دیتے تھے اور حدیث کو ماخذ قانون تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور سنت رسول کی پیروی کرنے والے تھے۔

احادیث کے سلسلے میں حضرت عثمان غنی نے دیگر صحابہ کرام کی نسبت مرفوع احادیث بہت کم روایت کی ہیں۔
آپ کی کل روایتوں کی تعداد 146 (ایک سو چھیالیس) ہے۔ جن میں تین متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں، آٹھ صرف بخاری اور پانچ صرف مسلم میں ہیں۔ اس طرح صحیحین میں آپ کی کل 16 حدیثیں ہیں۔''

حضرت عثمان غنی نے ایک مرتبہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''حمد و ثناء اس ذات کے لیے ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریبی اور دور کے عزیزوں کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا۔ اللہ نے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع اور پیرو بنایا۔ ہم ان کے احکام کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے نور ہیں اور باہمی اختلافات اور دشمنوں سے جھگڑا ہونے کی صورت میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی دین میں حدیث نبوی کو حجت تسلیم کرتے تھے اور دینی معاملات میں قرآن و حدیث کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالغ ہونے سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپ نے بچوں میں سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ نے بچپن سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اپنے تمام ایام زندگی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور خدمت اقدس میں گزارے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً تیس سال تک آپ ارشادات اور افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

تمام خلفاء کی نسبت آپ کو روایت حدیث کا زمانہ سب سے زیادہ ملا، مگر روایت حدیث کے سلسلے میں آپ بھی بڑی احتیاط برتتے تھے۔ چنانچہ آپ سے کل 586 حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے بیس حدیثوں پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور نو حدیثیں صرف بخاری میں ہیں، مسلم میں نہیں ہیں اور دس حدیثیں مسلم میں ہیں، بخاری میں نہیں ہیں۔ غرض صحیحین میں آپ کی کل انتالیس حدیثیں ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو احادیث نبوی سے بڑی واقفیت تھی۔ آپ نے حدیثیں لکھوائی بھی تھیں۔ ایک دن آپ نے مسجد کوفہ میں کہا:

"کون ہے جو میرا علم ایک درہم میں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ الحارث الاعور دوڑ کر بازار گیا اور ایک درہم کا کاغذ خرید لایا اور اس نے بہت سی چیزیں (علماً کثیراً) لکھیں۔"

حضرت علی حدیث بیان کرنے میں خود بھی بڑے محتاط تھے اور دیگر صحابہ کو اس سلسلے میں احتیاط برتنے کا کہتے تھے۔ ابوالطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا:

"لوگوں سے وہی احادیث بیان کرو جو وہ جانتے ہیں اور ان احادیث کو ان کے سامنے بیان کرنا چھوڑ دو جن کو وہ نہیں جانتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے؟"

یہ کہہ کر حضرت علی نے منکر احادیث بیان کرنے سے منع فرمایا اور مشہور اور صحیح احادیث بیان کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، جلد 1-2، صفحہ 35)

حفاظت کے دو طریقے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حفاظت حدیث کے دو طریقے تھے:

1: حافظہ۔

2: کتابت۔

Marfat.com

عرب کے لوگوں کا حافظہ بہت تیز تھا اور اکثر و بیشتر حافظہ سے کام لیا جاتا تھا۔ کتابت کا رواج بہت کم تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کا رواج عام کر دیا تھا۔ احادیث نبوی اکثر حفظ کر لی جاتی تھیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو لکھنے کی ممانعت فرما دی تھی۔ ایسے ہی بعض واقعات میں ملتا ہے کہ خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے پہلے احادیث کے مجموعے مرتب کرانے کا ارادہ کیا۔ بعد ازاں ارادہ بدل دیا یا تیار شدہ مجموعے ضائع کر دیئے۔

یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس زمانے میں کتابت حدیث سے منع فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی ممانعت کیوں فرمائی؟ اور کن لوگوں کیلئے ممانعت فرمائی۔؟

حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تکتبوا عنی الاالقرآن فمن کتب عنی شیئاً فلیمحه))

”مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا اسے مٹا دے۔“

مندرجہ ذیل چند وجوہات ہیں جن کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی ممانعت فرمائی:

1: اس وقت پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے۔

2: قرآن اور حدیث میں فرق کرنے کے لیے۔

3: سامان کتابت کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

4: مثالی قوت حافظہ کی وجہ سے۔

5: ممانعت بس کاتبین وحی کے لیئے تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بالکل شروع کے زمانے میں احادیث لکھنے کی ممانعت فرمائی۔ اس وقت ماحول بھی ایسا تھا کہ اسلام کے شروع میں مکہ مکرمہ میں لکھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جیسا کہ بلاذری نے لکھا ہے:

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اس وقت مکہ و مدینہ منورہ میں بارہ تیرہ آدمیوں کے سوا کوئی لکھنا نہیں جانتا تھا۔ ان لکھنے والوں میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ تعداد میں اور بھی تھوڑے تھے۔ سب نے تو اسلام قبول نہیں کیا۔ مثلاً: ابوجہل لکھنا پڑھنا جانتا تھا لیکن اس نے تو اسلام قبول نہیں کیا تھا، ابولہب لکھنا جانتا تھا، عبداللہ بن ابی بھی لکھنا جانتا تھا، لیکن انہوں نے تو اسلام قبول نہیں کیا۔“

اس لئے جن احباب نے اسلام قبول کیا تھا ان کی تعداد اور بھی کم تھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن مجید لکھواتے تھے۔ اس لئے اگر آغاز میں ہی قرآن مجید اور احادیث نبوی دونوں لکھے جاتے تو عین ممکن تھا کہ قرآن اور احادیث کے مضامین آپس میں مل جاتے اور کوئی اس شک میں پڑ جاتا کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے یا حدیث۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے آغاز میں قرآن مجید کے سوا کوئی اور چیز لکھنے سے منع فرمایا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے قرآن مجید کے سوا کچھ لکھا ہے وہ اسے مٹا دے، ختم کر دے۔ بعض صحابہ کرام ایسا کرتے تھے کہ کاغذ پر جو جگہ خالی بچ جاتی تو اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ لکھ لیتے

Marfat.com

تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ قرآن کے سوا کچھ لکھا ہے تو اسے مٹا دو۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مٹانے کا حکم دیا تھا اسے ضائع کرنے کیلئے نہیں فرمایا تھا۔ لکھی ہوئی احادیث مٹانے کا حکم اس لیے تھا تا کہ قرآن اور احادیث کا فرق واضح رہے۔

اس زمانے میں سامان کتابت مثلاً: کاغذ، قلم اور سیاہی وغیرہ کا کوئی خاص بندوبست نہیں ہوتا تھا۔ شروع میں تو قرآن مجید کی کتابت چمڑے کے ٹکڑوں، کھجور کے پتوں اور پتھر کے ٹکڑوں پر ہوتی تھی، اس لئے تحریر کے متعلقات ولوازمات کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے دو تحریریں الگ الگ محفوظ نہیں رہ سکتی تھیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے سے وقتی طور پر منع فرما دیا۔

اہل عرب قوت حافظہ میں بے مثال تھے۔ وہ سینکڑوں اشعار زبانی یاد کر لیتے تھے۔ چنانچہ حافظے پر مکمل بھروسے کی بدولت کوئی چیز تحریر کرنے کی نسبت اسے زبانی یاد کرنے پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کثرت روایات اور حفظ احادیث میں اپنی مثال آپ تھے۔

قرآن مجید کو حفظ کرنے اور اس کی کتابت کا شوق عام تھا۔

جہاد کا بے پایاں سلسلہ قائم تھا۔

تبلیغ اور جہاد کے حوالے سے ضروری انتظامات درپیش تھے۔

ایسے حالات کی حدیث کی جانب زیادہ توجہ دینا مشکل تھا، مگر اس کے باوجود کتابت حدیث کا سلسلہ قائم تھا۔

احادیث لکھنے کی ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کیلئے فرمائی جو خاص کاتبانِ وحی تھے۔ ان احباب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید کے سوا کچھ اور نہ لکھیں، کیونکہ اگر کاتبان وحی کچھ اور لکھیں گے تو ان کے بارے میں شک کا امکان زیادہ تھا کہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں۔ مثلاً: حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہوتی تو غلطی کا امکان تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبان وحی کیلئے ممانعت فرمائی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے شروع زمانہ میں جب قرآن مجید کا نزول ہو رہا تھا اس وقت صرف اس وجہ سے کتابت حدیث سے روک دیا گیا کہ کہیں قرآن اور حدیث کا اختلاط نہ ہو جائے۔ بعد ازاں جب صحابہ کرام کو قرآن مجید اچھی طرح یاد ہو گیا اور جن کی صلاحیت اور قابلیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر اطمینان تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خوشی سے حدیث لکھنے کی اجازت فرمائی بلکہ اس کی ترغیب بھی دی۔

سنن ترمذی کی ایک روایت ہے:

> ''کسی انصاری صحابی نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ وتذکیر میں آپ جو باتیں فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو۔ (لکھ لیا کرو)''

فتح مکہ کے موقع پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق اور دیگر اہم مسائل پر خطبہ ارشاد فرمایا تو حاضرین مجلس میں سے ایک یمنی شخص ابو شاہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

''یا رسول اللہ! مجھے لکھ دیجئے۔''

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اکتبوا لابی شاہ))(صحیح سنن ترمذی جلد 2، باب :فی الرخصة:صفحه 340)

''ابوشاہ کیلئے لکھ دو۔''

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

''یارسول اللہ! ہم آپ کی بہت سی باتیں سنتے ہیں، تو کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں۔؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اکتبوا ولا حرج))(تدریب الراوی)

''لکھ لیا کرو! کوئی حرج نہیں۔''

یہ صحابہ کرام کا علمی ذوق اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کے حوصلے مزید بلند اور پختہ ہو گئے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت احادیث نبوی جیسے ہی سنتے تھے بروقت تحریر کرلیا کرتے تھے۔

عہد رسالت میں احادیث لکھی جاتی تھیں، ان کا ثبوت درج ذیل نکات ہیں:

1: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حدیثیں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام ''صادقہ'' رکھا۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

2: حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صحیفہ اور قرآن کے سوا کچھ نہیں لکھا۔

3: حضرت انس نے حدیثیں لکھیں تھیں۔

4: تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ اور فرامین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کو بھیجے تھے۔

5: خطوط جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلاطین وامراء کے نام ارسال فرمائے تھے۔

6: فہرست اصحاب جن میں پندرہ سولہ صحابہ کے نام تھے۔

7: فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور اسے تحریر فرمانے کا بھی حکم دیا تھا۔

8: کتاب الصدقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر بن حزم صحابی والئی بحرین کو لکھائی تھی۔ یہ دو صحیفے تھے۔ اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے۔

9: محصلین زکوٰۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریرات تھیں۔

10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جب حاکم یمن مقرر کیا تو ایک تحریر لکھ دی جس میں فرائض، صدقات، دیات، طلاق، عتاق اور صلوٰۃ وغیرہ کے احکام تھے۔

11: عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نامہ تھا جس میں مردہ جانوروں کے متعلق احکام تھے۔

12: وائل بن حجر صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، روزہ، سود اور شراب وغیرہ کے احکام تحریر فرما کر دیئے تھے۔

13: ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کروائی ہوئی ایک ہدایت تھی۔

Marfat.com

14: حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر یمن بھیجی گئی جس میں سبزیوں اور ترکاریوں پر عشر ہونے کا حکم تھا۔

15: مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔

16: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مجموعہ لکھا تھا جو ان کے بیٹے کے پاس تھا۔

17: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا۔

18: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔

19: حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زبیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں۔

20: حضرت سمرہ بن جندب نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا۔

21: حضرت عبداللہ بن ربعیہ بن مرثد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں۔

22: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیثیں لکھی تھیں۔

(تاریخ الحدیث، از عبدالصمد صارم الازہری، صفحہ 34-33)

یہ سب حوالہ جات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو تحریر کیا کرتے تھے۔

☆☆☆

باب نمبر 14:

محبت رسول کا تقاضہ...... کثرت ذکر رسول ﷺ و کثرت درود شریف

کثرت کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں درود وسلام پڑھنا بھی محبت میں سچا ہونے کی نشانی ہے، یہ اس لئے کہ جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کا ذکر کثرت کے ساتھ کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچے مومنین کا وصف کثرت ذکر الٰہی بیان فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل کا مبارک ارشاد ہے:

((والذکرین اللہ کثیرا والذکرت اعداللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً))(الاحزاب:35)

''اور اللہ کو بہت یاد کرنیوالے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((یایھا الذین امنوا اذکرو اللہ ذکراً کثیراً))(الاحزاب:41)

''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو۔''

جب کہ منافقین کا وصف قلت ذکر الٰہی بیان فرمایا:

((ان المنفقین یخدعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یرآءون

Marfat.com

الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً))(النساء:142)

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔''

اسی طرح حضور ﷺ کا محب بھی آپ ﷺ کا کثرت سے ذکر کرے گا اور آپ ﷺ کا کثرت سے ذکر آپ ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود و سلام عرض کرنا ہے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے:

((ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً))
(الاحزاب:56)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔''

باقی آپ ﷺ پر درود و سلام کا نفع ہمیں ہے۔ چند ایک فوائد یہ ہیں:

1: آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔
2: اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے موافقت حاصل ہوتی ہے۔ اگر چہ دونوں کی صلاۃ میں فرق ہے اور ملائکہ کے ساتھ بھی۔
3: یہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے، جیسا کہ حضرت ابی کی حدیث کے حوالے سے گزرا۔
4: یہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کا سبب بن جاتا ہے۔
5: روز قیامت حضور ﷺ سے قرب کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حدیث ابن مسعود میں ہے۔
6: درود و سلام پڑھنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کی طرف سے سلام آتا ہے۔
7: اس کی وجہ سے جواباً حضور ﷺ کی طرف سے درود پڑھنے والے پر سلام نصیب ہوتا ہے۔
8: یہ بندے سے بخل دور کرتا ہے، حدیث کی ایک اہم دعا جو درود نہ پڑھنے والے کے خلاف ہے اس سے بچ جاتا ہے۔ صفت جفا سے نکل جاتا ہے جبکہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت درود و سلام پڑھتا ہے۔
9: یہ آپ ﷺ سے محبت ،اس میں اضافہ کا سبب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بندے کے ساتھ حضور ﷺ کو بھی محبت ہو جاتی ہے۔
10: یہ آپ ﷺ کے اسم گرامی کی تعظیم کا درجہ ہے، جب بھی نام آئے گا درود و سلام پڑھے گا۔
11: یہ آپ ﷺ کے حق کی ادائیگی بھی ہے، اگر چہ اقل درجہ پر ہی سہی اور شکر ہے اس نعمت کا جو آپ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرمائی حالانکہ آپ ﷺ تو ان گنت ثناء کے مستحق ہیں، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ بندوں سے تھوڑے شکر پر راضی ہو جاتا ہے۔
12: آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو اپنے دیگر شوق اور محبتوں پر ترجیح دینے والا ہوتا ہے۔ جس نے اسے ترجیح دی جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند کیا ہے تو اس نے ماسواء پر اللہ تعالیٰ اور اس کی محبوب شے

Marfat.com

کو ترجیح دی۔ اسی طرح اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی محبوب شے کو ماسوا پر ترجیح دی، اگر اس ایک فائدہ کے علاوہ درود وسلام کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہو تو یہی مومن کے شرف کیلئے کافی ہے۔ (اختصار من جلاء الافہام)

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا درود بھیجنا...... یہی حکم بندوں کو بھی:

درود وسلام عرض کرنے والا یہ بھی محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے بعد مجھے یہ شرف حاصل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات پر مطلع فرمایا کہ ملائکہ حضور ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں تاکہ بندوں کو اس کی قدر وفضیلت کا علم ہو، کیونکہ ملائکہ شریعت کے مکلف نہ ہونے کے باوجود صلاۃ وسلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تو مسلمان تو زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور حبیب ﷺ پر درود وسلام پڑھیں، پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ درحقیقت بندے کی طرف سے صلاۃ، اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا ہے کہ وہ آپ ﷺ پر صلاۃ نازل فرمائے۔ بندے کے الفاظ ہیں:

((اللھم صلی علی سیدنا محمد، اللھم صلی علی رسول اللہ))

حالانکہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ ہمیشہ آپ ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی))(الاحزاب 56)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔''

پہلا جملہ اسمیہ اور دوسرا فعلیہ ہے اور یہ دونوں تجدد واستمرار کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس کے بعد بندے کا عرض کرنا کہ اے اللہ! نبی پر صلاۃ نازل فرما تحصیل ماحصل ہی ہے تو اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس قدر چاہتا ہے کہ بندہ اس بارے میں عرض کرے اور اللہ تعالیٰ بندے کو اسی قدر اجر وثواب سے نواز دے (الغرض اللہ تعالیٰ تو صلاۃ نازل فرما ہی رہا ہے بندہ صرف عرض کر کے ثواب لوٹ لیتا ہے) اور حکمت یہ ہے کہ مقام نبی ﷺ اتنا اعلیٰ اور ارفع ہے کہ بندہ اس کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے کہ وہ آپ ﷺ پر صلاۃ نازل فرمائے تاکہ یہ احسان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہی ہو نہ کہ بندے کا۔

احادیث درود کے راوی:

حضور علیہ السلام پر صلاۃ وسلام سے متعلقہ احادیث کو روایت کرنے والے درج ذیل صحابہ ہیں:

1: حضرت ابو مسعود انصاری البدری۔
2: حضرت کعب بن عجرہ۔
3: حضرت ابو حمید الساعدی۔
4: حضرت ابو سعید الخدری۔
5: حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔
6: حضرت زید بن حارثہ۔
7: حضرت ابن الخارجہ۔
8: حضرت علی بن ابو طالب۔
9: حضرت ابو ہریرہ۔
10: حضرت بریدہ ابن الحصیب۔
11: حضرت سہل بن سعد الساعدی۔
12: حضرت ابن مسعود۔
13: حضرت فضالہ بن عبید۔
14: حضرت ابو طلحہ انصاری۔

Marfat.com

15: حضرت انس بن مالک۔
16: حضرت عمر بن الخطاب۔
17: حضرت عامر بن ربیعہ۔
18: حضرت عبد الرحمٰن بن عوف۔
19: حضرت ابی بن کعب۔
20: حضرت اوس بن اوس۔
21: حضرت امام حسن۔
22: حضرت امام حسین۔
23: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ۔
24: حضرت براء بن عازب۔
25: حضرت رویفع بن ثابت الانصاری۔
26: حضرت جابر بن عبد اللہ۔
27: حضرت ابو رافع مولی رسول اللہ۔
28: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ۔
29: حضرت ابو امامۃ الباہلی۔
30: حضرت عبد الرحمٰن بن بسر۔
31: حضرت ابو بردہ بن نیاز۔
32: حضرت عمار بن یاسر۔
33: حضرت جابر بن سمرہ۔
34: حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف۔
35: حضرت مالک بن الحویرث۔
36: حضرت عبد اللہ بن خبر الزبیدی۔
37: حضرت عبد اللہ بن عباس۔
38: حضرت ابوذر۔
39: حضرت واثلہ بن الاسقع۔
40: حضرت ابو بکر الصدیق۔
41: حضرت عبد اللہ بن عمرو۔
42: حضرت سعید بن عمیر الانصاری عن ابیہ عمیر البدری۔
43: حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مرفوع احادیث کے راوی:

قسطلانی نے فرمایا:

''یہ تعداد صحابہ یا تابعین پر مرسل اور موقوف روایات کے علاوہ ہے۔''

ضعیف روایات:

ان میں کچھ روایات ضعیف بھی ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ فضائل و ترغیب کے مقام پر ان پر عمل کرنا مستحب ہے جیسا کہ نووی وغیرہ نے ذکر فرمایا ہے۔

جمعہ اور جمعرات کے دن درود پڑھنے والوں کی فضیلت:

ابن بشکوال نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے:

''جب جمعرات کا دن آتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے جن کے ہمراہ چاندی کے صحیفے اور سونے کے قلم ہوتے ہیں جو جمعرات کے دن اور جمعہ کی رات ان لوگوں کی فہرست تیار کرتے ہیں جو سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتے ہیں۔''

Marfat.com

جمعہ و جمعرات کو کثرت سے درود پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب جمعہ کا دن اور جمعہ کی رات ہو تو مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔''

بھولی چیز درود پڑھنے سے یاد آ جاتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تمہیں کوئی چیز بھول جائے تو مجھ پر درود بھیجا کرو! انشاء اللہ تعالیٰ یاد آ جائے گی۔''

اس کو ابو موسیٰ المدینی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ایک مرتبہ درود پڑھنے کا اجر و ثواب:

1: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت بہت خوش و خرم تھے۔ چہرہ اقدس سے مسرت کے آثار نمایاں نظر آ رہے تھے تو

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آج آپ بہت خوش و خرم اور مسرور نظر آ رہے ہیں۔''

فرمایا:

''ہاں! میرے پاس میرے رب کے ہاں سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے عوض دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا اور اس کی طرف ایسا ہی درود جواب میں بھیجے گا۔''

اس کو امام احمد نے مسند میں ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

2: حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ فرمایا:

''جبریل میرے پاس آئے اور کہا: یا محمد! کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں؟ اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں۔''

اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں:

''حضور علیہ السلام گھر سے نکلے تو بہت مسرور تھے۔ فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: یا محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے کہ کیا آپ اس پر راضی نہیں۔''

آگے وہی الفاظ ہیں جو اوپر مذکور ہوئے معمولی سا لفظی اختلاف ہے آخر میں یہ لفظ ہے:

''ہاں! میرے رب میں راضی ہوں۔''

درود پڑھنے والا قیامت کے دن حضور کے روبرو:

ابو نعیم نے حلیہ میں یہی روایت اس طرح بیان کی کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کسی وجہ سے بہت خوش تھے۔ ہم نے پوچھا تو فرمایا:

Marfat.com

''خوش کیوں نہ ہوں ابھی ابھی جبریئل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ جوکوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹائے گا اور اس کو اسی جیسا کلام لوٹائے گا۔''

اور ابن شاہین نے اس پر اتنا اضافہ اور کیا کہ وہ شخص قیامت کے دن آپ کے روبرو کیا جائے گا۔

ایک درود کے بدلے دس رحمتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے رب کا مجھ پر یہ عطیہ ہے کہ اس نے فرمایا: محبوب تمہاری امت میں سے جو تم پر درود بھیجے میں اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہوں۔''

اس کو ابن ابی عاصم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر جمعہ اور جمعرات کو بکثرت درود بھیجا کرو۔ بے شک جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔''

اس کو بیہقی نے فضائل اوقات میں حضرت انس سے روایت کیا۔

زیادہ حوریں ملنے کا سبب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے جو مجھ پر زیادہ درود بھیجے گا جنت میں اس کو زیادہ بیویاں ملیں گی۔''

اس کو صاحب الدر المنظم نے ذکر کیا۔ مجھے اس روایت کا اس سے پہلے پتہ نہ تھا۔

درود قیامت کے دن حضور کے قرب کا سبب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے جو مجھ پر زیادہ درود بھیجے گا وہ کل قیامت کو میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔''

اس کو صاحب درر منظم نے ذکر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے بڑھ کر میرے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود [illegible]''

اس کو ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا اور کہا:

''یہ روایت حسن غریب ہے۔''

حضور درود بھیجنے والے کے لیے استغفار و دعا کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر ہر چاندنی رات اور روز روشن میں کثرت سے درود بھیجا کرو۔ بیشک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

اس کو طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابن بشکوال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے

Marfat.com

اضافے کے ساتھ روایت کیا کہ پھر میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔''

درود شریف سے تزکیہ نفس ہوتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو کہ یہ تمہارے لئے تزکیہ ہے اور جب اللہ سے سوال کرو تو وسیلہ کا سوال کرو کہ یہ جنت میں سب سے بلند درجہ ہے اور یہ ایک شخص کے لئے مخصوص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔''

اس کو ابو القاسم تیمی نے ترغیب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

فرشتے کا درود پہنچانا:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر بکثرت درود پڑھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر کے پاس ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے۔ جب میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے، مجھ سے وہ فرشتہ کہتا ہے: یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں ابن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔''

اس کو دیلمی نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حاکم نے اِسے صحیح الاسناد کہا۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں' میرا جو امتی مجھ پر درود بھیجے' یہ مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

اس کو دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

4: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''بے شک اللہ کے خاص نورانی فرشتے جو صرف جمعہ یا جمعرات کو زمین پر آتے ہیں' ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم ہوتے ہیں اور چاندی کی دواتیں اور نور کے کاغذ' ان پر صرف وہ درود شریف لکھتے ہیں جو حضور علیہ السلام پر بھیجا جاتا ہے۔''

اس کو دیلمی نے روایت کیا۔

درود بھیجنے کا طریقہ:

1: ((قال ابو مسعود الانصاری اتانا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم))

''ابو مسعود فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم لوگ سعد بن عبادۃ کی مجلس میں تھے۔ حضرت بشیر بن سعد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں۔ فرمائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہمیں تمنا ہوئی کہ یہ صاحب ایسا سوال نہ کرتے ،پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: یوں کہو:

((اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ال ابراھیم وبارك علی محمد

Marfat.com

وعلی ال محمد کما بارکت علی ال ابراھیم انک حمید مجید))

اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تمہیں سکھا دیا گیا ہے۔''

(مسلم عن ابی مسعود الانصاری' امام مالک فی الموطا' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' بیہقی فی الدعوات)

امام مسلم کے سوا باقیوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے:

((فی العلمین انک حمید مجید))

ابوداؤد نے یہ فقرہ نقل ہیں کیا کہ سلام کا طریقہ وہی ہے جو تمہیں سکھا دیا گیا ہے۔''

2: ((اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم))

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا:

''یا نبی اللہ! ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ بھیجیں۔؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللھم صلی علی محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید وبارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید))

3: امام احمد عن طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب تم سے کوئی نماز میں تشہد پڑھے تو یوں کہے:

((اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارك علی محمد وعلی ال محمد وارحم محمدواله کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید))

مسجد میں دخول کے وقت درود پڑھنا:

الحاکم فی المستدرک شاہداً عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موقوفاً روایت کیا:

''جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یوں کہے: ''الٰہی مجھے شیطان سے بچا۔''

اذان کے بعد درود پڑھنا:

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جو کچھ وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ پھر اللہ سے میرا وسیلہ مانگو۔ پس بے شک وہ جنت میں ایک منزل ہے جو کسی اللہ کے بندے کے لئے ہی ہونی چاہئے اور مجھے امید ہے کہ وہ اللہ کا بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگا' میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگئی۔''

(یہ حدیث امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے)

Marfat.com

عمل کرنے والے کے لئے اس میں بشارت عظیمہ ہے کیونکہ آپ نے شفاعت حلال ہونے کی خوشخبری سنائی ہے اور یہ صرف آپ کے مسلمان امتیوں کے لئے ہوتی ہے۔

اقامت کے وقت درود پڑھنے کا اجر:

حسن بن عرفۃ اور نمیری نے حسن بصری سے روایت کیا کہ جس نے موذن کی طرح زبان سے کہا اور جب موذن نے قد قامت الصلوٰۃ کہا تو یہ دعا کی:

((اللهم رب هذه الدعوة الصادقة والصلوٰة القائمة صلى على محمد عبدك ورسولك وبلغه درجة الوسيلة فى الجنة))

''اے اللہ! اس سچی دعا کے مالک اور قائم ہونے والی نماز کے رب! درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندہ خاص اور رسول ہیں اور ان کو جنت میں مقام وسیلہ پر فائز فرما۔''

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل ہو گیا' یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نے اسے پالیا۔''

وسعت رزق اور درود شریف:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنے فقر و فاقہ اور تنگدستی کی شکایت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اپنے گھر جاؤ تو سلام کہا کرو، چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو' پھر مجھ پر سلام کہو اور ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھو۔''

اس شخص نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق وسیع کیا، یہاں تک کہ اس کے رشتہ داروں' ہمسائیوں پر بھی کشائش رزق فرمائی۔

اس کو ابوموسیٰ المدینی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اقامت کے وقت دعا پڑھنا:

الدینوری اور النمیری نے یوسف بن اسباط سے روایت کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ جب اقامت پڑھی جائے اور آدمی یہ دعا نہ کرے:

((اللهم رب هذه الدعوة المتممه المستجاب لها صلى على محمد وزوجنا من الحور العين))

''الٰہی! اس مکمل اور مقبول دعا کے مالک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور موٹی آنکھوں والی حوروں کو ہماری بیویاں بنا۔''

تو خوبصورت موٹی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں: تم ہمارے بارے میں کتنے بے رغبت ہو۔؟''

حضور کے ساتھ دیگر رسولوں پر بھی سلام پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر سلام بھیجو کہ میں بھی رسولوں میں سے ہی ایک رسول ہوں۔''

اس روایت کو ابونعیم نے تاریخ اصفہان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم رسولوں پر درود بھیجو تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی بھیجو کہ میں بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔''

اس روایت کو دیلمی نے مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور یہی روایت ابن ابی عاصم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

اس کی اسناد بہتر اور جید ہیں تاہم یہ مرسل ہے۔ اس کو طبرانی وغیرہ نے حضرت ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم سے کوئی نماز پڑھے تو سب سے پہلے اپنے رب کی حمد وثناء کرے۔''

ابوداؤد وغیرہ نے فضالہ بن عبید سے روایت کیا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے سنا۔ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص نے جلدی کی۔''

پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس سے یا کسی دوسرے سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''جب تم سے کوئی نماز پڑھے۔'' آگے وہی الفاظ جو اوپر ذکر ہوئے۔ امام ترمذی وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

درود ہو امام الخیر پر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مجھ پر صلوٰۃ بھیجو تو بہترین صلوٰۃ بھیجو۔ تمہیں کیا معلوم کہ وہ مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔ کہو الٰہی! اپنی صلوٰت، رحمت اور برکتیں سید المرسلین امام المتقین، خاتم النبیین اپنے بندے اور رسول جو امام الخیر، قائد الخیر اور رسول رحمت ہیں، پر نازل فرما۔ الٰہی! آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس سے پہلے پچھلے سب آپ پر رشک کریں گے۔''

اس روایت کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود سے رحمت کے دروازوں کا کھلنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی وضو سے فارغ ہو تو یہ کہے:

((اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله))

''پھر مجھ پر درود بھیجے، جب یہ کہہ لے گا تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔''

اس کو ابوالشیخ حافظ نے عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابونعیم نے تاریخ اصفہان میں بیان کیا، لیکن اتنا فرق ہے کہ ان کی روایت میں رحمت کی جگہ جنت کے دروازے کہا گیا ہے۔

درود پڑھنے والے کا نام حضور کی بارگاہ میں لیا جاتا ہے:

نمیری نے حماد کوفی سے یہ روایت بیان کی کہ جب بندہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو حضور علیہ السلام پر

Marfat.com

اس کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو۔ جبریل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس میرے رب کا پیغام لے کر آئے تھے کہ روئے زمین پر جو بھی مسلمان آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔''
(طبرانی عن انس رضی اللہ عنہ)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے والا حضور کا مقرب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر جمعہ کو مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ بیشک میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا اس کا درجہ میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔''

اس کو بیہقی نے ابوامامہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجو۔ بے شک جو مجھ پر بروز جمعہ درود بھیجے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

اس کو حاکم وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر شب نوراور روز روشن کو بکثرت درود پڑھا کرو کہ یہ تمہاری طرف سے پیش کیا جاتا ہے اور بے شک زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی اور ہر ابن آدم کو مٹی کھاتی ہے سوائے آخری حصے کے۔''

اس کو نمیری نے ابن شہاب زہری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

اللہ کے نبی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے صلاۃ بھیجا کرو کہ وہ حاضری کا دن ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اسی وقت جب وہ فارغ ہوتا ہے۔''

راوی کہتے ہیں:

''میں نے عرض کیا:

''وفات کے بعد بھی۔؟''

فرمایا:

''وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا

Marfat.com

جاتا ہے۔''

اس کو ابن ماجہ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن منقطع ہے۔ اس کی سند متصل نہیں اور اس کو طبرانی نے بھی انہی سے روایت کیا ہے اور الفاظ بھی قریب قریب یہی ہیں۔

نماز میں صلوٰۃ:

1: حضرت ابن مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا:

''یارسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا تو ہمیں علم ہو چکا اب نماز میں آپ پر صلاۃ کس طرح بھیجا کریں۔؟''

حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم چاہتے تھے کہ کاش! یہ صاحب حضور سے سوال نہ کرتے۔ پھر فرمایا: جب تم لوگ صلوٰۃ بھیجنا چاہو تو یوں کہو:

((اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد کماصلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم ان حمید مجید))

اس کو امام احمد نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، الدارقطنی اور البیہقی نے اپنے سنن میں ابن مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا۔ دارقطنی نے کہا: اس کی سند حسن متصل ہے۔ بیہقی نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

2: حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ پر سلام کس طرح بھیجیں یہ تو ہمیں معلوم ہو چکا۔ یہ فرمایئے! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجا کریں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''یوں کہو:

((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید))

اس کو بخاری نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی نے حکم سے ثقہ راویوں کے ذریعہ روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ میں اتنا فرق ہے کہ آل ابراہیم کے بعد وصل علینا معھم وبارك مثلہ اور آخر میں وبارك علینا معھم ہے۔

3: صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں۔''

فرمایا:

''یوں کہو:

Marfat.com

((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمدوبارك علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم واٰل ابراھیم فی العلمین انك حمید مجید))
اور سلام تو تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہے۔''
اس کو طبری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

4: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:
''آپ پر مکمل درود کس طرح پڑھا جائے۔؟''
فرمایا:
((اللھم صلی علی محمد کما امرتنا ان نصلی علیه وصل علیه کما ینبغی ان یصلی علیه))
''الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ہم کو درود بھیجنے کا حکم دیا اور آپ پر اس طرح درود بھیج جس طرح بھیجنا چاہئے۔''
اس کو ابو سعید نے شرف المصطفیٰ میں روایت کیا۔

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! آپ نے ہم کو حکم فرمایا ہے کہ ہم چاندنی رات اور روز روشن کو آپ پر کثرت سے درود بھیجا کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ پر اس طرح درود بھیجیں جس طرح آپ پسند فرمائیں۔''
فرمایا:
''یوں کہو:
((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کماصلیت علی ابراھیم وعلی ال ابرھیم وارحم محمدا واٰل محمد کمارحمت ابراھیم واٰل ابراھیم وبارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید))
رہا سلام سو وہ تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہے۔''
اس کو ابن مسدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

6: صحابہ کرام نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا۔ آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجا کریں۔؟''
فرمایا:
''یوں کہو:
((اللھم صلی علی محمد عبدك ورسولك واھل بیته کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید))
اس کو اسمٰعیل القاضی نے ابراہیم بن یزید النخعی سے مرسلاً روایت کیا۔

Marfat.com

7: صحابہ کرام نے عرض کیا:
"یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں۔؟"
فرمایا:
"یوں کہو:
((اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ال ابراھیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید))
اس کو بخاری ومسلم نے ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

8: صحابہ کرام نے عرض کیا:
"یارسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہوگیا۔صلوٰۃ کیسے بھیجا کریں؟"
فرمایا:
"یوں کہو:
((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد وبارک علی محمدوعلی ال محمد کما صلیت وبارکت علی ال ابراھیم انک حمید مجید))
اس کو نمیری نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

9: صحابہ کرام نے عرض کیا:
"یارسول اللہ! آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں۔؟"
فرمایا:
"یوں کہو:
((اللھم صلی علی محمدوعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وال ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی ایل محمد کما بارکت علی ابراھیم وال ابراھیم انک حمید مجید))
اس کو نسائی، الخطیب وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
((اللھم صلی علی محمد النبی وازواجہ امھات المومنین وذریتہ واھل بیتہ))

10: ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا:
"یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام بھیجیں تو ہم نے آپ پر سلام بھیجا۔اب آپ پر درود کس طرح بھیجا کریں۔؟"
فرمایا:
"یوں کہو:

Marfat.com

((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وبارك علی محمدوعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم سلم علی محمد وعلی ال محمد کماسلمت علی ابراھیم وتحنن علی محمد وعلیٰ ال محمد کما تحننت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید))

اس کو ابن مسدی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

11: صحابہ کرام نے کہا:

''یارسول اللہ! یہ آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے، آپ پر درود کیسے بھیجا کریں؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللھم صلی علی محمد عبدك ورسولك کما صلیت علی ابراھیم وبارك علی محمد وعلی ال محمد کمابارکت علی ابراھیم))

ایک روایت میں ہے: وآل ابراہیم ہے۔

اس کو بخاری، احمد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی اور ابن ابی عاصم نے ابوسعید خدری سے روایت کیا۔

12: صحابہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو جان چکے آپ پر درود کیسے بھیجا کریں؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللھم اجعل صلواتك ورحمتك وبرکاتك علی سیدالمرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدك ورسولك امام الخیر ورسول الرحیم اللھم ابعث مقاما محمودا یغبطه به الاولون والاخرون اللھم صلی علی محمد وابلغنا والسیلة والدرجة الرفیعة من الجنة اللھم اجعل فی المصطفین محبته وفی المقربین مودته وفی الاعلین ذکره اوقال دارة والسلام علیه ورحمة اللّٰہ وبرکاته اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وال ابراھیم انك حمید مجید))

اس کو ابن ابی عاصم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

13: صحابہ نے کہا:

''یارسول اللہ! اللہ نے ہم کو سلام تو سکھا دیا، آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجا کریں؟''

آپ نے فرمایا:

''یوں کہو:

Marfat.com

((اللهم صلى على محمد وعلى ال محمد كما صليت على ابراهيم وال ابراهيم انك حميد مجيد))

اس کو ابن جریر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

14: صحابہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہمیں معلوم ہو گیا کہ کیسے آپ پر سلام بھیجا کریں۔اب فرمایئے کہ آپ پر درود کس طرح پڑھا کریں۔؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللهم اجعل صلواتك ورحمتك وبركاتك على محمد وعلى ال محمد كما جعلتها على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد))

''الٰہی! اپنی رحمتیں اور برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد پر نازل فرما جیسے تو نے اسے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر نازل فرمایا۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے بریدہ بن الخطیب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

15: عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ! آپ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر سلام بھیجیں اور درود بھیجیں۔سلام کا طریقہ تو معلوم ہو چکا ہے، درود کیسے بھیجا کریں۔؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللهم صل على ال محمد كماصليت على ال ابراهيم اللهم بارك على ال محمد كما باركت على ال ابراهيم))

اس کو اسمٰعیل قاضی نے عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود سے مرسلاً روایت کیا۔

قبر میں حضور کے بارے میں سوال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجا کرو کیونکہ قبر میں سب سے پہلے تم سے میرے بارے میں ہی سوال کیا جائے گا۔''

بخیل ترین آدمی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم کو تمام لوگوں میں بخیل تر آدمی نہ بتاؤں۔؟''

صحابہ کرام نے کہا:

''کیوں نہیں یارسول اللہ!''

Marfat.com

فرمایا:

''جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بخیل ترین شخص ہے۔''

اس کو ابن ابی عاصم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں بخیل ترین اور درماندہ ترین انسان نہ بتاؤں؟ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور وہ جس کو رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ادعونی (مجھ سے دعا کرو) لیکن اس نے اس سے دعا نہ کی۔''

حضور درود پڑھنے والے کا نام لکھ لیتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن ہر مقام پر تم میں میرے قریب تر وہ ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔ جو مجھ پر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن درود بھیجے اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے جو اسے لے کر میری قبر میں پہنچاتا ہے جیسے تمہارے پاس تحفے لائے جاتے ہیں۔ جس نے درود بھیجا مجھے وہ اس کا نام، نسب اور خاندان بتاتا ہے جسے میں اپنے محفوظ سفید رنگ کے رجسٹر میں لکھ لیتا ہوں۔''

اس کو بیہقی نے ''حیاۃ الانبیاء فی قبورہم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

سو حاجتیں:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر ہر روز سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔''

اس کو ابن مندہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حافظ ابوموسیٰ نے کہا:

''یہ حدیث غریب حسن ہے۔''

2: مسند فردوس میں بلا اسناد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث ہے:

''جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر سو مرتبہ درود بھیجا اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرماتا ہے۔''

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی۔''

اس کو التیمی نے ترغیب میں خالد بن طہمان سے روایت کیا۔ یہ منقطع روایت ہے یعنی اس کی اسناد متصل نہیں۔

حضور کا خود درود سننا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود بھیجے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجے وہ مجھے بتا دیا جاتا ہے۔''

اس کو ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ ہمارے بزرگ شیخ ابن حجر نے فرمایا۔

Marfat.com

دنیاوآخرت کی حاجات کا پورا ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود بھیجے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجے تو اس پر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر فرما دیتا ہے جو مجھ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ اس کے دنیا وآخرت کی حاجات حل کرنے کو کافی ہوتا ہے اور قیامت کو میں اس کا گواہ و شفیع ہوں گا۔''

اس کو العشاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود حضور کی بارگاہ میں تحفہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر جمعرات اور جمعہ کو سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا' ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی اور اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو اس کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس تحفے بھیجے جاتے ہیں، بیشک میری موت کے بعد بھی میرا علم اسی طرح رہے گا جس طرح زندگی میں ہے۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

سو مرتبہ درود اور حکم رسالت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر بات چیت سے پہلے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے، اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا، ان میں سے تیس تو جلد پوری ہوں گی (دنیا میں) اور ستر (آخرت) کے لئے ذخیرہ ہوں گی اور یہی حال نماز مغرب کا ہے۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آپ پر درود کس طرح پڑھا کریں؟''

فرمایا:

((ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللھم صلی علی محمد حتی تعد مائۃ))

''الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ تک درود بھیج۔''

اس کو احمد بن موسیٰ حافظ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

نماز میں حضور اور اہل بیت پر درود بھیجنا:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کسی قسم کی نماز پڑھے اور مجھ پر اور اہلبیت پر درود نہ بھیجے وہ مقبول نہ ہوگی''

اس کو دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

Marfat.com

شفاعت رسول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر بروز جمعہ درود بھیجے' میرے ہاں قیامت کے دن اس کی شفاعت ہوگی۔''

اس کو دار قطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

جمعہ کے دن پڑھا جانے والا درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر بروز جمعہ اسی (80) مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس کے اسی سالہ گناہ معاف فرمائے گا۔''

عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ! آپ پر درود کس طرح بھیجا جائے۔؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللهم صلى على محمد عبدك ونبيك ورسولك النبى الامى))

اور اس پر گانٹھ لگالے۔''

اس کو دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ عراقی نے اسے حسن قرار دیا۔ ان سے پہلے عبداللہ بن النعمان نے بھی اس کو حسن کہا۔ ایسی ہی روایت خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اسی مرتبہ درود پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن نمازِ عصر ادا کرے اور اٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ درود پڑھے:

((اللهم صلى على محمد النبى الامى وعلىٰ اله وسلم تسليما))

''اس کے اسی سالہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس کے لئے اسی سال کی عبادت لکھ دی جاتی ہے۔''

اس کو ابن بشکوال نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

صبح وشام درود پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھ پر شام کو درود پڑھے' صبح ہونے سے پہلے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جو مجھ پر صبح کے وقت درود پڑھے' شام ہونے سے پہلے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''

درود لکھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو لکھنے میں مجھ پر درود بھیجے' فرشتے برابر اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جب تک اس تحریر میں میرا نام لیا جاتا ہے۔''

Marfat.com

ایک روایت میں ہے:
''فرشتے برابر اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔''
اسے طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

پریشانیوں کے وقت درود پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس پر کوئی سختی آجائے وہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔ بیشک یہ گرہیں کھولتا اور مصیبتیں حل کرتا ہے۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے مجھ سے کوئی علمی بات لکھی اور اس کے ہمراہ مجھ پر درود بھی لکھ دیا اس کو اس وقت تک اجر ملتا رہے گا جب تک وہ تحریر پڑھی جاتی رہے گی۔''
اس کو دار قطنی وغیرہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قیامت کے دن حضور کا گواہ بننا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے کہا:
((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کماصلیت علی ابراھیم وال ابراھیم وبارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وال ابراھیم وترحم علی محمد وعلی ال محمد کما ترحمت علی ابراھیم وال ابراھیم))
میں قیامت کو اس کی گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔''
اس کو بخاری نے الادب المفرد میں اور طبری اور عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

المقعد المقرب کی دعا:

''جس نے کہا:
((اللھم صلی علی محمد وانزله المقعد المقرب عندك یوم القیمة))
''الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما اور ان کو قیامت کے دن اپنے قرب میں ٹھکانہ عطا فرما۔''
اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''
اس کو امام احمد وغیرہ نے حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے اور اس کو ابن ابی دنیا نے لفظ جنت کے اضافہ کے ساتھ روایت کیا۔ اس کی بعض سندیں حسن ہیں۔ مقعد مقرب سے وسیلہ یا مقام محمود یا عرش پر آپ کا بیٹھنا یا مرتبہ بلند اور یا عظمت شان سب مراد ہو سکتے ہیں (واللہ اعلم)۔

Marfat.com

ستر فرشتوں کا خدمت میں جُت جانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے یوں کہا: ''اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے ایسی جزائے خیر دے جس کے آپ حق دار ہیں۔'' ستر فرشتے ہزار دن صبح کے وقت اس کی خدمت میں جت جاتے ہیں۔''

اس کو ابونعیم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

اذان سن کر دعا مانگنا:

1: ''جو شخص اذان سن کر یہ دعا مانگے:

((اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة صلى على محمد وارض عنه رضا لاسخط بعده))

''اے اللہ! اس مکمل دعا اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور آپ سے اس طرح راضی ہو کہ پھر کوئی ناراضگی نہ رہے۔''

اللہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہی سے ابن وہب نے اپنی جامع میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو موذن کی اذان سن کر یہ کہے:

((اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة صلى على محمد عبدك ورسولك واعطه الوسيلة والشفاعة يوم القيمة))

''اے اللہ! اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور آپ کو قیامت کے دن وسیلہ اور شفاعت عطا فرمانا۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔''

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اذان سن کر یہ کہے:

((اللهم رب هذه الدعوة التامة الصلوٰة القائمة ات محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محمود الذى وعدته))

''اے اللہ! اس کامل دعا اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔'' اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

اس کو بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جس نے کہا:

((اللهم صلی علی محمد وعلی ال محمد صلوٰة تکون لك رضی ولحقه ادآء واعطه الوسيلة والمقام الذی وعدته واجزه عنا من افضل ما جزيت نبياً عن امته وصل علی جميع اخوانه النبيين والصلحين ياارحم الراحمين))

''الٰہی! محمد اور محمد کی آل پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیری رضا کا باعث ہو اور جس سے آپ کا حق ادا ہو اور آپ کو وسیلہ اور وہ مقام عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور آپ کو ہماری طرف سے وہ عظیم الشان جزاء عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمائی ہے اور آپ کے تمام برادران کرام انبیاء علیہم السلام اور نیک بندوں پر رحمت نازل فرما اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔ جو ہر جمعہ کو یہ دعا سات مرتبہ مانگے اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔''

اس کو ابن ابی عاصم نے اپنی ایک تصنیف میں بیان کیا لیکن جو سند لکھی ہے وہ مجھے نہ مل سکی۔

درود نہ پڑھنے والے کا کوئی دین نہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر درود نہ بھیجے اس کا کوئی دین نہیں۔''

اس کو محمد بن صمدان مروزی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

درود نہ پڑھنے والا جنت کا راستہ بھول گیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔''

اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

حضور کے دیدار سے محروم ہونے والا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں کہ سوئی گم ہوگئی اور چراغ گل ہوگیا۔ اتنے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے نور سے سارا گھر بقعۂ نور بن گیا۔ ان کو سوئی مل گئی۔ عرض کیا:

''حضور! آپ کا چہرہ اقدس کتنا نورانی ہے۔!''

فرمایا:

''اس کے لئے خرابی جو قیامت کو میرے دیدار سے محروم رہا۔''

حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا:

''حضور! آپ کے دیدار سے کون محروم رہے گا۔؟''

فرمایا:

''بخیل!''

عرض کیا:

Marfat.com

''بخیل کون؟''

فرمایا:

''جو میرا نام سنے اور درود نہ بھیجے۔''

اس کو شرف مصطفےٰ میں ابو سعید واعظ سے روایت کیا۔

اہل ایمان کو درود پڑھنے کا حکم دینے کی وجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگو! قیامت کے خوفناک مناظر اور ہیبت ناک مقامات سے محفوظ تر رہنے والا تم میں وہ ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا مجھ پر درود بھیجنا کافی تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

((ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی))

اس کے باوجود اس نے ایمان والوں کو حکم دیا تا کہ ان کو اس پر ثواب عطا فرمائے۔''

اس کو ابو القاسم التیمی نے اپنی ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

دو خصلتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی! مجھ سے دو خصلتیں یاد کرلو جنہیں جبریل علیہ السلام میرے پاس لائے ہیں۔ سحری کے وقت مجھ پر کثرت سے درود بھیجو اور مغرب کے وقت استغفار کرو۔ درود مجھ پر اور استغفار میرے صحابہ کے لئے۔ بے شک سحری اور مغرب کے اوقات اللہ کے گواہوں کے اللہ کی مخلوق پر حاضر ہونے کے اوقات ہیں۔''

اس کو ابن بشکوال نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ پر تشریف لے جانے لگے اور مجھے مدینہ منورہ جانے والوں پر عامل بنا دیا اور فرمایا:

''علی! ان پر اچھی نیابت کرنا اور ان کے احوال لکھ کر مجھے بھیجتے رہنا۔''

حضور اس سفر میں پندرہ دن رہے، پھر واپس تشریف لائے' میں خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

علی! مجھ سے دو خصلتیں یاد کرلو۔''

درود بھیجنے والے علماء ومحدثین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محدثین اور علماء کو جمع کرے گا' وہ ہانپتے کانپتے اللہ تعالیٰ کے حضور آ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم مدت تک میرے نبی پر درود بھیجتے رہے ہو (فرشتوں سے ارشاد ہوگا) ان کو جنت کی طرف لے جاؤ۔''

اس کو النمیری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

فرشتوں کی تعداد اور درود شریف:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان فرشتوں کی تعداد پوچھی جو انسان پر مقرر کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

''ہر آدمی کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو مقرر ہوتے ہیں۔ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف دو اس کے آگے پیچھے ہوتے ہیں دو اس کے ہونٹوں پر مقرر ہوتے ہیں، جو صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پڑھا جانے والا درود محفوظ کرتے ہیں اور دو اس کی پیشانی پر ایک اس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوتا ہے اگر تواضع کرے تو اس کو بلند کرتا ہے اور اگر تکبر کرے تو پست کرتا ہے اور دسواں سونے کی حالت میں اس کے منہ میں سانپ داخل ہونے سے روکتا ہے۔''

اس کو الطبرانی نے اپنی تفسیر میں کنانہ عدوی سے روایت کیا۔

حضور پر درود نہ بھیجنے والا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بدبخت ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

اس کو الطبری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود رحمت کا سبب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود بھیجو۔اللہ تم پر رحمت بھیجے گا۔''

اس کو ابن عدی نے الکامل میں اور النمیری نے اپنے طریق پر ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

درود کا دو چند ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود بھیجو! بیشک وہ تمہارے لئے دو چند کر دیا جائے گا۔''

اس کو دیلمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔

درود پڑھ کر دعا کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود بھیجو اور محنت سے دعا کرو۔پھر کہو:

((اللهم صلی علی محمدو علی ال محمداللهم بارك علی محمد و علی ال محمد كما باركت علی ابراهيم انك حميد مجيد))

اس کو ابونعیم وغیرہ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

انبیاء ورسل پر درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل پر درود بھیجا کرو۔بے شک اللہ نے ان کو بھی اسی طرح مبعوث فرمایا جیسے مجھے مبعوث فرمایا۔''

اس کو طبرانی وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

Marfat.com

حضور کا فرمان کہ مجھ پر درود بھیجو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود بھیجو۔ بے شک مجھ پر درود بھیجنا تمہارے (گناہوں کے) لئے کفارہ ہے اور زکوٰۃ (پاکیزگی) ہے۔ جو مجھ پر ایک درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس درود بھیجتا ہے۔''

اس کو ابن ابی عاصم نے الصلوٰۃ النبویہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود پڑھنا درجہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لئے درجہ ہے۔''

درود پڑھنے سے پل صراط پر نور:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود پڑھنا قیامت کے دن پل صراط کے اندھیرے کے وقت نور ہوگا۔ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دن اس کا ناپ پورا پورا ماپا جائے تو اسے مجھ پر بکثرت درود پڑھنا چاہیے۔''

اس کو صاحب الدر المنظم نے ذکر کیا۔

اسی سال کے صغیرہ گناہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر نور ہوگا اور جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ (صغیرہ) بخش دیئے جاتے ہیں۔''

اس کو ابن شاہین وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود دعا کا محافظ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہاری دعا کا محافظ، تمہارے رب کی رضا اور تمہارے اعمال کا تزکیہ ہے۔''

اس کو دیلمی اور اقلیشی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

رب تعالیٰ کی طرف سے لے کر اترنے والے الفاظ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں شمار کیا اور فرمایا:

''جبریل علیہ السلام نے اسی طرح میرے ہاتھ میں شمار کیا اور جبریل نے کہا: میں اسی طرح ان کلمات کو رب العزت سے لے کر اترا ہوں:

((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك

Marfat.com

حمید مجید اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم وترحم علیٰ محمد وعلی آل محمد کما ترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم أنك حمید مجید اللھم وتحنن علی محمد وعلی آل محمد کما تحننت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم وسلم علی محمد وعلی آل محمد کما سلمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید))

اس کو ابن بشکوال وغیرہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

قرآن مجید کی طرح سکھایا جانے والا درود:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے التحیات اس طرح سکھائی جس طرح آپ ہم کو قرآن کریم کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے:

((التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھدان لاالہ الااللہ وان محمدًا عبدہ ورسوله اللھم صلی علی محمد وعلی آل بیته کما صلیت علی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم صل علینا معھم اللھم بارك علی محمد وعلی آل بیته بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علینا معھم صلوٰۃ اللہ وصلوٰۃ المومنین علی محمد النبی الامی السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته))

''اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کی صلوٰت محمد نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو۔ اے نبی! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔''

اس کو دارقطنی اور ابوجفص بن شاہین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود پڑھنے سے اللہ کے غضب سے امان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یا محمد! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص آپ پر دس مرتبہ درود بھیجے اس کے لئے میرے غضب سے امان واجب ہوگئی۔''

اس کو بقی ابن مخلد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ایک بہترین درود:

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح درود پڑھنا چاہئے۔؟''

انہوں نے کہا:

Marfat.com

((اللھم جعل صلواتك وبركاتك ورحمتك علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدك ورسولك امام الخیر وقائدالخیر اللھم ابعث یوم القیمة مقاما محمودا یغبطه الاولون والاخرون وصل علی محمد وعلی ال محمد کماصلیت علی ابراهیم وال ابراهیم انك حمید مجید))

''الٰہی! اپنی رحمتیں اور برکتیں سید المرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں، نیکی و بھلائی کے قائد و پیشوا۔ الٰہی! قیامت کے دن ان کو مقام محمود پر فائز فرما تا کہ پہلے پچھلے سب آپ پر رشک کریں۔''

اس کو احمد منیع وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن جو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

درود پڑھنا اور نہ پڑھنا:

ام انس بن الحسین سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے اس فرمان باری تعالیٰ میں: ان اللہ وملئكة یصلون علی النبی۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک یہ پوشیدہ علم سے متعلق بات ہے۔ اگر تم لوگ مجھ سے اس بارے میں سوال نہ کرتے تو میں تمہیں کچھ نہ بتاتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں؛ جس مسلمان کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود بھیجے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: اللہ تیری مغفرت فرمائے اور اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان کے جواب میں آمین کہتے ہیں اور جس مسلمان کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: اللہ تیری مغفرت نہ کرے! اور اللہ اور اس کے فرشتے ان کے جواب میں فرماتے ہیں: آمین!''

اس کو طبرانی وغیرہ نے ام انس بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے جبریل سے کہا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے۔؟ کہا: یا محمد! آپ پر صلوٰۃ بھیجنا اور علی بن ابی طالب سے محبت کرنا۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ایک درود:

ایک صحابی کہا کرتے تھے:

((اللھم صلی علی محمد وعلی اهل بیته وعلی ازواجه وذریته کما صلیت علی ابراهیم وال ابراهیم انك حمید مجید وبارك علی محمد وعلی اهل بیته وعلی ازواجه وزریته کما بارکت علی ابراهیم وال ابراهیم انك حمید مجید))

اس کو عبدالرزاق نے اپنی جامع میں ذکر کیا۔ ابن طاؤس کہتے ہیں:

Marfat.com

''میرے والد بھی ایسے ہی کہا کرتے تھے۔''

نماز میں پڑھنے والا درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں فرمایا کرتے تھے:

((اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و ال ابراھیم وبارك علی محمد وال محمد کمابارکت علی ابراھیم وال ابراھیم انك حمیدمجید))

اس کو امام شافعیؒ نے کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود پڑھنا سبب بخشش ہے:

ابی بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔ آپ فرمائیں کہ آپ پر کس قدر درود بھیجا کروں۔؟''

فرمایا:

''جتنا چاہو۔''

میں نے عرض کیا:

''ایک چوتھائی وقت۔؟''

فرمایا:

''جو چاہو۔ اگر زیادہ کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''آدھا وقت۔''

فرمایا:

''جتنا چاہو۔ اگر اور زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''دو تہائی وقت۔؟''

فرمایا:

''جتنا چاہو۔ اگر زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''حضور! سارا وقت آپ پر درود پڑھتا رہوں گا۔''

فرمایا:

''یہ تیرا غم والم دور کرنے کو کافی ہے اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

اس کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا اور احمد نے مختصر ذکر کیا۔

Marfat.com

تمام وقت درود پڑھنا:

ایک شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے۔ اگر میں تمام وقت (جو فرائض واجبات سے بچ جائے) آپؐ پر درود بھیجتا رہوں؟''

فرمایا:

''جب تو اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا وآخرت کی پریشانیاں دور کرنے کے لئے اسی کا کوفی کردے گا۔''

اس حدیث کو بہت سے محدثین نے کعب وغیرہ سے مختصر اور طویل الفاظ میں ذکر کیا۔

درود بھیجنے کے بعد مانگی جانے والی دعا:

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تو کہتے:

((اللهم تقبل شفاعة محمد الكبرى وارفع درجت العليا واعطه سوله فى الاخرة والاولىٰ كما اتيت ابراهيم وموسىٰ))

''الٰہی! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور آپ کا اعلیٰ درجہ مزید بلند فرما اور آپ کو آخرت و دنیا میں جو آپ مانگیں عطا فرما جیسے تو نے ابراہیم وموسیٰ کو عطا فرمایا۔''

اس کو عبد بن حمید وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اس کی سند عمدہ، قوی اور صحیح ہے۔

حضور اور حضور کی امت کی فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک جبریل میرے پاس آئے اور کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں اس کی جو آپ کے رب نے آپ کو آپ کی امت کی طرف سے عطا کیا اور اس کی جو آپ کے رب نے آپ کی امت کو آپ کی طرف سے عطا کیا؟ ان میں سے جو آپ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجے' اللہ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو آپ پر سلام بھیجے' اللہ اس پر سلام بھیجتا ہے۔''

اس کو ضیاء نے مختارہ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے رجال بھی صحیح ہیں۔

مجلس درود پر رحمت سایہ فگن ہوتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک اللہ کے کچھ ملائکہ ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور ذکر کے حلقے ڈھونڈتے ہیں' پھر جب وہاں آتے ہیں تو ان پر چھا جاتے ہیں۔ پھر اپنے قاصد اللہ کی بارگاہ میں آسمان کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم تیرے بندوں کے پاس آئے جو تیری نعمتوں کی تعظیم کرتے اور تیری کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخرت اور دنیا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان پر میری رحمت پھیلا کر ڈھانپ دو۔ وہ عرض کرتے ہیں: الٰہی ان میں فلاں بڑا گنہگار بھی تھا جو ویسے ہی ان میں آملا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس پر بھی میری رحمت کا سایہ کردو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بد بخت نہیں رہتا۔''

Marfat.com

اس کو البزاز نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس کی سند اچھی ہے۔

درود کی مجلس میں بیٹھنے والے بخش دیئے جاتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ کے گشت کرنے والے فرشتے ہیں۔ جب ذکر کی مجلسوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں: بیٹھ جاؤ! جب قوم دعا مانگتی ہے یہ ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ جب یہ لوگ نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں یہ بھی ان کے ساتھ درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ سب فارغ ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ان لوگوں کو مبارک ہو کہ بخشے ہوئے واپس لوٹ رہے ہیں۔"

اس کو ابو القاسم تیمی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود شریف فرشتے چاندی کے ورقوں پر لکھتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے:

"کچھ لوگ مسجدوں کے اوتاد ہوتے ہیں جن کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں۔ اگر غائب ہوں تو وہ بھی کھوئے رہتے ہیں' اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اگر ان کو دیکھیں تو مرحبا کہتے ہیں۔ اگر کسی حاجت کے خواستگار ہوں تو ان کی مدد کرتے ہیں' جب بیٹھیں تو فرشتے ان کو پاؤں سے لے کر آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں ان کے ہاتھوں میں چاندی کے ورق ہوتے ہیں اور سونے کے قلم۔ وہ حضور علیہ السلام پر پڑھا جانے والا درود لکھتے ہیں اور کہتے ہیں: ذکر کیے جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ زیادہ کرو اللہ تمہیں زیادہ دے۔ جب وہ ذکر شروع کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کی دعا قبول کی جاتی ہے اور حور عین ان پر جھانکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوتا ہے جب تک وہ کسی اور گفتگو میں مصروف نہ ہو جائیں یا ادھر ادھر بکھر نہ جائیں۔ جب وہ منتشر ہو جاتے ہیں تو زیارت کرنے والے فرشتے بھی اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور ذکر کے حلقے تلاش کرنے لگتے ہیں۔"

اس کو ابو القاسم بن بشکوال نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور صاحب الدرر المنظم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

درود لکھنے والے فرشتوں کو دیکھنا:

ابن ہبیرہ نے کہا:

"میں حضور علیہ السلام پر آنکھیں بند کئے درود شریف پڑھ رہا تھا۔ پس میں نے اپنی پلکوں کے باہر ایک کاتب کو دیکھا جو حضور علیہ السلام پر میرا پڑھا جانے والا درود شریف کالی سیاہی سے کاغذ پر لکھ رہا ہے۔ مجھے کاغذ پر وہ حروف نظر آ رہے تھے، میں نے آنکھ کھول دی تاکہ اپنی نگاہ سے دیکھ لوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے کپڑوں کی سفیدی دیکھ لی۔"

دعا کی قبولیت کا راز:

1: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، میں سب سے پہلے باہر آؤں گا۔ جب وہ جمع ہوں گے میں ان کا قائد ہوں گا' جب وہ خاموش ہوں گے' میں ان کا خطیب ہوں گا' جب ان کا حساب لیا جائے گا تو میں ان کا شفیع ہوں گا، جب وہ مایوس ہوں گے میں ان کو بشارت دوں گا اور عزت کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمام اولادِ آدم سے بڑھ کر معزز ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں۔ میرے آگے پیچھے ایک ہزار خادم پھریں گے جیسے چھپے موتی۔ جو دعا کی جاتی ہے اس کے اور آسمان (قبولیت) کے درمیان پردہ ہوتا ہے یہاں تک کہ مجھ پر درود پڑھا جائے۔ پس جب مجھ پر درود پڑھا جاتا ہے تو پردہ چاک ہو جاتا ہے اور دعا اوپر چلی جاتی ہے۔''

2: امام نسائی نے عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر دعا حجاب میں ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے اول اللہ تعالیٰ کی ثناء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو' پھر دعا کرے اس کی دعا قبول ہوگی۔''

بہترین درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو قدرت نے تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت دی ہے۔ میری وفات کے وقت سے وہ میری قبر پر کھڑا رہے گا جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر ایک درود کے بدلے دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

اس کو ابوالشیخ بن حبان نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''مجھ پر بہتر طور پر درود بھیجا کرو۔''

اس کو عبدالرزاق اور نمیری نے مجاہد کے واسطہ سے مرفوع مرسل ذکر کیا۔

وتر کے بعد اور سونے سے پہلے درود پڑھنا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ سفر و حضر میں نماز چاشت پڑھتا رہوں اور وتر پڑھ کر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر سوؤں۔''

اس کو بقی بن مخلد اور ابن بشکوال نے اپنے طریق سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

صدقہ کا بدل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس مسلمان کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ کہے:

((اللھم صل علی محمد عبدك ورسولك وصل علی المومنین والمومنت والمسلمین والمسلمت))

یہی اس کا صدقہ ہے۔''

اور فرمایا:

Marfat.com

''مومن نیکی سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی آخری منزل جنت ہے۔''
اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

بچے کا آٹھ ماہ تک رونا درود ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''بچے کا دو ماہ تک رونا لا الہ الا اللہ کی گواہی' چار ماہ تک رونا اللہ پر پختہ ایمان' آٹھ ماہ تک نبی پر درود اور دو سال کا ہو تو اس کا رونا اس کے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت ہوتا ہے۔ پھر جب وہ (دو سال کی عمر تک) پانی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ماں کے پستان سے جنت کا چشمہ جاری فرما دیتا ہے جسے وہ پیتا ہے یہی اس کا کھانا پینا ہوتا ہے۔''
اس کو دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سند ضعیف مرفوع کے ساتھ روایت کیا۔

بخیل اور درود شریف:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔''
اس کو دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام احمد وغیرہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ ان کی روایت میں یہ لفظ نہیں:
''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔''
حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ حاکم نے بھی مذکورہ الفاظ ذکر نہیں کیے، اسی طرح نسائی نے بھی اس کو حضرت علی سے روایت کیا۔

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''آدمی کے بخیل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جب میرا ذکر اس کے سامنے کیا جائے وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''
اس کو دیلمی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

تین آدمی عرش الٰہی کے سایہ میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''قیامت کے دن تین آدمی اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں اس کے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہوگا۔''
عرض کیا گیا:
''یا رسول اللہ! وہ کون ہوں گے۔؟''
فرمایا:
''جس نے میرے کسی امتی کی تکلیف دور کی اور میری سنت زندہ کی اور مجھ پر کثرت سے درود بھیجا۔''

Marfat.com

اس کو صاحب الدرار المنظم نے ذکر کیا۔

میں (حافظ سخاوی) کہتا ہوں کہ مجھے اس کی قابل اعتماد سند نہ مل سکی۔ ہاں! صاحب الفردوس نے اس کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس کی سند نہیں بتائی۔

درود شریف کا بے انتہا اجر وثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فرائض کی ادائیگی کا پختہ عزم کرلو کہ اس کا ثواب فی سبیل اللہ بیس غزوات سے بڑا ہے اور بے شک مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجنا ان سب کے برابر ہے۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں عبداللہ بن الجراد سے روایت کیا۔

ہر پاکیزہ جگہ درود پڑھا جاسکتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجو۔ بے شک تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔''

اس کو طبرانی اور ابویعلی نے سند حسن کے ساتھ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

وہ درود جس کو پڑھنے سے فرشتے آدمی کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہوجاتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے یہاں تک کہ ہم ایک چوک میں جا کھڑے ہوئے۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا:

''السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!''

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''وعلیک السلام! جب تم میرے پاس آئے تھے تو تم نے کیا کہا تھا۔؟''

اس نے عرض کیا:

''میں نے کہا تھا:

((اللهم صلى على محمد حتى لاتبقى صلواة اللهم بارك على محمدحتى لاتبقى بركة اللهم سلم على محمد حتى لاتبقى سلام اللهم ارحم محمدا حتى لاتبقى رحمة))

''الٰہی! محمد پر صلوٰۃ بھیج یہاں تک کہ صلوٰۃ باقی نہ رہے۔ الٰہی! محمد پر برکت بھیج یہاں تک کہ برکت باقی نہ رہے۔ الٰہی! محمد پر سلام بھیج یہاں تک کہ سلام باقی نہ رہے' الٰہی! محمد پر رحم فرما یہاں تک کہ رحم باقی نہ رہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک میں اتنے فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ افق بھر گیا ہے۔''

درود کے بدلے درود اور سلام کے بدلے سلام:

1: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا رُخ اموال

Marfat.com

صدقات کی طرف تھا۔ وہاں جا کر آپ قبلہ رخ ہو گئے اور سربسجود ہو گئے اور طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے میں ہی آپ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں قریب ہوا تو آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ فرمایا:

''کون؟''

میں نے عرض کیا:

''عبدالرحمٰن!''

فرمایا:

''کیا بات ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آپ نے اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ ہمیں گمان گزرا شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا ہے۔''

فرمایا:

''جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تم پر درود بھیجے میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجوں گا۔''

ایک روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے:

''پھر میں نے اس کے حضور سجدہ شکر کیا۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بیہقی نے اخلاقیات میں حاکم سے نقل کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کہا: سجدہ شکر سے متعلق اس روایت سے بڑھ کر مجھے صحیح تر کوئی روایت نہیں ملی۔

2: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے اور کوئی دوسرا آدمی نہ تھا جو آپ کے پیچھے جاتا۔ حضرت عمر نے سنا تو بہت گھبرائے اور ایک لوٹے میں پانی لے کر آپ کے پیچھے چل پڑے۔ دیکھا کہ آپ ایک حوض کے پاس سربسجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذرا ہٹ کر پیچھے کی طرف بیٹھ گئے، یہاں تک کہ آپ نے اپنا سر اٹھا لیا اور فرمایا:

''عمر! مجھے سربسجود دیکھ کر تم نے اچھا کیا کہ پیچھے ہٹ گئے، میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: حضور! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔''

اس کو امام بخاری نے ادب المفرد میں انس بن مالک اور مالک بن اوس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ قریب قریب انہی الفاظ کے ساتھ الضیائی نے المختارہ وغیرہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کی سند جید ہے، بلکہ بعض نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام ابھی ابھی اپنے رب عزوجل کا یہ پیغام سنا کر میرے ہاں سے گئے ہیں کہ روئے زمین کا جو مسلمان بھی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ پس جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو

Marfat.com

اور جب مجھ پر درود بھیجو تو سب نبیوں پر درود بھیجو کہ میں بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔"
اس کو ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ابو الفرج نے کتاب الوفاء میں اس پر اتنا اضافہ کیا ہے:
"اس کے درود کی آخری منزل عرش سے اس پار ہوتی ہے۔ وہ درود شریف جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہی بول اٹھتا ہے کہ اس قائل پر اسی طرح درود بھیجو جس طرح اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔"

درود کے بسبب گناہوں کا معاف ہونا:

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کا چہرہ اقدس چمک رہا تھا۔ میں نے عرض کیا:
"یا رسول اللہ! میں نے آج تک آپ کو اس قدر مسرور اور شگفتہ رو نہیں دیکھا۔"
فرمایا:
"خوش کیوں نہ ہوں اور چہرہ شگفتہ کیوں نہ ہو ابھی ابھی جبریل یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ یا محمد! آپ کا جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ اس کے عوض اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے صدقے سے دس درجے بلند فرماتا ہے اور فرشتہ اس پر اسی طرح درود بھیجتا ہے جیسے اس نے آپ پر درود بھیجا۔ میں نے کہا: جبریل وہ فرشتہ کون ہے؟ عرض کیا: حضور! اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے لے کر قیامت کے دن اٹھنے تک ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے آپ کا جو بھی امتی آپ پر درود بھیجے وہ فرشتہ کہتا ہے: اللہ تم پر بھی رحمت نازل فرمائے۔"
اس کو طبرانی نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود شریف کا قیامت کے دن فائدہ:

1: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"گزشتہ رات کو (خواب میں) عجیب چیز دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ ملک الموت میرے ایک امتی کے پاس روح قبض کرنے آیا تو اس کے پاس اس کا اپنے والدین سے حسن سلوک آیا اور اس نے اسے واپس کر دیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس پر عذاب قبر مسلط کر دیا گیا تھا، پس اس کا وضو آیا اور اس نے اس کو بچا لیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس کو شیاطین ڈرا رہے تھے پس اللہ کا ذکر آیا اور اس نے اس کو ان سے بچایا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس کو عذاب کے فرشتے ڈرا رہے تھے، پس اس کا درود آیا اور اس نے اس کو ان کی دست برد سے بچا لیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس کی زبان شدت پیاس سے باہر نکلی ہوئی تھی جب بھی حوض کے پاس آتا اسے روک دیا جاتا، پس اس کے روزے آئے اور انہوں نے اسے پلایا اور سیراب کر دیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ انبیائے کرام حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں جب وہ کسی حلقے کے پاس آتا ہے، دھتکار دیا جاتا ہے، پس اس کے پاس اس کا غسل جنابت آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا اور میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا جس کے آگے بھی اندھیرا ہے، پیچھے بھی اندھیرا، دائیں بھی اندھیرا اور بائیں بھی، اوپر بھی اندھیرا ہے اور نیچے بھی، پس اس کا حج اور عمرہ آئے اور اسے ظلمت سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ وہ اہل ایمان سے باتیں کرتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے ہی نہیں، پس اس کی صلہ رحمی آئی اور بولی: اے اہل ایمان! اس سے بات چیت کرو کہ یہ صلہ رحمی کیا کرتا تھا۔ پس انہوں نے اس سے کلام کیا اور مصافحہ کیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے آگ اس کی گرمی اور شعلوں سے اپنے

Marfat.com

چہرے کو بچا رہا ہے، پس اس کا صدقہ آیا اور چہرے کے آگے آڑ اور سر پر سایہ بن گیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ فرشتوں نے اس کو تمام اعضاء سے پکڑ رکھا ہے، پس اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکیوں کی تلقین کرنا اور برائیوں سے منع کرنا) آیا اور اس کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا اور اس کو ملائکہ رحمت کے سپرد کیا۔ میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس کا نامہ اعمال بائیں طرف سے آرہا تھا، پس اس کا خوف الٰہی آیا اور اس کے نامہ اعمال کو پکڑ کر دائیں طرف کر دیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس کا میزان (نیکیوں کا پلڑا) ہلکا ہو گیا ہے، پس اس کی بچپن میں مرنے والی اولاد آ گئی اور اس نے اس کا میزان بھاری کر دیا' اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جو جہنم کے کنارے کھڑا ہے، پس اس کی خشیت الٰہی آئی اور اس کو وہاں سے بچا لیا اور میں نے اپنا ایک امتی جہنم میں لڑھکتا دیکھا پس اس کے خوف الٰہی سے بہنے والے آنسو آ گئے اور انہوں نے اسے جہنم سے بچا نکالا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جو پل صراط پر کانپ رہا تھا جیسے کھجور کی شاخ کانپتی ہے، پس اس کے پاس مجھ پر پڑھا گیا اس کا درود آیا پس اس کی کپکپاہٹ کو سکون ہوا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جس پر جنت کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں پس اس کے پاس اس کا کلمہ شہادت: اشھد ان لا الہ الا اللہ آیا اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھل گئے۔''

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے ہم مدینہ منورہ کی مسجد میں تھے۔ پھر یہی حدیث جو مذکور ہوئی اور اس حدیث کو قاضی ابو یعلیٰ نے کتاب ابطال التاویلات لاخبار الصفات میں ذکر کیا اس میں اتنا اضافہ ہے:

''میں نے ایک شخص کو گھٹنوں کے بل بیٹھا دیکھا اور اس کے اور رب تعالیٰ کے درمیان پردہ حائل ہے پس اس کے پاس میری محبت آئی' اس کا ہاتھ پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کو لے گئی۔''

شیخ عارف ابو ثابت محمد بن عبدالملک دیلمی نے کتاب اصول مذاہب العرفاء باللہ میں فرمایا:

''یہ حدیث اگرچہ محدثین کے نزدیک غریب ہے، لیکن ہے صحیح۔ اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں اور مجھے اس کی صحت کا علم قطعی کئی مقامات پر بارہا بطور کشف حاصل ہوا ہے۔''

اس کو طبرانی نے الکبیر میں مختصراً روایت کیا ہے۔

حضور کا نام آنے پر درود نہ پڑھنے والا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھنے لگے جب آپ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا:

''آمین!''

پھر آپ نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا اور فرمایا:

''آمین!''

پھر آپ نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا اور فرمایا:

''آمین!''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو تین مرتبہ آمین فرماتے سنا ہے۔''

فرمایا:

Marfat.com

''جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا جبریل میرے پاس آئے اور بولے: بد بخت ہو وہ شخص جس نے رمضان کو پایا پھر رمضان گزر گیا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: آمین! پھر انہوں نے کہا: بد بخت ہو وہ جس نے ماں باپ دونوں یا ایک کو پایا اور پھر انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔ میں نے کہا: آمین! پھر وہ کہنے لگے: بد بخت ہو وہ جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے کہا: آمین!''

اس کو امام بخاری نے الادب المفرد میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو بہت سے محدثین نے حضرت جابر سے روایت کیا۔ اسی طرح کعب بن عجرہ، مالک بن الحویرث، انس بن مالک، عمار بن یاسر، ابن مسعود، ابن عباس، ابوذر، بریدہ، ابوہریرہ، جابر بن سمرہ، عبداللہ بن الحارث عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین نے ملتے جلتے الفاظ سے مروی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ بعض نے لفظ بعد کہا یعنی رحمت سے دور ہوا۔ بعض نے کہا: ''جہنم میں گیا۔ بعض نے: رغم انفہ (ناک خاک آلود ہو) کہا۔'' بعض نے کہا: ''اللہ اسے رحمت سے دور کرے اور ارغم اللہ انفہ ''اللہ اس کی ناک کو خاک آلود کرے۔''

رغم کا معنی خاک ہے۔ یہ لغوی تحقیق ہے۔ پھر اس لفظ کو ذلت کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔

درود قیامت کے دن نور ہوگا:

دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر درود پڑھ کر اپنی مجلسوں کو زینت دو۔ بے شک تمہارا مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن نور ہوگا۔''

درود شریف کی کثرت اور حضور کا قرب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ ایک دن ایک شخص آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے درمیان بٹھا لیا۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ شخص اس طرح درود پڑھتا ہے:

((اللھم صلی علی محمد کما تحب و ترضی له))

''الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جیسے تو ان کیلئے چاہے اور پسند کرے۔''

اس کو الشفاء لابن سبع میں بیان کیا گیا ہے۔ مجھے اس کی سند نہیں ملی اور اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تو شاید حضور علیہ السلام کے پیش نظر اس شخص کی تالیف قلب ہو اور اس کا اسلام پر دائماً ثابت قدم رہنا یا حاضرین کو اس طرح آپ پر درود بھیجنے کی ترغیب دینا ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابوبکر سے کوئی اور زیادہ آپ کے قریب یا زیادہ محبوب یا افضل ہوگا۔

صحابہ کے نزدیک پسندیدہ درود:

صحابہ کرام اس درود کو مستحب سمجھتے تھے:

((اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلیه السلام))

اس کو اسمٰعیل القاضی نے یزید بن عبداللہ سے روایت کیا۔

Marfat.com

آدمی کے بخل کا اظہار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی کے بخیل ہونے کو یہ کافی ہے کہ اس کے آگے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

اس کو سعید بن منصور وغیرہ نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

دعا اور درود شریف کا تعلق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر دعا اس وقت تک رکی رہتی ہے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کام کو اللہ کے ذکر اور درود شریف کے بغیر شروع کرنا اصل خسارہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر کام جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر اور مجھ پر درود بھیجے بغیر کی جائے وہ برکت سے کٹ جاتا ہے اور نامکمل رہتا ہے۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود شریف سے فقر و فاقہ کا ختم ہونا:

حضرت سمرۃ السوائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور بولا:

''یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک تر عمل کون سا ہے؟''

فرمایا:

''سچی بات اور امانت ادا کرنا۔''

میں نے عرض کیا:

''حضور! مزید۔؟''

فرمایا:

''رات کی نماز اور دن کا روزہ۔''

میں نے عرض کیا:

''کچھ مزید فرمایئے!''

فرمایا:

''کثرت سے ذکر کرنا اور کثرت سے مجھ پر درود بھیجنا۔ یہ فقر و فاقہ کو ختم کرتا ہے۔''

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! کچھ اور فرمائیں۔''

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

"جو شخص کسی قوم کی امامت کرے تو ہلکی پھلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں ضعیف العمر بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں' بچے بھی ہوتے ہیں اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔"

اس کو ابو نعیم نے سمرۃ السوائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

گھروں میں حضور پر درود و سلام پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور نہ میری قبر کو عید اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجو۔ بیشک تمہارا درود و سلام مجھے پہنچتا ہے خواہ تم جہاں ہو۔"

اس کو بہت سے حفاظ نے ملتے جلتے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ "سلاح المومن" کے مصنف نے کہا کہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میری زیارت کثرت سے کیا کرو اور اسے عید کی طرح نہ بنالینا جو سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔ اس کی تائید اس فرمان نبوی سے بھی ہوتی ہے:

"اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ۔"

مطلب یہ کہ گھروں میں نماز پڑھنا مت چھوڑو کہ انہیں قبرستان بنادو جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی۔

دعا کے شروع، وسط اور انتہاء میں درود پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے سوار کے پیالے کی مانند نہ بنالینا۔"

عرض کیا گیا:

"سوار کے پیالہ کا کیا مطلب۔؟"

فرمایا:

"مسافر جب اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے تو اپنے پیالی میں پانی ڈال لیتا ہے۔ اب اگر ضرورت پڑے تو اس سے وضو کرتا یا پیتا ہے، ورنہ بہا دیتا ہے۔ مجھے دعا کے شروع میں' درمیان میں اور آخر میں رکھو۔"

اس کو عبد ابن حمید وغیرہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

درود کے بغیر نماز قبول نہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نماز پاکی کئے اور مجھ پر درود پڑھے بغیر نہیں ہوتی۔"

اس کو دارقطنی وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

انصار سے محبت کے بغیر درود قبول نہیں ہوتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کا وضو نہ ہو اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا اور جو اپنے نبی پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں

Marfat.com

ہوتی اور جو انصار سے محبت نہ رکھے اس کا درود قبول نہیں۔"

اس کو ابن ماجہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود کے بغیر وضو کامل نہیں ہوتا:

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے:

"جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے اس کا وضو نہیں ہوتا۔"

اس کو ابن ماجہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ مطلب یہ کہ اس وضو کی فضیلت کامل نہیں رہتی۔

مجلس میں حضور پر درود و سلام نہ پڑھنے پر حسرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو قوم کسی مجلس میں بیٹھی ہو اور نبی پر درود نہ بھیجے۔ چاہے وہ جنت میں داخل ہی کیوں نہ ہو جائے اس کو حسرت رہے گی جب اس کا اجر و ثواب دیکھیں گے۔"

اس کو الدینوری وغیرہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

درود نہ پڑھنے والے کو حضور کی زیارت نہ ہوگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین آدمی میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ ماں باپ کا نافرمان، میری سنت کا تارک اور جو اپنے سامنے میرا ذکر سن کر مجھ پر درود نہ بھیجے۔"

حضور کی آل کا ذکر کیے بغیر درود مکمل نہیں ہوتا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھ پر کٹا کٹایا درود مت بھیجو!"

صحابہ نے عرض کیا:

"کٹا کٹایا درود کیا ہے؟ یا رسول اللہ!"

فرمایا:

"تمہارا یوں کہنا: اللھم صلی علی محمد اور بس، بلکہ یوں کہا کرو:

اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد

اس کو ابو سعید نے شرف المصطفٰی میں بیان کیا۔

مومنوں کے دلوں کی طہارت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر شے کی طہارت اور غسل ہوتا ہے اور مومنوں کے دلوں کی زنگ سے طہارت مجھ پر درود بھیجنا ہے۔"

یہ محمد بن قاسم سے مرفوعاً روایت ہے۔

Marfat.com

صحابہ کے استفسار پر حضور کا درود مبارک عطا فرمانا:

جب یہ آیت نازل ہوئی:

((ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھاالذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً))

تو صحابہ کرام نے پوچھا:

''یارسول اللہ! آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہو چکا آپ پر درود کس طرح بھیجا کریں۔؟''

فرمایا:

''یوں کہو:

((اللھم اجعل صلواتك وبركاتك علی محمد كما جعلتها علی ابراھیم انك حمید مجید))

اس کو اسماعیل القاضی نے الحسن سے مرسلاً روایت کیا اور اس کو ابن ابی شیبہ وسعید بن منصور نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے اور دونوں مقامات پر آل کا اضافہ کیا ہے۔

حضور تک درود پہنچا دیا جاتا ہے:

امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو شخص بھی آپ پر صلوٰۃ یا سلام بھیجے آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے کہ فلاں آپ پر درود بھیجتا ہے اور فلاں آپ پر سلام بھیجتا ہے۔''

اس کو اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں یونہی موقوفاً ذکر کیا۔

حضرت ابن عباس سے مروی درود اور دعا:

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے:

''الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے رحمٰن! اے رحیم! اے پناہ مانگنے والوں کی پناہ گاہ! اے ڈرنے والوں کی جائے امن! اے کمزوروں کے محافظ! اے غریبوں کی دولت! اے عظیم امید گاہ! اے ہلاکت سے بچانے والے! اے ڈوبتوں کو ترانے والے! اے محسن! اے صاحب جمال! اے انعام فرمانے والے! اے فضل کرنے والے! اے عزت والے! اے زبردست! اے روشنی بخشنے والے! تو ہی وہ ذات ہے جس کو رات کی تاریکی' دن کی روشنی، سورج کی شعاع' درخت کی سرسراہٹ' پانی کی آواز اور چاند کی روشنی سجدہ کرتی ہے۔ اے اللہ! تو اللہ ہے' تیرا کوئی شریک نہیں' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ درود بھیج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی درود:

حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے:

''اے اللہ! یقیناً تو نے اپنی رحمتیں اور برکتیں' مغفرت اور رضا' ابراہیم اور آل ابراہیم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائیں۔ اے اللہ! بیشک وہ (فاطمہ) علی' حسن' حسین (یہ بات آپ نے اس وقت فرمائی جب وہ حضرات آپ کی چادر تلے تھے) مجھ سے ہیں اور میں ان سے' پس اپنی رحمتیں اور برکتیں اور مغفرت اور رضا مجھ پر اور ان پر نازل فرما۔''

Marfat.com

راوی حدیث واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں:

''میں دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! مجھ پر بھی!''

عرض کیا:

''اے اللہ! واثلہ پر بھی۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

جس مجلس میں درود نہ پڑھا جائے اس کی بدبو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی قوم جمع ہو کر منتشر ہو جائے اور نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے تو ان کا کھڑا ہونا کہ ایسا ہی ہے جیسے مردار بدبودار سے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔''

اس کو طیالسی وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اس کے رجال مسلم کی شرط پر رجال صحیح ہیں۔

درود نہ پڑھنے والوں نے حقوق اللہ ادا نہیں کیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے' نہ تو اللہ کا ذکر اس میں کریں اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں' اللہ کی طرف سے ان پر قیامت کے دن سخت حسرت ہوگی چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا اور حاکم نے موقوفاً روایت کیا۔

اس کے الفاظ یہ ہیں:

''کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھے' پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کئے اور اس کے نبی پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائے ان پر قیامت کے دن حسرت ہوگی، اگرچہ جنت میں داخل ہو جائیں۔''

حاکم کے الفاظ کے قریب قریب طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

دس گناہوں کا مٹنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا جو امتی صدق دل سے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے، اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے اور اس کے طفیل اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔''

اس کو ابن ابی عاصم نے الصلوٰۃ میں ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

دس رحمتیں نازل ہونا:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا جو امتی خلوص دل سے مجھ پر درود بھیجے اللہ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔''

اس کو طبرانی نے بھی انہی سے روایت کیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور البزار وغیرہ نے ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں مٹائی جاتی ہیں اور اس کے دس مرتبے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔''
اس کو نسائی وغیرہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر درود بھیجے اس کا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے اور میں بھی اس پر درود بھیجتا ہوں علاوہ ازیں اس کے خزانہ عمل میں دس نیکیاں رکھ دی جاتی ہیں۔''
اس کو طبرانی نے اوسط میں بہتر اسناد کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے درود میں کمی کرے یا کثرت کرے۔''
اس کو محمد بن جریر طبری وغیرہ نے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ طبری نے اس کی تصحیح کی ہے۔

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر سو مرتبہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے ملائکہ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور جہنم کی آگ اس کے جسم کو نہیں چھوئے گی۔

6: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اسے ایک فرشتہ لے کر میری خدمت میں پیش کرتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہے۔''
اس کو طبرانی نے ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

7: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر درود بھیجے' فرشتے انہی الفاظ سے اس پر درود بھیجتے ہیں' اب اس کی مرضی ہے تھوڑا درود بھیجے یا زیادہ۔''
اس کو ابو الیمن ابن عساکر نے عامر بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسی کو الضیا المقدسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

8: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔ چاہے تو زیادہ پڑھے اور چاہے تو کم۔''
اس کو ابن ابی عاصم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

Marfat.com

9: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے۔''
اس کو مسلم وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' یہی روایت طبرانی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے معمولی لفظی تبدیلی کے ساتھ نقل کی ہے۔

10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔''
اس کو ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود کے بغیر دعا دوبارہ لوٹ جاتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو دعا مانگی جائے اس کے اور آسمان کے درمیان پردہ ہوتا ہے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے جب ایسا کیا جائے تو وہ پردہ چاک ہو جاتا ہے اور دعا داخل ہو جاتی ہے اور جب ایسا نہ کیا جائے تو دعا لوٹ جاتی ہے۔''
اس کو بیہقی وغیرہ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود شریف اور حق شفاعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو اللہ کا بندہ نو ذی الحجہ کو شام کے وقت عرفات میں ٹھہرے۔ پھر سو مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور سورت اخلاص سو مرتبہ پڑھے اور یہ پڑھے:

((اللھم صلی علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم واٰل ابراھیم انک حمید مجید))

سو مرتبہ، پھر سو مرتبہ یہ پڑھے:

((اشھدان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی مستحق عبادت نہیں' وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں' اسی کی حکومت اور اسی کی تعریف اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے' وہی زندہ کرے اور وہی مارے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''
تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی جزاء کیا ہے؟ اس نے میری تسبیح وتہلیل بیان کی، میری ثناء اور میرے نبی پر درود بھیجا۔ میرے فرشتو! گواہ رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس کی شفاعت اس کے حق میں قبول کی اور اگر میرا بندہ مجھ سے یہ سوال کرے کہ میں تمام اہل وقوف (عرفات میں ٹھہرنے والوں) کے حق میں اس کی شفاعت قبول کروں تو میں اس کی شفاعت قبول کروں گا۔''

Marfat.com

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ ایسا ہی بیہقی نے بھی روایت کیا۔

آپس میں ملاقات کے وقت درود پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب بھی دو مسلمان ملاقات کریں' پھر مصافحہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان کے پہلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

اس کو حسن بن سفیان وغیرہ نے بیان کیا۔

حضور درود وسلام کا جواب عطا فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کوئی مجھ پر سلام بھیجے' اللہ تعالیٰ میری روح واپس کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس پر جواب میں سلام کہتا ہوں۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا، بلکہ نووی وغیرہ نے تو الاذکار میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

درود پڑھنے والے کے لیے رسول اللہ کی دعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو فرشتہ اسے لے کر اوپر جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے تحفہ پیش کرتا ہے۔ پس ہمارا پروردگار تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اس کو میرے بندے صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف لے چلو تا کہ وہ پڑھنے والے کے لیے استغفار کریں اور اس سے ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

ایک درود کے سبب دس درجے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص میرا ذکر کرے اور مجھ پر درود بھیجے' اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کی دس خطائیں مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بڑھا دیتا ہے۔''

اس کو نسائی وغیرہ نے بہتر سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حضور کے ذکر کے وقت درود نہ پڑھنے والے کا گناہ:

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اس کے ہمراہ ایک ہرنی تھی جسے اس نے شکار کرتے پکڑ لیا تھا تو اللہ تعالیٰ جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی ہے، اس نے اس ہرنی کو زبان دی تو وہ عرض کرنے لگی:

''یارسول اللہ! میرے بچے ہیں جن کو میں دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔''

آپ نے فرمایا:

''اگر واپس نہ آئی تو۔؟''

Marfat.com

کہنے لگی:

''اگر میں واپس نہ آئی تو مجھ پر اللہ لعنت کرے اس کی طرح جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے یا میں اس شخص کی طرح ہو جاؤں جو نماز پڑھ کر دعا نہ مانگے۔''

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کو چھوڑ دے' میں اس کا ضامن ہوں۔''

پھر ہرنی گئی اور (دودھ پلا کر) واپس لوٹ آئی۔

اس کو ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے۔

یوم جمعہ اور کثرت درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی وفات' اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں (قیامت کو) اٹھنا ہے۔ پس اس میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! جب آپ کی وفات ہو جائے گی' پھر آپ پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا؟''

آپ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور بہت سے حفاظ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

جفا کار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ بھی جفا ہے کہ ایک شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

اس کو نمیری نے قتادہ سے مرسلاً روایت کیا۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

درود پڑھنے سے بھولی بات کا یاد آنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کوئی بات کرنا چاہے اور وہ بات اس کو بھول جائے تو مجھ پر درود بھیجے امید ہے کہ مجھ پر درود پڑھنے کے بعد اس کو اپنی بات یاد آ جائے گی۔''

اس کو دیلمی نے عثمان بن ابی حرب الباہلی سے روایت کیا۔

Marfat.com

بستر پر لیٹے وقت سورۃ ملک اور درود شریف پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے بستر پر آئے اور تبرک الذی بیدہ الملک، سورۂ ملک پوری پڑھے۔ پھر یوں دعا مانگے: اے اللہ! حل اور حرم کے رب! حرمت والے شہر کے مالک! رکن کے رب! مقام کے رب! مشعر حرام کے مالک! ہر آیت پر ہدیہ وسلام پہنچا۔ چار مرتبہ یہی کہے۔ اللہ تعالیٰ دو فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: حضور! فلاں ابن فلاں آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت پیش کرتا ہے۔ میں جواب میں فرماتا ہوں: میری طرف سے فلاں ابن فلاں پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں اور الضیائی نے المختارہ میں ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہ بزرگ صحابی ہیں۔

درود سے شفاعت کا ثابت ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص یہ دعائیہ کلمات ہر فرض نماز کے بعد کہے قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگی۔

((اللھم اعط محمدالوسیلة واجعل فی المصطفین محبته وفی العلمین درجته وفی المقربین داره))

''الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ عطا فرما اور برگزیدہ ہستیوں میں ان کی محبت ڈال دے اور سب جہانوں میں ان کا مرتبہ بلند کر اور مقربین میں ان کا مکان بنا دے۔''

اس کو طبرانی نے الکبیر میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔

حضور کے ذکر کے وقت درود نہ پڑھنے والا جہنمی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ جہنم میں جائے گا۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

درود نہ پڑھنے والے کے لیے رسول اللہ کی بددعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر مکمل درود نہ بھیجے' نہ وہ مجھ سے اور نہ میں اس سے۔ الٰہی! جو مجھ سے ملے اسے ملا دے اور جو مجھ سے نہ ملے اسے جدا کر دے۔''

اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے۔

مخصوص کام اور درود پڑھنے والے سے حساب کتاب نہیں ہوگا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جس نے اسلام کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور کسی غزوہ میں شرکت کی اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجا' اللہ اس سے اپنے فرائض کے بارے میں سوال نہیں فرمائے گا۔''

اس کو مجد اللغوی نے ذکر کیا اور ابوالفتح ازدی نے اسے آٹھویں فائدہ میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔

درود نہ پڑھنے والا جنت کا راستہ بھول گیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا' وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔''

اس کو طبرانی اور طبری نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

رسول اللہ کے ذکر کے وقت درود پڑھنے کا اجر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اسے مجھ پر درود بھیجنا چاہیے اور جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

پورا اجر ملنے کا سبب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جس کو یہ پسند ہو کہ اسے پورا پورا ناپ دیا جائے جب وہ ہم پر درود بھیجے تو یوں کہے:

((اللهم صلى على محمد النبى وازواجه امهات المومنين وذريته واهل بيته كماصليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد))

''الٰہی! محمد نبی امی اور آپ کی بیویوں پر جو اہل ایمان کی مائیں ہیں اور آپ کی اولاد اور آپ کے اہل خانہ پر درود بھیج' جیسے تو نے ابراہیم کی آل پر رحمت بھیجی' بے شک تو تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔''

اس کو ابوداؤد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حضرت علی سے روایت ہے:

''جو چاہے کہ اس کو پورا پورا ناپ دیا جائے وہ جب ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو یہ کہے:

((اللهم اجعل صلواتك وبركاتك على محمدالنبى وازواجه امهات المومنين وذريته واهل بيته كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد))

''الٰہی! اپنی رحمتیں اور برکتیں محمد نبی اور آپ کی ازواج امہات المومنین اور آپ کی اولاد اور اہل بیت پر نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم کی آل پر رحمت نازل فرمائیں بیشک تو تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا ہے۔''

اس کو نسائی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابن زنجویہ نے حضرت علی سے موقوف یہ روایت نقل کی ہے:

Marfat.com

''جسے پسند ہو کہ اسے پورا ناپ دیا جائے وہ اس آیت کو پڑھے:

((سبحن ربك رب العزت عما يصفون سلام على المرسلين والحمدلله رب العلمين))

''تمہارا رب، عزت کا مالک، پاک ہے، اس سے جو یہ منکر بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔''

کثرت درود اور اللہ سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جسے یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو کر ملاقات کرے اسے مجھ پر بکثرت درود بھیجنا چاہیے۔''

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجا گویا اس نے ایک غلام آزاد کر دیا۔''

اس کو شفاء میں ابن وہب سے روایت کیا۔

روح، جسم اور قبر رسول پر درود بھیجنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ارواح میں سے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اجسام میں سے جسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قبور میں سے قبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن دیکھے گا اور جس نے مجھے قیامت کے دن دیکھا' میں اس کی شفاعت کروں گا اور جس کی میں نے شفاعت کر دی' وہ میرے حوض سے پئے گا اور اللہ نے اس کا جسم آگ پر حرام کر دیا۔''

اس کو ابو القاسم سبتی نے کتاب الدر المنظم فی المولد المعظم میں ذکر کیا۔

سو مرتبہ درود پڑھنے کا اجر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجا' اللہ اس پر سو مرتبہ درود بھیجے گا اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجے گا اور جس نے جذب شوق سے زیادہ درود بھیجا' میں قیامت کے دن اس کے لیے شفیع وشہید ہوں گا۔''

اس کو ابو موسیٰ مدینی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ایک درود کے بدلے ستر درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے عوض اس پر ستر مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔''

اس کو امام احمد وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسی بات سے اجتہاد کا کوئی

Marfat.com

واسطہ نہیں ہوتا۔

دس غلام آزاد کرنے کا ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے ذریعے اس کی دس خطائیں مٹاتا ہے اور دس درجے بڑھاتا ہے اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔''
اس کو ابن ابی عاصم نے الصلاۃ میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

جنت کے دروازے پر رسول اللہ کے ساتھ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر ہزار مرتبہ درود بھیجے جنت کے دروازے پر وہ میرے شانہ بشانہ ہوگا۔''
اس کو صاحب الدار المنظم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بعض اکابر صحابہ کے حوالہ سے نقل کیا۔ مجھے ابھی تک اس کی اصل معلوم نہیں ہو سکی۔

ایک قیراط ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیراط کے برابر اجر لکھے گا (قیراط کوہ احد کے برابر ہے)۔''
اس کو عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

نفاق اور جہنم سے بری ہونے کا سبب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے درمیان نفاق سے بری ہونا اور نار جہنم سے بری ہونا لکھ دیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو شہداء کے پاس ٹھہرائے گا۔''
اس کو طبرانی نے اوسط اور صغیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

چالیس سال کے گناہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مجھ پر ہر جمعہ کے دن چالیس مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے گناہ مٹا دیتا ہے اور جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے اللہ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیتا ہے اور جو شخص سورت اخلاص پڑھے۔ اللہ اس کے لئے پل صراط پر مینار بنائے گا یہاں تک کہ وہ پل صراط کو عبور کر لے گا۔''
اس کو ابو الشیخ اور التیمی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

Marfat.com

اسی سال کے گناہوں کا معاف ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے۔اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

ابو محمد جبر نے کتاب الملاذ والاعتصام میں کہا کہ راوی کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ سے ابو مقاتل نے آپ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جو آپ پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود بھیجے اس کی اسی سال کی خطائیں بخشی جاتی ہیں۔فرمایا: ابو مقاتل نے سچ کہا ہے۔ راوی کہا کرتے تھے: لوگو! میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتا ہوں ابو مقاتل سے نہیں، کیونکہ شیطان حضور علیہ السلام کی شکل بن کر نہیں آسکتا۔''

تین دن تک فرشتوں کا گناہ نہ لکھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس کے دونوں محافظوں (کراماً کاتبین) سے فرماتا ہے' اس کے تین دن تک کوئی گناہ نہ لکھیں۔''

شفاعت مصطفیٰ اور درود:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص صبح ہوتے ہی مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے وہ قیامت کے دن میری شفاعت پائے گا۔''

اس کو طبرانی نے دس سندوں کے ساتھ روایت کیا' ایک حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے جو عمدہ ہے۔

حضور کی شفاعت کا حق دار بننا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مجھ پر درود بھیجے میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔''

اس کو ابو حفص بن شاہین وغیرہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

جنت میں ٹھکانہ کا ملاحظہ کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھ پر دن میں ہزار مرتبہ درود بھیجے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔''

اس کا الضیائی نے المختارہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابن شاہین نے انہی سے یہ روایت بایں الفاظ ذکر کی ہے:

''جو شخص مجھ پر بروز جمعہ ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے۔''

آخر تک یہی روایت ابو موسیٰ مدینی اور ابن النعمان وغیرہ نے بھی بیان کی ہے۔

Marfat.com

ایک لاکھ نیکیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو دن میں مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے اور ایک لاکھ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے لئے ایک سو مقبول صدقات لکھتا ہے اور جس نے مجھ پر درود بھیجا اور وہ مجھ تک پہنچ گیا تو میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور وہ میری شفاعت پائے گا۔''

اس کو ابو سعید نے شرف مصطفیٰ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

تنگدستی سے بچنے کا سبب:

ابو عبد اللہ قسطلانی نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یوں پڑھا کرو:

((اللهم صلى على محمد وعلى ال محمد وهب لنا اللهم من رزقك الحلال الطيب المبارك ماتصون به وجوهنا عن التعرض لاحد من خلقك واجعل لنا اللهم اليه طريقا سهلا من غير تعب ولانصب ولامنة ولاتبعة وجنبنا اللهم الحرام حيث كان واين كان وعند من كان وحل بيننا وبين اهله واقبض عنا ايديهم واصرف عنا قلوبهم حتى لانتقلب الا فيما يرضيك ولانستعين بنعمتك الا على ماتحب يارحم الراحمين))

''الٰہی! محمد اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہم کو اپنے حلال' صاف، ستھرے اور بابرکت رزق سے عطا فرما جس سے تو ہمیں کسی مخلوق کے آگے دست سوال دراز کرنے کی ذلت سے بچائے اور الٰہی! ہمارے لئے رزق حلال کے حصول کی طرف آسان راستہ بتا دے جس میں (حد درجہ) محنت و مشقت بھی نہ ہو اور کسی کا احسان اور پیچھا کرنا بھی نہ ہو اور الٰہی! ہمیں حرام سے بچا جہاں کہیں ہو' جس کے پاس ہو اور ہمارے اور حرام خوروں کے درمیان رابطہ ختم فرما دے اور ان کے ہاتھ ہم سے روک دے اور ان کے دل ہم سے پھیر دے یہاں تک کہ ہم صرف اس چیز کی طرف رخ کریں جس میں تیری رضا ہو اور تیری نعمت سے صرف اس مقصد کے حصول پر مدد مانگیں جو تجھے پسند ہو، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!''

ایک بار درود پڑھ کر اہلِ قبور کو ثواب بخشنا:

ایک عورت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا:

''اے شیخ! میری بچی فوت ہو گئی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھوں۔''

حضرت حسن بصری نے اس سے فرمایا:

''چار رکعت نماز پڑھو اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ' ایک مرتبہ سورۃ الھٰکم التکاثر پڑھو اور یہ نماز عشاء کے بعد پڑھنا' پھر لیٹ جاؤ اور سوتے وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتی رہو۔''

اس نے ایسا ہی کیا۔ پس اس نے خواب میں اس بچی کو عذاب و عقوبت میں گرفتار دیکھا۔ اس پر تانبے کا لباس تھا' ہاتھ

Marfat.com

جکڑے ہوئے اور پاؤں میں آتشیں بیڑیاں۔ جب وہ بیدار ہوئی تو حضرت حسن بصری کی خدمت میں آئی اور تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

''کوئی صدقہ کرو! شاید اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے۔''

رات کو حسن بصری سوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گویا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں۔ ایک تخت بچھا ہوا ہے، اس پر ایک حسین وجمیل لڑکی ہے جس کے سر پر نور کا تاج ہے۔ کہنے لگی:

''حسن! مجھے پہچانتے ہو؟''

حسن بصری نے کہا:

''نہیں!''

کہا:

''میں اسی عورت کی لڑکی ہوں جسے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا تھا؟''

حضرت حسن بصری نے کہا:

''تیری ماں نے تو تیری کچھ اور ہی حالت بتائی تھی جو ایسی نہ تھی۔''

لڑکی نے کہا:

''میری حالت ایسی ہی تھی جیسی اس نے آپ کو بتائی تھی۔''

حسن بصری نے فرمایا:

''پھر تو اس درجہ تک کیسے پہنچی؟''

وہ بولی:

''جیسا میری والدہ نے تم سے بیان کیا ہے۔ ہم ستر ہزار اشخاص سزا بھگت رہے تھے تو ایک مرد صالح کا ہماری قبروں پر گزر ہوا، اس نے نبی علیہ السلام پر ایک بار درود شریف پڑھا اور اس کا ثواب ہم کو ایصال کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اور ہم سب کو اس عذاب سے آزاد فرما دیا اور مجھے وہ مرتبہ میسر ہوا جو تم دیکھ رہے ہو۔''

اس کو قرطبی نے تذکرہ میں ذکر کیا۔

رسول اللہ کی خوشبو مبارک:

محمد بن سعید بن مطرف جو ایک مرد صالح تھے، سے مروی ہے:

''میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر رکھا تھا کہ جب بھی رات کو سونے کے لئے بستر پر آتا تو ایک معلوم ومتعین تعداد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا' ایک رات کو ایسا ہوا کہ میں نے معین تعداد مکمل کر لی تو آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہو گیا' میں اس وقت ایک کمرے میں تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس کمرے میں جلوہ افروز ہیں' کمرہ نور سے جگمگا رہا ہے' پھر سرکار میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا: یہ منہ میرے قریب لاؤ جو مجھ پر کثرت سے درود وسلام پڑھتا رہتا ہے کہ میں اسے بوسہ دوں۔ مجھے شرم سی آنے لگی' میں نے اپنا منہ پھیر دیا' پس آپ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا۔ میں گھبرا کر فوراً بیدار ہو گیا اور اپنی بیوی کو جو میرے پہلو میں تھی' بیدار کیا، سارا گھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور حضور صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر جو بوسہ دیا تھا اس کی خوشبو آٹھ دن تک میرے چہرے پر رہی اور میری بیوی کو اس کا ہر روز احساس ہوتا رہا۔''

یہ حکایت ابن بشکوال نے بیان کی ہے۔

رسول اللہ کا سلام:

ابوالفضل قرمسانی نے بیان کیا:

''میرے پاس ایک خراسانی آیا، اس نے بتایا کہ میں شہر کی مسجد میں تھا کہ مجھے نیند میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ہمدان آؤ تو فضل بن زیرک کو میری طرف سے سلام کہنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ وہ روزانہ مجھ پر سو مرتبہ درود و سلام پڑھتا ہے۔ پھر اس شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ مجھے بھی وہ درود شریف بتا دو! میں نے کہا: میں ہر روز کم و بیش سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھتا ہوں:

((اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلیٰ اٰل محمد جزی اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عنا ماھو اھلہ))

''الٰہی! محمد نبی امی اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما' اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے ایسی جزا عطا فرمائے جس کے آپ حقدار ہیں۔''

اس شخص نے مجھ سے یہ نعمت لی اور میرے آگے قسم اٹھائی کہ نہ وہ مجھے پہچانتا تھا اور نہ میرا نام یہاں تک کہ اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ بتلا دیا۔ میں نے اس کی خدمت میں کچھ تحائف پیش کئے لیکن اس نے وہ قبول نہیں کئے اور کہا: میں دنیاوی مال و دولت کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بیچتا نہیں' یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا اور پھر میں نے اب تک اسے کہیں نہ دیکھا۔''

فقیر و وزیر......راز کی بات اور بارگاہ رسالت:

محمد بن مالک نے بیان کیا:

''میں بغداد میں ابوبکر بن مجاہد مقری کے پاس علم تجوید و قرأت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ ہم پوری جماعت ایک دن ان سے سبق پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک معمر شخص آدھمکا' اس کا عمامہ پھٹا ہوا' قمیص بوسیدہ اور چادر بھی پھٹی پڑی تھی' اس کو دیکھ کر شیخ ابوبکر کھڑے ہو گئے اور اس شخص کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور اس کا اور اس کے اہل و عیال کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا: رات کو میرے گھر میں بچہ پیدا ہوا' گھر والوں نے مجھ سے گھی اور شہد مانگا حالانکہ میرے پاس ذرہ بھر کوئی چیز نہ تھی۔ شیخ ابوبکر کہتے ہیں: یہ سن کر میرے دل کو بڑا صدمہ ہوا' میں اسی حالت میں سو گیا، خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ سرکار نے فرمایا: یہ رنج و غم کیا؟ خلیفہ کے وزیر علی بن عیسیٰ کے پاس جاؤ' اس کو سلام کہو اور اس کو یہ علامات بتاؤ کہ تم ہر جمعرات اس وقت تک نہیں سوتے جب تک مجھ (نبی علیہ السلام) پر ہزار مرتبہ درود شریف نہ بھیج لو اور اس جمعرات کو تم نے مجھ پر صرف سات سو مرتبہ درود بھیجا۔ پھر تمہارے پاس خلیفہ کا قاصد آیا اور تمہیں اس کے پاس بلا کر لے گیا پھر واپس آ کر تم نے مجھ پر مزید صلوٰۃ وسلام پڑھا یہاں تک کہ ایک ہزار کی تعداد پوری ہوگئی' جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اس کو سو دینار بھیجو تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ ابوبکر مجاہد المقری اس معمر کو ہمراہ لے کر وزیر کے گھر پہنچے' پھر شیخ ابوبکر نے وزیر سے کہا: اس شخص کو

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ پس وزیر اٹھا اور اس شخص کو اپنی جگہ بٹھایا اور ساری بات پوچھی۔ اس نے تمام صورت حال بتا دی۔ پس وزیر خوش ہوا اور اس نے غلام کو سو دینار کی تھیلی لانے کو کہا اور وہ تھیلی اس معمر کے حوالے کر دی' پھر دوسری تھیلی کا وزن کیا تا کہ اسے شیخ ابوبکر کے سپرد کر دے۔ انہوں نے تھیلی لینے سے انکار کر دیا۔ وزیر نے ان سے کہا: آپ یہ لے لیں کیونکہ آپ نے مجھے اس سچی خبر کی بشارت دی ہے پس یہ بات میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز تھا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں' پھر مزید سو دینار وزن کر کے ان کی نذر کئے اور کہا: یہ بھی قبول فرمائیں کہ آپ نے مجھے یہ بشارت بھی سنادی کہ میں ہر جمعرات کو جو درود وسلام بھیجتا ہوں' رسول اللہ اس کو جانتے ہیں' پھر سو دینار اور لئے اور کہا: یہ بھی لے لیں کیونکہ آپ نے یہاں آنے کی زحمت گوارا فرمائی' یونہی سو سو دینار لے کر ان کی نذر کرنے لگا' یہاں تک کہ یہ تعداد ایک ہزار دینار تک پہنچ گئی۔ اس شخص نے کہا: میں صرف اتنے لوں گا جن کا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔''

درود شریف کی برکت سے درد وورم کا آرام:

ابوعبداللہ بن نعمان ذکر کرتے ہیں:

''میں نے عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن احمد کو یہ کہتے سنا کہ میں حمام میں گر گیا تھا' میرے ہاتھ پر سخت ضرب آئی' شدید درد ہو رہا تھا اور ہاتھ متورم تھا' میں رات کو اسی درد میں مبتلا تھا کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹا! تمہارے درود وسلام نے مجھے متوجہ کیا' صبح اٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلمکی برکت سے نہ درد تھا نہ ورم۔''

درود کے سبب بخشش ومغفرت:

امام بیہقی نے روایت کیا کہ امام شافعی کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا۔؟ فرمایا: مجھے بخش دیا۔ کہا گیا: کس سبب سے؟ فرمایا: ان پانچ کلمات کی وجہ سے جن سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کرتا تھا' کہا گیا: وہ کون سے؟ فرمایا:

((علی محمد بعدد من لم یصل وصل علی محمد کما امرت ان یصلی علیه وصل علی محمد کما تحب ان تصلی علیه وصل علی محمد کما تبتغی الصلوٰة علیه))

''الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج ان لوگوں کے برابر جنہوں نے آپ پر درود بھیجا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج ان لوگوں کے برابر جنہوں نے آپ پر درود نہیں بھیجا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جیسے تو نے درود بھیجنے کا حکم دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جیسے تو ان پر درود بھیجنا پسند کرتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جیسے تو ان پر درود بھیجنا چاہتا ہے۔''

کثرت سے درود بھیجنا اور لکھنا:

ابوالعباس الاقلیشی مصنف کتاب النجم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو جنت میں ٹہلتا دیکھا گیا۔ کہا گیا:

''یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا؟''

فرمایا:

''میں نے درود وسلام کی فضیلت پر اربعین نامی جو کتاب لکھی تھی اس میں نبی علیہ السلام پر کثرت سے درود وسلام بھیجا اور لکھا تھا۔''

Marfat.com

کتاب لکھتے وقت حضور کے نام کے ساتھ درود شریف لکھنا:

النمیری' ابن بشکوال اور ابن مسدی وغیرہ نے ابوصالح عبداللہ بن صالح الصوفی سے یہ روایت ذکر کی کہ ایک محدث کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ پوچھا گیا:

''اللہ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا۔؟''

فرمایا:

''میری مغفرت فرمادی۔''

کہا گیا:

''کس سبب سے؟''

فرمایا:

''میں اپنی کتاب میں حضور علیہ السلام کے اسم گرامی کے ساتھ جو درود وسلام لکھا کرتا تھا' اس کے سبب سے۔''

ہاتھ سے درود شریف لکھنا:

ابن بشکوال نے اسمٰعیل بن علی بن المثنیٰ عن ابیہ روایت کیا کہ ایک محدث کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا:

''اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔؟''

فرمایا:

''میری مغفرت فرمادی۔''

پوچھا گیا:

''کس سبب سے؟''

فرمایا:

''اس لئے کہ میں ان دو انگلیوں سے بکثرت لکھا کرتا تھا: صلی اللہ علیہ وسلم۔''

درود شریف اور نور کا مینار:

ابوعبداللہ احمد بن عطا الروذباری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میں نے ابوالقاسم عبداللہ بن محمد المروزی کو کہتے سنا کہ میں اور میرے والد ماجد رات کو بیٹھ کر حدیث میں تقابل کیا کرتے تھے۔ پس جس جگہ ہم بیٹھ کر تقابل حدیث کیا کرتے تھے وہاں سے نور کا ایک ستون دیکھا گیا جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ رہا تھا۔ پوچھا گیا: یہ نور کیسا؟ تو کہا گیا: یہ دونوں تقابل حدیث کے وقت جو درود وسلام پڑھتے ہیں' یہ نور اسی کا ہے۔''

اس کو الخطیب اور اس کے واسطہ سے ابن بشکوال نے ذکر کیا۔

حضور کا راضی ہونا:

ابواسحاق' ابراہیم بن دارم الدارمی المعروف نہشل کا بیان ہے:

Marfat.com

''میں جب کوئی حدیث نقل کرتا تو یوں لکھتا:
((قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً))
میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا جو کچھ میں لکھا کرتا تھا حضور نے اس میں سے کچھ لیا' پھر اس کو غور سے دیکھا اور فرمایا: یہ بہت عمدہ ہے۔''

اس کو الخطیب اور اس کے واسطہ سے ابن بشکوال نے بھی روایت کیا اور حافظ ابوموسیٰ المدینی نے اپنی کتاب میں محدثین کی ایک جماعت کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہے:

''جب وہ حضرت وفات کے بعد خواب میں دیکھے گئے تو انہوں نے یہ بتایا کہ اللہ رب العزت نے ان کی مغفرت فرمادی' اس سبب سے کہ وہ جب بھی کوئی حدیث لکھتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھا کرتے تھے۔

کثرت درود اور مغفرت ربانی:

الحسن بن رشیق کو مرنے کے بعد اچھی حالت میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا:
''یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا؟''
کہا:
''میں حضور اقدس علیہ السلام پر کثرت سے درود وسلام پڑھا کرتا تھا۔''

درود والی مجلس اور حضور کا نشان دہی فرمانا:

النمیری اور ابن بشکوال نے روایت کیا کہ ابوالعباس الخیاط' ابومحمد بن رشیق رحمہما اللہ کی مجلس میں حاضر ہوئے' شیخ نے ان کی تعظیم کی اور فرمایا:
''کیا شیخ کو کسی چیز کی طلب ہے جو پیش کی جائے؟''
انہوں نے (ابوالعباس نے) فرمایا:
''پڑھتے جاؤ!''
پھر فرمایا:
''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ابن رشیق کی مجلس میں حاضری دو کہ وہ اپنی مجلس میں مجھ پر اتنی اتنی مرتبہ درود وسلام بھیجتے ہیں۔''

درود وسلام لکھنے کا حکم:

ابوالیمن بن عساکر نے ایک ایسے شخص سے بیان کیا جس نے ان سے ابوالعباس ابن عبدالدائم کی طرف سے یہ روایت بیان کی۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ صاحب (ابوالعباس) مختلف فنون کی کتابیں کثرت سے نقل کرتے تھے۔ ابوالعباس کا بیان ہے کہ جب میں کتب حدیث وغیرہ میں نبی علیہ السلام کا ذکر کرتا تو درود کا لفظ لکھتا لیکن سلام کا لفظ نہ لکھتا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپ مجھ سے فرمانے لگے:

Marfat.com

''اپنے آپ کو چالیس نیکیوں سے محروم کیوں کرتے ہو۔؟ یہ چار حرف ہیں' ہر حرف کی دس نیکیاں ہیں۔''

کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان کو شمار کیا۔''

درود لکھنے والے کی تعریف زبان رسالت سے:

الحسن بن موسیٰ الخفری المعروف ابن عجینہ کا بیان ہے کہ میں جب حدیث لکھتا تو نبی علیہ السلام پر درود وسلام چھوڑ دیتا' میرا مقصد اس سے یہ تھا کہ جلدی جلدی تحریر مکمل ہو جائے۔ میں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا:

''جب میرا نام لکھتے ہو تو درود وسلام کیوں نہیں لکھتے؟ جس طرح مجھ پر ابوعمرو الطبری درود وسلام پڑھتا اور لکھتا ہے۔''

اس پر میں بیدار ہو گیا۔ مجھ پر خوف طاری تھا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ کیا کہ آئندہ جب بھی حدیث میں سرکار کا اسم گرامی آئے گا میں پورا درود وسلام لکھا کروں گا۔ ''صلی اللہ علیہ وسلم''

اس کو ابن بشکوال نے روایت کیا۔

درود نہ لکھنے پر حضور کا ناراض ہونا:

ابوعلی الحسن بن العطار نے کہا:

''میرے لئے ابو طاہر المخلص نے اپنے ہاتھ سے چند اجزاء تحریر کئے' میں نے ان میں یہ بات بھی لکھی دیکھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو یوں کہے:

((صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً))

ابوعلی کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ کیوں لکھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں شروع میں جب حدیث لکھتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو میں درود وسلام نہ لکھتا' میں نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں آپ کی طرف متوجہ ہوا اور سلام عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف سے رخ انور پھیر دیا۔ پھر میں دوسری طرف سے گھوم کر سامنے آیا' پھر آپ نے دوبارہ میری طرف سے رخ اقدس پھیر لیا' میں تیسری مرتبہ سامنے آیا اور عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ میری طرف سے رخ اطہر کیوں پھیر لیتے ہیں؟ فرمایا: اس لئے کہ جب تم اپنی کتاب میں میرا ذکر کرتے ہو تو مجھ پر درود وسلام نہیں بھیجتے۔ وہ وقت اور یہ وقت، اب جب بھی نبی علیہ السلام کا نام نامی لکھتا ہوں ساتھ ہی لکھتا ہوں:

((صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً))

اس کو ابن بشکوال نے روایت کیا۔

پورا درود بھیجنے کی تلقین:

حمزہ الکتانی کا بیان ہے:

''میں حدیث لکھا کرتا تھا اور جب نبی اکرم علیہ السلام کا ذکر آتا تو صرف صلی اللہ علیہ لکھ دیتا اور وسلم کا لفظ نہ لکھتا' پس میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا' فرماتے ہیں' کیا بات ہے مجھ پر پورا درود وسلام نہیں بھیجتے؟ پس اس کے بعد میں نے جب بھی صلی اللہ علیہ لکھا ساتھ ہی وسلم بھی لکھنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

اس کو ابن الصلاح وغیرہ نے روایت کیا اور کتاب شفاء الاسقام میں ایسی ہی حکایت حافظ ابوالقاسم مصری رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔

درود شریف حذف کرنے کی سزا:

شفاء الاسقام میں ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن النہدی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ ایک عالم نے الموطا کا نسخہ لکھا اس نے یہ جدت کی کہ درود و سلام کو حذف کر کے اس کی جگہ صرف حرف ''ص'' لکھنا شروع کر دیا' پھر وہ اس نسخہ کو لے کر ایک رئیس کی خدمت میں پہنچا جسے ایسی چیزوں کی کافی رغبت تھی۔ اس رئیس نے اس کی کافی خاطر و مدارت کی اور بہت کچھ اظہار مسرت کیا اور اس عالم کو صلہ جزیل دینے کا فیصلہ کر لیا' پھر کسی طرح رئیس اس کی اس حرکت پر متنبہ ہوا' پس اس عالم کو اپنے پاس سے نکال دیا' ہر قسم کے انعام و اکرام سے محروم کر دیا اور اسے دور دراز مقام پر جلاوطن کر دیا' وہ شخص اسی طرح در در کی ٹھوکریں کھاتا مر گیا' پس ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس ذلت اور وسوسہ شیطان سے۔''

کاغذ کی بچت کی خاطر درود نہ لکھنے کی سزا:

شفاء الاسقام میں ہی یحییٰ بن مالک یا ابوزکریا العابدی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے، وہ کہتے ہیں:

''بصرہ میں ہمارا ایک دوست تھا۔ وہ ہم سے بیان کیا کرتا تھا کہ ایک بصری حدیث لکھا کرتا تھا اور جہاں نبی علیہ السلام کا اسم گرامی آتا' دانستہ درود و سلام چھوڑ دیتا اور یہ بخل وہ کاغذ کی بچت کی خاطر کرتا تھا۔ میں اس کو ایک عرصہ سے جانتا ہوں اب اس کے دائیں ہاتھ میں اتنی شدید تکلیف ہے کہ گویا کٹ کٹ کر گر رہا ہے۔''

سخت ترین عذاب:

شفاء الاسقام میں ایک کاتب کی زبانی یہ حکایت نقل کی گئی ہے کہ وہ جب بھی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہتا تو اس کی جگہ صلعم لکھ دیتا تو وہ اس وقت تک نہ مرا جب تک اس کا ہاتھ کاٹ نہ دیا گیا' اس کاتب نے یہ بھی بتایا کہ ایک کاتب لفظ صلعم لکھا کرتا تھا تو مرنے سے پہلے اس کی زبان کاٹی گئی۔ اس کا بیان ہے کہ ایک کاتب جب درود و سلام لکھنا چاہتا تو یوں لکھتا: علیصم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سو وہ اس وقت تک نہیں مرا جب تک اس کا آدھا جسم بیکار نہیں ہو گیا۔ ایک اور کاتب کا طرز عمل بھی ایسا ہی تھا سو وہ ایک آنکھ سے اندھا ہو کر مرا۔ یہ شخص بازاروں میں مانگا کرتا تھا۔

درود سن کر حضور کا مسکرانا:

علامہ قسطلانی نے اپنی کتاب ''مسالک الحنفاء'' میں امام طبرانی کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم علیہ السلام کو خواب میں اسی نورانی شکل و صورت میں دیکھا جو صحیح احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچی۔ انہوں نے عرض کیا:

((السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته))

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے چند کلمات القاء فرمائے ہیں۔ میں انہیں حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں۔''

فرمایا:

''کون سے کلمات؟''

Marfat.com

عرض کیا:

((اللھم لك الحمد بعد دمن حمدك ولك الحمد بعدد من لم یحمدك ولك الحمد كما تحب ان تحمد اللھم صلی علی محمد بعد دمن صلی علیه وصل علی محمد بعدد من لم یصل علیه وصل علی محمد كما یحب ان یصلی علیه))

''الٰہی! تیرے ہی لئے ہے تعریف تمام تعریف کرنے والوں کی تعداد کے برابر اور تیرے ہی لئے ہے تعریف ان کی تعداد کے برابر جنہوں نے تیری تعریف نہیں کی اور تیرے لئے ایسی تعریف جو تجھے پسند ہو۔ الٰہی! محمد پر درود بھیج ان لوگوں کی تعداد کے برابر جنہوں نے حضور پر درود بھیجا اور محمد پر درود بھیج ان کی تعداد کے برابر جنہوں نے آپ پر درود نہیں بھیجا اور محمد پر ایسا درود بھیج جیسے تو ان پر بھیجنا چاہے۔''

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ کے سامنے کے دندان مبارک کے درمیان جو باریک سا فاصلہ تھا اس میں سے نور نظر آنے لگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

درود شریف اور سورۃ الکوثر:

امام عبدالوہاب شعرانی نے ''الطبقات'' میں فرمایا کہ ابوالمواہب الشاذلی کہا کرتے تھے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے نہ چھوڑنا! فرمایا: ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر آؤ اور اس کا پانی پیؤ! کیونکہ تم سورۃ الکوثر پڑھتے اور مجھ پر درود وسلام بھیجتے ہو۔ اب جو درود وسلام کا اجر وثواب ہے وہ تو میں نے تمہیں عطا کر دیا۔ رہا سورۂ کوثر کا ثواب، سو اس کو میں تمہارے لئے باقی رکھوں گا۔ جب اپنے اعمال پر نظر کرو یا تمہارے کلام میں کوئی خلل واقع ہو تو یہ کلمات کہنا نہ چھوڑنا۔

((استغفر اللہ العظیم لا اله الا ھو الحی القیوم واتوب الیه وساله التوبة والمغفرة انه ھو التواب الرحیم))

''میں اس بزرگ و برتر سے معافی چاہتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں جو زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور میں اس کی طرف توبہ کرتا اور اسی سے توبہ و مغفرت کا سوال کرتا ہوں، بیشک وہی ہے توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔''

درود، دعا اور آیت قرآنی:

امام شاذلی فرمایا کرتے تھے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے میرا منہ چوما اور فرمایا: میں اس منہ کو چومتا ہوں جو مجھ پر دن میں ایک ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے اور ایک ہزار مرتبہ رات کو۔ اگر رات کے وقت سورۃ انا اعطیناك الكوثر تمہارا ورد ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو اور تمہاری دعا یہ ہو جائے: اللھم فرج كربا تنا' اللھم اقل عثراتنا' اللھم اغفر زلاتنا (الٰہی! ہماری مصیبتیں دور فرما' الٰہی ہماری لغزشیں معاف فرما' الٰہی ہماری غلطیاں بخش دے) اور تم مجھ پر درود بھیجو اور یوں کہو: وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین (سب رسولوں پر سلام اور حمد وثنا اللہ رب العالمین کے لئے)۔''

Marfat.com

درود اور شفاعت:

ابوالمواہب الشاذلی فرمایا کرتے تھے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوخواب میں دیکھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: تم ایک لاکھ کی شفاعت کرو گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ شرف مجھے کیسے حاصل ہوا۔؟ فرمایا: اس ثواب کا بدلہ جو تم درود وسلام پڑھ کر مجھے ایصال کرتے ہو۔''

درودِ تام:

ابومواہب فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں نے اپنے وظائف سے جلد فارغ ہونے کی غرض سے نبی علیہ السلام پر جلد جلد درود وسلام پڑھا جس کی تعداد ایک ہزار تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہا کرو:

((اللھم صلی علی محمد وعلی ال سیدنا محمد))

بڑے اطمینان اور ترتیب سے۔ ہاں جب وقت کی تنگی ہو تو جلدی جلدی پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ جو کچھ میں نے تم سے کہا یہ افضل ہونے کے لحاظ سے ہے، ورنہ جیسے درود وسلام بھیجو وہ درود وسلام ہی ہے اور بہتر یہ ہے کہ درود تام سے ابتداء کرو اور اسی پر اختتام ہو جائے۔ صرف ایک مرتبہ پڑھ لیا جائے۔ درود تام یہ ہے:

((اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد کماصلیت علی سیدنا ابراھیم وعلی ال سیدنا ابراھیم وبارك علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد کما بارکت علی سیدنا ابراھیم وعلی ال سیدنا ابراھیم فی العالمین انك حمید مجید السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته))

درود کے بعد حمد باری تعالیٰ:

ابوالمواہب الشاذلی فرمایا کرتے تھے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے مجھے فرمایا: تمہارے شیخ ابوسعید الصفروی مجھ پر مکمل اور بکثرت درود وسلام بھیجتے ہیں ان سے کہو کہ جب درود شریف ختم کریں تو اللہ عزوجل کی حمد کیا کریں۔''

ابن ہبیرہ اور درود پاک کی برکت:

ابن ہبیرہ کا یہ قول ہے:

''میں آنکھیں بند کئے نبی علیہ السلام پر درود وسلام عرض کر رہا تھا۔ پس میں نے اپنی پلکوں کے پیچھے سے ایک کاتب کو دیکھا جو میرا درود وسلام سیاہی سے ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا۔ مجھے حروف کا موقع محل نظر آرہا تھا۔ اب میں نے اس نیت سے آنکھیں کھول دیں کہ اپنی نگاہوں سے اس کو دیکھ سکوں، میں نے جونہی آنکھیں کھولیں اس پر نگاہ پڑ گئی وہ مجھ سے اوجھل ہو رہا تھا اور میری نگاہوں میں اس کے لباس کی سفیدی تھی۔''

Marfat.com

نورانی قلموں سے فرشتوں کا درود لکھنا:

امام شعرانی نے المنن الکبریٰ میں شیخ احمد سروی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو نورانی قلموں سے ایک صحیفہ میں وہ تمام حروف وکلمات لکھتے دیکھا جن سے لوگ نبی علیہ السلام پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

درود شریف پڑھنے والے پر فرشتے کا مقرر ہونا:

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ میں نے حج کے موقع پر ایک شخص کو نبی علیہ السلام پر بہت زیادہ درود وسلام پڑھتے دیکھا۔ میں نے اس سے کہا:

''یہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا مقام ہے۔''

وہ کہنے لگا:

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں۔؟ میں اپنے شہر میں تھا کہ میرے بھائی پر آخری وقت آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہے یوں نظر آتا تھا کہ گھر تاریکی میں ڈوب گیا ہے۔ اس منظر کو دیکھ کر میں مغموم ہو گیا' اسی اثناء میں ایک شخص گھر میں داخل ہوا وہ میرے بھائی کے پاس آیا، اس شخص کا چہرہ چراغ کی طرح جگمگا رہا تھا، اس نے میرے بھائی کے چہرے سے کپڑا سرکایا اور چہرے پر ہاتھ پھیرا' پس وہ سیاہی جاتی رہی اور اس کا چہرہ اس طرح چمکنے لگا جیسے چاند۔ یہ دیکھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے اس شخص سے کہا: جزاك الله خيرا! آپ کون ہیں؟ آپ نے میرے ساتھ بڑی نیکی کی۔ فرمایا: میں وہ فرشتہ ہوں جس کو اسی کام پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کوئی نبی علیہ السلام پر درود وسلام بھیجے اسی طرح اس کے کام آؤں' تمہارا بھائی نبی اکرم علیہ السلام پر کثرت سے درود وسلام بھیجا کرتا تھا' اب اس کو سیاہ رو ہونے کی سزا دی گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے درود وسلام کے طفیل اس کی دستگیری فرمائی' پس اس کی روسیاہی ختم فرما کر اسے چمکا دیا۔''

قدم قدم پر درود:

ابونعیم اور ابن بشکوال نے سفیان ثوری سے یہ حکایت بھی نقل کی ہے:

''میں حج کے ارکان ادا کر رہا تھا کہ میری نظر ایک ایسے نوجوان پر پڑی جو ایک ایک قدم اٹھاتے اور رکھتے وقت یہ پڑھ رہا تھا: **اللهم صلي علي محمد و علي ال محمد** میں نے اس سے کہا: کیا دانستہ ایسے کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! پھر مجھ سے کہنے لگا: تم کون؟ میں نے کہا: سفیان ثوری! کہا: عراقی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! کہا: اللہ کی معرفت ہے؟ میں اثبات میں جواب دیا۔ کہا: اس کی معرفت کیسے حاصل ہوئی۔؟ میں نے کہا: اسی طرح کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا اور رحم مادر میں بچے کی تصویر بناتا ہے۔ کہا: اے سفیان! تو نے اللہ کی معرفت جیسے اس کا حق تھا حاصل نہ کی۔ میں نے کہا: آپ کو اللہ کی معرفت کیونکر حاصل ہوئی۔؟ کہا: نیتوں اور پختہ ارادوں کے ٹوٹنے سے۔ میں نے ایک کام کی نیت کی، پھر وہ ٹوٹ گئی' عزم کیا پھر وہ ٹوٹ گیا' پس میں سمجھ گیا کہ میرا کوئی رب ہے جو مجھے اپنی تدبیر پر چلا رہا ہے۔ پھر میں نے سوال کیا: تمہارا نبی علیہ السلام پر درود پڑھنا کیسا ہے؟ کہا: میں اپنی والدہ کے ہمراہ حج کے لئے نکلا' اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے بیت اللہ شریف کے اندر داخل کرو! میں نے اسے داخل کر دیا' وہ گر پڑی اور اس کے پیٹ پر ورم آ گیا اور چہرہ سیاہ ہو گیا۔ میں اس کے پاس مغموم ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی: الٰہی! جو کوئی تیرے گھر میں داخل ہو اس سے ایسا ہی کرتا ہے؟ کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک تہامہ کی طرف سے بادل اٹھا' ایک سفید پوش بزرگ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے، انہوں نے اپنا ہاتھ میری

Marfat.com

والدہ کے چہرے پر پھیرا وہ چمکنے لگا' پھر پیٹ پر ہاتھ پھیرا وہ بھی نورانی ہو گیا بیماری سے سکون آ گیا' پھر وہ چلنے لگے۔ میں ان کے کپڑوں سے لپٹ گیا اور میں نے پوچھا: آپ کون ہیں کہ آپ نے میری ساری پریشانی دور فرما دی؟ فرمایا: میں تیرا نبی محمد ہوں جس پر تو درود وسلام بھیجا کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں! فرمایا: جو قدم اٹھاؤ اور جو قدم رکھو' محمد اور آل محمد پر درود وسلام ضرور بھیجو۔!''

حضرت الیاس وخضر اور درود شریف کی برکتیں:

مجد فیروز آبادی (لغوی) نے ابوالمظفر سمرقندی یعنی محمد بن عبداللہ بن الخیام تک اپنی سند کے ساتھ یہ حکایت ذکر کی ہے:

''میں ایک دن پشت کعبہ میں داخل ہوا' پس میں ایک راستے سے بھٹک گیا' دیکھتا کیا ہوں کہ سامنے خضر علیہ السلام ہیں' میں نے ان کو دیکھ لیا۔ انہوں نے فرمایا: چلو! میں ان کے ہمراہ چل پڑا' میرا خیال تھا کہ خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کا نام؟ فرمایا: خضر بن یشار ابوالعباس! میں نے ان کے ہمراہ ایک ساتھی بھی دیکھا' ان سے میں نے پوچھا: آپ کا نام۔؟ فرمایا: الیاس ابن سام۔ میں نے کہا: اللہ آپ دونوں پر رحم فرمائے کیا آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ وہ فرمانے لگے: ہاں! میں نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وعزت کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے کوئی بات بتا دو جسے میں آپ کے حوالہ سے آگے بیان کر سکوں۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے اس کا دل خوش وخرم ہو گا اور اللہ اس کو منور فرمائے گا۔ اور میں نے خضر اور الیاس علیہم السلام کو فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی تھے جن کا اسم گرامی شمویل علیہ السلام تھا' اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر ان کی مدد فرمائی' وہ دشمنوں کی طلب میں نکلے تو دشمنوں نے کہا: یہ جادوگر ہے جو ہماری آنکھوں پر جادو کرنے اور ہمارے لشکر کو خراب کرنے آیا ہے' پس ہم اس کو ساحل سمندر پر لے جا کر شکست سے دوچار کریں گے۔ پس آپ چالیس آدمیوں کے ہمراہ نکلے' پس دشمنوں نے آپ کو ساحل سمندر پر دھکیل دیا' اب ان کے ساتھی بولے: ہم کیا کریں؟ فرمایا: حملہ کر دو اور کہو: صلی اللہ علی محمد۔ پس انہوں نے حملہ کر دیا اور زبان سے درود شریف پڑھا' پس ان کے دشمن سب کے سب ساحل سمندر سے پسپا ہو کر سمندر میں غرق ہو گئے۔ خضر علیہ السلام ہمارے پاس تھے۔ میں نے ان دونوں حضرات (خضر والیاس) کو فرماتے سنا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نفاق سے اس طرح پاک فرما دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کو اور میں نے ان کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مومن یوں کہے: صلی اللہ علی محمد تو لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اگرچہ پہلے اس سے بغض رکھتے ہوں اور بخدا وہ اس وقت تک اس سے محبت کر ہی نہیں سکتے جب تک اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہ کرے اور ہم نے آنحضور علیہ السلام کو برسر منبر یہ بھی فرماتے سنا کہ جو شخص کہے: صلی اللہ علی محمد تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے رحمت کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ اور میں نے ان کو یہ بھی فرماتے سنا کہ شام سے ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میرا باپ بہت بوڑھا ہے اور آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ! عرض کیا: اس کی نظر بہت کمزور ہے۔ فرمایا: اس سے کہو سات راتیں یوں کہے: صلی اللہ علی محمد یوں اسے خواب میں میری زیارت بھی حاصل ہو گی اور وہ مجھ سے حدیث بھی روایت کرے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا' پس رسول پاک علیہ السلام کی اسے زیارت بھی حاصل ہوئی وہ شخص حضور علیہ السلام سے روایت بھی کیا کرتا تھا۔ میں نے ان حضرات (خضر والیاس) سے یہ بھی سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی مجلس میں بیٹھو تو یوں کہو: بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علی محمد اللہ تم پر ایک فرشتہ نازل فرمائے گا جو تم کو غیبت سے بچائے گا یہاں تک

Marfat.com

کہ تم غیبت کرو گے' پھر جب کھڑے ہو تو کہو: بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی محمد تو لوگ کبھی تمہاری غیبت نہ کریں گے اور ان کو وہ فرشتہ اس سے منع کرتا رہے گا۔"

شانِ رسالت میں قصدہ:

ابو سعید شعبان بن محمد القرشی نے اپنی کتاب شفاء الاسقام میں حکایت مذکورہ نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"میں کہتا ہوں: مجھے خود یہ اتفاق ہوا کہ سفر یمن سے پہلے میں جب اپنی مذکورہ بالا کتاب "السیرۃ الشریفۃ" کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں مکہ معظمہ پہنچا تو وہاں بیمار ہو گیا۔ بیماری اتنی سخت تھی کہ بچنے کی امید نہ تھی۔ میں نے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ایک نعتیہ قصیدہ لکھا اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مدد اور اس بیماری سے شفاء طلب کی۔ میں نے یہ کام دوسروں کی اقتداء میں کیا تھا اور مقصد تھا حصولِ خیر۔ میری اس نظم کا مطلع ہے:

ان جئت بدرا فطب وانزل بذی سلم

سلم علی من سما بدرا علی علم

"اگر تو مقام بدر میں آئے تو خوشی سے آ اور مقام ذی سلم پر قیام کر اور ان پر سلام بھیج جو پہاڑ پر چمکتے چودھویں کے چاند سے افضل ہیں۔"

اور یہ شعر میرے نعتیہ قصیدہ بدیع البدیع فی مدح الشفیع کا مطلع ہے اور میری زبان سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے سے تر ہے اور صبح سویرے مکہ معظمہ کا ایک نیک' دیانتدار' سچا' امین و عفیف اور متقی شخص جو شہاب الدین احمد بن علی جو ابن عنبر مکی کے نام سے مشہور تھا۔ میرے پاس آیا اور کہا: میں آج رات ایک بہترین خواب دیکھا ہے۔ میں نے کہا: کیا؟ کہا: میں اپنے ملک دار النباۃ میں جس کا پرانا نام السویقہ تھا' سو رہا تھا' تقریباً سحری کا وقت ہو گا کہ میں نے خواب دیکھا گویا میں حرم شریف میں باب العمرہ کے پاس کھڑا خانہ کعبہ کی زیارت کر رہا ہوں' دیکھتا کیا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پردہ سے برآمد ہوئے' آپ لوگوں کے جھرمٹ میں چل رہے ہیں' پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم مدرسہ منصوریہ کے دروازے سے باب ابراہیم کی طرف بڑھ رہے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلے آ رہے ہیں یہاں تک کہ ضیاء حموی کی بیٹھک پر پہنچ گئے جو کہ رباط حوری گیٹ پر واقع ہے۔ تم وہاں بیٹھے تھے' تمہارے نیچے سبز رنگ کا سجادہ تھا' تم رکن یمانی کی طرف رخ کئے بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام کا گزر تمہارے سامنے سے ہوا تو حضور نے تمہاری طرف دیکھا اور آپ اپنے دائیں بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے تمہاری طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے: وعلیکم السلام شعبان! دو مرتبہ ایسا ہی ہوا اور یہ وقت حرم شریف میں منارہ پر تسبیح کہنے کا تھا' میں وہ آواز دلنواز کانوں سے سن رہا تھا اور وہ نورانی صورت آنکھوں سے دیکھ رہا تھا' میں نے خواب دیکھنے والے سے پوچھا: اس وقت میرا حال کیا تھا؟ تو اس نے کہا: تم اپنے قدموں پر کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وعلی آلک واصحابک۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باب الصفاء سے اندر آ گئے اور تم اپنے مقام پر چلے گئے اور تم نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ میرے طرف سے تم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تم پر فضل و کرم فرمائے اور اگر میرے بس میں ہوتا تو اپنی جان تم پر فدا کرتا' جیسے کسی کا قول ہے:

وحیاتکم وحیاتکم قسما وفی

عمری بغیر حیاتکم لم احلف

Marfat.com

''زندگی بھر تمہاری زندگی کے سوا کسی چیز کی قسم نہیں اٹھائی۔''

لو ان روحی فی یدی ورھتھا

لمبشری برضاکم لم انصف

''اگر میری روح میرے ہاتھ میں ہوتی اور میں اسے تمہاری رضامندی کی بشارت دینے والے کو بخش دیتا تو پھر بھی یہ انصاف نہ ہوتا۔''

شعبان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف فرمایا تو میں اس وقت بصد عجز وانکسار' ننگے سر' آنسو بہاتا باب السلام پر کھڑا تھا اور میری زبان پر یہ اشعار تھے:

یاسعد ان جئت لدار السلام

فقف قلیلا عندباب السلام

''اے خوش قسمت! اگر تو دار السلام (مکہ مکرمہ) آئے تو تھوڑی دیر باب السلام پر ٹھہر جا۔''

واشکر الما قدنلت من نعمة

وقل انا فی یقظة اومنام

''اور اس نعمت کے حصول پر شکر کر اور کہہ کہ میں بیداری میں ہوں یا خواب میں۔''

فمابقاء الدمع فی مقلتی

ومابقاء الروح فی المستھام

''نہ تو آنکھوں میں آنسو باقی ہیں اور نہ جسم میں روح۔''

ھذا رسول اللہ ھذاالذی

تنزیلہ بین الوری لایضاء

''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ارے! یہ تو وہ ہیں جن کے پاس آنے والا تمام مخلوق میں زیادتی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

ھذا شفیع الخلق ھذالذی

قد خصہ اللہ باعلی مقام

''یہ تمام مخلوق کی سفارش کرنے والے ہیں یہ وہ ہیں، جن کو اللہ نے بلند مقام سے مخصوص فرمایا ہے۔''

ھذا محل الخیر ھذالذی

فی بابہ العالی شفاء السقام

''یہ خیر وخوبی کا مرکز ہیں' یہ وہ ہیں جن کے در عالی پر بیمار شفاء پاتے ہیں۔''

فاطلب تنل ماشئت منہ وقل

Marfat.com

یاسید الرسل وخیر الکرام

''ان سے جوچاہو مانگو وہی پاؤ گے اور کہو: اے رسولوں کے آقا اور سب سے بہتر کریم!''

من عود الناس باحسانہ

وعم بالخیر جمیع الانام

''آپ وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کو اپنے احسان سے (مانگنے) کا عادی بنادیا اور تمام لوگوں پر خیر و برکت کی عام بارش کی۔''

یاصفوۃ الرحمن یاشافعا

فی کل عاص بذنوب عظام

''اے اللہ رحمٰن کے برگزیدہ رسول! اے شفاعت فرمانے والے! ہر گناہگار کے بڑے بڑے گناہوں کی۔''

یزدھم الناس علی بابکم

والمنھل العذاب کثیر الزحام

''آپ کے دروازے اور چشمہ شیریں پر پیاسے لوگوں کا مجمع لگا ہے۔''

سلام کا علم اوراس کا جواب:

سلیمان بن سحیم سے مروی ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! یہی لوگ آپ کی بارگاہ میں آتے اور سلام عرض کرتے ہیں، کیا آپ کو ان کے سلام کا علم ہوجاتا ہے۔؟ فرمایا: ہاں! اور میں ان کو اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔

اس کو ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کیا۔

حضور کا قبر انور سے جواب دینا:

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں:

''میں نے حج کیا تو مدینہ طیبہ بھی حاضری دی۔ پس میں قبر شریف کے قریب ہوا' پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔ میں نے حجرہ مبارک کے اندر سے سرکار کی آواز سنی:

((وعلیك السلام))

ان سے ملتی جلتی روایت ہم کو سید نورالدین ابوعبداللہ محمد ابن عبداللہ والد سید عضیف الدین شریف حسینی الایجی سے متعلق پہنچی ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے' سلام عرض کیا تو قبر شریف کے اندر سے جواب آیا:

((علیك السلام یا ولدی))

''بیٹے! تم پر سلام۔''

سلام کا جواب سننا:

سید محمود کردی کی کتاب ''الباقیات الصالحات'' میں انہی کا یہ بیان ہے کہ انہوں نے حجرہ مبارک کے پاس کھڑے ہوکر

Marfat.com

سلام عرض کیا تو باقاعدہ سلام کا جواب انہوں نے سنا حالانکہ اس وقت وہاں کوئی اور نہ تھا۔ کہتے ہیں:

''میں حجرہ شریفہ کے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر گھومتا رہا مگر مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا' اب مجھے یقین ہوا کہ یہ جواب نبی کریم علیہ السلام کی طرف سے تھا۔ ایسا ہی واقعہ مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس بھی پیش آیا اور سیدنا حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حکم بھی دیا کہ میں اپنے بیٹے کا نام ان کے نام نامی پر رکھوں، چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کا نام حمزہ رکھا ہے۔''

شیخ احمد بن ثابت المغربی کا واقعہ:

عارف باللہ سیدی شیخ احمد بن ثابت المغربی مولف کتاب ''التفکر الاعتبار فی فضل الصلوٰۃ علی النبی المختار'' میں فرماتے ہیں:

''میں ابتداء میں سرزمین ٹیونس (مراکش) میں تھا اور سیدی محمد الملیانی کی خدمت میں علم اسرار الحروف فی البسط والتکسیر اور معرفتہ الطبائع سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوتا رہتا تھا۔ پھر کچھ دنوں کے لئے میں ان سے جدا ہو گیا۔ اسی اثناء میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا اور میرا تعارف میرے آقا و لی نعمت جو میری آرزو' میرے مربی اور بارگاہ الٰہی میں میرے وسیلہ ہیں، سیدی محمد المہبانی سے ہوا۔ پس میں نے علوم مذکورہ ان سے سیکھنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے علم اسرار الحروف سے محبت ہے۔ فرمایا: صرف اسمائے مجردہ کی معرفت کسی کسر و جدول کے بغیر حاصل کرو کیونکہ صاحب تکسیر رائے کا محتاج ہوتا ہے، وہ اگرچہ اپنا مقصود پانے میں کامیاب بھی ہو جائے، جوں جوں اس کی شرائط میں سے کسی شرط کو جائع کرے گا سلب ہونے کا خطرہ رہے گا۔ باقی رہے اسمائے مجردہ، سوتم پر بس اتنا لازم ہے کہ ان کی گنتی کر لو اور ان کی طبعتیں معلوم کر لو۔ آپ نے مجھ پر اس طرح شفقت اور مہربانی فرمائی جس طرح باپ اپنی اولاد پر کرتا ہے۔ آپ نے مجھے باپ کا پیار دیا اور آپ نے مجھے اسرار و رموز اور ان امور کی تعلیم دی جن کی طرف انسان کو احتیاج پڑتی ہے۔ مثلاً: عالم روحانی اور اسماء واذکار کی پہچان۔ یہ خصوصی نوازش جو مجھ پر فرمائی' میرے دوسرے بھائیوں پر نہیں فرمائی۔ آپ ہر وقت میری طرف متوجہ رہتے اور لحہ بھر غافل نہ ہوتے۔ آپ مجھ سے دریافت فرماتے رہتے: تمہارا کیا حال ہے۔؟ دل کی کیا کیفیت ہے۔؟ لوگوں کی محبت تمہارے دل میں کہاں تک ہے۔؟ بس میں آپ کو وہ تمام کیفیات بتا دیتا جو میرے قلب پر وارد ہوتیں۔ مثلاً: نفس' قلب اور جسم میں جو کمی بیشی وارد ہوتی۔ پھر مجھ سے مخلوق کی محبت کے بارے میں پوچھتے تو میں عرض کرتا: حضور! میں ان سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنی اہل مجلس سے ہوتی ہے اور اسی قدر کلام کرتا ہوں۔ آپ مجھ سے فرمایا کرتے: جھوٹ سے پرہیز کرنا' مجھے ایسی بات نہ بتانا جسے دل میں محسوس نہ کرو، ورنہ تمہاری عمارت بے بنیاد ہوگی۔ پھر جب آپ کو معلوم ہوا کہ میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہو رہا ہوں اور نتائج ظاہر ہو رہے ہیں تو اب آپ صرف یہ سوال کرتے کہ لوگوں سے تمہاری محبت کیسی ہے؟ میں عرض کرتا: حضور! مجھے خلوت کا حکم دیں۔ فرماتے: تم خلوت کس طرح اختیار کر سکتے ہو، جب کہ تمہارے دل میں لوگوں کی محبت ہے اور لوگوں کے ساتھ تمہارا اٹھنا بیٹھنا ہے؟ اور خلوت کی تین قسمیں ہیں: دل کی خلوت بغیر جوارح کے، جوارح کی خلوت بغیر دل کے اور دل اور جوارح دونوں کی خلوت۔ دل کی خلوت بغیر جوارح کے یہ ہے کہ دل کو ماسوا سے ہٹا کر رب تعالیٰ کے لئے خاص کر لیا جائے، جب دل اس کی یاد کے لئے فارغ ہو جائے گا تو ذاکر کو خلوت نصیب ہو گی' اب اس کو مجلس یا تنہائی کی پرواہ نہ ہو گی۔ دل کے بغیر جوارح کی خلوت یہ ہے کہ آدمی مخلوق سے الگ تھلگ رہے لیکن دل اسی طرف متوجہ رہے۔ یہ خلوت صحیح نہیں (کہ محض تکلف ہے)۔ رہی یہ صورت

Marfat.com

کہ دل اور جوارح دونوں کی خلوت ہو تو یہ واقعی عظیم الشان ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو اور جوارح بھی مخلوق سے الگ تھلگ رہیں۔ (صرف ناجائز کاموں میں) یہی قلب و جوارح دونوں کی خلوت ہے۔ میں نے عرض کیا: ٹھیک ہے حضور! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے دل میں اسی کا تصور رہے اور ماسوا کا تصور محو ہو جائے۔ فرمایا: اس کے لئے لازم ہے کہ فانی سے ہٹ کر باقی سے رشتہ محبت استوار کرو۔ پس میں آپ کی مجلس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوا جب تک کہ میرا دل بعض خواص کے ماسوا تمام لوگوں کی محبت سے فارغ نہیں ہو گیا۔ کچھ دن کے بعد پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس نہ کی۔ پھر کچھ دن بعد آپ نے دریافت فرمایا۔ اب میری حالت یہ تھی کہ میں سب سے الگ تھلگ ہو چکا تھا اور میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے بغیر کچھ نہ تھا۔ اب تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے خلوت کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا چالیس دن کی خلوت اختیار کر سکو گے۔؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ خاموش ہو گئے' پھر کچھ دن بعد میں نے آپ سے خلوت کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا چالیس دن کی خلوت اختیار کر سکو گے۔؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دن بعد میں نے آپ سے خلوت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''ساٹھ دن کی خلوت اختیار کر سکو گے؟'' میں نے عرض کیا: میں تین مہینے کی خلوت کر سکتا ہوں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ اب میرے دل میں خلوت کی محبت بڑھ گئی۔ میں نے عرض کیا: حضور! اجازت ہو تو سال بھر گوشہ تنہائی میں پڑا رہوں۔؟ آپ خاموش رہے۔ بس خلوت کی وجہ سے میرے دل میں محبت الٰہی کا شعلہ بھڑک اٹھا اور مجھے زمین کی ہر شے بری لگنے لگی۔ اس اکتاہٹ میں اتنی ترقی ہوئی کہ مجھے شیخ بھی برے محسوس ہونے لگے اور میرے دل میں یہ خیال گھومنے لگا کہ ویرانوں کی طرف بھاگ جاؤں۔ میں نے شیخ سے عرض کیا: اللہ آپ کو بخیر و عافیت سلامت رکھے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ عمر بھر ادھر کا رخ نہ کروں گا۔ میں نے دل کی بات ان کو بتا دی۔ انہوں نے فرمایا: اب تم خلوت نشینوں میں سے ہو اور آپ نے مجھے اس کا حکم دیا اور مجھے داخل خلوت کر لیا اور جو کچھ دل پر گزرتا تھا اور جو ظاہر ہو گا آپ نے سب کچھ مجھے بتلا دیا اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اس کی طرف متوجہ ہونے سے مجھے منع فرما دیا اور ادھر ادھر سے کان میں جو آوازیں آتی ہیں ان کی طرف توجہ دینے سے بھی روک دیا یعنی تمام دنیاوی امور سے منع فرما دیا اور فرمایا: خبردار! لوگ جو کچھ تمہارے پاس لاتے ہیں اس پر مغرور نہ ہو جانا' اس سے انسان فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔ پس میں پہلی مرتبہ خلوت گزیں ہوا اور تین ماہ تک خلوت میں رہا۔ پھر جب میں باہر آیا تو مجھے دل کا فیصلہ معلوم ہوا۔

دوسری مرتبہ میں ساحل سمندر پر سید علی مکی کے پاس جو غار ملح میں خلوت گزیں ہو گیا۔ وہاں میں تین مہینے رہا' پھر جب خلوت نشینی کی حالت میں کچھ دن گزر گئے تو ایک دن میرے خیال میں آیا کہ میں اپنے نام کے عروف تختی میں لکھ لوں اور ان حروف سے (بلحاظ ابجد) وہ اسمائے طیبہ معلوم کروں۔ آج کا ذکر کر سکوں، پس میں نے ایسا ہی کیا جیسا میرے دل میں کھٹکا تھا۔ پس میں نے چند نام اسی طرح نکالے جو میرے مناسب حال تھے اور باقی چھوڑ دیئے اور میں نے ان کے عدد شمار کئے اور ان کا ذکر شروع کر دیا۔ نماز فجر سے وقت چاشت تک میرے پاس ایک شخص تھا اس نے مجھ سے پوچھا: وظیفہ تم نے کہاں سے حاصل کیا۔؟ میں نے کہا: دل سے۔ اس نے کہا: اس کے عدد کتنے ہیں؟ میں نے بتا دیئے۔ اس نے کہا: تم نے کس عدد سے ان کو ملایا ہے؟ میں نے کہا: جذم کبیر سے۔ اس نے کہا: جذم کبیر کس کو کہتے ہیں۔؟ میں نے کہا: ابجد کو۔ اس نے کہا: میں اس سے بڑا عدد جانتا ہوں۔ میں نے کہا: اس کو کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: اس مسئلہ کو کتاب ''الورد فی معرفۃ اسمی الصمد والفرد میں دیکھو۔ میں نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے! تم نے مجھے قاعدہ بتا دیا جس سے میں اس حساب پر دلیل معلوم کر سکوں گا۔ اس نے مجھے کہا: اسم اللہ کے کتنے

Marfat.com

عدد ہیں۔؟ میں نے کہا: چھیاسٹھ۔ اس نے مجھ سے پوچھا: ابجد کے کتنے مراتب ہیں؟ میں نے کہا: چار۔ اس نے کہا: کون سے۔؟ میں نے کہا: اکائیاں' دھائیاں' سینکڑے اور ہزار۔ اس نے کہا: اس اسم گرامی کو ان چار مراتب عدد کی جگہ رکھو۔ اب تمہارے سامنے اسم اللہ کے اعداد اس حساب سے ظاہر ہوں گے اور اس کا ایک اور نتیجہ بھی آسکتا ہے۔ پس یہ ہے اعداد کا منتہیٰ اور جب پورا ذکر کرلو گے تو تمہارے پاس ایک شخص آئے گا۔ یہ کہا اور میرے پاس سے چلا گیا۔

میں اسمائے معلومہ کا ذکر کررہا تھا۔ جب میں نے نماز عصر ادا کی تو میرے پاس ایک شخص آیا' اس کے ہاتھ میں مختصری کتاب تھی جو اس نے مجھے دیدی۔ میں نے پہلا ورق الٹا تو اس میں علم جابر تھا۔ میں نے تیسرا، چوتھا اور دیگر اوراق الٹے یہاں تک کہ آدھی کتاب الٹ کر دیکھی لیکن علم جابر کے سوا کچھ نہ پایا۔ میں نے اس سے کہا: تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی نصیحت نامہ بھی ہے؟ میری مراد یہ تھی کہ کوئی ایسی ہدایات جن سے دنیا کا نہیں آخرت کا فائدہ ہو، اس لئے کہ شیخ دنیاوی تکبر وغرور سے مجھے منع فرمایا کرتے تھے اور لوگ جو کچھ دنیوی اشیاء میرے پاس لاتے تھے' میرے شیخ اس سے بھی منع فرماتے تھے۔ وہ شخص کہنے لگا: نہیں، ایسی کوئی ہدایت میرے پاس نہیں۔ میں نے کہا: اپنی کتاب لیجئے اور چلتے بنیے۔ میں نے کتاب پھینک دی۔ وہ چلا گیا اور تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ایک اور شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں بھی ایک کتاب تھی۔ اس نے مجھے اس کا ایک ورق دیا جس میں لکھا تھا:

((بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی الہ و صحبہ و سلم تسلیما))

ایک فصل میں لکھا تھا لا الہ الا اللہ۔ میں نے اس کو پڑھا تو اس میں تین ابحاث تھیں: ذات، صفات اور افعال۔ جب میں نے پوری دعا پڑھ لی اور یاد بھی کرلی تو اس کی شرح لکھنی شروع کردی۔ اب اس میں امور ظاہری سے متعلق دو ہزار دو سو مسائل زیر بحث آئے۔ عنقریب اس کی فہرست اور طریق عمل پیش کردیا جائے گا۔ دریں اثناء میں نے اچانک سیدی احمد بن موسیٰ کو اپنے سامنے دیکھا۔ یہ حضرت میری خلوت کے ہمنشین ہیں' بہت نیک آدمی ہوں اور شیخ سیدی علی المکی کے مزار کے پاس رہتے ہیں۔ جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے ان سے خلوت کے بارے میں گفتگو کی۔ اس شخص نے قبل اس کے کہ میں شرح مکمل کرتا میرے ہاتھ سے کتاب لے لی، نہ مجھے اس کی فہرست یاد ہے نہ بیان۔ خلوت سے اس دعا کے ساتھ ہی میرا دل اٹھ گیا اور اس شخص کی وجہ سے میرا قلب بدل گیا اور ایسے وقت میں اس کی آمد نے مجھے خائف کردیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس دعا کا کوئی اثر محسوس نہ ہوا اور لا الہ الا اللہ کی ہیبت نے مجھے ڈرا دیا۔ یہ اس دعا جلالت کی طرح نہ تھا جو لوگوں میں مشہور ہے۔ میں اس رات اور اگلے دن حیران و پریشان رہا اور پریشانی کی وجہ سے کوئی ذکر نہ کرسکا۔ جب اس شخص کے آنے کا وقت ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کی جگہ ایک اور شخص آگیا ہے۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا: حیران کیوں ہو؟ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! میں خلوت سے شغف رکھتا ہوں۔ میرے پاس ایک شخص آیا تھا جس کے ہاتھ میں کتاب تھی، جس میں دعائے لا الہ الا اللہ لکھی تھی اور اس میں ایک بڑا راز ہے اور میرے اس دعا کے درمیان ایک سبب حائل ہوگیا اور وہ اسی بزرگ مذکور کا حکم تھا۔ اس نے کہا: اگر مانو تو ایک نصیحت کردوں؟ میں نے کہا: ضرور! اس نے کہا: باقی رہنے والے نیک کام ضرور بجالاتے رہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام سدا بھیجتے رہو۔ پھر وہ درود و سلام کے فضائل سے متعلق احادیث سنانے لگا اور مجھے ہمیشہ درود شریف پڑھنے کی تاکید کی، یہاں تک کہ میرے دل میں درود و سلام کی محبت رچ گئی اور مجھے اس خوشی میں وہ دعا اور باقی اذکار بھول گئے۔ یہ سب اس شخص کا مجھ پر احسان تھا، اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب وہ مجھ سے جدا ہوا تو میرا دل نور و سرور سے بھر چکا تھا اور میں نے پختہ عزم کرلیا کہ نبی علیہ السلام پر درود و سلام کے بغیر کوئی وظیفہ نہیں پڑھوں گا۔ اب جب وہ مجھ سے جدا ہوا تو مجھے اس نے فرحاں و شاداں چھوڑا کیونکہ میں نے داعی التوحید صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم پر درود وسلام کے فضائل اور ثواب جزیل' خیر عام اور نور مزید کی بشارت اس سے سنی تھی اور یہ بھی سنا تھا کہ صلوٰۃ وسلام تمام عبادات واعمال سے افضل ہے جیسا کہ آیات سے واضح ہے کہ زمین وآسمان کا مالک خود بھی حضور پر درود وسلام بھیجتا ہے، اس کے ملائکہ بھی اور اس نے اہل ایمان کو بھی عام اس سے کہ وہ انسان ہوں یا جن' آپ پر درود وسلام پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

((ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی یاایھاالذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً))

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس غیب کی خبریں دینے والے (نبی) پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سب عبادات سے افضل ہے' میں نے غور وفکر شروع کر دیا آسمانوں اور زمین کی پیدائش جنت ونار کے بنانے' شب وروز کی گردش' سالوں اور زمانوں کے گزرنے' ایام وماہ' اصناف مخلوقات کے اختلاف میں' جزاء وسزا کے متعلق، بری وبحری وفضائی جانوروں کے اختلاف میں، کون ومکان، خشکی وتری' سمندر اور ویرانے' زمین کے خلاء وملاء میں، سخت ونرم میں' ہموار زمین' پہاڑوں اور غاروں میں، سبزیوں اور ان کے مختلف رنگوں میں' درختوں اور پتوں میں' پھولوں اور انکی مختلف قسموں میں، آسمان میں چمکتے ستارے' سورج' چاند' برسنے والے بادل' کڑکنے والی گرج اور چمکنے والی برق' بولنے والے مختلف عالم اور جمادات' اولاد آدم اور ان کی عادات اور مختلف زبانیں۔ ان امور پر غور وفکر کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سے متعلق ایک جامع کتاب لکھوں اور مذکورہ بالا انواع مخلوق میں بھی اس سلسلہ میں غور وفکر کرلوں اور جو کچھ میری عقل میں آئے اسے بھی نقل کر دوں تا کہ ایک جامع کتاب بھی بن جائے اور اس موضوع پر غور وفکر کا اجر وثواب بھی حاصل کرلوں۔ ارشاد نبوی ہے:

((تفکر ساعة خیر من عبادة سنة))

''لمحہ بھر غور وفکر کرنا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔''

میں نے اس کتاب کا نام رکھا ہے:

((کتاب التفکر والاعتبار فی فضل الصلوٰۃ علی النبی المختار))

رسول اللہ کی زیارت:

میں نے درود وسلام کے فضائل وبشارات سے متعلق اتنے مشاہدات دیکھے جو حساب وشمار سے باہر ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید کامل ہے کہ وہ مجھے مقصود تک پہنچائے گا اور میری نیت کو بہتر کرے گا۔ پہلی بشارت جو اس کتاب سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے دی گئی وہ غار الملح (نمک کا غار ہے)۔

میری سیدی علی مکی کی خدمت میں حاضری کا وقت تھا اور میں نے وہیں خلوت میں اس کے متعلق دو باب تحریر کئے۔ پھر میرے پیر بھائی سیدی احمد بن ابراہیم حیدری ہمارے ہاں تشریف لائے۔ پس ہم سیدی احمد بن موسیٰ کے ہمراہ شیخ سیدی علی مکی کی قبر پر جمع ہوئے جب نماز عشاء پڑھ کر ہم سب اپنے اپنے اوراد ووظائف سے فارغ ہوئے تو ہر شخص آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ میرے ساتھی تو سو گئے اور میں ایک تہائی رات تک فضائل درود وسلام پر غور وفکر کرتا رہا۔ پس میرے پیر بھائی سیدی احمد بن ابراہیم نیند سے بیدار ہوئے' انہوں نے وضو کیا' نماز پڑھی اور جو چاہا دعا مانگی اور پھر گہری نیند سو گئے اور میں اسی

Marfat.com

طرح درود وسلام کی ترتیب میں مشغول رہا۔

آپ پھر بیدار ہوئے اور فرمایا: بھائی! اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ایسی دعائیں مانگیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ میں نے عرض کیا: آپ پر میرا کیا حال ظاہر ہوا ہے کہ میں آپ کے لئے دعا مانگوں۔؟ فرمایا: میں نے ابھی ابھی خواب میں ایک منادی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنا چاہے ہمارے ساتھ دوڑے۔ پس میں نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ڈالا اور ہم نے بھی دوسروں کے ہمراہ دوڑنا شروع کیا' پھر ہم ایک مکان کے پاس پہنچے جس کا دروازہ بند تھا۔ تمام لوگ دروازہ کھلنے کے منتظر تھے' میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ کھل سکا۔ تم نے مجھے کہا: اے مسکین پیچھے ہٹو! خود تم آگے بڑھے اور دروازہ کھل گیا۔ میں نے تمہیں پیچھے ہٹایا اور تم سے پہلے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں رسول پاک علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جب میں نے حضور کو دیکھا تو آپ نے اپنا چہرہ اقدس پھیر لیا اور ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے فلاں! میری طرف نہ دیکھو اپنا خیال رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف متوجہ ہوئے، تمہیں پکڑا اور اپنے سینہ اقدس سے لگا لیا۔ میں مرعوب ہو کر بیدار ہو گیا۔ میں نے وضو کیا' نماز پڑھی اور حسب توفیق تلاوت قرآن کی۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اپنے نبی کی دوبارہ زیارت کرا دے۔

میں پھر سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہی پہلا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے، پہلے کی طرح میں نے اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دیا، ہم نے دوڑنا شروع کر دیا، ہم نے دیکھا کہ پہلے دروازے کے پاس لوگ کھڑے ہیں اور دروازہ پھیرا ہوا ہے' میں دروازہ کھولنے آگے بڑھا لیکن مجھ سے نہ کھلا' تم آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا اور میں تم سے پہلے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود پایا' حضور نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے فلاں! جب تک یہاں ہو اپنا کام کرو! اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھائی جان! تمہاری طرف متوجہ ہوئے اور تمہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور ظاہر ہے کہ تمہارے کوئی اعمال ایسے ضرور ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں اس لئے میں نے تم سے عرض کیا ہے کہ میرے لئے دعا کریں۔

اب مجھے پتہ چلا کہ میری نیت اچھی تھی اور حضور پر میرا درود وسلام پڑھنا مقبول ہے' مردود نہیں۔ میں نے یہ راز شیخ اور اپنے اس پیر بھائی کی زندگی میں ظاہر نہیں کیا' اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارہا مجھے دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرمایا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر مزید فضل وکرم فرمائے گا اور درود وسلام پڑھنے والے انسانوں' جنات اور ملائکہ کے صدقے ہم کو زیارت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرمائے گا۔

درود شریف کے وسیلے سے جہنم سے آزادی:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل سے متعلق جو مشاہدات مجھے کرائے گئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ جنگل میں ایک منبر ہے جس میں چڑھ بیٹھا۔ جب میں اس کی ایک سیڑھی پر چڑھ گیا تو میں نے زمین کی طرف دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ زمین سے دور ہوا میں ایک منبر ہے۔ میں نے دل میں کہا: مجھے ایک عذر ہے جب تک اللہ تعالیٰ بلند فرمائے گا' چڑھتا جاؤں گا اور جہاں تک پہنچائے گا' پہنچوں گا اور واپسی کا راستہ تو نظر نہیں آتا بہر حال میں کئی درجے اوپر چڑھ گیا' جب مڑ کر دیکھا تو صرف دو درجہ نظر آیا جس پر میرے پاؤں تھے' باقی کچھ نظر نہ آیا' میں نے دائیں بائیں دیکھا تو صرف ہوا پر نظر پڑتی تھی' میں نے درود وسلام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے سلامتی کی راہ چلائے' کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ دھاگہ ہے۔ میں نے دل میں سوچا یہ پل صراط ہے جس نے مجھے آگھیرا ہے اور میرے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے علاوہ کوئی عمل ایسا نہیں جو اس کٹھن منزل کو عبور کرنے میں کام آئے۔ میں نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا کہ اگر اس منزل کو عبور کرو گے تو اس کنارے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی ملاقات سے مشرف ہو گئے' یہ بات سن کر میں پھولے نہ سمایا اور میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں درود وسلام کا وسیلہ پیش کیا تو مجھے ایک نورانی بادل نے اٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سرکار والا تشریف فرما ہیں، حضرت ابوبکر صدیق آپ کے دائیں طرف' حضرت عمر فاروق بائیں طرف' حضرت عثمان غنی پیچھے اور حضرت علی شیر خدا سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور میرے ضامن ہو جائیں۔ فرمایا: میں تمہارا ضامن ہوں اور تمہارا خاتمہ بالخیر ہوگا' میں نے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: مجھ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا لازم کر لو اور فضول کھیل کود سے دور رہو۔ پھر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا: ماموں جان! میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے میرا کندھا پکڑا اور جھنجھوڑ کر فرمایا: میں بھی تیرا دادا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سرکار بھی تیرے دادا ہیں۔ جب انہوں نے میرا کندھا پکڑ کر جھنجھوڑا تو میں دہشت زدہ ہو کر بیدار ہو گیا' اب میرا کندھا درد کر رہا تھا' میں اپنی غفلت' جہالت اور بھول پر سخت نادم تھا کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ماموں جان کہہ کر بلایا' بخدا! کتنے دن میں اس بات پر پریشان رہا' جب ہوش ٹھکانے لگے تو حضور علیہ السلام کے اس فرمان پر سوچ بچار میں پڑ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے ہیں: کھیل کود سے دور رہو! میں سوچ رہا تھا کہ کس کھیل میں مشغول رہتا ہوں تا کہ اسے ترک کر دوں؟ جب کئی دن اسی طرح گزر گئے تو بیچ میں ایک کھیل میں پڑ گیا۔ یہ کھیل ایک ملکیت اور رشتہ کا تنازعہ تھا' میں اس جھگڑے میں ایک نیک آدمی کی وجہ سے پڑ گیا تھا' نظر بہ ظاہر شرعی طور پر یہ ایک امر مستحسن تھا اور مجھے طویل مدت کے بعد پتہ چلا کہ تنازعہ کھیل کس لحاظ سے ہے۔ تقریباً سال بھر گزر گیا اور مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہوئی' جب جھگڑے نے طول کھینچا تو میں بہ نیت اعتکاف پہاڑ کی طرف اس امید پر چل پڑا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس شخص سے ملا دے تا کہ میں اس سے تحقیق حال کر سکوں' رات کو میں اس مقام پر بیٹھا ہوا تھا کہ تین نیک آدمی میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ یقیناً تیرے اور تیرے چچا کے درمیان جو تنازعہ ہے وہی تمہارے آنے کا سبب ہے، سنو! اس کی بیٹی' تمہاری بیوی اور تم اس کے خاوند نہیں ہو سکتے' اپنی جان چھڑاؤ اور اس کھیل کو ختم کرو اور اپنے کام میں محنت کرو' اگر یہاں ٹھہرنا ہے تو بڑی خوشی سے اور اگر جانا ہے تو فی امان اللہ (اللہ حافظ)۔ میں نے دل میں کہا: میری خرابی یہی وہ کھیل ہے جس سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا' میں نے اس میں غور کیا' ہائے میری طویل غفلت! میری فکر کہاں چلی گئی تھی کہ جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا میں اس کو بھول گیا' یہاں تک کہ سال بھر سے زیادہ عرصہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم کیا گیا۔ میں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کیا۔ کچھ دن تو یونہی اپنے کئے پر نادم ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درود وسلام کے وسیلہ سے دعا کرتا رہا کہ مجھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہو جائے اور شرف کلام بھی حاصل ہو جائے تو میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور وہ مجھ سے باز پرس فرما رہا ہے، اس بات پر کہ میں نے اسے بھی اہل دنیا کے ساتھ ساتھ دنیوی معاملات میں شامل کر لیا ہے اور مجھ سے اس کھیل پر بھی باز پرس فرما رہا ہے جو میں کھیل چکا تھا۔ میں عرض کر رہا ہوں: اے میرے رب! تیرا فضل درکار ہے! اے میرے رب! تیرے جود و کرم اور رحمت کا خواستگار ہوں اور وہ برابر مجھ سے باز پرس فرما رہا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے دل میں کہا: میں دوزخی ہو چکا ہوں۔ فوراً میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جہنم سے بچانے کے ضامن بن چکے ہیں۔ میں نے کہا: الٰہی! تیرے

Marfat.com

حبیب پر درود وسلام بھیجتا ہوں اور وہ میرے ضامن ہیں' پھر کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں: میں صاحب شفاعت ہوں! میں صاحب عنایت ہوں اور میں صاحب الوسیلہ ہوں۔ میں نے کسی کہنے والے کو کہتے سنا: اے رب! کیا یہ شخص جہنمی ہے؟ فرمایا: نہیں' یہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔ میں گھبرا کر جاگ اٹھا مجھے اللہ تعالیٰ سے امید کامل ہے کہ مجھ پر اپنی رحمت کاملہ سے احسان فرمائے گا اور پیشی کے دن (قیامت) مجھے رسوا نہیں فرمائے گا۔''

حضور پر کثرت سے درود پڑھنے والے احمد بن ثابت:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

''درود وسلام کے فضائل میں سے جو میں نے دیکھے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جب میں عیالدار ہو گیا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کچھ طلباء اپنے پاس رکھ لوں تاکہ ان سے مانوس بھی رہوں اور باجماعت نماز بھی ادا کر سکوں اور اس طرح ان سے فائدہ حاصل کروں۔ بعض بھائیوں کے ساتھ تقریباً سال بھر اس جستجو میں لگا رہا' اس عرصہ میں اللہ کا فضل وکرم شامل حال رہا' میرے دل میں یہ بات آئی کہ صرف قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والے طلبا ہوں اور میں ان کی تعلیمی خدمات بغیر کسی دنیوی مفاد کے سرانجام دوں صرف اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ میرا حشر بھی ان کے ہمراہ کر دے۔ جب طلباء کی تعداد زیادہ ہو گئی تو اب ان کے خورد ونوش وغیرہ کا اہتمام بھی انتہائی زیادہ کرنا پڑا' ان کی وجہ سے دنیا کا حیلہ بھی مجھ پر چل گیا اور اس نے مجھے اپنے جال میں پھنسا لیا اور اپنے دام میں مجھے قید کر لیا' میں غفلت کے گڑھے میں جا گرا اور نقصان اٹھانے لگا' اب میں مباح طریقوں سے روزی حاصل کرتا اور اس کو شرعاً نیکی گمان کرتا۔ اب میرے بعض نیکوکار بھائیوں نے جن کے ہمراہ میں زہد کا راستہ طے کر چکا تھا مجھے طلبہ کی تعلیم اور خورد ونوش کے جھمیلوں میں پڑنے سے روکا اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور دنیاوی معاملات میں داخل ہونے سے منع کیا، بہرحال مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا' تو میں نے خواب میں کچھ لڑکیاں دیکھیں ایسی حسین جیسے موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں' حسن وجمال میں بے مثال' سرسبز لباس پہنے میری طرف آ رہی ہیں' جب میرے قریب آئیں تو میں نے ان میں اپنی نانی کو پہچان لیا' دنیا میں یہ بڑی نیک اور نجیب الطرفین خاتون تھیں' میں نے سلام کیا اور کہا: کیا آپ فوت نہیں گئیں؟ فرمایا: ہاں! میں مر چکی ہوں۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ فرمایا: مجھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وکرم کیا ہے اور میں حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے پاس رہتی ہوں اور وہ یہ تمہاری طرف تشریف لا رہی ہیں' میں نے کہا: کہاں؟ فرمایا: یہ سامنے جو لڑکیاں آ رہی ہیں' ان میں سیدہ سلام اللہ علیہا میری طرف متوجہ ہوئیں' چہرہ انور سے نور کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں۔ فرمایا: یہ ہیں احمد بن ثابت! رسول پاک پر کثرت سے درود وسلام پڑھنے والے۔ میں نے عرض کیا: یہ سب رب تعالیٰ کا فضل ہے جس نے مجھے اس کی توفیق بخشی اور مدد فرمائی۔ جناب سیدہ نے مجھ سے فرمایا: کیا بات ہے؟ دنیاوی اہتمام کی وجہ سے ہم سے غافل ہو گئے ہو۔ جس مشغلہ میں پڑے ہو اس سے باز آ جاؤ اور یہ اہتمام چھوڑ دو! میں نے عرض کیا: ٹھیک ہے! فرمایا: میں تم سے اس وقت تک جدا نہ ہوں گی جب تک میرے ابا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وعدہ نہ کرو کہ آئندہ ایسا نہ ہو گا اور دنیاوی مشاغل میں کبھی نہ پڑو گے۔ سیدہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑیں' میں بھی ہمراہ چل پڑا یہاں تک کہ ہم ایک اجنبی شہر میں داخل ہو گئے وہاں میں نے ایک بڑی جماعت کو دیکھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں ان کی صحیح تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے' وہ باآواز بلند یہ درود شریف پڑھ رہے تھے:

((اللهم صلى وسلم على سيدنا محمد وبارك على محمد وعلى ال محمد))

Marfat.com

میں بھی ان کے پاس چلا گیا اور نبی علیہ السلام پر درود و سلام پڑھنے لگا۔ میں نے قوم کے آگے چلنا شروع کیا اور سیدہ فاطمہ میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ یہاں تک کہ سیدہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کھڑا کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما ہیں، یہ تمام حضرات کھانا اور گوشت تناول فرما رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں شانے کا گوشت ہے جسے آپ تناول فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور اپنے صحابہ کی طرف ہے اور آپ ان سے مصروف گفتگو ہیں، میں ادب و احترام کی وجہ سے سلام نہ کر سکا، میں نے دل میں کہا: جب تمام حضرات کھانے سے فارغ ہو جائیں گے تب سلام کروں گا۔ پس میں ان لوگوں کے ہمراہ نبی علیہ السلام پر درود و سلام میں مصروف ہو گیا، میری نگاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر مرکوز تھیں، درود و سلام میں بلند ہونے والی آوازوں سے میری آنکھ کھل گئی۔ رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے ہمارے حبیب اور بارگاہ الٰہی میں ہمارے وسیلہ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدار سے مشرف فرمائے۔ آمین والحمد للہ رب العلمین۔"

درود کا نور سات آسمانوں اور زمینوں میں:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

"درود و سلام کے فضائل میں سے جو میں نے دیکھے ہیں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ میں نے سید علی الحاج کو جو ایک نیک بزرگ، اہل اسلام کے بلند پایہ عالم اور سیدی ابو الغیث القشاشی (اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع دے) کے ملنے والوں میں سے تھے، وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: جناب! اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے میری عزت افزائی فرمائی۔ میں نے اسے رحیم و کریم پایا۔ میں نے بعض اپنے بھائیوں کے متعلق پوچھا جو ان کے ساتھ فوت ہوئے تھے۔ فرمایا: وہ بھی خیریت سے ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا مجھے کوئی وصیت فرمائیں جو فائدہ مند ہو۔ فرمایا: تم پر لازم ہے کہ اپنی ماں کی خدمت کرو کہ وہ نیک بی بی ہیں۔ پھر میں نے کہا: جناب! میں آپ سے اللہ بزرگ و برتر اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ ہمارے حال اور ہماری جدوجہد کا ظہور کیسا رہا؟ فرمایا: میں نے تجھے پوری پوری وصیت کر دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام میں اضافہ کر دو اور تو نے درود و سلام کی جو نظم لکھی ہے اس میں اس کا اضافہ بھی کر لو۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ کو پہنچ جاتا ہے؟ اور آپ کو میرے منظوم درود و سلام کا پتہ کیوں چل گیا؟ جب کہ میں نے وہ آپ کی وفات کے بعد نظم کیا ہے۔ فرمایا: اللہ کی قسم! اس کا نور سات زمینوں اور ساتوں آسمانوں میں چمک اٹھا ہے۔ اس کو اپنے اوپر لازم کر لو اور اس میں مزید اضافہ کرو! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو ان لوگوں میں کر دے جن کے دلوں کو اس نے اپنے ذکر اور اپنے نبی علیہ السلام کے درود و سلام سے زندہ کر دیا ہے اور ہم کو اور ہمارے دوستوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں میں سے کر دے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم نہ کرے، وہی توفیق کا مالک ہے، نہ اس کے بغیر کوئی رب ہے نہ کوئی معبود۔"

کثرت سے درود و سلام پڑھنا:

ابن سعد سمعانی نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن ابو علی الحافظ کی تحریر ہمدان میں پڑھی انہوں نے لکھا:

"میں نے شیخ صالح حسین بن احمد الکواز البسطامی کو فرماتے سنا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میں ابو صالح موذن کو خواب میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پس میں نے ایک شب ان کو اچھی حالت میں دیکھا۔ میں نے اس سے کہا: ابو صالح! کچھ اپنی آپ بیتی تو

Marfat.com

سناؤ! وہ بولے: ابوحسن! اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے صلاۃ وسلام نہ پڑھتا تو ہلاک ہونے والوں میں سے تھا۔ میں نے کہا: دیدولقاء کے کس درجے پر ہو۔؟ کہا: ہائے افسوس! ہم لوگ دیدولقاء کے بغیر ہی راضی ہو گئے' پس میں بیدا ہو گیا اور مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔''

کثرت درود پڑھنے کی وجہ سے فرشتے کا پیدا ہونا اور مصائب میں مدد کرنا:

شبلی فرماتے ہیں:

''میرا ایک پڑوسی فوت ہو گیا' میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بولا: شبلی صاحب! مجھ پر کئی صدمے آئے' ایک یہ کہ جب قبر میں دو فرشتے مجھ سے سوال کرنے آئے تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میں نے دل میں کہا: یہ مصیبت مجھ پر کہاں سے آ گئی؟ کیا میں اسلام پر نہیں مرا؟ پس مجھے آواز دی گئی کہ یہ سزا ہے تیرے زبان سے مہمل کلمات بولنے کی۔ پھر جب دونوں فرشتوں نے میرا (سزا دینے کا) ارادہ کیا تو میرے اور ان کے درمیان ایک خوبصورت شخص حائل ہو گیا جس کے جسم سے خوشبو آ رہی تھی' اس نے مجھے جواب لکھایا۔ میں نے جواب یاد کر لیا۔ میں نے اس سے کہا: اللہ تم پر رحم فرمائے تم کون ہو؟ کہا: مجھے تیرے کثرت سے درود وسلام پڑھنے کے بدولت پیدا کیا گیا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہر مشکل میں تمہاری مدد کروں۔''

اس کو ابن بشکوال نے ذکر کیا۔

پورا درود پاک لکھنے کی برکتیں:

ابوسعید قرشی نے کتاب شفاء الاسقام میں کہا:

''میں کہتا ہوں اسی لئے مجھے یمن میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں سلطان ناصر' اللہ ان کی مدد فرمائے، کے محل میں ابن سید الناس یعمری رحمہ اللہ کی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی ہوئی کتاب العیون الاثرفی فی المغازی والسیر لکھ رہا تھا۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں تھی، کھلا نسخہ اور فقیری خط میں لکھی تھی۔ پس بادشاہ سلامت، اللہ آپ کی مدد فرمائے، نے یہ چاہا کہ میں خط منسوب میں ایک ہی جلد میں اس کو مرتب کردوں جس میں اعراب بھی ہوں اور اس کے ابواب سنہری پانی سے لکھے جائیں' اس کے نقطے لاجورد سے بنائے جائیں اور فصیح عراقی عربی میں اس پر حواشی لکھے جائیں۔ یہ سب محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء پر تھا۔ پس میں نے حسب ارشاد اسی اسلوب پر اس کی کتابت شروع کر دی' دوران کتابت اصل نسخہ میں لفظ نبی ورسول کے ساتھ بجائے صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ صلعم لکھا تھا۔ کاتب کی یہ حرکت مجھے ناگوار گزری اور میں ہر جگہ اسم گرامی کے ساتھ پورے پندرہ حروف میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا چلا گیا کیونکہ اسی میں مکمل برکت تھی اور میں اپنے دل میں اپنے آپ سے کہا کرتا: ''اگر شروع سے آخر تک اسی نہج پر چلتا رہا تو یقیناً مجھے صدقات مقبولہ سے بڑھ کر نعمت عظیمہ محمد یہ عطا ہو گی۔'' جب نسخہ مکمل ہو گیا اور میں نے مکہ مکرمہ کے سفر کا عزم کیا تو مقام شریف، اللہ اس کی مدد کرے، کے ہاتھ میں ایک رقعہ پہنچا جو میرے متعلق تھا اور لکھنے والے کا مقصد یہ تھا کہ میری طرف سے بادشاہ کبیدہ خاطر ہو جائے۔ پھر جب میں بادشاہ کے حضور پہنچا تو رقعہ والی بات چل پڑی اور لوگوں میں خوب پھیلی۔ میں نے اس خوف وہراس میں رات گزار دی۔ میں نے کہا: ''سیدی یا رسول اللہ! میرے تو اوسان وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ پر مکمل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا یہ صلہ ملے گا کہ میں جان لیوا مصیبت کا نشانہ بنوں گا۔'' یہ اور اسی طرح کی التجائیں کرتا رہا یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوا اور دن چڑھ آیا۔ حکام جمع ہوئے اور ان کے ہمراہ بڑے بڑے تاجر' قاضی' علماء اور دیگر

Marfat.com

دانشور بھی شریک محفل ہوئے زبان حال نے آیہ کریمہ:

((ذلک یوم مجموع له الناس و ذلک یوم مشهود))

"یہ دن ہے لوگوں کے جمع ہونے کا اور یہ ہے دن ان کی حاضری کا۔"

تلاوت کی۔ پھر مجلس مبارک کا افتتاح ہوا اور تلاوت قرآن کریم کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ محفل میں بحمدہ تعالیٰ سرحدوں کے محافظ اور نائبین موجود ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے اور یہ تمام لوگ اس رقعہ پر غور کر رہے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ فلاں شخص (میں) اگر اعتراف کرے کہ یہ رقعہ اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو اس سے کہو کہ ہمیں اس کا پتہ چل گیا ہے اور جو مضمون اس میں ہے ہم اس کو بھی سمجھ گئے ہیں۔ اور ہم نے اسے معاف کیا اور ہم نے اس کو بری الذمہ قرار دیا اور اسی وقت خزانچی کو بلاؤ کہ وہ اسے زادِ راہ کے طور پر ایک ہزار دینار دے اور وہ ہمارے پاس یہ رقم لئے بغیر نہ آئے۔ ہم لوگوں کے سامنے اس کو یہ صلہ دینا چاہتے ہیں تاکہ جب یہ شخص ہمارے پاس سے جائے تو خوش دلی' ٹھنڈی آنکھیں اور فراخ سینہ لے کر جائے' یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی خاطر ہے' جس کو ہم سے محبت ہے وہ اس کی عزت کرے والسلام!

اب میرا دل خوش ہوا' آنکھ ٹھنڈی ہوگئی اور چہرے پر رونق آ گئی۔ سب لوگ مجھے کہتے کہ یہ سب کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ اب مجھے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گمان کو نامراد نہیں کیا اور مجھے اللہ کے کرم سے امید ہے کہ وہ ہمیشہ مجھے عزت' طاقت' مدد اور فتح مندی سے ہمکنار فرمائے گا بوسیلہ مولانا سیدنا سلطان العلمین' صاحب عزت' بادشاہ ناصر احمد بن اسماعیل بن العباس اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی دستگیری فرمائے۔ بلاشبہ یہ اسی کا فرمان ہے:

((ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین هم محسنون))

"بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں۔"

شفاعت رسول اور درود شریف:

قطب حلبی کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن عطیہ کو دیکھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا:

"یا رسول اللہ! میں آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھ پر کثرت سے درود و سلام بھیجا کروں۔"

رسول اللہ کے بال مبارک کی برکت:

ابو اسحاق عمر بن الحسین سمرقندی نے اپنی کتاب رونق المجالس میں بیان کیا ہے:

"بلخ شہر میں ایک مالدار تاجر رہتا تھا اس کے دو بیٹے تھے وہ تاجر مر گیا اور اس کے دونوں بیٹوں نے اس کا مال آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیا۔ ان کے باپ کے ترکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال مبارک بھی تھے۔ دونوں نے ایک ایک بال لے لیا اور ایک بال رہ گیا۔ بڑے بھائی نے کہا: ہم بال توڑ کر نصف نصف کر لیتے ہیں۔ دوسرے نے کہا: نہیں! بخدا! ایسا نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک تقسیم نہیں کیا جا سکتا، یہ اس کی عظمت کے خلاف ہے۔ اب بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا: باپ کے ترکہ میں سے تم یہ تینوں بال مبارک لے لو اور باقی سارا سامان دے دو۔ چھوٹے نے کہا: مجھے یہ پسند

Marfat.com

ہے۔اب بڑے بھائی نے تو سارا مال سمیٹا اور چھوٹے بھائی نے تینوں بال مبارک حاصل کر لئے۔یہ تینوں بال مبارک اس نے اپنی جیب میں رکھ لئے۔اب وہ ان کو نکالتا' ان کی زیارت کرتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتا اور پھر جیب میں رکھ لیتا۔جب کچھ عرصہ گزرا تو بڑے بھائی کا سارا مال ومتاع ختم ہوگیا اور چھوٹے بھائی کی دولت بڑھ گئی۔چھوٹا بھائی کچھ عرصہ زندہ رہ کر فوت ہوگیا۔ایک مرد صالح نے اسے خواب میں دیکھا اور اس کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں سے کہہ دو جس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو وہ اس کی قبر پر آئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت براری کا سوال کرے۔پس لوگ اس کی قبر پر آنے لگے۔اب یہ حال تھا کہ جو سوار اس کی قبر کے پاس سے آتا' سواری سے اتر جاتا اور پیدل گزرتا۔''

سفر کی مشکلات کا حل ہونا:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

''درود کے فضائل میں غار الملح (نمکین غار) سے واپس ٹیونس کی طرف آیا اور میں نے اپنے شیخ سے سیر وسیاحت کی اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت دیدی۔میں نزت کی بندرگاہ سے بحری جہاز میں سوار ہوا' سمندری ہوائیں ہمیں اٹھارہ دن تک ادھر ادھر لئے پھرتی رہیں' یہاں تک کہ ساتھی تنگ ہوگئے اور انہیں بہت پریشانی لاحق ہوئی۔میں بھی ان کے ساتھ تنگ ہوگیا' ہم نے آپس میں جہاز سے اتر کر خشکی پر پیدل چلنے کے بارے میں گفتگو کی۔پس میں نے اس رات کی پہلی تہائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے مجھ سے فرمایا: کل انشاء اللہ سفر کرو گے۔میں نے عرض کیا: حضور! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہم کو امن وعافیت کے ساتھ سفر طے کراوئے اور ہم کو تیز ہوا کسی حادثہ سے دوچار نہ کرے، مجھے فائدہ دے۔حضور! مجھے کوئی مفید نصیحت فرمائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ دے۔فرمایا: مجھ پر جو درود وسلام بھیجتے ہو اس میں اضافہ کرو اور کھیل کود سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھو۔پھر میں نیند سے بیدار ہوگیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب درود وسلام بھیجا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمائے۔پس میں سوگیا۔کیا دیکھتا ہوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح سامنے ہیں۔میں نے پہلے کی طرح پھر سوال کیا۔آپ نے بھی پہلے والی گفتگو فرمائی اور مجھے زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا: کھیل کود سے پرہیز کرو۔مجھے پتہ نہ چلا کہ اس منع فرمانے سے مراد کونسا کھیل ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔پھر میں بیدار ہوگیا اور ساری بات اپنے ہمراہیوں کو بتادی۔انہوں نے کہا: یہ خواب اچھی اور سچی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حق ہے اور وہ حضور ہی تھے۔ہم لوگ آج اللہ کی برکت ومدد سے چل پڑیں گے۔جب دن چڑھا اور دھوپ پھیلی اور مسلسل ہوائیں چلنے لگیں تو میں حیران کھڑا تھا کہ الٰہی جنوں اور انسانوں میں سے کوئی بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ظاہر نہیں ہوسکتا' آپ کی معصوم صورت تو بے مثل ہے۔

میرے دل کو سکون نہ ہوا۔یہاں تک کہ ہوا تھم گئی۔ہم دو تین میل چلے ہوں گے کہ اچانک تیز آندھی نے ہمیں آگھیرا اور ہمیں کنارے پر لا ڈالا۔میں نے لنگر ڈال دیا' بہت سے سوار اتر پڑے اور میں نے بھی ان کے ہمراہ اترنے کا ارادہ کیا اور وہ لوگ ایک چھوٹے تختے کے ذریعے اتر رہے تھے۔مجھے راستہ نہ ملا کیونکہ اس پر ترکوں کی بھیڑ تھی۔جب لوگ خشکی پر اترے اور تختہ دوبارہ واپس لوٹا تو میں نے اہل کشتی سے کہا: اگر مجھے نیچے اتارو تو میں پانی سے بھرا ہوا برتن تمہارے پاس لاؤں۔انہوں نے کہا: ہمارے پاس کافی پانی ہے۔پھر کپتان نے کہا: ہوا کا رخ بدل رہا ہے' ہمیں چلنا چاہئے۔چنانچہ اس نے ان لوگوں کو بلایا جو خشکی پر اترے ہوئے تھے۔وہ سب آدھ کے اور دو یا تین آدمی رہ گئے۔ہوا تیز چلنے لگی جس سے ہم سفر کرنے لگے اور پیچھے رہ جانے

Marfat.com

والوں میں سے ایک شخص ہم سے آملا، اس نے کنارے پر آ کر کپتان سے بات کی کہ اس کے لیے تختہ اتاریں تاکہ وہ بھی سوار ہو سکے، وہ لوگ کشتی کے بادبان اٹھا چکے تھے۔ کپتان نے جواب دیا کہ یہ ہوا سلامتی کی ہے اور موافق ہے۔ لہٰذا ہم تیرا یا کسی اور کا انتظار نہیں کر سکتے۔ پھر اس نے اسے تاکید کی کہ اپنی اشیائے ضرورت اپنے کسی ساتھی کو دیدے اور ہم نے اس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بخیر و عافیت سفر کیا اور ہم کو کسی خطرے کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ہم بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچ گئے اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ہم پر مزید اپنا فضل و کرم فرمائے گا اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمائے گا۔

حضور کا درود شریف کثرت سے پڑھنے کی وصیت فرمانا:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے ایک رات دو آدمی دیکھے جو آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا: میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروالیں۔ وہ دونوں چل پڑے۔ میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ ایک نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص نے مجھ پر بہتان لگایا ہے کہ میں نے اس کا گھر جلایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے تم پر افتراء باندھا ہے، لہٰذا اس کو آگ جلائے گی۔ میں بیدار ہو گیا تو میں نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرمائے۔ پس میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک منادی یہ اعلان کر رہا ہے کہ جو شخص نبی کریم علیہ السلام کا دیدار کرنا چاہے وہ ہمارے ساتھ دوڑ پڑے۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ سفید لباس پہنے منادی کے پیچھے چل رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے کہا: میں تمہیں اللہ بزرگ و برتر اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے بتا دیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔؟ اس نے کہا: آپ فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! جو درود و سلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتا ہوں اس کے صدقے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے پہلے پہنچا دے تاکہ میں تنہائی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد حاصل کرسکوں۔ اتنا کہنا تھا کہ مجھے بجلی کی طرح کسی چیز نے اٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا قبلہ رخ کھڑے ہیں اور چہرۂ اقدس سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ میں نے عرض کیا:

((الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ))

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرحبا فرمایا اور میں نے اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود اقدس میں رکھ دیا۔ میں نے عرض کیا: ''حضور! میں چاہتا ہوں کہ حضور مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جس سے مجھے دنیا و آخرت میں فائدہ ہو۔ فرمایا: مجھ پر درود و سلام پڑھنے کا اضافہ کردو۔ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل فرمانے کی ضمانت چاہئے۔ فرمایا: میں اس بات کا ضامن ہوں کہ تمہارا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ پھر میں نے عرض کیا: حضور! مجھے اس بات کی ضمانت دیں کہ میں ولی اللہ بن جاؤں۔ فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ تمام اولیاء اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہو۔ میں ضامن ہوں کہ تمہارا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ میں نے عرض کیا: ٹھیک ہے حضور! مجھے منظور ہے۔ پھر میرے دل میں یہ شوق چٹکیاں لینے لگا کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ مجھے سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف فرمادے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے پوچھنے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر کثرت سے درود وسلام لازمی کرلو اور اس مقام کی زیارت کرتے رہا کرو اور جو وصف تمہیں مقام خاص تک پہنچانے میں معاون ہوگا' ہم اس کو مکمل کریں گے۔ میرے دل میں فخر وفرحت کی لہر دوڑ اٹھی کہ میں نے اہل زمین وآسمان کے آقا کی زیارت کی تھی۔ میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عرض کیا: حضور! کوئی نبی ہو یا رسول' تمام اولیاء اللہ ہوں یا سیدنا خضر علیہ السلام، ان سب نے آپ ہی سے اقتباس نور کیا ہے، آپ ہی کے بحر جود وعطا سے چلو بھرا ہے۔ لہٰذا جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلی تو گویا ان سب کی زیارت ہوگئی والحمدللہ۔ پھر وہ لوگ داخل ہوئے جنہیں میں پیچھے چھوڑ آیا تھا، سب کے سب بلند آواز سے پڑھتے آرہے تھے:

((الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ))

یہ لوگ بارگاہ اقدس میں داخل ہوئے۔ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو بشارتیں سنائیں۔ صرف ایک شخص ایسا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھتکار دیا اور فرمایا: اُسے دھتکارے ہوئے اپنی راہ لو۔ اے آگ کے چہرے والے! میں نے اس شخص کو غور سے دیکھا تو اس کا چہرہ باقی لوگوں سے الگ تھلگ تھا کیونکہ وہ شیطان تھا۔ جب ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ختم ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اب تم لوگ جاسکتے ہو! اللہ تمہیں برکت دے۔ مجھے اپنا کام کرنے دو اور دست اقدس سے مجھے اشارہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں شریف ہوں۔؟ فرمایا: ہاں! تم شریف ہو۔ میں نے عرض کیا: حضور! میں شریف ہوں، آپ کی نسل سے ہوں۔ فرمایا: تم میری نسل سے ہو۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر میں نے عرض کیا: مجھے ایسی وصیت فرمائیں جو میرے حق میں نفع مند ہو۔ فرمایا: مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو! اور دنیا سے دل نہ لگانا اور کھیل کود سے پرہیز کرو۔ میں نیند سے بیدار ہوگیا۔ دل میں سوچا کس کھیل کی طرف اشارہ تھا کہ اسے چھوڑ دوں؟ میں نے اپنے اعمال شب وروز کو کرید کرید کر دیکھا مگر مجھے ان میں کوئی کھیل کود نظر نہ آیا تو میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا اور میں نے دل میں کہا: شاید اس کا تعلق میرے مستقبل سے ہو، برائی سے پھیرنے اور نیکی کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کے عذاب سے وہی بچ سکتا ہے جس پر وہی مہربانی فرمادے۔

حضور کا ضامن بننا:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

''درود شریف کے فضائل میں سے جو میں نے دیکھا ہے ایک یہ بھی ہے کہ ایک رات کو میں بیدار ہوا، رات کے درمیانے حصے میں میں نے اپنا ورد وظیفہ پڑھا اور بیٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے لگا۔ مجھے نیند کی وجہ سے اونگھ آنے لگی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جکڑا ہوا شخص ہے جس کی کمر میں ٹخنوں تک تارکول کی شلوار ہے، جسم اور سر بہت بڑا ہے، چہرہ سیاہ اور ناک بڑی ہے' چہرے پر زخموں یا خراشوں کے نشانات ہیں۔ ایک قوم اس کو گھسیٹے جارہی ہے۔ میں نے کہا: اے قوم! میں تم سے اللہ العظیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ یہ شخص کون ہے۔؟ انہوں نے کہا: یہ ابوجہل ملعون ہے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! یہ ہے تیری اور ہر منکر کی سزا۔ پھر میں نے عرض کیا: الٰہی! یہ تیرا اور تیرے نبی کا دشمن ہے۔ الٰہی! جس طرح تو نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن دکھایا ہے اسی طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف فرما۔ یا ارحم الراحمین! پھر میرا گزر ایک ایسی زمین پر ہوا جسے پہچانتا نہیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرا ایک واقف مرد صالح حج بیت

Marfat.com

اللہ کے لئے جا رہا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا' اس نے سلام کا جواب دیا' میں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگا: مسجد نبوی کی طرف۔ میں بھی اس کے ہمراہ چل پڑا' ہم مسجد میں داخل ہوئے، اس نے کہا: یہ رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد۔ میں نے کہا: یہ مسجد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں؟ اس نے کہا: ابھی تیرے پاس تشریف فرما ہوں گے۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اندر رونق افروز ہوئے، آپ کے ہمراہ ایک مرد کامل تھا جس کا خون عربی اور چہرہ نورانی تھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ فرمایا: یہ خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کرو! میں نے ان کو سلام کیا۔ میں نے دونوں (نبی پاک اور خلیل الرحمٰن علیہما السلام) سے دعا کی درخواست کی۔ دونوں نے مجھے دعا دی۔ پھر میں نے ہر دو حضرات سے ضامن بننے کی درخواست کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے خاتمہ بالخیر کا ضامن ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی مفید نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: درود وسلام میں اضافہ کر دو! میں نے عرض کیا: حضور! جب میں درود وسلام بھیجتا ہوں کیا آپ سماعت فرماتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اور یہی نہیں بلکہ تیری مجلس میں ملائکہ مقربین بھی حاضر ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: سرکار! میرے ضامن بن جائیں۔ فرمایا: تم میری ضمانت میں ہو۔ پھر میں نے عرض کیا: میرے ساتھیوں کو بھی حضور کی ضمانت مل جائے! فرمایا: تیرے ساتھی بھی میری ضمانت میں ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: میرا فلاں ساتھی؟ فرمایا: وہ مرد صالح ہے۔ پھر میں نے اپنے شیخ کے متعلق پوچھا تو فرمایا: وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ میں نے عرض کیا: حضور! میں چاہتا ہوں کہ آپ ہر اس مسلمان کے ضامن ہوں جو درود وسلام پر لکھی گئی میری اس کتاب کو پڑھے۔ فرمایا: میں اس کے پڑھنے والے کا ضامن ہوں اور اس کا بھی جو اس کتاب میں لکھے گئے صیغوں کے ساتھ درود وسلام بھیجے۔ تم اس پر کاربند ہو اور اس میں کچھ اضافہ بھی کرو جو مانگو گے ملے گا۔ پھر میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ مجھے اللہ سبحانہ سے اور ترقی کی امید ہے اور یہ بھی کہ اپنے فضل وکرم سے وہ دنیا وآخرت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے ہم کو محروم نہ فرمائے۔ آمین۔"

درود شریف کی برکتیں:

شیخ احمد بن ثابت مغربی فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل میں سے جو میں نے دیکھا ہے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دن میں دیوار سے پشت لگائے قبلہ رخ قلم ہاتھ میں اور تختی گود میں لئے درود وسلام کے موضوع پر مضمون کر ترتیب دے رہا تھا کہ طبیعت بوجھل ہونے لگی اور اونگھ آنے لگی، میں سو گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ویران زمین ہے، آبادی کا نام ونشان نہیں' میری نظر ایک جامع مسجد پر پڑی' کچھ لوگ اندر ہیں اور کچھ دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں بھی اندر چلا گیا' دیکھ رہا تھا کہ کہاں بیٹھوں؟ مجھے کوئی جگہ نہ ملی' ایک صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ محراب ومنبر کے درمیان آ جاؤ! میں ان کے قریب ہوا تو انہوں نے مجھے اپنی جگہ بٹھانا چاہا۔ مجھے حدیث یاد آ گئی اور میں نے کہا: آپ اس حدیث کو نہیں جانتے جو ایسے شخص سے متعلق ہے جو کسی کی جگہ پر بیٹھ جائے؟ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک صاحب بولے: کھل کر بیٹھیں اللہ تعالیٰ گنجائش پیدا کر دے گا۔ پس ان لوگوں نے میری گنجائش نکالی اور میں ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دائیں طرف ایک نوجوان کو دیکھا اس سے خوبصورت میں نے کوئی جوان نہیں دیکھا۔ میں اس کے نورانی چہرے اور حسین قد پر حیران تھا۔ نیک بختی کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ میں نے دل میں کہا: اس کے نام ونسب کو ضرور معلوم کروں گا۔ چنانچہ میں نے کہا: جناب میں تمہیں اللہ بزرگ وبرتر اور اس کے نبی اکرم علیہ السلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کا نسب کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: تمہیں میرے نسب سے کیا غرض؟ میں نے کہا: آپ کے

Marfat.com

چہرے سے نیک لوگوں کے آثار عیاں ہیں لہٰذا میں آپ کی صحبت سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ کہا: میرا نام رومان ہے اور نسب کے لحاظ سے فرشتہ ہوں۔ میں نے کہا: تجھے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا واسطہ! مجھے اپنا صحیح صحیح نام ونسب بتانا' اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! میرا نام رومان اور نسب فرشتہ ہوں۔ میں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور اس نے تین مرتبہ یہی جواب دیا۔ میں نے کہا: تمہیں انسانوں کی مجلس میں کیا چیز لے آئی؟ اس نے کہا: یہ جتنے تمہیں نظر آرہے ہیں سب ملائکہ مقربین اور روحانی اہل ایمان ہیں۔ میں نے کہا: میں آپ کی صحبت اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: ہمیشہ صحبت میں رہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! کہا: تمہیں میری صحبت ایک ساعت کے لئے بھی میسر نہیں ہوسکتی۔ ہاں میں تجھے ایک مومن جن اور ایک مومنہ جن کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ میں نے کہا: بہتر۔ میں نے دل میں کہا: یہ لوگ جب مجھ سے صحبت کریں گے تو میرے حق کی رعایت کریں گے اور میرے ہر دشمن کو دبائیں گے۔ اب اس نے آواز دی: اے فلاں! اے فلانی! کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد اور ایک عورت سامنے کھڑے ہیں۔ اس نے دونوں سے کہا: اس آدمی سے ہمیشہ مصاحبت رکھنا۔ مرد نے کہا: یہ شخص ہمارے ذریعہ دشمنوں کو دبانا چاہتا ہے اور ہم سے تو یہ نہیں ہوسکتا اور یہ دراصل قضاء قدر سے انکار کرنا ہے۔ میں نے جب ان کی یہ گفتگو سنی تو طبیعت ان سے اُکتا گئی اور میں نے اسے کہہ دیا کہ مجھے تمہاری صحبت کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر میں نے اس سے کہا: اے میرے آقا! میں آپ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم علیہ السلام کا واسطہ دے کر استدعا کرتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں یہ ملائکہ مقربین کون تھے؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت جبریل' میکائیل' اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام تھے۔ میں نے کہا: میں آپ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست جبریل علیہ السلام دکھادیں۔ اتنے میں محراب کے سامنے سے ایک شخص نے کہا: میں جبریل ہوں۔ میں ان کے قریب ہو گیا تو وہ اتنے حسین تھے کہ میری آنکھ نے ایسا کوئی حسین نہ دیکھا تھا۔ میں ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے دعا فرمانے کو کہا۔ پس انہوں نے میرے لئے دعا فرمائی۔ پھر میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ سے اللہ بزرگ اور نبی کریم علیہ السلام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی نفع مند وصیت فرمائیں۔ فرمایا: خواہش نفس تیرے پاس آئے گی اس سے بچنا' امانت سے محبت کرنا اور اسے پہچاننا۔ میں نے کہا: میں آپ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے سیدنا میکائیل علیہ السلام کی زیارت کرادیں۔ اہل مجلس میں سے ایک صاحب بولے: میں میکائیل ہوں۔ میں ان کے قریب ہوا اور ان سے التماس دعا کی۔ پس انہوں نے میرے لئے دعا فرمائی۔ میں نے کہا: میں آپ سے اللہ بزرگ و برتر اور رسول اکرم علیہ السلام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی سودمند نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: عدل وانصاف کو اپنے اوپر لازم کرلو! پھر میں نے ان کو اللہ اور نبی کریم کا واسطہ دے کر عرض کیا کہ مجھے سیدنا اسرافیل علیہ السلام کی زیارت کروادیں۔ پس ایک صاحب کھڑے ہوئے کہ ان جیسا پرنور چہرہ میں نے نہیں دیکھا' فرمایا: میں اللہ کا بندہ اسرافیل ہوں' میں ان کے قریب ہوا اور ان سے دعا کی درخواست کی' انہوں نے مجھے دعا دی۔ میں نے دل میں کہا: میرا برا ہو' یہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ہیں یا مجھے استدراج ہو گیا ہے۔ یہ اسرافیل علیہ السلام کیسے ہوسکتے ہیں؟ جب کہ ان کے بارے میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے کہ ان کا سر عرش کے نیچے ہے اور ان کے پاؤں ساتویں زمین سے بھی نیچے ہیں، بہرحال دل کو اطمینان حاصل نہ ہوسکا حتیٰ کہ وہ کود کر کھڑا ہو گیا اس کے پاؤں تو زمین میں دھنس گئے اور سر مسجد کی چھت توڑ کو آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اب پاؤں تو زمین میں دھنسے ہوئے تھے اور سر آسمان پر جارہا تھا۔ میں اس کے ساتھ لٹک گیا اور میں نے کہا: میں تجھے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اپنی اصلی صورت پر اللہ کا فرشتہ بن جا' پھر وہ اپنی پہلی والی صورت پر لوٹ آیا' میں نے اسے اللہ و مصطفیٰ کا

Marfat.com

واسطہ دے کر کہا: یا سیدی! مجھے کوئی سود مند نصیحت فرمائیں۔ کہا: دنیا کو ترک کر دو رضائے مولا پاؤ گے‘ جو کچھ ہاتھ میں ہے اسے چھوڑ دو اللہ کی محبت سے سرفراز ہو گئے۔ میں نے اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا واسطہ دے کر عرض کیا: مجھے سیدنا عزرائیل کی زیارت کروا دیں۔ پس ایک صاحب کھڑے ہوئے جن سے زیادہ خوبصورت شخص نہ دیکھا تھا انہوں نے کہا: میں اللہ کا بندہ عزرائیل ہوں۔ میں ان سے قریب ہوا اور دعا کا خواستگار ہوا۔ انہوں نے مجھے دعا دی۔ پھر میں نے ان کو اللہ و رسول کا واسطہ دے کر کہا: بوقت موت مجھ سے نرمی برتیں۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام پڑھتے رہو۔ میں نے مفید نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: یاد کرتے رہو اس (موت) کو جو لذتوں کو ختم کرنے والی، آباؤ اجداد کی قاتل، بیٹوں اور بیٹیوں کو جدا کرنے والی، ارواح کو قبض کرنے والی، سوائے اس ذات کے جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے والی ہے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں سے مجھے فائدہ دے گا اور مجھے ان کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کے صدقے موت کے وقت مجھ سے نرمی کا برتاؤ فرمائے گا اور مجھے دونوں جہانوں میں ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔ الٰہی! امین! تمام انبیاء و مرسلین پر سلام ہو اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔“

☆☆☆

باب نمبر 15:

محبت رسول کا تقاضہ...... مدینہ منورہ (شہر نبی) سے محبت

رسول اللہ کے حرم، مسجد اور شہر کی تعظیم:

محبت پر لازم ہے کہ اس حرم نبوی ﷺ کی تعظیم کرے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے حرم قرار دیا اور آپ ﷺ کی خاطر قرار دیا، اس میں شکار نہ کیا جائے، درخت نہ کاٹا جائے، گھاس نہ اکھاڑا جائے، ہتھیار نہ اٹھائے جائیں، اس میں قتال نہ کیا جائے، اس میں کوئی بدعت ایجاد نہ کی جائے۔ کسی مخالف اسلام کو پناہ نہ دی جائے، اس میں نیک زندگی بسر کی جائے، اس میں موت چاہی جائے، اس کی تکالیف پر صبر کیا جائے، اس پر غیر کو ترجیح نہ دی جائے، اس سے کسی زمین کو بہتر سمجھ کر نہ جایا جائے، اس کے رہنے والے کو تنگ نہ کیا جائے، یہاں مثالی مومن بن کر رہنے کی کوشش کی جائے، ایثار کیا جائے، دوسرے سے تکلیف کو برداشت کیا جائے وغیرہ۔

آپ ﷺ کی مبارک مسجد کی تعظیم کی جائے، اس میں کثرت کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی جائے، اس کی طرف آنے کی نیت خالص کی جائے، اس میں معلم یا متعلم بنے، اس میں آواز بلند نہ کرے، سفر سے واپسی سے پہلے یہاں آئے اسی طرح دیگر مساجد کا احترام کیا جائے، مثلاً: مسجد قباء۔

خلاصہ یہ ہے جنہیں یہاں رہنا نصیب ہے انہیں اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کسی اعلیٰ جگہ عطا فرمائی ہے، نافرمان نہ بنو ورنہ مدینہ سے نکال دے گا، اپنی اولاد کو اس حرم کی تعظیم کی تعلیم دو، اس سے ہر ایک سے بڑھ کر محبت رکھو جب سفر سے واپس آؤ اسے دیکھو تو تیز چلو۔

Marfat.com

ہم اس باب کو تین فصول میں تقسیم کرتے ہیں:

1: مدینہ منورہ سے محبت اور اس کے فضائل۔

2: مسجد نبوی سے محبت اور اس کے فضائل۔

3: مسجد قباء سے محبت اور اس کے فضائل۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

مدینہ منورہ سے محبت اور اس کے فضائل

مدینہ طیبہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ فضائل کی کثرت مدینہ طیبہ کی بلند عظمت اور رفیع منزلت پر واضح دلیل مدینہ طیبہ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہونا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس دن ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اس دن مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہوگئی، اس میں نیکیاں کئی گنا ہو جاتی ہیں اور جو مدینہ طیبہ کے باشندوں کو خوفزدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کرے گا اور جو انہیں اذیت و تکلیف دے گا یا اذیت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں یوں پگھلائے گا جیسے پانی میں نمک یا آگ میں انبا پگھل جاتا ہے۔

سیدالشہداء حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تین بستیاں جنت کے باغوں میں سے ہیں: مکہ، مدینہ اور بیت المقدس۔''

جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے تو کفار نے آپ کے خلاف سازش کی کہ آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو یہاں سے نکال دیں یا آپ کو قید کر لیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کی تدبیر کر رکھی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، ارشاد الٰہی ہے:

((وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیرًا)) (سورۃ بنی اسرائیل ۸۰)

''کہہ دیجئے اے میرے رب! مجھے مقام صدق میں داخل فرما اور مقام صدق سے نکال اور میرے لیے اپنی طرف سے مددگار دلیل بنا دے۔''

اس آیت کی تفسیر میں مشہور ترین قول 'واقعہ ہجرت' والا ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

((وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً

Marfat.com

نصیراً))(احمد، ترمذی، حاکم)

یہی شان نزول بہت سے مفسرین تابعین سے مروی ہے۔ مثلاً: حضرت قتادہ، حسن بصری، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور یہی قول اس آیت کریمہ کے نزول کے بارے میں اصح ترین ہے۔ واللہ اعلم۔

اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیات کے بعد نازل ہوئی:

((وان.........واقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس.........ومن اليل فتهجدبه نافلة لك ....سلطاناً نصيراً))

''اورانہوں نے ارادہ کرلیا کہ آپ کو پریشان ومضطرب کردیں اور آپ کو اس علاقہ سے نکال دیں اور (اگر انہوں نے یہ حماقت کی) تب وہ نہیں ٹھہریں گے (یہاں) آپ کے بعد مگر تھوڑا عرصہ (یہی ہمارا) دستور ہے، ان کے بارے میں جنہیں ہم نے بھیجا آپ سے پہلے رسول بنا کر اور آپ نہیں پائیں گے ہمارے اس دستور میں کوئی ردوبدل۔ نماز ادا کیا کریں سورج ڈھلنے کے بعد رات کے تاریک ہونے تک (نیز) نماز ادا کیجئے صبح کے وقت، بلاشبہ نماز صبح کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور رات کے بعض حصہ میں اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو (یہ نماز) زائد ہے آپ کے لئے۔ یقیناً آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر فائز کرے گا اور دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔'' (سورۃ اسراء: ۷۶۔۸۰)

وہ لوگ جو زمین سے نکالنے کا ارادہ کررہے تھے وہ اہل مکہ تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں وعید سنائی کہ وہ آپ کے جانے کے بعد بہت تھوڑا عرصہ اس زمین میں رہیں گے، واقعی ایسا ہوا کہ اس کے بعد جنگ بدر ہوئی اور ان کے بڑے بڑے سردار قتل کیے گئے، اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہوتا رہا ہے ان قوموں سے جنہوں نے آپ سے پہلے انبیاء کی نافرمانی کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم سے فرمایا: آپ اپنے رب کی عبادت وریاضت، نماز اور تہجد میں مصروف رہیں، پھر فرمایا آپ یوں دعا کیا کریں:

((وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطنا نصيرا))

''اور دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔''

ان آیات بینات سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے تھا، کفار کے کسی فعل کی وجہ سے نہ تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ مخرج کا ذکر مدخل سے مقدم ہوتا ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے مدخل کو مخرج سے پہلے ذکر فرمایا، اس کی ایک خاص وجہ اور اہمیت تھی، اس آیت میں ہمارے استدلال کی وجہ بھی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کے صاع، مد اور اس کے پھلوں میں برکت فرمائی ہے اور مومنوں کے نزدیک اسے محبوب بنا دیا ہے، جیسے مکہ مکرمہ محبوب تھا بلکہ مکہ مکرمہ سے بھی زیادہ اس کو محبوب بنا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ٹھہرنے اور اس میں سکونت کی ترغیب دی ہے۔ مدینہ طیبہ کو یہ عظمت کیوں نہ ہو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''میں روز قیامت اس کے ایمان کا گواہ ہوں گا جو اس کی شدتوں اور تکلیف کو برداشت کرے گا اور جو اس میں وفات پائے گا اور جو میرے اس شہر کو اعراض کرتے ہوئے چھوڑ جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کو اس میں جگہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کی مٹی کو شفا بنایا ہے اور جو اس میں جرم کرے گا یا مجرم کو پناہ دے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نہ کوئی فرض قبول کرے گا اور نہ کوئی نفل۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کیلئے ایک شہر کو حرم بنایا جس میں وہ پناہ لیتا ہے اور اس شہر حرم کو اپنی جناب سے مناسب قدر و عظمت عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم حبیب معظم محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ کو حرم اور ان کی جگہ بنایا۔ مدینہ طیبہ تمام شہروں پر غالب آئے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں مکہ مکرمہ سے دوہری (دوگنی) برکتیں رکھی ہیں۔

مدینہ طیبہ تمام شہروں کا سردار، دار ہجرت، دار سنت، دار ایمان اور ایمان کی پناہ گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معزز فرشتوں کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائی ہے، اسے زلزلوں اور دجال سے محفوظ فرمایا ہے، اس میں طاعون کا مرض داخل نہ ہوگا اور یہ اپنے آپ سے برے لوگوں کو یوں دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

میرا دونوں شہروں کے درمیان از روئے فضیلت فرق کرنا موضوع نہیں ہے، بلکہ مدینہ طیبہ کی فضیلت اور قدر و منزلت بیان کرنا مقصود ہے تاکہ اس کی فضیلت و منزلت اظہر من الشمس ہو جائے۔ یہ دونوں محترم و معزز شہر سر کی دونوں آنکھوں کی طرح ہیں لیکن یہ غور طلب ہے کہ دائیں آنکھ کون سی ہے۔؟

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی مساجد، پہاڑوں، پھلوں اور کھانوں میں ایسے مناقب جلیلہ اور فضائل رکھے ہیں جو کسی دوسرے شہر میں نہیں حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کے فضائل بھی ان کا جز اور بعض نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان کے ذریعے حرم فرمایا ہے جس طرح مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان اقدس پر حرم فرمایا ہے اور مدینہ میں ایسی برکات رکھی ہیں جو کسی اور شہر کو عطا نہیں فرمائیں حتیٰ کہ ایسی برکات مکہ مکرمہ میں بھی نہیں ہیں، اسی طرح مدینہ طیبہ کو کچھ ایسے فضائل و مناقب عطا فرمائے کہ جو کسی دوسرے شہر کو عطا نہیں فرمائے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کو ایسے فضائل میسر نہیں، اگرچہ مکہ مکرمہ کئی دوسرے فضائل سے مختص ہے لیکن جو کچھ ان دونوں محترم و مکرم شہروں کے متعلق ذکر کیا گیا ہے، قاری ان فضائل و مناقب کو تلاش کرے گا تو یقیناً مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ سے از روئے فضائل و مناقب زیادہ پائے گا۔

اہل مدینہ......اوّل شفاعت کے حق دار:

فضائل مدینہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ ہی پہلے لوگ ہوں گے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یقیناً یہ ایک منقبت اور عظمت ہے، جو اہل مدینہ کے مناقب میں سے ہے، اس فضیلت کا کوئی انسان تصور نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ قیامت کی ہولناکیوں کو ذہن میں حاضر نہ کرے، اس میدان حشر میں لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی جبکہ سورج سروں کے اوپر ہوگا، گناہوں کے مطابق ہر انسان اپنے گرم پسینے میں غرق ہوگا، اس وقت انسان کو اس عظمت و فضیلت کا احساس ہوگا، جب وہ اس خوفناک جگہ خلاصی پا کر جنت اور ابدی نعمتوں میں منتقل ہوگا۔

عبدالملک بن عباد بن جعفر سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

Marfat.com

''سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے جن کی شفاعت کروں گا وہ اہل مدینہ ہوں گے، پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف۔''

اس حدیث کو الطبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں، البخاری نے اپنی تاریخ میں، ابن شاہین اور بزاز نے روایت کیا ہے۔ یہ اپنی شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔

اہل مدینہ شفاعت میں اہل مکہ سے مقدم ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثم کا لفظ استعمال فرمایا ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھیں گے اور اہل مکہ سے بھی پہلے اٹھیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اول من اشفع له من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالا قرب من قریش والا نصار ثم من آمن بی واتبعنی من اهل الیمن ، ثم من سنائر العرب، ثم الاعاجم واول من اشفع له اولو الفضل))

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر (421/12) الحدیث (13550) وفیہ من لم اعرفھم کمافی مجمع الزوائد (384,383/10)

''میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر زیادہ قریب پھر زیادہ قریب قریش (مہاجرین) و انصار (اہل مدینہ) کی، پھر جو مجھ پر ایمان لایا اور میری اتباع کی اہل یمن میں سے، پھر تمام عرب میں سے، پھر عجمی (غیر عربی مسلمانوں) کی، سب سے پہلے میں اصحاب فضیلت کی شفاعت کروں گا۔''

حضرت عبدالملک بن عیاد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اول من اشفع له من امتی اهل المدینه و اهل مکة واهل الطائف))

(رواہ البزار والطبرانی مجمع الزوائد (384/10)

''میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ، اہل مکہ اور اہل طائف کی شفاعت کروں گا۔''

سب سے بہترین شہر:

اس بات پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہے، تمام جگہوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے، حتیٰ کہ کعبہ شریفہ پر بھی فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بقیہ تمام شہروں سے افضل ہیں۔

اس بات پر علماء کا اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ۔؟

حضرت عمر بن الخطاب حضرت عبداللہ بن عمر، امام مالک، اکثر مدنی علماء اور کئی تابعین اہل بغداد، اہل بصرہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے، بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے۔

جمہور علماء جن میں امام ابوحنیفہ، امام الشافعی اور اصح روایت کے مطابق امام احمد اور بعض مالکیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ مدینہ سے افضل ہے۔

حضرت عمر کے غلام اسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ عیاش المخزومی کی زیارت کی، ان کے پاس بنیاد دیکھی۔ وہ مکہ کے راستہ پر تھے۔ اسلم نے ان سے کہا:

''یہ شربت عمر بن خطاب کو بڑا پسند ہے۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ عیاش نے پیالہ اٹھایا اور عمر بن خطاب کے پاس لے آئے اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمر نے پیالہ اپنے منہ کے قریب کیا پھر سر اٹھا کر فرمایا:

''یہ بڑا عمدہ شربت ہے۔''

آپ نے اس سے کچھ پیا، پھر وہ اپنی دائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص کو عطا فرما دیا۔ جب عبداللہ واپس لوٹے تو حضرت عمر نے اسے بلایا اور فرمایا:

''کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟''

حضرت عبداللہ نے کہا:

''میں کہتا ہوں یہ اللہ کا حرم ہے، اس نے اسے امن کا گہوارہ بنایا ہے، اس میں اس کا گھر ہے۔''

حضرت عمر نے فرمایا:

''میں بیت اللہ یا حرم کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔''

پھر حضرت عمر نے کہا:

''کیا تو کہتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟''

حضرت عبداللہ نے کہا:

''میں کہتا ہوں یہ اللہ کا حرم ہے، اسے اللہ نے امن کا گہوارہ بنایا ہے، اس میں اس کا گھر ہے۔''

حضرت عمر نے فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔''

پھر وہ واپس چلے گئے۔ (موطا امام مالک)

الامام الباجی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مدینہ کی رہائش پسند فرمائی ہے، اگر تو آپ پر مدینہ طیبہ میں رہنا فرض کیا گیا تھا تو رہائش کے لئے افضل ترین جگہ ہی فرض کی گئی ہوگی اور اگر یہ رہائش فرض نہیں تھی بلکہ آپ نے یہ جگہ خود پسند فرمائی تھی تو پھر بھی اپنے اور فضلاء صحابہ کے لئے افضل جگہ کو ہی پسند فرمایا ہوگا۔''

پھر لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عیاش کا صرف یہ کہنا کہ یہ اللہ کا حرم ہے، اس میں مکہ کی فضیلت جو ان کے نزدیک تھی اس کا اظہار ہے۔''

محمد بن عیسیٰ فرماتے ہیں:

''اگر عبداللہ بن عیاش مکہ کی فضیلت کا اقرار کرتے تو حضرت عمر انہیں سزا دیتے یعنی انہوں نے مکہ کی افضلیت کی تصریح نہیں کی، انہوں نے صرف مکہ کی فضیلت کا اقرار کیا اور فضیلت میں تو کوئی اختلاف نہیں، اس لئے تو حضرت عمر نے فرمایا: میں فضیلت کا تو انکار نہیں کرتا، میں تجھ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تیرے نزدیک مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ حضرت عبداللہ بن عیاش نے پھر وہی پہلا قول دہرایا اور مزید کچھ نہ کہا، جو حضرت عمر نے پوچھا تھا اس کا جواب ظاہر نہیں کیا اور واپس چلے گئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس قول پر اس کے اقرار کو غلط نہ سمجھا جبکہ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کہا۔''

Marfat.com

حضرت اسماء بن عبید سے مروی ہے کہ میں نے حج کے زمانہ میں امام الشعبی سے پوچھا:
''میں کوفہ آتا ہوں جہاں میرے اہل اور میری وادی ہے؟ کون سا شہر افضل ہے۔؟''
انہوں نے کہا:
''کیا مدینہ نہیں ہے۔؟''
میں نے کہا:
''کیوں نہیں۔''
اس حدیث کو عبدالرزاق نے دو صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔

امام شعبی متوفی ۱۰۱۔۱۰۳ھ کا یہ کہنا کہ مدینہ افضل ہے اور حضرت اسماء بن عبید کا ثبوت اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ کی افضلیت مشہور معروف تھی، ورنہ وہ سوال ہی نہ کرتے، پھر جب شعبی نے مدینہ کی افضلیت کو ثابت کیا تو عبداللہ نے بھی تصدیق کی۔

بعض علماء کا یہ قول بہت عمدہ ہے کہ اختلاف کعبہ شریفہ کے علاوہ میں ہے، کیونکہ کعبہ مدینہ سے افضل ہے مگر جو جگہ اعضائے نبی سے متصل ہے وہ کعبہ سے افضل ہے اور اس پر اجماع ہے۔

میرا موضوع اب دونوں محترم شہروں کا موازنہ کرنا نہیں ہے، یہ دونوں ایک سر کی آنکھوں کی طرح ہیں، لیکن یہ بحث میں نے مدینہ طیبہ کی فضیلت کے بیان کے لئے خاص کی ہے۔ مدینہ اور مکہ میں موازنہ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا نہیں۔ ہر مذہب کے اپنے اپنے دلائل ہیں، میں اب اس نزاع و جھگڑے میں داخل ہونا نہیں چاہتا، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں ایک سر کی دو آنکھیں ہیں لیکن رہا محبت اور دل کا میلان تو اس کا انسان مالک نہیں۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے:
''جمہور علماء سے مشہور یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے مگر جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے ساتھ ملی ہوتی ہے وہ ہر مکان سے افضل ہے۔''
علامہ ابن قیم نے مدینہ طیبہ کی مٹی کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:
''جب یہ فضیلت ان مٹیوں میں ہے تو اس مٹی کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو تمام زمین سے زیادہ پاک اور زیادہ بابرکت ہے، یعنی مدینہ طیبہ کی مٹی۔''

حجرہ مقدسہ کو کعبہ سمیت پورے مکہ پر افضلیت حاصل ہے کیونکہ مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نبی کریم کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ ہے اور انسان اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس مٹی سے اس کی تخلیق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ مکان جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلفاء مدفون ہیں یہ وہی مٹی ہے جس سے آپ اور آپ کے خلفاء کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس وہ تمام جگہوں سے عظیم ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احسن ترین اور افضل ترین جگہ کا چناؤ کیا ہوگا۔

اسی وجہ سے الامام الباجی، قاضی عیاض، ابن عساکر نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کیلئے منتخب فرمایا، اسی طرح آپ کی دائمی آرام

Marfat.com

گاہ کیلئے بھی مدینہ طیبہ کو پسند فرمایا۔ وہ مٹی جس سے آپ کی تخلیق ہوئی وہ مدینہ طیبہ کی تھی۔ یہ چیز مدینہ طیبہ کے بلند مرتبہ، رفیع منصب اور سعادت و کرامت کی دلیل ہے۔

حکیم ترمذی نے حضرت ابن مسعود کی روایت پر تعلیقاً لکھا ہے کہ انسان کی موت وہاں ہوتی ہے، جس مٹی سے اسے پیدا کیا گیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((منها خلقنكم وفيها نعيد كم))(سورة طه ۵۵)

''اس مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے، یعنی جہاں سے پیدا کیا اسی جگہ لوٹا دیا گیا۔''

حضرت ابوعزہ یسار الہذلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی کسی زمین میں روح قبض کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے اس زمین میں حاجت پیدا فرما دیتا ہے۔''

اس حدیث کو احمد، ترمذی، حاکم اور ذہبی نے روایت کیا ہے۔ حاکم اور ترمذی نے اسے صحیح لکھا ہے۔

یہ حدیث بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے، مثلاً: جندب بن سفیان، ابن مسعود اور عروہ بن مضرس۔

مطہر بن عکامس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کسی زمین میں موت دینا چاہتا ہے تو اس کیلئے اس زمین میں کوئی کام اور حاجت پیدا فرما دیتا ہے۔''

اس روایت کو ترمذی، احمد، حاکم، الطیالسی اور الذہبی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں:

''اگر میں قسم اٹھاؤں تو سچی یقینی اور بغیر کسی استثناء کے قسم اٹھاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ایک مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر اس مٹی کی طرف لوٹا دیا۔''

اس اثر کو حکیم الترمذی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابواسامہ کا ارشاد ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کسی زمین میں موت دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کیلئے اس زمین میں کام پیدا فرما دیتا ہے۔''

ابواسامہ نے فرمایا:

''اے اہل کوفہ! تم جانتے ہو میں نے تمہیں یہ حدیث کیوں بتائی ہے؟ اس لئے کہ ظاہر کرسکوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر کس مٹی سے تخلیق کیے گئے تھے۔''

اس حدیث کو الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے اور بھی شواہد ہیں۔ حضرت ابواسامہ نے اہل کوفہ کو یہ حدیث اس لیے بیان کی کہ ان کے اکثر لوگوں پر شیعیت غالب تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے پاس سے گزرے جو قبر کے قریب رکھا ہوا تھا، پوچھا:

''یہ کس کی قبر ہے۔؟''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''حضور! یہ فلاں حبشی کی ہے۔''

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

''لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ۔ یہ اپنی زمین اور آسمان سے اس مٹی پر لایا گیا ہے جس مٹی سے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔''

اس حدیث کو حاکم اور الذہبی نے روایت کیا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ اس کے اور بھی صحیح شواہد ہیں۔

حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے جبکہ ہم قبر کھود رہے تھے۔

آپ نے پوچھا:

''کیا کر رہے ہو؟''

ہم نے عرض کیا:

''اس اسود کی قبر کھود رہے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''اس کی موت اسے اپنی مٹی کی طرف لے آئی ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے:

''اے انصار! میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔''

اس ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے کیونکہ آپ نے پہلے ہی خبر دے دی کہ میرا وصال مدینہ طیبہ میں ہوگا جو انصار کا مسکن ہے۔

حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا مگر اس جگہ جہاں وہ دفن ہونا پسند فرماتا ہے۔''

حضرت امام احمد کی روایت جو مطر بن عکامس سے ہیں، اس میں ''حببت الیہ'' کے الفاظ ہیں یعنی وہ زمین اسے محبوب کر دی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مدینہ طیبہ کے محبوب بنانے کے متعلق موجود ہے۔ آپ نے عرض کیا:

''اے اللہ! مدینہ طیبہ ہمیں محبوب بنا دے جیسے ہمیں مکہ محبوب ہے، بلکہ اسے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حنین کے روز فرمایا:

''تم اس پر خوش نہیں ہو کہ لوگ مال غنیمت گھروں میں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھروں میں لے کر جاؤ۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ سے انتہائی محبت و پیار تھا۔

حضرت حفصہ بنت عمر اور اسلم مولی عمر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر یہ دعا مانگتے تھے:

((اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد رسولك))

''اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت عطا فرما۔''

اسی عنوان کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان جو آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے انصار کو فرمایا تھا آ سکتا ہے:

((المحيا محيا كم والممات مماتكم))

''میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے۔''

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال وہاں ہوگا جہاں انصار کی وفات ہوگی، یعنی مدینہ میں، جیسا کہ آپ زندگی وہاں گزاریں گے

Marfat.com

جہاں انصار گزار رہے ہیں، اس نعمت پر انصار بہت شاداں وفرحان رہتے تھے۔
اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی موت پر برانگیختہ کیا ہے۔
حضرت یحیٰ بن سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ طیبہ کے قبرستان میں قبر کھودی جارہی تھی۔ ایک آدمی نے قبر میں جھانک کر کہا:

''یہ مومن کی بری جگہ ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو نے غلط کہا ہے۔''

اس شخص نے عرض کیا:

''حضور! میرا یہ ارادہ نہیں تھا۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہونا مراد لیا ہے (کہ عام موت تو شہادت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں)۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے راستے میں شہید ہونا بھی اس کی مثل نہیں ہے، مدینہ طیبہ سے زیادہ زمین کا کوئی ایسا ٹکڑا نہیں ہے جو مجھے محبوب ہو کہ اس میں میری قبر ہو۔''

یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو یوں مانگتے:

((اللھم لا تجعل منا یانا بھا حتی تخر جنا منھا))

''اے اللہ! ہمیں مکہ میں موت نہ دینا یہاں تک کہ ہمیں یہاں سے نکال دے۔''

اس حدیث کو احمد، بزاز نے صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو صحابہ کرام کا آپ کے دفن کے بارے اختلاف ہوگیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ حضرت علی (بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر) رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی زمین کا ٹکڑا اس زمین سے معزز نہیں ہوتا جس میں وہ اپنے نبی کی روح قبض فرماتا ہے۔''

اس حدیث کو ابن الجوزی نے الوفاء میں اور السیوطی نے خصائص میں ابویعلی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے کہ آپ یا مہاجرین میں سے کسی کی موت مکہ میں آئے حتیٰ کہ ہجرت کا حکم ہوگیا، تمام مدینہ طیبہ میں مہاجر ہوکر مرنا پسند کرتے تھے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو صحابہ کرام کا آپ کو دفن کرنے متعلق اختلاف ہوگیا۔ سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ کسی نبی کی روح قبض نہیں کی جاتی مگر اس کی محبوب ترین جگہ میں۔''

پھر فرمایا:

Marfat.com

''آپ کو وہاں دفن کرو جہاں آپ کا وصال ہوا ہے۔'' (یہ الفاظ ابو یعلی کے ہیں)

ترمذی کے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے:

''سیدنا ابو بکر صدیق نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے وہ بھولا نہیں۔ فرمایا: کسی نبی کی اللہ تعالیٰ روح قبض نہیں فرماتا مگر اس جگہ جو اسے دفن کیلئے پسند ہوتی ہے، اس لئے آپ کو اپنی آرام گاہ میں ہی دفن کر دو۔''

اس حدیث کو ترمذی نے اور النسائی نے الکبری میں اور البیہقی نے دلائل میں سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: لوگوں نے پوچھا:

''اے رسول اللہ کے دوست! کیا رسول اللہ کو دفن کیا جائے گا؟''

صدیق اکبر نے فرمایا:

''ہاں!''

پھر لوگوں نے پوچھا:

''کہاں؟''

فرمایا:

''اس جگہ جہاں آپ کی روح قبض ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کی روح قبض نہیں فرماتا مگر پاکیزہ مکان میں۔''

پس صحابہ کرام نے جان لیا کہ آپ نے سچ کہا ہے۔

اس کی سند صحیح ہے۔

مدینہ میں مرنے والا شفاعت کا حق دار:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من مات فی احد الحرمین استوجب شفاعتی و کان یوم القیامۃ من الامنین))

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر (240/6) الحدیث (6104) مجمع الزوائد (322/2) ولہ شاہد اخرجہ الدارقطنی (278/2) وشاہد آخر اخرجہ الطبرانی فی الصغیر (22/2) وشاہد آخر عند الطیالسی۔

''جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں فوت ہوا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا اور قیامت کے دن محفوظ لوگوں میں سے ہوگیا۔''

جو شخص کسی اور جگہ مرے اور پھر نقل کر کے مدینہ طیبہ میں دفن کیا گیا ہو کیا وہ اس شفاعت سے حصہ پائے گا؟ ظاہر تو یہی ہے کہ اسے بھی حصہ ملے گا۔ چنانچہ علامہ سمہودی فرماتے ہیں:

''انسان اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے اس کی تخلیق کی جاتی ہے، گویا مدینہ طیبہ ہی اس کی تربت اور اس کی تخلیق کی اصل ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص جس کی مدینہ طیبہ کی پیدائش تھی وہ فوت ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر فرمایا:

''کاش! یہ اپنے مولد کے علاوہ کسی اور جگہ مرا ہوتا۔''

Marfat.com

صحابہ کرام نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! ایسا کیوں؟''
آپ نے فرمایا:
''جب کوئی شخص اپنی پیدائش کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ فوت ہوتا ہے تو جنت میں اس کیلئے اس کی پیدائش اور موت کی جگہ کی پیمائش کی جاتی ہے۔''
اس حدیث کو النسائی، ابن ماجہ، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند تمام کے نزدیک حسن ہے۔
یعنی کاش کہ یہ کسی اور جگہ پیدا ہوا ہوتا پھر مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آتا اور یہاں آ کر مرتا تا کہ مدینہ طیبہ کی موت کی فضیلت والی احادیث سے موافق ہو جائے۔
حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں مرے گا وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔''
اس حدیث کو الطبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں حسن سند کے ساتھ، ابن سعد، ابوالشیخ بیہقی نے شعب میں روایت کیا ہے، اس کی شواہد بھی ہیں۔
مدینہ طیبہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص شفاعت فرمائیں گے۔ یقیناً وہ قیامت کے روز امن میں ہوگا اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے اٹھایا جائے، وہ بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے امن میں ہوگا، کیونکہ وہ لپٹا ہوا ہوگا اور جو مدینہ طیبہ میں وفات پائے گا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھے گا۔
چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أبعث القيامة بين أبى بكر وعمر، ثم اذهب الى أهل يقيع الغرقد فيبعثون معى، ثم أنظر أهل مكّة حتى يأتونى فأبعث بين أهل الحرمين))

(رواہ ملک، نوادر الاصول (۵۶/۳۸) تذکرۃ القرطبی (۶۹۷)۔ مسند حارث بن امامۃ)

''روز قیامت میں ابوبکر وعمر کے درمیان اٹھوں گا۔ پھر اہل بقیع غرقد کی طرف جاؤں گا اور وہ میرے ساتھ اٹھیں گے، پھر میں اہل مکہ کی طرف دیکھوں گا حتی کہ وہ بھی میرے پاس آ جائیں گے تو میں اہل حرمین کے درمیان میں سے اٹھوں گا۔''
سبیعہ الاسلمیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو تم میں سے مدینہ طیبہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے اسے مدینہ طیبہ میں ہی مرنا چاہیے۔ جو مدینہ طیبہ میں مرے گا میں اس کا قیامت کے دن شفیع یا شہید ہوں گا۔''
اس حدیث کو الطبرانی نے الکبیر میں اور بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے اور یہ حسن حدیث ہے۔
حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے مدینہ طیبہ میں ہی مرنا چاہیے جو اس میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔''

Marfat.com

اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے۔ ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

حضرت الصمیۃ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو تم میں مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہے، اسے مدینہ طیبہ ہی میں مرنا چاہیے، جو مدینہ طیبہ میں مرے گا ہم اس کی سفارش کریں گے اور اس کیلئے گواہی دیں گے۔

اس حدیث کو ابن حبان، الطبرانی نے الکبیر میں، ابن جمیع نے معجم الشیوخ میں، البیہقی نے الشعب میں اور النسائی نے الکبری میں روایت کیا ہے۔

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں رہائش رکھنے اور یہاں سے منتقل نہ ہونے پر تحریص دلائی اور مدینہ سے اعراض کر کے نکلنے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے اس میں مرنے کی بھی ترغیب دی ہے، کیونکہ جو مدینہ طیبہ میں مرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے شفاعت فرمائیں گے اور اس کے لئے گواہی دیں گے، وہ آپ کے ساتھ قیامت کے دن سب سے پہلے اٹھے گا۔

الداریہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھی، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو مدینہ طیبہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے اسے اس میں مرنا چاہیے۔ جو اس میں مرے گا میں اس کا قیامت کے دن شہید یا شفیع ہوں گا۔

اس حدیث کو الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عورت بھی الصمیتہ ہی ہے لیکن وہ بنی لیث سے ہیں اور یہ بنی عبدالدار سے۔

ایک یتیم عورت سے مروی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی کہ آپ نے فرمایا:

''جو مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہے، اسے مدینہ طیبہ میں مرنا چاہیے۔ جو مدینہ طیبہ میں مرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع یا شہید ہوں گے۔''

اس حدیث کو الطبرانی نے صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا))

(اخرجہ الترمذی (3917) وابن ماجہ (3112) واحمد (102/2) والبیہقی فی الشعب (398/3)

''جس آدمی کو مدینہ میں فوت ہونے کی توفیق ہو تو وہ مدینہ میں فوت ہو کیونکہ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینہ میں دفن ہوگا۔''

یہ حدیث حضرت صمیہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (اخرجہ البیہقی فی العشب (497/3) وابن حبان فی صحیحہ (1032)

اور سبیعہ اسلمیہ سے بھی۔ (اخرجہ البیہقی فی الشعب (498/3) والطبرانی فی الکبیر (294/24)

ایمان کا مرکز مدینہ منورہ ہے:

مدینہ طیبہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت واکرام بخشا ہے کہ ایمان اس میں پھیلا اور اس کے ذریعے تمام زمین پر پھیلا، پھر آخر میں اسی شہر کی طرف لوٹ آئے گا، جب بھی ایمان لوگوں کے دلوں میں کمزور ہوگا مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئے گا تاکہ نئی

Marfat.com

زندگی اور تازگی حاصل کرے۔ حتیٰ کہ یہ اسلام کے شہروں میں سے آخری شہر ہوگا، ایمان کا معاملہ سانپ جیسا ہوگا کہ کبھی اسے کوئی حادثہ لاحق ہوتا ہے تو وہ اپنی بل کی طرف لوٹ آتا ہے تاکہ آرام وسکون حاصل کرے، پھر نکلتا ہے جبکہ اس کی زندگی اور نشاط تازہ ہو چکی ہوتی ہے۔ اس چیز کا مشاہدہ آج بھی ہو رہا ہے، ایمان کی بقاء مدینہ طیبہ میں ہے کیونکہ یہی مقدس شہر اس کا مستقر، ملجا اور پناہ گاہ ہے، سانپ کیلئے بل ہوتی ہے، جب چاہتا ہے اپنی بل میں گھس جاتا ہے۔

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الايمان ليارز الى المدينة، كما تارز الحية الى جحرها))

(البخاری 27/3، ومسلم فی الایمان (233)، وابن ماجۃ (3111)، واحمد 286/2، 396)

''(قرب قیامت) ایمان مدینہ کی طرف ایسے سمٹے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹتا ہے۔''

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بدء الاسلام غريباً و سيعود كما بدا فطوبىٰ يومئذ للغرباء والذى نفس ابى القاسم بيده ان الايمان ليارز الى المدينة كما تارز الحية الى حجرها))

''اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور عنقریب اجنبی ہو جائے گا جیسے ابتداء میں اجنبی تھا، مبارک ہو اس دن اجنبیوں کے لئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم (محمد) کی جان ہے! ایمان مدینہ میں یوں سمٹ جائے گا جیسے سانپ بل میں سمٹ کر داخل ہو جاتا ہے۔''

اس حدیث کو الدورقی نے مسند سعد میں اور ابن مندہ نے الایمان میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

یہ بھی وارد ہے کہ ایمان دو مسجدوں میں سمٹ جائے گا یعنی مکہ اور مدینہ میں، اور اس میں شک نہیں کہ مدینہ طیبہ اس حدیث میں داخل ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان الايمان ليار انى المدينة كمار تارز الحية الى جحرها)) (بخاری و مسلم)

''ایمان مدینہ طیبہ میں یوں سمٹ کر داخل ہوگا جیسے سانپ سمٹ کر اپنی بل میں داخل ہوتا ہے۔''

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایمان مدینہ طیبہ میں یوں سمٹ جائے گا جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ کر چلا جاتا ہے۔''

اس حدیث کو البزار اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

مدینہ طیبہ ایمان کی بل، اس کا مستقر اور پناہ گاہ ہے۔ ایمان جب بھی کمزور ہوگا یا تھک جائے گا تو مدینہ طیبہ میں اس کی تجدید ہوگی جس طرح سانپ کی چستی اور نشاط بل میں تازہ ہو جاتی ہے۔ فی جحرھا سے اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔

دوسرا مفہوم یہ کہ ایمان جس طرح ابتداء میں چند لوگوں میں تھا پھر پھیل گیا اسی طرح فتنوں کے ظہور کے وقت یہ تمام زمین سے سمٹ کر مدینہ طیبہ میں آجائے گا جس طرح پہلے تھا۔ سابقہ روایات اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''(وہ وقت) قریب ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ کے اندر محصور کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کی آبادی سرح سلاح نامی مقام سے آگے نہیں ہوگی۔''

Marfat.com

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث 4250 رقم الصفحہ 97 الجزء الرابع' مطبوعہ دار الفکر' بیروت۔ صحیح ابن حبان' رقم الحدیث 6771 رقم الصفحہ 174 الجزء 15 مطبوعہ موسۃ الرسالۃ' بیروت۔ المستدرک علی الصحیحین' رقم الحدیث 8560 رقم الصفحہ 556 الجزء الرابع مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ معجم ما استعجم' رقم الصفحہ 744 الجزء الثالث مطبوعہ عالم الکتب' بیروت۔ معجم ما استعجم رقم الصفحہ 6432 رقم الصفحہ 276 الجزء السادس' مطبوعہ دار الحرمین' القاهرة۔ المعجم الصغیر' رقم الحدیث 873 رقم الصفحہ 113 الجزء الثانی مطبوعہ دار عمار' عمان۔ الکامل فی ضعفاء الرجال' رقم الصفحہ 128 الجزء الثانی مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''(وہ وقت) قریب ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ کے اندر محصور کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کی آبادی سرح سلاح نامی مقام سے آگے نہیں ہوگی۔''

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث 4250 رقم الصفحہ 97 الجزء الرابع' مطبوعہ دار الفکر' بیروت۔ صحیح ابن حبان' رقم الحدیث 6771 رقم الصفحہ 174 الجزء 15 مطبوعہ موسۃ الرسالۃ' بیروت۔ المستدرک علی الصحیحین' رقم الحدیث 8560 رقم الصفحہ 556 الجزء الرابع مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ معجم ما استعجم' رقم الصفحہ 744 الجزء الثالث مطبوعہ عالم الکتب' بیروت۔ معجم ما استعجم رقم الصفحہ 6432 رقم الصفحہ 276 الجزء السادس' مطبوعہ دار الحرمین' القاهرة۔ المعجم الصغیر' رقم الحدیث 873 رقم الصفحہ 113 الجزء الثانی مطبوعہ دار عمار' عمان۔ الکامل فی ضعفاء الرجال' رقم الصفحہ 128 الجزء الثانی مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور عنقریب اجنبی ہو جائے گا جیسے ابتداء میں اجنبی تھا۔ وہ مسجدوں میں چلا جائے گا جیسے سانپ اپنی بل میں چلا جاتا ہے۔''

اس روایت کو مسلم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن ابی وقاص سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایمان ابتداء میں اجنبی تھا، پھر پہلے کی طرح اجنبی ہو جائے گا۔ ان اجنبیوں کو خوشخبری ہو جب لوگ بدعقیدہ ہو جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے! ایمان ان دو مسجدوں (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں داخل ہو جائے گا جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ کر داخل ہو جاتا ہے۔''

اس حدیث کو احمد، بزار اور ابویعلی نے صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان نصوص کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ایمان جیسے مکہ اور مدینہ میں ابتداء اجنبی تھا پھر حجاز میں پھیل گیا، تو آخر زمانہ میں بھی ایمان حجاز میں سمٹ جائے گا، اس کے بعد ان دو شہروں میں بند ہو جائے گا، پھر کعبہ کے خراب ہونے کے بعد صرف مدینہ میں رہ جائے گا، کیونکہ یہ اسلام کے شہروں میں سے آخری خراب ہونے والا شہر ہوگا اور اس میں مزینہ کے دو چرواہے غش کھا کر مریں گے۔

ایمان مدینہ میں سمٹ جائے گا تا کہ نئی زندگی حاصل کرے، اس کی نشاط اور قوت واپس آ جائے گی اور ایمان والا قوی اور طاقتور ہو جائے، یہ اس وقت ہوگا جب صاحب ایمان کا ایمان کمزور ہو جائے گا، اور یہ حقیقت ہے کہ ایمان صاحب ایمان کے دل میں کمزور اور پرانا ہو جاتا ہے، وہ تجدید کا محتاج ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے اور یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ سے محبت کی دعائیں:

مدینہ مقدسہ کی فضیلت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے:

''اے اللہ! مدینہ طیبہ کو لوگوں کے نزدیک مکہ سے بھی زیادہ محبوب بنادے یا مکہ کی طرح اسے محبوب بنادے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا کو شرف قبولیت بخشا، حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ سے انتہائی محبت و پیار فرماتے تھے اور آپ کی یہ محبت کثرت سے آپ کے افعال و احوال میں ظاہر ہوتی تھی۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کیلئے دعا کی:

((فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم)) (سورة ابراهيم :۳۷)

''اے اللہ! لوگوں کے دل ان (اہل مکہ) کی طرف مائل کردے۔''

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ اور مدینہ طیبہ کیلئے دعا مانگی:

''اے اللہ! دلوں کو اس کی طرف مائل کردے، اسی طرح دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مکہ کی طرح مدینہ کو محبوب بنادے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام، عراق اور یمن کی طرف دیکھا اور یہ دعا کی:

''اے اللہ! ان کے دل اپنی اطاعت کی طرف متوجہ فرمادے، ان کے علاوہ لوگوں کو ترک فرما اور ان کے علاوہ کو ساقط کردے۔''

اس حدیث کو الطبرانی نے الصغیر اور الاوسط میں صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے، سوائے علی بن بحرین بری کے کہ یہ بھی ثقہ ہے۔

ہمارے زمانہ تک یہ چیز مشاہد ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جس کا دل مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی طرف مشتاق نہ ہو اور ان کے دیکھنے کے لئے تڑپتا نہ رہتا ہو کہ کاش زندگی میں ایک لحہ کیلئے ہی زیارت نصیب ہو جائے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں ہر موسم میں حج کا سماں ہوتا ہے اور کوئی دن زائرین سے خالی نہیں ہوتا۔

حضرت زید بن ثابت کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف دیکھا اور یہ دعا کی:

''اے اللہ! ان کے دل متوجہ فرمادے۔''

پھر دوسری طرف چہرہ مبارک کیا اور دعا کی:

''اے اللہ ان کے دل متوجہ فرما۔''

اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور سعید بن منصور اور الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف دیکھا اور دعا فرمائی:

''اے اللہ! ان کے دل متوجہ فرما۔''

شام کی طرف دیکھا اور دعا کی:

''اے اللہ! ان کے دل متوجہ فرما۔''

Marfat.com

عراق کی طرف دیکھا اور اسی طرح دعا کی۔ ہر افق کی طرف دیکھا اور اسی کی مثل دعا کی، پھر یہ دعا فرمائی:
''اے اللہ! ہمیں زمین کے پھلوں سے رزق عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔''
اس حدیث کو بخاری نے الادب المفرد میں، امام احمد اور البزار نے مسلم کی شرط پر صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے، الہیثمی نے اسے حسن کہا ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کو بخار ہو گیا۔ میں ان دونوں کے پاس آئی، پوچھا:
''ابا جان! کیا حال ہے؟ اے بلال! تمہارا کیا حال ہے۔''
حضرت عائشہ فرماتی ہیں:
''جب حضرت سیدنا ابوبکر کو بخار ہوتا تو آپ یہ شعر پڑھتے:
''ہر آدمی اپنے اہل وعیال میں خوشی سے صبح کرتا ہے حالانکہ موت جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔''
جب حضرت بلال کا بخار اترتا تو آپ بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے:
''اے کاش! میں رات گزارتا وادی میں اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل گھاس ہوتی اور کیا میں کبھی مجنہ کے گھاٹوں پر وارد ہوں گا، کبھی مجھ پر شامہ اور طفیل ظاہر ہوں گے۔''
پھر فرمایا:
''اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف پر لعنت فرما جیسے انہوں نے ہمیں اپنی زمین سے اس وبائی زمین کی طرف نکال دیا۔''
حضرت عائشہ فرماتی ہیں:
''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی، ان کی کیفیت بتائی تو آپ نے یہ دعا مانگی:
((اللهم حبب الينا المدينة كما حببتنا مكة او اشد و صححها لنا و بارك لنا في صاعها و انقل حماها فا جعلها بالجحفة))
''اے اللہ! مدینہ ہمیں محبوب بنا دے جیسے مکہ ہمیں محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس کو ہمارے لئے صحیح کر دے، ہمارے لئے اس کے صاع اور مُد میں برکت دے اور اس کا بخار دور فرما اور یہ بخار جحفہ میں ڈال دے۔''
اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے مختصراً نقل کی ہے۔
بخار کو جحفہ کی طرف نقل کرنے کی دعا اس لئے فرمائی کہ وہاں یہودی رہتے تھے جیسا کہ ابن حبان وغیرہ نے بیان کیا ہے، وہ وباء اب بھی جحفہ میں باقی ہے۔ واللہ اعلم۔!
حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، پھر سقیا کے گھروں کے پاس سعد کی زمین میں پتھروں پر نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا مانگی:
''اے اللہ! حضرت ابراہیم تیرا خلیل، تیرا عبد اور تیرا نبی، اس نے اہل مکہ کیلئے دعا کی۔ میں محمد تیرا بندہ تیرا نبی اور تیرا رسول تجھ سے اہل مدینہ کیلئے اسی کی مثل دعا کرتا ہوں جیسی حضرت ابراہیم نے اہل مکہ کیلئے کی تھی، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو ان کے لئے

Marfat.com

ان کے صاع اور مد میں برکت دے، ان کے پھلوں میں برکت دے۔ اے اللہ! مدینہ طیبہ کو ہمارے لئے محبوب بنادے جیسا مکہ کو تو نے ہمارے لئے محبوب بنایا ہے اور اس کی وباء کو خم کے چشمہ میں ڈال دے، اے اللہ! میں دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان کو حرم بناتا ہوں جیسے تو نے مکہ کو حضرت ابراہیم کی زبان پر حرم بنایا۔''

اس حدیث کو احمد، الجندی، الرویانی اور سعید بن منصور نے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں رائی برابر شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور مدینہ طیبہ کو محبوب بنادیا، جس محبت کا اظہار آپ کے کئی افعال میں ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے اللہ! ہمارے لئے مدینہ محبوب بنادے جیسے مکہ محبوب ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے اور ہمارے لئے اس کو صحت بخش بنادے، اس کے صاع اور مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما، اس کے بخار کو نقل فرما کر جحفہ میں ڈال دے۔''

(بخاری ومسلم)

حضرت ابوقتادہ کی حدیث میں ہے:

''اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنادے جیسے تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا ہے اور اس کی وباء کو خم میں ڈال دے (خم جحفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے)''

اس حدیث کو احمد، الجندی، الرویانی، سعید بن منصور نے صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور بخار جحفہ کی طرف منتقل ہو گیا۔

صحابہ کرام کی تکلیف کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو مدینہ سے جحفہ کی طرف نقل کرنے کی دعا فرمائی جحفہ کو مہیعہ بھی کہا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اسے مدینہ کے رہائشیوں کے لئے صحیح فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دیا جبکہ اس سے پہلے یہی جگہ پوری زمین سے زیادہ وبائی جگہ تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خفیف سا بخار باقی رہا، یہ گناہوں کا کفارہ اور گناہوں کو صاف کرنے والا ہے، انسان خطاء کا پتلا ہے، اگر تکلیف نہ ہو تو گناہ بہت بھاری ہو جاتے ہیں اور انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں، امراض اور احزان (غم ومصیبت) گناہوں کو مٹانے والے اور انسان کو پاک کرنے والے ہیں۔

بخار کی شدت، وباء اور کثرت جس کی وجہ سے موت واقع ہوتی ہے وہ تو منتقل ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا کہ بخار آئے گا ضرور ہلکا پھلکا۔ یہ بخار بطور رحمت ہوگا، تاکہ مدینہ کے رہائشی اس کے ثواب سے محروم نہ رہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار اور طاعون میں اختیار دیا، تو آپ نے مدینہ طیبہ کے بخار کو اختیار فرمایا اور اس کا زیادہ دباؤ قباء کے علاقہ میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوعیب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبریل امین بخار اور طاعون لے کر میرے پاس آئے تو میں نے بخار کو لے لیا مگر طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا۔ طاعون میری امت کیلئے شہادت اور رحمت ہے مگر کافروں کیلئے عذاب ہے۔''

اس حدیث کو احمد، الطبرانی اور ابن سعد وغیرہم نے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بخار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے پوچھا:

''کون ہے؟''

اس نے کہا:

''بخار!''

آپ نے فرمایا:

''میں اسے اہل قباء کے پاس جانے کا حکم دیتا ہوں۔ اہل قباء بخار سے اتنی مدت دوچار رہے جتنا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔''

پھر وہ شکایت لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

''تم کیا چاہتے ہو اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے دعا کروں اور وہ تم سے اس تکلیف کو دور کر دے اور اگر تم چاہو تو تمہارے لئے یہ گناہوں سے پاکیزگی کا باعث بن جائے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ ایسا کریں گے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں۔!''

تو انہوں نے کہا:

''پھر اسے ہمارے ہاں رہنے دیں۔''

اس حدیث کو احمد، ابو یعلی ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے احمد اور ابو یعلی کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

((اللهم بارك لا هل المدينة فى مدينتهم))(الكنز (34891)، والحاكم 542/4)

''یااللہ! اہل مدینہ کے شہر میں برکت دے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

((اللهم بارك لاهل المدينة فى صاعهم ومدهم))(مسلم (495)، الكنز (34891)

''یااللہ! اہل مدینہ کے صاع اور مد (پیمانوں) میں برکت کردے۔''

اس مقدس معطر شہر مدینہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ایک عزت عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کے پھلوں میں برکت عطا فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ تھی، جیسی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کیلئے مانگی ہے میں بھی مدینہ کیلئے ایسی دعا مانگتا ہوں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سقیا کے گھروں کے قریب ٹیلے پر وضو فرمایا اور حضرت سعد کی زمین پر نماز پڑھی، پھر یوں دعا کی۔

Marfat.com

''اے اللہ! حضرت ابراہیم تیرا خلیل، تیرا عبد مکرم، تیرا نبی محتشم اس نے تجھ سے اہل مکہ کیلئے دعا کی، میں محمد تیرا بندہ، تیرا نبی تیرا رسول، میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے ویسی دعا مانگتا ہوں جیسی حضرت ابراہیم نے اہل مکہ کیلئے مانگی تھی، ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ان کے صاع، مد اور پھلوں میں برکت دے، اے اللہ! مدینہ ہمارے لئے محبوب بنا دے جیسے تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا اور اس کی وباء کو ختم کر کے کنویں میں ڈال دے۔ اے اللہ! میں دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان کی جگہ کو حرم بناتا ہوں جیسے تو نے مکہ کو حضرت ابراہیم کی زبان پر حرم بنایا۔''

اس حدیث کو احمد، الجندی، سعید بن منصور اور الرویانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

حضرت سفیان بن ابی زہیر سے مروی ہے ان کا گھوڑا عقیق میں چلنے سے عاجز آ گیا جبکہ وہ اس لشکر میں تھے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تھا تو وہ سواری لینے کیلئے لوٹ آئے، سفیان کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اونٹ کی تلاش کیلئے نکلے تو اونٹ ابوجہم بن حذیفہ العدوی کے پاس پایا۔ آپ نے اس سے سودا کیا لیکن ابوجہم نے کہا:

''حضور! میں آپ کو یہ ہرگز فروخت نہیں کروں گا، آپ یہ لے لیں، جسے چاہیں سوار فرما دیں۔''

آپ نے وہ اونٹ لے لیا، پھر آپ نکل پڑے حتیٰ کہ براہاب پر پہنچ گئے، آپ نے فرمایا:

''قریب ہے کہ عمارات یہاں تک پہنچ جائیں۔ قریب ہے شام فتح ہو، اس شہر کے لوگ آئیں۔ انہیں اس شہر کی شادابی اور خوشحالی پسند آئے، حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ اگر وہ حقیقت سمجھ لیں، پھر عراق فتح ہوگا، ایک قوم اپنے اونٹوں کو ہانکتے ہوئے اور اپنے اہل اور اپنے فرمانبرداروں کو ساتھ لئے چل پڑے گی، حالانکہ مدینہ ان کیلئے بہتر ہے اگر یہ حقیقت سمجھ لیں۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کیلئے دعا فرمائی، میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت دے، ہمارے لئے ہمارے مد میں برکت دے جیسے اس نے اہل مکہ کیلئے برکت دی۔''

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے، اس کی اصل بخاری مسلم میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کیلئے جو دعا فرمائی اس کا ذکر قرآن کریم میں دو مقامات پر ہے:

((واذ قال ابراھم رب اجعل ھذا بلداً امناً و ارزق اھلہ من الثمرت من امن منھم باللّٰہ والیوم الاخر قال ومن کفر فامتعہ قلیلاً ثم اضطرہ الی عذاب النار وبئس المصیر))

(سورۃ البقرہ:۱۲۶)

''یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس شہر والوں کو پھل عطا فرما۔''

((واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلداً امناً و اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام رب انھن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور رحیم ○ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عندبیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ○ ربنا انك تعلم مانخفی وما نعلن و ما یخفی علی اللہ من شیء فی الارض ولا فی السماء)) (ابراھیم :۳۵۔۳۸)

''اور (اے حبیب) یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے: اے میرے رب! بنا دے اس شہر کو امن والا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں

Marfat.com

کی پوجا سے بچا۔ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے تو گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو۔ پس جو میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ بے شک تو غفور و رحیم ہے۔ اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لئے تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دل شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تا کہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔"

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا چار امور میں منحصر ہے:

1: مکہ کو امن کی جگہ بنا، یہ خصوصیت مدینہ طیبہ کو بھی حاصل ہے اس کا بیان گزر چکا ہے، الحمدللہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔

2: پھلوں سے اہل مکہ کو رزق عطا کرنا، یہ عظمت و فضیلت مدینہ طیبہ کیلئے بھی ہے کیونکہ ایک تو ان کیلئے بھی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکیال، صاع اور مد میں برکت کی خبر دی۔ دوسرا یہ کہ آپ نے اہل مدینہ کیلئے بھی پھلوں سے رزق ملنے کی دعا کی ہے۔

3: لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف راغب اور مائل ہوں، یہ شرف بھی اہل مدینہ کو حاصل ہے۔

4: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ انہیں اور ان کی اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا، اگرچہ آپ کی یہ دعا عام ہے مگر اہل مدینہ بھی تو اس میں شامل ہیں۔ مدینہ طیبہ ایمان کا مستقر اور پناہ گاہ ہے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ یہاں (مکہ و مدینہ) میں اس کی پوجا کی جائے۔"

مدینہ طیبہ کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور مدینہ کے بلند مرتبہ کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ کیلئے دوگناہ دعا مانگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کیلئے مانگی تھی۔

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کیلئے دعا کی، میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں اس کے مد، صاع کیلئے اسی طرح دعا کرتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کیلئے کی تھی۔" (متفق علیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو پتھریلے کناروں کے درمیان ہے حرم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرم قرار دیا ہے جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اے اللہ! مدینہ میں دوگنا برکت فرما اور اس کے صاع و مد میں برکت عطا فرما۔

اس حدیث کو حسن سند کے ساتھ امام احمد نے روایت کیا۔ اصل حدیث صحیحین میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا پھل دیا جاتا تو آپ یہ دعا فرماتے:

"اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ، ہمارے پھلوں، ہمارے مد، ہمارے صاع میں برکت کے ساتھ برکت عطا فرما، پھر بچوں میں سے کوئی موجود ہوتا تو وہ پھل اسے عطا فرما دیتے۔"

اسے مسلم نے روایت کی۔

Marfat.com

حضرت ابوعبداللہ القراظ جن کا نام دینار تھا، انہوں نے حضرت سعد بن مالک یعنی سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! اہل مدینہ کیلئے ان کے مدینہ میں برکت عطافرما، ان کیلئے ان کے صاع میں برکت عطافرما، ان کیلئے ان کے مد میں برکت عطافرما، اے اللہ! حضرت ابراہیم تیرے عبد (مکرم) تیرے خلیل تھے اور میں تیرا عبد اور تیرا رسول ہوں، حضرت ابراہیم نے تجھ سے اہل مکہ کے لئے سوال کیا، میں تجھ سے اہل مدینہ کیلئے دعا کرتا ہوں جیسا حضرت ابراہیم نے مکہ والوں کے لئے کیا تھا اور اس کے ساتھ ایک مثل اور بھی، مدینہ طیبہ میں فرشتوں کی کثرت ہے ہر نقیب اور درے پر فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت پر مامور ہیں۔''

مدینہ طیبہ میں طاعون کا مرض اور دجال داخل نہ ہوگا، جو آدمی مدینہ طیبہ کے متعلق برا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے یوں پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

اس حدیث کو احمد، حاکم نے روایت کیا ہے، اور اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ ذہبی نے اس حکم کو قائم رکھا ہے۔ بیہقی اور ابو یعلی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ بخاری اور مسلم نے اس کے چند اجزاء نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی کی حدیث بھی آئے گی جو دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ اور اہل مکہ کیلئے مانگی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اہل مدینہ کے لئے اس کے دو مثل مانگی ہے۔ آخری احادیث مدینہ طیبہ کے لئے دعا کے دوگنا ہونے میں صریح ہیں، یہ سب برکت کیلئے ہے۔ واللہ اعلم۔

مدینہ طیبہ میں برکت مکہ سے دوگنا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہے، کیونکہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی زبان سے حرم قرار دیا اور مدینہ طیبہ کو اپنے نبی اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حرم قرار دیا اور آپ تمام رسولوں کے سردار، نبیوں کے امام، روشن پیشانیوں والوں کے قائد ہیں، حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام لوگ آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! جو برکت مکہ میں ہے اس کا دوگنا مدینہ میں عطافرما۔'' (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت ابوسعید الخدری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی:

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مد اور صاع میں برکت عطافرما اور دوگنا برکت عطافرما۔''

اس حدیث کو امام احمد نے مسلم کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اہل مکہ کیلئے دعا کی اور میں مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔ میں مدینہ طیبہ کے صاع اور مد میں اس دعا کے دوگنا اضافہ کی دعا کرتا ہوں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کیلئے دعا کی تھی۔'' (صحیح مسلم)

دونوں شہروں کی تحریم ایک ہے، پہلے کو حرم بنانے والے حضرت ابراہیم خلیل ہیں اور دوسرے کو حرم بنانے والے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اس کیلئے مکہ سے دوگنا دعا کی گئی ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ اپنے باغ کا پہلا پھل دیکھتے تو توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرما لیتے تو اس طرح دعا فرماتے:

"اے اللہ! ہمارے پھل میں برکت عطا فرما، ہمارے شہر مدینہ میں برکت عطا فرما! ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت عطا فرما، ہمارے مد میں برکت عطا فرما، اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے عبد مکرم، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے، میں تیرا عبد، تیرا نبی ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکہ کیلئے دعا کی، میں تجھ سے مدینہ کیلئے دعا کرتا ہوں، اسی کی مثل جو انہوں نے مکہ کیلئے دعا کی تھی اور اس کے ساتھ ایک مثل اور بھی۔"

پھر آپ چھوٹے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اسے عطا فرما دیتے۔ (صحیح مسلم)

مدینہ طیبہ کیلئے مکہ مکرمہ سے دوگنا زیادہ دعا ہوئی ہے یعنی اس کے پھل، مد اور صاع میں بلکہ پورے شہر میں دو دوگناہ برکت کی دعا ہوئی ہے، جب کہ مکہ کیلئے ایسی کوئی بات نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی:

"یارسول اللہ! ہمارا صاع دوسرے صاعوں سے چھوٹا ہے اور ہمارا مد دوسرے مدوں سے چھوٹا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی:

"اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے صاع اور ہمارے مد، ہمارے تھوڑے، اور ہمارے زیادہ میں برکت عطا فرما اور اس برکت کے ساتھ دو برکتیں مزید عطا فرما۔"

اس حدیث کو ابن حبان نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح ہے۔

ایک برکت کو دوہرا فرمانا اور پھر اس برکت کے ساتھ دو برکتیں عطا فرمانا، یہ سب مدینہ طیبہ میں زیادتی اور کثرت کی دلیل ہے، خواہ یہ زیادتی و کثرت دنیا اور رزق کے متعلق ہو یا آخرت کے امور کے متعلق، خواہ نیکیوں کے کئی گنا کرنے کے متعلق ہو یا کوتاہیوں کو معاف کرنے کے متعلق جیسا کہ امام الباجی نے صراحت فرمائی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلے یہاں تک کہ ہم سقیا کے پہاڑی ٹیلے پر پہنچے جو حضرت سعد بن وقاص کی ملکیت میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وضو کے لئے پانی لاؤ"

آپ نے وضو فرمایا، پھر قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور یہ دعا کی:

"اے اللہ! حضرت ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل تھے، انہوں نے اہل مکہ کیلئے برکت کی دعا مانگی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں، میں تجھ سے اہل مدینہ کیلئے دعا مانگتا ہوں کہ تو ان کے لئے ان کے مد اور صاع میں اہل مکہ کی نسبت دوگنا برکت عطا فرما اور اس برکت کے ساتھ دو برکتیں اور عطا فرما۔"

اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابن حبان نے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے صحیح کہا ہے۔ النسائی نے الکبری میں اور الطبرانی نے الاوسط میں صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کی ہے، بلکہ حضور نبی کریم نے مدینہ طیبہ کے لئے بغیر کسی حدود و قیود کے دعا فرمائی۔

حضرت ابو سعید الخدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی:

Marfat.com

''اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا، میں مدینہ طیبہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو حرم بناتا ہوں، اس میں نہ خونریزی ہوگی، نہ جنگ کیلئے ہتھیار اٹھایا جائے گا، نہ اس کے درختوں کے پتے توڑے جائیں گے مگر چارہ کیلئے۔ اے اللہ! ہمارے لئے مدینہ میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مد میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما، اے اللہ! اس برکت کے ساتھ دو برکتیں اور عطا فرما! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مدینہ طیبہ کی کوئی گھاٹی اور درہ ایسا نہیں جس پر دو ایسے فرشتے نہ ہوں جو اس کی حفاظت کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم اپنے سفر سے واپس آجاؤ۔'' (صحیح مسلم)

سابقہ احادیث میں مکہ کی نسبت مدینہ طیبہ میں دوگنا برکت کا ذکر تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اہل مدینہ کو اس سے کئی گنا زیادہ برکت بھی عطا فرمائی حتیٰ کہ چھ گنا اور دس گنا برکت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب لوگ اپنے باغ پر پہلا پھل دیکھتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کرتے، جب آپ وہ پھل قبول فرماتے تو یوں دعا دیتے:

''اے اللہ ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے لئے ہمارے شہر میں برکت دے، ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت دے، اور ہمارے لئے ہمارے مد میں برکت دے۔'' (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا دی:

''اے اللہ! اہل مدینہ کے مد میں برکت عطا فرما۔'' (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی:

''اے اللہ! ان کے لئے ان کیل (ماپنے کے پیمانہ) میں برکت دے، اور ان کیلئے ان کے صاع میں برکت دے، ان کیلئے ان کے مد میں برکت دے۔'' (متفق علیہ)

حضرت ابو سعید کی حدیث جس میں یہ دعا ہے:

''اے اللہ ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت عطا فرما، اے اللہ ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔''

اسی طرح حضرت انس کی حدیث میں تھا:

''اے اللہ! ان کے لئے ان کے مسعر اور صاع میں برکت عطا فرما۔''

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مدینہ پہنچے جبکہ وہ وبائی تھا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت بلال بیمار ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی تکلیف دیکھی تو یوں دعا کی:

''اے اللہ! ہمارے لئے مدینہ محبوب بنا دے جیسے تو نے مکہ ہمارے لئے محبوب بنایا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے اور مدینہ طیبہ کو ہمارے لئے صحیح فرما دے، اے اللہ! ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور اس کے وبائی بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔'' (صحیح مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی:

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور اس برکت کے ساتھ دو برکتیں اور عطا فرما۔''

Marfat.com

کثرت سے ایسی احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں جن میں آپ سے صاع، مد، ثمر اور مکیال میں برکت کی دعا کا ذکر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! ہمارے لئے، ہمارے شہر، ہمارے صاع، ہمارے یمن اور ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔''

پھر آپ نے مشرق کی طرف چہرہ مبارک کیا اور فرمایا:

''اس طرف سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا یہاں سے زلزلے آئیں گے۔''

اس حدیث کو امام احمد اور الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف دیکھا اور دعا کی:

''یا اللہ! ان کے دلوں کو متوجہ کر دے اور ہمارے صاع اور ہمارے مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما۔''

اس حدیث کو ترمذی، امام احمد، سعید بن منصور اور الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''یہاں برکت کا معنی نمو اور زیادتی ہے اور یہ ثبات اور لزوم کے معنی میں ہے۔''

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''بعض علماء نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دعا دینی برکت کیلئے ہو یعنی ان مقادیر میں برکت ہو جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے یعنی زکوٰۃ و کفارات وغیرہ یعنی جس طرح شریعت کا حکم باقی ہے اس طرح ان کی زکوٰۃ و خیرات میں بھی بقاء و ثبات رہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دینوی برکت مراد ہو، یعنی ان مقداروں اور پیمانوں میں برکت عطا فرما جو مدینہ طیبہ کے علاوہ کسی دوسری شہر میں نہیں ہوتی یا اس برکت کا مرجع ان پیمانوں کے ساتھ تصرف کرنا ہو جیسے کثرت تجارت اور کثرت نفع اور ان پیمانوں کے ساتھ جو چیزیں، غلہ، پھل وغیرہ پیمائش یا وزن کی جاتی ہیں ان سے زیادتی ہو یا تنگ دستی اور فقر کے بعد مسلمانوں کی زندگی میں کثرت وسعت کی وجہ سے اس پیمانہ میں اضافہ ہو، جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات عطا فرمائیں، اپنے فضل سے ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے اور ان کو سرسبز و شاداب علاقوں کا مالک بنا دیا جیسے شام، مصر، عراق وغیرہ، حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کی طرف کثرت سے مال آنے لگا، زندگی خوشحال ہوگئی حتیٰ کہ اس پیمائش اور وزن کے آلہ میں ہی برکت پیدا ہوگئی اور ان کا مد بڑھ گیا اور وہ مد ہاشمی بن گیا۔ اس مد میں حضور کے زمانہ کے دو یا ڈیڑھ مد آتے تھے۔ یہ تمام صورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت کا ثمر تھیں۔''

امام نووی فرماتے ہیں:

''اس تمام صورتحال سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفس مکیال (آلہ پیمائش) میں برکت ہوگئی تھی کیونکہ مدینہ طیبہ کا مدا تنے آدمیوں کیلئے کفایت کرتا تھا جبکہ مدینہ طیبہ کے علاوہ کسی شہر میں وہ مدا تنے آدمیوں کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ واللہ اعلم۔''

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کے مکیال صاع، مد اور پھلوں میں برکت عطا فرمائے۔ آپ نے مدینہ طیبہ کے لئے برکت کی دعا کو عام فرمایا: کیونکہ آپ نے مدینہ طیبہ کیلئے برکت کی دعا مانگی تو یہ تمام چیزوں میں برکت کو شامل ہوگی۔ یہ پھل، کیل اور صاع کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر چیز کو شامل ہے۔ واللہ اعلم۔!

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا میں مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو حرم بناتا ہوں، اس میں نہ خونریزی ہوگی، نہ جنگ کیلئے ہتھیار اٹھایا جائے گا، نہ درختوں کے پتے گرائے جائیں گے، سوائے چارہ کے۔ اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے مد میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے مد میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت دے! اے اللہ! اس برکت کے ساتھ دو برکتیں مزید عطا فرما۔!'' (صحیح مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ کی احادیث گزر چکی ہیں، جس میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! اہل مدینہ کے لئے ان کے مدینہ میں برکت عطا فرما، ان کے لئے ان کے صاع میں برکت عطا فرما، ان کے لئے ان کے مد میں برکت عطا فرما۔''

اس حدیث کو احمد اور الحاکم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی تصدیق کی ہے، ابو یعلی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے، بخاری، مسلم نے ان کے اجزاء روایت کئے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں تھا کہ لوگ جب اپنے باغ کا پہلا پھل دیکھتے تو توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آتے، جب آپ قبول فرماتے تو یہ دعا دیتے:

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما، ہمارے لئے ہمارے ساع میں برکت عطا فرما، ہمارے لئے ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔'' (صحیح مسلم)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث گزر چکی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دعا مانگتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔''

اس حدیث کو امام احمد، الطبرانی نے الاوسط میں ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ کہ اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت دے، کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی ذات میں برکت دے، یہ برکت دنیویہ، اخرویہ، حسیہ، معنویہ ہر برکت کو شامل ہے، مُد، صاع اور ثمر میں برکت کا ذکر بھی موجود ہے۔

مدینہ طیبہ کو یہ برکت بھی حاصل ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ انہیں زمین کے پھلوں سے رزق عطا ہو، حالانکہ اس کی اپنی زمین پر پھل نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی دعا فرمائی، بحمد اللہ تعالیٰ اس قبولیت کا مشاہدہ ہر کس و ناکس کر رہا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے یمن کی طرف دیکھا اور دعا فرمائی، ہر افق کی طرف دیکھا اور اسی طرح دعا فرمائی۔ پھر یہ دعا کی:

''اے اللہ! ہمیں زمین کے پھلوں سے رزق عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔''

Marfat.com

اس کو بخاری نے الادب المفرد میں، امام احمد، البزار نے مسلم کی شرط پر صحیح کے رجال کے ساتھ روایت کیا ہے، الہیثمی نے اسے حسن کہا ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں اس دعا کی قبولیت کا ملاحظہ ہم اپنے زمانہ میں بھی کر رہے ہیں کیونکہ اہل مدینہ امریکہ، کینیڈا، برازیل، یورپ، افریقہ، ایشیاء، جنوب مشرق ایشیاء کی زمینوں کے پھل، گوشت، انڈے اور مرغیاں کھا رہے ہیں جو سبزیوں اور پھلوں کے بازار میں جائے تو حیران رہ جائے کیونکہ وہ ایسے ایسے پھل دیکھے گا جن کے اسے نام بھی نہ آتے ہوں گے، وہ سب کے سب دور دراز کے مختلف علاقوں سے آئے ہیں۔ الحمد للہ تعالیٰ شاید جتنی کثرت سے مختلف قسم کے پھل مدینہ طیبہ میں پائے جاتے ہیں وہ دنیا کے کسی دوسرے شہر میں نہ پائے جاتے ہوں۔

مدینہ طیبہ کی برکت کا ایک مظاہرہ یہ ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو کیلئے اور دو آدمیوں کا کھانا چار کیلئے کافی ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایک کا کھانا دو آدمیوں کے لئے کافی ہے، دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہے، چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو کا کھانا تین کیلئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔'' (متفق علیہ)

حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ کی احادیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جو کھانا چار کے لئے کافی ہوگا، وہ تین کے لئے بدرجہ اولیٰ کافی ہے۔ جو کھانا زیادہ کیلئے کافی ہوتا ہے وہ کم کیلئے بدرجہ اولیٰ کافی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

حضرت عبداللہ بن عمر اپنے باپ عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں قیمت بہت چڑھ گئی، انتہائی مشقت کا دور تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صبر کرو اور خوشیاں مناؤ! میں نے تمہارے صاع اور مد میں برکت کی دعا کی ہے۔ کھاؤ اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ بے شک ایک آدمی کا کھانا دو کیلئے کافی ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کیلئے کافی ہے، چار کا کھانا پانچ اور چھ کیلئے کافی ہے، بے شک جماعت میں برکت ہے، جو مدینہ طیبہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے لئے گواہی دوں گا۔''

اس حدیث کو ابن ماجہ نے مختصر روایت کیا ہے اور یہ الفاظ البزار کے ہیں، الہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

میں (مصنف) کہتا ہوں، ایسا نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں عمرو بن دینار قہرمان آل زبیر ہے، جو ضعیف ہے، بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں لی، لیکن حدیث کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے قوت حاصل ہو جاتی ہے، پس یہ حسن ہوئی، اس حدیث کی اصل صحیح ہے۔ الحافظ نے ترغیب وترہیب میں جید سند لکھا ہے۔

البوصیری نے مصباح الزجاجہ میں لکھا ہے کہ یہ عمرو بن دینار کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے، اس کی اصل صحیحین وغیرہما میں جابر بن عبداللہ کی حدیث ہے، اس کی شاہد سمرہ بن جندب کی حدیث ہے، البزار نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور الطبرانی نے الاوسط میں ابن عمر کی حدیث روایت کی ہے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ اور نیکی کا ثواب:

مدینہ طیبہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں اعمال کا اجر ہزار گنا تک بڑھ جاتا ہے، جبکہ مسجد حرام کے علاوہ کسی شہر میں اتنا اجر نہیں ہوتا۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

''مکہ مکرمہ کے بعد زمین کا کوئی خطہ مدینۃ الرسول سے افضل نہیں ہے، اس میں اعمال کا اجر کئی گنا ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری اس مسجد کی نماز مسجد حرام کے علاوہ ہر جگہ کی نماز سے ہزار درجہ بہتر ہے۔''

اسی طرح مدینہ طیبہ میں ہر عمل کی یہی صورتحال ہے۔

الامام زبیدی شارح احیاء العلوم فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدینہ میں اعمال کی فضیلت نماز کی فضیلت کی طرح ہے، ہر عمل ہزار عمل کے برابر ہے۔

امام غزالی اور علامہ زبیدی کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری مسجد کی نماز دوسری جگہوں سے ہزار درجہ افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ میری مسجد کا رمضان دوسری مساجد کی نسبت ہزار رمضان کے مہینہ سے افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے۔''

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، السیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔ ابن عمر کی حدیث اس کی شاہد ہے، حدیث بلال بن الحارث جو الطبرانی کی الکبیر میں الضیاء نے المختارہ میں الدیلمی اور ابن عساکر نے نقل کی ہے۔ اس کی شاہد ہے، امام سیوطی نے اسے صحیح کہا ہے، مگر اسی پر اعتراض کیا گیا ہے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس کی بہترین شاہد حدیث ابی ہریرہ اور ابن عمر ہے جو صحیحین میں ہے، اس میں ہزار درجہ نماز کا ذکر ہے، یہ حدیث کثرت اسانید کی وجہ سے حسن ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ۔!

حاضری مدینہ کے آداب:

یہاں مدینہ طیبہ کے آداب ذکر کیے جاتے ہیں جن کا کرنا مستحسن ہے کیونکہ ان آداب کا اہتمام ہمارے سلف صالحین نے کیا ہے۔ بعض اداب کے متعلق تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے نص بھی موجود ہے۔

مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران ہتھیار اور آلات حرب اتار کر رکھ دینا مستحب ہے۔ یہ سب تعظیم نبی و تعظیم شہر نبی کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ نافع العبدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت منذر کے ساتھی ہتھیاروں سمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سلام نیاز پیش کیا مگر منذر (اشج) نے اپنے ہتھیار اتارے، میلے کپڑے اتارے، داڑھی پر تیل لگایا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو پسند فرمایا۔

مدینہ منورہ کیونکہ شہر پیغمبر ہے اس لیے اس میں لڑنا جھگڑنا جرم پر جرم ہے۔

Marfat.com

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:
''کسی شخص کیلئے مدینہ میں جنگ کے لئے ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے۔''

اس حدیث کو امام احمد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کی اصل صحیح میں ہے اور اس شواہد بھی ہیں۔

جب کوئی شخص مکہ مکرمہ کی جانب سے حج کرنے یا عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ آئے تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ ذی الحلیفہ اترے، اگر دن ہو تو دو رکعت نماز نفل ادا کرے اور اگر رات ہو تو یہاں رات گزارے، پھر صبح کو دن کے وقت مدینہ طیبہ میں داخل ہو۔

چنانچہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکلتے تو مسجد الشجرہ میں نماز ادا فرماتے، پھر جب واپس تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں وادی کے بطن میں نماز پڑھتے اور صبح تک یہاں رہتے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ایک راستہ سے نکلتے اور دوسرے راستہ سے داخل ہوتے جیسے عید کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں اترتے اور نماز ادا فرماتے اور یہیں رات گزارتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بڑی دقت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اتباع کرتے تھے، یہ حضرت ابن عمر کی عظمت ہے اور عشق و محبت نبی کا اظہار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحلیفہ کی پتھریلی زمین میں اونٹ بٹھایا اور نماز ادا فرمائی۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا کرتے تھے۔

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحلیفہ کے مقام پر مسجد کی جگہ میں درخت کے نیچے قیام فرماتے تھے، جب کبھی حج کرتے یا عمرہ کرتے تھے اور جب کسی غزوہ یا حج وغیرہ سے اس راستہ پر واپسی ہوتی تو آپ وادی کے بطن میں اترتے، جب وادی کے بطن سے نکلتے تو وادی کے مشرقی کناروں پر پتھریلی جگہ پر اونٹ بٹھاتے اور صبح تک یہاں ہی رات گزارتے، پتھروں کے ساتھ والی مسجد کے پاس یا اس ٹیلا پر رات نہ گزارتے جس پر مسجد قائم ہے، وہاں ایک نہر تھی جس کے کنارے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھتے تھے، اس کے بطن میں ٹیلے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں نماز پڑھتے تھے، سیلاب نے پتھروں کو ہموار کر دیا حتیٰ کہ اس جگہ کو ڈھانپ دیا جہاں حضرت عبداللہ نماز پڑھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل قصداً اور ارادۃً تھا۔

جو شخص مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو اس کیلئے سنت ہے کہ وہ عمدہ لباس پہنے، سفر کے آثار زائل کرے اور اگر خوشبو پاس ہو تو وہ بھی لگائے، پھر مدینہ میں داخل ہو۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا اور اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے۔''

حضرت منذر رضی اللہ عنہ جب مدینہ حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور سفر کے کپڑے اس میں رکھ دیئے، پھر بن سنور کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ (بزار، بیہقی بسند حسن)

Marfat.com

امام مالک علیہ الرحمۃ مسجد میں آواز بلند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وصال سے پہلے اور بعد برابر ہے (لہذا اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن (قبر مبارک) کے پاس اونچی آواز سے بات نہیں کی جاسکتی)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض)) (سورۃ الحجرات :۲)

''اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔''

سنت یہ ہے کہ جب انسان مدینہ طیبہ سے سفر کرے تو جس راستہ سے جائے، واپس اس راستہ سے نہ آئے اور جس راستہ سے نکلا تھا اس راستے سے اس میں داخل نہ ہو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا، لیکن اگر دوسرا راستہ مشکل ہو یا دوسرا راستہ ہی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ایک راستہ سے نکلتے اور دوسرے راستہ سے داخل ہوتے۔ آپ ہمیشہ مدینہ منورہ میں ایسا کرتے جیسا کہ عید کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے راستہ سے نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے۔ آپ مکہ کی طرف نکلتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے اور جب واپس تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں وادی کے بطن میں نماز پڑھتے اور صبح تک وہاں ہی رہتے۔

مکہ مکرمہ میں بھی اسی طرح کا معمول ہے کہ اس میں بھی ہمیشہ ایک راستہ سے داخل ہونا اور دوسرے راستہ سے نکلنا سنت ہے۔ واللہ اعلم۔

زائر کے لیے لازم ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے لگے تو اچھی طرح غسل کرے اور بہترین کپڑے پہنے۔

چنانچہ امام زرکشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔''

یہ قول ابوبکر الخفاف نے اپنی کتاب الخصال میں ذکر کیا ہے اور امام نووی نے مناسک میں اس کی تصریح کی ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا اور اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے۔''

حضرت الزارع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وفد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ہم تو جلدی جلدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے مگر حضرت منذر نے اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور سفر کے کپڑے اس میں رکھ دیئے، پھر بن سنور کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اشج! تجھ میں ایسی دو خصلتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ خصلتیں کون سی ہیں؟''

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

''حلم اور خودی (بنا سورنا)۔''

اس حدیث کو بزار اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مدینہ منورہ میں داخلے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ مدینہ منورہ میں رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ دن کے اُجالے میں داخل ہوا جائے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ میں رات کو داخل نہ ہوتے تھے کیونکہ رات کو داخل ہونے سے منع کیا گیا تھا، اس کی دلیل حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

((فعرس ثم حتی یصبح))

''رسول اللہ ذوالحلیفہ میں رات گزارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔''

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکلتے تو مسجد الشجرہ میں نماز ادا فرماتے، پھر جب واپس تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں وادی کے بطن میں نماز پڑھتے اور صبح تک یہاں رہتے، پھر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے۔

حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں اترتے، نماز ادا فرماتے اور یہیں رات گزارتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہ ہونا اور پیدل چلنا مستحب عمل ہے۔

امام الزرکشی نے امام مالک کے متعلق لکھا ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے تھے، آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا:

''میں اس شہر میں سوار ہو کر چلنا نہیں چاہتا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلے ہیں۔''

مدینہ طیبہ کی حرمت و تعظیم کے لئے مدینہ طیبہ یا اس کے حرم کو دیکھنے کے وقت قادر لوگوں کا سواری سے اترنا اور پیدل چلنا مستحسن ہے۔

شیخ البدر ابن جماعہ نے کہا ہے:

''بعض لوگ مدینہ طیبہ کو دیکھ کر سواری سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلنا شروع کر دیتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ عبدالقیس کے وفد نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا تو وہ سواریوں سے اتر پڑے تھے اور آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا تھا۔ آپ کی ذات کی تعظیم آپ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری زندگی میں ضروری تھی۔''

حضرت الزارع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وفد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ (یہ ایک طویل حدیث ہے:) ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ہم تمام بے ساختہ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور آپ کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کے ہاتھ چومنے شروع کر دیئے، مگر المنذر نے اپنی سواری کو بٹھایا، پھر اس کو باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے، پھر منذر ہماری سواریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں بٹھایا اور ان کے گھٹنے باندھ دیئے، پھر اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور سفر کے کپڑے اس میں رکھ دیئے، پھر بن سنور کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اشج! تجھ میں ایسی دو خصلتیں ہیں جنہیں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ خصلتیں کون سی ہیں؟''

آپ نے فرمایا:

''حلم اور خودی۔''

اس حدیث کو بزار اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نافع العبیدی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو الطبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں نقل کی ہے، اس میں یہ زیادتی ہے کہ باقی وفد کے تمام لوگ ہتھیاروں سمیت گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام نیاز پیش کیا مگر منذر (اشج) نے اپنے ہتھیار اتارے، میلے کپڑے اتارے، داڑھی پر تیل لگایا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے کپڑے پہنے اور بننے سنور نے پر اشج کو کوئی تنبیہ نہیں فرمائی، بلکہ ان کے اس عمل پر آپ نے ان کی تعریف فرمائی۔

اشج العصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عبدالقیس کی ایک جماعت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ تمام لوگ آپ کی زیارت کیلئے آئے تھے۔ جب وہ پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دکھائے گئے تو انہوں نے اپنی سواریاں بٹھائیں اور جلدی جلدی سفر کا لباس پہنے آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اشج ٹھہر گئے اور اپنے ساتھیوں کی سواریوں اور اپنے اونٹ کو باندھا، پھر اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور پہنے۔ یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔

اس حدیث کو ابویعلی اور ابوحبان نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت مزیدہ العبدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے فرمایا:

''اس طرف سے اہل مشرق کے نیک لوگوں کا ایک گروہ آرہا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ کو تیرہ سوار ملے، آپ نے انہیں خوش آمدید کہا، پھر پوچھا:

''تم لوگ کون ہو؟''

انہوں نے کہا:

''عبدالقیس کی قوم سے ہمارا تعلق ہے۔!''

پوچھا:

''کیا تم تجارت کی غرض سے یہاں آئے ہو؟''

انہوں نے کہا:

''نہیں۔''

پھر پوچھا:

''تم یہ تلواریں بیچنے آئے ہو؟''

Marfat.com

انہوں نے کہا:
"نہیں۔"
پھر پوچھا:
"کیا تم اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملاقات کے لئے یہاں آئے ہو۔؟"
انہوں نے کہا:
"ہاں۔!"
حضرت عمران باتیں کرتے ان کے ساتھ چل پڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت عمر نے کہا:
"وہ ہیں جن کی ملاقات کیلئے تم آئے ہو۔"
وہ تمام اپنی سواریوں سے اتر پڑے، کچھ تیز چلنے لگے، کچھ دوڑنے لگے، کچھ آہستہ آہستہ چلے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو ہر ایک نے آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا اور قریب ہی بیٹھ گئے، مگر اشج جو تمام لوگوں سے عمر میں چھوٹے تھے وہ پیچھے رہ گئے، انہوں نے اونٹوں کو بٹھایا، ان کو باندھا، قوم کا سامان جمع کیا، پھر بڑے پروقار انداز اور عقیدت وادب کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کر کے آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا:
"اے اشج! تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔"
اس حدیث کو الطبرانی، ابویعلی، بیہقی نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا۔

☆☆☆

باب نمبر 16:

محبت رسول کا تقاضہ...... مسجد نبوی سے محبت اور اس کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی مسجد سے محبت کی جائے اور اس کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے۔

فضائل وزیارت مسجد نبوی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے:
"لوگ تین مسجدوں کے لئے سفر اختیار کریں۔ ایک میری مسجد، دوسری مسجد حرام اور تیسری مسجد اقصیٰ۔"
پھر آپ نے فرمایا:
"میری مسجد میں ادا کی گئی ایک نماز مسجد الحرام کے سوا باقی تمام مساجدوں کی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔"
اس حدیث شریف کی رو سے مسجد نبوی میں نماز کی اہمیت وفضیلت کا علم ہوتا ہے۔
((لا تشد الرحال الاالی ثلاثة مساجد، المسجد الحرام والمسجد الاقصی، مسجدی هذا))

Marfat.com

"نہ کجاوے کسو سوائے تین مساجد کے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (نبوی)۔"
یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے متعدد طریق ہیں۔ اس کو روایت کرنے والے صحابہ کرام درج ذیل ہیں:

1: حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔
2: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔
3: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔
4: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔
5: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔
6: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
7: حضرت ابو الجعد الضمری رضی اللہ عنہ۔
8: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ۔
9: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ۔
10: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے درج ذیل محدثین نے یہ حدیث روایت کی:

1: امام بخاری 63/3۔
2: امام مسلم: 976/2۔
3: ترمذی: 128/2 اور کہا حسن صحیح ہے۔
4: ابن ماجہ 452/1۔
5: احمد 34/3، 45، 51۔
6: ابو یعلیٰ 338/2۔
7: حمیدی 330/2۔
8: ابن ابی شیبہ 274/2۔
9: ابن حبان 71/3۔
10: مشکل الآثار 242/1۔
11: بیہقی السنن الکبریٰ 82/10۔
12: ابو الشیخ فی طبقات المحدثین با صبہان 221/2۔
13: ابو نعیم فی ذکر اخبار اصبہان 85/1۔
14: الطبرانی فی المعجم الاوسط 103/3۔

Marfat.com

15: خطیب فی تاریخ بغدادی 195/11۔

16: الواسطی فی فضائل بیت المقدس 6۔

17: والبغوی شرح السنۃ 336/2۔

☆: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت درج ذیل محدثین نے تخریج کی ہے:

1: امام احمد۔مسند امام احمد: 350/3

2: السنن الکبری للنسائی۔

3: تحفۃ الاحوذی: 341/2۔

4: عبد بن حمید (المنتخب ص 197 رقم 1097)

5: مسند ابی یعلی: 182/4-183۔

6: صحیح ابن حبان: 495/4۔

7: المعجم الاوسط الطبرانی 415/1۔

8: الحضرمی تاریخ علماء مصر 107۔

9: قاسم بن قطلوبغا (عوالی اللیث 35)

☆: حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت کودرج ذیل محدثین نے روایت کیا:

1: ابن حبان (الثقات 459/8)

2: طبرانی (مسند الشامیین، حدیث نمبر 1538)

3: عقیلی (الضعفاء، 259/3)

4: ضیاء المقدسی (الفضائل بیت المقدس، حدیث نمبر 5)

☆: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کودرج ذیل محدثین نے تخریج کیا:

1: ابن ماجہ 452/1۔

2: مشکل الآثار للطحاوی: 242/1۔

3: مسند الشامین الطبرانی: 309/2)

4: اخبار مکہ للفاکھی: 99/2۔

5: تاریخ للیعقوب بن سفیان الفسوی 295/2۔

☆: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کوطبرانی اوسط (8/ل 2/21) میں اور (صغیر 173/1) میں اور ضیاء المقدسی نے فضائل بیت المقدس (حدیث نمبر 6) میں بیان کیا۔

☆: حضرت ابوالجعد رضی اللہ عنہ کی روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے:

Marfat.com

1: بزار (کشف الاسناد:4/2)۔

2: مشکل الآثار للطحاوی:244/1۔

3: المعجم الکبیر (للطبرانی:366/22)۔

4: فضائل بیت المقدس الضیاء المقدسی (نمبر 5)

☆: حضرت واثلہ کی روایت کو الضیاء المقدسی نے (فضائل بیت المقدس نمبر 9) روایت کیا ہے۔

☆: حضرت مقدام اور ابو امامہ کی روایت کو امام ابو نعیم الاصبہانی نے الحلیۃ:308/9 میں درج کیا ہے۔

☆: حضرت عمر کی روایت کو بزار نے مسند البزار، البحر الذخار:291/2-292) میں روایت کیا۔

مسجد نبوی ۲۴ درجہ، ۲۸ منٹ، ۵ سیکنڈ اور ۳۵ء۰ عرض البلد اور ۳۱ درجہ، ۳۶ منٹ، ایک سیکنڈ اور ۶۱ء۰ طول البلد پر واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۵۹۷ میٹر کی بلندی پر اک ہالہ بدر اور جوہر بدار کی مانند شہر مدینہ منورہ کے قلب میں چمک رہی ہے۔ یہ ضیائے اسلام کا ایسا منبع و مصدر ہے جس سے شعائیں پھوٹ کر سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔

وہ قطعہ زمین جس پر مسجد تعمیر ہوئی ہے پہلے دو یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی جس پر وہ کھجوریں سکھانے کا کام کرتے تھے۔ اسعد ابن زرارہ انصاری ان دونوں یتیم لڑکوں کے ولی اور سرپرست تھے۔ یہ نافع بن عمر بن ثعلبہ بن النجار کے لڑکے تھے جن کے نام سہیل و سہل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کیلئے یہ زمین ان سے خرید فرمائی تھی۔ پہلے اس جگہ کھجوروں کے جھاڑ تھے جن کے نیچے مشرکین کی قبریں تھیں جو ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درختوں کو کاٹنے، قبروں کو مسمار کرنے اور ملبے کو صاف کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ زمین کو صاف کر کے اس کی سطح ہموار کی گئی تاکہ اس پر تعمیر شروع کرائی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ مسجد دو مرتبہ تعمیر ہوئی۔ سب سے پہلے ہجری کے سال اول (۶۱۲ء) میں جب مسجد کا رقبہ ۸۵۰ء۵ مربع میٹر اور اس کی اونچائی ۹ء۲ میٹر تھی۔ دوسری بار فتح خیبر کے سات سال بعد ہوئی۔ اہل اسلام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد کی توسیع کا کام دوبارہ شروع کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازی اس میں جگہ پاسکیں۔ اس طرح مسجد کا رقبہ ۲۰۲۵ مربع میٹر ہو گیا۔ اس کی بنیادوں میں پتھر لگائے گئے۔ دیواریں پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئیں اور ستونوں میں کھجور کے تنے استعمال کئے گئے۔ مسجد کی اونچائی بھی بڑھ کر ۰۶ء۴ میٹر ہو گئی۔ مسجد کی چھت میں مٹی گارا استعمال کر کے کھجور کی کڑیاں ڈالی گئیں۔ چھت پر مناسب ڈھال بھی دیا گیا تاکہ بارش کا پانی آسانی کے ساتھ نالوں کے ذریعے باہر نکل جائے۔ دیگر مسلمانوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تعمیر کے کام میں ہاتھ بٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس سر مبارک پر پتھر اور اینٹیں اٹھا کر لے جاتے تھے۔

حدودِ مسجد نبوی:

آج کا زائر اس حصے کی شناخت مشکل ہی سے کر سکے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دوران تعمیر کیا گیا تھا، کیونکہ اس وقت سے اب تک متعدد بار مسجد کے مختلف حصوں کی تجدید و توسیع ہو چکی ہے۔ پھر بھی میں قارئین اور زائرین کو ان حدود مسجد سے روشناس کراتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات مبارکہ میں تھیں۔ ذیل میں ان

Marfat.com

مقامات کی نشاندہی کروں گا جہاں اس وقت دیواریں اپنی اصلی حالت میں تھیں۔

یہ دیوار محراب نبوی سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے تقریباً نصف میٹر کے فاصلے پر ہے۔ زرد رنگ کے خوبصورت موجودہ ستون جو مشرق سے مغرب تک لگے ہوئے ہیں اور منبر نبوی سے نصف میٹر کے فاصلے پر ہیں دراصل یہی جنوبی دیوار کی وہ جگہ ہے۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔

مسجد نبوی کی شمالی دیوار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی قدیم تعمیر سے تعلق رکھتی تھی عثمانی ترکوں کے عہد حکومت میں سلطان عبدالحمید کی تجدید و توسیع کے وقت نئی دیوار میں شامل کر لی گئی تھی۔ یہ دیوار موجودہ باب النساء کے شرقی عربی حصے تک پھیلی ہوئی ہے۔

یہ دیوار منبر نبوی کے جانب شرق ستون سے ۸۰ء ۱ میٹر کے فاصلے پر داہنی سمت واقع ہے۔

مغربی دیوار کا موقع شمال سے جنوب تک لگے ہوئے ستونوں والی وہ جگہ ہے جہاں بلندی پر عربی میں ''مسجد النبی'' لکھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات مبارکہ میں مسجد نبوی کی مذکورہ بالا حدود تھیں۔ صحیح احادیث میں مروی ہے کہ مسجد نبوی کی کتنی بھی توسیع کر دی جائے وہ رسول اللہ کی مسجد ہی کہلائے گی۔

ابن شبہ اور یحییٰ دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر یہ مسجد صنعاء (شمالی یمن) تک بڑھادی جائے تب بھی میری ہی مسجد کہلائے گی۔''

ایک دوسری حدیث میں ابی عمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان دونوں راویوں نے نقل کیا ہے:

''اگر ہم اس مسجد کو جنۃ البقیع تک بڑھادیں تب بھی یہ مسجد نبوی ہی کہلائے گی۔''

جنۃ البقیع وہ قبرستان ہے جو مسجد نبوی کے شرق کی جانب واقع ہے اور جہاں دس ہزار اصحاب دفن ہیں۔ اہل مدینہ منورہ بھی اس میں اپنے مردے دفن کرتے ہیں۔

عہد نبوی میں مسجد کے دروازے:

مسجد نبوی کے موجودہ تمام دروازے جو آج نظر آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے نہیں ہیں۔ اب ان کا موقع و محل تبدیل ہو گیا ہے۔ پھر بھی میں وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا کہ موجودہ عمارت میں قدیم دروازے کس کس جگہ واقع تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں جب یہ مسجد تعمیر فرمائی اس وقت شمال میں مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی جاتی تھیں اور اس وقت صرف مشرق، مغرب اور جنوب کی سمتوں میں تین دروازے تھے۔ جب قبلہ تبدیل کیا گیا اور مکہ معظمہ میں کعبہ کی طرف رخ کیا جانے لگا تو مسجد نبوی کے شمالی حصے میں ایک نیا دروازہ کھولا گیا اور جنوبی دروازے کو بند کر دیا گیا۔

اس دروازے کے کئی نام ہیں۔ ایک نام ''باب نبی'' ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے ہو کر

Marfat.com

گزرتے تھے۔ یہ ''باب عثمان'' سے بھی موسوم ہوا۔ اب یہ باب جبریل کے نام سے مشہور ہے۔ اگر کوئی زائر اس دروازے سے داخل ہو کر سیدھا مغرب کی طرف چلے تو راستے میں زرد رنگ کا ایک ستون پڑے گا جو ''الاغوات'' پتھر سے پہلے واقع ہے۔ جس جگہ چھت میں قندیل لٹکی ہوئی ہے اگر وہاں کھڑا ہو جائے تو زائر شرقی دروازے کے ٹھیک اسی مقام پر ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تعمیر ہوا تھا۔

قدیم زمانے میں یہ دروازہ ''باب عاتکہ'' کہلاتا تھا۔ اب یہ ''باب الرحمۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس دروازے سے داخل ہونے والا زائر اگر مشرق کی طرف سے چل کر اس گوشے کے قریب ٹھہرے جس کے اوپر ''حد مسجد النبی علیہ السلام'' لکھا ہوا ہے تو وہ غربی دروازے کے ٹھیک اس مقام پر ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔ موجودہ غربی دروازہ اس قدیم غربی دروازے کے بالمقابل ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔

یہ دروازہ اب ''باب عمر'' کے نام سے مشہور ہے اور مصلیٰ نبوی اور حجرہ مطہرہ کے درمیان جنوبی دیوار کے شرقی حصے میں واقع ہے، یاں یوں سمجھئے کہ حجرہ مطہرہ کی جالی کے غربی جنوبی گوشے میں واقع ہے۔ جب مسجد اقصیٰ کے بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا تو قدیم دروازے کو بند کر کے جانب شمال ایک نیا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

اس دروازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمالی دیوار کے اندر کھولا تھا جو جنوبی دروازے کے متوازی تھا اور قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اس کو بند کر دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کی سورت بقرۃ کی آیت نمبر ۱۴۴ ہے:

((قد نری تقلب وجھك الی السماء فلنولینك قبلة ترضھا فول وجھك شطر المسجد الحرام وحیث ماکنتم فولوا وجوھکم شطرہ))

''ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں، پس اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کرو اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہوا پنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو۔''

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد قبلہ کا رخ مسجد اقصیٰ سے کعبہ شریف کی جانب تبدیل کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے زمانے میں محراب نبوی موجود نہیں تھی۔ اموی حکمران ولید ابن عبدالملک کے عہد میں ۹۱۔۸۸ ہجری (۷۱۱۔۷۰۸ء) کے دوران عمر ابن عبدالعزیز نے پہلی مرتبہ اس کو بنوایا۔ موجودہ محراب اشرف قیتبائی کی تجدید و توسیع کی یاد دلاتی ہے۔

مصلیٰ شریف جس پر قبلہ رو ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے، محراب کے درمیان جانب غرب میں واقع ہے۔ اگر کوئی زائر وسط محراب کے بائیں چلے اور منبر شریف سے ۶ میٹر دور کھڑا ہو جائے تو وہ ٹھیک اسی مقام پر ہوگا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امت فرماتے تھے۔ اس جگہ پر عبارت لکھی ہے:

''ھذا مصلی النبی علیه السلام''

''یہ نبی کریم علیہ السلام کا مصلیٰ ہے۔''

Marfat.com

اس لئے زائر کو چاہیے کہ وہ اس موقع کو غنیمت جان کر دعا میں مشغول ہو کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(("ادعونی استجب لکم"))

"مجھ کو پکارو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔"

ایک دوسری جگہ سورت نمبر ۲ البقرہ آیت ۱۸۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واذا سئلك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوت الداع اذا دعان))

"اور جب تم سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں، منظور کر لیتا ہوں ہر پکارنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرے، سو ان کو چاہیے کہ میرے احکام قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں، تا کہ وہ لوگ رشد و فلاح حاصل کر سکیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد سے دو ماہ پہلے مسجد اقصیٰ کی بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنایا، اس سے پہلے سولہ یا سترہ مہینے تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

حافظ ابن حجر عقلانی کے بقول قبلہ تبدیل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی نماز جو نماز ظہر تھی، مسجد قبلتین میں ادا فرمائی جو مدینہ منورہ میں بنی سلمہ مقام پر واقعہ ہے۔ کعبہ شریف کے قبلہ بننے سے قبل مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرنے والے مقام کا مسجد میں کوئی نشان نہیں ملتا۔ پھر بھی میں اس جگہ کو متعین کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ مسجد میں داخل ہو کر اگر آپ اسطوانہ سیدہ عائشہ کو اپنی پشت کی طرف چھوڑ دیں اور سیدھے شمال کی جانب چلیں یہاں تک کہ باب جبریل سامنے آ جائے تو آپ اس مقام پر ہوں گے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا فرماتے تھے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مستقل مصلیٰ قائم فرمانے سے قبل اسطوانہ سیدہ عائشہ پر کئی دن تک امامت فرمائی ہے۔

مسجد نبوی کے تاریخ ساز اساطین:

مسجد نبوی کے جنوبی حصے میں جو اساطین ہیں وہ سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں سلطان عبدالمجید کی تجدید و توسیع کے وقت تعمیر کئے گئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھجور کے لٹھوں سے تعمیر فرماتے ہوئے اساطین کو تبدیل کیا گیا۔ ان میں آٹھ ستون خاص تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

اسطوانہ مطیبہ خاص مصلیٰ نبوی پر واقع ہے جس کو اسطوانہ معطرہ بھی کہتے ہیں۔ ایک صحابی سلمہ ابن الاکواع رضی اللہ عنہ کو اکثر اس مقام پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔"

اس اسطوانہ کو قبلہ کی جانب تھوڑا سا ہٹا دیا گیا ہے اور اس کا کچھ حصہ محراب نبوی کے اندر آ گیا ہے۔

اسطوانہ عائشہ مسجد نبوی کے منبر شریف، مرقد اطہر اور قبلہ کی سمت سے تیسرا ستون ہے اور اسے "اسطوانہ مہاجرین" کہتے ہیں، کیونکہ یہاں مہاجر جمع ہوتے تھے۔ اس کو "اسطوانہ قرعہ" بھی کہتے ہیں۔ طبرانی نے اپنی کتاب "الاوسط" میں حضرت

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری مسجد میں ایک ایسا بقعہ ہے کہ اگر لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں تو اتنا ہجوم کریں کہ اس جگہ نماز ادا کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنا پڑے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مقام کو مخفی رکھا تھا، لیکن حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خفیہ طور پر بتا دیا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے تبدیل ہو کر کعبہ شریف کو قبلہ قرار دیئے جانے کے بعد اور منبر شریف پر قیام فرمانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر کئی مرتبہ فرض نمازوں کی امامت فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان، عبداللہ ابن زبیر اور عامر بن عبداللہ نے بھی اس اسطوانہ پر نمازیں ادا کی ہیں۔

منبر شریف سے چوتھا، مرقد اطہر سے دوسرا اور قبلہ کی سمت سے تیسرا اسطوانہ اسطوانہ توبہ ہے۔ اسے ''اسطوانہ ابی لبابہ'' بھی کہتے ہیں، کیونکہ ابی لبابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز بنی قریظہ کے یہودیوں کو بتا دیا تھا اور انہوں نے کئی دن تک بطور سزا اپنے آپ کو اس اسطوانہ سے لٹکا کر توبہ کی تھی۔ ان کے ضمیر نے فعل پر ملامت کی اور انہوں نے کئی دن تک بغیر کھائے پیئے اپنے آپ کو اس ستون سے لٹکائے رکھا اور عہد کیا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود اپنے مبارک ہاتھ سے نہ کھولیں گے اسی طرح لٹکا رہوں گا۔ ان کی لڑکی صرف نماز کے وقت یا رفع حاجت کے لئے ان کے ہاتھ پیر کھول دیتی تھی اور پھر اس طرح ان کو باندھ کر لٹکا دیتی تھی۔ جب قرآن مجید کی ''سورۂ توبہ'' نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ستون سے کھول دیا۔

ابی لبابہ کی توبہ کے بارے میں ایک اور واقعہ بتایا جاتا ہے کہ چونکہ جنگ تبوک میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے انہوں نے اسطوانہ سے لٹک کر خود کو اس کوتاہی کی سزا دی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اسطوانہ پر نفل نمازیں ادا فرماتے تھے اور آپ بعد نماز فجر اس کے پیچھے تشریف فرما ہو کر غریب، مسکین، ضعیف اور نو مسلم لوگوں سے گفتگو فرماتے اور گزشتہ شب نازل ہونے والی وحی سے ان کو آگاہ فرماتے تھے۔

یہ حجرہ مطہرہ کی کھڑکی سے ملحق ہے اور جانب شرق اسطوانہ توبہ سے اگلا ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اسطوانہ کے قریب بستر بچھا کر استراحت فرماتے تھے۔ اسی لئے یہ اسطوانہ سریر کہلاتا ہے۔

یہ اسطوانہ توبہ کے عقب میں جانب شمال واقع ہے اور اس کو اسطوانہ علی ابن ابی طالب بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے قریب حضرت علی نمازیں ادا فرماتے تھے اور جو بیت رسول اللہ کے دروازے سے متصل ایک جگہ بطور محافظ بیٹھا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے امیروں نے اپنے اپنے زمانے میں یکے بعد دیگرے اس مقام پر نمازیں ادا کی ہیں۔

اسطوانہ محرس سے شمال کی طرف واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف فرما ہو کر قبائلی وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔ اس جگہ بہت سے صحابہ کرام نے بھی قیام کیا ہے۔

اسطوانہ مربعہ قبر کو مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ یہ حجرہ مطہرہ کے غرب میں واقع ہے۔ اکثر مورخین کے نزدیک حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ اور زوجہ حضرت علی بن ابی طالب کا مکان اس مربعہ کے سامنے واقع تھا۔

Marfat.com

یہ اسطوانہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ کے مکان کی پشت پر جانب شمال واقع ہے۔ اس میں ایک محراب ہے جس کے پاس کھڑے ہو کر مسجد نبوی کا باب جبرائیل بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنا کھجور کا مصلیٰ نکال کر حضرت سیدہ فاطمہ کے مکان کی پشت پر رکھ دیتے تھے اور اس پر نماز تہجد ادا فرماتے تھے، اسی لئے اسے مصلیٰ تہجد کہتے ہیں۔

ایک بار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صحابہ جمع تھے اور انہوں نے نماز تہجد کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ نماز نفل ہے، میں اس خوف سے کہ یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اس کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔''

منبر نبوی:

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے مکان اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

ایک دوسری صحیح حدیث میں احمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا منبر جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض کے اندر ایستادہ ہے۔''

نسائی نے بعض ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے میرے منبر کے قریب کسی مسلمان کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کیلئے جھوٹا حلف اٹھایا تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔''

اس بارے میں ایک اور حدیث بھی ہے:

''جس نے میرے منبر پر کسی معمولی سی چیز کے لئے بھی جھوٹا حلف اٹھایا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک دن خطبہ عطا فرماتے وقت تھکان محسوس ہوئی تو آپ ایک کھجور کا ٹھا لائے اور اس سے ٹیک لگالی۔ مدینہ منورہ کے ایک مسلمان (بعض روایات میں صحابیہ کا ذکر ہے) نے جب یہ دیکھا تو اس نے کہا:

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کیلئے ایک اس سے بہتر منبر بنا سکتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ اس نئی چیز کو بنا کر لائے۔''

اس شخص نے تین چار سیڑھیوں والا ایک لکڑی کا منبر تیار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران خطاب اس منبر پر تشریف فرما ہونے سے آرام ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نیا منبر استعمال فرمانا شروع کر دیا تو کھجور کا پرانا لٹھا اس طرح بے چینی کا اظہار کرنے لگا جس طرح ایک اونٹنی اپنے گمشدہ بچے کے لئے بے چین ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بے چینی محسوس فرمائی اور اس کو بغلگیر فرمالیا۔ جب اس کی بے چینی کم ہوئی تو آپ نے ایک خندق کھدوا کر اس میں اسے دفن کرنے کی ہدایت کی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ عطا فرماتے وقت منبر کی تیسری سیڑھی پر قیام فرماتے تھے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنے تو انہوں نے دوسری سیڑھی پر اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پہلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبے دیئے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی چھ سال تک حضرت عمر کی طرح نچلی سیڑھی پر

Marfat.com

کھڑے ہو کر خطبہ دیا، مگر پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیم جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔
اموی حکمران حضرت امیر معاویہ نے منبر کی سیڑھیاں جو پہلے ۳ یا ۴ تھیں، بڑھا کر چھ کر دی تھیں۔ ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) میں مسجد نبوی میں آگ لگنے سے یہ منبر جل گیا تھا۔
اس کے بعد حاکم یمن المظفر نے صندل کی لکڑی کا ایک نیا منبر بنوا کر بھیجا جو مسلسل دس سال تک استعمال ہوتا رہا۔
دس سال بعد ۶۶۴ھ (۱۲۶۸ء) میں ظاہر بیبرس البند قاری نے مصر سے ایک منبر بنوا کر بھیجا جو یمنی منبر کی جگہ استعمال ہونے لگا۔ یہ منبر ۷۹۷ھ (۱۳۹۷ء) تک استعمال ہوتا رہا۔ پھر اس کی جگہ ظاہر برقوق کے بھیجے ہوئے منبر نے لے لی۔
پھر ۸۸۰ھ (۱۴۷۸ء) میں شیخ منبر المؤید نے ایک نیا منبر بنوا کر بھجوایا۔
مسجد نبوی میں آتشزدگی کے ۶ سال بعد اہل مدینہ منورہ نے اینٹوں کا ایک نیا منبر تعمیر کر دیا۔
دو سال بعد ۸۸۸ ہجری (۱۴۸۶ء) میں اشرف قیتبائی نے سنگ مرمر کا ایک منبر بھیجا جو اینٹوں والے کو منہدم کر اس کی جگہ رکھا گیا۔
۹۹۸ ہجری (۱۵۹۳ء) میں سلطان مراد عثمانی نے ایک اور سنگ مرمر کا منبر بھیجا جو اس وقت دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ یہ منبر جمالیاتی اصول کے تحت بنایا گیا تھا اور سونے کے کام سے مزین تھا۔
اشرف قیتبائی کا منبر مسجد قباء میں منتقل کر دیا گیا اور سلطان مراد کا بھیجا ہوا منبر اس کی جگہ نصب کر دیا گیا۔ دونوں مسجدوں میں یہ منبر اب تک موجود ہیں۔

روضۂ مطہرہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:
''میرے مکان اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''
اکثر علماء و مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان یعنی حجرہ عائشہ اور منبر شریف کے درمیان جو جگہ ہے وہی باغ جنت ہے۔
سلیم متوفی نے ۹۴۵ ہجری (۱۵۴۱ء) میں سفید اور سرخ رنگ کے سنگ مرمر سے روضہ مطہرہ کے ستون بنوائے اور ان پر سونے کا کام کرایا۔ سلطان عبدالمجید نے جب مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کرائی تو روضہ اقدس کی چھت تبدیل کر دی مگر اسی سنگ مرمر سے نئے ستون تعمیر کرائے۔ امتداد زمانہ سے بعض ستونوں کا سنگ مرمر خستہ و خراب ہونے لگا۔ ان ستونوں پر جو تحریر کندہ ہے اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی یہ سنگ مرمر سے بنائے گئے تھے۔

مینار مسجد نبوی:

عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے زمانے تک مسجد نبوی میں کوئی مینار نہیں تھا۔ امویوں کے عہد حکومت میں عمر ابن عبد العزیز، امیر مدینہ منورہ نے ۹۱۔۸۸ھ (۷۰۸۔۷۱۰ء) میں توسیع کے دوران پہلی مرتبہ مسجد کے مینار تعمیر کرائے۔ انہوں نے مسجد کے چاروں کونوں پر چار مینار تعمیر کرائے۔
سلطان عبدالمجید نے عثمانی دور حکومت میں مسجد کی تجدید و توسیع کے دوران مندرجہ ذیل پانچ مینار تعمیر کرائے:

Marfat.com

۱۔ منارہ شامیہ غربیہ۔
۲۔ منارہ شرقیہ۔
۳۔ منارہ جنوبیہ شرقیہ۔
۴۔ منارہ غربیہ جنوبیہ۔
۵۔ منارہ غربیہ۔

منارہ شامیہ غربیہ: یہ مینار پہلے مسجد کے شمال غربی گوشے میں بنایا گیا تھا۔ جب سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی نئی تعمیر کرائی تو اس مینار کو منہدم کرا دیا تھا۔

منارہ شرقیہ: اس کو منارہ سنجاریہ اور عزیزیہ بھی کہتے تھے۔ یہ مسجد کے شمالی شرقی کونے میں بنایا گیا تھا۔ سعودی تعمیر کے دوران اسے بھی منہدم کر دیا گیا تھا۔

منارہ جنوبیہ شرقیہ: یہ سب سے بڑا منار تھا اور اب بھی منارہ رئیسہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد نبوی کے جنوبی شرقی گوشے میں گنبد خضرا سے متصل ہے۔ اشرف قایتبائی نے ۸۸۶ھ، ۸۸۸ھ اور ۹۸۲ھ (۱۴۸۴ء، ۱۴۸۶ء، ۱۴۹۰ء) میں تین مرتبہ اس کی تجدید و تعمیر کرائی۔ انہوں نے اس کی تعمیر میں سنگ موسیٰ استعمال کیا اور اس کی اونچائی ۶۰ میٹر تک بڑھا دی۔ اہل مدینہ منورہ نے گنبد خضرا کے ساتھ ساتھ بطور یادگار اس منار کو بھی خود ہی تعمیر کیا تھا۔ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) میں پہلی مرتبہ مدینہ منورہ سے شائع ہونے والے ''المدینہ'' کے سرورق پر اس منار کی تصویر علامت کے طور پر چھاپی گئی تھی۔

منارہ غربیہ جنوبیہ: اس کو منارہ باب السلام بھی کہا جاتا ہے اور یہ اب تک موجود ہے۔ مشہور مؤرخ طبری کے بقول ۷۰۶ ہجری (۱۳۰۹ء) میں سلطان ناصر محمد ابن قلاون کی تجدید و تعمیر کے بعد سے اب تک یہ منار اپنی جگہ موجود ہے، مگر مؤرخ ابن فرحون کا کہنا ہے کہ اس منار کو نور المظفری المعروف بہ حریری نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

منارہ غربیہ: یہ منار باب الرحمۃ کے نام سے مشہور تھا اور ۸۸۸ھ (۱۴۴۶ء) میں اشرف قایتبائی نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ یہ منار مسجد نبوی کی دیوار کے باہر اس مکان سے متصل تھا جس کے اندر مدرسہ محمودیہ کے اساتذہ قیام رکھتے تھے۔ سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی تجدید و تعمیر کے وقت یہ مینار اور مدرسہ منہدم کر دیا تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے دوران شمالی مشرقی، شمالی مغربی منارے اور منارہ باب الرحمۃ منہدم کر دیئے گئے تھے۔ ان کی جگہ دو منارے ہر ایک کی بلندی ۷۰ میٹر اور بنیاد ۷ امیٹر گہری ہے، فن تعمیر کے جدید طرز پر تعمیر کے جدید طرز پر بنائے گئے ہیں۔ ان مناروں کا مطاف جس کے چاروں طرف گھوم کر موذن اذان دینے کے لئے چڑھتا ہے، بے شمار برقی قمقموں سے محیط ہے اور ہر منار کی چوٹی پر اتنی تیز روشنی ہوتی ہے جسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک منارہ نور آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

مسجد نبوی کے وسعت دہندگان:

جن حضرات نے مسجد نبوی کی توسیع و تجدید میں حصہ لیا ان کے نام درج ذیل ہیں:

1: خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ۔
2: خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

3: اموی حکمران ولید بن عبدالملک۔

4: خلیفہ مہدی العباسی۔

5: اشرف قایتبائی۔

6: سلطان عبدالمجید عثمانی۔

7: شاہ عبدالعزیز ابن سعود۔

8: خادم الحرمین الشاہ فہد۔

حضرت عمر کی توسیع وتجدید: ۱۷ ہجری (۶۳۹ء) میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جنوبی سمت کی طرف ایک ستون، مغربی جانب دوستون اور شمالی جانب ۴۵ء۹ میٹر کے بقدر مسجد نبوی کی توسیع کی۔ حضرت عمر فاروق کی توسیع کا کل رقبہ گیارہ سو میٹر کے بقدر تھا۔

حضرت عثمان کی توسیع وتجدید: ۲۸ ہجری سے ۳۰ ہجری (۶۵۰ء تا ۶۵۲ء) تک خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد کا رقبہ جنوب ومغرب کی طرف بقدر ایک ستون اور شمال کی جانب ۵ء۴ میٹر تک بڑھایا۔ بعض مؤرخین کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شمال کی جانب جو توسیع کی اس کا رقبہ ۵ء۲۲ میٹر تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی تعمیر وتوسیع میں منقش پتھر، لوہا اور سیسہ کرایا تھا اور آپ کی توسیع کا کل رقبہ ۴۹۶ مربع میٹر تھا۔

توسیع ولید بن عبدالملک: ۸۸ ہجری سے ۹۱ ہجری (۷۰۸ء تا ۷۱۱ء) تک اموی حکمران ولید بن عبدالملک نے مسجد نبوی کی تجدید کی اور اس کا رقبہ وسیع کیا۔ بعض مورخین کے بقول ۹۳ ہجری (۷۱۳ء) میں یہ تعمیر وتجدید تکمیل کو پہنچی۔ یہ کام امیر مدینہ منورہ عمر بن عبدالعزیز کی زیر نگرانی انجام پایا۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد پہلی بار مسجد نبوی میں منارے تعمیر کرائے اور محرابوں وچھجوں کا اضافہ کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے مسجد کو وسعت دینے کیلئے ازواج مطہرات (امہات المومنین) کے حجروں کو منہدم کرا کے مسجد میں شامل کر دیا اور مشرق، مغرب اور شمال کی جانب مسجد کی جگہ کافی کشادہ ہوگئی۔

بعض مورخین کے بیان کے مطابق اس توسیع کے بعد مسجد نبوی کا طول وعرض ۹۰ میٹر ہو گیا تھا۔ اموی حکمران ولید ابن عبدالملک کے عہد میں جو توسیع کی گئی اس کا کل رقبہ ۲۳۵۹ مربع میٹر تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کے سلسلے میں ولید ابن عبد الملک نے شاہ روم سے معاونت حاصل کی تھی۔ مورخ اسلام ابن قدامہ کے بقول شاہ روم نے ۴۰ رومی اور ۴۰ قبطی مزدوروں کے علاوہ بھاری مقدار میں زر وجواہر اور منقش پتھر بھیجے تھے۔ اس تجدید میں دیواروں کے اندرونی حصوں کو سونے، سنگ مرمر اور دوسرے منقش پتھروں سے مزین کیا گیا تھا۔ دروازے کی سیڑھیوں پر بھی سنہری کام کیا گیا تھا۔

حجرات امہات المومنین کے بارے میں سعید بن المسیب کی رائے:

سعید بن المسیب یہ چاہتے تھے کہ امہات المومنین کے حجروں کو اپنی اصلی جگہ پر برقرار رکھا جائے۔ انہوں نے کہا:

”میں چاہتا تھا کہ یہ حجرے منہدم نہ کئے جائیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ حیات طیبہ کو نمونہ تقلید بناتیں اور انہیں یہ احساس ہوتا کہ دنیاوی عیش اور مادی لذتوں کے درمیان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فقر کی

Marfat.com

حیات مبارکہ بسر فرماتے تھے۔''

خلیفہ مہدی العباسی کی توسیع: ۱۶۱ ہجری سے ۱۶۵ ہجری (۷۷۹ء تا ۷۸۳ء) تک عباسی حکمران مہدی نے مسجد نبوی کو جانب شمال ۴۵ میٹر کے بقدر وسعت دی۔ بعض مؤرخین کے بقول اس نئی توسیع کی بدولت مسجد کا طول ۱۳۵ میٹر اور عرض ۶ء۴۸ میٹر ہو گیا۔ انہوں نے بعض صحابہ کرام مثلاً: عبد الرحمٰن بن عوف، شرجیل بن حسنہ، عبد اللہ بن مسعود اور المسور بن مخرمہ کے مکانات کو مسجد میں شامل کر لیا۔ جس سے توسیع کا کل رقبہ ۲۴۵۰ مربع میٹر ہو گیا۔

اشرف قایتبائی کی تجدید و توسیع: مسجد نبوی میں دو مرتبہ آگ لگی جس سے کافی نقصانات ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۶۵۴ ہجری (۱۲۵۸ء) میں اور دوسری مرتبہ ۸۸۶ ہجری (۱۴۴۸ء) میں آتشزدگی کے واقعات ہوئے۔ پہلی آتشزدگی کے بعد متعدد مسلمان بادشاہوں اور والیانِ ریاست نے مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ ان میں سب سے پہلے عباسی حکمران المعتصم باللہ نے بغداد سے عمارتی سامان اور معمار بھیجے۔ چنانچہ ۶۵۵ ہجری (۱۲۵۹ء) میں از سر نو تعمیر شروع ہوئی، لیکن کچھ دنوں کے بعد بغداد پر تاتاریوں کے حملے اور قبضے کے باعث تعمیر میں خلل واقع ہو گیا۔ جس کے بعد دوسرے مسلم قائدین نے جلدی تعمیر کا کام سنبھالنے کی کوشش شروع کر دیں جن کے نام اس طرح ہیں:

1: المظفر شمس الدین حاکم یمن۔

2: مصر کے حکمران المنصور نور الدین۔

3: علی ابن المعز ایبک۔

4: الظاہر رکن رکن الدین بیبرس البند قاری۔

5: ناصر محمد بن قلادون صالحی۔

6: اشرف برسبائی۔

7: الظاہر چقمق۔

8: سلطان اشرف قایتبائی۔

ان سلاطین نے کافی سال تک کام جاری رکھا لیکن مسجد نبوی کے رقبے میں کوئی توسیع نہ کی۔ ۸۸۶ ہجری (۱۴۸۴ء) میں دوسری مرتبہ مسجد نبوی میں آگ لگنے کے بعد اہل مدینہ نے سلطان مصر الاشرف قایتبائی کو لکھا جنہوں نے جملہ ضروری ساز و سامان، معمار اور نقد روپیہ تجدید مسجد کے لئے بھیج دیا۔ مسجد کی چھت ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں مکمل ہوئی اور ۸۹۰ ہجری (۱۴۸۸ء) تک تجدید و تعمیر کا تمام کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

مشہور مورخ البرزنجی نے اپنی کتاب ''نزہتہ الناظرین'' میں سلطان قایتبائی کی تجدید کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں سلاطین عثمانی نے اپنے طور پر تجدید و توسیع کا کام انجام دیا۔ برزنجی کا کہنا ہے کہ مسجد نبوی میں لکڑی کے لٹھوں کی چھت، اینٹوں کی چنائی، سنگ سیاہ کے ستون اور لوہے کے شہتیر تھے جن کو سیسہ اور دھات سے جوڑا گیا تھا۔

برزنجی کے بقول مسجد نبوی کی پیمائش آلات پیمائش میں فرق ہونے کے باعث محض قیاسی تھی۔ ان کے مطابق قایتبائی کی تجدید سے قبل مسجد کا عرض جانب جنوب ۲ء۶۴ میٹر ہونا یقینی ہے اور ۸۸۶ء (۱۴۸۶ء) میں جب سلطان اشرف قایتبائی نے

Marfat.com

گنبد خضرا کی دوبارہ تعمیر کے وقت ایک میٹر کے بقدر دیوار بڑھائی تھی اس سے پہلے کوئی بھی توسیع نہیں ہوئی تھی۔عثمانی سلطان عبدالمجید نے بھی مشرق کی سمت سے دومیٹر کا اضافہ کیا تھا۔

برزنجی کا کہنا ہے کہ انہوں نے خود مسجد کی پیائش کی جس کی رو سے سامنے کا حصہ ۷۸ء۷ میٹر اور پہلا حصہ ۶۰ء۷ میٹر چوڑا تھا۔

ان کی پیائش مشہور مورخ اسلام السمہودی کے بیان سے مطابقت رکھتی ہے۔ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخین نے صحیح پیائش بیان نہیں کی ہے اور مختلف توسیعات کو خلط ملط کر دیا ہے۔بظاہر یہ غلط فہمی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی توسیع کے بعد پیدا ہوئی ہے۔بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جنوب، شمال اور مغرب کی سمتوں میں ضرور توسیع کی اور اس طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد کے رقبے میں اضافہ کیا۔اموی حکمران ولید نے مسجد کے ہر چہار اطراف میں توسیع کی جبکہ عباسی خلیفہ نے صرف شمال کی طرف اضافہ کیا۔

سلطان عبدالمجید کی توسیع وتجدید: مسجد نبوی میں دوسری مرتبہ آگ لگ جانے کے بعد سلطان قایتبائی نے جو تعمیر کرائی تھی وہ ۳۸۷ سال تک قائم رہی، پھر امتداد زمانہ کے باعث یہ تعمیر بوسیدہ وشکستہ ہوتی چلی گئی۔اس وقت کے شیخ الحرم داؤد پاشا نے ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں مسجد نبوی کی شکستہ حالی کے بارے میں سلطنت عثمانیہ، استنبول کے سلطان عبدالمجید خاں کو آگاہ کیا۔سلطان موصوف نے مسجد کی حالت پر تشویش ظاہر کی اور فوراً تحقیقات کا حکم دیا۔جب انہیں مسجد کی زبوں حالی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ماہرین فن تعمیر، معمار، نجار اور سامان تعمیر بھیج دیا۔۱۲۶۵ ہجری (۱۸۴۹ء) میں تعمیر جدید شروع ہوئی اور تیرہ سال بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔

اس مرتبہ ذوالحلیفہ میں واقع جمادات کے مغربی پہاڑ سے سرخ پتھر کی اینٹیں حاصل کر کے مسجد تعمیر کی گئی۔یہ مسجد کی سب سے حسین وجمیل اور عظیم ترین تجدید تھی۔مسجد نبوی کا جنوبی حصہ جس کو سلطان عبدالمجید نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا، سعودی دور کی تجدید وتعمیر کے باوجود اب تک بعینہٖ باقی ہے۔یہ حصہ اب تک مضبوط و پائیدار ہے اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔مسجد کی چھت سے شہتیر اور کڑیاں نکال کر گنبد تعمیر کئے گئے تھے اور ان کے اندرونی حصوں کو نقش ونگار سے مزین کیا گیا تھا۔دیواروں پر چاروں طرف قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک نہایت خوشنما سنہرے عربی حروف میں لکھے گئے تھے۔مسجد کے جنوبی حصے میں سلطان عبدالمجید کے بنوائے ہوئے دروازوں میں باب جبریل، باب الرحمۃ اب تک موجود ہیں۔سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی تجدید کے وقت شمالی حصے میں باب المجیدی اور باب مخزن الزیت منہدم کرادیئے تھے۔

البرزنجی کا کہنا ہے کہ سلطان عبدالمجید نے تجدید مسجد کے لیے سونے کی ۱۴۰ تھیلیاں بھیجی تھیں جن میں ہر تھیلی کے اندر ۵ مجیدی اشرفیاں تھیں (اور ہر ایک کا رائج الوقت وزن ۱۳۰ قرش تھا۔سلطان عبدالمجید نے قرآن کے درس کے لئے مدرسے اور شمال کی جانب سامان رکھنے کیلئے کمرے بھی بنوائے تھے۔انہوں نے مسجد کو شمالی سمت میں ۲ء۲ مربع میٹر وسعت دی۔یہ منارہ رئیسہ سے باب جبریل تک کا حصہ ہے۔انہوں نے کل ۱۲۹۳ مربع میٹر توسیع کی۔

ملک عبدالعزیز کی توسیع وتجدید: ملک معظم نے مسجد نبوی کے منصوبے پر غور وخوض کرنے کے بعد محمد بن لادن متاجر کو مسجد نبوی کی توسیع کا کام تفویض کیا اور اخراجات کا پورا پورا اختیار دے کر مسجد کے چاروں طرف سڑکوں کو بھی کشادہ کرنے کا

Marfat.com

حکم دیا۔ محمد بن لادن نے سامان عمارت سازی، انجینئر اور ماہرین فن تعمیر جمع کئے اور ۵ شوال ۱۳۷۰ ہجری (۱۹۵۱ء) کو توسیع کا کام شروع کر دیا۔ جو پانچ سال میں مکمل ہوا۔ اس وقت بھی ملک عبدالعزیز کے حکم سے کی گئی تعمیر و توسیع مسجد نبوی کے شمالی حصے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

محمد بن لادن اور شیخ محمد صالح قزاز مدیر العام منصوبہ توسیع حرم شریف اور ماہرین فن تعمیر نے باتفاق آرا مسجد نبوی کے قدیم شمالی حصے کو الگ کر کے اسی جگہ سے توسیع کا کام شروع کیا۔ مشرق و مغرب کی جانب بھی قدرے توسیع کی گئی۔ مسجد نبوی سے ملحق تمام عمارتوں کو منہدم کر کے اس زمین کو توسیع میں شامل کر دیا گیا۔ یہ مدرسہ محمودیہ اور عین الزرقا وغیرہ کی عمارتیں تھیں۔ جدید عمارت کنکریٹ سے بنائی گئی اور اس کو منقش پتھروں سے آراستہ کیا گیا جس سے یہ بہت مضبوط اور دیدہ زیب ہو گئی۔

محمد بن لادن نے مدینہ منورہ کے باہر آبارِ علی علاقے میں پتھروں کا ایک خصوصی کارخانہ قائم کیا تاکہ تعمیر کے لئے وہاں سے آسانی سے پتھر مہیا ہو سکیں۔ اس کارخانے کو اطالوی انجینئر اور ماہر فن چلاتے تھے۔

سلطان عبدالمجید عثمانی اور ملک عبدالعزیز نے مسجد نبوی میں جو عظیم تعمیرات اور توسیعات کرائیں مگر سب سے زیادہ عظیم الشان اور وسیع تعمیرات ملک عبدالعزیز نے اپنے زمانہ آخر میں کرائیں۔ ان دونوں بادشاہوں کی تعمیرات تاحال موجود ہیں۔ جنوبی حصے میں سلطان عبدالمجید کی تجدید و توسیع اور شمالی حصے میں ملک عبدالعزیز کی تعمیر و توسیع ایسی یادگاریں ہیں جن کے نشانات اب تک دیکھے جا سکتے ہیں۔

سلاطین اور سعودی حکمرانوں نے جو تعمیرات اور توسیعات کرائیں وہ ان کے حسن نیت کا مظہر اور لائق صد ستائش ہیں۔ سلاطین عثمانیہ کے عہد کی تعمیرات جنہیں منہدم کرا کے سعودی حکومت نے از سر نو تعمیر و توسیع کرائی ان کا کل رقبہ ۶۲۴۷ مربع میٹر ہے۔ ملک عبدالعزیز نے ۶۰۲۴ مربع میٹر کے قریب توسیع کرائی تو اس طرح کل رقبہ توسیع کا ۱۲۲۷۱ مربع میٹر ہو گیا۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ سلطان عبدالمجید کی تعمیرات ثانی کے بعد مسجد نبوی کا جنوبی حصہ جس کا رقبہ ۴۰۵۶ مربع میٹر ہے باقی بچ رہا تھا۔ یہ حصہ حجرہ مطہرہ، گنبد خضر، منبر شریف، روضہ منورہ، اساطین منارہ رئیسیہ، باب الاسلام اور مصلیٰ شریف پر مشتمل ہے۔

دفتر منصوبہ توسیع حرم شریف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک متعدد توسیعات و تعمیرات کے اعداد و شمار شائع کئے ہیں جو اس طرح ہیں:

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۷ ہجری (۶۲۹ء) میں مسجد کی تعمیر کا رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر۔

حضرت عمر بن الخطاب کی ۱۷ ہجری (۶۳۹ء) میں توسیع کا رقبہ ۱۱۰۰ مربع میٹر۔

حضرت عثمان بن عفان کی ۳۰۔۲۹ ہجری (۶۵۱۔۶۵۲ء) میں توسیع کا رقبہ ۴۹۶ مربع میٹر۔

ولید ابن عبدالملک کی ۹۱۔۸۸ ہجری (۷۰۸۔۷۱۱ء) میں توسیع کا رقبہ ۲۳۶۹ مربع میٹر۔

خلیفہ مہدی العباسی کی ۱۶۱۔۱۵۶ ہجری (۷۷۹۔۷۸۳ء) میں توسیع کا رقبہ ۲۴۵۰ مربع میٹر۔

سلطان اشرف قایتبائی کی ۸۸۸ ہجری میں توسیع کا رقبہ ۱۲۰ مربع میٹر۔

Marfat.com

توسیع سلطان عبدالمجید کل رقبہ ۱۲۹۳ مربع میٹر۔

توسیع ملک عبدالعزیز ابن سعود کل رقبہ ۶۰۲۴ مربع میٹر۔

دفتر منصوبہ توسیع حرم نے ملک عبدالعزیز ابن سعود کے ذریعے کرائی گئی تعمیرات وتوسیعات کے اعداد وشمار اس طرح بیان کئے ہیں:

اساطین مربع کی تعداد:	۲۶۴
اساطین مدور کی تعداد:	۲۳۲
مشرقی دیوار میں اضافہ:	۱۲۸ میٹر
شمالی دیوار میں اضافہ	۱۲۸ میٹر
ایوان شمالی میں توسیع:	۵ میٹر
ایوان مشرقی میں توسیع:	۳ میٹر
ایوان وسطی میں توسیع:	۳ میٹر
پائے:	۶۸۹
کھڑکیاں:	۵ میٹر
دیواروں وستونوں کی گہرائی:	۵ میٹر
منارے:	۲
بلندی مینار:	۷۰ میٹر
عمق منارہ:	۱۷ میٹر
اساطین پر نصب کئے گئے برقی قمقمے:	۱۰۱۱
پایوں کے زاویوں پر گول برقی قمقمے:	۱۲۰۰
عربی شکل کے خوبصورت قمقمے جو پایوں کے زایوں پر آویزاں ہیں:	۱۶

دفتر منصوبہ توسیع حرم شریف کے مدیر العام شیخ محمد صالح قزاز صاحب کے بقول مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع پر ملک عبدالعزیز ابن سعود نے ۳۰ ملین سعودی ریال خرچ کئے اور جن زمینوں کو توسیع میں شمولیت کے لئے سرکار نے حاصل کیا تھا ان کے مالکوں کو ۲۰ ملین سعودی ریال معاوضہ ادا کیا گیا۔

مسجد نبوی کی موجودہ تعمیرات: مسجد کے جنوبی حصہ میں باب النساء اور باب الرحمۃ کے بعد سلطان عبدالمجید عثمانی کی تعمیرات اب تک باقی ہیں جوانہوں نے ۱۲۷۷۔۱۲۶۵ھ (۱۸۶۱۔۱۸۴۹ء) میں کرائی تھیں۔

مذکورہ دونوں دروازوں کے بعد شمالی حصے ہیں جو تعمیر ہے وہ ملک عبدالعزیز نے کرائی تھی۔

حجرہ مطہرہ کے چاروں طرف جو کھڑکیاں ہیں وہ الظاہر بیبرس سلطان مصر اور سلطان زین الدین کتبغا کے ذریعے

Marfat.com

۶۶۷ھ (۱۲۷۰ء) اور ۶۹۴ھ (۱۲۹۷ء) میں کرائی گئی تعمیر وتجدید کی یادگار ہیں۔
حجرہ مطہرہ کی بنیاد اور گنبد خضرا کے ستون سلطان مصر اشرف قایتبائی کے ذریعے ۸۸۷ھ (۱۴۸۵ء) میں کی گئی تجدید و توسیع کی باقیات میں سے ہیں۔
گنبد خضرا کی بلند عمارت سلطان عبدالمجید کی توسیع وتجدید کی یادگار ہے۔
محراب حنفی جسے محراب سلیمان بھی کہا جاتا ہے اور جو منبر شریف کے دائیں جانب واقع ہے ۸۶۰ھ (۱۴۵۹ء) میں اشرف اینال کی یادگار تعمیر ہے۔
مسجد کی شمالی دیوار میں جو محراب عثمانی ہے وہ اشرف قیتبائی کی تعمیری یادگار ہے۔
سلطان اشرف قایتبائی کا تعمیر کردہ ایک ستون جو منارہ رئیسیہ کے دروازے سے دائیں جانب واقع ہے اب تک دیکھا جا سکتا ہے۔
محراب نبوی بھی سلطان اشرف قایتبائی کی تعمیری یادگار ہے۔

مسجد نبوی کے دروازے:

باب السلام: مسجد نبوی کے جنوبی غربی گوشے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ اس دروازے سے ملحق ہے جو آپ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت تعمیر کروایا تھا۔

باب الرحمۃ: اسے باب عاتکہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ باب النساء کے بالمقابل مسجد نبوی کی غربی دیوار میں واقع ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دروازے سے متصل ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپ نے مغرب کی جانب کھلوایا تھا۔

باب جبریل: اسے باب آل عثمان اور باب النبی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حجرہ مطہرہ کی شرقی دیوار کے احاطے کے بعد واقع ہے۔

باب النساء: یہ شرقی دیوار میں واقع ہے اور شمال کی جانب باب جبریل کے بعد آتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ذکتہ الاغوات حد فاصل ہے۔ یہ دروازہ اس رہائش گاہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے اور اس دروازے کے قریب ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت کھولا تھا۔

باب الصدیق: ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''لوگوں میں سے جس کی رفاقت وصحبت اور مال پر مجھے کامل اعتماد ہے، وہ ابوبکر صدیق ہیں اور اگر اللہ کے سوا میرا کسی سے تعلق خاص ہے تو وہ ابوبکر ہیں۔ یہ اسلامی اخوت اور مودت ہے۔ مسجد نبوی میں باب الصدیق کے علاوہ بالآخر تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسجد کی تعمیر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق کا روشن دان مسجد کی غربی دیوار میں تھا۔ اس کے بعد جتنی بھی تعمیرات وتجدیدات ہوئیں ان میں اس روشندان کا جائے وقوع ظاہر کرنے کے لئے ایک دروازہ قائم کیا گیا۔ سلطان عبدالمجید کی توسیع وتجدید کے دوران بھی روشن دان باقی رکھا گیا اور دروازے پر عربی میں ''خوختہ ابی بکر'' تحریر کر

Marfat.com

دیا گیا۔ یہ دروازہ عام سڑک کی طرف نہیں بلکہ سامان خانہ میں کھلتا تھا۔

سعودیوں نے مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کے وقت باب الرحمۃ اور باب السلام کے درمیان ایک بڑا دروازہ بنوایا اور اس میں تین ایسے روشن دان کھولے جن کا رخ مسجد کی طرف تھا۔ انہوں نے اس بڑے دروازے کا نام خلیفہ اول ابوبکر صدیق کے نام پر ''باب الصدیق'' تجویز کیا۔

سعودی دور حکومت میں تعمیر کردہ دروازے:

اب تک جن دروازوں کا ذکر کیا گیا وہ سلطان عبدالمجید کی تجدید و توسیع کے زمانے میں تعمیر ہوئے تھے۔ اب سعودیوں کے تعمیر کردہ دروازوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسجد نبوی کے تمام دروازوں کی تعداد معلوم ہو جائے۔

باب عبدالعزیز: یہ مسجد نبوی کی شرقی دیوار میں باب النساء کے بعد ہے جس میں تین ملحقہ دروازے شامل کر لئے گئے ہیں اور اس کے سامنے شارع عبدالعزیز واقع ہے۔

باب عثمان ابن عفان: یہ مسجد نبوی کے شمال مشرقی کونے میں واقع ہے۔

باب المجیدی: یہ شمالی شرقی دیوار کے وسط میں واقع ہے۔

باب عمر بن الخطاب: یہ مسجد نبوی کے شمالی غربی کونے میں واقع ہے۔

باب سعود: باب الرحمۃ کے بعد شمال کی جانب مغربی دیوار میں واقع ہے۔ اس میں بھی تین بڑے دروازے شامل کر دیئے گئے تھے۔ یہ باب عبدالعزیز کے بالمقابل واقع ہے۔

اس وقت مسجد نبوی میں متذکرہ بالا دروازے ہیں۔ ان کی کل تعداد دس ہے جن میں سے پانچ سلطان عبدالمجید کے اور پانچ ملک عبدالعزیز کے تعمیر کردہ ہیں۔ ان میں سے تین دروازے پہلے تین بڑے دروازوں کو شامل کر کے بنائے گئے ہیں۔ جن کو ''باب الصدیق''، ''باب عبدالعزیز'' اور ''باب سعود'' کہا جاتا ہے۔

تعمیرات مسجد نبوی کی درمیانی مدت:

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع مندرجہ ذیل وقفوں کے بعد عمل میں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کردہ مسجد جو فتح خیبر کے بعد بنائی گئی اس کی اور حضرت عمر بن الخطاب کی تعمیر و توسیع کی درمیانی مدت دس سال ہے۔

ولید بن الملک اور حضرت عثمان کی توسیعات کے درمیان ۶۲ سال کا وقفہ ہے۔

خلیفہ مہدی العباسی نے ولید بن عبدالملک کی توسیع کے ۷۰ سال بعد توسیع و تجدید کرائی۔

خلیفہ مہدی العباسی کی تعمیر کے ۴۷ سال بعد آتش زدگی کے نتیجے میں متعدد مسلم سلاطین نے مسجد کی تعمیر و توسیع میں حصہ لیا۔

مسلم سلاطین کی تعمیرات کے ۲۱ سال بعد جب مسجد میں دوسری بار آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو اشرف قایتبائی، والی مصر، نے دوبارہ تعمیر کا کام کرایا۔

اشرف قایتبائی کی تعمیر کے ۳۷ سال بعد سلطان عبدالمجید نے تجدید و توسیع کرائی۔

سلطان عبدالمجید کی تعمیرات کے ۹۶ سال بعد ملک عبدالعزیز نے تجدید و توسیع کرائی۔ ان مدتوں کے دوران بھی مسجد نبوی میں اصلاح و مرمت اور ترمیم و تجدید کا کام کیا گیا۔

Marfat.com

وہ حضرات جنہوں نے مسجد نبوی کی طرف تعمیر وتجدید میں حصہ لیا:

بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے محض مسجد کی تعمیر وتجدید میں حصہ لیا ہے مگر اس کے رقبے میں کوئی توسیع نہیں کرائی۔ان میں درج ذیل اسماء قابل ذکر ہیں:

1: خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق۔
2: الناصر الدین اللہ۔
3: المعتصم عباسی۔
4: محمد بن قلادون الصالحی۔
5: منصور حاکم مصر۔
6: نورالدین علی بن معز ایبک۔
7: المظفر شمس الدین حاکم یمن۔
8: ظاہر بیبرس۔
9: ظاہر چقمق البند قاری۔
10: اشرف برسبائی۔
11: اشرف شعبان بن حسین۔
12: سلطان مراد عثمانی۔
13: سلطان سلیم عثمانی۔
14: سلطان محمود اول عثمانی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک مسجد نبوی میں جتنی بھی تعمیرات وتجدیدات ہوئیں وہ چاروں دیواروں،ستونوں،چھتوں اور حجروں اور بعض اطراف وجوانب تک محدود رہیں۔

عہد نبوی اور آپ کے خلفاء حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں مسجد کو اینٹوں،شہتیروں اور کھجور کے پتوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عہد خلافت میں پوری مسجد دوبارہ تعمیر کرائی،اس کے رقبے میں اضافہ کیا اور چھت کی اونچائی ۷ میٹر سے بڑھا کر ۱۱ میٹر کرادی۔

حضرت عثمان بن عفان نے مسجد کی دوبارہ تعمیر کرائی جس میں پتھروں کا استعمال کیا گیا اور سیسہ اور لوہے کے ستون لگائے گئے۔

اموی حکمران ولید ابن عبد الملک اور خلیفہ مہدی العباسی نے بھی اپنی تعمیرات میں پتھروں کا استعمال کیا،جن مسلم حکمرانوں نے آتشزدگی کے بعد اسے دوبارہ تعمیر کرایا،انہوں نے قدیم طرز تعمیر برقرار رکھا۔

حاکم مصر اشرف قایتبائی نے اپنی تعمیر کے دوران وہ تمام ستون باقی رکھے جو دوسری آتشزدگی کے بعد بچ رہے تھے۔

سلطان عبد المجید نے ایک نئے طرز سے مسجد نبوی کو دوبارہ تعمیر کرایا۔اس کی بناوٹ اور سامان تعمیر بھی نئی قسم کا تھا۔ایسے ہی نئے طرز اور نقشے کے مطابق ملک عبد العزیز نے بھی تعمیرات کرائیں۔

سب سے بہترین تعمیری کام اور مسجد نبوی کی جگہ میں سب سے زیادہ اضافہ خادم حرمین شاہ فہد نے کیا،جیسا کہ کتاب کے وسط میں بیان کیا جا چکا۔

توسیع مسجد نبوی:

مسجد نبوی شریف جس کی توسیع وتجدید کے منصوبے کا سنگ بنیاد ۱۹۸۵ صدی عیسوی میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد

Marfat.com

کے ہاتھوں رکھا گیا تھا اور اگلے سال عمارت کا کام شروع ہو گیا تھا۔ بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے ہوئے۔

بن لادن کمپنی کو اس عظیم پروجیکٹ کو مکمل کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ کمپنی نے سول ایوی ایشن میگزین کے وفد کو کام کی رفتار کا معائنہ کرنے کیلئے ۱۶ جون ۱۹۹۱ء کو مدعو کیا اور وفد نے کام کی ترقی پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اپنے میگزین میں رپورٹ دی کہ مکمل ہونے کے بعد مسجد نبوی دنیا کی تمام احاطہ دار عمارتوں سے بڑی عمارت ہو گی۔ اس کا رقبہ مزید ۸۲۰۰۰ مربع میٹر بڑھ کر اب ۱۶۵۵۰۰ مربع میٹر ہو گیا ہے جو قدیم مدینہ منورہ شہر کے رقبے کے تقریباً برابر ہے۔

مندرجہ بالا گراف بن لادن کمپنی نے مہیا کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر فرمائی ہوئی مسجد نبوی کا رقبہ اور پھر بعد کے زمانے میں کی گئی توسیع وتجدید کے اعداد وشمار ہیں، جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے:

1: فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ۷ ہجری (۶۲۹ء) میں مسجد کی تعمیر کا رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر۔

2: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۱۷ ہجری (۶۳۹ء) میں توسیع کا رقبہ ۱۱۰۰ مربع میٹر۔

3: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۳۰۔۲۹ ہجری (۶۵۲۔۶۵۱ء) میں توسیع کا رقبہ ۴۹۶ مربع میٹر۔

4: ولید ابن عبدالملک کے ہاتھوں ۹۱۔۸۸ ہجری (۷۱۰۔۷۰۸ء) میں توسیع کا رقبہ ۲۳۶۹ مربع میٹر۔

5: خلیفہ مہدی العباسی کے ہاتھوں ۱۶۵۔۱۶۱ ہجری (۷۸۳۔۷۷۹ء) میں توسیع کا رقبہ ۲۴۵۰ مربع میٹر۔

7: سلطان اشرف قیتبائی کے ہاتھوں ۸۸۸ ہجری میں توسیع کا رقبہ ۱۲۰ مربع میٹر۔

8: سلطان عبدالمجید عثمانی کے ہاتھوں ۱۲۶۵۔۸۸ ہجری میں توسیع کا رقبہ ۱۲۹۳ مربع میٹر۔

9: شاہ عبدالعزیز ابن سعود کے ہاتھوں ۱۳۷۲ ہجری میں توسیع کا رقبہ ۶۰۲۴ مربع میٹر۔

10: خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں توسیع کا رقبہ ۸۲۰۰۰ مربع میٹر۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد جو اس منصوبے کی تکمیل میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اکثر توسیع کے کام کی رفتار کا معائنہ کرنے تشریف لاتے رہتے تھے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو شاہ نے ایئر کنڈیشنگ سسٹم کا افتتاح فرمایا اور آخری مینار پر نصب ہونے والے ہلال کے نمونے پر اپنے ہاتھ سے بطور یادگار کچھ الفاظ تحریر کئے۔

اس موقع پر شاہ فہد نے کام کی رفتار اور ترقی کا معائنہ کرتے ہوئے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے اخباری رپورٹروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں وراس پاک پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے سعودی عرب کی طرف سے انہیں یہ فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور ایک ایسی عظیم الشان عمارت بنوانے میں مدد فرمائی جس کا کاغذی نقشہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے اس پر عمل درآمد کو ناقابل عمل اور ناممکن قرار دیا تھا۔ شاہ فہد نے فرمایا کہ انشاء اللہ، یہ عمارت لافانی ہو گی۔

مدینہ منورہ کے طیبہ محل میں ۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے علماء، شیوخ اور شہریوں کی جماعت سے خطاب کرتے ہوئے مسجد نبوی کی توسیع وتجدید کے پہلے مرحلے کی تکمیل پر اپنے اطمینان ومسرت کا اظہار فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے انہیں اس عظیم اسلامی مقصد کو شرمندہ تعبیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور سعودی مملکت اسی باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے تعلیم اور دوسرے میدانوں میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔

Marfat.com

شاہ فہد نے مزید فرمایا:

''ملک میں بڑی بڑی فیکٹریاں قائم کرنا اتنا زیادہ اہم نہیں ہے جتنی یہ بات اہم ہے کہ اس پاک سرزمین کے بیٹے ان فیکٹریوں کے ناظم و نگران ہو کر انہیں چلائیں، اس کے لئے انہوں نے سعودی عوام کی تعریف کی جنہوں نے بہت کم عرصے میں اپنے ملک کی ترقی کو اتنا آگے بڑھا دیا۔''

۱۴۰۰ سال پرانی مسجد نبوی کی عمارت میں، جس کی توسیع و تجدید کے منصوبے پر ۳۰ بلین سعودی ریال کی لاگت آئی ہے، بیک وقت سوا پانچ لاکھ نمازیوں کے لئے گنجائش ہے۔ مسجد کے اندر ۲۷۵۰۰۰ اور باہر کے صحنوں میں ۲۵۰۰۰۰ نمازی آسانی سے سما جائیں گے۔ سنگ مرمر کے فرش والی چھت پر مزید ۹۰۰۰۰ نمازی عبادت کر سکیں گے، یعنی پوری مسجد میں سوا چھ لاکھ سے زائد نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔

نئی تعمیر میں چھ مزید میناروں کا اضافہ کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک کی اونچائی ۱۰۴ میٹر ہے۔ ہر مینار کے اوپر سونے کا پترا چڑھا ہوا چار ٹن وزنی ہلال کا نمونہ نصب ہے۔ عمارت میں ۲۱۷۴ ستون ہیں جن میں ہر ایک کا قطر ۱۸ء۳ میٹر ہے۔

توسیع کے منصوبے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی چھت میں ۲۷ بڑی جزو ہیں اور ہر جزو میں ریموٹ کنٹرول سے کھلنے اور بند ہونے والے گنبد ہیں جو موسم کے اعتبار سے ایک منٹ میں چھتری کی طرح کھولے اور بند کئے جا سکتے ہیں۔ ہر گنبد ۶۵ء۱۶ اونچا ہے اور ۸۰ ٹن وزنی ہے۔ اس میں آدھا وزن اس دھات کا جو بناوٹ کے وقت ان میں شامل کی گئی ہے۔ ہر حصے پر سنگ مرمر کا فرش ہے جس کو اسلامی طرز کے نقش و نگار سے مزین کیا گیا۔

عمارت مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ اس مقصد کے لئے چھ یونٹ لگائے گئے ہیں۔ جن کے ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ۷۰۰۰ ٹن ہے۔ ان میں سے پانچ مستقل طور سے استعمال میں ہیں گے جبکہ چھٹا اچانک ضرورت پڑنے پر کام آنے کیلئے بند رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پانچ ۵ء۲ میگا واٹ سے زائد پاور کے جنریٹر صرف مسجد کے استعمال کے لئے الگ سے بجلی پیدا کرتے ہیں۔

اب ان جنریٹر کی تعداد دس کے قریب ہے اور پاور ۹ء۴ میگا واٹ ہے۔

۶۰ بلین ریال کی لاگت میں سے ۳۰ بلین ریال صرف توسیع کیلئے آس پاس کی زمین حاصل کرنے کا معاوضہ دینے، مسجد کو ایئر کنڈیشنڈ اور پارکنگ کی جگہ وغیرہ بنانے پر خرچ ہوئے ہیں۔

عمارت کے شمال، مشرق اور مغرب کی طرف سات دروازے ہیں، جن میں پانچ متصل اور دو بغلی ہیں۔ جنوبی سمت میں دو صدر دروازے ہیں جن میں ہر ایک کے ساتھ چھ متصل اور چھ بغلی دروازے ہیں۔ شمالی سمت میں توسیع والے حصے میں صدر دروازہ خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد سے موسوم ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حرمین شریفین میں توسیع کا کام خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے شروع کرایا تھا۔ دونوں جگہ شاہ کی مستقل نگرانی میں کام نے بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کیے۔ اس سلسلہ میں جس مقدس کام کی شروعات شاہ عبدالعزیز نے کی تھی اس خواب کو ان کے لائق فرزند شاہ فہد نے تعبیر عطا فرمائی اور اب یہ دونوں مطہر اور مقدس عمارتیں دنیا کی سب سے عظیم الشان عمارتیں ہیں۔

Marfat.com

شاہ فہد کے بعد شاہ عبداللہ کے دور میں کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں مزید دو مرتبہ توسیع کر دی گئی ہے اور ان دونوں مکرم مقامات کو پہلے سے جدید سہولیات سے مزین کیا گیا ہے تا کہ زائرین ہر قسم کے آرام وسکون سے مستفید ہوں۔

☆☆☆

باب نمبر 17:

محبت رسول کا تقاضہ...... مسجد قباء سے محبت اور اس کی تعظیم

رسول اللہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی پسندیدہ مسجد مسجد قباء سے محبت کی جائے اور اس کی زیارت کی جائے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن اس مسجد میں جایا کرتے تھے۔

مسجد تقویٰ:

قرآن مجید کی سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قباء) وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ تم اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

پیدل مسجد قباء تشریف لے جانا:

بخاری اور نسائی میں معتبر وثقہ راویوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن پیادہ یا سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے۔

مسجد قباء میں نماز ادا کرنے کا ثواب:

ایک دوسری حدیث شریف میں ترمذی نے اسید بن حضیر انصاری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسجد قباء میں ایک نماز ایک عمرے کے برابر ہے۔''

ابن ماجہ اور ابن شیبہ دوسرے راویوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے گھر میں وضو کر کے مسجد قباء میں آ کر نماز پڑھتا ہے وہ ایک عمرے کے برابر ثواب کا مستحق ہے۔''

مسجد قباء کے امام:

بخاری نے بھی بیان کیا ہے کہ آل حذیفہ کا غلام سالم مسجد قباء میں ابتدائی مہاجرین کی نمازوں میں امامت کرتا تھا اور اس جماعت میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی شریک ہوتے تھے۔

بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''چار اشخاص سے قرآن حاصل کرو اور سالم ان میں سے ایک ہے۔''

Marfat.com

مسجد قباء کی تعمیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد جب موضع قباء میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں کئی دن تک عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا۔ اس وقت آپ نے اسلام کی پہلی مسجد مسجد قباء تعمیر فرمائی جس کی قرآن مجید کی آیت کی رو سے اول دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ اینٹیں، پتھر اور چٹانیں سر مبارک پر رکھ کر لے جاتے تھے۔

الطبرانی نے الشموس بنت النعمان سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کی تعمیر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت مبارک پر پتھر اور چٹانیں رکھ کر لے جاتے تھے یہاں تک کہ پشت مبارک جھک جاتی تھی۔ میں نے آپ کے لباس اطہر اور جسم مبارک پر گرد دیکھی۔ جب کبھی اصحاب میں سے کوئی شخص آپ کی پشت مبارک سے وزن ہٹانا چاہتا تو آپ منع فرماتے اور اس سے فرماتے:

"تم بھی میری طرح پتھر ڈھو کر لاؤ۔"

مسجد قباء میں نماز:

جس زمانے میں القدس (یروشلم) کی مسجد اقصیٰ قبلہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد قباء میں نماز پڑھائی تھی۔

مسجد قباء کی توسیع وتجدید:

مسجد قباء کی توسیع وتجدید سب سے پہلے خلیفہ سوم حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے کرائی اور اس کے رقبہ کو کافی وسعت دی۔

امویوں کے دور حکومت میں ۹۳۔۹۱ ہجری (۷۱۳۔۷۱۱ء) کے دوران عمر بن عبدالعزیز امیر مدینہ منورہ نے بھی توسیع و تجدید کا کام انجام دیا۔ انہوں نے پہلی بار مسجد کے منارے اور چھجے تعمیر کرائے اور ان کو نقش و نگار سے مزین کیا۔ چھت کی کھڑکیاں تبدیل کرائیں اور ان کی جگہ لوہے کے شہتیر ڈلوائے۔

پھر ۴۳۵ ہجری (۱۰۴۵ء) میں ابویعلیٰ حسینی نے مسجد کی تعمیر کا کام کرایا۔ مسجد قباء کی تعمیر وتجدید کرانے والوں میں جمال الدین الاصفہانی وزیر بنی زنگی حاکم موصل کا نام بھی آتا ہے، جنہوں نے ۵۵۵ھ (۱۱۶۲ء) اور ۶۷۱ھ (۱۲۷۵ء) میں تعمیر و تجدید میں حصہ لیا۔

ان کے علاوہ الناصر ابن قلاوون سلطان مصر نے ۷۳۳ھ (۱۳۳۵ھ) میں مسجد قباء کی تعمیر وتجدید میں حصہ لیا اور مصر کے ایک اور حاکم اشرف برسبائی نے بھی ۸۴۰ ہجری (۱۴۳۹ء) میں مسجد کی چھت کی ازسرنو تعمیر کرائی۔

۱۴۰۶ ہجری (۱۹۵۸ء) میں شاہ فہد نے مسجد قباء کی توسیع کا حکم دیا تاکہ اس میں زیادہ سے زیادہ لوگ نماز پڑھ سکیں۔ اس توسیع کا کام ادارہ بن لادن کو تفویض کیا گیا۔ جس کو اب ان کے لڑکے چلا رہے ہیں۔ محمد بن لادن وہی مستاجر ہیں جنہوں نے ملک عبدالعزیز کے عہد میں مسجد نبوی کی تعمیر کا ٹھیکہ لیا تھا۔ ۱۴۰۷ ہجری (۱۹۸۶ء) میں توسیع کا کام مکمل ہوا اور جدید توسیع شدہ مسجد کا افتتاح شاہ فہد کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔

Marfat.com

اس توسیع کے بعد اب مسجد قباء کا کل رقبہ ۶۱۰۰ مربع میٹر ہو گیا ہے۔ مسجد کے سامنے ۴۰۰۰ مربع میٹر کا ایک کھلا میدان بھی ہے۔ پہلے مسجد قباء کا رقبہ صرف ۱۲۲۵ مربع میٹر تھا۔

ابتداء میں مسجد میں صرف ایک مینار تھا۔ اب اس میں چار میناروں کے علاوہ ۶ گنبدوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مسجد کے امام، موذن اور دوسرے خدام کی قیام گاہوں کے علاوہ ۹۰ حمام اور بیت الخلاء بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ مسجد کی جدید تعمیر و توسیع پر ۹۰ ملین سعودی ریال خرچ آیا ہے اور یہ اسلامی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔

اس مرتبہ ۸۷۷ھ (۱۴۷۵ء) میں جب مسجد قباء کا مینار منہدم ہو گیا تھا تو چار سال بعد سلطان قایتبائی نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

ایک معتبر مورخ جعفر ہاشم کے بقول مسجد قباء کی تعمیر و تجدید عثمانی سلطان محمود خان نے ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) میں کرائی تھی۔

جائے وقوع اور رقبہ:

یہ مسجد موضع قباء میں واقع ہے جو مدینہ منورہ سے جانب جنوب ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ مربع شکل کی اس مسجد کا کل رقبہ اب ۶۱۰۰ مربع میٹر ہے۔ اس کے اندر ۳۰ ستون ہیں اور اس کا مرکزی حصہ شمال رویہ ہے۔

مسجد قباء میں منبر:

۸۸۸ ہجری (۱۴۸۶ء) میں سلطان اشرف قایتبائی نے مسجد قباء کیلئے سنگ مرمر کا ایک منبر مصر سے بنوا کر بھیجا تھا۔ پھر ۹۹۸ ہجری (۱۵۹۳ء) میں سلطان مراد عثمانی نے بھی مسجد قباء کے لئے ایک منبر بھیجا۔ بعد میں عثمانی منبر کو مسجد میں منتقل کر دیا گیا جہاں وہ اب تک موجود ہے۔ قایتبائی کا بھیجا ہوا سنگ مرمر کا منبر مسجد قباء میں قدیم جگہ پر بحال کر دیا گیا تھا، جو وہاں اب تک موجود ہے۔

مسجد قباء میں مصلیٰ نبوی:

مسجد قباء کی موجودہ محراب اس مقام پر نہیں ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ المسہودی اور ابن لیلیٰ کے بقول مسجد قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ شریف ستونوں کی قطار میں اس ناقص ستون کے جانب شمال تھا جو موجودہ محراب کے بعد قائم وایستادہ ہے۔

مسجد اقصیٰ سے کعبہ معظم کی طرف قبلہ منتقل ہونے سے پہلے مصلیٰ النبی تیسرے ستون کے قریب اس خالی جگہ میں تھا جو دوسرے دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑتی ہے (ماضی میں یہ دروازہ سعد ابن خیمہ کے مکان کے صحن کی طرف کھلتا تھا) تیسرا ستون بھی ناقص ستون کے بالمقابل واقع ہے۔

زیارت مسجد قباء:

حج سے قبل یا بعد میں جو زائرین مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں وہ معمول کے مطابق مسجد قباء کی بھی زیارت کرتے ہیں۔ یہ زیارت مسلمانوں کے قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مقدسہ اور اشاعت اسلام کیلئے آپ کی جدوجہد عالی کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 18:

محبت رسول کا تقاضہ.....میلاد النبی

ربیع الاول کی آمد اور مسلمانوں کا عمل:

جونہی چاند اپنا چکر کاٹتا ہے اور ماہ ربیع الاول صفحہ ہستی پر اپنی بارہویں رات پر فرحاں و نازاں نمودار ہوتا ہے تو ولادت رسول علی صاحبہا الصلوۃ السلام کی یاد سے تمام دنیا معطر ہو جاتی اور ہر خطہ زمین میں لاکھوں مسلمانوں نے جناب رسول کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کا ذکر شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اس ہادی و بشیر ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے مناقب و صفات کا پیچھا کرتے ہیں۔

بے شک آپ ﷺ وہ نبی ہیں جن کی ذات میں تمام انسانی عمدہ اور کامل صفات، اخلاق حمیدہ اور بلند پایہ خصائل تام ہو گئیں۔ ان خصائل کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا، چنانچہ آپ اعلیٰ نمونہ بنے، بلاشبہ آپ ایسے ہی تھے جیسے کہ ذات علیم وخبیر نے آپ کے حق میں فرمایا ہے:

((”وانك لعلى خلق عظيم“))

”بے شک اے نبی! آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔“

میلاد شریف اور سیرت کا مطالعہ:

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس مولد شریف کے جشن منانے کا سب سے افضل طریقہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہے اور نوجوان نسل کا اس کے ساتھ تعلق جوڑنا اور محبت رسول اللہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی محبت کا بچوں کو خوگر بنانا ہے۔ یہ ہم پر واجب ہے کہ ہم سال کے مختلف اوقات میں سیرت کے مطالعہ کا بچوں کو عادی بنائیں۔ یہ عمل ان کے ذہنوں میں اس اعلیٰ واشرف تاریخ کو راسخ کرنے اور ان کا ان کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بہت موثر ہے اور ایسے ہی مکمل طور پر سنت مطہرہ کے ساتھ ان کے ربط کا ذریعہ ہے۔ نیز جس قدر ان کی عقلیں اسے قبول کر سکتی ہیں، اس کی قرأت کا انہیں عادی بنانا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی قرأت کے موضوع اور نوجوان نسل کے ساتھ اس کا تعلق جوڑنے کے سلسلہ میں ہم کرتے ہیں۔ سنت مطہرہ ہو یا قرآن کریم، ان دونوں میں سے افضل چیز جو انہیں سکھاتے ہیں، وہ آپ ﷺ کی سنت کا اتباع اور آپ کی پیروی اور اس کی اقتداء ہے جو کچھ آپ کے صحابہ کرام، تابعین اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے، نے کہا ہے۔

میری والدہ ورحمہا اللہ نے مجھے اس بات کا عادی بنایا ہے کہ ہم بیٹھیں اور کتب سیرت کا مطالعہ کریں۔ میری والدہ پڑھی لکھی نہیں تھیں مگر اس کے باوجود انہیں سیرت زبانی یاد تھی۔ وہ اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کو اس بابت کی وصیت کرتی رہتی تھی کہ وہ اطلاع اور بار بار مطالعہ کے ذریعے سے اس کی نگہداشت کرتے رہا کریں، اس لیے کہ اگرچہ ہم مختلف اوقات میں اس کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں مگر نوخیز نسل کا اس کے ساتھ رابطہ اور اس کے مطالعہ پر انہیں حریص بنانا لازم ہے۔

Marfat.com

ذکر نبی سننے کے لیے اکٹھا ہونا:

اس میں کچھ شک نہیں کہ سید الانبیاء المرسلین کی سیرت سننے کے لیے اکٹھا ہونا ایک نہایت ہی پسندیدہ فعل ہے اور جب تک بغیر کسی ارتکاب بدعت یا اسلامی طریقہ کار سے انحراف کے، یہ تکمیل پذیر ہوتا رہے، اس میں بے شمار فضائل ہیں۔ آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہر گھڑی اور ہر لحظہ جاری وساری ہے، مگر اس حقیقت کے پیش نظر کہ یہ ماہ ربیع الاول وہ مہینہ ہے کہ جس میں جناب علیہ الصلوۃ السلام کی ولادت مبارکہ ہوئی، اس میں اگر اہتمام ذکر ہو تو لوگوں کا اس کے سماع کے ساتھ گہرا تعلق پیدا ہوتا ہے، بلاشبہ یہ ماہِ ولادت لوگوں کو سیرت کی طرف متوجہ کرنے اور اس کے سماع کے پیش نظر ان کے اجتماع منعقد کرنے اور زمانے کے مختلف حصوں اور واقعات کی ایک دوسرے کے ساتھ کڑیاں ملانے کا بھرپور شعور پیدا کرنے کے لیے قوی ترین سبب ثابت ہوگا۔ وہ مستقبل کے ذریعے ماضی کو یاد کرتے ہیں اور حاضر سے غائب کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

(السید الدکتور محمد علوی المالکی)

میلاد کے مخالفین اوران کارد:

حتی کہ معاملہ اس نوبت تک پہنچا ہوا ہے اور ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف منانے کے ساتھ مسلمانوں کا شغف اس درجہ ہے مگر اصل علم حضرات مخصوص رات میں میلاد شریف کے اہتمام کے مسنون ہونے کے قائل نہیں، وہ اسے ایک ایسی بدعت قرار دیتے جس کا ارتکاب صحابہ اکرام نے نہیں کیا، کیونکہ ہر وقت، ہر گھڑی اس کا اہتمام ضروری ہے نہ کہ صرف اوقات میں۔ اللہ عزوجل کے درج ذیل حکم کی پیش نظر ہم آپ کو یاد کرتے ہیں اور آپ پر درود بھیجتے ہیں:

((ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین امنواصلواعلیہ وسلموانسلیما))

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جناب رسول اللہ کی محبت اور آپ کی ولادت اور سیرت کے ساتھ اظہار خوشی ایک ایسا فعل ہے جو ایک مسلمان کے لیے بھلائیاں لانے کا موجب ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں۔

میلاد سے کافر کو بھی فائدہ ہوا:

پہلا سبب یہ ہے ایک کافر نے بھی اس سے نفع حاصل کرلیا۔ سنیئے ابولہب کے بارے، جب اس نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ولادت کی خبر سنی تو خوش ہوا اور خوشی میں آکر اپنی لونڈی ثویبہ کو، جس نے اس کو آپ کی ولادت کی خبر پہنچائی تھی، آزاد کردیا۔ یہ معنی ومفہوم صحیح بخاری کی ایک حدیث میں وارد ہوا ہے، جو حرص لائی ہے۔ اسی ضمن میں حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین ابن الدمشقی نے کیا ہی خوب درج ذیل اشعار کہے ہیں:

اذا کان ھذا کافر جاء ذمہ
تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائماً
یخفف عنہ للسورو ب احمدا
فما انظن بالعبدالذی کان عمرہ
بامحمد سرورأو مات موحدا

Marfat.com

''جبکہ یہ شخص کافر ہے جس کی مذمت ''تبت یداہ'' قرآن پاک میں وارد ہوئی ہے، دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ سوموار کے دن ہمیشہ اس سے عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ احمد ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوش ہوا تو پھر اس بندے کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جو عمر بھر ذکر احمد ﷺ کر کے خوش رہا اور موحد بھی مرا۔''

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں کتاب ''النکاح'' میں اس قصہ کو روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں اس کو نقل کیا ہے۔ امام عبدالرزاق الصنانی نے ''مصنف'' (ج ۷، ص ۴۷۸) حافظ نے ''الدلائل'' میں، ابن کثیر نے اپنی سیرت نبویۃ ''البدایۃ'' ج ۱، ص ۲۲۴ میں، ابن الدبیع الشیبانی نے، حدائق الانوار'' ج ۱، ص ۱۳۴ میں، الحافظ البغوی نے ''شرح السنۃ'' ج ۹، ص ۷۶ میں، ابن ہشام اور سہیلی نے ''روض الانف'' ج ۵، ص ۱۹۲، عامری نے ''بہجۃ الحافل'' ج ۱، ص ۴۱ میں اور بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر امام بخاری کے اس کو نقل کرنے اور حافظ سے لے کر تمام علماء کے محض اسی وجہ سے اس پر اعتماد رکھنے کی وجہ سے اسے قبولیت حاصل ہے۔ دوسرا سبب اس حدیث مقبول ہونے کا یہ ہے کہ یہ مناقب وخصائص میں ہے، حلال وحرام میں نہیں ہے۔ طالبان علم، حدیث کے ساتھ استدلال کرنے کے معاملے میں مناقب اور احکام کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ جہاں تک کفار کا اپنے اعمال سے انتفاع کا تعلق ہے تو اس میں علماء کے درمیان کلام ہے، مگر یہ مقام تفصیل نہیں۔ اصل اس بارے میں حدیث ہے جو جناب رسول کریم کی دعا سے ابو طالب سے تخفیف عذاب کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

رسول اللہ خود میلاد شریف کے دن کی تعظیم فرماتے:

دوسرا سبب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے یوم ولادت کی خود بھی تعظیم کیا کرتے تھے اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عظمت، نعمت اور اس وجود کے صدقے ہر وجود نے سعادت حاصل کی، وجود میں لا کر احسان کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے اور روزے رکھ کر اس تعظیم کا اظہار کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت قتادہ سے مروی حدیث میں آیا ہے:

(("انا رسول اللہ ﷺ سئل عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی))

(رواہ الامام مسلم فی صحیح فی باب الصیام)

''جناب رسول اللہ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا میں اس دن پیدا ہوا ہوں اور اسی میں مجھ پر وحی نازل کی گئی۔''

یہ حدیث اس دن کو منانے کے مقصد ومعنی پر روشنی ڈالتی ہے، مگر صورت مختلف ہے۔ بہر حال جو بھی صورت ہو خواہ اس کا اظہار روزوں کے ذریعے ہو، خواہ کھانا کھلا کر ہو، خواہ ذکر میلاد النبی کے ذریعے سے آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کر کے اور خواہ آپ کے اعلیٰ وارفع خصائل وخصائص کے سماع پر جمع ہو کر ہو۔

میلاد النبی کے دن خوشی منانا قرآن مجید کا حکم ہے:

تیسرا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق مطلوب ہے:

((''قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا''))

Marfat.com

”کہہ دیجئے کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ملے تو چاہیے کہ خوشی منائیں۔“
اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رحمت کے ساتھ اظہار خوشی کریں۔
نبی کریم تو سب سے بڑی رحمت ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
((”وما ارسلنك الا رحمة للعالمين“))
”اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔“

بڑے بڑے دینی واقعات کے دنوں کی تعظیم سنت نبوی سے ثابت ہے:

چوتھا سبب یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ گزرے ہوئے بڑے بڑے دینی واقعات کے ساتھ زمانے کا ربط جوڑنے کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ جب وہ زمانہ آجاتا جس دن یہ واقعات ظاہر ہوئے تھے اس دن کی تعظیم کا غنیمت موقع ہوتا اور یہ تعظیم محض ان واقعات کے سبب تھی۔ اس لیے تھی کہ یہ وقت اور یہ زمانہ ان کا محور مرکز تھا۔ جناب رسول کریم ﷺ نے اس قانون وقاعد کی بنیاد بنفس رکھی تھی۔ جیسا کہ حدیث میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے:

”جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ پہنچے اور یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں تو اُن سے اس کا سبب پوچھا۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ اس دن اس لیے روزہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کے نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو نجات دی تھی اور ان کے دشمن (فرعون) کو غرق کر دیا تھا۔ تو لہٰذا وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے یہود! ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ کے زیادہ قریبی ہیں۔ چنانچہ اس دن آپ نے روزہ رکھا اور اپنے صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“

مولد صلوٰۃ وسلام پر آمادہ کرتا ہے:

پانچواں سبب یہ ہے کہ مولد شریف صلوٰاۃ سلام پر آمادہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس درج ذیل قول سے مطلوب ہے:
((”ان الله وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما“))
”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔“

اہل اسلام اور ربیع الاول کا مہینہ...... ہر وقت ذکر نبی:

اور ایسے ہی جب بھی چاند چکر کاٹتا ہے اور ربیع الاول کا مہینہ ہم پر طلوع ہوتا ہے تو اہل اسلام سیرت کی بنیادی اور اصل کتابوں پر جھک جاتے ہیں اور ان کے مطالعہ میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ وہ اس دوران رحمت کے سایوں کی چھاؤں میں رہتے ہیں۔ نسیم سیرت سے معطر جھونکے ان کی راحت کا سامان بنتے ہیں۔ جب سے نور محمد علی صاحبہ السلام کائنات پر جلوہ فگن ہوا تو اہلِ اسلام آپ ﷺ کے بحیثیت ثالث منتخب ہونے، آپ کی نبوت، آپ کی اچھی دعوت، آپ ﷺ کی ہجرت کے واقعات اور بت پرستی، شرک اور گمراہی کے مخالف آپ ﷺ کی تاریخی جنگیں، دولت اسلامیہ کے قیام کے لیے آپ ﷺ کی کوششیں، حجۃ الوداع اور اس کے خطبات اور جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو جانے کے سبب وحی آسمانی کے منقطع ہو جانے تک، سیرت کے یہ سارے واقعات یاد کرتے ہیں۔ اہل اسلام اس مہینہ میں جو میلاد شریف کے سبب ممتاز ہے سیرت کی اصل کتابوں پر آسن مارے بیٹھے رہتے ہیں۔ اگرچہ سیرت کے واقعات سارا سال ان سے غائب نہیں

Marfat.com

رہتے۔ وہ ہمیشہ ان کے تصور میں موجود رہتے ہیں۔ وہ ان کو یاد کرتے ہیں۔ ان سے سبق حاصل کرتے ہیں، ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جن عبرتوں، نصیحتوں اور زندگی کے جن طرز عمل پر یہ مشتمل ہیں، جو سید انبیا ﷺ نے انسانیت کی تعلیم کے لیے اختیار فرمائے تھے، ان سے خود استفادہ کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

ربیع الاول اور سوموار کو ہی کیوں میلاد ہوا؟:

ابن اسحاق (کاتبین سیرت کے شیخ) لکھتے ہیں:

(("ولد رسول الله ﷺ يوم لاثنتی عشرة ليلة من ربيع الاول عام الفيل"))

"جناب رسول اللہ ﷺ (ہاتھی والے سال) ربیع الاول کی بارہویں رات بروز سوموار پیدا ہوئے۔"

مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کی پیدائش ربیع الاول میں سوموار کے دن کیوں ہوئی اور رمضان کے دنوں میں سے کسی دن کیوں نہیں ہوئی؟ جس میں قرآن نازل کیا گیا اور لیلۃ القدر کے ساتھ بھی یہ مزین ہے یا ماہ حرام میں سے کسی مہینے میں کیوں نہیں ہوئی جن کی اللہ تعالیٰ نے جس دن سے آسمان وزمین پیدا فرمائے ہیں، حرمت مقرر فرمادی ہے، یا شعبان المبارک میں کیوں نہیں ہوئی۔ وہ شعبان جس کے نصف میں لیلۃ مبارکہ (مبارک رات) ہے۔؟

مجھے جواب کے لیے کتب سے کچھ نہ مل سکا۔ میں نے مہلت چاہی تاکہ تحقیق کرسکوں اور غور وفکر کروں۔ اب میں اپنے آپ سے پوچھنے لگا کہ کس وجہ سے خالق عظیم نے چاہا کہ اس معزز بچے کو خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو سوموار کے دن اس دنیا میں ظاہر فرمائے۔ لازمی طور پر اس میں کوئی بہت بڑی حکمت ہوگی۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی تحقیق کریں، تاکہ اس کی معرفت اور اس سے مستفید ہونے کا شرف حاصل کرسکیں۔ چنانچہ میں نے سیرت کی بنیادی کتب کی طرف رجوع کیا۔ ان کی ورق گردانی کرنے لگا اور علماء، مورخین اور محققین نے اس حکم تک پہنچنے کی کوشش میں جو کچھ کیا ہے اس کی چھان بین کرنے لگا۔ تحقیق وتفتیش میں کئی گھنٹے گزارنے کے بعد کتابوں نے اس کی کئی وجوہات ذکر کرکے مجھے جواب مہیا کر دیا۔

پہلی وجہ: حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے درخت کو سوموار کے دن پیدا فرمایا (امام احمد نے اپنی مسند ج۲،ص۲۲۲ میں یہ حدیث روایت کی ہے) (اس میں بڑی تشبیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ) روزی، رزق، پھل اور تمام بھلائیاں جن کے سہارے بنی آدم پھلتے پھولتے ہیں، زندہ رہتے ہیں، ان سے اپنا علاج معالجہ کرتے ہیں اور انہیں دیکھ کر ان کے دل خوش ہوتے ہیں، پیدا فرمائے کیونکہ حکیم مطلق کی حکمت کے مطابق جو چیز ان کی زندگیوں کی بقاء کی ضامن تھی وہ انہیں حاصل ہوگئی۔ چنانچہ جس دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ دن تمام آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد، امام محمد یوسف الصالحی، ج۱،ص۴۰۶)

اس میں کچھ بحث نہیں کہ سوموار کا دن مبارک دن ہے جس نے جناب رسول اللہ کریم ﷺ کی اس میں ولادت کی باعث عزت پائی۔

(("وقد سئل عنه ﷺ فقال ذلك يوم ولدت فيه اوقال انزل علی فيه"))

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث ۱۹۷، مسند احمد ۲،۲۰۰)

"اس دن کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا ہوں یا فرمایا اس میں

Marfat.com

مجھ پر وحی نازل کی گئی۔''

یعقوب بن سفیان نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی، حضرت ابن عباس نے فرمایا:

((''ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین واستنبئی یوم الاثنین ورفع الحجر الاسود یوم الاثنین''))

''جناب رسول ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے، سوموار کے دن وحی نازل ہوئی اور سوموار کے دن حجر اسود اٹھایا۔''

دوسری وجہ: بے شک ماہ ربیع الاول میں آپ ﷺ کے ظہور میں اس شخص کے لیے کھلا واضح اشارہ پایا جاتا ہے جس نے کلمہ ''ربیع'' کے اشتقاق کا ادراک کرلیا، کیونکہ اس میں اچھا شگون اور امت کے لیے بشارت ہے۔ الشیخ الامام ابوعبد الرحمن الصقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہر انسان کو اس کے نام سے حصہ ملتا ہے۔ یہ اشخاص وغیرہ پر منطبق ہوتا ہے۔ جہاں تک موسم ربیع کا تعلق ہے اس میں زمین کے پیٹ میں جو اللہ تعالیٰ کی بہت ساری نعمتیں پوشیدہ ہیں ظاہر ہوتی ہیں اور وہ ان ارزاق کو نکال باہر کرتی ہیں جو بندگان خدا تعالیٰ کا سہارا ہیں، انہیں پر انسانی زندگیوں، ان کی معاش اور ان کی اصلاح احوال کا دارومدار ہے۔ دانہ، گٹھلی اور قسم قسم کی نباتات جو زمین میں پوشیدہ ہوتی ہیں پھوٹ پڑتی ہیں دیکھنے والا انہیں دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زبان حال سے مستقبل قریب میں اسے اپنے پک جانے کی خوشخبری دیتی ہے۔ اور اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شروع ہونے کی خوشخبری کی طرف ایک عظیم اشارہ پایا جاتا ہے۔

جناب نبی کریم کی ولادت باسعادت میں کچھ اشارات ایسے پائے جاتے ہیں جن میں بعض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ نبی عظیم ﷺ کے عظیم مرتبے کی تشہیر اور تنویہ کی سمت واضح اشارہ ہے اور آپ تمام جہانوں کے لیے بشارت ہیں۔ دونوں جہانوں میں مہالک اور مخاوف (ہلاکتوں اور خوفوں) کے مقابلے میں رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر احسانات میں سے سب سے بڑا احسان جناب رسول کریم ﷺ کا ان کو اللہ تبارک تعالیٰ کے سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرنا ہے۔ اے حبیب (بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں''۔)''

(سبل الھدیٰ والرشاد، امام محمد یوسف صالحی، ج ۶ ص ۴۰۷)

تیسری وجہ: جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا تعلق ہے، اس میں اور موسم ربیع میں قدر مشترک صفات پائی جاتی ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ موسم ربیع تمام موسموں میں سے معتدل ترین اور خوبصورت ترین موسم ہے، کیونکہ اس میں نہ پریشان کن سردی ہوتی ہے اور نہ تکلیف دہ گرمی اور نہ ہی اس کی راتوں میں خلاف عادت طوالت پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے دنوں میں بلکہ سارے کے سارے معتدل ہوتے ہیں۔ یہ ایک موسم ہے جو موسم خریف، موسم سرما، اور موسم گرما کے نقائص اور خرابیوں سے پاک ہوتا ہے، بلکہ اس میں لوگ خوشی ونشاط میں ہوتے ہیں اور ان کی صحت درست ہو جاتی ہے۔ قیام کے لیے ان کی راتیں اور صیام کے لیے ان کے دن بہت عمدہ اور موزوں بن جاتے ہیں۔ یہ اس موسم اور آسان شریعت میں جو جناب ﷺ لے کر آئے۔ ایک قدر مشترک ہے۔

چوتھی وجہ: اس حکیم مطلق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت یہ ہوئی کہ زمان ومکان آپ ﷺ کے وجود سے شرف حاصل کریں۔ نہ کہ آپ ان سے مشرف ہوں اور وہ زمان ومکان جو آپ کی شخصیت کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا اسے دوسرے زمان ومکان

Marfat.com

پر بہت بڑی فضیلت اور بہت بڑا امتیاز حاصل ہوجائے۔مگروہ زمان ومکان اس سے مستثنیٰ ہیں۔جن میں اعمال خیر کی کثرت ہوتی ہے اور یہ سچ ہے کہ اگر آپ ماہ رمضان یا ماہ ہائے حرام یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض کو یہ گمان ہوتا کہ چونکہ ان مہینوں کی پہلے سے کچھ قدر ومنزلت ہے،اس بنیاد پر آپ ﷺ ان سے مشرف ہوئے ہیں،مگر اس حکیم جل جلالہ نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوں تاکہ یہ مہینہ آپ ﷺ کی ذات کریمہ سے عزت پائے،آپ سے مزین ہو اور آپ کی ولادت کا جو شرف اسے حاصل ہوا ہے اس پر تا قیامت فخر کرتا رہے اور اس طریقہ سے بلند وبرتر اور قدیر سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے نبی کریم ﷺ پر عنایت اور آپ کے ساتھ انتہائی درجہ اہتمام کا اظہار ہو۔

احمد شوقی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

بك بشر اللّٰه السماء فزينت

وتضوعت مسكابك الغبراء

يوم يتيه على الزمان، صباحه

ومساؤ بمحمد وضاء

''اللہ تعالیٰ نے آسمان کو آپ کی ولادت باسعادت کی بشارت دی اور اس کو سجا دیا گیا اور زمین آپ کی بدولت مشک کی خوشبو سے مہک اٹھی،جس دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اس دن کی صبح سارے زمانے پر اتر رہی ہے اور اس دن کی شام حضرت محمد ﷺ کے دم قدم سے روشن وتاباں ہے۔''

میلاد پسندیدہ عمل ہے:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کی میلاد کا منانا آپ کی یاد تازہ کرنا ہے اور جب یہ علمی اور پند ونصائح پر مبنی مجالس دین اسلام کے آداب کے دائرہ کار میں ہوں تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس کو اہل علم نے بہ نگاہ پسندیدگی دیکھا ہے،کیونکہ اس ذریعے سے آپ کی سیرت طیبہ کے ساتھ ایک گونہ تعلق پیدا کرنا،آپ ﷺ کے معجزات،آپ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے خصائل کے درپے ہونا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اقتداء کرنے اور آپ کے طریقے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور بے شک آپ ﷺ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔آپ ﷺ کے خصائل اور آپ کی صفات کی معرفت آپ پر کمال ایمان کی داعی ہے۔آپ کی سیرت کے درپے ہونا آپ کی محبت کو گہرا کرتا ہے اور نفوس مومنہ میں اس کو راسخ بناتا ہے۔چنانچہ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ عزوجل اپنی کتاب کریمہ میں فرماتے ہیں:

((''وكلا نقص عليك من انباء الرسل مانثبت به فوادك''))

''اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔''

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اسلام پر ثابت وقائم کردے۔ایمان ان کی گہرائیوں میں پہنچادے اور ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کی محبت نصیب کر۔آمین!

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 19:

محبت نبی کا تقاضا......حجرۂ رسول اکرم اور قبر نبی سے محبت اور اس کی تعظیم وزیارت

محبت کی علامت:

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی علامت یہ بھی ہے کہ آپ کے حجرہ مبارکہ اور قبر مبارکہ سے محبت کی جائے اور اس کی تعظیم بجالانے کے ساتھ ساتھ اس کی زیارت کی جائے۔اور محب کے دل میں یہ بات ضرور ہونی چاہیے کہ میں اگرچہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی زیارت نہیں کرسکا لیکن آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، میں اگر سلام پیش کروں گا تو جواب دیں گے، اس لیے اسے قبر انور کی زیارت کے لیے سعی کرنی چاہیے۔روضہ اقدس کی زیارت کا شوق محبت نبی کا تقاضا بھی ہے اور علامت بھی۔

گھر اور منبر کے درمیانی جگہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے۔''

تمام مسلمان بالعموم اور اہل مدینہ منورہ بالخصوص یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حجرہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی مکان ہے جہاں آپ حضرت سیدہ عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ قیام فرماتے تھے۔

قرآن حکیم اور مسئلہ زیارتِ رَوضۂ رسول:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا))

''اور جب کبھی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آئیں آپ کے پاس، اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی بخشش کے لیے سفارش کردے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنیوالا پائیں گے۔''

یہ آیت کریمہ حیات ووصال دونوں حالتوں کو شامل ہے اور جس نے اس کی طرف حالت حیات کے ساتھ مخصوص کرلیا وہ صحیح راستہ سے بھٹک گیا، کیونکہ فعل سیاق شرط میں عموم کا فائدہ دیتا ہے اور عموم کے لیے سب سے اعلیٰ صیغہ وہ ہے جو سیاق شرط میں واقع ہو۔

(ارشادالفحول،122)

اور ہمارے استاد علامہ السید عبداللہ بن صدیق الغماری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ آیت عام ہے اور حالت حیات ووصال دونوں کو شامل ہے اور کسی ایک حالت کے ساتھ اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہے

Marfat.com

اور وہ یہاں مفقود ہے۔اور کوئی کہے کہ یہاں عموم کہاں سے آیا کہ حالت حیات کے ساتھ اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہو تو ہم کہیں گے کہ یہاں فعل شرط کے ساتھ واقع ہوا ہے اور کتاب اصول میں یہ اصول طے شدہ ہے کہ فعل جب شرط کے تحت واقع ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ فعل نکرہ کے معنی میں مصدر نکرہ کو متضمن ہوتا ہے اور نکرہ جب سیاق نفی یا سیاق شرط سے واقع ہو تو یہ عموم کے لیے موضوع ہوگا۔''

(الرد المحکم المتین، 44)

پس یہ آیت شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہر حالت میں آنے کی طلب میں نص ہے کیونکہ اس میں ''جاء وك'' مقام شرط میں واقع ہے جو کہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔

اور مفسرین کرام نے اس آیت سے عموم ہی سمجھا ہے۔اس لیے آپ ملاحظہ کریں گے کہ انہوں نے اس آیت کے تحت امام عتبی کی حکایت بیان کی ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت کہ ان میں سے شیخ ابو النصر الصباغ ہیں، نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں امام عتبی کی مشہور حکایت ذکر کی ہے کہ عتبی نے کہا:

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔پس ایک اعرابی آیا اور عرض گزار ہوا:

((السلام عليك يا رسول الله))

میں نے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

((وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا))

تو میں آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے حاضر ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بناتا ہوں۔

پھر اس اعرابی نے یہ اشعار پڑھے:

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه

فطاب من طيبهن القاع والاكنه

نفسي الفداالقبرانت سداكنه

فيه العفاف وفيه الجود والكرم

پھر اعرابی لوٹا اور میری آنکھوں پر اونگھ غالب آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے عتبی! اعرابی کو مل اور اسے بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔''

اس آیت سے عموم پر استدلال کرتے ہوئے ابو بکر المراغی نے عمدہ بات کہی کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نیکی ہے کیونکہ اس کے بارے میں احادیث وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا))

Marfat.com

”جب بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لیے استغفار فرمائیں تو وہ اللہ کو قبول کرنے والا پائیں گے۔“

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آپ کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا استغفار فرمانا صرف آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ خاص تھا اور زیارت میں ایسے نہیں ہے، کیونکہ بعض محققین علماء نے اس کا جواب دے دیا ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے تواب اور رحم پانے کے لیے تین امور کے ساتھ متعلق ہے:

1: گناہ گار کا آپ کی خدمت میں آنا۔

2: گنہگار کا استغفار کرنا۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لیے استغفار فرمانا۔

رسول اللہ کا استغفار فرمانا تو تمام مسلمانوں کے لیے ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کے لیے استغفار فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات))

”اے پیارے محبوب! استغفار کریں اپنے لیے اور تمام مومن مرد اور عورتوں کے لئے۔“(سورۂ محمد، آیت نمبر:19)

پس جب اہل ایمان مسلمانوں کا زیارت قبور کے مستحب ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ امام نووی نے ذکر فرمایا اور ہم ظواہر نے تو اس کو واجب قرار دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عموم وخصوص دونوں جہتوں سے مطلوب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا تمام مومنین کے لئے عام ہے چاہے کسی خوش نصیب نے آپ کی ظاہری حیات کا زمانہ پایا ہے یا کسی حرماں نصیب نے یہ مبارک دور نہ دیکھا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

((وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ))

”اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کرو۔“

اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت عظیم نعمت ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک ہے۔

سابقہ گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں تین امور کا ذکر ہے:

1: بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہونا۔

2: اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا۔

3- اہل ایمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا۔

اور یہ تینوں چیزیں آپ کی حیات ظاہری اور وصال میں حاصل وموجود ہیں۔

احادیث رسول اور زیارت قبر نبوی:

وہ حدیث شریف جو کہ حسن بلکہ بعض ائمہ نے اس کو صحیح اور بعض نے حسن کہا ہے جیسا کہ محدث ابن السکن امام السبکی اور سیوطی اور اس کے حسن ہونے پر امام ذہبی کی عبارت میں بھی تصریح ہے۔

ان احادیث میں سے سب سے اچھی سند کے لحاظ سے وہ حدیث جو کہ اس سند سے مروی ہے:

Marfat.com

((موسی بن هلال العبدی عن عبد الله بن عمر العمری وعبید الله بن عمر العمری عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر منورہ کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

((''من زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی''))

''جس نے میری قبر کی زیادت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگی۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی ومن زارنی حتی ینتهی الی قبری کنت له شهیدا یوم القیامة))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے وصال کے بعد ہماری زیارت کی گویا اس نے ہماری ظاہری حیات میں زیارت کی اور جو میری زیارت کے لیے میرے روضہ تک پہنچا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من زارنی بالمدینة محتسباً کنت له شفیعاً وشهیدا یوم القیامة))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کی قیامت کے دن میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اتی المدینة زائراً لی وجبت له شفاعتی یوم القیامة، وَمَنْ مَاتَ فِی احدِ الحَرَمَیْنِ بعث آمناً))

''جو شخص مدینہ شریف میں میری زیارت کے لیے آیا قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی اور جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا تو وہ قیامت میں امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ زارَنِی بَعْدَ مَوْتِی فَکَأَنَّمَا زَارَنِی فِی حَیَاتِی وَمَنْ مَاتَ بأحدِالحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الآمِنِیْنَ یَوْمَ القِیَامَةِ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے کسی حرم میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کو آمنین میں سے اٹھایا جائے گا۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ زَارَقَبْرِیْ اَوْقَالَ مَنْ زَارَ فِی کُنْتُ لَه شَفِیْعاً اَوْشَهِیْداًاَوْمَنْ مَاتَ فِی اَحَدِ الحَرَمَیْن بَعَثَه اللّٰهُ مِنَ الآمِنِیْنَ یَوْمَ القِیَامَة))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا: جس نے میری زیارت کی، میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا یا جو دونوں حرمین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھائے گا۔''

Marfat.com

شارحِ مُسلم امام نووی:

امام ابوزکریا النووی (جن کے علم وفضل پر اتفاق ہے) فرماتے ہیں:

''یہ جان لینا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت اہم قربات اور نیکیوں اور کامیاب مساعی سے ہے۔ جب حجاج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر واپس پلٹیں تو ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ مدینہ شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی زیارت کی طرف متوجہ ہوں اور زائر کو چاہئے کہ زیارت تقریب کی نیت کرے اور اس کی طرف کجاوا کس کے یعنی قصد کر کے جائے اور مسجد نبوی میں نماز کی نیت بھی کرے۔'' (المجموع شرح المہذب، 204:8)

اور ایسے ہی اپنی کتاب ''الایضاح'' میں مناسک حج کے ضمن میں فرمایا:

''جب حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے مکہ سے فارغ ہوں تو مدینۃ الرسول کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی طرف متوجہ ہوں، کیونکہ یہ بہت زیادہ قربات اور کامیاب مساعی (کوشش) ہے اور امام بزار اور دارقطنی نے اپنی اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من زار قبری وجبت له شفاعتی))

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔'' (الایضاح، صفحہ نمبر 214)

اور فقیہ امت ابن حجر الہیثمی نے اس حدیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرمایا:

''یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حیات ووصال دونوں کو شامل ہے اور ہر مذکر و مؤنث کے لیے وہ دور سے یا قریب سے آئے ہر ایک کو شامل ہے اور اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی قبر کی طرف سفر کے مندوب ہونے اور اس کی طرف سفر کی فضیلت کے لیے استدلال کیا گیا ہے۔'' (حاشیہ الایضاح، صفحہ نمبر 214)

امام ابن الہمام حنفی:

محقق علی الاطلاق امام کمال بن الھمام حنفی ''المقصد الثالث فی زیارت قبر النبی ﷺ'' میں فرماتے ہیں:

''ہمارے مشائخ (احناف) نے فرمایا کہ زیارت قبر نبوی افضل مندوبات میں سے ہے۔ مناسک فارسی اور شرح المختار میں ہے کہ صاحب استطاعت پر یہ زیارت واجب کے قریب ہے۔''

پھر اس کے بعد فرمایا:

''اس بندۂ ضعیف کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض زیارت قبر شریف کی نیت کی جائے اور جب وہاں چلا جائے تو پھر مسجد شریف کی بھی زیارت کرے یا پھر دوسری مرتبہ دونوں (قبر شریف اور مسجد شریف) کی نیت کرے کیونکہ اس میں آپ کی عظمت وشان اور جلال زیادہ ہے۔'' (فتح القدیر 3/179-180)

(اسلاف سے ہزاروں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سامان باندھ کر اور قصد کر کے جاتے تھے اور اس کو بہت بڑی نیکیوں میں شمار کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ صرف مسجد نبوی شریف کی زیارت کی نیت سے جاتے روضہ اطہر کی نیت نہ کرتے تھے، باطل ہے بلکہ وہ قطعی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نیت کرتے تھے۔ اضافہ از مترجم)

اہل مکہ آج بھی زیارت قبر انور کے لیے سفر کرتے ہیں۔

Marfat.com

صاحب المختار کا قول:

المختار شرح در المختار میں ہے:

((قوله مندوبة))

''مصنف کا قول کہ یہ زیارت مندوب و مستحب ہے۔''

تمام مسلمانوں کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ مندوب ہے جیسا کہ ''اللباب'' میں ہے۔

امام ابوحنیفہ کا قول:

شرح ''الباب'' میں فرمایا:

''امام حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی کہ جب حج فرض ہے تو حاجی کے لیے بہتر ہے کہ وہ پہلے حج کرے پھر زیارت قبر نبوی کی طرف جائے اور اگر پہلے زیارت کرے تو بھی جائز ہے۔'' (المختار شرح در المختار 2:257)

ملا علی قاری کا عقیدہ:

حضرت امام ملا علی القاری فرماتے ہیں:

''حنابلہ میں سے ابن تیمیہ نے سخت زیادتی کی ہے کیونکہ اس نے زیارۃ قبر النبی کے لیے سفر کو حرام کہا ہے، جیسا کہ دوسروں نے افراط سے کام لیا اور کہا کہ زیارت ایسی قربت اور نیکی ہے جو ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ حالانکہ نہ تو زیارت کرنے کے لیے سفر حرام ہے اور نہ ہی زیارت ضروریات دین میں سے ہے، بلکہ مستحب ہے اور جس نے اسے حرام و ناجائز کہا اس نے غلط کہا۔'' (شرح الشفاء بھامش نسیم الریاض، 2:514)

قاضی عیاض کا عقیدہ:

حضرت امام قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے، سلام عرض کرنے اور دعا مانگنے کا طریقہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کی سنتوں (اعمال) میں سے ایسی سنت (عمل) ہے کہ جس پر اجماع ہے اور یہ ایسا فضیلت والا کام ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے۔'' (الشفا، 2:74)

ایک اور جگہ (75/2) امام ابن عبد البر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

((الزيارة مباحة بين الناس و واجب شد المطى الى قبره ﷺ))

''لوگوں کے درمیان زیارت مباح ہے (اس میں کوئی اختلاف نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر واجب ہے۔''

امام قاضی عیاض نے فرمایا:

''یہاں واجب سے مراد مندوب کا وجوب ہے اور زیادہ ترغیب و تاکید کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ وجوب فرض کے معنوں میں نہیں ہے۔''

Marfat.com

علامہ الدردیر کا قول:

حضرت علامہ الدردیر شرح میں فرماتے ہیں:

((وندب زیارة النبی ﷺ وھی من اعظم القربات))

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مندوب ہے اور بہت بڑی نیکیوں میں سے ہے۔''(381:2)

امام ابن قدامہ مقدسی کا عقیدہ:

حضرت امام ابو محمد بن قدامہ المقدسی محقق مذہب حنابلہ فرماتے ہیں:

''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منور کی زیارت مستحب ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من حج فزار قبر ی بعد وفاتی فکانمازارنی حیاتی))

''جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری زندگی میں زیارت کی۔''

اور دوسری روایت میں ہے:

((من زارقبری وجبت له شفاعتی))

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔''

پہلی روایت کے الفاظ کو اس کے سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

((حدثناسعید حدثناحفص بن سلیمان عن لیث عن مجاهد عن ابن عمر رضی الله عنه))

''امام احمد نے عبداللہ بن یزید بن قسیط کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مامن احدیسلم علی (عند قبری) الارد الله علی روحی حتی اردعلیه السلام))

(مسند امام احمد کی روایت میں عند کی قبری کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ حدیث شریف عام ہے۔ واضح اور مکمل کلمات کے لیے حیاۃ الانبیاء میں ملاحظہ فرمائیں۔)

''جب بھی کوئی شخص میری قبر انور کے پاس سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ فرماتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو جواب دیتا ہوں۔''

امام عتبی کا واقعہ:

امام عتبی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے پاس حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا:

السلام علیك یا رسول الله! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

((وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا))

Marfat.com

''اور اگر وہ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے پیارے محبوب تیری بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور اللہ کا رسول بھی ان کے لیے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔''

میں گناہ گار ہوں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت کا طلب گار ہوں۔

پھر اس نے یوں عرض کی:

یا خیر من دفنت یا لقاع اعظمه

نفسی الفداءُ لقبر انت ساکنه

فطاب من طیبهن القاع والاکبر

فیه الفاف وفیه الجود والکرمه

''اے زمین میں دفن ہونے والوں میں سب سے بہتر شخصیت! آپ کی خوشبو سے میدان اور فضائیں معطر ہو گئیں۔ میری جان اس قبر مقدسہ پر قربان ہو جہاں آپ محو آرام ہیں۔ اس میں پاکیزگی اور اسی میں سراپا سخاوت و بخشش ہے۔ (اسی میں صاحب جود و کرم ہے)'' (آج بھی یہ اشعار مواجہہ شریف کی طرف ستونوں پر لکھے ہوئے ہیں۔)

پھر وہ اعرابی پلٹ گیا اور میری آنکھ لگ گئی۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا:

((یا عقبی الحق الاعرابی نبشره ان اللّٰه غفرلهٗ))

''اے عقبی! جلدی کر اس اعرابی کو مل اور بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔''

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا عقیدہ:

حضرت امام ابو الفرج ابن قدامہ الحنبلی شرح الکبیر میں فرماتے ہیں:

''مسئلہ: حاجی جب حج سے فارغ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین (صدیق و فاروق) کی قبور مقدسہ کی زیارت کرے۔''

دارقطنی کی احادیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت مستحب ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانمازار نی فی حیاتی))

''جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میرے وصال کے بعد تو گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔''

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((من زار قبری وجبت له شفاعتی))

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

مسند امام احمد کی حدیث:

امام احمد نے عبد اللہ بن یزید بن قسیط عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

((مامن احد یسلم علی عندقبری ردالله علی روحی حتیٰ ارد علیه السلام))

''جب بھی کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ فرماتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

اس کے بعد امام عتبی کا مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا۔

شیخ منصور البھوتی کا قول:

حضرت امام الشیخ منصور البھوتی کشاف القناع میں فرماتے ہیں:

''فصل: جب آدمی حج سے فارغ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبور مقدسہ کی زیارت کرے، کیونکہ اس سلسلہ میں حدیث وارد ہے جیسے دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حج فزار قبری بعد وفاتی فکا نما زارنی فی حیاتی))

''جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میرے ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔''

اور ایک روایت میں اس طرح ہے:

((من زار قبری وجبت له شفاعتی))

''جس نے میرے روضہ کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

شیخ ابن نصر اللہ اور دیگر محققین کا قول:

شیخ ابن نصر اللہ نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کا استحباب لازماً اس کی طرف شد رحال کے استحباب کو مستلزم ہوگا، کیونکہ حاجی کے لیے شد رحال کے سوا یہ سفر ممکن نہیں ہے۔ استحباب زیارت کی تصریح یہی ہے۔'' (کشاف القناع، 2/514-515)

اور پھر اس کے بعد امام عتبی کا قصہ بیان فرمایا۔

اور مقنع کے متن میں ہے:

''جب حج سے فارغ ہو جائے تو حاجی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور اور صاحبین کی قبور کی زیارت مستحب ہے۔'' (المقنع، 4/258)

اور ایسے ہی ''المبدع'' شرح المقنع لابن مفلح ''میں ہے اور اس کو شارح نے مقرر رکھا بلکہ اس پر امام عتبی کا قصہ زیادہ کیا۔

امام ابو الحسن المرداوی فرماتے ہیں:

''حاجی جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس پر قبر النبی اور آپ کے صاحبین کی قبور کی زیارت مستحب ہے۔ یہی مذہب ہے اور اسی پر اصحاب علم وجمت متقدمین ومتاخرین قائم ہیں۔'' (الانصاف، 4:53)

Marfat.com

اور ''زاد المستقنع مختصر المقنع'' میں ہے:

''اور قبر نبی اور آپ کے صاحبین کی قبور مقدسہ کی زیارت مستحب ہے۔'' (الروض المربع، 152)

علامہ قاضی عیاض اندلسی کا قول......علماء کا اجماع:

جن علماء کرام نے اس مسئلہ پر اجماع کیا ہے ان میں سے قاضی عیاض مالکی ہیں۔ آپ نے الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ میں ذکر کیا:

((زیارة قبره ﷺ سنة من سنن المسلمين مجمع عليها وفضيلة مرغب فيها))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدسہ کی زیارت مسلمانوں کے اعمال میں سے ایسا عمل ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ جس کی ترغیب دی گئی ہے۔'' (الشفاء، 73:2)

علامہ شوکانی کا قول......اجماع امت:

علامہ شوکانی ''نیل الاوطار'' میں لکھتے ہیں:

''جس نے روضہ نبوی کی زیارت کو جائز قرار دیا اس نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ حج کا ارادہ کرنے والے مختلف مذاہب اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کا ہمیشہ سے دستور چلا آ رہا ہے کہ زیارت روضہ منورہ کے لیے مدینہ پہنچتے ہیں اور اس کو افضل ترین اعمال میں شمار کرتے ہیں اور ان کی طرف سے اجماع ہے۔ (نیل الاوطار، 110:3)

مخالفت فقط ابن تیمیہ نے کی:

علماء نے لکھا ہے:

''جہاں تک نفس روضہ مقدسہ کی زیارت کا معاملہ ہے تو ابن تیمیہ تک علماء امت اور ائمہ ملت میں سے کسی نے بھی عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ سب نے بالاتفاق اسے افضل ترین عبادات اور بلند ترین اطاعتوں میں شمار کیا۔ اس میں تو اختلاف ہے کہ یہ زیارت مستحب ہے یا واجب! بہت سارے علماء نے فرمایا: مستحب ہے جبکہ بعض مالکیوں اور تمام اہل ظاہر نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ احناف میں سے اکثر نے اس کو واجب کے قریب قرار دیا ہے اور احناف کے نزدیک جو چیز واجب کے قریب ہو وہ واجب کے ہی حکم میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے جس نے اجماع کو توڑا اور ایسی شی لایا کہ اس سے پہلے کسی عالم دین نے ایسی بات نہ کی، صرف اور صرف ابن تیمیہ ہے۔''

حجرہ مطہرہ کا رقبہ:

مشہور مؤرخ السمہودی کے بقول حجرہ مطہرہ کی مشرق سے مغرب تک طول میں پیمائش ۸ میٹر اور اس کا عرض ۵،۵ میٹر ہے۔ اندرونی دیوار تخمیناً ایک میٹر موٹی ہے۔

بیت مطہرہ کی حدود:

بیت مطہرہ، شمال میں حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ بنت رسول اللہ کے مکان سے ملحق ہے۔ حضرت فاطمہ کے مکان میں ایک روشن دان تھا جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خیر و عافیت دریافت فرماتے تھے۔ ایک رات جب حضرت سیدہ عائشہ اپنے مکان میں داخل ہو رہی تھیں تو ان میں اور حضرت فاطمہ میں اس روشندان کے ذریعے کچھ

Marfat.com

کلام ہو گیا۔ جس پر سیدہ عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روشندان کو بند کر دینے کے لئے کہا اور وہ بند کر دیا گیا۔
جنوب میں حجرہ مطہرہ اور حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب کے مکان کے درمیان ایک سر کتھی جو دونوں مکانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی ان دونوں مکانوں کا فاصلہ اتنا کم تھا کہ سیدہ عائشہ اور حضرت حفصہ اپنے اپنے مکانوں میں سے ایک دوسرے سے گفتگو کر لیتی تھیں۔ حضرت حفصہ کا مکان اس جگہ واقع تھا جہاں آج کل زائرین حجرہ مطہرہ کی زیارت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس مکان کا کچھ حصہ حجرہ مطہرہ کے باہر کی طرف ہے۔
مشرق میں حجرہ مطہرہ کی حد اس مقام تک ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری رسومات ادا کی گئی تھیں۔ اب یہ حجرہ مطہرہ کی شرقی کھڑکی کے قریب کی جگہ میں شامل کر لی گئی۔

حجرہ مطہرہ کے اوصاف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ سادہ مکان اسی سامان سے تعمیر فرمایا تھا جس سے مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی تھی، یعنی مٹی کی اینٹیں، کھجور کے پتے اور لکڑیاں استعمال کی گئی تھیں۔ اس چھوٹی سی جگہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکان تعمیر فرمایا تھا۔ جس کے چاروں طرف اونی پردے بندھے ہوئے تھے اور وہ اتنا نیچا تھا کہ اس کی چھت تک ہاتھ پہنچ سکتا تھا۔ اس مکان کے دو دروازے تھے۔ ان میں سے ایک دروازہ مغرب کی جانب ایک گلی میں کھلتا تھا جو مسجد کی طرف جاتی تھی اور دوسرا شمال کی طرف تھا۔ ان دروازوں میں فریم نہیں تھے، بلکہ یہ ساج کی کھردری لکڑی سے بنائے گئے تھے۔ کسی دروازے میں تالا بھی نہیں لگا تھا۔

حجرہ مطہرہ میں قبر شریف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حجرے میں دفن کئے گئے تھے جو آپ کا مکان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک مغرب کی طرف اور پائے مبارک جانب شرق تھے۔ چہرہ مبارک قبلہ کی طرف تھا۔ حجرہ مطہرہ کی شرقی دیوار سے ۱۹ انچ اور غربی دیوار سے ۱۵۰ سینٹی میٹر کے فاصلے پر آپ کا جسِ اطہر تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق کی قبر شریف:

حضرت ابوبکر صدیق کی وفات ہوئی تو آپ کو حجرہ مطہرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت کے جگری دوست، صحابی اور خلیفہ اول تھے، حجرہ مطہرہ میں دفن کئے جانے کی وصیت کی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کو منظور کر لیا تھا۔ آپ کا سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ اطہر کے پیچھے مغرب کی سمت تھا اور پائے مبارک مشرق کی جانب تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف بروایت نافع:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت سیدہ عائشہ سے حجرہ مطہرہ میں دفن ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ پہلے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ جگہ اپنی تدفین کیلئے مقرر کی تھی لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تدفین کی درخواست کی تو آپ نے فوراً قبول فرما لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دفن کئے گئے تو آپ کا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق کے شانہ مبارک کے پیچھے جانب غرب تھا اور پائے مبارک مشرق کی طرف تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف

Marfat.com

تھا۔

السمہودی کا کہنا ہے کہ یہ بیان عام طور پر صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر کی قبر شریف بروایت القاسم:

القاسم ابن محمد ابن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس دیکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے حجرہ مبارک کھولا تو اس میں تین قبریں دیکھی گئیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بالکل سامنے تھا۔

۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آنحضرت کے شانہ اقدس سے متصل تھا۔

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مطہرہ کے قریب تھا۔

السمہودی نے اپنی کتاب ''وفا الوفا'' میں لکھا ہے کہ الحکیم نے اس بیان کی تحقیق کرنے کے بعد اس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ دوسرے مؤرخین نے تین مزارات کا تذکرہ کرتے ہوئے سات مختلف بیانات دیئے ہیں۔ میں القاسم کے بیان کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے خیال میں یہ بیان مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر رافع کی روایتوں سے زیادہ صحیح ہے:

1: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب ولید کے عہد خلافت میں حجرہ مطہرہ کی دیوار منہدم ہوگئی اور اس کو دوبارہ بنانا شروع کیا گیا تو ایک پیر نظر آیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں حیرانی و پریشانی پیدا ہوگئی اور انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر اطہر تصور کیا۔ اس پر عروہ نے انہیں بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر مبارک نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پیر مبارک ہے۔

2: مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جو دیوار منہدم ہوئی تھی وہ شرقی تھی۔

3: جب حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دیوار تعمیر کی تو آپ نے حجرہ مطہرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک جنوبی حصہ جس میں قبریں تھیں اور دوسرا شمالی جس میں وہ خود قیام فرماتی تھیں۔

اگر ہم پہلے بیان پر غور کریں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صرف ایک پیر کا باہر نکلا ہوا ہونا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ مزارات شرقی دیوار سے کافی فاصلے پر ہیں اور حضرت عمر فاروق کے پائے مبارک تک بھی فاصلہ ہے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک دیوار کی بنیاد کے قریب تھے۔ خواہ وہ بنیاد سے متصل ہوں یا بنیاد کے اندر ہوں۔ اس بیان کی تائید عبداللہ ابن عبیداللہ نے کی، جب حجرہ مطہرہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک نہ سما سکے تو ان کے لئے بنیاد کو کھود کر جگہ بنائی گئی۔

نافی ابن نعیمہ کی روایت پر مبنی نقشہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس اور جنوبی دیوار کے درمیان فاصلہ ۲۰ سینٹی میٹر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کا عرض ۸۰ سینٹی میٹر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزارات مبارک کے درمیان فاصلہ ۲۰ سینٹی میٹر۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا عرض ۸۰ سینٹی میٹر۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزارات مبارک کے درمیان فاصلہ ۲۰ سینٹی میٹر۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مزارات مبارک کا عرض ۸۰ سینٹی میٹر۔ (جملہ: ۳۰۰ سینٹی میٹر)

القاسم کے بیان پر مشتمل نقشہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس اور جنوبی دیوار کے درمیان فاصلہ ۹۰ سینٹی میٹر۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کا طول ۱۷۰ سینٹی میٹر۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزارات کے درمیان فاصلہ ۹۰ سینٹی میٹر۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا طول ۱۷۰ میٹر۔ (جملہ: ۵۲۰ سینٹی میٹر)

حجرہ مطہرہ میں چوتھی قبر کی جگہ:

حجرہ مطہرہ میں چوتھی قبر کے لئے بھی ایک جگہ باقی ہے اور مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے کی اجازت دی تھی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ پر حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کیلئے راضی تھیں لیکن امویوں نے اس سلسلے میں مزاحمت کی۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تبدیل ہوگئی اور انہوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کو حجرہ مطہرہ میں دفن نہ کیا جائے بلکہ البقیع میں خادماؤں کے برابر دفن کیا جائے۔

شروع میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ خود دفن ہونا چاہتی تھیں، لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ حجرہ مطہرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کیلئے راضی ہوگئیں۔

ایک مرتبہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ منورہ کے سفر پر بھیجا گیا تاکہ اگر وہاں ان کا انتقال ہو جائے تو وہ چوتھی جگہ پر دفن ہو سکتے ہیں۔ مگر انہوں نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ خود پسندانہ انانیت کا مظاہرہ ہوگا اور تب اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہوگا۔

حجرہ مطہرہ میں بعض تبدیلیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مطہرہ میں سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کچھ تبدیلیاں کیں۔ آپ نے کھجور کی لکڑیوں کی جگہ پختہ دیوار تعمیر کرائی۔ مگر یہ دیوار کچھ چھوٹی تھی اس لئے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے بڑھا کر تعمیر کرایا۔

سیدہ عائشہ کی تقسیم مکان:

اس کے بعد حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دیوار تعمیر کرائی جو مکان کو دو حصوں میں تقسیم کرتی تھی۔ اس کے ایک حصے میں تین قبریں تھیں اور دوسرا حصہ رہائش کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ جب تک ایک حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبریں رہیں حضرت سیدہ عائشہ اس کے اندر بے پردہ جاتی رہیں مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد آپ پوری طرح پردے میں رہ کر اندر داخل ہوتی تھیں۔ زائرین برکت کے لئے مزارات کی خاک

Marfat.com

جمع کر کے لے جاتے تھے، اس لئے حضرت سیدہ عائشہ نے مزارات کا حصہ الگ کرنے کی غرض سے ایک دیوار کی تعمیر کا حکم فرمایا اور یہ سلسلہ موقوف کرا دیا۔

الولید کے ذریعے حجرہ مطہرہ کا انہدام اور دوبارہ تعمیر:

اموی خلیفہ الولید بن عبدالملک نے امہات المومنین کے مکانات خریدنے کے بعد عمر ابن عبدالعزیز امیر مدینہ منورہ کو حکم دیا کہ حجرے کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا جائے اور مسجد نبوی کی توسیع کی جائے۔ جب پہلا مکان منہدم کیا گیا تو زمین کے اندر تین قبریں نکلیں جنہیں مٹی نے ڈھانپ رکھا تھا۔

قبور کی اصلاح ومرمت:

شروع میں عمر ابن عبدالعزیز اپنے ہاتھوں سے قبروں کی مرمت کرنا چاہتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے خادم مزاحم کو اس کام کا حکم دیا۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل کا بیان ہے کہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی وہ المغیرہ بن شعبہ کے مکان سے باہر نکل رہے تھے تو انہوں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ وہ سیدھے مسجد نبوی کی طرف چل دیئے اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ قبر شریف کا مشرقی حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس خلاء کو پر کر دیا۔

اگلے دن عمر بن عبدالعزیز نے ایک معمار کو بلایا۔ اس معمار نے حجرہ مطہرہ میں کام شروع کرنے سے پہلے ایک مزدور کی مدد طلب کی۔ اس پر خود عمر بن عبدالعزیز اندر جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ دوسرے دو آدمیوں قاسم ابن محمد اور سالم ابن عبداللہ نے بھی کام میں مدد دی۔ عمر ابن عبدالعزیز نے یہ طے کیا کہ وہ خود اور ان دونوں میں سے کوئی بھی حجرے کے اندر داخل نہیں ہوگا کیونکہ قبور کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ انہوں نے مزاحم کو حجرے کے اندر داخل ہو کر وردان معمار کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

وردان نے جب بنیاد کی کھدائی کی تو وہ حیران رہ گیا۔ عمر بن عبدالعزیز بھی مارے خوف کے پیچھے ہٹ گئے۔ بنیاد کھودنے کے بعد ان لوگوں کو دو پیر نظر آئے۔ عبداللہ ابن عبیداللہ نے انہیں بتایا کہ یہ دونوں پیر جو نظر آ رہے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک ہیں۔ حجرے میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے آپ کے پائے مبارک حجرے کی دیوار کی بنیاد میں دفن کیے گئے تھے۔

عمر ابن عبدالعزیز کے ذریعے حجرہ مطہرہ کی دوبارہ تعمیر:

حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے حجرہ مطہرہ کو سنگ سیاہ سے دوبارہ تعمیر کرایا۔ ان پتھروں کا رنگ خانہ کعبہ کے پتھروں سے مشابہ تھا۔ اس تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداء میں تعمیر کیا ہوا علاقہ بھی گھر گیا۔ حجرے کی دیوار کی اونچائی ۶٫۷۵ میٹر ہو گئی۔ عمر ابن عبدالعزیز نے حجرے کے چاروں طرف ایک حظیرہ بھی تعمیر کرایا جس میں پانچ زاویے رکھے تا کہ کعبہ سے مشابہت نہ ہو سکے۔ یہ حظیرہ پتھروں سے تعمیر کیا گیا۔

حظیرے کی بیرونی لمبائی جنوبی دیوار:

جنوبی کونے سے جنوب مشرقی کونے تک لمبائی ۱۲٫۷ میٹر، حجرے کی جنوبی دیوار اور حظیرے کی دیوار ۷۵ سینٹی میٹر اور مشرق میں ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

Marfat.com

غربی دیوار:

جنوبی کونے سے شمالی غربی کونے تک ۱۱٫۵ میٹر، مقام جبریل کی دیوار اس سے علیحدہ ہے جو ۲٫۲ میٹر کے بقدر ہے۔ حجرہ مطہرہ کی دیوار اور حظیرے کی دیوار کے درمیان کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔

شرقی دیوار:

یہ دیوار جنوب شرقی کونے سے شمال شرقی کونے تک ۹ میٹر ہے۔ اس کی دیوار اور حجرے کی دیوار کے درمیان جگہ ۵۔۷ سینٹی میٹر اور ۲۵ سینٹی میٹر کے درمیان ہے۔ ابن شبہ کے بقول یہ جگہ ۵٫۲۵ میٹر ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرقی دیوار میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے۔

شمال غربی دیوار:

مقام جبریل کے خم سے تقریباً ۹ میٹر دور شمالی غربی کونے میں واقع ہے۔

شمال مشرقی دیوار:

یہ دیوار بعض مقامات پر ۹٫۷۵ میٹر یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔

حظیرے کی دیوار کا عرض:

تقریباً ۸۰ سینٹی میٹر ہے۔

حجرے کی بیرونی فرش حظیرے کے فرش سے تقریباً ایک میٹر نیچا ہے۔

یہ دیوار مقام جبریل یعنی شمال غربی گوشے سے شمالی کونے تک گئی ہے اور شمال شرقی کونے سے شمالی کونے تک ایک مثلث کی شکل میں حجرے کی شمالی دیوار تک پھیلی ہے۔ اس مثلث کا فرش پتھروں کو کھریا مٹی سے جوڑ کر آراستہ کیا گیا ہے۔ اس مثلث کا طول شمالی دیوار کے دوطرف جوڑ سے ۶ میٹر ہے۔

مقام جبریل:

یہ مقام جو مقام جبریل کے نام سے مشہور ہے، بیت النبی کے شمال غربی کونے میں واقع ہے۔

حجرہ مطہرہ کی عمارت:

پہلے جب زائرین مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے تو وہ مواجہہ شریف کے بالکل سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی سے ۲ میٹر دور ہے، پہلے زائرین عمر ابن عبدالعزیز کے تعمیر کردہ حظیرے کی دیوار کے قریب کھڑے ہوتے تھے۔ ۶۶۷ھ (۱۲۷۲ء) میں مصری حکمران الظاہر بیبرس نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان شامل کر کے ایک ستون دار ایوان تعمیر کرایا۔ اس ایوان کے تین دروازے تھے جن میں ایک جانب جنوب، دوسرا جانب شرق اور تیسرا جانب غرب تھا۔ اس کے ستون تین میٹر اونچے تھے۔ اس کے بعد زائرین اس عمارت کے اندر مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہونے لگے۔

روضہ اطہر کے اندر نماز کی ممانعت:

السمہودی کا کہنا ہے کہ جب بیبرس نے یہ ستون دار عمارت تعمیر کرائی تو اسے یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عمارت کو

Marfat.com

کعبہ شریف کے ہم پلہ تعظیم و تقدس کا مرتبہ حاصل ہو جائے، اس لئے اس نے روضہ مطہرہ کے اس حصہ کا جو بیت النبی سے ملحق ہے، احاطہ کرا دیا اور اس حصے میں نماز پڑھنا ممنوع قرار دے دیا۔ ۶۹۴ ہجری (۱۲۹۷ء) میں سلطان عادل زین الدین کتبغا نے ستون دار حصے کو اتنا بڑھا دیا کہ وہ چھت تک پہنچ گیا۔

حجرہ مطہرہ کا اولین گنبد:

۶۷۸ ہجری (۱۲۸۲ء) تک حجرہ مطہرہ میں ایسا کوئی گنبد نہیں تھا جس سے روضہ مطہرہ اور مسجد نبوی کی چھت میں کوئی فرق وامتیاز ہو سکے بلکہ صرف پختہ اینٹوں سے بنایا ہوا ایک حظیرہ تھا جو حجرہ مطہرہ کے برابر چلا گیا تھا۔ اس حظیرے کی اونچائی ایک میٹر تھی۔ سلطان قلاوون الصالحی پہلا شخص تھا جس نے حجرہ مطہرہ پر گنبد تعمیر کرایا۔ اس کا نچلا حصہ مربع اور اوپری حصہ مثمن شکل کا تھا جس کو لکڑی سے بنا کر اس پر سیسہ چڑھا دیا گیا تھا۔

گنبد کی تجدید:

سلطان الناصر حسن ابن محمد قلاوون کے دور حکومت میں اس گنبد کی تجدید کی گئی۔ اس کے بعد ۷۶۵ھ (۱۳۶۶ء) میں الاشرف شعبان ابن حسین کے دور حکومت میں اس گنبد کی مرمت کی گئی۔ ایک مرتبہ ۸۸۱ھ (۱۴۷۶ء) میں سلطان اشرف قایتبائی نے بھی گنبد کی مرمت کرائی۔

دوسری آتشزدگی کے بعد گنبد کی تعمیر نو:

۸۸۶ ہجری (۱۴۸۴ء) میں مسجد نبوی میں آتشزدگی کے نتیجے میں ایوان اور گنبد جل گئے تھے اور ان کو کافی نقصان پہنچا تھا۔ اس کے بعد ۸۸۷ھ (۱۴۸۵ء) میں سلطان اشرف قایتبائی کے دور حکومت میں یہ گنبد ایک مضبوط بنیاد پر اینٹوں سے دوبارہ تعمیر کرایا گیا تھا۔ ایوان کی جنوبی جانب تانبے کی بنی ہوئی کھڑکیاں کھولی گئیں اور شمالی، شرقی اور غربی جانب فولاد کی کھڑکیاں لگائی گئیں۔

گنبد میں شگاف:

اس کے بعد گنبد کے بالائی حصے میں شگاف پڑ گیا، کیونکہ مرمت زیادہ پائیدار نہ ہوئی تھی۔ سلطان قایتبائی نے گنبد کے بالائی حصے کو گرا کر دوبارہ اس طرح تعمیر کرنے کی ہدایت دی کہ آئندہ کبھی کوئی شگاف نہ پڑ سکے۔ یہ کام ۸۹۲ ہجری (۱۴۹۰ء) میں انجام پایا۔

سلطان محمود کے ذریعے گنبد کی مرمت:

امتداد زمانہ سے گنبد کے بالائی حصے میں شگاف نظر آنے لگے تو عثمانی سلطان محمد ابن عبدالحمید نے عمارت کی دوبارہ تعمیر کیلئے ہدایات جاری کیں اور ۱۲۳۳ ہجری (۱۸۱۷ء) میں اس کو پھر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت کی تعمیر شدہ گنبد کی پوری عمارت اب تک موجود ہے۔

گنبد کی رنگائی:

۱۲۵۳ ہجری (۱۸۳۷ء) میں سب سے پہلی بار سلطان عبدالحمید نے گنبد کو رنگوایا اور ہدایت دی کہ سبز رنگ سے رنگا

Marfat.com

جائے۔ اس زمانے سے اب تک ضرورت پڑنے پر اس گنبد پر سبز رنگ ہی کرایا جاتا ہے اور اس وقت سے اس گنبد کو ''گنبد خضرا'' کہا جاتا ہے۔ پہلے یہ گنبد ''قبۃ البیضا''، ''قبۃ الفیحا''، اور ''قبۃ الزرقاء'' کے ناموں سے مشہور تھا۔

حجرہ مطہرہ کی سعودی دور میں اصلاح و مرمت:

جب ملک عبدالعزیز کو حجرہ مطہرہ کی مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے اس کا مکمل جائزہ لیا۔ معائنے کے بعد جہاں جہاں گنبد کو تھوڑا بہت نقصان پہنچا تھا اور جن جگہوں پر رنگ تڑخ کر ادھڑ گیا تھا ان حصوں کی مرمت کے لئے احکامات صادر کئے گئے۔ گنبد کی مرمت کا کام رات کے وقت ہوتا تھا۔

مدینہ منورہ کی پختہ سڑکوں کی لمبائی ۱۳۷۲ کلومیٹر پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں بہت سی معاون سڑکیں بھی شامل ہیں۔ جو الحفقیہ، خیبر، ینبوع، تبوک اور دوسرے دیہات و مضافات تک جاتی ہیں۔

قومی شاہراہ کا افتتاح جلالۃ الملک شاہ فہد نے ۱۵ محرم ۱۴۰۵ھ (۱۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء) کو اپنے دست مبارک سے کیا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

الجزء الرابع:

محبت واطاعت رسول کے فوائد وثمرات اوراجروثواب

محبِ نبی جوثمرات حاصل کرتا ہے وہ تو کثیر ہیں، لیکن ہم یہاں فقط چندایک کا تذکرہ کئے دیتے ہیں، تا کہ محبّ اپنے آپ کا جائزہ لے سکے، اگر وہ ثمرات اس میں ہیں تو وہ سچا محبّ ہے اوراگر نہیں پائے جاتے تو اپنی ذات پر نظرثانی کرے تا کہ موجودہ نقص وکمی کاازالہ کیا جاسکے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہم سب کو یہ محبت عطا فرمائے عملاً بھی اور حقیقۃً بھی، وہ اس پر قادر ہے اور مددگار بھی۔

باب نمبر 1:

محبت نبی کا فائدہ...... جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ

پیچھے آپ ﷺ کے دوارشادات عالیہ گزرے:

((المرء مع من احب))

''ہرانسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

اور فرمایا:

((انت مع من احببت))

''تو اسی کے ساتھ ہوگا جسے تو چاہتا ہے۔''

ان ارشادات نے واضح کر دیا کہ محبّ اگر چہ عمل اور مقام میں کم ہو وہ روز قیامت اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا جب کہ ان احادیث کے پس منظر میں اس کی تصریح تھی۔ کتنی بلند نصیبی اوراعلیٰ بختی ہے کہ انسان آپ ﷺ سے کامل اور سچی محبت کی وجہ سے روز قیامت آپ ﷺ کے ساتھ ہو، اس حقیقت کی وضاحت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی کر رہا ہے، جومختلف طرق سے مروی ہے، ہم اسے اختصار کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خادم اور محبّ تھے، جس دن وہ آپ ﷺ کی زیارت نہ کر لیتے ان پر دنیا تنگ ہو جایا کرتی، گھر سے نکلتے ہی آپ ﷺ کو تلاش کرتے یا جہاں بھی ملاقات ہوتی زیارت کرتے، ایک دن سوچنے لگے: یہ دنیا میں حال ہے تو آخرت میں کیا بنے گا؟ اگر ثوبان جنت میں ہوا تو رسول اللہ ﷺ اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور ثوبان عام مسلمانوں کے ساتھ، اگر خدانخواستہ ثوبان دوزخ میں چلا گیا تو پھر کبھی بھی آپ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ اس فکر نے حضرت ثوبان کو پریشان کر دیا حتیٰ کہ یہ مرض بن گیا جس کی وجہ سے ان کا رنگ زرد پڑ گیا۔

رؤف ورحیم رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

((مالك يا ثوبان؟ ابك من مرض؟))

''ثوبان تجھے کیا ہوگیا، کیا تو بیمار ہے؟''

Marfat.com

عرض کرنے لگے:

((لا واللہ یا رسول اللہ ﷺ ما بی من مرض غیر انی اذا لم ارک فی الیوم تضیق بی الدنیا فاخرج ابحث عنک حتی ازاک))

"اللہ کی قسم! یارسول اللہ! کوئی بیماری نہیں، جب آج دنیا میں آپ ﷺ کی زیارت نہیں کر پاتا تو پریشان ہو جاتا ہوں لیکن پھر حاضر ہو کر زیارت کر لیتا ہوں۔ مجھے آخرت یاد آگئی اگر میں جنت میں گیا تو آپ ﷺ اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور میں عام مسلمانوں کے ساتھ، اور اگر میں دوزخ میں گیا تو پھر کبھی بھی آپ ﷺ کی زیارت نہ کر پاؤں گا۔"

اس پر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی، اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

((ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا))(النساء: 69)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانے تو اسے ان کے ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا، انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

تو محب کو اس کے محبوب کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا، آپ ﷺ کے مطیع اور فرمانبردار کو آپ ﷺ کی سنگت عطا کی جائے گی اور یہ انعام یافتہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین جنت میں آپ ﷺ کے ساتھی ہوں گے اور یہ رفاقت کتنی اعلیٰ و احسن ہے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے یہ فضل عظیم مانگتے ہیں۔

((ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما))(النساء: 70)

"یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔"

☆☆☆

باب نمبر2:

محبت نبی کا فائدہ......دخول جنت

رسول اللہ ﷺ کا محب روز قیامت آپ ﷺ کے ساتھ ہوگا کیونکہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والے صحابی سے آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے؟"

اس نے عرض کیا:

میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((انت مع من احببت))

"تم اس کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ محبت رکھتے ہو۔"

یا یہ الفاظ ہیں:

Marfat.com

((المرء مع من احب))

''ہر انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((وجبت محبتی للمتحابین فی))

''اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کے لئے میری محبت لازم ہوگی۔''

تو اب بتایئے آپ ﷺ کا محب جنتی کیوں نہ ہوگا؟

خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود کی وہ روایت جس میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ان جیسے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((المرء مع من احب))

''ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔''

بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب صحابی نے کہا: میں نے قیامت کیلئے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات نہیں کئے۔

((ولکنی احب الله ورسوله))

''مگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((انت مع من احببت))

''تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کو چاہتے ہو۔''

کوئی بھی بندہ حضور ﷺ جیسے اعمال کی طاقت تو نہیں رکھتا لیکن اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ذخیرہ بنا سکتا ہے تو وہ آپ ﷺ کی سنگت میں ہوگا تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ جنت میں کیوں نہ ہوگا؟

حضرت انس کے الفاظ:

((انت مع من احببت))

''تو اسی کے ساتھ ہوگا جسے چاہتا ہے۔''

اور حضرت ابن مسعود کے الفاظ:

((المرء مع من احب))

''ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

واضح کر رہے ہیں کہ ہر محب، اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور یہ بھی آشکار کر رہے ہیں کہ حضرت انس سے مروی دوسری روایت اس اعرابی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام حکم اور ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا ہے۔

Marfat.com

باب نمبر3:

محبت نبی کا فائدہ......اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جانا

محت نبی ﷺ کو محبت الٰہی ملنے کے تین اسباب ہیں:

1: حضور ﷺ کی اتباع کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا وعدہ ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني یحببکم الله))(آل عمران:31)

''اے محبوب! فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ! اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔''

تو آپ ﷺ کا فرمانبردار، اللہ کا حبیب اور محبوب ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ کی اتباع، متبع کو اللہ تعالیٰ کی محبت دیتی ہے جو اتباع کا ثمر ہے تو محبت کا ثمر کتنا بلند ہوگا؟ تو مومن اپنے اللہ تعالیٰ اور اپنے رسول ﷺ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی نشاندہی یوں کی گی ہے:

((والذین امنوا اشد حبا لله))(البقرة:165)

''اور ایمان والے اللہ ہی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔''

2: حضور ﷺ کی دعوت ایسے شخص کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

3: جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے اپنی محبت کا وعدہ فرما رکھا ہے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث حضرت معاذ بن جبل وغیرہ میں گزرا تو اس شخص کیلئے محبت الٰہی کیوں نہ ہوگی جو خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ محبت کرتا ہے؟

باقی جو قرآنی نصوص میں آیا ہے۔ مثلاً:

((والله یحب الصبرین))(آل عمران:146)

''اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔''

((ان الله یحب المحسنین))(البقرہ:195)

''بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔''

((فان الله یحب المتقین))(آل عمران:76)

''اور بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبت فرماتا ہے۔''

((ان الله یحب المتوکلین))(آل عمران:159)

''بے شک توکل والے اللہ کو پسند ہیں۔''

((ان الله یحب التوابین و یحب المتطهرین))(البقرہ:222)

''بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔''

((فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه))(المائدہ:54)

Marfat.com

''تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہوں گے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا۔''

تو یہ تمام بھی اتباع ہی ہیں کیونکہ جو متبع ہوگا وہی ان اور ان جیسی دیگر اعلیٰ صفات کو حسب طاقت حاصل کرے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دو الگ چیزیں نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے، اس طرح اس کا عکس ہے۔ تو جو اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے اور جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی محبت کرتا ہے، کیونکہ ان دونوں محبتوں میں کوئی فرق ہی نہیں۔

((والذین امنوا اشد حبا لله))(البقره:165)

''اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((یحبهم ویحبونه))(البقره :54)

''وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔''

اور یہ تمام، ایمان کے لئے شرط ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 4:

محبت نبی کا فائدہ..... محبّ نبی عرش کے سایہ میں

بلاشبہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کرتا ہے اور حدیث میں بھی ہے:

''مجھ سے محبت اللہ کی محبت کی وجہ سے کرو۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اطلاع عطا فرمائی کہ روز قیامت جن سات افراد کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا ان میں سے دو آدمی وہ ہیں:

((ورجلان تحابا في الله اجتمعا عليه و تفرقا عليه))(بخاری، کتاب الاذان)

''جو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور اس کی خاطر جدا ہوئے۔''

یہ بھی الفاظ ملتے ہیں:

((این المتحابین فی جلال الله هم فی ضل الله تعالیٰ))

''اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے خصوصی سایہ میں ہوں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا:

((این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی))(مسلم، کتاب البر)

''میری خاطر محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ میں انہیں سایہ عطا کروں جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔''

جب یہ ثواب ان لوگوں کا ہے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں تو کیا مقام ہوگا اس شخص کا جو رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا؟ جن کا فرمان بطور تواتر ثابت ہے:

((المرء مع من احب))

''ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

اور ایسے شخص کیلئے محبت الٰہی ثابت ہو چکی ہے۔ اے اللہ! ہمیں بھی یہ عطا فرما اور تمام مسلمانوں کو بھی۔

☆☆☆

باب نمبر 5:

محبت نبی کا فائدہ..... محبؐ کا ایمان محفوظ رہتا ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اس کیلئے علامت ایمان ثابت ہوگی، جب تک محبت دل میں موجود ہے اس سے ایمان نہیں چھنتا، اس لئے اسے منافق نہیں کہا جا سکتا حتیٰ کہ اگر اس نے معصیت کا ارتکاب کر لیا تب بھی ایمان سے خارج نہ ہوگا کیونکہ محبت اسے معصوم نہیں بنا دیتی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور معصیت کے درمیان منافاۃ نہیں۔

کبھی محبؐ، معصیت بلکہ کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا ہے لیکن وہ اسے دائرہ ایمان سے نہیں نکالتی تو جس طرح محبؐ کی محبت، عصمت کا سبب نہیں، اسی طرح محب مومن معصیت کا ارتکاب بھی نہیں کیا کرتا ماسوائے اس صورت کے جب وہ غافل ہو۔

حضرت عمر فاروق سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا، وہ حضور ﷺ کو ہنسایا بھی کرتا تھا، آپ ﷺ نے اسے شراب پینے پر حد لگوائی، ایک دن پھر اسے لایا گیا اور اسے سزا دی گئی لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا:

((اللهم العنه ما اكثر مايوتى به))

''اے اللہ! اس پر لعنت فرما اس نے کس قدر پریشان کیا ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

((لا تلعنوه فولله ما علمت الا انه يحب الله ورسوله))(بخاری، کتاب الحدود)

''اس پر لعنت نہ کرو! اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے۔''

دیکھیے یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں سچا تھا اس پر اس سے بڑھ کر کیا گواہی ہو سکتی ہے کہ اس کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی۔ ہاں! اطاعت میں کمزور تھا کہ شراب پی لی، اگر محبت میں کامل ہوتا تو نہ پیتا، اس سے کوتاہی ہوئی ہے مگر آپ ﷺ نے اسے محبؐ ہی فرمایا ہے۔ اس طرح کی بشارت کا سلسلہ تو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد منقطع ہو گیا، اسے تو وحی کی تائید حاصل ہوا کرتی تھی، اب تو کوئی بھی ایسی گواہی دے ہی نہیں سکتا، جب حضرت کعب بن مالک حضرت ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر ان کے پاس پہنچے اور کہا:

اے ابو قتادہ! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں!

Marfat.com

((هل تعلم انی احب الله ورسوله))

''کیا تو نہیں جانتا میں اللہ ورسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں؟''

یہ بات انہوں نے تین دفعہ کہی، اس کے جواب میں حضرت ابوقتادہ نے یہی فرمایا:

((الله و رسوله اعلم))(بخاری، کتاب المغازی)

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔''

جیسا کہ بخاری ومسلم میں حدیث کعب میں موجود ہے۔

ہاں ہم حسن ظن رکھیں گے کیونکہ امور کے باطن سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے، لیکن ہم اتنا بالیقین کہہ سکتے ہیں جب مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے تو وہ منافق نہیں ہوسکتا جیسا کہ کسی عبد مومن کے دل میں محبت کے ساتھ ان دونوں کے ساتھ بغض ونفرت نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ جب کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ثابت ہو جائے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ثابت ہو جائے تو اس کیلئے ایمان کا ثبوت ضروری ہے اور اگر محبت نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((والذین امنوا اشد حبا لله))(البقرہ:165)

''اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔''

گنہگار مومن مسلم پر لعنت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ ناپسند عمل وفعل ہے نہ کہ ذات مومن، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی زبان سے کہلایا:

((قال انی لعملکم من القالین))(الشعراء:167)

''فرمایا میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔''

ہاں اس صورت میں اس سے نفرت کی جائے گی جب اس سے ایسا کفر ثابت ہو جائے جس کی کوئی تاویل نہ کی جاسکتی ہو اور یہ بات کسی مومن، مسلم اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے کیسے متصور ہوسکتی ہے؟ سوائے اس صورت کہ جب اسلام کو چھوڑ دے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ!

اس لئے حضور ﷺ نے دوران گناہ بھی مسلم عاصی پر لعنت اور اسے گالی دینے سے منع فرمارکھا ہے، کیونکہ یہ شیطان کی مدد ہے حالانکہ شیطان کی مدد مطلوب نہیں، مطلوب تو اس عاصی کی مدد کرکے اسے معصیت سے نکالنا ہے، ورنہ ایسی صورت میں نفرت اور بغض میں اضافہ ہوتا ہے۔ مسلمان رحیم وشفیق ہوتا ہے، آسانی پیدا کرنے والا، نہ تنگی لاحق کرنیوالا، مسلمان خوشخبری سنانے والا ہوتا ہے نہ کہ نفرت دلانے والا، حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک نشے والے کو لایا گیا، اس پر سزا نافذ فرمائی، کسی نے اسے ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے اور کسی نے کپڑے سے، ایک شخص نے کہا:

((مالما خزاه الله))

''اللہ تعالیٰ نے اسے کتنا ذلیل کیا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((لا تکونوا عون الشیطان علی اخیکم))
''اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار مت بنو۔''
دوسری روایت کے الفاظ ہیں:
((لا تقولوا ھکذا لا تعینوا علیه الشیطان))(بخاری، کتاب کتاب الحدود)
''ایسی بات مت کرو اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔''
اس فرمان نبوی ﷺ میں چند امور قابل توجہ ہیں:
1: آپ ﷺ نے ''علی اخیکم'' فرمایا، اسے اخوت میں باقی رکھا، اس سے اخوت ایمان کی نفی نہیں فرمائی۔
2: اس مسلمان شرابی کے خلاف شیطان کی مدد سے منع فرمایا، شیطان نے معصیت کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کیا تا کہ یہ رسوا و ذلیل ہو، جب تم نے اس کے خلاف ذلت کی بد دعا کر دی تو شیطان کا مقصد تو پورا ہو گیا خصوصاً جبکہ اس نے اولاد آدم کو اغوا کا حلف اٹھا رکھا ہے۔ جب تم عاصی کے خلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی دعا کرو گے تو ابلیس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اس لئے شرابی کیلئے دعا کا حکم دیا۔
ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
((ولکن قولوا اللھم اغفرله اللھم ارحمه))(ابو داؤد، کتاب الحدود)
''تم یہ کہو: اے اللہ! اس پر رحم فرما اور اسے معاف فرما دے۔''
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ارتکاب معصیت اور اللہ و رسول کی محبت کے ثبوت کے درمیان منافات نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے خود مذکور شخص کے بارے میں اطلاع فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے باوجود یہ اس سے گناہ سرزد ہوا تھا، جس شخص سے متعدد دفعہ معصیت کا صدور ہو جائے اس سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھن نہیں جاتی کیونکہ مذکورہ صورت میں اس شخص سے متعدد دفعہ ایسا عمل ہوا تھا اور اس پر حد جاری ہوئی تھی، اگرچہ محب پر اطاعت فرض ہے اسی لئے محبّ عموماً نافرمانی نہیں کرتا، سوائے اس صورت کے جب وہ محبت اور ایمان سے غافل ہو جاتا ہے، ورنہ محبت کا مدعی ہوتے ہوئے معصیت کا ارتکاب کیسے کرے گا؟ آپ ﷺ کا یہ ارشاد اسی پر محمول کیا گیا ہے:
((لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن ولا یسرق حین یسرق وھو مومن))
''زانی حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اور چور حالت ایمان میں چوری نہیں کرتا۔''
یہ روایت حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔
اسی بناء پر جو معصیت کا ارتکاب کرتا ہے اس پر حد جاری کی جاتی ہے، اگرچہ وہ محبت کا جتنا مرضی دعویٰ کرنے والا ہو کیونکہ اصل محبّ کیلئے اطاعت ہے نہ کہ معصیت اور وہ غفلت اور ناقص ایمان پر ذمہ دار ہے۔ اور اگر وہ ایسے اعمال سے باز نہیں آتا تو خطرہ ہے وہ حد سے تجاوز کر جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
پیچھے حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا تذکرہ ہوا تھا:
((لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ و ولدہ والناس اجمعین))

Marfat.com

''تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

تو جو شخص حضور ﷺ سے شریعت کے مقرر کردہ طریقہ پر محبت کرے گا اور آپ ﷺ کو اپنے والد، ولد، اہل، مال اور تمام لوگوں سے مقدم سمجھے گا وہ صاحب ایمان ہوگا جیسے جیسے اس کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا ایمان بھی کامل ہوگا اور جیسے ہی محبت میں کمی آئے ایمان ناقص ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی اس آیت میں ان لوگوں کو وعید سنائی جو مخلوق کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر مقدم سمجھتے ہیں۔

((قل ان کان اباؤ کم وابناؤ کم واخوانکم وازواجکم وعشیر تکم واموال ن افترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتر بصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھا.ی القوم الفسقین))(التوبہ: 24)

''تم فرماؤ! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔''

لیکن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو تمام سے مقدم رکھے گا وہ مطیع اور صاحب ایمان ہوگا، بلکہ جب انصار کی محبت کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا مبارک فرمان ہے:

((آیۃ الایمان حب الانصار وآیۃ النفاق بغض الانصار))(بخاری، مناقب الانصار)

''انصار کی محبت ایمان کی علامت اور انصار سے بغض منافقت کی علامت ہے۔''

مذکورہ روایت حضرت انس سے مروی ہے۔

حضرت برہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ))

''انصار سے فقط مومن ہی محبت کرے گا اور ان سے بغض صرف منافق کا کام ہے۔ جو ان سے محبت کرے گا اس سے اللہ محبت فرمائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اسے اللہ ناپسند فرمائے گا۔''

انصار کو یہ شرف کہاں سے ملا؟ صرف آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی خدمت کی برکت سے یہ مقام نصیب ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے کا مقام کیا ہوگا؟

آپ ﷺ سے صرف اہل ایمان ہی محبت کرے گا اور آپ ﷺ سے سوائے کافر یا منافق کے کوئی نفرت نہیں کرے گا، اس سلسلہ میں متعدد نصوص موجود ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 6:

محبت نبی کا فائدہ...... حضور کا محبین سے ملاقات کا شوق

جب محبت دونوں طرف سے ہے تو اس میں انتہائی صلہ کا جذبہ ہوتا ہے۔ جب اشتیاق دونوں طرفوں سے ہو تو وہ بھی کمال کے درجہ کا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو مطلع فرمایا کہ کچھ لوگ ہمارے بعد آئیں گے ان میں سے ہر ایک یہ تمنا کرے گا کہ مجھے ایک دفعہ آپ ﷺ کی زیارت کا شرف مل جائے، اگرچہ پھر ہمیشہ نہ ہو تو میں اس کی خاطر اپنا اہل و مال خرچ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اس میں حضور ﷺ کی یہ اطلاع بھی ہے کہ امت میں آپ ﷺ سے شدید محبت کرنے والے آپ ﷺ کے وصال کے بعد آئیں گے۔ محبین کے اس شوق کے بدل میں حضور ﷺ نے ان کو دیکھنے کی تمنا کا اظہار فرمایا اور انہیں اپنا بھائی قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لائے اور فرمایا: اے اہل ایمان! تم پر سلام ہو اور ہم بھی اللہ کے حکم سے تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

((وددت انا قدرٔ اینا اخواننا))

''میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔''

صحابہ نے عرض کیا:

((اولسنا اخوانك یا رسول الله؟))

''یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((انتم اصحابی واخواننا الذین لم یاتوا بعد))

''تم میرے ساتھی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں ہیں۔''

عرض کیا گیا:

((کیف تعرف من لم یات بعد من امتك یا رسول الله؟))

''آپ ﷺ انہیں کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ کلیاں گھوڑے کا مالک اپنے گھوڑے کو دوسرے گھوڑوں کے درمیان پہچان لیتا ہے یا نہیں؟

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ ضرور پہچان لیتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((فانهم یاتون غرا محجلین من الوضوء وانا فرطهم علی الحوض)) (مسلم، کتاب الطهارة)

''وہ اس حال میں آئیں گے کہ وضو کی وجہ سے ان کی پیشانیاں چمک رہی ہوں گی اور میں حوض کوثر پر ان کا انتظار و انتظام کروں گا۔''

تو حضور ﷺ اپنی امت کو دیگر امتوں کے درمیان سے اس طرح پہچان لیں گے جیسے کوئی دوسرے گھوڑوں میں سے اپنا

Marfat.com

پانچ کلیان گھوڑا پہچان لیتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی:

((وددت انا قد رأینا اخواننا))

”مجھے اپنے بھائیوں سے ملاقات کا شوق ہے۔“

اپنے محبین، متبعین، فرمانبرداروں اور ایمان لانے والے بھائیوں سے ملاقات کا شوق اور ان کو دیکھنے کی تمنا و آرزو ہے تو اشتیاق دونوں طرفوں سے حاصل ہو گیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی:

((بل انتم اصحابی))

”بلکہ تم میرے صحابی ہو۔“

صحابی کے بھائی ہونے کی نفی کا وہم ڈالتا ہے، لیکن یہ بات خود وہم ہے بلکہ یہ الفاظ تو ان کی شان میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ امام باجی فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کا یہ مبارک فرمان ان سے اخوت کی نفی نہیں کر رہا بلکہ ان کی اضافی شان بیان کر رہا ہے کہ یہ بھائی صحابہ بھی ہیں مگر آنے والے بھائی تو ہوں گے، صحابہ نہیں ہوں گے۔

((انما المومنون اخوۃ))(شرح مسلم 3-138، الحجرات 10)

”تمام اہل ایمان آپس میں بھائی ہیں۔“

تو صحابہ کرام اپنے بعد آنے والی تمام امت سے افضل ہیں، جس نے بھی آپ ﷺ کی صحبت پائی، آپ ﷺ کو عمر میں ایک دفعہ دیکھ لیا تو وہ صحبت اسے بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے افضل بنا دیتی ہے، کیونکہ صحبت نبوی ﷺ کا مقابلہ کوئی عمل نہیں کر سکتا، یہ تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ تمام بڑے علماء کا یہی مذہب ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 7:

محبت نبی کا فائدہ...... آخرت میں آپ ﷺ کی سنگت

تین صحابہ سے مروی حدیث:

رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انت مع من احببت))

”تم اس کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ محبت کرتے ہو۔“

یہ تقریباً تین صحابہ سے مروی ہے کہ انسان، اپنے محبوب کے ساتھ ہی اٹھایا جائے گا۔ تو جو شخص رسول اللہ ﷺ اور اولیاء امت کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس کے برعکس پر برعکس ہوگا، بہت سی روایات میں اللہ تعالیٰ اور

Marfat.com

اس کے رسول ﷺ کا تذکرہ ہے۔ہم کچھ کا ذکر کیے دیتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی حدیث:

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا:

((الرجل یحب القوم ولما یلحق بھم))

''ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے اور ان سے ملا نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((المرء مع من احب))(بخاری، کتاب الادب)

''انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔''

اس سلسلہ میں بہت سے صحابہ سے روایت موجود ہیں۔

حضرت انس بن مالک سے مروی حدیث:

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب ہو گی؟ فرمایا:

((وما اعددت للساعۃ؟))

''تو نے قیامت کیلئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟''

عرض کرنے لگا:

((حب اللہ ورسولہ))

''اللہ اور اس کے رسول سے محبت۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((فانک مع من احببت))

''تو اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہو گا۔''

حضرت انس کہنے لگے:

((فانا احب اللہ ورسولہ وابا بکر وعمر فارجو ان اکون معھم وان لم اعمل باعمالھم))

(بخاری ومسلم، کتاب الادب)

''میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں۔امیدوار ہوں ان کی سنگت ملے گی، اگرچہ میں نے ان کے برابر عمل نہیں کیے۔''

بخاری ومسلم کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

((ما اعددت لھا من کثیر صلاۃ ولا صوم ولا صدقۃ ولکنی احب اللہ ورسولہ))

''میں نے قیامت کیلئے زیادہ نمازیں، روزے اور صدقات تو نہیں کیے مگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔''

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

((انت مع من احببت))(مسلم، کتاب البر و اصلہ)

''تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔''

ہم بھی وہی کہتے ہیں جو حضرت انس نے کہا کہ ہم، اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے محبت رکھتے ہیں اور امیدوار ہیں ان کا سایہ نصیب ہوگا، اگرچہ ہم نے ان جیسے اعمال نہیں کئے۔

مذکورہ حدیث میں سوال قیامت کے بارے میں تھا اور آپ ﷺ نے عمل کے بارے میں سوال فرمایا (لیکن درج ذیل احادیث میں عمل کے بارے میں سوال بھی نہیں)

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور عرض کیا:

((کیف تری فی رجل احب قوما ولما یلحق بھم؟))

''اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر ان سے ملا نہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((المرء مع من احب)) (بخاری، کتاب الادب)

''ہر انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

☆☆☆

باب نمبر 8:

محبت نبی کا فائدہ......حلاوت ایمانی

حقیقی اور کامل ایمان کا ذائقہ اور حلاوت ہوتی ہے، جسے شارع حکیم علیہ السلام نے بیان کیا، تاکہ اسے حاصل کیا جائے، مسلمان اپنے شب و روز اس کی مستی میں بسر کرے، ایمان کے مختلف مراتب ہیں، سب سے کم درجہ پر عوام کا ایمان ہوتا ہے اور سب سے بلند درجہ حلاوت پانے والے کا ایمان ہے، لیکن یہ اس کو حاصل ہوگا جو شارع کی بیان کردہ صفات سے متصف ہوگا اور ان میں سے پہلی صفت اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، ہر مخلوق کی محبت سے بڑھ کر ہو، جس میں یہ صفت نہیں وہ ایمان کے اس بلند درجہ کو نہیں پا سکتا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جس میں یہ ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا:

((ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما و ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد اذا انقذہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار))(بخاری، باب حلاوۃ الایمان)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اسے ہر شے سے بڑھ کر محبوب ہوں اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسرے سے محبت کرے اور کفر سے نجات کے بعد اس کی طرف جانا ناپسند کرے، جس طرح آگ میں جانا ناپسند ہے۔''

Marfat.com

حضور ﷺ سے ایسی محبت جو حلاوت ایمان کا ذریعہ بن سکتی ہے وہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو دل و جاں سے کامل طور پر تسلیم کرنے کے بعد ہو گی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ رباً و بالا سلام دیناً و بمحمد ﷺ رسولاً))

(مسلم، کتاب الایمان)

''ایمان کا ذائقہ وہی پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور حضور ﷺ کے رسول ہونے کو کامل طور پر تسلیم کر لے۔''

جس شخص نے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کو اس صفت کے ساتھ مان لیا اور آپ ﷺ سے محبت، والد، ولد، اہل اور تمام لوگوں سے بلکہ اپنی جان سے بڑھ کر کی یعنی اس کے نزدیک کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر کوئی متاع عزیز ہے تو وہ نبی اکرم ﷺ ہیں اور دیگر صفات بھی ہوں جن کا ذکر احادیث میں آیا، گویا ایسا آدمی ایمان کے اعلیٰ درجہ کو پالے گا اور ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا جو ایمان کی مستی و سرشاری کو شب و روز اپنے اندر پاتے ہیں اور جو شخص ایسا نہیں اس کا ایمان ناقص ہے کیونکہ احسان، ارکان دین کا تیسرا رکن ہے اور مقام احسان وہی پا سکتا ہے جسے یا تو مشاہدہ حاصل ہو یا اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں اپنے آپ کو رکھنے والا ہو۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے اور مسلم میں حضرت عمر فاروق سے مروی حدیث میں قصہ جبریل بیان ہوا جس میں ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں سوال ہے۔ اسی میں ہے:

((ماالا حسان؟))

''احسان کیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك))

''عبادت کرے اللہ کی کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

روایت مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

((ان تخشی اللہ کانك تراہ فانك ان لاتکن تراہ فانہ یراك))

''ڈر اللہ سے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''احسان مصدر ہے، کبھی خود اور کبھی بواسطہ متعدی ہوتا ہے۔ مثلاً: ''احسنت کذا'' جب تو نے اسے بچایا یا ''احسنت الی'' فلاں نے جب اسے نفع پہنچایا ہو۔ اس حدیث میں پہلا معنی مراد ہے کہ عبادت کو محفوظ کرنا مخلص ہو کر کرنا، کبھی دوسرا معنی بھی لیا جاتا ہے، کیونکہ مخلص اپنی ذات کو نفع پہنچاتا ہے، عبادت میں احسان، اس میں اخلاص، خشوع، حضور قلب اور یہ کہ معبود دیکھ رہا ہے، جواب میں دو حالتوں کی طرف اشارہ ہے، ان میں بلند ترین یہ ہے کہ دل پر مشاہدہ حق کا غلبہ اس قدر ہو کہ گویا اسے آنکھوں سے دیکھ رہا ہے جیسے ''کانک تراہ'' سے بیان فرمایا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، بندے اور اس کے ہر عمل پر خوب مطلع ہے۔ یہ دونوں حالتیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور خشیت عطا کرتی ہیں۔

Marfat.com

مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مروی روایت اسے خوب واضح کر رہی ہے:

((ان تخشی اللہ کانک تراہ))

"تو اللہ سے ڈرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

امام بزار اور بخاری نے "خلق افعال العباد" میں اس معنی کی روایت حضرت انس سے بھی بیان کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حسن قرار دیا ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں:

"یہ ارشاد نبوی ﷺ جوامع الکلم میں سے ہے، اس لئے کہ مثلاً: ہم فرض کریں ایک آدمی عبادت کیلئے کھڑا ہے اور وہ اپنے رب کا مشاہدہ کر رہا ہے تو وہ جس قدر بھی خضوع، خشوع، حسن ادا، ظاہر و باطن کو متوجہ کر سکتی ہے، اس میں کمی وکوتاہی نہیں کرے گا تو آپ ﷺ نے رہنمائی فرمادی کہ تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جس طرح تم اس کا مشاہدہ کر رہے ہو، یہ تمام مذکور حالت مشاہدہ میں تبھی ہوگا جب بندہ یہ جان رہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال سے کما حقہ مطلع ہے تو اب بندہ اس اطلاع کی وجہ سے کمی وکوتاہی سے بچنے کی کوشش کرے گا اور یہ مقصود مشاہدہ کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے، تو مقصود کلام وحدیث یہ ہے کہ عبادت میں اخلاص ہونا چاہیے اور بندہ اتمام خشوع وخضوع میں اپنے رب کو دیکھنے والا محسوس کرے۔ اہل معرفت نے صالحین کی مجلس کا ادب یہ بیان کیا ہے کہ انسان وہاں دل کو سنبھالے تاکہ ان کا احترام اور حیاء قائم رہے۔

((فکیف یمن لا یزال اللہ تعالیٰ مطلعا علیہ فی سرہ و علانیتہ))

"تو باری تعالیٰ کی بارگاہ کا کس قدر بلند احترام کرنا ہوگا جو ہر وقت ہر حال میں انسان کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔"

تو بندے پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب کی اس حال میں عبادت کرے (بات مانے) کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور وہ ذات اسے دیکھ رہی ہے تو اب اس حال میں کس قدر محتاط ہوگا؟ اور اگر اتنی طاقت نہیں رکھتا تو ہر حال میں یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر چہ میں اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ رہا۔ باقی یہ روایت بطور تمثیل ہے کیونکہ دنیا میں اسے آنکھوں سے دیکھنا ممکن ہی نہیں، جب آدمی کسی نیک وصالح شخص کی محبت ومجلس میں بیٹھتا ہے تو وہ ہر اس عیب سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے احترام اور وقار کے خلاف ہو تو اس شخص کو کتنا محتاط ہونا ہوگا جو جان رہا ہے کہ اللہ اس کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم کسی وقت، جگہ یا کسی حالت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ ہر وقت کا عمل ہے خواہ دن ہو یا رات، فراغت ہو یا مصروفیت، نیند ہو یا حالت بیداری، حضر ہو یا سفر، گرمی ہو یا سردی، علم ہو یا عمل، مہمان نوازی ہو یا خاندان کے کسی فرد سے مصروفیت یا خدام وطلبہ کی تربیت ہو تو انسان پر لازم ہے کہ ہر حال میں مخلص، خاشع، خاضع، مطیع اور اپنے رب کو دیکھنے والا محسوس کرتا رہے اور اس کی عظمتوں کا مشاہدہ کرنے والا بن کر رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون))(الذاریات:56)

"اور میں نے جن اور آدمی اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔"

جس شخص کی یہ کیفیت ہوگی وہ ایمان کی حلاوت اور ذائقہ پا سکے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تمام مخلوق سے بڑھ کر محبوب ہوگی۔

Marfat.com

باب نمبر 9:

محبت نبی کا فائدہ......سعادت دارین کا حصول

ہر عاقل انسان کو یہ چیز سب سے محبوب ہے کہ اسے کوئی پریشانی لاحق نہ ہو خواہ دنیاوی ہو مثلاً: مال، بیوی، گھر، ذات اور اولاد کے حوالے سے یا اخروی ہو اور یہ کہ اللہ اپنی پناہ میں لے لے، یا تو پریشانی دور فرما دے یا اس کا وقوع نہ ہو یا اسے خود اپنے ذمہ لے لے جیسا کہ مومن صاحب یقین کو یہ چیز سب سے محبوب ہے کہ روز قیامت اٹھے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہو یا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے گناہوں سے محفوظ رکھ لے یا اس کے گناہ معاف فرما دے، جس شخص کو دنیا و آخرت میں مذکور مقام مل گیا، وہ سب سے سعادت مند ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ اور اس کے علاوہ بھی کثیر انعامات اس بندے کو عطا فرما دیئے ہیں جو کثرت کے ساتھ حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھتا ہے۔ جیسا کہ پہلے حدیث حضرت ابی بن کعب میں آیا تھا:

((اذا تكفى همك و يغفر ذنبك))

"یہ تیرے تمام معاملات کیلئے کافی ہے اور تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

تو کیا بلند صلہ ملے گا اس شخص کو جو آپ ﷺ سے حب کامل رکھتا ہے اور اس کی آپ ﷺ سے محبت والد، ولد، مال، اہل اور تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔

یہاں محبت سے ہماری مراد محض دینوی ہی نہیں جو کثیر لوگ کرتے پھرتے ہیں، حالانکہ ان کے احوال، آپ ﷺ کی تعلیمات کے مخالف ہیں اور ان کے اعمال خود ان کے دعویٰ کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ محبت سے مراد وہ محبت ہے جو صاحب محبت کو، حال، قال، خلق اور کردار میں آپ ﷺ کی تعلیمات کی اتباع، اطاعت اور ان پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، رسول ﷺ کی محبت سے جدا نہیں جیسا کہ محبت نبی ﷺ، اللہ کی محبت سے جدا نہیں۔

((ان يكون الله ورسوله ﷺ احب اليه مما سواهما))

"اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہر ایک سے بڑھ کر محبت ہو۔"

تو جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے گا وہ غیر فرائض (نوافل) کو بھی کثرت سے ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرے گا، وہ کثیر الاطاعت اور کثیر التقویٰ ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا خادم و غلام ہوگا اور جو کثیر النوافل ہو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی، میرا اس کیساتھ اعلان جنگ ہے، بندہ فرائض سے بڑھ کر، کسی اور ذریعہ سے میرا قرب نہیں پا سکتا، نوافل کے ذریعے بندہ میرا قرب پاتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے، میں اس کے چلنے کی طاقت بنتا ہوں جس سے چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں جو کام کرتا ہوں اس میں مجھے تردد نہیں ہوتا ماسوائے نفس مومن کے، وہ موت کو ناپسند کر رہا ہوتا ہے اور میں اس کی ناپسندی کو ناپسند کر رہا ہوتا ہوں۔"

(بخاری، کتاب الرقاق)

Marfat.com

تو جو فرض ادا کرے اس کے بعد نوافل پر دوام اختیار کرے اسے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے گی، اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا مذکور بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((فاذکرونی اذکر کم))(البقرہ:152)

''تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔''

تو جب بندہ اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو وہ مومن محبوب اور مذکور کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے، تو جو شخص مذکور ومحبوب بن گیا وہ سعادت مند کیوں نہیں بنا؟ اس کے دنیاوی معاملات اور گناہوں کی بخشش کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس پر مطلع فرما دیا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اسے زمین میں قبولیت عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ متفق علیہ حدیث کا ذکر ہو چکا۔

پھر حضور ﷺ کا محبّ (بشرطیکہ سچا محب ہو) مومن اور کامل ایمان والا ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ))

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔''

اور اللہ اہل ایمان کا دوست ہے:

((اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور))(البقرہ:257)

''اللہ ولی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

((انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الذکوۃ وھم رکعون o ومن یتول اللہ و رسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون))(المائدہ:55-56)

''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو وہ حزب اللہ ہے۔ پس بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔''

جس کا اللہ ولی ہو اور اس سے وہ محبت کرے اور اس کا ذکر کرے وہ رسول اللہ ﷺ کا محب، مطیع تابع فرمان اور آپ ﷺ کے طریقہ پر چلنے والا ہی ہوگا تو دنیا وآخرت کی سعادتیں اسے کیوں نہ نصیب ہوں گی؟

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 10:

اطاعت رسول کا اجر و ثواب

اجرِ اطاعت...... جنت میں ہمیشگی:

اللہ تعالیٰ کا یہ کس قدر فضل ہے کہ وہ جسے جنت میں داخل فرما دے گا اسے پھر نکالے گا نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے متبعین کو دائمی جنتی ہونے کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ خواہ وہ بغیر حساب اس میں داخل ہوں یا تھوڑے حساب کے بعد ہوں یا شفاعات کے واسطہ سے داخل ہوں۔ آخر جنت کا داخلہ ہے اور وہ بھی دائمی، بخلاف سابقہ امم کے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((تلك حدود الله ومن يطع الله ورسوله يدخله جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها))

(النساء:13)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔''

ایمان اور عمل صالح پر دائمی جنت کا تذکرہ کثیر آیات میں ہے۔ ایمان سے مراد اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں پر ہے، عمل صالح وہی ہوگا جو آپ کے طریق پر ہوگا۔

ارشاد ہے:

((ومن يومن بالله ويعمل صالحاً يكفر عنه سياته ويدخله جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم))(التغابن :9)

''اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((فاتقوا الله ياولي الالباب الذين امنوا قد انزل الله اليكم ذكراًo رسولاً يتلوا عليكم ايت الله مبينت ليخرج الذين امنوا وعملوا الصلحت من الظلمت الى النور ومن يؤمن بالله ويعمل صالحاً يدخله جنت تجرى تحتها الانهر خلدين فيها ابدا قد احسن الله له رزقاً))

(الطلاق:10-11)

''تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بے شک اللہ نے تمہارے لئے نصیحت اتاری ہے۔ وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں، بیشک اللہ نے اس کیلئے اچھی روزی رکھی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان سنئے:

((وادخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا باذن ربھم تحیتھم فیھا سلم))(ابراھیم:23)

''اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے وہ باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں اپنے رب کے حکم سے اس میں ان کے ملتے وقت کا اکرام سلام ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فریقین، اتباع کرنے والے صالحین اور مخالفت کرنے والے معاندین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلین ۝ کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز ۝ لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیر تھم، اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون))(المجادلہ:20-21)

''بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے، خبردار اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔''

مومن صادق کسی کافر مغضوب کو دوست نہیں بناتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے عزیز رشتوں کو چھوڑ دیا اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضا، دخول جنت، دائمی جنت اور فلاح عظیم سے نوازا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں بھی اپنا فضل و کرم عطا فرمائے اور کسی کافر، فاسق اور فاجر کو غلبہ عطا نہ فرمائے اور ان کی طرف ہمارے دل ایک آنکھ جھپکنے بلکہ اس سے کم وقت کیلئے بھی متوجہ نہ فرمائے۔

اجر اطاعت......قرب رسالت:

یہ فطرتی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں اپنے جلیس اور انیس سے محبت پیدا فرمائی ہے، جیسے جیسے ساتھی نفس کو محبوب ہو مجلس اسے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے اور عکس کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جب جلیس و انیس کی ذات عظیم ہو، باوقار ہو، درجات میں بلند ہو، عمل میں صالح، اخلاق میں اعلیٰ اور صفات میں کامل تو اس کی مجلس تو سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل قدر و غنیمت ہوگی۔ پھر وہ مجلس کتنی اعلیٰ ہوگی جس کے شرکائے مجلس حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین ہوں؟

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے جنت میں ان لوگوں کی مبارک و مقدس سنگت میں ہوں گے اور یہ سنگت دائمی ہوگی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ومن یطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصلحين و حسن اولئك رفيقا ٥ ذلك الفضل من الله وكفى بالله عليماً))(النساء: 70,69)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔''

تو جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اللہ و رسول ﷺ نے جو حکم دیا اس پر عمل کیا، جس سے منع فرمایا اس سے رک گئے اللہ تعالیٰ انہیں اس مبارک گھر (جنت) میں مقام عطا فرمائے گا۔ اور حسب مرتبہ اپنے انعام یافتہ بندوں کی سنگت و رفاقت عطا فرمائے گا۔ وہ انبیاء علیہم السلام پھر صدیقین، پھر شہداء اور صالحین۔ اللہ تعالیٰ نے اس حسین رفاقت کی تعریف ان کلمات میں فرمائی:

((وحسن اولئك رفيقاً))(النساء:69)

''یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

تو کیا ان سے اچھا کوئی ہے؟ ہرگز نہیں اور یہ تمام کا تمام اللہ کا فضل ہے۔ اسی لئے جب حضور ﷺ کو وصال کے وقت دنیا یا آخرت کے بارے میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار فرمایا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ما من نبی يمرض الاخير بين الدنيا والاخرة))

''جب کوئی نبی مرض وصال میں ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا ہے۔''

جب آپ ﷺ کا مرض وصال شروع ہوا تو آپ ﷺ بار بار یہ آیت پڑھتے:

((مع الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصلحين))

''ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔''

تو مجھے محسوس ہوگا آپ ﷺ کے بھی اختیار کا وقت آپہنچا ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

انہی سے ہے کہ آپ ﷺ حالت صحت میں فرمایا کرتے:

((انه لم يقبض نبی حتى يرى مقعده من الجنة ثم يخير))

''کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا جب تک اسے جنت میں ان کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا اس کے بعد اس نبی کو اختیار دیا جاتا ہے۔''

جب آپ ﷺ کا وصال قریب آیا:

((رأسه على فخذى غشى عليه ثم افاق فاشخص بصره الى سقف البيت ثم قال اللهم الرفيق الا على فقلت اذا لا يختارنا))

Marfat.com

''تو سر اقدس میری (حضرت عائشہ کی) گود میں تھا، آپ ﷺ اپنے حال میں تھے، افاقہ ہوا تو آپ ﷺ کی نگاہیں چھت کی طرف اٹھیں، فرمایا: اے اللہ! رفیق اعلیٰ، میں نے محسوس کرلیا آپ ﷺ نے ہمیں ترجیح نہیں دی۔''

مجھے اس وقت حالت صحت کے کلمات یاد آگئے اور آپ ﷺ کے آخری کلمات تھے:

((اللھم الرفیق الاعلیٰ))(بخاری ، کتاب المغازی)

''اے اللہ! رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ نے جو کچھ محسوس کیا کہ آپ ﷺ کو اختیار عطا فرمایا گیا۔ یہی بات ان کے والد سیدنا ابوبکر صدیق نے بھی محسوس کی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

((عبد خیر اللہ بین ان یوتیہ زھرۃ الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عندہ))

''ایک بندہ ہے جسے اللہ نے اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی کو اختیار کرے یا جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسے پسند کرے۔''

حضرت ابوبکر سن کر رو دیئے اور کہنے لگے: آپ ﷺ پر ہمارے آباء اور امہات قربان وفدا ہوں۔ یہ خود رسول اللہ ﷺ مراد ہیں جنہیں اختیار سے نوازا گیا ہے اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم تھے۔

(بخاری، کتاب مناقب الانصار)

اسی لئے بوقت موت جب سینہ دھڑکنے لگتا ہے، آنکھیں پھٹنے لگتیں ہیں، جسم کانپتا ہے، آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور انگلیاں اکڑنے لگتیں ہیں تو مومن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے، مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے، لیکن کافر کو اللہ تعالیٰ کے عذاب و ناراضگی اور دوزخ کی بشارت دی جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:

((من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاء ہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاہ))

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات ناپسند فرماتا ہے۔''

بخاری ومسلم نے اسے حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوموسیٰ اشعری سے، مسلم نے سیدہ عائشہ اور حضرت ابوہریرہ سے اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے اسے بطور حدیث قدسی بیان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(بخاری، کتاب الرقاق)

تو مومن مطیع کا ڈیرہ جنت میں ہوگا اور دائمی ہوگا اور وہاں اسے انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین کی صحبت میسر آئے گی اور یہ کیا ہی حسین ومبارک سنگت ورفاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان تمام انعامات سے نوازے۔ انہ جواد کریم۔

اجر اطاعت...... قرب الٰہی اور جنت:

اس وقت یہ معاملہ اپنی انتہا کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے کہ حدیبیہ کے دن جب آپ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کی دعوت دی۔

Marfat.com

انہوں نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اور آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمادیا، اس طرح مہاجرین، انصار اور ان کی احسان کے ساتھ اتباع کرنے والوں کو اپنی رضا کی بشارت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((لقد رضی الله عن المومنین اذیبا یعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السكينة عليهم واثا بهم فتحاً قريباً))(الفتح: 18)

''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں تھا تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((والسبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبع هم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجری تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم))

(التوبہ:100)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ ان مہاجرین اور انصار سے راضی ہے جو ان کے ساتھ بغض، عداوت رکھے گا یا ان کو برا بھلا کہے گا خصوصاً ان کے اوائل کو تو اس کی سزا کتنی بڑی ہوگی؟

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی احسان میں اتباع کرنے والوں سے رضا اور دائمی جنت کا وعدہ فرما رہا ہے، حالانکہ وہ سینکڑوں سال ہو گئے چلے گئے تو وہ وعدہ حضور ﷺ کی اتباع کرنیوالوں کو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا، کیونکہ صحابہ کرام کو یہ فضل اور درجہ فقط آپ ﷺ کی اتباع کے سبب ہی حاصل ہوا ہے۔

اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ نے ستر مبلغین تبلیغ کیلئے بھیجے اور انہیں دھوکہ کے ساتھ قبیلہ رعل، زکوان اور عصیہ نے قتل کر دیا تو حضرت انس اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ان کے بارے میں وحی نازل کی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((بلغوا عنا قوماً انا قد لقينا ربنا فرضی عنا ورضينا عنه))(بخاری، كتاب الجهاد)

''ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام دے دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے راضی اور ہم اس سے راضی ہیں۔''

روز قیامت اس امت پر جنت اور اس کی نعمتیں نچھاور کرنے کے بعد اپنی رضا عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! تو وہ عرض کریں گے:

((لبيك ربنا و سعديك والخير فی يديك))

Marfat.com

"اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں تیرے حضور! تمام خیر تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ عرض کریں گے:

((وما لنا لا نرضی یا رب ؟ وقد اعطیتنا مالم تعط ابدا من خلقك))

"اے ہمارے رب! ہمارے راضی نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دی جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا۔"

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

((الا اعطیکم افضل من ذالك؟))

"کیا میں تمہیں اس سے افضل عطا کروں؟"

وہ عرض کریں گے:

((یا رب وای شیء افضل من ذالك؟))

"اے ہمارے مالک وخالق! اس سے بھی بڑھ کر کوئی شے ہے؟"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

((احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعده ابداً))(بخاری و مسلم، کتاب الرقاق)

"میں نے تمہیں اپنی رضا عطا فرما دی، اب اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔"

اہل جنت کون ہیں؟ آپ ﷺ کی اطاعت کرنے والے، آپ ﷺ کا فرمان نہیں پڑھا: "من اطاعنی دخل الجنۃ" (جس نے میری اطاعت کر لی وہ جنتی ہے) اس لئے تو وہ اس قدر فضل، ثواب اور عزت پا رہے ہیں کیونکہ جنت دار تکریم اور جزاو ثواب ہے۔

اجر اطاعت...... جنت انہی کے لیے ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں اور اہل عمل صالح کیلئے بطور ثواب جنات تیار کی ہیں اور یہ نعمت کبریٰ ہیں۔ خصوصاً جب ہم عاصیوں کے عذاب جہنم سے آگاہ ہوں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

((لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر ومن یتول یعذبہ عذاباً الیماً))(الفتح :17)

"اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر مواخذہ جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔"

لفظ اطاعت کے بغیر عمل صالح پر ثواب کا تذکرہ کثیر آیات میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((وقیل للذین اتقوا ماذا انزل ربك قالوا خیر للذین احسنوا فی ھذاالدنیا حسنة والدار

Marfat.com

الاخرۃ خیرولنعم دار المتقین o جنت عدن یدخلونها تجری من تحتها الانهر لهم فیها ما یشاء ون یجزی الله المتقین))(النحل:30-31)

''اورڈر والوں سے کہا گیا تمہارے رب نے کیا اتارا؟ بولے خوبی جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کیلئے بھلائی ہےاور بے شک آخرت کا گھر سب سے بہتر اور کیا ہی اچھا گھر پرہیزگاروں کا، بسنے کے باغ جن میں جائیں گے ان کے نیچے نہریں رواں اورانہیں وہاں ملے گا جو چاہیں،اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے پرہیزگاروں کو۔''

((ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وهو مومن فاولئك یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا))(النساء:124)

''اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔''

ایک مقام پر ہے:

((ان الله یدخل الذین امنوا و عملوا الصلحت جنت تجری من تحتها الانهر))

(الحج:14-23)(محمد:12)

''بے شک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیمة انك لا تخلف المیعاد فاستجاب لهم ربهم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض فالذین هاجروا واخرجوا من دیار هم واوذوا فی سبیلی وقتلوا و قتلوا لا کفرن عنهم ولا دخلنهم جنت تجری من تحتها الانهر ثوابامن عند الله والله عنده حسن الثواب))

(آل عمران:193-195)

''اے رب ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا، تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

((ومن عمل من ذکر او انثی وهو مومن فاؤلئك یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب))

(المومن:40)

''اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔''

چوتھے مقام پر ارشاد ہے:

Marfat.com

((فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوت فسوف يلقون غياً o الا من تاب و امن و عمل صالحاً فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون شيئاً جنت عدن التى وعد الرحمن عباده بالغيب انه كان وعده ماتيا))(مريم: 59-61)

"تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔ عدن کے باغ جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا، بے شک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔"

یہ تمام کی تمام آیات قرآنیہ میں عمل صالح کی تصریح ہے اور عمل صالح آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع اور آپ ﷺ کی سنت کے مطابق ہی بن سکتا ہے۔ اور یہی آپ ﷺ کی اطاعت ہے اور اسی کو اطاعت الٰہی کہا جاتا ہے۔

احادیث شریفہ میں بھی یہ بات وارد ہے کہ اطاعت رسول جنت میں جانے کا سبب ہے۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قسم مجھے اس ذات اقدس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم تمام جنت میں داخل ہوں گے مگر جس نے انکار کیا اور سرکش اونٹ کی طرح ہو گیا۔"

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!

((ومن يابى ان يدخل الجنة؟))

"جنت کے داخلہ کا کون منکر ہو سکتا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

((من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقد ابى))(ابن حبان: 1-111)

"جس نے میری اطاعت کر لی وہ جنتی اور جس نے میری نافرمانی کر دی اس نے انکار کر دیا۔"

اسے طبرانی نے رجال صحیح سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے:

((اما السيد فهو رب العالمين واما البنيان فم والطعام الجنة و محمد الداعيى فمن اتبعه كان فى الجنة ومن لم يتبعه عذب))

"مالک اللہ رب العالمین ہے، مکان اسلام، کھانا جنت اور حضور ﷺ داعی ہیں، جس نے آپ ﷺ کی اتباع کر لی، وہ جنتی اور جس نے اتباع نہ کی عذاب میں گرفتار ہوگا۔"

اسے امام احمد، ترمذی، ابن حزیمہ نے نقل کر کے صحیح قرار دیا۔

حضرت جابر سے قصہ ملائکہ میں ہے:

((فالله و الملك والدار السلام والبيت الجنة وانت يا محمد رسول الله من اجابك دخل

Marfat.com

الاسلام و من دخل الاسلام دخل الجنة))

''اللہ مالک، دار اسلام اور گھر جنت، اور آپ اے محمد! اللہ کے رسول ہیں، جس نے آپ ﷺ کی بات مان لی وہ مسلمان اور جو مسلمان ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انکار کرنے والے کے سوا میرا ہر امتی جنت میں جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا:

((من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابی))

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

اجر اطاعت...... مطیع رسول مطیع اللہ ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے آگاہ فرما دیا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کر لی وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع قرار پا جاتا ہے، اس لئے کہ رسول کی اطاعت اس کے بھیجنے والے کی اطاعت ہے اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دے رکھا ہے اور اسی بات سے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ اس کا تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((من یطع الرسول فقد اطاع الله و من تولی فما ارسلنك علیهم حفیظاً))(النساء:80)

''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔''

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فمن اطاع محمد ﷺ فقد اطاع الله و من عصی محمد ﷺ فقد عصی الله))(بخاری)

''جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((من اطاعنی فقد اطاع الله و من عصانی فقد عصی الله))(بخاری و مسلم)

''جس نے میری اطاعت کر لی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''

اطاعت رسول اللہ تعالیٰ کی عطا ہے:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں بہت سی نصوص کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، تو جس نے رسول اللہ ﷺ کی اوامر و نواہی میں عملاً اتباع کی تو اس نے اطاعت رسول ﷺ کی صورت میں اوامر الٰہیہ کا نفاذ کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ہی توفیق ہے۔ اس توفیق کی علامت آپ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطیع کے دل میں رشد و ہدایت اور اسے عمل صالح کی طرف متوجہ فرما دیا اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے:

((وما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب))(ھود:88)

Marfat.com

''اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((واذکروا نعمة الله علیکم ومیثاقه الذی واثقکم به اذ قلتم سمعنا واطعنا واتقوا الله ان الله علیم بذات الصدور))(المائدہ:7)

''اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔''

تو اطاعت، اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ونعمت ہے، جس پر شکر وتقویٰ لازم ہے کیونکہ یہی وہ عہد تھا جو ابتدا خلق کے وقت انسان سے اللہ تعالیٰ نے لیا تھا، مطیع پر کتاب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اطاعت واتباع نبوی ﷺ کی صورت میں اوامر الٰہیہ اور امر رسول ﷺ کے سایہ میں زندگی بسر کر رہا ہے، جبکہ بہت سے لوگوں کو اس کا علم نہیں ان پر شیطان کا تسلط ہے۔ انہیں خواہشات، شہوات اور طویل امیدوں نے گھیر رکھا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔

اس وقت یہ معاملہ اپنی انتہا کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے کہ حدیبیہ کے دن جب آپ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کی دعوت دی، انہوں نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اور آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا، اس طرح مہاجرین، انصار اور ان کی احسان کے ساتھ اتباع کرنے والوں کو اپنی رضا کی بشارت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((لقد رضی الله عن المومنین اذیبا یعونك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم واثا بهم فتحاً قریباً))(الفتح :18)

''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں تھا تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((والسبقون الاولون من المهجرین والانصار والذین اتبع هم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجری تحتها الانهر خلدین فیها ابدا o ذلك الفوز العظیم))
(التوبہ:100)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ ان مہاجرین اور انصار سے راضی ہے جو ان کے ساتھ بغض، عداوت رکھے گا یا ان کو برا بھلا کہے گا خصوصاً ان کے اوائل کو تو ان کی سزا کتنی بڑی ہوگی؟

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی احسان میں اتباع کرنے والوں سے رضا اور دائمی جنت کا وعدہ فرما رہا ہے، حالانکہ وہ سینکڑوں سال ہو گئے چلے گئے تو وہ وعدہ حضور ﷺ کی اتباع کرنیوالوں کو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا، کیونکہ صحابہ کرام کو یہ فضل اور درجہ فقط

Marfat.com

آپ ﷺ کی اتباع کے سبب ہی حاصل ہوا ہے۔

اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ نے ستر مبلغین تبلیغ کیلئے بھیجے اور انہیں دھوکہ کے ساتھ قبیلہ رعل، زکوان اور عصیہ نے قتل کر دیا تو حضرت انس اور حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ان کے بارے میں وحی نازل کی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((بلغوا عنا قوماً انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنه))(بخاری، کتاب الجهاد)

''ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام دے دو کہ ہم نے اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کی ہے کہ وہ ہم سے راضی اور ہم اس سے راضی ہیں۔''

اجر اطاعت...... جنت بطور خاص:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں اور اہل عمل صالح کیلئے بطور ثواب جنات تیار کی ہیں اور یہ نعمت کبریٰ ہیں۔ خصوصاً جب ہم عاصیوں کے عذاب جہنم سے آگاہ ہوں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔!

اجر اطاعت...... گناہوں کی مغفرت:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مطلع فرمایا ہے کہ وہ شرک کرنے والے کو معاف نہیں فرماتا، اس کے سوا تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

((ان الله لا يغفران يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى اثماً عظيماً))(النساء: 48)

''بے شک اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور شرک سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((قل يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم))

''تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے اور وہی بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

مومن مطیع نے جن گناہوں کا ارتکاب کیا ہوتا ہے وہ توبہ اور معافی مانگ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ کہیں اسے آزمائش میں ڈالتا ہے جس میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ بعض اوقات اس کی نیکیوں پر اسے معافی مل جاتی ہے۔ اسی لئے بہت سی آیات میں آپ ﷺ کے مطیع اور متبع کیلئے گناہوں کی مغفرت کی بشارت ہے۔ بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس امت کے متبعین کے گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا اور اس امت کو دوزخ سے آزاد فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم))
(آل عمران:31)

"اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

تو اتباع کا ثمر اور ثواب، متبع کیلئے اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت اور اس کے گناہوں کی مغفرت و بخشش ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا الله و رسوله لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان الله غفور رحیم))(الحجرات: 14)

"دیہاتی بولے: ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو وہ تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

مطیع کے کسی عمل سے بھی کوئی کمی نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا اور اس پر رحمت فرمائے گا۔

جب جنات کو اطلاع ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ کے مطیع اور متبع کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے گناہوں کی مغفرت ہے تو وہ دوسرے جنات کی طرف بشارت دینے والے بن کر لوٹے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((واذا صرفنا الیك نفراً من الجن یستمعون القرآن فلما حضروه قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومهم منذرین ٥ قالوا یقومنا انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسیٰ مصدقاً لما بین یدیه یهدی الی الحق والی طریق مستقیم ٥ یقومنا اجیبوا داعی الله وامنوا به یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم))(الاحقاف: 29-31)

"اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے، پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو، پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔ بولے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی، حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔ اے ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کے بارے میں فرمایا جو آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ پر ایمان لے آئے، آپ ﷺ کی اتباع کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور گناہوں کو ساقط کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور انہیں ان کی امید سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔ انہیں کے بارے میں فرمایا:

((ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ٥ ربنا واتنا ماعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیمة انك لا

Marfat.com

تخلف المیعاد o فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکرا وانثی بعضکم من بعض فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لا کفرن عنھم سیاتھم ولا دخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب))(آل عمران:193-195)

''اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کیلئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں دور کر دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔اے ہمارے رب! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔''

جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے گناہ یہود و نصاریٰ پر ڈالے گا جنہوں نے اس کے رسولوں اور نبیوں سے کفر کیا اور ان کی نافرمانی کی، اس کو مستحق نار ٹھہرایا جائے گا لیکن امت کے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اتباع کی مگر غفلت کی وجہ سے گناہ ہو گئے ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا کان یوم القیامۃ دفع اللہ عزوجل الی کل معھم یھودیا اونصرانیا فیقول ھذا فکاک من النار))(مسلم، کتاب التوبہ)

''روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی طرف ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائے گا: یہ تیری جہنم سے آزادی ہے۔''

حضرت انس سے ایک روایت یوں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((لایموت رجل مسلم مالا ادخل اللہ مکانہ النار یھودیا او نصرانیا))(مسلم، کتاب التوبہ)

''جو آدمی مسلمان فوت ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض دوزخ میں یہودی یا نصرانی کو ڈالے گا۔''

اجر اطاعت..........خصوصی رحمت:

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کی اتباع کرنے والے اہل ایمان پر دنیا و آخرت میں خصوصی رحمت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

((یایھا الذین امنو لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون o واتقوا النار التی اعدت للکفرین o واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون))(آل عمران:130-132)

''اے ایمان والو! سود بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو، اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے

Marfat.com

تیار کر رکھی ہے۔ اللہ و رسول کی بات مانو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''
ترکِ ربا میں اللہ و رسول ﷺ کی بات مان لو تا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:
''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض سے ہیں، انہیں چاہیے کہ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں، یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''
یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے دوستی، نیکی کی تلقین، برائی سے روکنا، اقامت نماز، ادائیگی زکوۃ، اللہ تعالیٰ کی اطاعت چاہتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ اپنے مطیع کو عزت سے نوازتا ہے، کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے رسول ﷺ کی اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے اہل ایمان کی، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان و عمل اور صالحین سے زمین میں خلافت کا وعدہ فرمایا تو ان سے یہ مطالبہ فرمایا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں، جب وہ ان شرائط کو پورا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے گا۔
اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدوننى لا يشركون بى شيا ومن كفر بعدذلك فاولئك هم الفسقون ٥ واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واطيعوا الرسول لعلكم ترحمون))(النور: 55-56)

''اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کیلئے جمادے گا ان کا دین جو ان کیلئے پسند فرماتا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہ لوگ بے حکم ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔''
اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصی رحمت ہے کہ اس نے اس امت کے نبی ﷺ کو سراپا رحمت بنا دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ارسلنك الا رحمة للعلمين))(الانبياء: 107)

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔''
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انى لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمة))(مسلم، كتاب الحج)

''میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ سراپا رحمت بن کر آیا ہوں۔''
اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی کرم ہے کہ آپ ﷺ کا وصال اس امت سے پہلے ہو گیا تا کہ آپ ﷺ پہلے جا کر امت کیلئے انتظام فرمائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو امت مرحومہ قرار دیا اور آخرت میں اس پر عذاب نہیں رکھا، صرف دنیا میں عذاب رکھ دیا۔

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((امتی امة مرحومة لیس علیها فی الاخرة عذاب انما عذابها فی الدنیا القتل والفتن والزلازل))

''میری امت کو امت مرحومہ بنا دیا گیا ہے، آخرت میں اس پر عذاب نہیں صرف دنیا میں قتل، فتنے اور زلزلے کی صورت میں ہے۔''

اسے امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے صحیح قرار دیا، ذہبی نے حکم برقرار رکھا، امام بخاری نے تاریخ میں، شہاب، قضاعی نے مسند، بیہقی نے شعب میں، طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا۔ اس کی بعض سندیں صحیح اور بعض حسن ہیں، حافظ ابن حجر نے سند ابی داؤد کو حسن قرار دیا اور طبرانی کے رجال کے بارے میں فرمایا تمام ثقہ ہیں، اس کا ایک شاہد محدث ابویعلی نے حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا، حافظ ابن حجر نے اسے بھی صحیح کہا ہے جیسا کہ اس جیسے اور شواہد بھی ہیں۔

لیکن اس حدیث کا محل اس امت کے عظیم لوگ ہیں کیونکہ شفاعت کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں کچھ کا ذکر پیچھے آیا بھی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انا محمد و احمد والمقفی والحاشر، و نبی التوبة و نبی الرحمة))(مسلم، کتاب الفضائل)

''میں محمد، احمد، پیچھے آنے والا، حاشر، نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔''

اجر اطاعت......اطاعت مومن کا وصف ہے:

کتاب اللہ کی بہت سی آیات اور سنت نبویہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کو مومن کا وصف قرار دیا، اسی لئے فرمایا، جس نے رسول اللہ ﷺ کا حق اطاعت پورا کیا وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے مومن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((والمومنون والمومنت بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقیمون الصلوة ویؤتون الزکوٰة ویطیعون الله ورسوله اولئك سیر حمهم الله ان الله عزیز حکیم))(التوبه :71)

''اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ ورسول کا حکم مانیں، یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون کل امن بالله وملئکته وکتبه ورسله لا نفرق بین احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا والیك المصیر))(البقره:285)

''رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو، یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم

Marfat.com

نے سنا اور مانا تجھ سے معافی چاہتے ہیں اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔"

تیسرے مقام پر فرمایا:

((یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم واطیعوا الله ورسوله ان کنتم مومنین))(الانفال:1)

"اے محبوب! تم سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، تم فرماؤ: غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح صفائی رکھو اور اللہ اور رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔"

چوتھے مقام پر فرمایا:

((انما کان قول المومنین اذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئك هم المفلحون))(النور:51)

"مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب اللہ اور رسول کی طرف سے بلائیں جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے، وہ عرض کرتے ہیں: ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔"

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا مطیع ہوتا ہے، جیسے جیسے ایمان قوی ہوتا ہے اطاعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اطاعت سراپا شکر بن جاتی ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ اس قدر عبادت فرماتے کہ قدم مبارک سوجھ جایا کرتے، جب عرض کیا جاتا کہ آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے معاملات پر مغفرت کا اعلان ہے تو فرماتے:

((افلا اکون عبداً شکوراً))(بخاری و مسلم)

"کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔؟"

اس امت کے مومن اور یہود کے درمیان تقابل یہ ہے کہ یہ "سمعنا واطعنا" کہتے ہیں اور وہ "سمعنا وعصینا" کہا کرتے تھے۔ اس کفر کی بنا پر وہ کفر کے مستحق ٹھہرے جبکہ اس امت کے مومن دائمی جنتی بن گئے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو کامل مومن کی علامت فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کرنا بھی مومن کی علامت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا:

((یحلفون بالله لکم لیرضوکم والله ورسوله احق ان یرضوه ان کانوا مومنین))(التوبه 62)

"تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کرلیں اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔"

یہاں غور کیجئے "یرضوه" میں ضمیر واحد ہے۔ تثنیہ نہیں "یرضوهما" نہیں فرمایا۔ اس میں راز ولطف ہے۔

اجر اطاعت......قبول توبہ:

کسی بھی مسلمان کیلئے یہ سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت سے متوجہ ہو اور جب وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول فرمالے، متبع اور مطیع کو ہی یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقدس فرمان ہے:

Marfat.com

((لقد تاب اللہ علی النبی والمھجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم روف رحیم))(التوبہ :117)

''بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے (نبی پر) اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں، پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم پر جو خصوصی کرم فرمایا تو اس کا سبب آپ ﷺ کی اتباع ہی تھا، حالانکہ سواری، زادراہ اور پانی میں بہت کمی تھی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ولطف ہے۔

اجراطاعت.....فوزِ عظیم:

اللہ تعالیٰ کا مطیع پر خصوصی رحمت فرمانا، اس کے اجر میں کمی نہ فرمانا بلکہ اس کے اجر و ثواب میں خوب اضافہ فرمانا اور دنیا و آخرت میں اسے نجات عطا فرمانا، یہ تمام مطیع کے لئے فوز عظیم ہے اور اس کا کیا مقام ہوگا؟ جب اس کے ساتھ دخول جنت، اس میں ہمیشہ رہنا، گناہوں کی مغفرت اور رحمت الہیہ کا حصول بھی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ و رسولہ فقد فازفوزاً عظیماً))(الاحزاب:70-71)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو تمہارے اعمال تمہارے لئے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون ٥ ومن یطع اللہ ورسولہ و یخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون))
(النور:51-52)

''مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں: ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

تو جس نے آپ ﷺ کے ہر امر و نہی میں اطاعت کی اس نے تمام خیر کو پا لیا اور وہ دنیا و آخرت کے عذاب و شر سے امن پا گیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا وذلک الفوز العظیم))(النساء:13)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان

Marfat.com

میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔"

اجر اطاعت...... عمل میں کمی نہ کی جائے گی:

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ جب وہ اطاعت واتباع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں فرماتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیاء ان اللہ غفور رحیم))(الحجرات: 14)

"دیہاتی بولے: ہم ایمان لائے تو فرماؤ: تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

پہلے ان کے اتمام ایمان کے دعویٰ کا رد فرمایا کہ ابھی ان کے دلوں میں ایمان متمکن نہیں ہوا۔ اس کے بعد واضح فرمایا جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے تو ان کے اجر میں کمی نہیں کی جائے گی بلکہ وہ کامل وتام اجر پائیں گے۔

اجر اطاعت......بہترین اجر کا حقدار:

اللہ تعالیٰ اپنے مطیع اور رسول اللہ ﷺ کے مطیع کے اجر میں کمی نہیں فرماتا، کیونکہ انہیں اجر حسن عطا بلکہ ان کے اعمال سے احسن فرماتا ہے، بلکہ ان کے اجور وحسنات میں کئی گنا اضافہ فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی بأس شدید تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجراً حسناً وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیماً))(الفتح: 16)

"ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔"

حسنات میں اضافہ پر نصوص متعدد ہیں۔

اضافہ کی مقدار کی بارے میں فرمایا:

((مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم))(البقرۃ: 261)

"ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیاں، ہر بالی میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کیلئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔"

اس مبارک آیت میں سات تک پھر سات سو تک، پھر جتنا اللہ چاہے حسنات میں اضافہ کا ذکر کیا ہے۔"

Marfat.com

ایک مقام پر فرمایا:

((ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا ویؤت من لدنہ اجراً عظیماً))

(النساء:40)

''اللہ ایک ذرہ بھرظلم نہیں فرماتا اور اگرکوئی نیکی ہوتو اسے دوگنا کرتا ہے اوراپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا))(النمل:89) (القصص:84)

''جونیکی لائے اس کیلئے اس سے بہتر صلہ ہے۔''

اس سلسلہ میں احادیث بھی کافی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بیان کیا:

((وان ھم بھا فعملھا کتبھا اللہ عزوجل لہ عندہ عشر حسنات الی سبعمائۃ ضعف الی اضعاف کثیرۃ))(بخاری، کتاب الرقاق)

''اگر وہ ارادہ کرے پھراس پرعمل کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اس کے عوض دس سے لے کرسات سوتک اورکئی گنا لکھ لیتا ہے۔''

یہ تمام اللہ کافضل ہے اور یہ اسی کوعطا فرماتا ہے جواس کی اطاعت کرے اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا احسن احد کم اسلامہ فکل حسنۃ بعملھا تکتب لہ بعشر امثالھا الی سبعماتۃ ضعف))(بخاری، کتاب الایمان)

''جب کوئی اپنے اسلام کوبہتر کرے تو وہ جوبھی نیکی کرے گا اسے دس سے لے کرسات سوگناہ تک اجر ملے گا۔''

اجراطاعت......نجات یافتہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کونذیر وبشیر بنا کربھیجا، جس نے بھی انجام سے خبردار کرنے والے کی اطاعت کرلی، وہ ہلاکت سے نجات پا گیا اورجس نے اس کی نہ مانی وہ ہلاک ہوجائے گا، اس موضوع پرتفصیل گزری، بعض نئی چیزین یہاں ذکر کردیتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے یہ مثال بیان کی:

اس شخصیت (رسول اللہ ﷺ) کی مثال اس کی طرح ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دسترخوان لگایا، پھر داعی کوبھیجا توجس نے داعی کی بات مان لی گھرمیں داخل ہوگیا تو اس نے کھانا تناول کرلیا اورجس نے داعی کی بات نہ مانی وہ نہ داخل دار ہوا اورنہ کھانا تناول کرسکا توفرشتوں نے کہا:

((فالدار الجنۃ والداعیٰ محمد))(بخاری، کتاب الاعتصام)

''دار سے مراد جنت ہے اورداعی حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔''

Marfat.com

تو جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے دوزخ سے نجات پائی اور جس نے اطاعت نہ کی وہ ہلاک ہو گیا اور کیڑے مکوڑوں کی طرح آگ میں واقع ہو گیا حالانکہ آپ ﷺ نے امت کو بار بار متنبہ فرما دیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری مثال اور اس شخص کی مثال جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس شخص کی ہے جو کہے: اے قوم! میں نے دشمن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، میں تمہیں اعلانیہ متوجہ کر رہا ہوں، پس اپنی نجات کا سوچ لو۔ ان میں ایک گروہ ان کی مان کر وہاں سے نکل جاتا ہے تو وہ نجات پا جائے گا، دوسرے نے اس کی بات جھٹلا دی، دشمن نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔''

((فذلك مثل من اطاعنى فاتبع ما جئت به و مثل من عصانى و كذب بما جئت من الحق))

(بخاری، کتاب الاعتصام)

''یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری اطاعت کی اور میری تعلیمات کی اتباع کر لی اور مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری نافرمانی کی اور میری تعلیمات کی تکذیب کی۔''

اجر اطاعت......عذاب قبر سے امان:

قبر کے احوال سن کر دل دہل جاتے ہیں، مخلص اور صادق لوگ ڈر جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اطاعت کرنے والے اور مخلصین کو قبور کے عذاب، وحشت اور اس کی گرفت سے محفوظ رکھتا ہے اور یہ تمام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

حضرت اسماء سے صلاۃ خوف کے واقعہ میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قبور میں تمہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا:

((فيوتى اخذكم فيقال ما علمك بهذا الرجل ؟ فاما المومن فيقول هو محمد هو رسول الله جاء نا بالبينات والهدى فاجبنا واطعنا فقال له نعم قد كنا نعلم انك لتومن به فنم صالحًا))

(مسلم، صلاۃ الخوف)

''اور پوچھا جائے گا اس ذات کے بارے میں تو کیا علم رکھتا ہے؟ اہل ایمان کہے گا: یہ اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس دلائل و براہین لے کر تشریف لائے تھے، ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور اطاعت کی، اسے کہا جائے گا: ہاں! ہم جانتے تھے تو ان پر ایمان رکھتا ہے اب تو میٹھی نیند ہو جا۔''

اتباع و اطاعت کرنے والا مومن ابتداء ان کی برکات کا صلہ بوقت موت اور قبر میں سوالات کے وقت بھی پاتا ہے اور انتہا جنت میں اعلیٰ و احسن رفاقت اور اللہ تعالیٰ کی رضا پاتا ہے۔

Marfat.com

اجراطاعت......مطیع اللہ کامخلص ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے رسولانِ کرام کی تشریف آوری اوران پر کتب کے نزول کے ساتھ اہل کتاب پر حجت تام فرمادی، مگر انہوں نے بغض، حسد اور بغاوت وسرکشی کی وجہ سے اختلاف کیا، اللہ جل شانہ نے ہمیں آگاہ فرمایا کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجت بازی سے کام لیں تو انہیں کہہ دو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے طریقہ ومذہب اور امر میں فرمانبرداری کرنے والے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخلص ہیں اور اس کے ساتھ وہ کسی کو شریک بنانے کیلئے ہرگز تیار نہیں، اسی لئے آپ ﷺ پر یہ لازم تھا کہ آپ ﷺ اہل کتاب اور عرب کو اپنے دین وشریعت اور طریق کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ نہیں مانتے تو اس میں آپ ﷺ کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی ذمہ داری پیغام الٰہی موثر انداز میں پہنچانا ہے اور وہ آپ ﷺ نے پوری کردی۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے:

((فان حاجوك فقل اسلمت وجهي لله ومن اتبعن وقل للذين اوتوا الكتب والا ميين ء اسلمتم فان اسلموا فقد اهتدوا وان تولوا فانما عليك البلغ والله بصير بالعباد))

(آل عمران:20)

”پھر اے محبوب! اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرمادو میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں اور جو میرے پیرو ہوئے وہ بھی اور اہل کتاب اور اَن پڑھوں سے فرماؤ: کیا تم نے اسلام قبول کیا، پس اگر وہ اسلام لائیں تو ہدایت پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو تم پر تو فقط حکم پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اتباع کرنے والے اہل ایمان اور مشرک اہل کتاب کا حال ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:

((قل اتحا جوننا في الله وهو ربنا و ربكم ولنا اعمالنا ولكم اعمالكم ونحن له مخلصون))

(البقرۃ:139)

”تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی اور ہماری کرنی (ہمارے اعمال) ہمارے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہم اسی کے لیے خالص ہیں۔“

اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اللہ عزوجل کی اس تعلیم (وہی ہمارا رب ہے) کو بار بار یاد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد اعلانیہ طور پر ہر عمل خالصۃ اللہ کیلئے کرنے کا اظہار فرماتے اور صحابہ کا بھی یہی معمول

Marfat.com

تھا۔

حضرت ابوزبیر سے مروی ہے کہ حضرت ابن زبیر ہر نماز کے سلام کے بعد یہ پڑھا کرتے:

((لااله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير لاحول ولا قوة الا بالله ، لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون))

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ذات وصفات میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں، ملک اسی کا، حمد اسی کی اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر برائی سے پھرنے اور نیکی بجالانے کی طاقت کہاں؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہر نعمت اسی کی ہے، فضل اسی کا، ثنائے حسن اسی کی، اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں، دین خالص اسی کیلئے ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔''

اور فرمایا: آپ ﷺ ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم، کتاب المساجد)

مسلم مطیع اپنے نفس کو اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں ہمیشہ جھکائے رکھتا ہے، اللہ کے حکم کی تابعداری اور فرمانبرداری کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور اس کا نفس، شیطان یا ھوی کے تابع نہیں ہوتا، مومن، اپنے دین کو اپنے رب کیلئے خالص بناتا ہے، اپنے تمام امور کو رجاء وخوف کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے۔ مومن مطیع کی یہی شان ہے کہ اپنے مولیٰ و مالک کا بن کر رہے۔

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو نماز والا وضو کرو پھر دائیں طرف لیٹ جاؤ اور یہ پڑھو:

((اللهم انى اسلمت وجهى اليك وفوضت امرى اليك والجات ظهرى اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجأ ولا منجاء منك الا اليك، امنت بكتابك الذى انزلت ونبيك الذى ارسلت))

''اے اللہ! میری ذات تجھے ماننے والی ہے! میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، میری پشت شوق وخوف میں تیری پناہ چاہتی ہے۔ تجھ سے تیری طرف کوئی پناہ دینے والا نہیں، میں تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور تیرے مبعوث فرمودہ نبی پر ایمان لایا۔''

اور آخری کلمات یہ فرمائے:

((فان مت من ليلتك مت وانت على الفطرة))(بخاری، کتاب الدعوات)

Marfat.com

''اگر تم اس رات فوت ہو گئے تو تمہاری موت فطرت پر ہوگی۔''

اجر اطاعت......ہدایت کا حصول:

جب منافقین نے اپنے ایمان کے پختہ اور مضبوط ہونے پر حلف اٹھایا اور کہا کہ اگر اللہ کا رسول ﷺ ہمیں دشمنوں کے خلاف جہاد کا حکم دے تو ہم فی الفور اس پر عمل پیرا ہو کر جہاد کیلئے چل پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

''جہاد سراپا اطاعت ہے اور یہ قوم تو تکذیب کرنے والی ہے۔''

پھر اپنے رسول ﷺ سے فرمایا:

انہیں کہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اوامر ونواہی میں اطاعت کر لی تو یہ ہدایت پالیں گے اور حق ورشد پر گامزن ہو جائیں گے۔

((واقسموا بالله جهد ايمانهم لئن امرتهم ليخرجن قل لا تقسموا طاعة معروفة ان الله خبير بما تعملون ○ قل اطيعوا الله واطيعوا الرسول فان تولوا فانما عليه ماحمل وعليكم ما حملتم ان تطيعوه تهتدوا وما على الرسول الا البلغ المبين))(النور:53-54)

''اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کو نکلیں گے، تم فرماؤ قسمیں نہ کھاؤ موافق شرع حکم برداری چاہیے، اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو، تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔''

اتباع کرنے والا مومن نور، ہدایت اور بصیرت پر ہوتا ہے۔ جب وہ اللہ کو پکارے یا رب کی عبادت کرے یا کسی عمل میں اطاعت کرے وہ یقین وایقان پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

((قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى وسبحن الله وما انا من المشركين))(یوسف:108)

''تم فرماؤ یہ میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو تقدس ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں۔''

وہ اپنے عمل ودعوت میں منتشر نہیں ہوتا بلکہ یقین وہدایت پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رہنمائی فرما دی ہے کہ

Marfat.com

وہ اس کے رسول ﷺ کے طریقہ پر ہے۔

اجراطاعت......فلاح کاحصول:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی وصفی محمد ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی اطاعت واتباع اور نصرت کو عبد مومن کے فلاح اور رحمت الٰہی کے حصول کا سبب بنا دیا ہے، یہ کیسے نہ ہو؟ آپ ﷺ کی ذات نے وہ بوجھ اور بیڑیاں کاٹ پھینکیں جو سابقہ امتوں پر تھیں، طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام فرمایا، ہر خیر کی رہنمائی فرمائی، ہر شر وخبث سے ڈرایا اور منع فرمایا، یہ تمام امت کی خیر خواہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ورحمتی وسعت کل شیء فسا کتبها للذین یتقون ویوتون الزکوة والذین هم بایتنا یومنون ٥ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التورة والانجیل یا مرهم بالمعروف وینههم عن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبث ویضع عنهم اصرهم والاغلل التی کانت علیهم فالذین امنوا به و عزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون))(الاعراف 156-157)

"اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے، تو عنقریب نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو متقی ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہی ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا، وہی بامراد ہوئے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

((انما کان قول المومنین اذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئك هم المفلحون ٥ ومن یطع الله ورسوله ویخش الله ویتقه فاولئك هم الفائزون))

(النور: 51-52)

"مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

تو جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر لی وہ سعادت مند، کامیاب اور صاحب فوز وفلاح ٹھہرا، صحابہ کرام اسی شان کے مالک تھے۔

Marfat.com

حضرت رافع بن خدیج سے قصہ محاقلہ میں ہے:

((فنهانا رسول الله عن امر كان لنا ناطواعية الله و رسوله انفع لنا))(مسلم، کتاب البیوع)

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا جس میں ہمارا نفع تھا مگر اللہ ورسول کی اطاعت ہمارے لئے زیادہ نفع مند ہے۔''

واقعہ یہ ہے کہ جسے غیر مسلم بھی مانتے ہیں، وہ قصہ جس میں ہے کہ دجال نے تمیم داری اور ان کے ساتھیوں سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا:

((اخبرونی عن النبی الامیین مافعل؟))

''مجھے امین نبی کے بارے میں بتایئے ان کا کیا حال ہے؟''

انہوں نے کہا کہ انہوں نے مکہ سے تحریک شروع کی ہے اور اب یثرب میں ہیں۔ کہنے لگا:

((اقاتله العرب ؟))

''کیا عربوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی ہے؟''

ہم نے کہا ''ہاں'' کہنے لگا:

((کیف صنع بهم؟))

''کیسا رہا؟''

ہم نے بتایا آپ ﷺ غالب آ گئے اور انہوں نے آپ ﷺ کی اطاعت کر لی۔ کہنے لگا:

((اما ان ذاك خير لهم ان يطيعوه))(مسلم، کتاب الفتن)

''ان کیلئے یہی بہتر ہے کہ ان کی اطاعت کریں۔''

حضرت فاطمہ بنت قیس سے قصہ طلاق میں ہے کہ مجھے حضرت معاویہ اور حضرت ابوجہم نے پیغام نکاح بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید کے بارے میں فرمایا، میں نے اسے ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((طاعة الله و طاعة رسوله ﷺ خير لك))(مسلم، کتاب الطلاق)

''اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت تیرے لئے بہتر ہے۔''

میں نے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق نکاح کر لیا، اس کے بعد مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔ یہ ظفر وسعادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔

اجر اطاعت......اللہ تعالیٰ کا محبوب:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اتباع کرنے کو بہت سے اعزازات سے نوازا ہے، ان میں اہم اعزاز یہ ہے کہ مطیع کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے، کیونکہ مطیع نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو ہر مخلوق کی محبت سے مقدم رکھا، اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ہر مخلوق کی اطاعت پر مقدم رکھا۔ لہٰذا وہ محبت الٰہی کا مستحق ٹھہرا،

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:
((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم)) (آل عمران: 31)

"اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا، تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں سے اسی عبادت کو قبول فرماتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نہج، طریق اور سنت پر ہو، اسی لئے بہت سی آیات کا اختتام اللہ کے مطیع اور رسول اللہ ﷺ کے مطیع کیلئے محبت الٰہی کے تذکرہ پر ختم کیا گیا ہے۔ اگرچہ اطاعت کے مظاہر مختلف ہیں:

((ان الله يحب المقسطين))(المائده:42)

"انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔"

((والله يحب المحسنين))(المائده:93)

"اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔"

((والله يحب المطهرين))(التوبه :108)

"اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

((ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفاً))

"بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں صف باندھ کر۔"

((ان الله يحب المتوكلين))(آل عمران:159)

"بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔"

((فان الله يحب المتقين))(آل عمران:76)

بے شک پرہیزگار اللہ کو پیارے ہیں۔"

((والله يحب الصبرين))(آل عمران:159)

"اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔"

((ان الله يحب المحسنين))(البقرة:195)

"بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔"

((ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين))(البقرة: 222)

"بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔"

یہ تمام اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کے مظاہر ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس چیز کو محبوب رکھتا ہے کہ لوگ اس کی اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت اختیار کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ اور اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ ایمان نہایت ہی محبوب ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایمان کو اپنے صالح بندوں کے دلوں میں مزین فرما دیتا ہے اور جسے یہ مقام حاصل ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

اللہ عزوجل کا فرمان مقدس ہے:

((واعلموا ان فيكم رسول الله لو يطيعكم فى كثير من الامر لعنتم ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه فى قلوبكم و كره اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولئك هم الرشدون))

(الحجرات:7)

''اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کو ملحوظ خاطر رکھیں تو تم ضرور مشقت میں پڑو، لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگواری کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔''

اجر اطاعت...... مطیع لشکر خدا کا سپاہی:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو گروہ بنا دیا ہے۔ ''حزب اللہ'' اور ''حزب الشیطان'' اللہ تعالیٰ کا گروہ یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کی اطاعت، اس کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بجا لاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہی تعلق دوستی رکھتے ہیں۔ جس کی یہ صفات ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر کا سپاہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

((انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين يقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة وهم ركعون ٥ ومن يتول على الله ورسوله والذين امنوا فان حزب الله هم الغلبون))(المائدة:55-56)

''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

((ان الذين يحادون الله ورسوله اولئك فى الاذلين ٥ كتب الله لا غلبن انا ورسلى ان الله قوى عزيز ٥ لا تجدوا قوماً يؤمنون بالله واليوم الاخر يو آدون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباء هم او ابناء هم او اخوانهم او عشير تهم اولئك كتب فى قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه ويدخلهم جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها رضى الله عنهم ورضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون))(المجادله:20-22)

''بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول، بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے، تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت کے

Marfat.com

دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے، سنت ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔"

تو اہل ایمان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں اور مخالفین کو دوست نہیں بناتے، اگر چہ وہ کتنے ہی عزیز کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہو چکے۔ اللہ نے انہیں کامیاب گروہ میں شامل فرما لیا ہے اب ان کا ٹھکانہ دائمی جنت ہے۔

معاشرہ اور حب نبی کا تقاضا...... ہمارے معاشرے کی بدحالی اور بے راہ روی...... دعویٰ محبت اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر اصرار:

جب ہم معاشرہ میں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو یہاں بڑا واضح تضاد اور تناقض پایا جاتا ہے۔ بہت سے محبت نبی ﷺ کا دعویٰ رکھنے والے سود خور ہیں، بہت سے محبت نبی ﷺ کا دعویٰ کرنے والے شرابی ہیں، بہت سے دعویٰ کرنے والے بندوں کے حقوق غصب کرتے ہیں، بہت سے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والے عقائد و اعمال میں غلط ہو چکے ہیں۔

جب ان سے پوچھا جائے: کیا تم رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں؟ تو فی الفور کہیں گے: میں دل و جاں سے آپ ﷺ پر فدا اور قربان الی غیر ذالک۔ ایسی محبت سے کامل اطاعت اور اتباع تام کہاں حاصل ہوتی ہے؟ ہاں ہم یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے کہ مسلمان معصوم ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ شان کسی کی نہیں، انسان خطا کار ہے، ہاں جسے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور توفیق نصیب ہو جائے جب اس سے کوئی غلطی واقع ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، لیکن گناہوں میں داخل ہو کر سرکش ہو جاتا اس سے تو یہ خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں انسان کا ایمان ہی زائل نہ ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

محبت نبی ﷺ میں سب سے زیادہ کمال صحابہ کرام کو حاصل ہے، جیسا کہ ہم کے سابقہ اوراق میں بیان کیا۔

خلاصہ گفتگو:

ہم نے کتاب کے اس حصہ میں جو آیات و احادیث ذکر کیں، وہ ان امور کی نشاندہی کرتی ہیں:

1: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازم و فرض۔

2: آپ ﷺ کی معصیت حرام۔

3: جو رسول اللہ ﷺ کا مطیع ہے اسے حاصل ہونیوالے ثواب و ثمرات اور مکافات کا ذکر کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت کی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اس کے رسول بنانے والے کی اطاعت ہے، کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو بھیجا اور آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی معصیت کرنے والے کیلئے جزا و سزا کیا ہے؟ اور آپ ﷺ کا عاصی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کا عاصی ہے، کیونکہ رسول کی معصیت اس کے بھیجنے والے کی معصیت ہے، اس نے آپ ﷺ کو بھیجا اور آپ ﷺ کی معصیت کو حرام بھی قرار دیا ہے۔

اطاعت و معصیت جیسے امور جزئیہ میں ہوتی ہے ایسے ہی امور کلیہ اسامیہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ تمام کے تمام اطاعت ہوں گے یا معصیت، اگرچہ ہر ایک کا حکم مختلف ہوگا۔ اس لئے آیات میں اطاعت کی تاکید اور معصیت پر وعید کرتے ہوئے کوئی تخصیص یا تقیید نہیں کہ وہ جزوی ہو یا کلی۔

صحابہ کرام اتباع و اطاعت اور عدم معصیت کے انتہائی آخری درجہ پر تھے۔ خصوصاً جو شخص یہ جانتا ہو کہ اسلام لانے سے پہلے ان کا حال کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد وہ اتباع و امتثال اور اطاعت میں کس قدر آگے چلے گئے تھے۔

وہ محبت جو صاحب محبت کو نفع دیتی ہے وہ وہی ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ نفس، والد، ولد، اہل، مال اور تمام لوگوں سے بڑھ کر ہو، ایسی محبت ہی صاحب محبت کی ذات پر اثر کرتی ہے، اسی سے اس کے نفس، قلب، قالب، عبادت، اتباع اور اطاعت پر آثار کا اظہار ہوتا ہے اور یہی محبت شرعیہ ہے اور یہ محبت طبعی نہیں جس کا مدعی پر کوئی اثر نہیں ہوتا، یہ محبت والد کی ولد سے، ولد کی والدہ سے خاوند و بیوی اور عاشق و معشوق والی محبت میں ہے، یہ وہ محبت ہے ہی نہیں بلکہ یہ تو اس سے کہیں بلند ہے۔ یہ تو مسلمان اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان رابطہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کا نتیجہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وصل کا سبب ہے۔ یہ محبت صاحب محبت کو محبوب کی کامل اطاعت اور اس کے پیغام کی کامل طور پر بجا آوری پر مجبور کرتی ہے۔ یہ وفا کی علامت ہے اور مسلمان پر رسول اللہ ﷺ کے جو حقوق ہیں ان میں سے کچھ کا، کچھ بدلہ ہے۔ یہ محبت انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت عطا کرتی ہے۔ محبّ کا وجود بغیر فرمانبرداری کے متصور ہی نہیں، اطاعت میں اضافہ، محبت میں اضافہ ہے۔

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم))

(آل عمران:31)

''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com